شرح صحیح مسلم

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

ناشر

فرید بک سٹال

اردو بازار لاہور

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

اور رسول تم کو جو (احکام) دیں ان کو قبول کرو اور جن کاموں سے تم کو منع کریں اُن سے باز رہو

شرح صحیح مسلم

(جلد ثانی)

مساجد، شفاعت، صلوٰۃ المسافرین، فضائل القرآن، جمعہ، صلوٰۃ العیدین
صلوٰۃ استسقاء، صلوٰۃ کسوف، جنائز، زکوٰۃ

WWW.NAFSEISLAM.COM

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحدیث، دار العلوم نعیمیہ کراچی ۳۸

ناشر:

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب : شرح صحیح مسلم (الجزء الثانی)

تصنیف : علامہ مفتی غلام رسول سعیدی

تصحیح : مولانا حافظ محمد ابراہیم فیضی

ایم۔اے، ایل۔ایل۔بی، فاضل علوم شرقیہ

کتابت : دار الکتابت حضرت کیلیانوالہ، گوجرانوالہ

مطبع : ہاشم اینڈ حماد پرنٹرز، لاہور

ہدیہ : -/330 روپے

الطبع الثامن : صفر ۱۴۲۱ھ / مئی ۲۰۰۰ء

الطبع العاشر : جمادی الاول ۱۴۲۳ھ / جولائی ۲۰۰۲ء

WWW.NAFSEISLAM.COM

ناشر

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

فون نمبر 042-7312173 ، فیکس نمبر 092-042-7224899

ای۔میل نمبر Email:info@faridbookstall.com

ویب سائٹ Visit us at : www.faridbookstall.com

فہرست مضامین شرح صحیح مسلم (جلد ثانی)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	کلمات تشکر	۲۴
۲	عکس جمال	۲۶
	کتاب المساجد	۳۱
۳	مسجد کی تعریف۔	۳۱
۴	مسجد کی فضیلت	۳۱
۵	غیر مسلموں کا مسجد بنانا	۳۲
	باب ۱۸۷	۳۶
۶	بیت المقدس سے بیت الحرام کی طرف قبلہ کو تبدیل کرنا۔	۳۶
۷	تعمیر کعبہ کی تاریخ	۳۷
۸	کعبہ اور بیت المقدس کا درمیانی عرصہ	۳۷
۹	تمام روئے زمین کے مسجد ہونے کی وضاحت حکمت	۳۸
	شفاعت	۳۸
۱۰	شفاعت کے لغوی معنیٰ	۳۸
۱۱	شفاعت کے اصطلاحی معنیٰ	۳۹
۱۲	اہل قبلہ کے شفاعت میں نظریات	۳۹
۱۳	خوارج کے شبہ کا ازالہ	۳۹
۱۴	معتزلہ کے شبہ کا ازالہ	۳۹
۱۵	بعض مخالفین کے شبہ کا ازالہ	۴۰
۱۶	انبیاء علیہم السلام کی حضور الوہیت میں وجاہت	۴۰

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱۷	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضورِ الوہیت میں وجاہت قرآن سے۔	۴۲
۱۸	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجاہت احادیث سے	۴۳
۱۹	شفاعت پر قرآن کریم سے دلائل۔	۴۴
۲۰	شفاعت پر احادیث سے دلائل۔	۴۸
۲۱	اقسام شفاعت	۵۹
۲۲	نظریہ کفارہ مسیح اور شفاعت میں فرق	۶۰
۲۳	استشفاع	۶۱
۲۴	مساجد کی بنانے کی ذمہ داری	۶۴
۲۵	پھل دار درختوں کا کاٹنا۔	۶۴
۲۶	قبور مسلمین پر مسجد بنانا	۶۶
۲۷	رجز کی تعریف	۶۵
۲۸	حضور کی شعر گوئی	۶۶
	باب ۱۸۸	۶۶
۲۹	بیت المقدس کی بجائے بیت اللہ کو قبلہ قرار دینا۔	۶۶
۳۰	نسخ کی بحث	۶۸
۳۱	نسخ کی تعریفات	۶۸
۳۲	نسخ کی اقسام	۶۹
۳۳	نسخ القرآن بالقرآن	۷۰
۳۴	نسخ القرآن بالحدیث	۷۱
۳۵	نسخ الحدیث بالحدیث	۷۱

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر	نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۳۶	نسخ الحدیث بالقرآن	۷۱	۵۴	اقعاء کا معنیٰ	۹۲
۳۷	تحویل قبلہ کی تاریخ	۷۱	۵۵	نماز میں عورتوں کے بیٹھنے اور سجدہ کے طریقے۔	۹۲
۳۸	کعبہ کی طرف پہلی نماز	۷۱			
۳۹	روایات میں تطبیق	۷۲		باب ۱۹۳	۹۳
۴۰	خبر واحد پر عمل	۷۲	۵۶	نماز میں کلام کو حرام کرنا اور اباحت سابقہ کو منسوخ کرنا۔	۹۳
۴۱	ورودِ شرع سے قبل تکلیف کا حکم	۷۲			
۴۲	دیگر فوائد	۷۳	۵۷	منسوخیت کلام کی تاریخ	۹۶
۴۳	مکہ میں قبلہ کا رُخ	۷۳	۵۸	اباحت اصل ہے۔	۹۷
			۵۹	فقہی احکام	۹۷
	باب ۱۸۹	۷۴	۶۰	بقیہ فوائد	۹۸
۴۴	قبروں پر مسجد بنانے ان پر تصاویر رکھنے اور انکو سجدہ کرنے کی ممانعت	۷۴		باب ۱۹۴	۹۹
			۶۱	نماز میں شیطان پر لعنت کرنا، اس سے پناہ مانگنا اور عمل قلیل کا جائز ہونا۔	۹۹
۴۵	تصاویر کا حکم	۷۶			
۴۶	وڈیو، ٹی وی، سینما	۸۰	۶۲	جنات کا ثبوت	۱۰۰
۴۷	جوارِ قبر میں مسجد	۸۳	۶۳	جنات کی تخلیق	۱۰۰
۴۸	ایک اشکال کا جواب	۸۶	۶۴	جنات کی اقسام	۱۰۲
۴۹	خلیل کا معنیٰ	۸۷	۶۵	جنات کے افعال و احوال	۱۰۳
	باب ۱۹۰	۸۸	۶۶	جنات کا مکلف ہونا	۱۰۴
			۶۷	جنات کی جزاء و سزا	۱۰۵
۵۰	مسجد بنانے کی فضیلت اور ترغیب۔	۸۸	۶۸	جنات میں رُسل	۱۰۵
	باب ۱۹۱	۸۹	۶۹	انسان پر جن آجانا۔	۱۰۶
			۷۰	جنات کو دیکھنا	۱۰۷
۵۱	حالت رکوع میں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھنا اور تطبیق کا منسوخ ہونا۔	۸۹	۷۱	ایک اشکال کا جواب	۱۰۷
			۷۲	حضرت سلیمان علیہ السلام کی دُعا سے معارضہ	۱۰۸
۵۲	دیگر فوائد	۹۱	۷۳	لعنت کی تحقیق	۱۰۸
	باب ۱۹۲	۹۱	۷۴	لعن یزید	۱۰۹
۵۳	نماز میں ایڑیوں پر بیٹھنا۔	۹۱	۷۵	ترجمۃ الباب سے مناسبت	۱۱۰

WWW.NAFSEISLAM.COM

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	باب ۱۹۵	۱۱۰
۷۶	حالتِ نماز میں بچوں کو اٹھانے کا جواز جب تک نجاست متحقق نہ ہو کپڑوں کا پاک ہونا عمل قلیل سے نماز کا باطل نہ ہونا۔	۱۱۰
۷۷	حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ	۱۱۱
۷۸	حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔	۱۱۲
۷۹	رسالت مآب کی صاحبزادیاں	۱۱۲
۸۰	نماز میں بچہ کو گود میں لینے کے بارے میں مذاہب اربعہ	۱۱۴
	باب ۱۹۶	۱۱۴
۸۱	نماز میں ضرورت کی بناء پر ایک دو قدم چلنا اور امام کا مقتدیوں سے بلند جگہ پر ہونا۔	۱۱۴
۸۲	شرح حدیث	۱۱۵
۸۳	استن حنانہ	۱۱۶
	باب ۱۹۷	۱۱۷
۸۴	نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے کی ممانعت	۱۱۷
۸۵	اختصار کے معانی	۱۱۷
۸۶	اختصار سے ممانعت کی حکمتیں۔	۱۱۷
	باب ۱۹۸	۱۱۸
۸۷	نماز میں کنکریاں ہٹانے اور مٹی صاف کرنے کی کراہت	۱۱۸
۸۸	حضرت معیقیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۱۹
۸۹	حدیث سے حاصل شدہ فقہی احکام	۱۱۹
	باب ۱۹۹	۱۱۹
۹۰	مسجد میں تھوکنے کی ممانعت	۱۱۹
۹۱	تھوکنے کے احکام	۱۲۳
۹۲	عظمت مصطفےٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)	۱۲۴
۹۳	مسجد کی صفائی۔	۱۲۴
۹۴	علوم نبوت۔	۱۲۴
	باب ۲۰۰	۱۲۴
۹۵	جوتے پہن کر نماز پڑھنے کا جواز	۱۲۴
۹۶	جوتوں کے ساتھ نماز پڑھنا	۱۲۴
۹۷	جوتوں کی طہارت	۱۲۵
۹۸	چمڑے اور پلاسٹک کی طہارت	۱۲۵
	باب ۲۰۱	۱۲۵
۹۹	بیل بوٹے دار کپڑوں میں نماز کی کراہت	۱۲۵
۱۰۰	اشیاء زینت کا حکم	۱۲۶
۱۰۱	ایک اشکال کا جواب	۱۲۶
	باب ۲۰۲	۱۲۷
۱۰۲	کھانے کے وقت نماز کی کراہت	۱۲۷
۱۰۳	کھانے کو نماز پر مقدم کرنا۔	۱۲۸
	باب ۲۰۳	۱۲۸
۱۰۴	لہسن یا کڑی اور بدبودار چیز کھا کر مسجد میں جانے کی کراہت۔	۱۲۹

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱۰۵	بدبودار چیزیں کھا کر مسجد میں جانا	۱۳۳
۱۰۶	اسلام میں حکومت قائم کرنے کا طریقہ	۱۳۳
	باب ۲۰۴	۱۳۴
۱۰۷	مسجد میں گم شدہ چیز تلاش کرنے کی ممانعت	۱۳۴
۱۰۸	مسجد میں گم شدہ اشیاء کا اعلان	۱۳۵
۱۰۹	مسجد میں سوال کا حکم۔	۱۳۵
	باب ۲۰۵	۱۳۶
۱۱۰	سجدۂ سہو کا بیان	۱۳۶
۱۱۱	اذان سن کر شیطان کا بھاگنا	۱۳۷
۱۱۲	سجدۂ سہو میں مذاہب ائمہ اور ترجیح مذہب احناف	۱۳۹
۱۱۳	شک کی صورت میں نماز کی ادائیگی	۱۴۱
۱۱۴	خصائص مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۱۴۴
۱۱۵	بشریت	۱۴۴
۱۱۶	مثلیث	۱۴۶
۱۱۷	آپ کا نسیان	۱۴۷
۱۱۸	پانچ رکعات کی تصحیح	۱۴۸
	باب ۲۰۶	۱۵۱
۱۱۹	سجدۂ تلاوت	۱۵۱
۱۲۰	سجدہ تلاوت میں مذاہب ائمہ۔	۱۵۳
۱۲۱	فقہی احکام	۱۵۴
۱۲۲	سجدات کی تعداد	۱۵۵
۱۲۳	روایت تلک الغرانیق کی تحقیق	۱۵۵
۱۲۴	روایت تلک الغرانیق کا متن	۱۵۶
۱۲۵	روایت تلک الغرانیق کی فنی حیثیت پر	۱۵۸

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	بحث و نظر۔	
۱۲۶	روایت تلک الغرانیق کے بارے میں محدثین کی آراء	۱۵۹
۱۲۷	روایت تلک الغرانیق کے بارے میں مفسرین کی آراء۔	۱۶۱
۱۲۸	ایک شبہ کا ازالہ۔	۱۶۳
	باب ۲۰۷	۱۶۴
۱۲۹	نماز میں بیٹھنے کا طریقہ	۱۶۴
۱۳۰	تورک کا طریقہ	۱۶۶
۱۳۱	تورک میں مذاہب	۱۶۶
۱۳۲	رفع سبابہ میں مذاہب اربعہ	۱۶۶
۱۳۳	مذاہب اربعہ میں رفع سبابہ کی کیفیت	۱۶۷
۱۳۴	احناف کے ائمہ ثلاثہ کا نظریہ	۱۶۸
۱۳۵	حضرت مجدد کے اعتراضات کے جوابات	۱۶۸
	باب ۲۰۸	۱۷۷
۱۳۶	سلام سے نماز کا اختتام	۱۷۷
۱۳۷	سلام کے حکم میں مذاہب اربعہ	۱۷۸
۱۳۸	خروج بصنعہ	۱۷۸
۱۳۹	سلام کے طریقہ میں مذاہب اربعہ	۱۷۹
۱۴۰	نماز میں محبت رسول کے مظاہر	۱۸۰
	باب ۲۰۹	۱۸۰
۱۴۱	ذکر بعد از نماز	۱۸۰
۱۴۲	ذکر بالجہر	۱۸۱
	باب ۲۱۰	۱۸۳
۱۴۳	تشہد اور سلام کے درمیان عذاب قبر وغیرہ	۱۸۳

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	سے پناہ مانگنا	
۱۴۴	تشریح	۱۸۴
۱۴۵	عذابِ قبر	۱۸۵
۱۴۶	منکرینِ عذابِ قبر کے شبہات۔	۱۸۵
۱۴۷	عذابِ قبر پر دلائل۔	۱۸۶
۱۴۸	عذابِ قبر پر عقلی شبہات کے جوابات۔	۱۸۷
۱۴۹	مسیح دجال	۱۹۰
۱۵۰	زندگی اور موت میں آزمائش	۱۹۰
۱۵۱	قبر میں آزمائش	۱۹۰
۱۵۲	حضور کے استغفار کی وجہ	۱۹۱
۱۵۳	قرض مذموم اور قرض محمود	۱۹۱
	باب ۲۱۱	۱۹۱
۱۵۴	نماز کے بعد ذکر کا طریقہ	۱۹۱
۱۵۵	ذکر ماثور میں اضافہ یا تغیر	۱۹۲
۱۵۶	دعا قبول نہ ہونے کی وجوہات	۱۹۶
۱۵۷	قبولیت دعا کی شرائط	۱۹۷
۱۵۸	تشریح	۲۰۳
۱۵۹	غنی اور فقیر	۲۰۴
	باب ۲۱۲	۲۰۵
۱۶۰	تکبیر تحریمہ کے بعد دعا	۲۰۵
۱۶۱	دعائے استفتاح میں مذاہب اربعہ	۲۰۶
۱۶۲	عصمت کی تحقیق	۲۰۷
۱۶۳	نماز میں ذکر کے اضافہ اور بدعت کی بحث	۲۱۱
	باب ۲۱۳	۲۱۳
۱۶۴	نماز میں وقار اور سکون	۲۱۳
۱۶۵	نماز کو جاتے وقت دوڑنے کا حکم	۲۱۵
	باب ۲۱۴	۲۱۵
۱۶۶	نماز کے لیے کس وقت کھڑا ہو	۲۱۵
۱۶۷	اقامت میں "حی علی الفلاح" پر کھڑے ہونا	۲۱۶
۱۶۸	تشریح	۲۱۷
۱۶۹	امام مسجد وقت پر نہ ہو تو کوئی اور نماز پڑھا دے۔	۲۱۸
	باب ۲۱۵	۲۱۸
۱۷۰	جس نے نماز کی ایک رکعت کو پالیا اس نے نماز کو پالیا۔	۲۱۸
۱۷۱	دورانِ نماز آفتاب کے طلوع یا غروب سے نماز کا حکم۔	۲۲۰
۱۷۲	ائمہ ثلاثہ کی احادیث کا جواب	۲۲۱
	باب ۲۱۶	۲۲۱
۱۷۳	پانچوں نمازوں کے اوقات	۲۲۱
۱۷۴	قرآن مجید سے استدلال	۲۲۲
۱۷۵	احادیث سے استدلال	۲۲۳
۱۷۶	اجماع امت سے استدلال	۲۲۳
۱۷۷	عقل سے تائید	۲۲۴
۱۷۸	بلغاریہ اور قطبین میں نماز کے اوقات	۲۲۵
۱۷۹	حدیث دجال کی تحقیق	۲۲۵
۱۸۰	ایک نماز پڑھنے کے بعد اسی نماز کا وقت دوسرے شہر میں	۲۲۸
۱۸۱	ایک شہر میں روزے رکھنے کے بعد	۲۲۸

WWW.NAFSEISLAM.COM

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	دوسرے شہر میں ایام رمضان پانا۔	
	باب ۲۱۷	۲۳۵
۱۸۲	گرمیوں میں ظہر کو ٹھنڈے وقت پڑھنے کا استحباب	۲۳۵
۱۸۳	ظہر کے آخر وقت میں مذاہب فقہاء	۲۳۰
۱۸۴	ائمہ ثلاثہ کی حدیث کے جوابات	۲۳۷
۱۸۵	دو مثل سایہ تک وقت ظہر کا ثبوت	۲۳۸
۱۸۶	بعض شارحین کا تسامح	۲۳۹
	باب ۲۱۸	۲۴۱
۱۸۷	گرمی نہ ہونے پر ظہر کو اول وقت پڑھنے کا استحباب	۲۴۱
۱۸۸	اول وقت نماز پڑھنے میں مذاہب اربعہ	۲۴۲
۱۸۹	متعارض احادیث میں تطبیق	۲۴۳
۱۹۰	نمازی کا اپنے فاضل کپڑے پر سجدہ کرنا	۲۴۳
	باب ۲۱۹	۲۴۳
۱۹۱	عصر کو اول وقت میں پڑھنے کا استحباب	۲۴۳
۱۹۲	عصر میں تاخیر کا استحباب	۲۴۶
۱۹۳	ائمہ ثلاثہ کی احادیث کے جوابات	۲۴۶
	باب ۲۲۰	۲۴۷
۱۹۴	نماز عصر میں تغلیظ	۲۴۷
۱۹۵	تشریح	۲۴۷
	باب ۲۲۱	۲۴۷
۱۹۶	نماز وسطیٰ نماز عصر ہے۔	۲۴۷

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱۹۷	غزوۂ خندق میں آپ کی نماز عصر قضا ہونے کی وجہ۔	۲۴۹
۱۹۸	نماز عصر نماز وسطیٰ ہے۔	۲۴۹
۱۹۹	احادیث میں تطبیق۔	۲۵۰
۲۰۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض کفار کے لیے دعائے ضرر	۲۵۰
۲۰۱	والعصر کی قرأت کا نسخ	۲۵۳
۲۰۲	کفار کو سب وشتم	۲۵۳
	باب ۲۲۲	۲۵۴
۲۰۳	صبح اور عصر کی نماز کی فضیلت اور ان کی حفاظت۔	۲۵۴
۲۰۴	دیدارِ الٰہی کی تحقیق	۲۵۶
۲۰۵	عصر اور فجر میں ملائکہ کے اجتماع اور نوید جنت کی خصوصیت کی وجہ۔	۲۵۸
	باب ۲۲۳	۲۵۸
۲۰۶	مغرب کا اول وقت غروب آفتاب کے بعد ہے	۲۵۸
۲۰۷	مغرب کے وقت میں مذاہب اربعہ	۲۵۹
	باب ۲۲۴	۲۶۰
۲۰۸	عشاء کی نماز کا وقت اور اس میں تاخیر۔	۲۶۰
۲۰۹	عشاء کے وقت میں مذاہب اربعہ	۲۶۴
۲۱۰	آپ کی امت پر شفقت اور رعایت	۲۶۵
۲۱۱	منصبِ رسالت اور تشریعِ احکام	۲۶۶
۲۱۲	احادیث میں تطبیق۔	۲۶۹

.....

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	باب ۲۲۵	۲۷۰
۲۱۳	صبح کی نماز جلد پڑھنا اور اس میں قرأت کی مقدار	۲۷۰
۲۱۴	فجر کے مستحب وقت میں مذاہب ائمہ۔	۲۷۲
۲۱۵	نماز عشاء کے بعد باتیں کرنا۔	۲۷۴
	باب ۲۲۶	۲۷۴
۲۱۶	مستحب وقت سے موخر کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے	۲۷۴
۲۱۷	نماز میں تعجیل	۲۷۶
۲۱۸	حکام کی اطاعت	۲۷۷
	باب ۲۲۷	۲۷۷
۲۱۹	نماز باجماعت پڑھنے کی تاکید اور اس	۲۷۷
۲۲۰	کے فرض کفایہ ہونے کا بیان	
۲۲۱	جماعت کی فضیلت اور اہمیت	۲۸۳
۲۲۲	جماعت میں مذاہب	۲۸۴
۲۲۳	احادیث میں تطبیق	۲۸۶
۲۲۴	جماعت کے فوائد	۲۸۶
	باب ۲۲۸	۲۸۸
۲۲۵	عذر کی بناء پر جماعت ترک کرنے کی رخصت	۲۸۸
۲۲۶	احادیث میں تطبیق۔	۲۹۰
۲۲۷	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلوں کے حال پر آگاہی۔	۲۹۰
۲۲۸	کلمہ کے اجزاء کی تحقیق اور اس کا حکم۔	۲۹۱
۲۲۹	بدعتیوں اور گمراہوں سے میل جول۔	۲۹۲

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۲۳۰	حدیث سے حاصل شدہ بقیہ احکام۔	۲۹۳
	باب ۲۲۹	۲۹۳
۲۳۱	جماعت کے ساتھ نوافل پڑھنے اور چٹائی وغیرہ پر نماز پڑھنے کا جواز	۲۹۳
۲۳۲	تشریح۔	۲۹۵
	باب ۲۳۰	۲۹۶
۲۳۳	نماز باجماعت ادا کرنے، نماز کا انتظار کرنے اور مسجد میں دور سے آنے کی فضیلت۔	۲۹۶
۲۳۴	کثرت جماعت اور فرشتوں کا استغفار	۳۰۱
۲۳۵	قریب والی مسجد کا حق	۳۰۱
۲۳۶	پانچ نمازوں سے گناہوں کا دھلنا	۳۰۱
	باب ۲۳۱	۳۰۲
۲۳۷	صبح کی نماز کے بعد اپنی جگہ پر بیٹھے رہنے کی اور مسجدوں کی فضیلت۔	۳۰۲
۲۳۸	بازاروں کا ناپسندیدہ ہونا۔	۳۰۳
	باب ۲۳۲	۳۰۳
۲۳۹	امامت کا مستحق	۳۰۳
۲۴۰	امامت کی فضیلت	۳۰۶
۲۴۱	قاری یا عالم میں کون امامت کا مستحق ہے	۳۰۶
۲۴۲	فاسق کی امامت کی تحقیق اور مذاہب ائمہ۔	۳۰۶

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۲۴۳	قنوت نازلہ پڑھنے کا محل اور اس کا استحباب۔	۳۱۴
۲۴۴	قنوت نازلہ	۳۱۹
۲۴۵	قنوت نازلہ میں مذاہب	۳۱۹
۲۴۶	احناف کا مذہب	۳۲۰
۲۴۷	احناف کے دلائل	۳۲۱
۲۴۸	بعض شارحین کا تسامح	۳۲۳
۲۴۹	قنوت نازلہ اجتہادی ہے۔	۳۲۵
۲۵۰	متاخرین احناف	۳۲۵
۲۵۱	زندہ کافروں کے لیے لعنت کا عدم جواز۔	۳۲۵
۲۵۲	قنوت فجر میں مذاہب	۳۲۶
۲۵۳	شافعیہ اور مالکیہ کا استدلال اور اس کا جواب	۳۲۶
۲۵۴	لیس لک من الامر شیء کی تحقیق	۳۲۹
۲۵۵	اصحاب بیر معونہ	۳۳۱
۲۵۶	علم رسالت پر اعتراض کا جواب۔	۳۳۲
۲۵۷	منکرین حدیث کے اعتراض کا جواب۔	۳۳۲
	باب ۲۳۴	
۲۵۸	قضا نمازوں کی جلد ادائیگی کا استحباب۔	۳۳۵
۲۵۹	قلب رسالت کے بیدار رہنے کی تحقیق	۳۴۱
۲۶۰	واقعہ تعریس کی تعداد۔	۳۴۲
۲۶۱	آثارِ شر اور خیر کے ثمرات اور اوقاتِ	۳۴۲
۲۶۲	منہیہ میں مذاہب۔	
۲۶۳	احادیث میں تطبیق۔	۳۴۴
۲۶۴	قضا نمازوں کی اذان میں مذاہب۔	۳۴۴
۲۶۵	حضور سے نماز فجر قضا ہونے کی وجوہات	۳۴۵

نمبر شمار	عنوان	نمبر شمار
۲۶۶	مقام مصطفےٰ۔	۳۴۶
۲۶۷	سنتوں کی قضا میں مذاہب ائمہ۔	۳۴۷
۲۶۸	ائمہ ثلاثہ کے دلائل کا جواب۔	۳۴۷
۲۶۹	احناف کی دلیل	۳۴۹
۲۷۰	علم رسالت	۳۴۹
۲۷۱	دلائل الوہیت و نبوت	۳۵۰
۲۷۲	بعض شارحین کا تسامح	۳۵۱
۲۷۳	کثیر نمازوں کی قضاء کا طریقہ۔	۳۵۱
۲۷۴	قضاء عمری۔	۳۵۲
۲۷۵	مزید مسائل۔	۳۵۲
	کتاب صلوٰۃ المسافرین	۳۵۴
۲۷۶	قصر کا معنی	۳۶۱
۲۷۷	مسافر کا معنی	۳۶۱
۲۷۸	مسافت قصر میں مذاہب	۳۶۱
۲۷۹	بعض معاصرین کا تسامح	۳۶۲
۲۸۰	تین ایام کی مسافت پر احناف کے دلائل۔	۳۶۲
۲۸۱	امام مالک کے دلائل۔	۳۶۶
۲۸۲	علامہ ابن رشد مالکی کی دلیل کا جواب۔	۳۶۶
۲۸۳	علامہ ابن قدامہ حنبلی کے استدلال کا جواب۔	۳۶۷
۲۸۴	علامہ نووی کا استدلال۔	۳۶۸
۲۸۵	علامہ نووی کی دلیل کا جواب	۳۶۹
۲۸۶	مسافت قصر کا اندازہ بحساب انگریزی میل و کلومیٹر۔	۳۷۰
۲۸۷	مسافت کا تفصیلی خاکہ	۳۷۴
۲۸۸	قصر کی ابتداء اور انتہا۔	۳۷۵

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۲۸۹	مدت قصر	۳۷۵
۲۹۰	ائمہ ثلاثہ کے دلائل۔	۳۷۵
۲۹۱	ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات۔	۳۷۶
۲۹۲	امام ابو حنیفہ رح کے دلائل۔	۳۷۶
۲۹۳	روایات میں تطبیق۔	۳۷۸
۲۹۴	وجوب قصر میں مذاہب	۳۷۸
۲۹۵	ائمہ ثلاثہ کے دلائل اور ان کے جوابات۔	۳۷۸
۲۹۶	منیٰ میں حضرت عثمان کے قصر نہ کرنے کی وجہ۔	۳۸۱
۲۹۷	دیگر دلائل کا جواب۔	۳۸۲
۲۹۸	وطن کی اقسام اور احکام۔	۳۸۲
۲۹۹	سفر معصیت کے احکام	۳۸۲
۳۰۰	سنن کا حکم	۳۸۳
۳۰۱	کیا ہوائی جہاز سے کم وقت میں بغیر مشقت کے سفر کرنا رخصت قصر کے منافی ہے؟	۳۸۳
	باب ۲۳۵	۳۸۹
۳۰۲	بارش میں قیام گاہوں کے اندر نماز پڑھنے کا جواز۔	۳۸۹
۳۰۳	رحل کا معنی	۳۹۱
۳۰۴	جماعت اور جمعہ سے رخصت۔	۳۹۲
۳۰۵	الا صلوا فی الرحال	۳۹۲
۳۰۶	اذان کے درمیان کلام کا حکم	۳۹۲
	باب ۲۳۶	۳۹۳
۳۰۷	سفر میں سواری پر نماز پڑھنے کا جواز۔	۳۹۳
۳۰۸	سواری پر نوافل کے جواز میں مذاہب	۳۹۵
۳۰۹	بحری جہاز پر نماز	۳۹۶

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۳۱۰	ریل میں نماز	۳۹۷
۳۱۱	عذر من جہتہ العباد	۴۰۲
۳۱۲	ریل میں نماز پڑھنے کا طریقہ	۴۰۶
۳۱۳	ہوائی جہاز میں نماز	۴۰۷
۳۱۴	تنقیح	۴۰۷
	باب ۲۳۷	۴۰۷
۳۱۵	سفر میں دو نمازوں کا جمع کرنا	۴۰۷
۳۱۶	جمع بین الصلاتین میں مذاہب	۴۱۱
۳۱۷	ائمہ ثلاثہ کے دلائل اور ان کے جوابات۔	۴۱۳
۳۱۸	احناف کے دلائل۔	۴۱۴
	باب ۲۳۸	۴۱۷
۳۱۹	نماز کے بعد دائیں بائیں پھرنے کا جواز۔	۴۱۷
۳۲۰	تطبیق۔	۴۱۷
۳۲۱	فرق مراتب قائم رکھنا	۴۱۷
	باب ۲۳۹	۴۱۸
۳۲۲	امام کے دائیں طرف کھڑے ہونے کا استحباب	۴۱۸
	باب ۲۴۰	۴۱۸
۳۲۳	اقامت کے بعد نفل شروع کرنے کی ممانعت۔	۴۱۸
۳۲۴	اقامت کے وقت سنت فجر پڑھنے کا حکم۔	۴۲۰
۳۲۵	احناف کا نظریہ۔	۴۲۱
۳۲۶	لفظ ابن کے ساتھ صفت لانے کا قاعدہ۔	۴۲۲
	باب ۲۴۱	۴۲۲
۳۲۷	مسجد میں داخل ہونے کی دعا۔	۴۲۲

WWW.NAFSEISLAM.COM

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۳۲۸	فضل الٰہی کے معانی۔	۴۲۳
	باب ۲۴۲	۴۲۳
۳۲۹	تحیۃ المسجد	۴۲۳
۳۳۰	تحیۃ المسجد کے احکام	۴۲۴
	باب ۲۴۳	۴۲۵
۳۳۱	مسافر کے وطن پہنچتے ہی دو رکعت پڑھنے کا استحباب	۴۲۵
	باب ۲۴۴	۴۲۷
۳۳۲	نماز چاشت کا استحباب۔	۴۲۷
۳۳۳	چاشت کا وقت۔	۴۳۰
۳۳۴	چاشت کی نماز میں بلحاظ نسبت کے تطبیق۔	۴۳۱
۳۳۵	چاشت کی نماز میں بلحاظ عدد کے تطبیق	۴۳۱
۳۳۶	حضرت ام ہانی کی روایت کے فوائد	۴۳۲
۳۳۷	رکعات نوافل میں مذاہب	۴۳۲
۳۳۸	عورت کے امان دینے میں مذاہب	۴۳۳
	باب ۲۴۵	۴۳۳
۳۳۹	سنت فجر کا استحباب اور تاکید	۴۳۳
۳۴۰	احکام شرعیہ کی اقسام	۴۳۷
۳۴۱	سنت کا لغوی و اصطلاحی مفہوم۔	۴۳۷
۳۴۲	طلوع فجر کے بعد نوافل میں مذاہب	۴۳۹
۳۴۳	وقت سے پہلے اذان۔	۴۴۰
	باب ۲۴۶	۴۴۰
۳۴۴	سنن مؤکدہ کی فضیلت اور ان کی تعداد۔	۴۴۰
۳۴۵	فرائض کے ساتھ سنن مؤکدہ کے دلائل۔	۴۴۲
۳۴۶	مغرب سے پہلے دو رکعت۔	۴۴۳
۳۴۷	احناف کے دلائل۔	۴۴۳

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۳۴۸	جمعہ کی سنتیں۔	۴۴۴
	باب ۲۴۷	۴۴۷
۳۴۹	نوافل پڑھنے کا طریقہ۔	۴۴۷
۳۵۰	سنن اور نوافل کا گھر میں پڑھنا۔	۴۵۱
۳۵۱	نوافل کی حکمت۔	۴۵۲
۳۵۲	بیٹھ کر نوافل پڑھنے کا جواز	۴۵۲
	باب ۲۴۸	۴۵۲
۳۵۳	تہجد کی رکعات کی تعداد اور وتر کا بیان۔	۴۵۲
۳۵۴	تہجد کی روایات میں تطبیق	۴۶۹
۳۵۵	تہجد کا حکم۔	۴۷۰
۳۵۶	وتر کے حکم میں مذاہب ائمہ	۴۷۲
۳۵۷	وجوب وتر پر احناف کے مزید دلائل	۴۷۶
۳۵۸	ائمہ ثلاثہ کے دلائل کا جواب۔	۴۷۸
۳۵۹	رکعات وتر میں مذاہب ائمہ۔	۴۷۹
۳۶۰	تین رکعت وتر پر احناف کے دلائل۔	۴۸۱
۳۶۱	ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات۔	۴۸۴
۳۶۲	ایک رکعت وتر پر استدلال کا جواب۔	۴۸۵
۳۶۳	قنوت وتر میں مذاہب	۴۸۶
۳۶۴	قنوت بعد از رکوع پر شوافع اور حنابلہ کے دلائل۔	۴۸۷
۳۶۵	قنوت قبل از رکوع پر احناف کے دلائل	۴۸۷
۳۶۶	قنوت وتر کا محل	۴۸۸
۳۶۷	کان خلقہ القرآن کی تشریح۔	۴۸۹
۳۶۸	انک لعلی خلق عظیم کی تشریح	۴۹۰
	باب ۲۴۹	۴۹۱
۳۶۹	تراویح کی فضیلت اور اس کی ترغیب۔	۴۹۱
۳۷۰	قیام رمضان	۴۹۳

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۳۷۱	کرم رسالت	۴۹۴
۳۷۲	عبادت سے گناہوں کی بخشش۔	۴۹۴
۳۷۳	رکعات تراویح میں مذاہب۔	۴۹۴
۳۷۴	بیس رکعات تراویح پر دلائل۔	۴۹۵
۳۷۵	تراویح میں ختم قرآن۔	۵۰۱
۳۷۶	رمضان میں ختم قرآن کا نذرانہ	۵۰۱
۳۷۷	غیر مقلدین سے گذارش	۵۰۲
۳۷۸	تنہا عشاء پڑھنے والا با جماعت وتر پڑھ سکتا ہے۔	۵۰۲
	باب ۲۵۰	۵۰۹
۳۷۹	شب قدر میں قیام کی تاکید اور ستائیسویں شب میں شب قدر کا تحقق۔	۵۰۹
۳۸۰	تشریح۔	۵۱۰
	باب ۲۵۱	۵۱۱
۳۸۱	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد اور دعاؤں کا بیان۔	۵۱۱
۳۸۲	حدیث ابن عباس سے مستفاد انہتر (۶۹) احکام شرعیہ۔	۵۲۲
۳۸۳	دعائے نور	۵۲۶
۳۸۴	لفظ رب کی تحقیق	۵۲۷
۳۸۵	اللہ تعالیٰ کی طرف شر کی نسبت	۵۲۸
	باب ۲۵۲	۵۲۹
۳۸۶	تہجد میں طویل قرأت کا استحباب	۵۲۹
۳۸۷	سورتوں کی ترتیب۔	۵۳۰
۳۸۸	نماز میں تعظیم رسول	۵۳۱
	باب ۲۵۳	۵۳۲
۳۸۹	تہجد کی ترغیب خواہ کم رکعات ہوں۔	۵۳۲
۳۹۰	شیطان کے کان میں پیشاب کرنے کی تشریح۔	۵۳۳
۳۹۱	حدیث قرطاس پر امامیہ کے اعتراض کا ایک جواب۔	۵۳۳
۳۹۲	شیطان کے گدی میں گرہ لگانے کی تشریح۔	۵۳۳
	باب ۲۵۴	۵۳۴
۳۹۳	نفلی نماز گھر میں پڑھنے کا استحباب۔	۵۳۴
۳۹۴	گھر میں نوافل کی فضیلت	۵۳۵
	باب ۲۵۵	۵۳۶
۳۹۵	دائمی عمل کی فضیلت	۵۳۶
۳۹۶	اکتانے اور استہزاء وغیرہ کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق۔	۵۳۸
۳۹۷	نفلی عبادات میں دوام کا معنی	۵۳۹
۳۹۸	نفلی عبادات اور بدعات کے درمیان حد فاصل۔	۵۳۹
۳۹۹	جس فعل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ ترک کیا ہو وہ علی الاطلاق بدعت نہیں ہے۔	۵۴۳
۴۰۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کام کو ترک کرنیکی وجہ سے بدعت کا ضابطہ	۵۴۵
۴۰۱	نفلی عبادات کے ساتھ فرض یا واجب کا معاملہ کرنے کی ممانعت۔	۵۴۸
۴۰۲	بدعت سیئہ کی تعریف	۵۵۱
۴۰۳	بدعت کا شرعی معنی اور اقسام	۵۵۲
۴۰۴	بدعات حسنہ اور مصالح مرسلہ	۵۵۷
۴۰۵	بدعات حسنہ کی وجہ اختراع اور بدعت سیئہ کا مصداق	۵۵۹

WWW.NAFSEISLAM.COM

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۴۰۶	ایک شبہ کا ازالہ	۵۶۲
۴۰۷	قرون ثلاثہ پر سنت وبدعت کا مدار۔	۵۶۳
	باب ۲۵۶	۵۶۴
۴۰۸	نماز، تلاوت یا ذکر کے دوران اونگھنے کا حکم	۵۶۴
۴۰۹	تشریح	۵۶۵
	کتاب فضائل القرآن	۵۶۶
۴۱۰	قرآن مجید کے فضائل احادیث کی روشنی میں۔	۵۶۸
۴۱۱	بعض سورتوں کے فضائل	۵۶۸
۴۱۲	الٓـمٓ سجدہ کی فضیلت	۵۶۸
۴۱۳	یٰسین کی فضیلت	۵۶۹
۴۱۴	سورہ رحمٰن کی فضیلت	۵۶۹
۴۱۵	تبارک الذی کی فضیلت	۵۶۹
۴۱۶	سورہ البینہ کی فضیلت	۵۶۹
۴۱۷	سورہ اخلاص کی فضیلت	۵۶۹
۴۱۸	بعض آیات کے فضائل	۵۷۰
۴۱۹	آیۃ الکرسی کی فضیلت	۵۷۰
۴۲۰	سورہ بقرہ کی آخری آیات کی فضیلت	۵۷۰
۴۲۱	سورہ آل عمران کی آخری دس آیات کی فضیلت۔	۵۷۰
	باب ۲۵۷	۵۷۱
۴۲۲	قرآن کریم کو یاد رکھنے کا حکم	۵۷۱
۴۲۳	تشریح	۵۷۳
	باب ۲۵۸	۵۷۳
۴۲۴	خوش الحانی کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے	۵۷۳

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	کا استحباب	
۴۲۵	قرآن مجید کو خوش الحانی سے پڑھنے میں مذاہب	۵۷۵
	باب ۲۵۹	۵۷۶
۴۲۶	قرآن مجید پڑھنے پر سکینہ کا نازل ہونا	۵۷۶
۴۲۷	تشریح	۵۷۸
	باب ۲۶۰	۵۷۸
۴۲۸	حافظ قرآن کی فضیلت	۵۷۸
۴۲۹	تشریح	۵۷۸
	باب ۲۶۱	۵۷۹
۴۳۰	افضل کا مفضول کے سامنے قرآن مجید پڑھنے کا استحباب	۵۷۹
۴۳۱	تشریح	۵۷۹
	باب ۲۶۲	۵۸۰
۴۳۲	قرآن مجید سننے کی فضیلت اور قرآن مجید سنتے وقت رونا۔	۵۸۰
۴۳۳	تشریح	۵۸۲
	باب ۲۶۳	۵۸۲
۴۳۴	نماز میں قرآن مجید پڑھنے اور اس کو سیکھنے کی فضیلت	۵۸۲
۴۳۵	تشریح	۵۸۳
	باب ۲۶۴	۵۸۳
۴۳۶	قرآن مجید اور سورۂ بقرہ پڑھنے کی فضیلت	۵۸۳
۴۳۷	تشریح	۵۸۴
	باب ۲۶۵	۵۸۵
۴۳۸	سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی آخری آیات کی فضیلت	۵۸۵

WWW.NAFSEISLAM.COM

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	باب ۲۶۶	۵۸۶
۴۳۹	سورۂ کہف اور آیۃ الکرسی کی فضیلت	۵۸۶
۴۴۰	آیت الکرسی کی فضیلت	۵۸۷
۴۴۱	دیگر فوائد	۵۸۸
	باب ۲۶۷	۵۸۸
۴۴۲	سورۂ قل ھو اللہ احد کی فضیلت	۵۸۸
۴۴۳	سورۂ اخلاص کے تہائی قرآن مجید ہونے کی وجہ	۵۹۰
	باب ۲۶۸	۵۹۰
۴۴۴	معوذتین پڑھنے کی فضیلت	۵۹۰
۴۴۵	حضرت ابن مسعود کی طرف معوذتین کے انکار کی نسبت	۵۹۰
	باب ۲۶۹	۵۹۱
۴۴۶	قرآن مجید پر عمل کرنے والے اور اس کی تعلیم دینے والے کی فضیلت۔	۵۹۱
۴۴۷	حسد اور رشک کا معنی	۵۹۳
	باب ۲۷۰	۵۹۳
۴۴۸	قرآن مجید کے سات حرفوں پر نازل ہونے کا مطلب۔	۵۹۳
۴۴۹	سات حرفوں پر نزول قرآن۔	۵۹۶
۴۵۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اور تصرف کا ثبوت۔	۵۹۶
	باب ۲۷۱	۵۹۷
۴۵۱	قرآن مجید کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے اور ایک رکعت میں ایک سے زیادہ سورتوں کے پڑھنے کی اجازت	۵۹۷
۴۵۲	تشریح۔	۵۹۹
	باب ۲۷۲	۶۰۰
۴۵۳	قرأت کے متعلقات	۶۰۰
۴۵۴	احادیث پر تحریف قرآن کا الزام۔	۶۰۲
	باب ۲۷۳	۶۰۳
۴۵۵	ان اوقات کا بیان جن میں نماز پڑھنا ممنوع ہے۔	۶۰۳
۴۵۶	اوقات ممنوعہ اور مکروہہ کی تفصیل	۶۱۱
۴۵۷	قرن شیطان پر اعتراض کا جواب۔	۶۱۱
	باب ۲۷۴	۶۱۳
۴۵۸	نماز مغرب سے پہلے دو رکعتوں کا بیان	۶۱۳
	باب ۲۷۵	۶۱۴
۴۵۹	نماز خوف کا بیان	۶۱۴
۴۶۰	نماز خوف کا قرآن مجید سے ثبوت	۶۱۸
۴۶۱	احناف کے نزدیک نماز خوف کا طریقہ۔	۶۱۹
۴۶۲	ائمہ اربعہ کے مآخذ۔	۶۱۹
۴۶۳	امام ابو یوسف کا نظریہ۔	۶۲۰

WWW.NAFSEISLAM.COM

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	کتاب الجمعہ	۶۲۱
۴۶۴	جمعہ کے دن کو جمعہ کہنے کی تحقیق۔	۶۲۱
۴۶۵	جمعہ کے مسائل اور احکام۔	۶۲۱
۴۶۶	شہر کی شرط پر دلیل	۶۲۲
۴۶۷	اثر علی پر اعتراضات کے جوابات۔	۶۲۲
۴۶۸	احناف کا مسلک۔	۶۲۳
۴۶۹	شہر کی تعریف۔	۶۲۳
۴۷۰	جمعہ کے دن غسل کا حکم۔	۶۴۶
۴۷۱	نماز جمعہ کے لیے جانے کا وقت۔	۶۴۷
۴۷۲	دوران خطبہ خاموش رہنے میں مذاہب	۶۴۸
۴۷۳	ساعت جمعہ	۶۴۸
۴۷۴	فضیلت جمعہ	۶۴۸
۴۷۵	جمعہ کا وقت۔	۶۴۹
۴۷۶	خطبہ جمعہ کے احکام	۶۴۹
۴۷۷	اللہ اور رسول کا ضمیر واحد سے ذکر۔	۶۵۰
۴۷۸	عبادات میں نئے طریقوں سے صحابہ کی نفرت۔	۶۵۱
۴۷۹	خطبہ جمعہ کے دوران تحیۃ المسجد پڑھنے میں مذاہب۔	۶۵۱
۴۸۰	تبلیغ اسلام اور تعلیم عقائد کی اہمیت۔	۶۵۴
۴۸۱	نوافل کو فصل سے پڑھنا۔	۶۵۴
	کتاب صلوٰۃ العیدین	۶۵۵
۴۸۲	عید کا معنی۔	۶۵۵
۴۸۳	احناف کے نزدیک عیدین کے احکام	۶۵۶
۴۸۴	عیدین کے حکم میں ائمہ ثلاثہ کے مذاہب۔	۶۵۶
۴۸۵	تکبیرات عیدین میں امام ابوحنیفہ کا مسلک	۶۵۷
۴۸۶	مالکیہ کا مسلک۔	۶۶۰
۴۸۷	حنابلہ کا مسلک	۶۶۰
۴۸۸	شافعیہ کا مسلک۔	۶۶۰
۴۸۹	عید گاہ جاتے وقت راستہ تبدیل کرنا۔	۶۶۰
۴۹۰	عیدین میں عورتوں کا جانا۔	۶۶۹
۴۹۱	حضرت عائشہ کا حبشیوں کے کھیل کود کو دیکھنا۔	۶۷۰
۴۹۲	عید کے دن حضرت عائشہ کے سامنے بچیوں کا گانا۔	۶۷۱
۴۹۳	گانے کا شرعی حکم۔	۶۷۲
۴۹۴	غنا اور آلات موسیقی کے شرعی احکام کی تفصیل۔	۶۷۵
۴۹۵	احادیث اور آثار سے آلات غنا کی حرمت	۶۷۶
۴۹۶	نکاح اور عید کے موقع پر صرف دف بجانے کی اجازت۔	۶۸۶
۴۹۷	فقہاء مالکیہ کا نظریہ۔	۶۸۷
۴۹۸	فقہاء حنبلیہ کا نظریہ۔	۶۸۹
۴۹۹	فقہاء شافعیہ کا نظریہ۔	۶۹۰
۵۰۰	فقہاء احناف کا نظریہ۔	۶۹۰
۵۰۱	ہمارا موقف۔	۶۹۴
۵۰۲	مجوزین موسیقی کے دلائل کا ضعف۔	۶۹۴
۵۰۳	مجوزین موسیقی کا موقف۔	۶۹۵
۵۰۴	مجوزین کے اہم دلائل کا ایک جائزہ	۶۹۶
۵۰۵	مجوزین موسیقی کی دلیل۔	۶۹۷
۵۰۶	علامہ شامی کی عبارت سے موسیقی پر استدلال۔	۷۰۱

WWW.NAFSEISLAM.COM

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۵۰۷	قرآن کریم سے موسیقی پر استدلال۔	۷۰۲
۵۰۸	شیخ عبد الحق دہلوی کی عبارات سے مغالطہ آفرینی۔	۷۰۲
۵۰۹	جوازِ موسیقی کے دلائل پر علامہ آلوسی کا تبصرہ	۷۰۳
۵۱۰	ریڈیو، ٹی وی، وی سی آر اور سینما کا حکم۔	۷۰۴
	کتاب صلوٰۃ الاستسقاء	۷۰۸
۵۱۱	امام ابوحنیفہ کے موقف پر دلائل۔	۷۰۹
۵۱۲	تشریح۔	۷۱۷
	کتاب الکسوف	۷۱۸
۵۱۳	امام ابوحنیفہ کی دلیل۔	۷۱۸
۵۱۴	ائمہ ثلاثہ کی دلیل اور اس کا جواب۔	۷۱۹
۵۱۵	امام ابوحنیفہ کی تائید میں دیگر احادیث۔	۷۲۰
۵۱۶	اسلام میں سورج گرہن کی حیثیت۔	۷۳۵
۵۱۷	نمازِ کسوف کا فلسفہ	۷۳۵
۵۱۸	علمِ رسالت۔	۷۳۶
۵۱۹	علمِ کلی کی وضاحت	۷۳۷
۵۲۰	علمِ رسول پر علمِ غیب کے اطلاق کے جواز یا عدمِ جواز کی بحث	۷۳۷
۵۲۱	کمالاتِ رسالت۔	۷۳۹
۵۲۲	جانوروں کے ساتھ سلوک۔	۷۳۹
	کتاب الجنائز	۷۴۰
۵۲۳	مرنے والے کو کلمہ کی تلقین	۷۸۳
۵۲۴	زندہ لوگوں کے نوحہ سے میت پر عذاب کی توجیہات۔	۷۸۳
۵۲۵	منصب رسالت۔	۷۸۳
۵۲۶	بعض شارحین کی لغزشیں۔	۷۸۸
۵۲۷	تبرکات کی اہمیت۔	۷۸۹
۵۲۸	تکفین میں مذاہب۔	۷۹۳
۵۲۹	احناف کے دلائل۔	۷۹۴
۵۳۰	عورت کا کفن۔	۷۹۵
۵۳۱	نمازِ جنازہ پڑھنے کے طریقہ میں مذاہب۔	۷۹۶
۵۳۲	نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کے دلائل کا تجزیہ۔	۷۹۷
۵۳۳	نمازِ جنازہ میں قرآن مجید پڑھنے کی ممانعت۔	۷۹۸
۵۳۴	نمازِ جنازہ پڑھنے کے طریقے میں احناف کا موقف۔	۸۰۱
۵۳۵	ثناء	۸۰۲
۵۳۶	درود شریف۔	۸۰۲
۵۳۷	مروجہ دعا کی دلیل۔	۸۰۲
۵۳۸	میت کے بعض اجزاء پر نمازِ جنازہ میں مذاہب۔	۸۰۳
۵۳۹	حادثہ میں فوت ہونے والے مسلمانوں کی نمازِ جنازہ۔	۸۰۴
۵۴۰	دوبارہ نمازِ جنازہ پڑھنے میں مذاہب	۸۰۴
۵۴۱	غائبانہ نمازِ جنازہ	۸۰۵
۵۴۲	حدیثِ نجاشی کے جوابات۔	۸۰۶
۵۴۳	غائبانہ نمازِ جنازہ کے عدمِ جواز پر احناف کے دلائل۔	۸۰۶

WWW.NAFSEISLAM.COM

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۵۴۴	جنائز کا تعدد	۸۰۷
۵۴۵	قبر پر نماز جنازہ۔	۸۰۷
۵۴۶	جنازہ کو ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل کرنا۔	۸۰۸
۵۴۷	دفن کے بعد میت کو قبر سے دوسری جگہ منتقل کرنا۔	۸۰۹
۵۴۸	عذر شرعی کی وجہ سے میت کو قبر سے منتقل کرنا۔	۸۰۹
۵۴۹	امانت کے طور پر دفن کے بعد میت کو قبر سے منتقل کرنا۔	۸۱۰
۵۵۰	جنازہ کی تعظیم کے لیے قیام۔	۸۱۰
۵۵۱	نماز جنازہ پڑھانے کے لیے امام کے کھڑے ہونے کا طریقہ۔	۸۱۱
۵۵۲	قبر میں میت کے نیچے کپڑا بچھانا۔	۸۱۲
۵۵۳	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ۔	۸۱۲
۵۵۴	پختہ قبر بنانے کی ممانعت اور کوہان کی شکل بنانے کا استحباب۔	۸۱۳
۵۵۵	قبر پر نام وغیرہ لکھنے کا حکم	۸۱۴
۵۵۶	مزارات پر گنبد بنانے کا حکم	۸۱۴
۵۵۷	مزارات پر چادر چڑھانے کا حکم۔	۸۱۶
۵۵۸	زیارت قبور کے شرعی احکام۔	۸۱۹
۵۵۹	مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کا حکم	۸۲۲
۵۶۰	پوسٹ مارٹم کا حکم۔	۸۲۳
۵۶۱	سید مودودی کی رائے۔	۸۲۴
۵۶۲	شیخ خمینی کی رائے۔	۸۲۵
۵۶۳	پوسٹ مارٹم کے مواقع۔	۸۲۶
۵۶۴	پوسٹ مارٹم کے جواز اور عدم جواز کا محل۔	۸۲۶
۵۶۵	الکوحل آمیز دواؤں اور خون چڑھانے کا شرعی حکم۔	۸۳۰
۵۶۶	خون چڑھانے اور دیگر حرام اشیاء سے علاج کا جواز قرآن مجید سے۔	۸۳۱
۵۶۷	حرام اشیاء سے علاج کا احادیث سے ثبوت۔	۸۳۲
۵۶۸	حرام چیزوں سے علاج کی ممانعت کی حدیث۔	۸۳۶
۵۶۹	حرام اور نجس اشیاء سے علاج کے بارے میں فقہاء کا نظریہ۔	۸۳۸
۵۷۰	مالکیہ اور حنبلیہ کا نظریہ۔	۸۴۰
۵۷۱	فقہاء حنفیہ کا نظریہ۔	۸۴۰
۵۷۲	اس بات کا جواب کہ اطباء کا تجربہ ظنی ہے وہ حرام قطعی کے لیے ناسخ نہیں ہو سکتا۔	۸۴۱
۵۷۳	اس بات کا جواب کہ حصول شفاء میں علم قطعی معتبر ہے۔	۸۴۲
۵۷۴	انسانی اعضاء کی پیوندکاری۔	۸۴۳
۵۷۵	سید مودودی کی رائے۔	۸۴۳
۵۷۶	مفتی محمد شفیع کی رائے۔	۸۴۴
۵۷۷	شیخ خمینی کی رائے۔	۸۴۵
۵۷۸	مُردہ کے اعضاء سے پیوندکاری کا حکم۔	۸۴۶
۵۷۹	حالت اضطرار میں پیوندکاری کا حکم۔	۸۴۹
۵۸۰	کیا حالت اضطرار میں مُردہ انسان	۸۵۲

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	کے اعضاء سے پیوند کاری کی جا سکتی ہے؟	
۵۸۱	دودھ اور خون سے علاج پر پیوند کاری کے قیاس کا جواب۔	۸۵۵
۵۸۲	اضطرار کی بنیاد پر بھی انسانی اعضاء سے علاج جائز نہیں۔	۸۵۶
۵۸۳	اعضاء کی پیوندکاری کے سلسلے میں علماء اردن کا فتویٰ۔	۸۵۶
۵۸۴	اعضاء کی پیوندکاری میں مصری علماء کی تحقیق۔	۸۵۷
۵۸۵	اعضاء کی پیوندکاری پر بعض پاکستانی علماء کے دلائل۔	۸۶۰
۵۸۶	اعضاء کی پیوندکاری میں مصنف کا موقف اور بحث و نظر۔	۸۶۲
۵۸۷	حضور کے والدین کا ایمان۔	۸۶۷
۵۸۸	آپ کے والدین اہل فترت سے تھے۔	۸۶۸
۵۸۹	آپ کے تمام آباء اور امہات اہل ایمان سے ہیں۔	۸۶۹
۵۹۰	آزر، حضرت ابراہیم کے چچا تھے۔	۸۷۱
۵۹۱	ایک اشکال کا جواب۔	۸۷۱
۵۹۲	تیسرا مسلک۔	۸۷۲
۵۹۳	عورتوں کا قبروں کی زیارت کرنا۔	۸۷۲
۵۹۴	خودکشی کرنے والے اور شہید کی نماز جنازہ۔	۸۷۳
	کتاب الزکوٰۃ	۸۷۵
۵۹۵	زکوٰۃ کا لغوی اور شرعی معنی۔	۸۷۵
۵۹۶	زکوٰۃ کی حکمتیں۔	۸۷۵
۵۹۷	فرضیت زکوٰۃ کی تاریخ۔	۸۷۸
۵۹۸	شرح زکوٰۃ۔	۸۷۹
۵۹۹	زکوٰۃ کی اہمیت۔	۸۸۱
۶۰۰	نظام زکوٰۃ کی مرکزیت	۸۸۲
۶۰۱	زرعی پیداوار کے نصاب زکوٰۃ میں فقہاء کے نظریات۔	۸۸۶
۶۰۲	ائمہ ثلاثہ کا نظریہ	۸۸۶
۶۰۳	امام ابوحنیفہ کا نظریہ۔	۸۸۷
۶۰۴	امام ابوحنیفہ کے نظریہ پر ایک خدشہ۔	۸۸۹
۶۰۵	سونے اور چاندی کا نصاب۔	۸۹۰
۶۰۶	نوٹ پر زکوٰۃ۔	۸۹۲
۶۰۷	ٹیوب ویل وغیرہ سے سیراب ہونے والی زمینیں۔	۸۹۳
۶۰۸	زیورات پر زکوٰۃ۔	۸۹۳
۶۰۹	یتیم کے مال پر زکوٰۃ میں مذاہب	۸۹۵
۶۱۰	قرض کے زکوٰۃ سے منہا ہوتے میں مذاہب۔	۸۹۶
۶۱۱	میعادی قرض	۸۹۷
۶۱۲	صنعتی اور کاروباری قرض۔	۸۹۸
۶۱۳	ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن کے قرض۔	۸۹۸

WWW.NAFSEISLAM.COM

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۶۱۴	پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ	۸۹۹
۶۱۵	پراویڈنٹ فنڈ پر اضافے کے سود ہونے یا نہ ہونے کا حکم۔	۸۹۹
	باب ۲۷۶	۹۰۰
۶۱۶	صدقہ فطر	۹۰۰
۶۱۷	صدقہ فطر کے حکم میں مذاہب۔	۹۰۲
۶۱۸	گندم کے نصاب میں مذاہب۔	۹۰۴
۶۱۹	نظریہ احناف پر دلائل۔	۹۰۴
	باب ۲۷۷	۹۰۷
۶۲۰	زکوٰۃ نہ دینے کا گناہ۔	۹۰۷
۶۲۱	گھوڑوں پر زکوٰۃ میں مذاہب۔	۹۱۳
	باب ۲۷۸	۹۱۴
۶۲۲	عاملین زکوٰۃ کو راضی رکھنا۔	۹۱۴
۶۲۳	عاملین زکوٰۃ کو راضی کرنے کی وضاحت	۹۱۴
	باب ۲۷۹	۹۱۵
۶۲۴	زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں پر عذاب شدید۔	۹۱۵
۶۲۵	حضرت ابوذر کے نظریہ سے سوشلزم پر استدلال۔	۹۱۹
	باب ۲۸۰	۹۲۱
۶۲۶	خرچ کرنے والے کی فضیلت اور بشارت۔	۹۲۱

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	باب ۲۸۱	۹۲۲
۶۲۷	اہل وعیال پر خرچ کی فضیلت اور ان کے حقوق ضائع کرنے کا گناہ۔	۹۲۲
	باب ۲۸۲	۹۲۳
۶۲۸	خرچ میں پہلے اپنی ذات سے ابتداً کرنا پھر اہل قرابت سے۔	۹۲۳
۶۲۹	مدبر کی بیع میں مذاہب۔	۹۲۴
	باب ۲۸۳	۹۲۴
۶۳۰	اقربا، خاوند، اولاد اور والدین پر خرچ کرنے کی فضیلت خواہ مشرک ہوں۔	۹۲۴
	باب ۲۸۴	۹۲۸
۶۳۱	میت کے لیے ایصال ثواب۔	۹۲۸
۶۳۲	ایصالِ ثواب۔	۹۲۸
۶۳۳	لیس للانسان الا ماسعی سے معارضہ کے جوابات۔	۹۲۸
۶۳۴	ایصالِ ثواب کے متعلق علماء و مذاہب کی تصریحات۔	۹۳۰
	باب ۲۸۵	۹۳۲
۶۳۵	ہر نیکی صدقہ ہے۔	۹۳۲
۶۳۶	مال حرام سے صدقہ کا حکم	۹۳۸

WWW.NAFSEISLAM.COM

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	باب ۲۸۶	۹۳۹
۶۳۷	صدقہ اور خیرات کی ترغیب۔	۹۳۹
۶۳۸	مسجد میں چندہ کرنا۔	۹۴۲
۶۳۹	بدعت حسنہ پر استدلال۔	۹۴۳
	باب ۲۸۷	۹۴۴
۶۴۰	کم صدقہ دینے والے کی مذمت کرنے سے ممانعت۔	۹۴۴
	باب ۲۸۸	۹۴۵
۶۴۱	دودھ دینے والے جانور کو عاریتاً دینے کی فضیلت۔	۹۴۵
	باب ۲۸۹	۹۴۵
۶۴۲	سخی اور بخیل کی مثال	۹۴۵
	باب ۲۹۰	۹۴۷
۶۴۳	فاسق کو صدقہ دینے سے بھی ثواب مل جاتا ہے۔	۹۴۷
۶۴۴	کسی کو بڑا جان کر اس کی مدد سے ہاتھ نہ روکے۔	۹۴۸
	باب ۲۹۱	۹۴۸
۶۴۵	مالک اور شوہر کے مال سے صدقہ دینا۔	۹۴۸
۶۴۶	غیر اللہ کے ساتھ نامزد جانوروں کا حکم۔	۹۵۰
۶۴۷	شوہر کے مال سے بغیر اجازت صدقہ کرنے کا مسئلہ۔	۹۵۱
	باب ۲۹۲	۹۵۱
۶۴۸	صدقہ کے ساتھ دیگر نیکیوں کی فضیلت	۹۵۱
۶۴۹	حضرت ابوبکر صدیق کی فضیلت۔	۹۵۲
	باب ۲۹۳	۹۵۳
۶۵۰	خرچ کرنے کی فضیلت اور جمع کرنے کی ناپسندیدگی۔	۹۵۳
	باب ۲۹۴	۹۵۴
۶۵۱	تھوڑا صدقہ دینے کی فضیلت۔	۹۵۴
	باب ۲۹۵	۹۵۴
۶۵۲	پوشیدگی کے ساتھ صدقہ دینے کی فضیلت۔	۹۵۴
	باب ۲۹۶	۹۵۵
۶۵۳	تندرست اور حریص انسان کا صدقہ	۹۵۵
	باب ۲۹۷	۹۵۶
۶۵۴	اوپر والا ہاتھ نیچے ہاتھ سے بہتر ہے۔	۹۵۶
	باب ۲۹۸	۹۵۸
۶۵۵	سوال کرنے کی ممانعت۔	۹۵۸

WWW.NAFSEISLAM.COM

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۶۵۶	سوال کرنے کے جواز اور عدم جواز کا محمل۔	۹۶۲
۶۵۷	دورِ فاروقی میں روایت حدیث میں احتیاط۔	۹۶۳
۶۵۸	فقہ کی فضیلت۔	۹۶۳
۶۵۹	انما انا قاسم کی تشریح۔	۹۶۴
	باب ۲۹۹	۹۶۵
۶۶۰	سوال کرنے کا جواز۔	۹۶۵
۶۶۱	پیشہ ور گداگر۔	۹۶۵
	باب ۳۰۰	۹۶۶
۶۶۲	بغیر سوال کے لینے کا جواز۔	۹۶۶
۶۶۳	حکومت کے عطیات کا حکم۔	۹۶۷
	باب ۳۰۱	۹۶۸
۶۶۴	حرص دنیا کی مذمت	۹۶۸
	باب ۳۰۲	۹۷۱
۶۶۵	قناعت کی فضیلت	۹۷۱
۶۶۶	قناعت کی وضاحت۔	۹۷۱
	باب ۳۰۳	۹۷۱
۶۶۷	زینت دنیا سے فریب کھانے کی ممانعت۔	۹۷۱
۶۶۸	تشریح۔	۹۷۴
۶۶۹	وحی خفی۔	۹۷۴
	باب ۳۰۴	۹۷۴
۶۷۰	سوال نہ کرنے، صبر اور قناعت کی فضیلت۔	۹۷۴
۶۷۱	فقر اور غناء۔	۹۷۵
	باب ۳۰۵	۹۷۷
۶۷۲	مؤلفۃ القلوب اور خوارج وغیرہ کا حکم۔	۹۷۷
۶۷۳	خلق رسول۔	۹۹۹
۶۷۴	کرم رسول کے انداز	۹۹۹
۶۷۵	عہد رسالت میں اہانت کرنے والوں کو قتل نہ کرنے کی وجوہات۔	۱۰۰۰
۶۷۶	ائمہ کے نزدیک گستاخ رسول کا حکم۔	۱۰۰۱
۶۷۷	گستاخانہ کلام میں تاویل کی گنجائش۔	۱۰۰۵
۶۷۸	گستاخانہ کلام میں توہین کی نیت کی بحث۔	۱۰۰۶
۶۷۹	خوارج اور معتزلہ۔	۱۰۱۰
	باب ۳۰۶	۱۰۱۰
۶۸۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر زکوٰۃ دینے میں مذاہب۔	۱۰۱۰
۶۸۱	آل رسول کو زکوٰۃ کا حرام ہونا۔	۱۰۱۴
	باب ۳۰۷	۱۰۱۵
۶۸۲	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، بنو ہاشم، اور بنو عبد المطلب کے لیے ہدیوں کا جواز۔	۱۰۱۵

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۶۸۳	شرح۔	۱۰۱۷
	باب ۳۰۸	۱۰۱۸
۶۸۴	صدقہ لانے والے کو دعا دینا۔	۱۰۱۸
۶۸۵	غیر انبیاء پر استقلالاً صلوٰۃ پڑھنے میں مذاہب ائمہ۔	۱۰۱۸
۶۸۶	غیر انبیاء کے لیے استقلالاً لفظ صلوٰۃ استعمال نہ کرنے کے دلائل۔	۱۰۱۹
۶۸۷	غیر نبی کے لیے صلوٰۃ بھیجنے والوں کے شبہات اور ان کے جوابات۔	۱۰۲۱
۶۸۸	غیر نبی کے لیے صلوٰۃ اور سلام کے مسئلہ میں علماء کی آراء۔	۱۰۲۳
۶۸۹	حرفِ مدعا۔	۱۰۲۴
	باب ۳۰۹	۱۰۲۴
۶۹۰	زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو راضی رکھنا۔	۱۰۲۴
۶۹۱	تشریح۔	۱۰۲۵
۶۹۲	مسجد میں نماز جنازہ کے متعلق ضمیمہ	۱۰۲۶
۶۹۳	مراجع اور مآخذ	۱۰۳۳

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

کلماتِ تشکر

اللہ تعالیٰ کا بے حد و حساب شکر ہے جس کے بے پایاں کرم سے میں پھر اس لائق ہوا کہ شرح صحیح مسلم کی تصنیف کے سلسلہ کو آگے بڑھا سکا جو گذشتہ پانچ سال سے میری علالت کے باعث رکا ہوا تھا۔ ۶ر جولائی ۱۹۸۵ء کو کراچی کے احباب، کی دعوت پر میں دارالعلوم نعیمیہ کراچی میں آگیا اور حالات نے ایک خوشگوار کروٹ لی، میری صحت بحال ہونے لگی۔ اس دوران میرے ایک مخلص دوست جناب عارف ضیائی قادری صاحب مجھ سے ملنے کراچی آئے اور جب انھوں نے میری صحت بہتر دیکھی تو اصرار کیا کہ میں شرح صحیح مسلم کے کام کو دوبارہ شروع کروں۔ انھوں نے لاہور جاکر یہ تذکرہ جناب سید محمد اعجاز صاحب مالک فرید بک سٹال سے بھی کیا۔ سید محمد اعجاز صاحب کی ہمت اور حوصلہ قابلِ داد ہے کہ وہ باوجود علالت اور ضعف بصارت کے کراچی تشریف لائے اور مجھ سے شرح صحیح مسلم کے کام کو مکمل کرنے کا وعدہ لے لیا۔ اس وقت میرے سامنے ضروری مسئلہ مطلوبہ کتابوں کی فراہمی تھا کیونکہ لاہور میں بیماری کے دوران زندگی بھر کی جمع کردہ کتابیں نیلامی کے بھاؤ بک چکی تھیں۔

کتابوں کی فراہمی اور دیگر سہولیات فراہم کرنے میں جن احباب نے تعاون کیا ان میں جسٹس ڈاکٹر مفتی سید شجاعت علی قادری (جج وفاقی شرعی عدالت) پروفیسر منیب الرحمان، مفتی محمد اطہر نعیمی، مولانا محمد اقبال حسین نعیمی، حافظ محمد اظہر نعیمی کا بہت بڑا حصہ ہے۔ اس سلسلہ میں جن دوستوں کا میں خاص طور پر شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں ان میں حضرت مولانا جمیل احمد نعیمی ناظم تعلیمات دارالعلوم نعیمیہ کراچی، حضرت مولانا غلام محمد سیالوی ناظم اعلیٰ شمس العلوم کراچی، مولانا مفتی محمد رفیق حسنی مہتمم مدرسہ گلزار حبیب، مولانا محمد اکرام سیالوی استاذ شمس العلوم کراچی اور مولانا خالد محمود۔ کراچی۔ زید مجدہم کے اسماء قابل ذکر ہیں۔ ان حضرات نے نہ صرف یہ کہ اپنی لائبریریوں سے مجھے کتابیں مہیا کیں بلکہ میری ضرورت کی کتابیں خرید کر بھی مجھے فراہم کیں اور حقیقت یہ ہے کہ شرح صحیح مسلم جلد ثانی کی تکمیل میں ان تمام حضرات کے تعاون کا بہت بڑا حصہ ہے۔

پہلی جلد لکھتے وقت سابق پبلشر سید حامد صاحب کی طرف سے مجھ پر یہ پابندی تھی کہ میں زیادہ سے زیادہ مختصر لکھوں اس لیے میں نے پہلی جلد میں بہت سارے مباحث دانستہ تشنہ چھوڑ دیے۔ اس جلد میں میں نے سید محمد اعجاز صاحب سے اجازت لے کر وقت اور گنجائش کو پیش نظر رکھتے ہوئے انتہائی تفصیل اور تحقیق سے لکھا ہے۔

اس کتاب میں اسلام کی حقانیت اور اہل سنت وجماعت کے اعتقادی نظریات پر ٹھوس دلائل پیش کیے ہیں۔ فقہاء اربعہ کے مسالک کو ان کی اصل کتابوں کے حوالوں سے لکھا ہے اور فقہ حنفی جو فی الواقع وحی الٰہی اور مزاج رسالت سے قریب تر اور سب سے زیادہ خوف خدا، دقت نظری اور احتیاط کی حامل ہے۔ اس کی ان خصوصیات کو زیادہ سے زیادہ واضح کرنے کی سعی کی ہے جو مسائل حاضرہ اس کتاب کے ابواب کے مناسب تھے ان کو شرح وبسط سے ذکر کیا ہے۔

کسی موضوع پر بھی لکھتے وقت میں نے کسی لگی بندھی فکر کو ثابت کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ کتاب وسنت اور فقہ حنفی کی روشنی میں جو کچھ لکھا ہے وہ معروضی انداز میں لکھا ہے۔ کسی شخص یا کسی مکتب فکر کے خلاف غیر سنجیدہ یا غیر شائستہ زبان استعمال نہیں کی اور کسی موقعہ پر بھی احترام انسانیت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ علمی مسائل میں اہل علم کا اختلاف کرنا ان کا علمی حق ہے اس لیے میں گذارش کرتا ہوں کہ اہل علم حضرات اگر کسی مسئلہ میں میرے نظریہ سے اختلاف کریں تو اس خاص سنجیدہ اور شائستہ انداز کو قائم رکھیں جو آپ کو اس پوری کتاب میں نظر آئے گا۔

آخر میں میں مولانا حافظ محمد ابراہیم فیضی، ایم اے، ایل ایل بی، فاضل علوم شرقیہ کا تہ دل سے شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنھوں نے جانفشانی اور عرق ریزی سے اس کتاب کی پروف ریڈنگ کی جزاہ اللہ خیر الجزاء

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس شرح کو قبول عام عطا فرمائے۔ اہل حق اس کتاب کے مطالعہ سے اپنے عقائد و نظریات میں مزید رسوخ اور تقویت پائیں اور دوسرے حضرات اس کتاب کے مطالعہ سے راہ حق کو اختیار کرلیں اور تا دیر اس کتاب کی افادیت قائم اور جاری رہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے مصنف، ناشر، معاونین اور جمیع قارئین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے سعادت دارین عطا فرمائے آمین۔ یارب العالمین بجاہ محمد سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ و بارک وسلم۔

۱۵ر شوال ۱۴۰۷ھ

غلام رسول سعیدی غفرلہٗ
شیخ الحدیث، دارالعلوم نعیمیہ
گلستان مصطفیٰ، بلاک - ۱۵ (فیڈرل 'بی' ایریا)
کراچی ۳۸
ٹیلیفون: ۶۸۹۲۳۶ و ۶۷۴۵۰۸

WWW.NAFSEISLAM.COM

تحریر: پروفیسر منیب الرحمٰن
ایم۔ اے، ایل ایل۔ بی
صدر شعبۂ علوم اسلامیہ
علامہ اقبال گورنمنٹ کالج۔ کراچی

جنرل سکریٹری، دارالعلوم نعیمیہ ٹرسٹ
بلاک نمبر ۱۵۔ فیڈرل 'بی' ایریا۔ کراچی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ و نصلی ونسلم علی حبیبہ الکریم

عکسِ جمال

WWW.NAFSEISLAM.COM

اہل علم وفقاہت وارباب فکر ونظر قارئین کرام

لیجیے "شرح صحیح مسلم" (جلد ثانی) مصنفہ شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ، آپ کے مبارک ہاتھوں میں ہے۔ امید ہے کہ آپ ورق پلٹنے اور قدم آگے بڑھانے سے پہلے اس جلیل القدر اور عظیم المرتبت کتاب کے بارے میں سطور ذیل پر ایک نظر ضرور ڈالیں گے۔ اس سے انشاء اللہ آپ کو اس کتاب کی امتیازی خصوصیات اور مصنف کے منفرد انداز تحریر و تحقیق کو سمجھنے اور کتاب کی علمی حیثیت کو پرکھنے میں مدد ملے گی۔

جن حضرات نے مصنف محترم کی تحریر کردہ اس کتاب کی جلد اول کا مطالعہ کیا ہے، وہ اس جلد کو اس پر ہرگز قیاس نہ کریں۔ کیونکہ اُس وقت جن احباب نے اس علمی کام کی طباعت واشاعت کا بیڑا اُٹھایا تھا ان کا اصرار تھا کہ اختصار کو ملحوظ رکھا جائے۔ تاہم یہ مصنف کے انداز تحریر کی اعجاز آفرینی ہے کہ انہوں نے اختصار کے ساتھ ساتھ جامعیت کو بھی ملحوظ رکھا اور حتی المقدور کوشش کی کہ وارفتگان علم اور فہم حدیث کا ذوق رکھنے والوں کو تشنگی علم کا احساس کم سے کم ہو۔

لیکن جب دوسری جلد پر کام کا آغاز ہوا تو مصنف پر ایسی کوئی پابندی عائد نہیں کی گئی بلکہ ان کے راہوار قلم کو آزاد چھوڑ دیا گیا، انھیں کھلی اجازت دے دی گئی کہ احادیث مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان میں پنہاں علوم نبوت کے بحرِ ناپید اکنار کی جس قدر چاہیں علمی و فکری سیر کریں اور جتنی گہرائی تک چاہیں غواصی فرما کر علمِ نبوت اور حکمت رسالت کے انمول موتی اپنی پلکوں سے چُن کر لائیں اور پوری بسط و تفصیل کے ساتھ انھیں الفاظ کے حسن و جمال میں پرو کر صفحات قرطاس پر سجا دیں تاکہ تشنگان علومِ نبوت جی بھر کر سیراب ہوں اور اصحاب علم اپنے اپنے ظرف کے مطابق معانی و مطالب کے انمول موتیوں کو اپنے دامن میں سمیٹ سکیں۔ امید ہے اب ان شاء اللہ العزیز قارئین کرام کو اپنی "تنگی داماں" کی شکایت تو یقیناً ہو گی، لیکن حضرت مصنف نے خزانۂ علوم نبوت کے جو بیش قیمت علمی جواہر پارے لٹائے ہیں ان سے علمی تشنگی یا کسی اجمال کی شکایت ہرگز نہ ہو گی۔

کتابیات اور ماٰخذ و مراجع کی فہرست پر اک سرسری نظر ڈالنے سے بھی آپ کو بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ مصنف نے کس قدر محنت، تحقیق اور دقتِ نظر سے کام لیا ہے، اتنا وسیع علمی کام ایک فرد تو کجا ایک ادارہ بھی بمشکل انجام دے سکتا ہے، لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ یہ صرف اور صرف ایک فرد کی ذاتی محنت اور تکنۂ رسی کا ثمرہ ہے اور بلاشبہ "ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ" (الجمعہ آیت ۴) اور "وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا" (البقرہ آیت ۲۶۹) کا مصداق ہے۔

تاہم اس امر کا اعتراف نہ کرنا احسان ناشناسی اور بخل ہو گا کہ بہت سی وقیع اور گرانقدر نادر کتب کی بابت استفادہ مستعار فراہمی میں دار العلوم نعیمیہ، کراچی کے اراکین کے علاوہ مولانا غلام محمد سیالوی، مہتمم شمس العلوم جامعہ رضویہ، کراچی، مولانا محمد اکرم سیالوی مدرس شمس العلوم کراچی، صاحبزادہ محمد جان، مہتمم دار العلوم مجددیہ نعیمیہ کراچی، مفتی محمد رفیق حسنی، مہتمم جامعہ اسلامیہ گلزار حبیب۔ کراچی اور بعض دیگر احباب کے علمی تعاون کا بھی بڑا دخل ہے۔ مصنف کے علاوہ اس کتاب سے استفادہ کرنے والوں اور اہلسنت کو بھی ان حضرات کا شکر گزار ہونا چاہیے۔

چلتے چلتے یہ بھی ذہن نشین فرما لیجیے کہ اس کتاب میں زیرِ بحث مسائل کی تحقیق و تدقیق کا اندازِ فکر کیا ہے؟

کسی بھی علمی مسئلے پر تحقیق اور علمی موشگافیوں کے اہم ترین اسلوب اور طریقے دو ہیں ایک موضوعی طرزِ تحقیق ([illegible]) کہلاتا ہے اور دوسرا معروضی ([illegible])۔ موضوعی انداز تو یہ ہے کہ ایک شخص اپنا مسلک، علمی موقف اور نتیجۂ فکر پہلے متعین کر لیتا ہے اور پھر اس کے مطابق مقدمات ترتیب دیتا ہے اور استدلال کی بنیادیں اٹھاتا ہے، جو نصوص قرآن و حدیث، آثارِ سلف اور اقوالِ ائمہ اس کے پہلے سے متعینہ نتیجے کے حصول میں معاون ثابت نہیں ہوتے، ان سے یا تو صرف نظر کرتا ہے یا ان کی دُور از کار تاویل کا راستہ اختیار کرتا ہے یا تلبیس (DECEPTION) سے کام لیتا ہے کیونکہ اسے یہ اندازہ یا کم از کم خوش فہمی ہوتی ہے کہ ہر قاری کی نظر ماٰخذ و مراجع پر نہیں ہوتی اور بہت کم لوگ کسی کے نتیجۂ فکر یا مقدماتِ استدلال کو میزان تحقیق پر تولنے کی زحمت گوارا کرتے ہیں: تاہم یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ اس طرزِ فکر کو تحقیق سے زیادہ تلبیس اور مغالطہ آفرینی ہی قرار دیا جا سکتا ہے اور بہت سے مسائل و معاملات میں مسلکی اختلافات کا سبب یہی اندازِ فکر ہے اسی کے بارے میں بجا طور پر کہا گیا ہے ؏

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں۔

معروضی اندازِ فکر یہ ہے کہ انسان خالی الذہن ہو کر نصوص قرآن و حدیث، آثارِ صحابہ و تابعین اور اقوال ائمہ کی روشنی میں کسی مسئلے کی چھان پھٹک کرے اور نصوص قطعیہ اور دلائل حقہ سے جو نتیجۂ فکر منطقی طور پر مرتب ہو کر سامنے آئے اسے من و عن

WWW.NAFSEISLAM.COM

قبول کرے اور کمالِ دیانت سے اسے دوسروں کے سامنے پیش کرے خواہ وہ اس کے پہلے سے مزعومہ فکر (PRESUMED) یا نظریے کے بالکل برعکس یا متصادم ہی کیوں نہ ہو دراصل یہی حق بینی، حق آگہی اور حق پرستی ہے: اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اِتِّبَاعَہٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اِجْتِنَابَہٗ۔

میں دورانِ تصنیف مصنف سے انتہائی فکری قرب کی بناء پر شرح صدر کے ساتھ بہ بانگ دہل یہ عرض کرنے کی جسارت کرتا ہوں کہ اس کتاب کی تصنیف اور ترتیب و تسوید کے دوران مصنف کا اندازِ فکر سو فیصد معروضی رہا ہے۔ بہت سے مسائل پر عمیق مطالعے کے باوجود حتمی رائے قائم کرنے سے قبل انھوں نے معاصر اہل علم سے علمی تبادلۂ خیال اور مذاکرے کا طریقۂ کار بھی اختیار کیا ہے، کئی مسائل ایسے بھی ہیں جن میں حق پر آگہی کے بعد انھوں نے اپنی سابقہ رائے کو تبدیل کیا ہے اور درحقیقت ہر دور میں علماءِ حق کا شعار بھی یہی رہا ہے کہ نفسانیت اور انانیت کو قبولِ حق کی راہ میں انھوں نے کبھی حائل نہیں ہونے دیا۔

تعمیرِ مسجد میں غیر مسلموں سے مالی اعانت قبول کرنے، مسافتِ قصر اور پراویڈنٹ فنڈ پر سود ایسے چند مسائل پر مصنف نے مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مہتمم دارالعلوم کراچی، مولانا سبحان محمود، شیخ الحدیث دارالعلوم، کراچی، مفتی عبدالرؤف اور شعبۂ افتاء کے چند دیگر علماء کے ساتھ دارالعلوم کراچی میں جاکر باقاعدہ مذاکرہ کیا، اس علمی مذاکرے میں شرکت کا اعزاز مصنف علّام کے ساتھ راقم الحروف اور مولانا شاہ حسین گردیزی کو بھی حاصل ہوا، مذاکرے کا ماحول خوشگوار اور خالص علمی تھا، تمام شرکاء نے شرحِ صدر اور وسعتِ ظرف کے ساتھ ان فقہی مسائل پر بحث میں حصہ لیا۔ اس مذاکرے کا داعی تو راقم الحروف تھا لیکن اس کا اہتمام کرنے کا اعزاز مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی کو حاصل ہوا اور اس امر کی داد نہ دینا ناانصافی ہوگی کہ انھوں نے اپنے والدِ محترم کی تفسیر کی آئندہ اشاعت میں "تعمیر مسجد میں غیر مسلموں کی مالی اعانت" کے مسئلے کی تصحیح اور بعض متفق علیہ وضاحتی حواشی کے اضافے کا وعدہ فرمایا۔

احادیث کی شرح کے دوران جو بھی علمی و فقہی مسئلہ زیرِ بحث آیا مصنف نے اس امر کا التزام کیا ہے کہ اسلامی عقائد و نظریات اور اہل سنت و جماعت کے معمولات کو کتاب و سنت سے ثابت کیا جائے، مذاہب اربعہ اور حسب ضرورت فقہ جعفریہ کے موقف کو ان کی اصل، مستند اور مسلمہ کتب سے دلائل کے ساتھ نقل کر کے دیانتدارانہ تقابلی مطالعے.... (Comparative Study.) کا موقع فراہم کیا ہے اور پھر فقہ حنفی کی وجوہِ ترجیح کو کتاب و سنت سے واضح کیا ہے۔

دورِ جدید کے "مجتہد فیہ" مسائل سے مصنف نے پہلوتہی اختیار نہیں کی بلکہ ان کا قرآن و سنت کی روشنی میں وافی و شافی حل پیش کیا ہے۔ یہ امر باعثِ اطمینان بلکہ لائقِ افتخار ہے کہ جدید مسائل کا حل پیش کرتے وقت مصنف نام نہاد متجددین (Innovators) اور مستشرقین سے مرعوب نہیں ہوئے بلکہ دلائل و براہین سے یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ اسلام قیامت تک کے لیے قابلِ عمل اور واجب الاتباع دین ہے اور اس میں ایسے جامع اصول ہیں جو نت نئے پیش آنے والے مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ لہٰذا مصنف نے نئے "مجتہد فیہ" مسائل میں تجدد پسندی اور جمود و تجمد (RIGIDITY) یعنی افراط و تفریط دونوں سے ہٹ کر توازن و اعتدال کی راہ کو اختیار کیا ہے، اور اسلام کی حقانیت، ہمہ گیری اور وسعت پذیری کو دلائل حقہ، نصوص قرآن و حدیث، آثارِ صحابہ و تابعین اور اقوال ائمہ سے

ثابت کیا ہے۔

بعض معاصر شراح حدیث کا یہ بھی وطیرہ ہے کہ وہ نہایت دیدہ دلیری سے شرح حدیث کے موقع پر بعض اکابر کے قول فیصل اور محاکمے کو "ایجاد بندہ" اور ذاتی و شخصی رائے کے طور پر اصل مآخذ و مراجع کا حوالہ دیے بغیر پیش کر دیتے ہیں۔ یہ طریقۂ کار دورِ حاضر کے مروجہ و مسلمہ طرزِ تحقیق کے بالکل منافی ہے کیونکہ یہ ایک طرح کا علمی و ادبی سرقہ (Literary Theft.) ہے جسے عربی ادب میں انتحال (Plagiarism.) کہتے ہیں۔

لیکن الحمد للہ مصنف نے اس کے بالکل برعکس فقہی و اجتہادی مسائل کے بارے میں متقدمین و معاصرین کی آراء کو ان کے حوالہ جات کے ساتھ پیش کیا ہے اور جہاں اختلافِ رائے کی نوبت آئی ہے وہاں اپنا محاکمہ (Personal Opinion.) صراحت کے ساتھ پیش کیا ہے اور اپنی فقہی و علمی رائے کی برتری کو دلائل سے ثابت کیا ہے۔

زیرِ نظر جلد ثانی میں بالعموم مصنف محترم نے تقریباً ہر مسئلے پر تفصیلی بحث کی ہے اور دلائل کی ترتیب و تدریج حسب ذیل ہے: قرآن، حدیث، آثار صحابہ و تابعین، اقوال فقہاء و آراء معاصرین وغیرہ۔ تاہم جن فقہی مسائل پر معرکۃ الآراء ابحاث سپرد قلم کی گئی ہیں اور جو شاید آپ کو اتنی جامعیت و بسط کے ساتھ کہیں نہ ملیں گی وہ یہ ہیں:

مسئلہ شفاعت، تعمیر مسجد میں غیر مسلموں کی مالی اعانت کا قبول کرنا، مسافت قصر، ریل گاڑی، ہوائی جہاز، بحری جہاز پر نماز اور رفع من جہت العباد پر بحث، رفع سبابہ در تشہد، پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ، ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن کے قرضوں اور دیگر میعادی قرضوں کے زکوٰۃ پر اثر انداز ہونے کا مسئلہ، پوسٹ مارٹم، ایلوپیتھک دواؤں سے علاج کا جواز، عطیۂ خون و انتقالِ خون، اعضاء کی پیوند کاری، حرمتِ تصویر کا مسئلہ، غناء و موسیقی، ریڈیو و ٹیلی ویژن اور آڈیو و ویڈیو کیسٹ ریکارڈر وغیرہ کے استعمال اور جواز کی بحث وغیرہ۔

بہت سے حضرات کے ذہن میں یہ بات ہوتی ہے کہ کسی کتاب کی عربی شرح یا حاشیہ فی نفسہ اس قدر وقیع کام ہے کہ اسے اردو شروح پر ہر صورت میں فوقیت دی جانی چاہیے۔ عربی زبان پر دسترس اور عربی تقریر و تحریر میں ملکہ و مہارت تامہ کا حاصل ہونا بلاشبہ ایک وصف کمال اور اعزاز ہے۔ لیکن اس کے باوجود کسی کتاب کی علمی حیثیت اور مرتبے کا تعین اس کی عربیت پر نہیں ہوتا بلکہ اس کے مندرجات، علمی مواد اور فقاہت و ثقاہت پر ہوتا ہے۔ درسِ نظامی میں ادب عربی اور دیگر علوم و فنون کی بہت سی کتب کے حاشیے ایسے ملیں گے جن میں محشی یا شارح کا حصہ "قال فلان" اور "یقول فلان" سے زیادہ کچھ نہیں ہوتا اور سینکڑوں صفحات کی کتاب کی شرح یا حاشیے میں محشی یا شارح کے اپنے نتیجۂ فکر کو یکجا کیا جائے تو چند صفحات سے زیادہ نظر نہ آئیں جب کہ ان ممالک میں جہاں اردو لکھی، بولی اور سمجھی جاتی ہے، اردو شرح کی افادیت زیادہ ہوتی ہے کیونکہ اردو شرح سے علماء کے علاوہ عام پڑھے لکھے حضرات بھی حسب استعداد استفادہ کر لیتے ہیں۔

مندرجہ بالا گزارشات کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ زیرِ نظر کتاب شرح صحیح مسلم (جلد ثانی) بلا تخصیص عربی و اردو یا دنیا کی کسی بھی زبان میں دستیاب صحیح مسلم کی سب سے جامع، مفصل، مبسوط اور وقیع شرح ہے۔ یہ بلاشبہ اس لائق ہے کہ اسے ہر علمی ادارے اور صاحبِ علم کی لائبریری کی زینت بنایا جانا چاہیے۔

اس موقع پر میں شرح صحیح مسلم کی کتابت، طباعت اور اشاعت کی خدمت کا اعزاز حاصل کرنے والے ادارے

WWW.NAFSEISLAM.COM

اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل قیامت کے دن فرمائے گا "میرے پڑوسی کہاں ہیں؟" فرشتے عرض کریں گے تیرا پڑوسی کون ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا مسجدوں کو آباد کرنے والے (حلیۃ الاولیاء) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے اپنے گھر میں اچھی طرح وضو کیا پھر مسجد میں آیا وہ اللہ کا مہمان ہے اور مہمان کی تکریم میزبان پر مہمان کا حق ہے۔ (الجامع الصغیر للطبرانی) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روئے زمین پر اللہ کے گھر مساجد ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ وہ اس کے گھر آنے والوں کی تکریم کرے۔ (المعجم الکبیر للطبرانی) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص اللہ کی رضا جوئی کے لیے مسجد بناتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنا دیتا ہے اور جو شخص مسجد میں قندیل روشن کرتا ہے اس کے لیے ستر ہزار فرشتے اس وقت تک استغفار کرتے رہتے ہیں جب تک وہ قندیل روشن رہتی ہے۔" (تقریرات رافعی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی: فما بکت علیھم السماء والارض وما کانوا منظرین (دخان: ۲۹) (نہ ان پر آسمان و زمین روئے اور نہ وہ مہلت دیے ہوئے تھے) فرمایا "مخلوق میں سے ہر ایک کے لیے آسمان میں ایک دروازہ ہے جس سے اس کا رزق اترتا ہے اور اسی دروازہ سے اس کے نیک اعمال اوپر چڑھتے ہیں۔ جب مومن مرجاتا ہے تو آسمان کا وہ دروازہ بند کر دیا جاتا ہے پھر آسمان اس کی یاد میں روتا ہے اور زمین کا وہ حصہ جس پر وہ نماز پڑھتا تھا جب وہ اس نمازی کو نہیں پاتا تو زمین کا وہ حصہ اس کی یاد میں روتا ہے۔ (ابن جریر، ابن منذر و بیہقی۔)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کہ زمین کے جس حصہ پر مومن اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے زمین کا وہ حصہ دوسرے حصص کی نسبت (اس عبادت پر) فخر کرتا ہے۔ (المعجم الکبیر للطبرانی) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص مسجد میں آکر نماز کے انتظار میں بیٹھتا ہے جب تک وہ اس نماز کے انتظار میں ہے فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں جب تک اس کا وضو نہ ٹوٹے۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ) جو شخص سفر میں کسی جگہ ٹھہر کر عبادت کرے تو وہ جگہ اس کے لیے استغفار کرتی ہے۔ رحمت کی دعا کرتی ہے اور اس جگہ گناہ کرے تو اس پر لعنت کرتی ہے[1]

WWW.NAFSEISLAM.COM

غیر مسلموں کا مسجد بنانا

غیر مسلموں کا اصالۃً یا نیابۃً ہر طرح مسجد تعمیر کرنا ناجائز ہے اور نہ مسلمانوں کے لیے جائز ہے کہ وہ غیر مسلموں سے مساجد کی تعمیر کے لیے چندہ وصول کریں۔ البتہ اگر کوئی غیر مسلم کسی مسلمان کو کسی معین چیز کا مالک بنا دے اور وہ مسلمان اپنے طور پر اس سے مسجد تعمیر کرے تو یہ ایک علیحدہ بات ہے۔ فقہاء اسلام نے اس کے جواز کی تصریح کی ہے۔ بعض علماء نے ایک یہ شکل بیان کی ہے کہ غیر مسلم اگر ثواب کے لیے مسجد بنا دیں یا مرمت کر دیں اور اس سے مسلمانوں کو ضرر نہ پہنچے تو اس صورت میں غیر مسلموں سے چندہ وصول کرنا جائز ہے۔

شیخ گنگوہی صاحب لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ سید محمد زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ۔ اتحاف سادۃ المتقین ج ۳ ص ۳۲-۲۸ ملخصاً مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر الطبعۃ الاولی ۱۳۱۱ھ)

"پس کافر کے نزدیک مسجد بنانا عمدہ عبادت کا کام ہے۔ اس کے مسجد بنانے کو حکم مسجد ہوگا۔[1] فقط"

مفتی محمد شفیع دیوبندی۔ لکھتے ہیں:

"اگر کوئی غیر مسلم ثواب سمجھ کر مسجد بنا دے یا مسجد بنانے کے لیے مسلمانوں کو چندہ دیدے تو اس کا قبول کر لینا بھی اس شرط سے جائز ہے کہ اس سے کسی دینی یا دنیاوی نقصان کا یا الزام کا یا آئندہ اس پر قبضہ کرنے کا یا احسان جتلانے کا خطرہ نہ ہو۔[2]

مفتی صاحب نے یہ بات بلا حوالہ شامی کی طرف منسوب کی ہے حالانکہ علامہ شامی نے اپنی تصانیف میں اس کے خلاف لکھا ہے (سعیدی غفرلہ)

اس سلسلہ میں اولاً گزارش یہ ہے کہ قرآن کریم نے جس طرح صراحت کے ساتھ بالعموم مشرکین کو تعمیر مسجد سے منع کیا ہے اس میں اس استثناء کی گنجائش نہیں ہے۔ ثانیاً کفار اپنے کفر پر قائم رہتے ہوئے ثواب کی خاطر مساجد تعمیر کریں یہ دو متضاد باتیں ہیں جس تقدیر پر وہ مسجد بنانے کو کارِ ثواب قرار دیں گے اسی وقت ان کے کفر کی عمارت خود ان کے ہاتھوں منہدم ہو جائے گی اور وہ شاہدین علی انفسہم بالکفر کے مصداق نہیں رہیں گے۔ کیونکہ جن چیزوں کو وہ عبادت گردانتے ہیں مساجد میں دن رات ان کے بطلان کا اعلان کیا جاتا ہے۔ پھر یہ کس طرح متصور ہے کہ وہ کافر بھی رہیں اور مساجد بنانے کو کار ثواب بھی سمجھیں! کیا یہ فرض کیا جا سکتا ہے کہ ایک مسلمان ثواب سمجھ کر یا عمدہ عبادت گردان کر کسی بت کدہ، مندر، گرجا، گردوارہ یا آتش کدہ کی تعمیر کر دے!

ثالثاً اگر فرض کر لیا جائے کہ کافر ثواب کی نیت سے مسجد تعمیر کرتے ہیں تب بھی یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ فقہاء اسلام نے تصریح کی ہے کہ کفار کی نیت ثواب کا اعتبار نہیں ہوتا کیونکہ نیت کی صحت کے لیے نیت کرنے والے کا مسلمان اور عاقل ہونا ضروری ہے۔ علامہ علائی متوفی ۱۰۹۸ھ اور علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ سے درمختار اور ردالمحتار ج ۳ ص ۴۹۵ میں اس کے ثبوت میں واضح عبارت مذکور ہے۔ اور ان عبارات کی سند قرآن کریم کی یہ آیت ہے۔

من عمل صالحا من ذکر او انثی وھو مؤمن۔ (نحل: ۹۷)

مرد اور عورت میں سے جو بھی نیک کام کرے درآں حالیکہ وہ مومن ہو۔

رابعاً کفار جب مساجد کی تعمیر کے لیے چندہ دیں گے تو وہ احسان جتلائیں یا نہ جتلائیں واقع میں خواہی نخواہی مسلمانوں پر ان کے مذہبی شعائر میں ان کا احسان ہوگا اور مسلمانوں کا ایسا اقدام کرنا جس سے وہ اپنے اسلامی شعائر میں کفر کے مرہون احسان ہوں شرعاً حرام ہے۔

خامساً اسلام میں کفر سے عداوت مطلوب ہے جس پر قرآن مجید کی متعدد آیات شاہد ہیں۔ اور جب کفار سے مسجد بنوائی جائے گی یا تعمیر مساجد میں ان سے چندہ لیا جائے گا تو فطری طور پر ان سے مودت اور انسیت ہوگی کیوں کہ الانسان عبد الاحسان اور کم از کم یہ ہوگا کہ ان سے عداوت یا نہیں رہے گی یا کم ہو جائے گی اور یہ قرآن مجید کی تعلیم اور منشاء اسلام کے سراسر خلاف ہے۔

اس لیے کفار سے مسجد بنوا کر یا تعمیر مسجد میں ان سے چندہ لے کر کفار کی افضلیت ان کے احسان، ان کی تعظیم اور کم از کم ان کو برا نہ جاننے کا جوا مسلمانوں کی گردنوں پر ڈال دینا کسی طرح جائز نہیں ہے۔ یہ دنیا کی نگاہوں میں اسلام کے وقار کو کم کرنا ہے اور زبان رسالت کے مطابق قصر اسلام کو منہدم کرنا ہے لقولہ علیہ السلام من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام (بیہقی بحوالہ مشکوٰۃ ص ۳۱)

---

[1] شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ، فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب ص ۵۳۶، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی

[2] مفتی محمد شفیع متوفی ۱۳۹۶ھ، معارف القرآن ج ۴، ص ۳۳۱ مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی، ۱۳۹۷ھ۔

مجوزین کے شبہات پر گفتگو کرنے کے بعد ہم اصل مسئلہ کو قرآن کریم، تصریحات مفسرین اور فقہاء اسلام کی عبارات کی روشنی میں پیش کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ما كان للمشركين ان يعمروا مساجد الله شاهدين على انفسهم بالكفر اولئك حبطت اعمالهم وفي النار هم خالدون ○ انما يعمر مساجد الله من امن بالله واليوم الاخر۔

(التوبة: ۱۷، ۱۸)

مشرکین کے لیے جائز نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مساجد تعمیر کریں درآں حالیکہ وہ اپنے کفر پر قائم ہوں۔ ان کے اعمال اکارت ہیں اور وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی مساجد تو صرف وہ لوگ تعمیر کر سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان لا چکے ہیں۔

تعمیر مساجد سے مراد، مسجد کا بنانا ہو یا مسجد کا آباد کرنا۔ قرآن کریم کی اس نص صریح نے کفار کے ہاتھوں اس کو ممنوع قرار دیدیا ہے۔ اور قرآن کریم کی نص صریح کے مقابلہ میں جب اخبار آحاد بھی مقبول نہیں ہوتیں تو اس کے خلاف ماو شما کی بات کب سنی جا سکتی ہے یا کسی عالم یا فقیہ کے قول میں اتنی قوت ہے جو قرآن مجید کی نص صریح کے مزاحم ہو سکے؟

دیکھئے مفسرین لکھتے ہیں:

فاقتضت الاية منع الكفار من دخول المساجد ومن بنائها وتولي مصالحها والقيام بها لانتظام اللفظ للامرين[1]

اس آیت کا مقتضیٰ یہ ہے کہ کفار کو مسجد میں داخل ہونے، مساجد کو بنانے، اس کے مصالح کا انتظام کرنے اور اس کا نگران بننے سے روک دیا جائے کیونکہ لفظ تعمیر ان دونوں باتوں کو شامل ہے۔

ليس للكافر ان يقدم على مرمة المساجد وانما لم يجز له ذلك لان المسجد موضع العبادة فيجب ان يكون معظما والكافر يهينه ولا يعظمه ايضا الكافر نجس في الحكم لقوله تعالى انما المشركون نجس وتطهير المساجد واجب لقوله تعالى ان طهرا بيتي للطائفين وايضا الكافر لا يحترز من النجاسات فدخوله في المسجد تلويث للمسجد وذلك قد يؤدي الى فساد عبادة المسلمين. وايضا اقدامه على مرمة

کافر کے لیے مسجد کی تعمیر کرنا جائز نہیں ہے اور یہ اس وجہ سے ہے کہ مسجد عبادت کی جگہ ہے پس مسجد کا معظم ہونا واجب ہے اور کافر مسجد کی توہین کرتا ہے اور اس کی تعظیم نہیں کرتا نیز کافر حکماً نجس ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے! مشرکین نجس ہیں اور مساجد کی پاکیزگی واجب ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے گھر کو طواف کرنے والوں کے لیے پاک کرو اور اس وجہ سے بھی کہ کافر نجاست سے نہیں بچتا۔ لہٰذا مسجد میں اس کے دخول سے مسجد ناپاک ہو گی اور اس سے مسلمانوں کی عبادت میں حرج ہو گا،

[1] علامہ ابو بکر جصاص متوفی ۳۷۰ھ، احکام القرآن ج ۳ ص ۸۸، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ۱۴۰۰ھ

المسجد یجری مجری الانعام علی المسلمین ولا یجوز ان یصیر الکافر صاحب المنة علی المسلمین[۱]

نیز کفار کی تعمیر مساجد سے مسلمانوں پر ان کا احسان ہو گا۔ اور کفار سے مسلمانوں پر احسان کرانا جائز نہیں ہے۔

اوجب الله علی المسلمین منعهم من ذلک لان المساجد انما تعمر لعبادة الله تعالیٰ وحده فمن کان کافرا بالله فلیس له ان یعمر مساجد الله[۲]

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر کفار کو تعمیر مساجد سے روکنا واجب کر دیا ہے۔ کیونکہ مساجد صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے تعمیر کی جاتی ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا منکر ہو اس کے لیے مساجد اللہ کی تعمیر جائز نہیں ہے۔

یجب علی المسلمین منعهم من ذلک لان مساجد الله انما یعمر لعبادة الله وحده فمن کان کافرا بالله فلیس من شانه ان یعمرها[۳]

مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ کفار کو تعمیر مساجد سے منع کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مساجد صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے بنائی جاتی ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا منکر ہو اس کو مساجد بنانے کا کوئی حق نہیں ہے۔

آئیے فقہاء اسلام کی عبارات ملاحظہ کریں!

اذا اوصی بما یکون قربة فی حقنا ولا یکون قربة فی معتقدهم کما اذا اوصی بالحج او بان یبنی مسجد للمسلمین او بان یسرج فی مساجد المسلمین و هذه الوصیة باطلة بالاجماع[۴]

جب ذمی اس چیز کے بارے میں وصیت کریں جو صرف ہمارے نزدیک عبادت ہے اور ان کے نزدیک عبادت نہیں ہے۔ مثلاً وہ حج کی وصیت کرے یا مسلمانوں کے لیے مسجد بنانے کی یا مساجد میں چراغ روشن کرنے کی تو یہ وصیت بالاجماع باطل ہے۔

لو جعل ذمی داره مسجدا للمسلمین و بناه کما بنی المسلمون و اذن لهم بالصلاة فیه ثم مات یصیر میراثا لورثته وهذا قول الکل کذا فی جواهر الاخلاطی[۵]

اگر کوئی ذمی اپنے گھر کو مسلمانوں کی مسجد کی طرح مسجد بنا دے اور انہیں اس میں نماز پڑھنے کی اجازت دیدے اور مر جائے تو وہ گھر اس کے ورثاء کو وراثت میں مل جائے گا۔ (یعنی مسجد نہیں بنے گا) یہ تمام فقہاء کا قول ہے: اسی طرح جواہر الاخلاطی میں ہے۔

ان وقف اهل الذمة لا یجوز الا اذا کان

اہل ذمہ کا وقف کرنا جائز نہیں ہے۔ الا یہ کہ وہ وقف

---

[۱] امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۴ ص ۳۰۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[۲] علامہ علی بن محمد خازن متوفی ۷۲۵ھ، تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۲۲ مطبوعہ دار الکتب العربیہ پشاور

[۳] قاضی ثناء اللہ پانی پتی متوفی ۱۲۲۵ھ، تفسیر مظہری ج ۴ ص ۴۶ مطبوعہ بلوچستان بک ڈپو کوئٹہ

[۴] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر فرغانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ ج ۴ ص ۴۶۔

ایضاً۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۶۱۰ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[۵] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۰۷ھ، عالمگیری ج ۲ ص ۳۵۳ مطبوعہ مطبعہ کبری امیریہ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ۔

قربة عندنا وعندهم حتی لو جعل داره مسجدًا للمسلمین لا یجوز۔[١]

ان کے اور ہمارے دونوں کے نزدیک عبادت ہو حتیٰ کہ اگر ذمی اپنے گھر کو مسلمانوں کیلئے مسجد بنادے تو وہ جائز نہیں ہے۔

حسب تصریح معتبرات مالِ ہنود کا تعمیر معابد خاصہ اہل اسلام میں صرف کرنا درست نہیں ہے بنائً علیہ صورۃ مسئولہ میں روپیہ ہنود کا بتحریک غیر خواہ بلا تحریک دین، لینا نہیں چاہیے۔[٢]

اگر ہم اپنی عبادت گاہوں کی تعمیر میں کفار کا احسان لینا نہیں چاہتے اگر ہم دین کی اہمیت اور کفار سے عداوت رکھتے ہیں۔ اگر ہم اسلام کا وقار قائم رکھنا چاہتے ہیں تو ہمیں کسی تامل اور جھجک کے بغیر تعمیر مسجد میں کفار کے چندہ کو رد کر دینا چاہیے۔ اور اگر کفار کسی مسجد کی تعمیر کریں تو اپنے ایمان کی قوت سے مزاحمت کریں خواہ اس معاملہ میں جان دے دیں مگر اسلام کی آن نہ جانے دیں۔

"هذا ما ذهب الیه نظری و للناس فیما یعشقون مذاهب"

بَابُ ١٨١ تَحْوِيلِ الْقِبْلَةِ مِنَ الْقُدُسِ إِلَى الْكَعْبَةِ

بیت المقدس سے بیت الحرام کی طرف قبلے کو تبدیل کرنا۔

١٠٦٣ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ نَا الْأَعْمَشُ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَيُّ الْمَسَاجِدِ وُضِعَ فِي الْأَرْضِ أَوَّلُ قَالَ الْمَسْجِدُ الْحَرَامُ قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ الْمَسْجِدُ الْأَقْصٰى قُلْتُ كَمْ بَيْنَهُمَا قَالَ أَرْبَعُونَ سَنَةً وَأَيْنَمَا أَدْرَكَتْكَ الصَّلٰوةُ فَصَلِّهِ فَهُوَ مَسْجِدٌ وَفِي حَدِيثِ أَبِي كَامِلٍ ثُمَّ حَيْثُمَا أَدْرَكَتْكَ الصَّلٰوةُ فَصَلِّهِ فَإِنَّهُ مَسْجِدٌ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! زمین پر سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی۔ آپ نے فرمایا "مسجد حرام" (کعبہ معظمہ) میں نے عرض کیا، اس کے بعد کون سی، آپ نے فرمایا "مسجد اقصیٰ" (بیت المقدس) میں نے عرض کیا ان دونوں کی تعمیر میں کتنا عرصہ ہے، آپ نے فرمایا چالیس سال کا۔ اور جہاں نماز کا وقت آجائے وہیں نماز پڑھ لو، وہی مسجد ہے۔

١٠٦٤ - حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ قَالَ أَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ قَالَ نَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ يَزِيدَ التَّيْمِيِّ قَالَ كُنْتُ أَقْرَأُ عَلٰى أَبِي الْقُرْآنَ فِي السُّدَّةِ فَإِذَا قَرَأْتُ السَّجْدَةَ سَجَدَ فَقُلْتُ لَهُ يَا أَبَتِ أَتَسْجُدُ فِي الطَّرِيقِ قَالَ إِنِّي سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ يَقُولُ سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَوَّلِ مَسْجِدٍ وُضِعَ فِي الْأَرْضِ قَالَ الْمَسْجِدُ

حضرت ابراہیم بن یزید تیمی بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے والد کو مسجد کے باہر سائبان میں قرآن سنایا کرتا تھا، جب میں سجدہ کی آیت تلاوت کرتا تو وہ سجدہ کر لیتے۔ میں نے عرض کیا اے باپ! کیا آپ راستہ ہی میں سجدہ کر لیتے ہیں، انہوں نے کہا میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے سنا ہے، وہ کہتے تھے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا زمین پر سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی۔ آپ نے فرمایا "مسجد حرام"۔ میں نے عرض کیا

---

[١] - علامہ ابن عابدین شامی متوفی ١٢٥٢ھ، تنقیح فتاوی الحامدیہ ج ١ ص ١١٩۔

ایضاً - منحۃ الخالق علی ہامش البحر الرائق (ج ٥ ص ١٨٩ مطبوعہ مصر)۔

[٢] - مولانا عبدالحی لکھنوی متوفی ١٣٠٤ھ، مجموعہ فتاوی عبدالحی ج ١ ص ٣٤٣، مطبوعہ مطبع یوسفی ہند ١٣٢٥ھ۔

الْحَرَامُ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ الْمَسْجِدُ الْاَقْصٰی قَالَ کَمْ بَیْنَهُمَا قَالَ اَرْبَعُوْنَ عَامًا ثُمَّ الْاَرْضُ لَكَ مَسْجِدٌ فَحَیْثُ مَا اَدْرَكَتْكَ الصَّلٰوةُ فَصَلِّ۔

پھر کونسی۔ آپ نے فرمایا "مسجد اقصیٰ"، میں نے عرض کیا۔ ان دونوں کے درمیان کتنا عرصہ ہے۔ آپ نے فرمایا چالیس سال کا۔ اور پھر ساری زمین تمہارے لیے مسجد ہے جہاں نماز کا وقت آئے وہیں نماز پڑھ لو۔"

تعمیر کعبہ کی تاریخ

کعبہ کی تعمیر سب سے پہلے فرشتوں[1] نے کی۔ پھر حضرت آدم[2] علیہ السلام نے پھر شیث[3] پھر حضرت ابراہیم[4] علیہ السلام۔ پھر عمالقہ[5] پھر جرہم[6] پھر قصی[7] پھر قریش[8] پھر عبداللہ بن الزبیر[9] پھر حجاج[10] نے اور آج تک وہی بنا قائم ہے[11]۔

علامہ حلبی لکھتے ہیں کہ کعبہ صرف تین مرتبہ بنایا گیا ہے۔ پہلے ابراہیم علیہ السلام نے، اس کے دو ہزار سات سو پچھتر سال بعد قریش نے، اور اس کے بیاسی سال بعد عبداللہ بن الزبیر نے اور حضرت آدم اور شیث کا بنانا صحیح نہیں ہے۔ (علیہما السلام) اور جرہم عمالقہ اور قصی نے صرف ترمیم کی تھی بنایا نہیں تھا[2]۔ لیکن علامہ حلبی کی یہ تحقیق قرآن کریم کی آیہ مبارکہ (ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا وھدی للعلمین ○ (آل عمران: ۹۶) اور متعدد روایات کے خلاف ہے کیونکہ اس تحقیق کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بناء ابراہیم (علیہ السلام) سے پہلے روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے کوئی گھر نہ تھا۔ نیز علامہ حلبی نے حجاج بن یوسف کی بناء کا بھی ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ اس کی بناء کے بارے میں دو رائیں نہیں ہیں اور کعبہ کی بناء آج تک حجاج کی تعمیر پر قائم ہے۔

کعبہ اور بیت المقدس کا درمیانی عرصہ

ایک مشہور سوال یہ ہے کہ کعبہ کی تعمیر حضرت ابراہیم نے کی اور بیت المقدس کی تعمیر حضرت سلیمان علیہ السلام نے کی (علیہما السلام) اور ان کے درمیان ہزار سال سے زیادہ کا عرصہ ہے پھر حدیث شریف میں جو کعبہ اور بیت المقدس کے درمیان چالیس سال کا ذکر کیا گیا ہے اس کی کیا توجیہ ہوگی؟ اس کے متعدد جوابات ہیں۔ (۱) بعض علماء نے کہا ہے کہ کعبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا اور بیت المقدس، یعقوب بن اسحاق علیہما السلام نے بنایا اور ان کے درمیان چالیس سال ہی کا عرصہ ہے اور حضرت سلیمان نے بیت المقدس کی تاسیس نہیں تجدید کی تھی۔ (۲) امام بلقینی نے جواب دیا کہ ان دونوں کی تعمیر سے مراد ان کے لیے زمین کو مسطح کرنا ہے۔ پہلے کعبہ کی زمین مسطح کی گئی اور اس کے چالیس سال بعد بیت المقدس کی زمین مسطح کی گئی (۳) اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے کعبہ کو بنانے کے چالیس سال بعد بیت المقدس کو بنایا[3]۔ (۴) علامہ ابن جوزی نے کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے کعبہ بنانے کے چالیس سال بعد ان کی اولاد میں سے کسی نے بیت المقدس کو بنایا[4]۔ (۵) نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں کہ کعبہ کو سب سے پہلے فرشتوں نے بنایا اور کعبہ بنانے کے چالیس سال بعد فرشتوں نے بیت المقدس بنایا اور حضرت ابراہیم اور حضرت سلیمان (علیہما السلام) کعبہ اور بیت المقدس کے بانی اور مؤسس نہیں نشاۃ ثانیہ اور تکمیل جدید کرنے والے ہیں[5]۔

---

[1] علامہ سید محمد آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی جز ۴ ص ۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

[2] علامہ علی بن برہان الدین حلبی متوفی ۱۰۴۴ھ انسان العیون ج ۱ ص ۲۷۹ مطبوعہ مصطفی البابی واولادہٗ مصر ۱۳۸۴ھ

[3] " " " ج ۱ ص ۲۴۹

[4] علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، المرقات ج ۲ ص ۲۲۹، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۲ھ

[5] نواب صدیق حسن خان بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ، فتح البیان ج ۴ ص ۱۱ مطبوعہ مطبع کبری امیریہ بولاق مصر ۱۳۰۱ھ

تمام روئے زمین کے مسجد ہونے کی وضاحت

حدیث شریف میں روئے زمین پر ہر جگہ نماز پڑھنے کی جو اجازت دی گئی ہے اس عموم سے وہ جگہیں شرعاً مستثنیٰ ہیں جہاں نماز پڑھنے سے شارع علیہ السلام نے منع کر دیا ہے مثلاً قبرستان، حمام، مذبح، شارع عام، اونٹوں کی جگہ اور وہ جگہ جہاں نجاست ہو۔

۱۰۶۵۔ حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ اَنَا ھُشَیْمٌ عَنْ سَیَّارٍ عَنْ یَزِیْدَ الْفَقِیْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُعْطِیْتُ خَمْسًا لَمْ یُعْطَھُنَّ اَحَدٌ قَبْلِیْ کَانَ کُلُّ نَبِیٍّ یُبْعَثُ اِلٰی قَوْمِہٖ خَاصَّۃً وَبُعِثْتُ اِلٰی کُلِّ اَحْمَرَ وَاَسْوَدَ وَاُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَائِمُ وَلَمْ تَحِلَّ لِاَحَدٍ قَبْلِیْ وَجُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ طَیِّبَۃً طَھُوْرًا وَّمَسْجِدًا فَاَیُّمَا رَجُلٍ اَدْرَکَتْہُ الصَّلٰوۃُ صَلّٰی حَیْثُ کَانَ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ بَیْنَ یَدَیْ مَسِیْرَۃِ شَھْرٍ وَّاُعْطِیْتُ الشَّفَاعَۃَ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں۔ پچھلے ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں ہر سرخ و سیاہ (مشرقی اور مغربی قوموں) کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔ پچھلے کسی نبی کے لیے مال غنیمت حلال نہیں ہوتا تھا وہ صرف میرے لیے حلال کر دیا گیا ہے اور صرف میرے لیے تمام روئے زمین مطہر اور مسجد بنا دی گئی لہٰذا جو شخص جس جگہ بھی نماز کا وقت پالے وہاں نماز پڑھ سکتا ہے۔ اور میری ایسے رعب سے مدد کی گئی جو (لوگوں پر) ایک ماہ کی مسافت سے طاری ہو جاتا ہے، اور مجھی کو شفاعت عطا کی گئی۔

۱۰۶۶۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ قَالَ نَا سَیَّارٌ قَالَ نَا یَزِیْدُ الْفَقِیْرُ قَالَ اَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فَذَکَرَ نَحْوَہٗ۔

امام مسلم کہتے ہیں کہ اسی مضمون کی ایک روایت حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی منقول ہے۔

شفاعت

اللہ تعالیٰ اپنے فضل عمیم سے روز حشر اپنے گنہگار بندوں کو بخش دیگا ——— بندے اسی کے مجرم ہیں ——— وہی بخشنے والا ہے ——— اس بخشش میں اس پر کسی کا اجارہ نہیں۔ کسی کا زور نہیں۔ وہی تنہا اس مغفرت اور کرم گستری کا مالک ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے مقبول اور مقرب بندوں کی عزت اور وجاہت دکھلانے کے لیے اپنے محبوب اور پسندیدہ بندوں کی شان ظاہر کرنے کے لیے، اپنے عباد خواص کی خصوصیت جتلانے کے لیے ان کو روز حشر یہ اعزاز بخشے گا یہ مقام عطا فرمائے گا، انھیں اجازت دے گا۔ اذن مرحمت فرمائے گا کہ وہ اس کے گنہگار بندوں کی شفاعت کریں اور اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے ان کی شفاعت قبول فرما کر بے حساب گنہگاروں کو بخش دے گا۔

شفاعت کا لغوی معنی

شفاعت کا لفظ شفع سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے:

"شفع" وھی مشتقۃ من الزیادۃ لان الشفیع یضم المبیع الی ملک فیشفعہ لہ کانہ کان واحدا وترا فصار زوجا شفعا والشافع ھو الجاعل الوتر شفعا[1]۔

شفع کا معنی ملانا اور زیادتی ہے کیونکہ شفعہ کرنیوالا، مبیع کو اپنی ملک کے ساتھ ضم کرتا ہے گویا کہ وہ ایک اور طاق کو، دو اور جفت کرتا ہے اور شافع وہ شخص ہے جو طاق

[1] علامہ محمد بن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۲ ص ۴۸۵ مؤسسۃ اسماعیلیان ایران، ۱۳۶۴ھ

کو جفت کرنیوالا ہے۔

(نماز کے دوگانہ کو بھی شفعہ کہتے ہیں کیونکہ اس میں بھی ایک رکعت کو دوسری رکعت کے ساتھ ملایا جاتا ہے۔ اسی طرح شفاعت میں بھی مجرم اپنی شفاعت کے لیے کسی مقبول بارگاہ الوہیت کو اپنے ساتھ ملاتا ہے)

الشفاعۃ: السوال فی التجاوز عن الذنوب و الجرائم بینہم[1]

شفاعت :۔ آپس میں جرائم اور معاصی سے درگذر کرنے کی درخواست ہے۔

شفاعت: سفارش کرنا یہ لفظ بہت سی حدیثوں میں وارد ہے اور یہ عام ہے خواہ دنیا کے کاموں میں ہو یا آخرت کے امور میں اور اس کے معنی یہ ہیں کہ دوسرے کسی کے گناہوں اور قصوروں کی معافی چاہنا۔[2]

شفاعت کا اصطلاحی معنی

معصیت کبیرہ میں تخفیف عذاب یا بالکلیہ اسقاط عذاب یا صغائر کی معافی یا جب نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں تو دخول جنت یا درجات کی بلندی کے لیے کوئی مقبول بارگاہ صمدیت اللہ تعالیٰ کے حضور، اس کی اجازت سے یا اس کی عطا کردہ وجاہت اور محبوبیت کی بنیاد پر کسی شخص کی شفاعت کرے۔

اہل قبلہ کے شفاعت میں نظریات

خوارج: شفاعت کے مطلقاً قائل نہیں۔

معتزلہ: صغائر کی مغفرت اور رفع درجات کے لیے شفاعت کے قائل ہیں، معصیت کبیرہ کے لیے شفاعت کے قائل نہیں ہیں۔

وہابیہ: دنیا میں طلب شفاعت کے قائل نہیں ہیں۔

دیابنہ: آخرت میں شفاعت بالاذن کے قائل ہیں (صغائر و کبائر کی بخشش اور رفع درجات وغیرہ کے لیے) شفاعت بالوجاہت اور شفاعت بالمحبت کے قائل نہیں۔

اہل سنت: دنیا اور آخرت میں صغائر اور کبائر کی مغفرت اور تخفیف عذاب اور بعض کفار کے لیے تخفیف عذاب اور رفع درجات ہر قسم کی شفاعت کے قائل ہیں خواہ یہ شفاعت بالاذن ہو، بالوجاہت ہو یا بالمحبت ہو۔

خوارج کے شبہ کا ازالہ

قرآن کریم میں ہے:

ما للظلمین من حمیم ولا شفیع یطاع۔ (غافر: ۱۸)

ظالمین کا کوئی دوست اور مددگار ہے نہ ایسا شفاعت کرنے والا جس کی شفاعت قبول ہو۔

جواب: یہاں ظالمین سے مراد مشرکین ہیں کیونکہ قرآن کریم میں ظلم سے مراد شرک بھی لیا گیا ہے۔

ان الشرک لظلم عظیم (لقمان: ۱۳)

سب سے بڑا ظلم "شرک" ہے۔

معتزلہ کے شبہ کا ازالہ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

---

[1] علامہ محمد بن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۲ ص ۴۸۵ مطبوعہ مؤسسہ مطبوعاتی اسماعیلیان ایران ۱۳۶۴ھ

ایضاً شیخ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ، مجمع بحار الانوار ج ۲ ص ۲۰۰ مطبوعہ نولکشور ہند

[2] شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۳۸، لغات الحدیث ج ۳ ص ۹۷ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

ولا یقبل منها شفاعۃ (البقرۃ: ۴۸) روز حشر کسی شخص کی کوئی شفاعت قبول نہیں ہوگی۔

جواب:۔ اولاً اس آیت میں شفاعت کی مطلقاً نفی کی گئی ہے اور یہ عموم تمہیں معتزلہ کے لیے بھی مضر ہے کیونکہ صغائر کی مغفرت اور رفع درجات کے لیے وہ بھی شفاعت مانتے ہیں۔ ثانیاً یہ آیت بنی اسرائیل کے کفار کے بارے میں وارد ہے جیسا کہ سیاق و سباق سے ظاہر ہے اور عموم الفاظ کے مقابلہ میں خصوصیت مورد کا اس وقت اعتبار نہیں ہوتا جبکہ وہ دوسرے دلائل سے ثابت نہ ہو۔ ثالثاً یہاں اس شفاعت کی نفی ہے جو اذن الٰہی کے بغیر ہو۔ رابعاً: دنیا میں بعض اوقات اور بعض احوال میں شفاعت کی نفی ہے۔ خامساً: آخرت کے بعض احوال میں شفاعت کی نفی ہے۔

بعض مخالفین کے شبہ کا ازالہ

وہابیہ دنیا میں طلب شفاعت کے قائل نہیں ہیں اور ہم نے اس کی مکمل اور مبسوط بحث تاریخ نجد و حجاز میں کر دی ہے (دیکھئے تاریخ نجد و حجاز ص ۹۰)۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ شفاعت بالمحبت کا معنی ہے "اگر اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی شفاعت قبول نہ کرے تو اُسے رنج ہوگا"۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف ہے (تقویت الایمان ملخصاً)

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو جو مقامات عطا فرمائے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اپنے محبوب کی شفاعت کو قبول کرتا ہے۔ اس کی درخواست کو مان لیتا ہے۔ اگر قبول نہ کرے، نہ مانے تو اس کو کوئی رنج نہیں ہوتا۔ لیکن نہ ماننا، نہ قبول کرنا اس مقام محبت کے خلاف ہے جو اس نے اس محبوب کو عطا کیا ہے۔ خود فرماتا ہے کہ جب میں اپنے بندہ کو محبوب بنا لیتا ہوں تو...

لئن سألنی لاعطینہ[1] جب وہ (محبوب) مجھ سے سوال کرے تو میں ضرور بالضرور دیتا ہوں۔ اسی طرح بعض علماء کہتے ہیں کہ شفاعت بالوجاہت کا معنی ہے: "اگر اللہ تعالیٰ اپنے کسی وجیہ بندہ کی شفاعت نہ قبول کرے تو اسے نقصان کا خوف اور خطرہ ہے (تقویت الایمان ملخصاً)

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے مکرم بندہ کو یہ عزت اور وجاہت دی ہے کہ وہ اس کی درخواست کو شرف قبولیت عطا فرماتا ہے۔ اگر وہ اس درخواست کو قبول نہ کرے، نہ مانے تو اس کو کوئی خوف ہے نہ کسی نقصان کا خطرہ ہے لیکن اس عبد وجیہ کی بات نہ ماننا اس عزت اور وجاہت کے خلاف ہے جو اس نے اپنے مقبول اور مکرم بندہ کو عنایت فرمائی ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

انبیاء علیہم السلام کی حضور الوہیت میں وجاہت

حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

سلام علی نوح فی العالمین ۝ انا کذلک نجزی المحسنین ۝ انہ من عبادنا المؤمنین ۝ (الصافات: ۷۹ تا ۸۱)

سلام ہو نوح پر تمام جہانوں میں، لاریب ہم نیکو کاروں کو یونہی جزا دیتے ہیں، بلاشبہ وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل الایمان بندوں میں سے ہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے:

وادخلناہ فی رحمتنا انہ من

ہم نے (لوط) کو اپنی رحمت میں داخل کر لیا، لاریب وہ

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۶۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، ۱۳۸۱ھ

الصالحین۔ (انبیآء ۷۲)

صالحین میں سے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں:

واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا۔
(النسآء ۱۲۵)

اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو خلیل بنالیا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں:

واذکر فی الکتاب اسماعیل انہ کان صادق الوعد
(مریم ۵۴)

اور کتاب میں اسماعیل کا ذکر کیجئے، لاریب وہ صادق الوعد تھے۔

حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے میں:

واذکر فی الکتاب ادریس انہ کان صدیقا نبیا۔
(مریم: ۵۶)

اور کتاب میں ادریس کا ذکر کیجئے، بلاشبہ وہ بہت سچے نبی تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں:

وکان عند اللہ وجیھا۔
(احزاب: ۶۹)

اور (موسیٰ) اللہ تعالیٰ کے نزدیک صاحب عزت و وجاہت تھے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں:

ووھبنا لداؤد سلیمان نعم العبد انہ اواب۔
(ص: ۳۰)

اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیا۔ وہ کیا ہی خوب بندے تھے جو اللہ تعالیٰ کی طرف بکثرت رجوع کرنے والے تھے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کے بارے میں:

نعم العبد انہ اواب
(ص: ۴۴)

کیا ہی خوب بندے ہیں، بکثرت رجوع کرنے والے

حضرت ابراہیم، اسحٰق اور یعقوب علیہم السلام کے بارے میں:

WWW.NAFSEISLAM.COM

وانھم عندنا لمن المصطفین الاخیار۔
(ص: ۴۷)

یہ ہمارے نزدیک بہترین، پسندیدہ اور برگزیدہ ہیں

حضرت اسماعیل، الیسع اور ذوالکفل کے بارے میں:

واذکر اسماعیل والیسع وذا الکفل کل من الاخیار۔ (ص: ۴۸)

اسماعیل، یسع اور ذوالکفل کا ذکر کیجئے۔ یہ سب بہترین ہیں۔

حضرت عیسیٰ کے بارے میں:

وجیھا فی الدنیا والآخرۃ۔
(آل عمران ۴۵)

(عیسیٰ بن مریم) دنیا اور آخرت میں صاحب عزت اور وجاہت ہیں۔

تمام نبیوں کے بارے میں:

ووهبنا له اسحٰق ويعقوب كلا هدينا
ونوحا هدينا من قبل ومن ذريته داود و
سليمان و ايوب و يوسف وموسٰى وهارون
وكذلك نجزي المحسنين ۝ وزكريا ويحيى
وعيسٰى والياس كل من الصالحين ۝ واسماعيل
واليسع ويونس ولوطا وكلا فضلنا على العلمين ۝
ومن ابائهم وذريتهم واخوانهم و
اجتبيناهم وهديناهم الى صراط
مستقيم - (الانعام : ۸۵ تا ۸۸)

اور ہم نے (ابراہیم کو) اسحاق اور یعقوب عطا کیے اور سب کو ہدایت دی۔ اور اس سے پہلے نوح کو ہدایت دی۔ اور اس کی اولاد سے، داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون کو ہدایت دی۔ اور ہم اسی طرح نیکوکاروں کو جزا دیتے ہیں۔ اور زکریا، یحییٰ، عیسیٰ اور الیاس۔ سب صالحین سے ہیں۔ اور اسماعیل، یسع، یونس اور لوط۔ اور ہم نے (ان) سب کو تمام جہانوں پر فضیلت دی۔ اور ان کے آباؤ، اولاد اور اخوان کو ہم نے پسندیدہ قرار دیا اور ہم نے ان کو صراط مستقیم کی ہدایت دی۔

ان الله اصطفٰى ادم ونوحا وال ابرٰهيم
وال عمران على العالمين.
(آل عمران: ۳۳)

لاریب اللہ تعالیٰ نے آدم کو، نوح کو، آل ابراہیم کو اور آل عمران کو تمام جہانوں پر فضیلت دی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضور الوہیت میں وجاہت قرآن سے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(۱) وما ارسلناك الا رحمة للعالمين. (انبیاء: ۱۰۷)

اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے۔

(۲) ما كان الله ليعذبهم وانت فيهم. (انفال: ۳۳)

اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ کفار پر عذاب نازل کرے درآں حالیکہ آپ ان کے درمیان ہوں۔

(۳) فلنولينك قبلة ترضها. (بقرہ: ۱۴۴)

ہم آپ کا قبلہ وہی بنا دیں گے جس پر آپ راضی ہیں۔

(۴) فسبح واطراف النهار لعلك ترضٰى. (طٰہٰ: ۱۳۰)

آپ دن کے اطراف میں نماز پڑھیے تاکہ آپ (اللہ سے) راضی ہوں۔

(۵) ولسوف يعطيك ربك فترضٰى. (ضحیٰ: ۵)

آپ کا رب آپ کو عنقریب اس قدر دیگا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

(۶) عسٰى ان يبعثك ربك مقاما محمودا. (اسراء: ۷۹)

اللہ تعالیٰ آپ کو عنقریب مقام محمود پر فائز فرمائیگا۔

(۷) الذي يراك حين تقوم وتقلبك في الساجدين. (شعراء: ۲۱۹)

وہ جو آپ کو دیکھتا رہتا ہے خواہ آپ قیام میں ہوں یا سجدہ کرنے والوں میں پلٹ رہے ہوں۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

(۸۱) والذین یؤذون رسول اللہ لھم عذاب الیم۔ (التوبۃ: ۶۱)

اور جو لوگ رسول اللہ کو اذیت پہنچاتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجاہت احادیث سے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بارگاہ رسالت میں عرض کرتی ہیں:

(۱) ما اری ربک الا یسارع فی ھواک۔[1]

میں یہی خیال کرتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی رضا جوئی میں بہت جلدی کرتا ہے۔

(۲) انا سید ولد آدم یوم القیامۃ ولا فخر وبیدی لواء الحمد ولا فخر۔[2]

قیامت کے دن تمام اولاد آدم کا سردار میں ہوں گا اور مجھے اس پر فخر نہیں، حمد کا جھنڈا میرے ہی ہاتھ میں ہوگا اور اس پر فخر نہیں۔

(۳) وانا مبشرھم اذا ایسوا۔[3]

روز حشر جب تمام لوگ نا امید ہو جائیں گے تو ان کو بشارت کی نوید، میں سناؤں گا۔

(۴) وما من نبی یومئذ آدم فمن سواہ الا تحت لوائی۔[4]

آدم سمیت تمام انبیاء، قیامت کے دن میرے ہی جھنڈے تلے ہوں گے۔

(۵) الا وانا حبیب اللہ ولا فخر وانا حامل لواء الحمد یوم القیامۃ ولا فخر۔[5]

سنو! میں اللہ کا محبوب ہوں اور فخر نہیں، قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور فخر نہیں۔

(۶) انا اول شفیع فی الجنۃ لم یصدق نبی من الانبیاء ما صدقت۔[6]

سب سے پہلے جنت کی شفاعت میں کروں گا، کسی نبی کی اس قدر تصدیق نہیں کی گئی جس قدر میری تصدیق کی گئی ہے۔

(۷) اذا کان یوم القیامۃ کنت امام النبیین وخطیبھم وصاحب شفاعتھم۔[7]

قیامت کے دن تمام نبیوں کا امام میں ہوں گا، انہیں خطبہ دوں گا ان کی شفاعت میں کروں گا اور فخر نہیں کرتا۔

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۰۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۴۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۳۱۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۲۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[5] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ　جامع ترمذی ص ۵۱۹، مطبوعہ نور محمد کراچی

[6] ؍؍　؍؍　جامع ترمذی ص ۵۲۰　؍؍

[7] ؍؍　؍؍　جامع ترمذی ص ۵۲۰　؍؍

[8] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ　صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[9] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ　جامع ترمذی ص ۵۲۰ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[10] امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ　سنن ابن ماجہ ص ۳۲۰ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

(۸) انا اول من یحرک حلق الجنۃ فیفتح اللہ لی[1]

سب سے پہلے جنت کا دروازہ میں کھٹکھٹاؤں گا اور اللہ تعالیٰ اسے میرے لیے کھول دیگا۔

(۹) انا اکرم الاولین والاٰخرین ولا فخر[2]

حشر کے دن تمام اولین اور آخرین میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرم، میں ہوں گا اور فخر نہیں

(۱۰) انا قائد المرسلین ولا فخر[3]

میں تمام رسولوں کا قائد ہوں اور فخر نہیں۔

تمام انبیاء علیہم السلام کی وجاہت قرآن کریم کی متعدد آیات سے ظاہر ہو چکی ہے۔ اور بالخصوص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجاہت اور محبوبیت متعدد آیات اور احادیث شریفہ سے ثابت ہو چکی ہے۔ اور صحیح بخاری کے حوالہ سے پہلے گذر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کا سوال ضرور ضرور پورا فرماتا ہے۔ ان دلائل کی بنیاد پر اہل سنت کہتے ہیں کہ شفاعت کی عمومی اجازت کے علاوہ انبیاء علیہم السلام بالعموم اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بالخصوص اپنی وجاہت اور محبوبیت کی بناء پر شفاعت فرمائینگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجاہت پر ہم نے تاریخ نجد و حجاز میں بھی مفصلاً گفتگو کی ہے۔

شفاعت پر قرآن کریم سے دلائل

انبیاء علیہم السلام شفاعت کرتے ہیں:

حضرت نوح علیہ السلام۔

(۱) رب اغفرلی ولوالدی ولمن دخل بیتی مؤمنا۔ (نوح: ۲۸)

اے میرے رب! میری، میرے والدین کی اور جو مومن میرے گھر میں داخل ہوں ان کی مغفرت فرما۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام۔

(۲) ربنا اغفرلی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب۔ (ابراہیم: ۴۱)

اے ہمارے رب! روز حشر میری، میرے والدین کی اور تمام مومنوں کی مغفرت فرما۔

(۳) ساستغفر لک ربی انہ کان بی حفیا۔ (مریم: ۴۷)

میں عنقریب اپنے رب سے تیری شفاعت کروں گا، وہ مجھ پر مہربان ہے۔

(۴) الا قول ابراھیم لابیہ لاستغفرن لک۔ (ممتحنہ: ۴)

مگر ابراہیم کا قول اپنے باپ کیلئے کہ میں تیری شفاعت کروں گا۔

(۵) من تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانک غفور رحیم۔ (ابراہیم: ۳۶)

جو میرا پیروکار ہے، وہ میرا ہے، اور جس نے میرے کہنے پر عمل نہیں کیا تو اس کے لیے تو بخشنے والا اور مہربان ہے۔

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ — جامع ترمذی ص ۵۲۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] 〃 〃 〃 〃 — جامع ترمذی ص ۵۲۰ 〃 〃 〃

[3] امام ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی متوفی ۲۵۵ھ — مسند دارمی ص ۱۶ مطبوعہ مطبع نظامی کانپور ۱۲۹۳ھ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام۔

(۶) رب اغفر لی ولاخی وادخلنا فی رحمتك۔ (الاعراف: ۱۵۱)

اے میرے رب! مجھے اور میرے بھائی کو معاف فرما۔ اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل کر دے۔

حضرت یوسف علیہ السلام۔

(۷) سوف استغفر لکم ربی انه هو الغفور الرحیم۔ (یوسف: ۹۸)

میں عنقریب اپنے رب سے تمہاری شفاعت کروں گا۔ اور بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(۸) لا تثریب علیکم الیوم یغفر الله لکم۔ (یوسف: ۹۲)

آج تم پر کوئی ملامت نہیں اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔

(۹) ان تعذبهم فانهم عبادك وان تغفرلهم فانك انت العزیز الحکیم۔ (مائدہ: ۱۱۸)

اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں۔ اور اگر تو ان کو بخش دے تو تو غالب اور حکمت والا ہے۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۱۰) ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحیما۔ (نساء: ۶۴)

اگر یہ لوگ گناہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو آپ کی بارگاہ میں حاضری دیں اپنے گناہوں پر اللہ تعالیٰ سے توبہ کریں اور آپ ان کی شفاعت کر دیں تو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

(۱۱) واستغفر لذنبك وللمؤمنین والمؤمنات۔ (محمد: ۱۹)

اپنے (بظاہر) خلاف اولیٰ کاموں اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لیے مغفرت طلب کیجئے۔

(۱۲) فاعف عنهم واستغفر لهم۔ (آلِ عمران: ۱۵۹)

ان کو معاف کر دیجئے اور ان کے لیے شفاعت کیجئے۔

(۱۳) واستغفر لهم الله۔ (النور: ۶۲)

صحابہ کے لیے اللہ تعالیٰ سے شفاعت کیجئے۔

(۱۴) واستغفر لهن الله۔ (ممتحنہ: ۱۲)

صحابیات کے لیے اللہ تعالیٰ سے شفاعت کیجئے۔

یوسف علیہ السلام کے بھائی شفاعت طلب کرتے ہیں۔

(۱۵) قالوا یاابانا استغفر لنا ذنوبنا انا کنا خطئین۔ (یوسف: ۹۷)

انھوں نے کہا: اے ہمارے باپ ہمارے گناہوں پر مغفرت طلب کیجئے بے شک ہم خطا کار ہیں۔

شفاعت کی تلقین، ترغیب اور شفاعت کا اذن:

(۱۶) من ذا الذی یشفع عنده الا باذنه۔ (بقرہ: ۲۵۵)

اللہ تعالیٰ کے حضور اس کی اجازت کے بغیر کون شفاعت کر سکتا ہے۔

(۱۷) ما من شفیع الا من بعد اذنه۔

اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی شفاعت کرنے والا

WWW.NAFSEISLAM.COM

(یونس: ۳۰)

(۱۸) لا یملکون الشفاعۃ الا من اتخذ عند الرحمٰن عھدا۔ (مریم: ۸۷)

نہیں ہے۔
اللہ تعالیٰ کے حضور شفاعت وہی کر سکے گا جس نے اللہ تعالیٰ سے شفاعت کا عہد لیا ہے۔

(۱۹) یومئذ لا تنفع الشفاعۃ الا من اذن لہ الرحمٰن۔ (طٰہٰ: ۱۰۹)

روز حشر اسی کی شفاعت نفع دیگی جس کو اللہ تعالیٰ نے اجازت دے دی ہے۔

(۲۰) ولا تنفع الشفاعۃ عندہ الا لمن اذن لہ۔ (سبا: ۲۳)

شفاعت اسی کے لیے نفع بخش ہوگی جسے اللہ تعالیٰ اجازت دے گا۔

(۲۱) من یشفع شفاعۃ حسنۃ یکن لہ نصیب منھا۔ (نساء: ۸۵)

جو شخص نیکی کی شفاعت کرے گا اس کو شفاعت پر اجر ملے گا۔

صالحین کی شفاعت مومنین کے لیے۔

(۲۲) ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان۔ (حشر: ۱۰)

اے ہمارے رب! ہماری مغفرت فرما۔ اور ہم سے پہلے گزرے ہوئے مسلمان بھائیوں کی۔

فرشتوں کی شفاعت۔

(۲۳) الذین یحملون العرش ومن حولہ یسبحون بحمد ربھم ویستغفرون للذین اٰمنوا۔ (غافر: ۷)

وہ فرشتے جو عرش الٰہی کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے ارد گرد ہیں وہ اپنے رب کی حمد اور تسبیح کرتے ہیں اور مسلمانوں کے لیے بخشش طلب کرتے ہیں۔

(۲۴) یوم یقوم الروح والملٰئکۃ صفا لا یتکلمون الا من اذن لہ الرحمٰن وقال صوابا۔ (نبا: ۳۸)

جس دن جبریل اور عام فرشتے صف باندھے کھڑے ہوں گے اس دن اللہ تعالیٰ کے حضور وہی بات کر سکے گا جس کو اللہ تعالیٰ اجازت دے گا، اور وہ صحیح بات کرے گا۔

(۲۵) ولا یشفعون الا لمن ارتضی۔ (انبیاء: ۲۸)

اور فرشتے اسی کی شفاعت کریں گے جس کی شفاعت پر اللہ تعالیٰ راضی ہو گا

(۲۶) فاغفر للذین تابوا واتبعوا سبیلک وقھم عذاب الجحیم (مؤمن: ۷)

اے اللہ! ان لوگوں کو معاف کر جنھوں نے توبہ کی اور تیری راہ پر چلے اور ان کو جہنم کے عذاب سے بچا۔

(۲۷) ربنا وادخلھم جنات عدن التی وعدتھم ومن صلح من اٰبائھم وازواجھم وذریاتھم انک انت العزیز الحکیم۔ (مومن: ۸)

اے ہمارے رب! مسلمانوں کو دائمی جنت میں داخل فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور جو ان کے آباء، ازواج اور اولاد میں سے صالح ہوں۔ ان کو بھی جنت میں داخل فرما۔ لاریب تو غالب اور حکمت والا ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

(۲۸) وقھم السیئات ط ومن تق السیئات یومئذ فقد رحمتہ ط وذلک ھو الفوز العظیم۔
(مؤمن : ۹)

اے اللہ! ان لوگوں کو گناہوں کے عذاب سے بچا اور جس شخص کو تو نے اس دن گناہوں کے عذاب سے بچا لیا اس پر تو نے رحم کیا اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

کفار کا شفاعت سے محروم ہونا، شفاعت کا ان کے لیے نفع آور نہ ہونا اور ان کا کوئی مددگار نہ ہونا اور اس محرومی پر ان کی حسرت (اگر مسلمانوں کو بھی کسی کی نصرت اور شفاعت حاصل نہ ہو تو کفار کے لیے یہ محرومی باعث حسرت نہ ہوگی کیونکہ وہ دیکھیں گے کہ مسلمان بھی اس محرومی میں ان کے ساتھ ہیں)۔

(۲۹) فما تنفعھم شفاعۃ الشافعین۔
(مدثر : ۴۸)

کفار کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت نفع نہ دیگی

(۳۰) فھل لنا من شفعاء فیشفعوا لنا۔
(اعراف : ۵۳)

تو کیا ہماری شفاعت کرنے والے کوئی ہیں؟

(۳۱) فھل لنا من شافعین۔
(شعراء : ۱۰۰)

کیا ہمارے لیے شفاعت کرنے والے ہیں؟

(۳۲) لیس لھم من دونہ ولی ولا شفیع۔
(انعام : ۵۱)

اللہ سے ہٹ کر کفار کا کوئی مددگار ہے نہ کوئی شفاعت کرنے والا۔

(۳۳) ما للظلمین من حمیم ولا شفیع یطاع۔
(غافر : ۱۸)

کفار کے لیے کوئی ایسا مددگار اور شفاعت کرنیوالا نہیں ہوگا جس کی بات مانی جائے۔

(۳۴) ولم یکن لھم من شرکائھم شفعاء۔
(روم : ۱۳)

اور ان کے شریکوں میں سے کوئی ان کا شفاعت کرنے والا نہیں ہوگا۔

(۳۵) ولا یملک الذین یدعون من دونہ الشفاعۃ الا من شھد بالحق۔
(زخرف : ۸۶)

جن (بتوں) کی یہ اللہ کے سوا عبادت کرتے ہیں وہ شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے البتہ جو حق کی شہادت دیتے ہیں (انھیں شفاعت کا اختیار دیا گیا ہے۔)

(۳۶) اھلکناھم فلا ناصر لھم۔
(محمد : ۱۳)

ہم نے کفار کو ہلاک کر دیا! ان کا کوئی مددگار نہیں!!

(۳۷) فما لہ من قوۃ ولا ناصر۔
(طارق : ۱۰)

اس کے لیے کوئی طاقت ہے نہ مددگار!

(۳۸) وما لھم من ناصرین۔
(آل عمران : ۲۲)

ان کا کوئی مددگار نہیں۔

(۳۹) فاعذبھم عذابا شدیدا فی الدنیا والاخرۃ وما لھم من ناصرین۔ (آل عمران : ۵۶)

اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا اور آخرت میں سخت عذاب دیا ان کا کوئی مددگار نہیں!

(۴۰) اولئک لھم عذاب الیم و ما لھم من ناصرین۔ (آل عمران: ۹۱)

ان کے لیے دردناک عذاب ہے اور ان کا کوئی مددگار نہیں۔

(۴۱) فان اللہ لا یھدی من یضل و ما لھم من ناصرین۔ (نحل: ۳۷)

اللہ تعالیٰ گمراہوں کو ہدایت نہیں دیتا اور ان کا کوئی مددگار نہیں۔!

(۴۲) وماواکم النار و ما لکم من ناصرین (عنکبوت: ۲۵)

تمہارا ٹھکانا جہنم ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔

(۴۳) و ما لکم من نصرین ۔ (جاثیہ: ۳۴)

اور تمہارا کوئی مددگار نہیں

(۴۴) و ما للظالمین من انصار ۔ (آلِ عمران: ۱۹۲)

ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

(۴۵) وما للظلمین من انصار ۔ (مائدہ: ۷۲)

اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

(۴۶) و ما لھم فی الارض من ولی ولا نصیر۔ (توبہ: ۷۴)

زمین میں ان کا کوئی حامی ہے نہ مددگار۔

(۴۷) وما للظالمین من نصیر۔ (حج: ۷۱)

ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

(۴۸) و ما للظلمین من نصیر۔ (فاطر: ۳۷)

ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

(۴۹) ولن تجد لھم نصیرا ۔ (نساء: ۱۴۵)

تم منافقوں کا کوئی مددگار ہرگز نہ پاؤ گے۔

(۵۰) لا یجدون ولیا ولا نصیرا ۔ (احزاب: ۱۷)

یہ لوگ حامی پائیں گے نہ مددگار

(۵۱) ثم لا یجدون ولیا ولا نصیرا ۔ (فتح: ۲۲)

پھر وہ کوئی حامی اور مددگار نہیں پائیں گے۔

شفاعت پر احادیث سے دلائل

(۱) فاذا رایتہ وقعت ساجدا فیدعنی ما شاء اللہ ان یدعنی ثم یقال لی ارفع راسک قل تعطہ وقل تسمع واشفع تشفع فارفع راسی فاحمد ربی بتحمید یعلمنی ثم اشفع فیحد لی حدا ثم اخرجھم من النار وادخلھم الجنۃ ثم اعود فاقع ساجدا مثلہ فی الثالثۃ او الرابعۃ حتی ما بقی فی النار الا من حبسہ القرآن وکان قتادۃ یقول عند ھذا ای وجب

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز دیکھوں گا۔ اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے سجدہ میں رکھے گا۔ پھر مجھ سے کہا جائیگا "اپنا سر اٹھاؤ، مانگو ملے گا، شفاعت کرو، قبول ہوگی"۔ پھر میں اپنے رب کی وہ حمد کروں گا جو اللہ تعالیٰ مجھے اس وقت تعلیم دے گا۔ پھر میں شفاعت کروں گا پھر میرے لیے ایک حد مقرر کی جائے گی پھر میں گنہگاروں کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دوں گا۔ پھر میں دوبارہ سجدہ کروں گا اور پھر شفاعت کرونگا (تین یا چار بار)

عليهم الخلود [۱]

حتیٰ کہ جہنم میں صرف وہ لوگ رہ جائیں گے جن کو قرآن نے روک لیا ہے۔ قتادہ کہتے تھے یعنی جن پر جہنم کا دوام واجب ہو چکا ہے۔

(۲) اسعد الناس بشفاعتي يوم القيامة من قال لا اله الا الله خالصا من قلبه [۲]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قیامت کے دن میری شفاعت حاصل کرنے میں سب سے زیادہ کامیاب شخص وہ ہوگا جس نے خلوص دل سے کلمہ پڑھا۔"

(۳) عن جابر بن عبد الله ان النبي صلى الله عليه وسلم قال اعطيت خمسا لم يعطهن احد قبلي نصرت بالرعب مسيرة شهر وجعلت لي الارض مسجدا وطهورا فايما رجل من امتي ادركته الصلوة فليصل واحلت لي المغانم ولم تحل لاحد قبلي واعطيت الشفاعة وكان النبي يبعث الى قومه خاصة وبعثت الى الناس عامة [۳]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئیں ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔ ایک ماہ کی مسافت کے رعب سے میری مدد کی گئی۔ تمام روئے زمین کو میرے لیے مسجد اور جائے تیمم بنا دیا لہٰذا میری امت سے جو شخص نماز کا وقت پائے نماز پڑھے اور میرے لیے مال غنیمت حلال کر دیا گیا جو مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہ تھا۔ مجھے شفاعت عطا کی گئی۔ پہلے نبی ایک خاص قوم کی طرف مبعوث ہوتے تھے اور مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا۔

(۴) عن انس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انا اول الناس من يشفع في الجنة [۴]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں لوگوں میں سب سے پہلے جنت کی شفاعت کروں گا۔

(۵) عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لكل نبي دعوة مستجابة فتعجل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کی ایک دعا ضرور قبول ہوتی

---

۱ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ — صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۷۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ
۲ امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ — صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۰۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ
۲ امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ — ابن ماجہ ص ۳۲۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
۳ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ — صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ
۳ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ — صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ
۳ امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ — صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۹۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ
۴ " " " " " " — صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۲
۵ " " " " " " — صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۳

كل نبى دعوته وانى اختبأت دعوتى شفاعة لامتى يوم القيامة فهى نائلة ان شاء الله من مات من امتى لا يشرك بالله شيئا۔ [1]

ہے اور ہر ایک نے اس دعا کو دنیا میں خرچ کر لیا اور میں نے اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے بچاکر رکھا ہے اور یہ ان شاء اللہ میری اُمت کے ہر اس فرد کو حاصل ہوگی جو شرک سے پاک رہے گا۔

(۶) عن عبد الله بن عمرو بن العاص ان النبى صلى الله عليه وسلم تلا قول الله تعالىٰ فى ابراهيم عليه السلام رب انهن اضللن كثيرًا من الناس فمن تبعنى فانه منى الاية وقال عيسىٰ عليه السلام ان تعذبهم فانهم عبادك وان تغفر لهم فانك انت العزيز الحكيم فرفع يديه وقال اللهم امتى امتى وبكى فقال الله يا جبرائيل اذهب الى محمد وربك اعلم فسئله ما يبكيك فاتاه جبرائيل عليه السلام فسئله فاخبره رسول الله صلى الله عليه وسلم بما قال وهو اعلم فقال الله تعالىٰ يا جبرائيل اذهب الى محمد فقل انا سنرضيك فى امتك ولا نسوءك۔ [2]

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم میں ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول تلاوت فرمایا: رب انهن اضللن اور عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول تلاوت فرمایا: اے اللہ! اگر تو انھیں عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انھیں بخش دے تو، تو غالب اور حکیم ہے پھر آپ نے ہاتھ بلند کیے اور فرمایا: "اے اللہ! میری اُمت، میری اُمت" پھر آپ پر گریہ طاری ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبرائیل! محمد کے پاس جاؤ اور پوچھو (حالانکہ وہ خوب جانتا ہے) "کیوں روتے ہو" پھر جبرائیل آپ کے پاس آئے اور آپ سے دریافت کیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں خبر دی پھر جبرائیل نے جاکر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا حالانکہ وہ خوب جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور فرمایا جاکر کہو "ہم تم کو تمہاری امت کے بارے میں راضی کر دیں گے اور رنجیدہ نہیں ہونے دیں گے۔"

WWW.NAFSEISLAM.COM

علامہ نووی متوفی ۶۷۶ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

وهذا الحديث موافق لقول الله عز وجل ولسوف يعطيك ربك فترضى واما قوله تعالىٰ ولا نسوءك فقال صاحب التحرير هو تاكيد للمعنى اى لا يحزنك لان الارضاء قد يحصل فى حق البعض بالعفو عنهم ويدخل

یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے فرمان ولسوف يعطيك ربك فترضى کے موافق ہے۔ رہا اللہ تعالیٰ کا قول ولا نسوءك (ہم آپ کو رنجیدہ ہونے نہیں دیں گے) اس کی شرح میں صاحب تحریر کہتے ہیں کہ یہ تاکید ہے کیونکہ راضی کرنے کا معنی یوں بھی ہو سکتا ہے کہ بعض کی مغفرت کر دیں اور بعض کو عذاب دیں۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہم آپ

[1] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

[2] " " " " " "

البانی النار، فقال تعالیٰ نرضیک ولا ندخل علیک حزنا بل ننجی الجمیع۔

واللہ اعلم ۱

(۷) عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکر عندہ عمہ ابوطالب فقال لعلہ تنفعہ شفاعتی یوم القیمۃ ۲

(۸) عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شفاعتی لاھل الکبائر من امتی۔ ۳

(۹) عن ابی امامۃ یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول وعدنی ربی ان یدخل الجنۃ من امتی سبعین الفا لا حساب علیھم ولا عذاب مع کل الف سبعون الفا وثلث حثیات من حثیات ربی۔ ۴

(۱۰) عن عبد اللہ بن شقیق قال کنت مع رھط بایلیاء فقال رجل منھم سمعت

کو راضی کریں گے اور رنجیدہ ہونے نہیں دیں گے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم تمام گنہگاروں کو نجات دے دیں گے۔
واللہ اعلم۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ کے چچا ابو طالب کا ذکر کیا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن میری شفاعت سے اس کو فائدہ پہنچے گا۔ (عذاب میں تخفیف ہوگی)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنی امت کے گناہ کبیرہ کرنے والوں کی شفاعت کروں گا۔

حضرت ابی امامہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمالیا ہے کہ میری امت سے ستر ہزار (افراد) کو جنت میں عذاب وحساب کے بغیر داخل کر دے گا اور ان میں سے ہر ہزار کے ساتھ مزید ستر ہزار کو داخل کرے گا۔ نیز اللہ تعالیٰ اپنی مٹھیوں میں سے تین مٹھیاں بھی جنت میں ڈال دے گا۔

حضرت عبد اللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں میں نے ایلیاء میں ایک شخص سے سنا وہ کہتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ

---

۱ ابوزکریا یحیی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح النواوی علی ہامش المسلم ج ۱ ص ۱۱۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ۔

۲ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۷۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ۔

۲ امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ۔

۳ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۳۵۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۳ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۹۶ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ

۴ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۳۵۱ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

۴ " " " " جامع ترمذی ص ۳۵۱

WWW.NAFSEISLAM.COM

رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول يدخل الجنة بشفاعة رجل من امتي اكثر من بني تميم[1]

علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سے ایک شخص (اویس قرنی یا عثمان) کی شفاعت کے سبب سے بنو تمیم کے افراد سے زیادہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔

(۱۱) عن ابي سعيد ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان من امتي من يشفع للفئام من الناس ومنهم من يشفع للقبيلة ومنهم من يشفع للعصبة ومنهم من يشفع للرجل حتى يدخلوا الجنة[2]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سے کچھ لوگ ایک گروہ کی شفاعت کریں گے کچھ ایک قبیلہ کی کچھ ایک جماعت کی اور کچھ ایک شخص کی حتیٰ کہ وہ سب جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

(۱۲) عن عوف بن مالك الاشجعي قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اتاني آت من عند ربي فخيرني بين ان يدخل نصف امتي الجنة وبين الشفاعة فاخترت الشفاعة وهي لمن مات لا يشرك بالله شيئا[3]

حضرت عوف بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے پاس اللہ کا پیغام آیا اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا کہ اللہ میری آدھی امت کو جنت میں داخل کر دے یا میں شفاعت کروں۔ میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا اور یہ شفاعت ہر اس مسلمان کو حاصل ہوگی جو شرک پر نہیں مرے گا۔

(۱۳) عن ابن عباس انه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من كان له فرطان من امتي ادخله الله بهما الجنة فقالت له عائشة فمن كان له فرط من امتك قال ومن كان له فرط يا موفقة قالت فمن لم يكن له فرط من امتك قال فانا فرط امتي لن يصابوا بمثلي[4]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے جس شخص کے دو پیش رو (فوت شدہ دو کمسن بچے) ہوں۔ وہ اس شخص کو جنت میں لے جائیں گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا آپ کی امت میں سے جس شخص کا ایک پیش رو ہو؟ فرمایا: اے صاحبہ خیرات! اس کو وہ ایک پیش رو ہی لے جائیگا۔ عرض کیا جس کا کوئی پیش رو نہ ہو؟ فرمایا "جس کا کوئی نہیں ہوگا۔ اس کا "میں" ہوں گا" کیونکہ میری امت کو میری جدائی سے بڑھ کر کسی کی جدائی کی تکلیف نہیں پہنچی۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ۔ جامع ترمذی ص ۳۵۱ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[2] 〃 〃 〃 〃 〃

[3] 〃 〃 〃 〃 〃

[3] امام محمد بن یزید بن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ۔ سنن ابن ماجہ ص ۳۱۹ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ۔ جامع ترمذی ص ۱۷۲ 〃

(۱۴) عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص انہ سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول ثم صلوا علی فانہ من صلی علی صلوٰۃ صلی اللہ علیہ بہا عشرا ثم سلوا اللہ لی الوسیلۃ فانہا منزلۃ فی الجنۃ لا تنبغی الا لعبد من عباد اللہ وارجوا ان اکون انا ھو فمن سال لی الوسیلۃ حلت علیہ الشفاعۃ [۱]

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم مؤذن سے اذان سنو تو وہ کلمات دہراؤ پھر مجھ پر درود شریف پڑھو، کیونکہ جو مجھ پر ایک صلوٰۃ بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس صلوات نازل فرماتا ہے۔ پھر میرے لیے وسیلہ (مقام رفیع) کی دعا کرو، کیونکہ وہ جنت میں ایک مرتبہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے صرف ایک بندہ کو ملیگا۔ اور مجھے اُمید ہے کہ وہ بندہ میں ہوں گا۔ جس شخص نے میرے لیے وسیلہ کی دعا کی اس پر میری شفاعت واجب ہو گئی۔

(۱۵) عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من زار قبری وجبت لہ شفاعتی [۲]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے میری قبر کی زیارت کی اس کے حق میں میری شفاعت واجب ہو گئی۔

(۱۶) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من زارنی بعد موتی فکانما زارنی وانا حی ومن زارنی کنت لہ شھیدا وشفیعا یوم القیامۃ [۳]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے میرے وصال کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے میری حیات میں میری زیارت کی اور جس نے میری زیارت کی روز قیامت میں اس کے حق میں گواہی دوں گا اور اس کی شفاعت کروں گا۔

(۱۷) عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من زارنی بالمدینۃ کنت لہ شفیعا وشھیدا یوم القیامۃ [۴]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے مدینہ میں میری زیارت کی میں روز قیامت اس کے حق میں شہادت دوں گا اور اس کی شفاعت کروں گا۔

www.nafseislam.com

---

[۱] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج القشیری المتوفی ۲۶۱ ھ - صحیح مسلم ج ۱، ص ۱۶۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ ھ۔

[۱] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ ھ - جامع ترمذی ص ۵۲۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[۲] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ ھ - سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۷۸ - مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

[۳] علامہ علی بن احمد سمہودی متوفی ۹۱۱ ھ - وفاء الوفاء ج ۲، ص ۱۳۴۵ - مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

[۴] ایضاً 〃 〃 وفاء الوفاء ج ۲ ص ۱۳۴۵ 〃 〃 〃 ۱۳۷۴ ھ

(۱۸) من قبل ظفری ابهامیه عند سماع اشهد ان محمدا رسول الله فی الاذان انا قائده ومدخله فی صفوف الجنة [۱]

جو شخص اذان میں "اشهد ان محمدا رسول الله" سن کر انگوٹھوں کے ناخنوں کو چومے گا میں اس کی قیادت کروں گا اور اسے جنت کی صفوں میں داخل کروں گا۔

(۱۹) عن ابن عباس رضی الله عنهما قال! قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انا اول شافع واول مشفع یوم القیمة ولا فخر [۲]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سب سے پہلے شفاعت میں کروں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی اور اس پر فخر نہیں۔

(۲۰) عن ابی بن کعب قال: قال النبی صلی الله علیه وسلم اذا کان یوم القیمة کنت امام النبیین وخطیبهم وصاحب شفاعتهم غیر فخر [۳]

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قیامت کا دن قائم ہوگا تو تمام نبیوں کا امام "میں" ہونگا، خطبہ دینے والا "میں" ہونگا، شفاعت کرنے والا "میں" ہونگا اور اس پر فخر نہیں۔

(۲۱) انا اول شفیع فی الجنة۔

سب سے پہلے جنت میں داخلہ کی شفاعت میں کروں گا

(۲۲) عن عثمان بن عفان قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یشفع یوم القیمة ثلثة الانبیاء ثم العلماء ثم الشهداء [۴]

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن تین گروہ شفاعت کریں گے، انبیاء، علماء پھر شہداء۔

(۲۳) عن ابی الدرداء قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان طالب العلم یستغفر له من فی السماء والارض حتی الحیتان فی الماء [۵]

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طالب علم کے لیے آسمان و زمین کی تمام مخلوق حتیٰ کہ پانی میں مچھلیاں بھی مغفرت طلب کرتی ہیں۔

---

[۱] علامہ ابو منصور شہردار بن شیرویہ دیلمی متوفی ۵۵۸ھ۔ مسند الفردوس بحوالہ رد المحتار ج ۱ ص ۳۷۰، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[۲] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ۔ صحیح مسلم ج ۲، ص ۲۷۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

ایضا امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ۔ جامع ترمذی ص ۵۲ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

ایضا امام محمد بن یزید بن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ۔ سنن ابن ماجہ ص ۳۱۹، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[۳] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ۔ جامع ترمذی ص ۵۲۰۔ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

ایضا امام محمد بن یزید بن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ۔ سنن ابن ماجہ ص ۳۲۰ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[۴] امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۳۲۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[۵] امام محمد بن یزید بن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ۔ سنن ابن ماجہ ص ۲۰، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

(۲۴) عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قرأ القرآن وحفظہ ادخلہ الجنۃ وشفعہ فی عشرۃ من اھل بیتہ کلھم قد استوجب النار۔ ؎1

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے قرآن پڑھا اور اس کو حفظ کر لیا اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کر دے گا اور اس کو اس کے خاندان کے ان دس افراد کے لیے شفاعت کرنے والا بنا دے گا جن کے لیے جہنم واجب ہو چکا ہوگا۔

(۲۵) عن ابی الدرداء قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انہ یستغفر للعالم من فی السمٰوٰت ومن فی الارض حتی الحیتان فی الماء۔ ؎2

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عالم کے لیے تمام اہل آسمان و زمین حتیٰ کہ پانی کی مچھلیاں بھی شفاعت کرتی ہیں۔

---

(۲۶) عن علی قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان السقط لیراغم ربہ اذا ادخل ابویہ النار فیقال ایھا السقط المراغم ربہ ادخل ابویک الجنۃ فیجرھما بسررہ حتی یدخلھما الجنۃ۔ ؎3

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ناتمام بچہ (مثلاً ۵ ماہ یا ۶ ماہ کا ساقط بچہ) جب اپنے ماں باپ کو جہنم میں جاتے ہوئے دیکھے گا تو اللہ تعالیٰ سے جھگڑا کرے گا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے جھگڑالو جا اپنے ماں باپ کو جنت میں داخل کر دے۔ وہ اپنے ماں باپ کو اپنی ناف سے باندھ کر گھسیٹ کے جنت میں لے جائے گا۔

(۲۷) اول من اشفع لہ من امتی اھل بیتی ثم الاقرب فالاقرب من قریش ثم الانصار ثم من امن بی واتبعنی من الیمن ثم سائر العرب ثم الاعاجم۔ ؎4

اپنی امت میں میں سب سے پہلے جس کی شفاعت کروں گا وہ میرے اہل بیت ہیں۔ اقرب فاقرب۔ پھر انصار پھر یمن کے مومنین پھر باقی عرب اور تمام عجم کے مومنین

(۲۸) اول من اشفع لہ من امتی من اھل المدینۃ ثم اھل مکۃ ثم اھل الطائف۔ ؎5

اپنی امت میں میں سب سے پہلے اہل مدینہ کی شفاعت کروں گا پھر اہل مکہ کی پھر اہل طائف کی۔

؎1 امام محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ۔ سنن ابن ماجہ، ص ۱۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

؎2 " " " " سنن ابن ماجہ ص ۲۱

؎3 " " " " سنن ابن ماجہ ص ۱۱۵

؎4 سنن دار قطنی وطبرانی بحوالہ الصواعق المحرقہ ص ۱۶۰ مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ مصر ۱۳۸۵ھ

؎5 بزار وطبرانی بحوالہ الصواعق المحرقہ ج ۲ ص ۱۷۹ مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ مصر ۱۳۸۵ھ

(۲۹) عن عمران بن حصین عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یخرج من النار قوم بشفاعۃ محمد فیدخلون الجنۃ فیسمون الجھنمیین۔[۱]

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: آپ نے فرمایا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شفاعت سے ایک قوم جہنم سے نکل کر جنت میں داخل ہو جائیگی اور ان کا نام جہنمی ہوگا۔

(۳۰) عن انس بن مالک قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیاتی خیر لکم ینزل علی الوحی من السماء فاخبرکم بما یحل لکم وما یحرم علیکم وموتی خیر لکم تعرض علی اعمالکم کل خمیس فما کان من حسن حمدت اللہ علیہ وما کان من ذنب استوھب اللہ ذنوبکم۔[۲]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری زندگی میں بھی تمہارے لیے خیر ہے کیونکہ مجھ پر آسمان سے وحی اترتی ہے اور میں تم کو حلال اور حرام کی خبر دیتا ہوں اور میری وفات میں بھی تمہارے لیے خیر ہے کیونکہ ہر جمعرات کو تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں۔ اچھے اعمال پر میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں اور تمہارے گناہوں پر میں اللہ تعالیٰ سے تمہاری مغفرت کی شفاعت کرتا ہوں۔

(۳۱) عن عائشۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما من میت تصلی علیہ امۃ من المسلمین یبلغون مائۃ کلھم یشفعون لہ الا شفعوا فیہ۔[۳]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی نماز جنازہ میں سو مسلمان شریک ہوں اور اس کی شفاعت کریں تو ان کی شفاعت ضرور قبول کی جاتی ہے۔

(۳۲) عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما قال انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما من رجل مسلم یموت فیقوم علی جنازتہ اربعون رجلا لا یشرکون باللہ شیئا الا شفعھم اللہ فیہ۔[۴]

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا جو مسلمان شخص فوت ہو جائے اور اس کے جنازہ میں چالیس مسلمان شریک ہوں اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں کی اس شخص کے حق میں شفاعت قبول فرماتا ہے۔

(۳۳) عن ابی امامۃ الباھلی قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اقرءوا

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن پڑھو وہ اپنے

---

۱ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری متوفی ۲۵۶ ھ۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۷۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ ھ

۲ علامہ ابن جوزی الوفا باحوال المصطفیٰ ص ۸۱۰ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱۳۹۷ ھ

۳ امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ ھ۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۰۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ ھ

۴ امام ابو الحسین مسلم بن حجاج نیشاپوری متوفی ۲۶۱ ھ۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۰۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ

.....

القرآن فانہ یأتی یوم القیمۃ شفیعا لاصحابہ[۱]

(۳۴) اخرج الطبرانی (فی الاوسط) والحاکم و صححہ والبیہقی عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للانبیاء منابر من ذہب فیجلسون علیہا و یبقی منبری لا اجلس علیہ قائما بین یدی ربی منتصبا مخافۃ ان یبعث بی الی الجنۃ وتبقی امتی بعدی فاقول یا رب امتی امتی فیقول اللہ یا محمد وما ترید ان اصنع بامتک فاقول یا رب عجل حسابہم فما ازال اشفع حتی اعطی صکا کا قد بعث بہم الی النار وحتی ان مالکا خازن النار یقول یا محمد ما ترکت لغضب ربک فی امتک من بقیۃ[۲]

(۳۵) عن ابن عمر یقول ان الناس یصیرون یوم القیامۃ جثی کل امۃ تتبع نبیہا یقولون یا فلان اشفع یا فلان اشفع حتی تنتہی الشفاعۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذلک یوم یبعثہ اللہ المقام المحمود[۳]

(۳۶) عن ابی سعید الخدری انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ذکر عندہ عمہ ابو طالب فقال لعلہ تنفعہ شفاعتی یوم القیمۃ الحدیث[۴]

پڑھنے والوں کی قیامت کے دن شفاعت کرے گا۔

طبرانی، حاکم اور بیہقی نے اپنی اپنی اسانید کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے اور حاکم نے اس سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روز حشر انبیاء علیہم السلام کے لیے سونے کے منبر ہوں گے جن پر وہ رونق افروز ہوں گے اور میں اپنے منبر پر نہیں بیٹھوں گا اپنے رب کے سامنے اس خوف سے کھڑا رہوں گا کہ مبادا مجھے جنت میں بھیج دیا جائے اور میری امت رہ جائے۔ میں اپنے رب سے عرض کروں گا "امتی، امتی"۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا "اے محمد! بتاؤ میں تمہاری امت کے لیے کیا کروں؟" میں عرض کروں گا اے رب! ان کو جلد حساب سے فارغ کر حتیٰ کہ جن لوگوں کو جہنم روانہ کیا جارہا ہے میں ان کو جنت کا پروانہ دے دوں۔ پھر جہنم کا داروغہ "مالک" کہے گا: "اے محمد! تم نے اپنی امت پر اپنے رب کے غضب کے لیے کچھ بھی نہیں چھوڑا۔"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے روز لوگ گروہ در گروہ اپنے اپنے نبیوں کو تلاش کریں گے اور کہیں گے کہ "اے نبی! شفاعت کیجئے!" حتیٰ کہ شفاعت کی تلاش نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگی اور یہ وہ دن ہے جب اللہ تعالیٰ آپ کو "مقام محمود" پر فائز فرمائیگا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ کے چچا ابو طالب کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا "قیامت کے دن میری شفاعت اس کو فائدہ پہنچائے گی۔"

WWW.NAFSEISLAM.COM

---

[۱] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج نیشا پوری متوفی ۲۶۱ ھ۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۷۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ ھ۔

[۲] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ۔ خصائص کبری ج ۲ ص ۲۲۱ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد۔

[۳] امام ابو عبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ ھ۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۸۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ ھ

[۴] ایضاً صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۷۱ " " "

(۳۷) اخرج احمد والطبرانی (فی الاوسط) والحاکم والبیہقی وابو نعیم عن ام حبیبۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اریت ما یلقی امتی من بعدی وسفک بعضھم دماء بعض وکان ذٰلک سابقا من اللہ فسألتہ ان یولینی شفاعۃ فیھم یوم القیامۃ ففعل [۱]

امام احمد، طبرانی، حاکم، بیہقی اور ابو نعیم نے اپنی اپنی اسانید کے ساتھ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد میری امت جن گناہوں میں مبتلا ہو گی اور جو آپس میں خون ریزیاں کریگی وہ سب مجھے خواب میں دکھا دیے گئے اور یہ قضاء الٰہی ہے پھر میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ قیامت کے دن مجھے ان کی شفاعت عطا فرمانا تو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول کر لی۔

(۳۸) اخرج ابن ابی شیبۃ وابو یعلی بسند صحیح عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سالت ربی اللاھین من ذریۃ البشر ان لا یعذبھم فاعطانیھم قال ابن عبد اللہ ھم الاطفال لان اعمالھم کاللھو واللعب عن غیر قصد ولا عن مرض [۲]

ابن ابی شیبہ اور ابو یعلیٰ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ انسانوں کے بچے جو کھیل کود میں گناہ کر بیٹھتے ہیں انکو عذاب نہ دے تو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول کر لی۔ ابن عبد اللہ نے کہا ان اعمال سے مراد وہ اعمال ہیں جو بغیر ارادہ اور قصد کے کیے جاتے ہیں۔

(۳۹) عن ابی موسی الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیرت بین الشفاعۃ وبین ان یدخل نصف امتی الجنۃ فاخترت الشفاعۃ لانھا اعم واکفی ترونھا للمتقین لا ولکنھا للمذنبین الخطائین المتلوثین [۳]

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے آدھی امت کو جنت میں داخل کرنے اور شفاعت کے درمیان اختیار دیا گیا تو میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا کیونکہ وہ زیادہ عام اور کافی ہے، تمہارا خیال ہے وہ نیکو کاروں کے لیے ہے؟ نہیں! وہ گناہ گاروں اور خطا کاروں کے لیے ہے۔

(۴۰) اخرج البزار والطبرانی (فی الاوسط) عن علی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اشفع لامتی حتی ینادینی ربی ارضیت یا محمد فاقول ای رب رضیت [۴]

بزار اور طبرانی نے اپنی اپنی اسانید کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں اپنی امت کے لیے شفاعت کرتا رہونگا حتیٰ کہ میرا رب فرمائیگا، اے محمد! کیا تم راضی ہو گئے؟ میں کہوں گا، ہاں میرے رب! میں راضی ہو گیا!!"

---

[۱] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۲۳، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد۔
[۲] ایضاً ″ ایضاً ″
[۳] محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ ھ، سنن ابن ماجہ ص ۳۲۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
[۴] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ ھ، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۲۳ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد۔

اقسام شفاعت

۱ شفاعت عامہ کبریٰ (تاکہ اللہ تعالیٰ حساب لینا شروع کر دے)
۲ انبیاء علیہم السلام کے لیے خصوصی شفاعت۔
۳ اہل بیت کے لیے حضور کی خصوصی شفاعت۔
۴ قریش کے لیے۔
۵ انصار کے لیے
۶ اہل مدینہ کے لیے
۷ اہل مکہ کے لیے
۸ اہل طائف کے لیے
۹ اہل یمن کے لیے
۱۰ عرب و عجم کے لیے
۱۱ زائرین مدینہ کے لیے
۱۲ زائرین قبر انور کے لیے
۱۳ اذان سن کر وسیلہ کی دعا مانگنے والوں کے لیے
۱۴ اذان میں نام اقدس سن کر انگوٹھے چومنے والوں کیلئے
۱۵ زندگی میں راتوں کو رو رو کر امت کی شفاعت
۱۶ قبر انور میں گناہ گاروں کے گناہ دیکھ کر شفاعت
۱۷ جس دعا کو خرچ نہیں کیا اس دعا سے شفاعت
۱۸ حساب و کتاب کے بغیر دخول جنت کے لیے شفاعت
۱۹ گناہوں کے بدلہ میں نیکیاں دلوانے کے لیے۔۔ (فرقان: ۷۰)
۲۰ جہنم سے گناہ گاروں کو نکال کر جنت میں داخل کرانے کے لیے۔
۲۱ بعض کفار کے عذاب میں تخفیف کے لیے
۲۲ جنت کا دروازہ کھلوانے کے لیے
۲۳ سب سے پہلی شفاعت
۲۴ محبت کی بنیاد پر
۲۵ وجاہت کی بنیاد پر
۲۶ جس کا کوئی نہ ہو اس کے لیے شفاعت
۲۷ جن کے دلوں میں رائی کے برابر ایمان ہو ان کے لیے شفاعت۔
۲۸ تعجیل حساب کے لیے
۲۹ جنت کا پروانہ دلوانے کے لیے۔
۳۰ اطفال مومنین کے لیے
۳۱ اطفال مشرکین کے لیے
۳۲ جب تک چاہیں شفاعت
۳۳ وہ شفاعت جو مسترد نہیں ہوگی

(یہ شفاعت کی وہ اقسام ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مختص ہیں اور یہی اعطیت الشفاعۃ کا مقتضیٰ ہے۔ ان کے دلائل بیان کر دیے گئے ہیں اس کے بعد ہم عمومی شفاعت کی اقسام بالتبع ذکر کر رہے ہیں اور ان کے دلائل بھی ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔)

۳۴ انبیاء، علماء، شہداء، حفاظ صلحاء اور تمام اہل ارض و سماء کی شفاعت
۳۵ نماز جنازہ میں شرکاء کی
۳۶ قرآن مجید کی
۳۷ حضرت عثمان اور اویس قرنی کی
۳۸ صغیر بچوں کی
۳۹ ناتمام بچوں کی
۴۰ حاملین عرش اور عام ملائکہ کی
۴۱ شفاعت محبت
۴۲ شفاعت وجاہت

۴۳	اذن سے	۴۶	جنکی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں انکے لیے دخول جنت کی
۴۴	حکم سے	۴۷	تخفیف عذاب کے لیے
۴۵	اللہ تعالیٰ پر ناز کی بنیاد پر لڑ جھگڑ کر دخول جنت کے لیے شفاعت	۴۸	اسقاط عذاب کے لیے
		۴۹	رفع درجات کے لیے

نظریہ کفّارہ مسیح اور شفاعت میں فرق

بعض لوگ کہتے ہیں نظریہ شفاعت اور نظریہ کفّارۂ مسیح ایک جیسے ہیں۔ جس طرح عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے (العیاذ باللہ) صلیب پر چڑھ کر تمام انسانوں کے گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا اور اب عذاب کے خوف سے کسی گناہ سے بچنے کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح مسلمانوں کا نظریہ شفاعت ہے کہ بیشک نیکیاں چھوڑ دو اور پیٹ بھر کر برائیاں کرو۔ قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بخشش ہو جائیگی۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ نظریہ شفاعت فرقہ مرجیہ کی تائید کرتا ہے کیونکہ وہ بھی کہتے ہیں ایمان لانے کے بعد کوئی گناہ ضرر نہیں دیتا۔ کیوں کہ شفاعت سے بخشش تو بہر حال ہو جائے گی پھر کس بنیاد پر گناہوں سے بچنے کا خوف اور نیکیاں کرنے کا شوق پیدا ہو گا۔؟

اس سوال کا جواب یہ ہے: قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لا تقنطوا من رحمة الله ان الله يغفر الذنوب جميعا۔ (زمر: ۵۳)	اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخش دے گا۔
وان ربك لذو مغفرة للناس على ظلمهم۔ (رعد: ۶)	بلا ریب آپ کا رب لوگوں کو عین حالت گناہ میں بخش دے گا۔

اگر قرآن کریم کی دیگر آیات سے صرف نظر کر لیا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ نہ کفارہ مسیح کی ضرورت ہے نہ شفاعت کی۔ اللہ تعالیٰ ویسے ہی تمام گناہ بخش دیگا پھر کیا ضرورت ہے کسی برائی سے رکنے کی اور کسی اچھائی کے کرنے کی۔

قرآن کریم میں بعض گناہوں پر جہنم میں داخل کرنے اور عذاب دینے کا ذکر ہے مثلاً نماز نہ پڑھنے والوں پر۔۔۔ (مدثر: ۴۳) مسکینوں کو نہ کھلانے پر (مدثر: ۴۴) نماز میں سستی کرنے پر (الماعون: ۵) معمولی چیز دینے سے منع کرنے پر (الماعون: ۷) زکوٰۃ نہ دینے والوں پر (توبہ: ۳۵) یتیم کا مال ناحق کھانے والوں پر (نساء: ۱۰) ناحق قتل کرنے والوں پر (فرقان: ۶۸) زنا کاروں پر (فرقان: ۶۸) سود خوروں پر (بقرہ: ۲۷۵) ڈاکہ زنی پر۔ (مائدہ: ۳۳)

ان آیات کے حوالوں سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت اور عموم مغفرت کے باوجود ان گناہوں پر بعض گنہگاروں کو عذاب ہو گا اور دوسری آیات مغفرت سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض گنہگاروں کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت محضہ یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر مقربین کی شفاعت سے بخش دے گا پھر بخشش کی کئی صورتیں ہیں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کچھ عذاب بھگتنے کے بعد بخشش ہو یا اصل عذاب میں کمی کر دی جائے یا بالکل معاف کر دیا جائے۔ کیا ہو گا؟ یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ بہر حال ہم نہیں جانتے کہ ہمارا شمار کس گروہ میں ہو گا اس لیے ہر آن اور ہر لحظہ ہمیں ڈرتے رہنا چاہیے۔ ارتکاب

معصیت کے وقت عذاب الٰہی کے خوف کو دل میں جگہ دے کر معصیت سے باز رہیں اور اگر خدانخواستہ شامت نفس سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو پھر آریہ سماج کی طرح مایوس نہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کے فضل، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر مقربین الٰہی کی شفاعت سے بخشش کے امیدوار رہیں۔

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ سرکار رسالت مآب کی بارگاہ میں ایک نعت عرض کرتے ہیں جس کو سن کر روئے مبارک پر خوشی کے آثار ظاہر ہوئے اس نعت کا آخری شعر ہے۔

وکن لی شفیعا یوم لا ذو شفاعۃ
سواک بمغن عن سواد بن قارب

یارسول اللہ جس دن آپ کی شفاعت کے سوا کسی کی شفاعت میرے کام نہیں آئے گی اس دن آپ میری شفاعت کر دیں۔

استشفاع

(آنسوؤں کی زبان، ہو میری ترجماں)

یارسول اللہ! آپ کا گناہ گار، سیاہ کار امتی جو آپ کے سامنے سر تو کیا نظر بھی نہیں اٹھا سکتا جس کا سر شرمندگی سے پست اور آنکھیں ندامت سے نیچی ہیں۔ یارسول اللہ! اس گناہ گار کی سرحشر نہ صرف گناہوں کی بخشش کرا دیں بلکہ گناہوں کے بدلہ میں نیکیاں دلا دیں اور بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل کرا دیں ——

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را! ——

۱۰۶۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ رِبْعِيٍّ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فُضِّلْنَا عَلَى النَّاسِ بِثَلَاثٍ جُعِلَتْ صُفُوفُنَا كَصُفُوفِ الْمَلَائِكَةِ وَجُعِلَتْ لَنَا الْأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدًا وَجُعِلَتْ تُرْبَتُهَا لَنَا طَهُورًا إِذَا لَمْ نَجِدِ الْمَاءَ وَذَكَرَ خَصْلَةً أُخْرَى۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیں اور انسانوں پر تین وجہ سے فضیلت دی گئی ہے۔ ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح بنا دی گئیں، ہمارے لیے تمام روئے زمین مسجد بنا دی گئی اور اس کی مٹی پانی نہ ملنے کے وقت ہمارے لیے پاک کرنے والی بنا دی گئی (راوی نے) ایک اور خصوصیت کا ذکر بھی کیا۔ (وہ خصوصیت سورہ بقرہ کی آخری آیات ہیں)۔

۱۰۶۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ أَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ سَعْدِ بْنِ طَارِقٍ قَالَ حَدَّثَنِي رِبْعِيُّ بْنُ حِرَاشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

امام مسلم کہتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور سند کے ساتھ ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۰۶۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالُوا نَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے چھ وجوہ سے اور انبیاء کرام پر فضیلت دی گئی ہے۔ مجھے جوامع کلم عطا کیے گئے۔ میرا رعب طاری کر کے مدد کی گئی۔ میرے لیے مال غنیمت کو

بِسِتٍّ أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَأُحِلَّتْ لِيَ الْمَغَانِمُ وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ طَهُورًا وَمَسْجِدًا وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّونَ ۔

حلال کر دیا گیا۔ میرے لیے تمام روئے زمین پاک کرنے والی اور نماز کی جگہ بنا دی گئی۔ مجھے تمام مخلوق کی طرف مبعوث کیا گیا اور مجھ پر نبوت ختم کر دی گئی۔

١٠٧٠۔ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالَا أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَبَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُتِيتُ بِمَفَاتِيحِ خَزَائِنِ الْأَرْضِ فَوُضِعَتْ فِي يَدَيَّ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَذَهَبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْتُمْ تَنْتَثِلُونَهَا ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جوامع کلم کے ساتھ مبعوث کیا گیا، میری رعب کے ذریعہ مدد کی گئی، خواب میں زمین کے خزانوں کی چابیاں لا کر میرے ہاتھوں میں رکھ دی گئیں۔ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو دنیا سے تشریف لے گئے اور تم وہ خزانے نکال رہے ہو۔

(یعنی اسلامی فتوحات) (جوامع کلم سے مراد زیادہ معانی پر مشتمل کم عبارت ہے)۔

١٠٧١۔ وَحَدَّثَنَا حَاجِبُ بْنُ الْوَلِيدِ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مِثْلَ حَدِيثِ يُونُسَ ۔

ایک اور سند کے ساتھ بھی حضرت ابوہریرہ سے ایسی ہی روایت منقول ہے۔

١٠٧٢۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ ۔

مزید ایک سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ سے یہی روایت منقول ہے۔

١٠٧٣۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي يُونُسَ مَوْلَى أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ عَلَى الْعَدُوِّ وَأُوتِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَبَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُوتِيتُ بِمَفَاتِيحِ خَزَائِنِ الْأَرْضِ فَوُضِعَ فِي يَدَيَّ ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دشمن پر رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی، مجھے جوامع کلم دیے گئے۔ خواب میں زمین کے خزانوں کی چابیاں لا کر میرے ہاتھوں میں رکھ دی گئیں۔

١٠٧٤۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَأُوتِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا رعب طاری کر کے میری مدد کی گئی اور مجھے جوامع کلم دیے گئے۔

١٠٧٥ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَشَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الْوَارِثِ قَالَ يَحْيَى أَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ ابْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ الضُّبَعِيِّ قَالَ نَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَنَزَلَ فِي عُلْوِ الْمَدِينَةِ فِي حَيٍّ يُقَالُ لَهُمْ بَنُو عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ فَأَقَامَ فِيهِمْ أَرْبَعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً ثُمَّ إِنَّهُ أَرْسَلَ إِلَى الْمَلَإِ بَنِي النَّجَّارِ فَجَاءُوا مُتَقَلِّدِينَ سُيُوفَهُمْ قَالَ فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَاحِلَتِهِ وَأَبُو بَكْرٍ رِدْفُهُ وَمَلَأُ بَنِي النَّجَّارِ حَوْلَهُ حَتَّى أَلْقَى بِفِنَاءِ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ فَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي حَيْثُ أَدْرَكَتْهُ الصَّلٰوةُ وَيُصَلِّي فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ ثُمَّ إِنَّهُ أَمَرَ بِالْمَسْجِدِ قَالَ فَأَرْسَلَ إِلَى الْمَلَإِ بَنِي النَّجَّارِ فَجَاءُوا فَقَالَ يَا بَنِي النَّجَّارِ ثَامِنُونِي بِحَائِطِكُمْ هٰذَا قَالُوا لَا وَاللّٰهِ مَا نَطْلُبُ ثَمَنَهُ إِلَّا إِلَى اللّٰهِ تَعَالَى قَالَ أَنَسٌ فَكَانَ فِيهِ مَا أَقُولُ كَانَ فِيهِ نَخْلٌ وَقُبُورُ الْمُشْرِكِينَ وَخَرِبٌ فَأَمَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّخْلِ فَقُطِعَ وَبِقُبُورِ الْمُشْرِكِينَ فَنُبِشَتْ وَبِالْخَرِبِ فَسُوِّيَتْ قَالَ فَصَفُّوا النَّخْلَ قِبْلَةً وَجَعَلُوا عِضَادَتَيْهِ حِجَارَةً قَالَ فَكَانُوا يَرْتَجِزُونَ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُمْ وَهُمْ يَقُولُونَ ؎

اَللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُ الْآخِرَهْ
فَانْصُرِ الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَهْ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچے اور شہر کے بالائی علاقہ کے ایک محلہ میں تشریف لے گئے (جو بنو عمرو بن عوف کا محلہ کہلاتا تھا) آپ نے وہاں چودہ دن قیام فرمایا(۱) پھر آپ نے قبیلہ بنو نجار کو بلوایا۔ وہ اپنی تلواریں لٹکائے ہوئے حاضر ہوئے۔ حضرت انس کہتے ہیں یہ منظر آج بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا تھا۔ آپ اونٹنی پر سوار تھے اور حضرت ابو بکر آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے اور بنو نجار آپ کے اردگرد تھے۔ آپ حضرت ابو ایوب کے گھر کے صحن میں اترے۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ جہاں نماز کا وقت آجاتا تھا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہیں نماز پڑھ لیتے تھے حتیٰ کہ بکریوں کے باڑہ میں بھی نماز پڑھ لیتے تھے۔ اس کے بعد آپ نے مسجد بنانے کا ارادہ کیا اور بنو نجار (کے سرداروں) کو بلایا جب وہ آئے تو فرمایا "تم اپنا باغ مجھے فروخت کر دو" انھوں نے عرض کیا بخدا ہم آپ سے اس باغ کی قیمت نہیں لیں گے ہم اس کا معاوضہ صرف خدا سے چاہتے ہیں (۲) حضرت انس کہتے ہیں کہ اس باغ میں جو چیزیں تھیں انھیں میں بتاتا ہوں (۳): اس میں کچھ کھجوروں کے درخت، مشرکین کی قبریں اور کھنڈرات تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے درختوں کو کاٹنے کا حکم دیا وہ کاٹ دیے گئے (۴) مشرکین کی قبریں اکھاڑ کر پھینک دی گئیں اور کھنڈرات ہموار کر دیے گئے اور کھجور کی لکڑیاں قبلہ کی جانب گاڑ دی گئیں اور اس کے دونوں جانب پتھر لگا دیے گئے۔ (اس کام کے دوران) رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رجزیہ کلمات پڑھ رہے تھے۔

(٦) جو یہ تھے "اے اللہ! خیر صرف آخرت میں ہے تو مہاجرین اور انصار کی مدد فرما۔"

۱۰۷٦ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ قَبْلَ أَنْ يُبْنَى الْمَسْجِدُ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد بننے سے پہلے بکریوں کے باڑہ میں نماز پڑھا کرتے تھے۔

۱۰۷۷ - وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

ایک اور سند کے ساتھ بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی روایت منقول ہے۔

(۱) حاکم نے بیان کیا ہے کہ اخبار متواترہ سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبا میں ۸ ربیع الاوّل بروز پیر تشریف لائے تھے (عمدۃ القاری جز ۴ ص: ۱۷۵)

(۲) واقدی نے ذکر کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عفراء کے دو بیٹوں سے یہ زمین دس دینار کے عوض خرید لی تھی اور حضرت ابوبکر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قیمت ادا کر دی تھی۔ یہ زمین درحقیقت سہل اور سہیل نامی دو یتیم بچوں کی تھی۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا معاوضہ لینا پسند نہیں فرمایا۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۲: ص ۲۲۸)

مساجد بنانے کی ذمہ داری

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد بنانے کے لیے زمین کو اس کے مالک کی ملک سے خارج کرانا ضروری ہے۔

(۳) علامہ محمد بن خلفہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۷ھ تحریر فرماتے ہیں مساجد بنانے کی ذمہ داری دراصل حاکم وقت کی ہے اور اگر حکام یہ ذمہ داری پوری نہ کریں تو عام مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ مساجد بنائیں۔ اگر آبادی کی ضرورت ایک مسجد بنانے سے پوری ہو جائے تو فبہا ورنہ حسب ضرورت مساجد بنائی جائیں۔ اسی طرح ائمہ مساجد کی ضروریات کے مطابق انہیں وظائف ادا کرنا دراصل حکومت کی ذمہ داری ہے اور اگر حکام اس میں تساہل کریں تو پھر یہ مسلمانوں کی اجتماعی ذمہ داری ہے۔ (اکمال اکمال المعلم ج ۲: ص: ۲۲۸)

(۴) **پھلدار درختوں کا کاٹنا**

قاضی عیاض کہتے ہیں کہ سایہ دار اور پھلدار درختوں کو ضرورت کی وجہ سے کاٹ دینا جائز ہے۔ مثلاً مسجد یا کوئی اور مفید عمارت بنانا مقصود ہو، کفار کو حالت جنگ میں ان کے فوائد سے محروم کرنا مقصود ہو، اگر درخت کے گرنے یا کسی غیر کی دیوار پر جھکنے کا خدشہ ہو (اکمال اکمال المعلم ج ۲: ص ۲۲۹)

(۵) مشرکین کی قبریں اکھاڑ دینے کا حکم آپ نے اس وجہ سے دیا کہ جن لوگوں کی یہ قبریں تھیں ان کے وارث وہاں موجود تھے۔ نیز مشرکین کی قبروں کا شرعاً کوئی احترام نہیں ہے

قبور مشرکین پر مسجد بنانا

جن مقامات پر عذاب کے آثار ہوں وہاں سے روئے بغیر گزرنا بھی شرعاً منع ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" ان معذبین پر روئے بغیر نہ گذرو، اور اگر رو نہ سکو تو عذاب میں مبتلا ان لوگوں پر نہ گذرو! مبادا تم پر بھی وہ عذاب آئے جو ان پر آیا تھا۔" اسی بناء پر حضرت علی رضی اللہ عنہ ارض بابل پر نماز پڑھنے کو مکروہ گردانتے تھے (صحیح بخاری ج ۱، ص ۶۲) اور جس جگہ مشرکین کی قبریں ہوں وہاں عذاب الٰہی نازل ہوتا ہے اس بناء پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی جگہ مسجد کیوں بنائی جہاں مشرکین کی قبریں تھیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اقدام اس لیے کیا ہو کہ آپ یہ ظاہر کر دیں کہ آپ ہر طرح انقلاب برپا کر دیتے ہیں۔ آپ نے لوگوں کے دلوں میں کفر کی جگہ ایمان قائم کیا، بے زبان پتھروں اور درختوں کو زبان دی، کڑوے کنویں کو میٹھا کیا۔ لمۃ شیطان (آپ کا ہم زاد) کو لمۃ رحمان کیا تو کیا عجب ہے کہ آپ نے اپنی اسی انقلاب آفریں تاثیر سے آثار عذاب کو مبادئ ثواب سے بدل ڈالا ہو۔ وجہ خواہ کوئی بھی ہو اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ آپ کی خصوصیت ہے

عام مسلمانوں کیلیے یہ جائز ہے کہ وہ قبور مشرکین کو اکھاڑ کر اس جگہ مسجد بنا دیں یا نہیں؟ اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام اوزاعی آثار عذاب والی زمین پر گزرنے سے ممانعت کی حدیث کے پیش نظر منع کرتے ہیں اور امام شافعی اور احناف مسجد بنانے والی حدیث کے پیش نظر جائز قرار دیتے ہیں (عمدۃ القاری ج ۴ ص ۱۷۹)۔ ہماری رائے امام اوزاعی کیساتھ ہے اولاً اسلیے کہ جس حدیث میں منع فرمایا ہے وہ آپ کا قول ہے اور قبور مشرکین اکھاڑ کر مسجد بنانا آپکا فعل ہے اور جب آپ کے قول اور فعل میں تعارض ہو تو قول کو ترجیح دی جاتی ہے ثانیاً حدیث منع تحریم پر دلالت کرتی ہے اور دوسری حدیث اباحت پر اور یہ قاعدہ ہے کہ جب تحریم اور اباحت میں تعارض ہو تو تحریم کو ترجیح دیجاتی ہے۔ ثالثاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس اثر سے بھی اس موقف کی تائید ہوتی ہے جس میں آپ نے ارض بابل میں نماز پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے (بخاری ج ۱ ص ۶۲)

قبور مسلمین پر مسجد بنانا

مسلمانوں کی قبور کے آثار جب مٹ جائیں تو اس قبرستان کو مسجد بنا دینا جائز ہے یا نہیں؟ علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ ھ نے ابن قاسم (مالکی عالم) سے نقل کیا ہے کہ جب قبرستان سے قبروں کے آثار محو ہو جائیں تو اس قبرستان کو مسجد بنا دینا جائز ہے کیونکہ مسجد بھی وقف ہے اور مقبرہ بھی وقف ہے اور یہ دونوں وقف معنیً ایک ہی ہیں (عمدۃ القاری ج ۴، ص ۱۷۹) یہ صرف ایک مالکی عالم کی رائے ہے مالکیہ، شافعیہ، حنفیہ میں سے کسی کا بھی یہ مذہب نہیں ہے (اکمال اکمال المعلم ج ۲، ص ۲۳۰، نووی ج ۱ ص ۲۰۰، عالمگیری ج ۲ ص ۳۵۰)

علامہ عینی کو چاہیے تھا کہ ابن قاسم کے اس جواب کو ذکر کرنے کے بعد یہ واضح کر دیتے کہ یہ صرف ابن قاسم کی رائے ہے اور یہ کہ وہ مالکی ہیں اور یہ کہ حنفیہ، شافعیہ اور مالکیہ میں سے کسی کا یہ مذہب نہیں ہے علامہ عینی چونکہ حنفی ہیں اور ان کی کتاب میں ابن قاسم کا یہ جواب مذکور ہے اس لیے یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ اس مسئلہ میں احناف کا وہی نظریہ ہے جو ابن قاسم نے بیان کیا ہے۔ اسی بناء پر شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ ھ نے بڑے طمطراق سے یہ فتویٰ دیا کہ مسلمانوں کی قبور کو اکھاڑ کر مسجد بنانا جائز ہے اور ثبوت میں عمدۃ القاری کا مذکورہ بالا حوالہ دیا۔ —— اعلیٰ حضرت احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ ھ نے اس فتویٰ پر زبردست فقیہانہ انداز سے "اہلاک الوہابیین علی توہین قبور المسلمین" نامی رسالہ میں گرفت کی ہے۔ یہ رسالہ لائق مطالعہ ہے۔ بعض معاصرین نے بھی شیخ گنگوہی کی طرح لکھ دیا ہے "اور مسلمانوں کی قبریں جب پرانی ہو کر ان کے آثار مٹ جائیں تو وہاں مسجد بنا لی جائے تو حرج نہیں (تفہیم البخاری ج ۱ ص ۲۱۱)

رجز کی تعریف

(۶) علامہ طاہر پٹنی رجز کی تعریف میں رقم طراز ہیں:

رجز، شعر کی بحور میں سے ایک بحر اور انواع میں سے ایک نوع ہے۔ اس کا ہر مصرع منفرد ہوتا ہے اس کے قصائد کو اراجیز کہتے ہیں۔ یہ کلام موزون اور وزن شعر پر ہوتا ہے اور اس کے قائل کو راجز کہتے ہیں جیسے بحور شعر کے قائل کو

شاعر کہتے ہیں۔حدیث میں رجز کی اقسام میں سے منہوک اور مشطور ہے جیسے انا النبی لا کذب، انا ابن عبد المطلب اور هل انت الا اصبع دمیت و فی سبیل الله ما لقیت ۔۔۔۔۔۔۔۔ آپ کے ان کلمات کو خلیل نے شعر نہیں قرار دیا[1] رجز کی مزید تفصیل اور تحقیق کے لیے دیکھئے: النہایہ ج ۲: ص: ۱۹۹)

حضور کی شعر گوئی

قرآن کریم میں ہے:

و ما علمنه الشعر و ما ینبغی له ان هو الا ذکر و قران مبین۔ (یٰسین ۱ ۶۹)

ہم نے ان کو شاعری نہیں سکھائی نہ وہ ان کے منصب کے لائق ہے اور ان پر وحی ہوا وہ تو صرف نصیحت اور قرآن مبین ہے۔

اس آیت کی بنا پر اہل علم میں یہ اختلاف رہا ہے کہ آپ سے شعر گوئی صادر ہوئی یا نہیں یا آپ کے لیے یہ امر جائز ہے یا نہیں۔ علامہ نووی متوفی ۶۷۶ھ نے شعر گوئی کو آپ کے لیے حرام قرار دیا ہے۔ علامہ قرطبی متوفی ۶۷۱ھ لکھتے ہیں کہ رجز شعر ہی ہے اور دو چار شعر کہہ دینے سے کوئی شخص شاعر نہیں بن جاتا اس لیے اگر آپ نے دو چار اشعار کہہ دیے ہیں تو وہ اس آیت کے خلاف نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۴، ص ۱۰۸)۔ تحقیق یہ ہے کہ شعر صرف کلام موزون کو نہیں کہتے بلکہ شعر، خیال آفرینی اور مبالغہ آرائی کو بھی کہتے ہیں جس میں جھوٹ کا بڑا دخل ہوتا ہے یہی کچھ شاعری ہے۔ مشرکین عرب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی وجہ سے شاعر کہتے تھے اور قرآن نے شعر کے اسی معنی کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نفی کی ہے۔ محض کلام موزون تو قرآن مجید میں بھی ہے جس کو فصل سے تعبیر کرتے ہیں اور حدیث میں بھی ہے جس کو رجز سے تعبیر کرتے ہیں اور اس کے صادر کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ شعر کے اس معنی پر غور نہ کرنے کی وجہ سے دیوبند کے بعض علماء اس بحث میں برسر پیکار رہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر کا علم تھا یا نہیں ——— توضیح البیان میں اس موضوع پر ہم نے مفصل گفتگو کی ہے وہاں ملاحظہ کر لی جائے۔

باب ۱۸۸ تحویل القبلۃ من القدس الی الکعبۃ
بیت المقدس کی بجائے بیت اللہ کو قبلہ قرار دینا

۱۰۷۸۔ حدثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ قال نا ابو الاحوص عن ابی اسحاق عن البراء بن عازب قال صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی بیت المقدس ستۃ عشر شہرا حتی نزلت الآیۃ التی فی البقرۃ وحیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ فنزلت بعد ما صلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانطلق رجل من القوم فمر بناس من الانصار وھم یصلون فحدثھم بالحدیث

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیت المقدس کی طرف (منہ کر کے) سولہ مہینوں تک نماز پڑھی یہاں تک کہ سورہ بقرہ کی یہ آیت نازل ہوئی: "تم جہاں کہاں بھی ہو (نماز کے وقت) اپنا منہ کعبہ کی طرف کر لو"۔ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے تھے۔ جماعت میں سے ایک شخص یہ حکم سن کر چلا، راستہ میں اس نے انصار کی ایک جماعت کو نماز پڑھتے ہوئے پایا، اس نے ان کو یہ حکم سنایا

[1] شیخ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ۔ مجمع بحار الانوار ج ۲ ص ۶۶۴، مطبوعہ نولکشور ہند۔

فولوا وجوههم قبل البيت۔

۱۰۷۹ - وحدثنا محمد بن المثنى وابو بكر بن خلاد جميعا عن يحيى قال ابن مثنى نا يحيى ابن سعيد عن سفيان قال حدثني ابو اسحق قال سمعت البراء يقول صلينا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم نحو بيت المقدس ستة عشر شهرا او سبعة عشر شهرا ثم صرفنا نحو الكعبة۔

۱۰۸۰ - حدثنا شيبان بن فروخ قال نا عبد العزيز بن مسلم قال نا عبد الله بن دينار عن ابن عمر ح وحدثنا قتيبة بن سعيد واللفظ له عن مالك ابن انس عن عبد الله بن دينار عن ابن عمر قال بينما الناس في صلوة الصبح بقباء اذ جاءهم آت فقال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قد انزل عليه الليلة وقد امر ان يستقبل القبلة فاستقبلوها وكانت وجوههم الى الشام فاستداروا الى الكعبة۔

۱۰۸۱ - حدثني سويد بن سعيد قال حدثني حفص بن ميسرة عن موسى بن عقبة عن نافع عن ابن عمر وعبد الله بن دينار عن ابن عمر قال بينما الناس في صلوة الغداة اذ جاءهم رجل بمثل حديث مالك۔

۱۰۸۲ - حدثنا ابو بكر بن ابي شيبة قال نا عفان قال ثنا حماد بن سلمة عن ثابت عن انس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يصلي نحو بيت المقدس فنزلت قد نرى تقلب وجهك في السماء فلنولينك قبلة ترضها فول وجهك شطر المسجد الحرام فمر رجل من بني سلمة وهم ركوع في صلوة الفجر وقد صلوا ركعة فنادى الا ان القبلة قد حولت فمالوا كما هم

یہ سنتے ہی وہ لوگ (حالت نماز میں) بیت اللہ کی طرف پھر گئے۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سولہ یا سترہ مہینوں تک بیت المقدس کی طرف (منہ کر کے) نماز پڑھی۔ پھر ہم کو کعبہ کی طرف پھیر دیا گیا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ لوگ قبا میں صبح کی نماز پڑھ رہے تھے، اتنے میں ایک آنے والا آیا اور کہا: "رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل ہوا ہے اور اس میں آپ کو نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ سنتے ہی لوگوں نے کعبہ کی طرف منہ کر لیا حالانکہ اس سے پہلے ان کے منہ شام کی طرف تھے۔

امام مسلم کہتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حسب سابق روایت منقول ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی: "لاریب ہم آپ کا چہرہ آسمان کی طرف پھرتا ہوا دیکھ رہے ہیں۔ ہم ضرور آپ کو اس طرف پھیر دیں گے جس جانب کو قبلہ بنانے پر آپ راضی ہیں، اپنا منہ کعبہ کی طرف پھیر لیجئے۔" بنو سلمہ میں سے ایک شخص جا رہا تھا اس نے لوگوں کو صبح کی نماز پڑھتے وقت حالت رکوع میں دیکھا درحالانکہ وہ ایک رکعت پڑھ چکے تھے اس نے بآواز بلند

نَحْوَ الْقِبْلَةِ۔

کہا کہ قبلہ تبدیل ہو چکا ہے، یہ سن کر وہ لوگ اسی حالت میں قبلہ کی طرف پھر گئے۔

نسخ کی بحث

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لانے کے بعد ۱۶یا ۱۷ ماہ تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی مرضی کے مطابق آپ کا قبلہ بیت الحرام کو بنا دیا۔ چونکہ مسجد اقصیٰ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا ثبوت صرف احادیث میں ہے۔ اس لیے علماء کہتے ہیں کہ یہ حکم حدیث سے ثابت تھا اور قرآن مجید نے اس کو منسوخ کر دیا۔ نسخ کی حسب ذیل تعریفات علماء سے منقول ہیں۔

نسخ کی تعریفات

(۱) والنسخ ابطال شئ و اقامة غيره مقامه نسخت الشمس الظل وهو معنى ما ننسخ من اٰية[1]

نسخ ایک شے کو باطل کرنا اور دوسری شے کو اس کا قائم مقام کرنا ہے۔ سورج نے سایہ مٹا دیا۔ آیہ کریمہ میں بھی نسخ کا یہی معنی ہے۔ ہم نے جس آیت کو منسوخ کر دیا (یعنی اس کا حکم بدل دیا۔ سعیدی غفرلہ)

(۲) الناسخ فی اصطلاح العلماء عبارة عن طريق شرعی يدل على ان الحكم الذی كان ثابتا بطريق شرعی لا يوجد بعد ذلك مع تراخيه عنه على وجه لولاه لكان ثابتا[2]

علماء کی اصطلاح میں ناسخ اس طریق شرعی کو کہتے ہیں جو اس پر دلالت کرتا ہے کہ جو حکم پہلے طریق شرعی سے ثابت تھا اب وہ نافذ العمل نہیں رہا اور یہ (طریق شرعی) پہلے طریق شرعی سے مؤخر ہوتا ہے بایں طور کہ اگر یہ نہ ہوتا تو پہلا طریق شرعی ثابت رہتا۔

(۳) النسخ لغة التبديل وشرعا بيان لانتهاء الحكم المطلق[3]

نسخ کے لغوی معنی تبدیل کرنا ہے اور شرع میں حکم مطلق کی انتہا بیان کرنا ہے۔

(۴) النسخ فی اللغة عبارة عن التبديل والرفع والازالة يقال نسخت الشمس الظل ازالته. وفی الشريعة هو بيان انتهاء الحكم الشرعی فی حق صاحب الشرع وكان انتهاءه

نسخ کے لغوی معنی تبدیل کرنا، اٹھانا اور زائل کرنا ہے۔ کہا جاتا ہے۔ سورج نے سایہ زائل کر دیا۔ اور اصطلاح شریعت میں نسخ شارع کے اعتبار حکم شرعی کی انتہاء کا بیان ہے، اللہ تعالیٰ کو اس حکم کی انتہا معلوم ہوتی ہے (ہمارے سامنے

---

[1] شیخ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ ھ — مجمع بحار الانوار ج ۳، ص ۳۵۲، مطبوعہ نولکشور

[2] امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ ھ — تفسیر کبیر ج ۱ ص ۴۳۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ ھ۔

[3] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ ھ — مرقاۃ ج ۲ ص ۳۶۲، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۲ ھ۔

عند اللہ تعالیٰ معلوما الا ان فی علمنا کان استمرارہ ودوامہ وبالناسخ علمنا انتہاءہ وکان فی حقنا تبدیلا و تغییرا۔

چونکہ ناسخ نہیں ہوتا اس لیے) ہم اس حکم کو دائمی خیال کرتے ہیں اور ناسخ آنے کے بعد ہم کو اس حکم کی انتہا معلوم ہوتی ہے اس لیے ہمارے اعتبار سے نسخ حکم سابق کا بدل جانا ہے۔

نسخ کی اقسام[1] ملا علی قاری رحمہ الباری (متوفی ۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں کہ نسخ کی چار قسمیں ہیں۔ قرآن کا قرآن سے، قرآن کا حدیث سے، حدیث کا حدیث سے اور حدیث کا قرآن سے۔ (مرقاۃ ج ۱، ص ۲۶۲)

علامہ ابن خلدون متوفی ۸۰۸ھ لکھتے ہیں کہ احادیث میں ناسخ اور منسوخ کو معلوم کرنا بہت دشوار ہے۔ بہرحال اگر دو حدیثیں نفیاً و اثباتاً متعارض ہوں اور ان میں تطبیق نہ ہو سکے اور کسی دلیل سے یہ ثابت ہو جائے کہ ان میں سے ایک حدیث متقدم اور دوسری مؤخر ہے تو متقدم منسوخ اور مؤخر ناسخ قرار پائے گی (مقدمہ ابن خلدون ج ۲، ص ۳۲۵)

قرآن کریم میں ناسخ اور منسوخ کو معلوم کرنا اس قدر دشوار نہیں ہے کیونکہ سورتوں اور آیات کا متقدم اور مؤخر ہونا معروف اور منضبط ہے تاہم یہ بات ملحوظ رکھنی چاہیے کہ نسخ کا عمل صرف انشاء (امر اور نہی یعنی احکام) ہی جاری ہوتا ہے۔ وہ آیات اور احادیث جن میں کسی واقعہ کی خبر ہو اور باہم متعارض ہوں ان میں نسخ کا عمل جاری نہیں ہوگا ورنہ منسوخ کو خلاف واقعہ اور جھوٹا ماننا پڑے گا۔

یہود مطلقاً نسخ کا انکار کرتے ہیں اور اپنی شریعت کو قیامت تک جاری اور اپنی کتاب کو ہمیشہ کے لیے قابل عمل گردانتے ہیں۔ ان کا یہ نظریہ اولاً اس لیے باطل ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت میں بہن بھائی کا آپس میں نکاح جائز تھا (تورات:) اور وہ بھی مانتے ہیں کہ اب یہ حکم منسوخ ہے۔ ثانیاً حضرت نوح علیہ السلام کی شریعت میں تمام جانور حلال تھے اور تورات نے بہت سے جانوروں کو حرام کر دیا۔ (تفسیر کبیر ج ۱، ص ۴۳۲، ۴۳۳ ملخصاً) ثالثاً اس لیے کہ یوسف علیہ السلام کی شریعت میں آزاد آدمیوں کو غلام بنانا جائز تھا۔ رابعاً پہلے ہفتہ کے دن شکار جائز تھا۔ (عمدۃ القاری ج ۱، ص ۲۴۷)

بعض شافعیہ قرآن کا حدیث سے اور حدیث کا قرآن سے نسخ نہیں مانتے۔ (شرح مسلم للنواوی ج ۱، ص ۲۰۱) اس کے برخلاف جمہور علماء اہلسنت نسخ کی چاروں قسموں کو مانتے ہیں۔

شوافع کہتے ہیں کہ اگر قرآن کا نسخ حدیث سے مانا جائے تو لازم آئیگا کہ اللہ کے کلام کی سب سے پہلے تکذیب اس کے رسول نے کی ہو اور اگر حدیث کا نسخ، قرآن سے مانا جائے تو لازم آئیگا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی سب سے پہلے تکذیب اللہ تعالیٰ نے کی ہو، لیکن یہ دلیل اس لیے مخدوش ہے کہ شوافع نسخ القرآن بالقرآن مانتے ہیں اس صورت میں لازم آئیگا کہ قرآن کا سب سے پہلا مکذب خود اللہ تعالیٰ ہو! نیز وہ نسخ الحدیث بالحدیث بھی مانتے ہیں اس طور پر لازم آئیگا کہ حدیث کا مکذب سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا رسول ہو!

دراصل ان حضرات نے نسخ کے معنی پر غور نہیں کیا۔ نسخ کے معنی "تکذیب" نہیں "بیان" ہیں جیسا کہ نسخ کی تعریف میں ہم بیان کر چکے ہیں

اکثر علماء اور محققین نے کسی حکم کی انتہاء کے بیان کو نسخ قرار دیا ہے لیکن دقیق نظر سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی حکم کے عموم اور شمول سے بعض افراد کے استثناء کا بیان بھی نسخ ہے اور نسخ القرآن بالحدیث کے سلسلہ میں ہم اس کی نظائر بیان کریں گے۔

[1] میر سید شریف جرجانی متوفی ۸۱۶ھ۔ کتاب التعریفات ص ۱۰۶ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران،

نسخ القرآن بالقرآن

ان یکن منکم عشرون صابرون یغلبوا مائتین وان یکن منکم مائۃ یغلبوا الفا من الذین کفروا بانھم قوما لا یفقھون ہ الئن خفف اللہ عنکم وعلم ان فیکم ضعفا فان یکن منکم مائۃ صابرۃ یغلبوا مائتین وان یکن منکم الف یغلبوا الفین باذن اللہ ۔ (انفال ۶۶، ۶۵)

اگر تم میں سے بیس صابر ہوں تو وہ دو سو پر غالب ہوں گے اور اگر تم میں سے سو صابر ہوں تو وہ ہزار کفار پر غالب ہوں گے کیونکہ کفار اپنی عقل سے (صحیح) ادراک نہیں کرتے۔ اب اللہ نے تم پر تخفیف فرمائی ہے اور اس نے تمہارے ضعف کو ظاہر کر دیا ہے۔ اگر تم میں سے سو صابر ہوں تو وہ دو سو پر غالب آئیں گے اور اگر ہزار ہوں تو دو ہزار پر۔

ان آیات سے ظاہر ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے ایک مسلمان کو دس کافروں کے ساتھ لڑنے کا مکلف کیا پھر یہ حکم منسوخ کر کے ایک مسلمان کو دو کافروں کے ساتھ لڑنے کا مکلف کیا۔

نسخ القرآن بالحدیث

نسخ کی یہ قسم انتہائی نازک اور اہم ہے۔ منکرین حدیث فقہاء کی توہین کرتے ہوئے اس قسم کا بہت چرچا کرتے ہیں اور یہ مغالطہ دیتے ہیں کہ خبر متواتر (لفظی) صرف ایک ہے۔ باقی اخبار احاد ہیں۔ پھر قرآن مجید کو جو کہ تواتر سے ثابت ہے خبر واحد سے کیسے منسوخ کیا جا سکتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس قسم سے یہ مراد نہیں ہے کہ حدیث کے ذریعہ متن قرآن کو یا اس کے عام حکم کو کلیۃً منسوخ کر دیا جائے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کے کسی عام حکم کے بعض افراد کو زبان رسالت سے خاص کر لیا جائے یہ تخصیص ہم تک جن اسانید سے پہنچی وہ متواتر نہیں لیکن جن لوگوں نے زبان رسالت سے یہ تخصیص سنی ان کے لیے وہ تخصیص ایسی ہی قطعی اور یقینی تھی جیسا کہ قرآن کریم کا قرآن کریم ہونا قطعی اور یقینی ہے کیونکہ جس زبان سے کسی آیت کی تلاوت کر کے آپ نے یہ بتلایا کہ یہ قرآن ہے اسی زبان نے یہ بتلایا کہ اس حکم عام سے فلاں فلاں اشخاص خاص کر لیے گئے ہیں۔ مثلاً قرآن کریم نے عام حکم دیا ہے کہ ہر مسلمان اپنی پسند کی چار شادیاں کر سکتا ہے (نساء: ۳ ملخصا) لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس حکم سے مستثنیٰ کر دیا اور فرمایا کہ علی، حیات فاطمہ میں ابو جہل کی بیٹی سے شادی نہیں کر سکتے (سنن ابو داؤد ج ۱، ص ۲۸۲، ۲۸۳ ملخصا) اسی طرح قرآن حکیم نے عام حکم دیا ہے کہ ہر نزاعی معاملہ میں دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی معتبر ہوگی (بقرہ) لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری کو اس حکم سے مستثنیٰ کر دیا اور فرمایا کہ خزیمہ کی اکیلی گواہی دو کے برابر ہے (سنن ابو داؤد ج ۲، ص ۱۵۲)۔ اسی طرح قرآن کریم نے عام حکم دیا ہے کہ ہر نماز اپنے وقت میں ادا کی جائے (نساء: ۱۰۳) لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم عام سے عرفات کی عصر اور مزدلفہ کی مغرب کو خاص کر لیا۔ کیونکہ عرفات میں عصر ظہر کے وقت میں اور مزدلفہ میں مغرب، عشاء کے وقت میں پڑھی جاتی ہے (سنن ابو داؤد، ج ۱، ص ۲۶۴) اسی طرح قرآن کریم نے عام حکم دیا کہ اگر میت کے ورثاء میں سے ایک لڑکی ہو تو اس کو آدھی میراث ملیگی (نساء: ۱۱) لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس عام حکم سے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خاص کر لیا اور آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت میں سے نصف حصہ نہیں دیا کیونکہ جس زبان سے انھوں نے "فان کانت واحدۃ فلها النصف ۔ (نساء: ۱۱) سنا تھا اسی زبان سے انھوں نے سنا تھا کہ ” نورث “ ہم گروہ انبیاء کسی کو وارث نہیں بناتے (صحیح بخاری ج ۲، ص ۸۰۶) ان کے لیے دونوں حکم ایک جیسے قطعی تھے

WWW.NAFSEISLAM.COM

نسخ الحدیث بالحدیث

عن ابن مسعود ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا[1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں نے تم کو (پہلے) زیارت قبور سے منع کیا تھا۔ سنو! قبروں کی زیارت کیا کرو!

اس حدیث سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے قبروں کی زیارت سے منع فرمایا تھا بعد میں اس حکم کو منسوخ کر کے قبروں کی زیارت کا حکم دیا۔

نسخ الحدیث بالقرآن

قرآن مجید سے حکم حدیث کے منسوخ ہونے کی واضح مثال باب مذکور کی حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معین کردہ قبلہ کو اللہ تعالیٰ نے بدل کر کعبہ کو قبلہ بنا ڈالا۔

تحویل قبلہ کی تاریخ

ہجرت کے ۱۶ یا ۱۷ ماہ بعد کعبہ کی تحویل ۱۵ رجب سنہ ۲ھ میں ہوئی (عمدۃ القاری، ج ۱، ص ۲۴۵، فتح الباری ج ۱ ص ۹۷)۔ بعض معاصرین کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ "یہ تحویل ہجرت کے دو سال بعد نصف رجب میں ہوئی (تفہیم البخاری، ج ۱ ص ۲۳۰)

کعبہ کی طرف پہلی نماز

یہ تحقیق بھی کافی دقت نظر کی حامل ہے کہ تحویل قبلہ کے بعد حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی طرف منہ کر کے سب سے پہلے کون سی نماز پڑھی۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ تشریف لانے کے بعد ۱۶ یا ۱۷ ماہ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی اور آپ یہ چاہتے تھے کہ آپ کا قبلہ کعبہ بنا دیا جائے اور آپ نے کعبہ کی طرف منہ کر کے جو نماز پڑھی وہ عصر کی نماز تھی (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰) اس حدیث شریف میں واضح تصریح ہے کہ کعبہ کی طرف منہ کر کے جو پہلی نماز پڑھی وہ عصر کی نماز تھی۔ صحیح بخاری میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت میں ہے، تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا، ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی نماز پڑھنے کے بعد اس شخص کا انصار کی ایک جماعت پر گزر ہوا، وہ لوگ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے عصر کی نماز پڑھ رہے تھے اس شخص نے قسم کھا کر کہا کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے تو اس جماعت نے کعبہ کی طرف رخ کر لیا۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۷)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تحویل قبلہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سب سے پہلی نماز پڑھی وہ ظہر کی نماز تھی کیونکہ انصار عصر کی نماز پڑھ رہے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تحویل قبلہ کے بعد جو نماز پڑھی وہ اس سے پہلی (یعنی ظہر) تھی۔

علامہ محمد بن سعد "طبقات" میں لکھتے ہیں: ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی دو رکعات مسلمانوں کو مسجد میں پڑھائیں، پھر آپ کو مسجد حرام (کعبہ) کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا گیا، آپ نے کعبہ کی طرف اثنائے نماز میں رخ کر لیا اور مسلمان بھی آپ کے ساتھ کعبہ کی طرف پھر گئے۔ روایات میں یہ بھی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ام بشر بن براء بن معرور سے ملاقات کے لیے بنو سلمہ میں گئے۔ انھوں نے آپ کے لیے کھانا تیار کیا۔ اسی دوران ظہر کا وقت آگیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی متوفی ۲۷۳ھ۔ سنن ابن ماجہ ص ۱۱۲ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

نے اپنے اصحاب کو دو رکعت نماز پڑھائی اس کے درمیان آپ کو کعبہ کی طرف رخ کرنے کا حکم دیا گیا۔ آپ کعبہ کی طرف پھر گئے اور اس مسجد کا نام "مسجد القبلتین" رکھا گیا۔ علامہ ابن سعد کہتے ہیں کہ علامہ واقدی فرماتے ہیں کہ یہ روایت ہمارے نزدیک زیادہ ثابت ہے۔" ابوداؤد، بزار اور طبرانی میں یہ روایات موجود ہیں۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۵۰۳)

روایات میں تطبیق

صحیح بخاری ص ۱۰ اور ص ۵۰ کی دونوں روایتیں متعارض ہیں۔ کیونکہ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تحویل کے بعد آپ نے پہلی نماز "عصر" اور دوسری سے ظاہر ہوتا ہے کہ "ظہر" پڑھی ——— اور دوسری روایت کی موید ابوداؤد، بزار اور طبرانی کی روایات بھی ہیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ ان روایات میں تطبیق دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

تحقیق یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تحویل کے بعد پہلی نماز بشر بن براء بن معرور کی وفات کے موقع پر ان کی مسجد میں ظہر پڑھی اور مسجد نبوی میں تحویل کے بعد پہلی نماز عصر پڑھی۔ اور قباء میں تحویل کے بعد پہلی نماز صبح پڑھی۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۹۷)

اس تحقیق سے ظاہر ہوا کہ بخاری ج ۱ ص ۵۰ میں جس پہلی نماز کا ذکر ہے اس سے مراد اولیت حقیقی ہے اور بخاری ج ۱ ص ۱۰ پر جس اولیت کا ذکر ہے اس سے مراد اولیت اضافی ہے۔ بعض معاصرین اس حقیقت کو نہ پا سکے اور انھوں نے لکھ دیا:

"یہ کہنا صحیح نہیں کہ ظہر کی آدھی نماز پڑھنے کے بعد سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی طرف منہ کر لیا تھا کیونکہ صحیح روایات اس کے خلاف ہیں۔ تحویل کعبہ ظہر اور عصر کے درمیان ہوئی اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی طرف منہ کر کے سب سے پہلی نماز عصر پڑھی تھی۔

(تفہیم البخاری ج ۱ ص ۶۹)

خبر واحد پر عمل

ایک شخص نے اہل قبا کو حالت نماز میں خبر دی کہ "قبلہ بدل گیا ہے" اور انھوں نے حالت نماز میں رخ بدل لیا۔ اس سے علماء استدلال کرتے ہیں کہ خبر واحد پر عمل کرنا جائز ہے۔ نیز انھوں نے قبلہ اولیٰ کو جو قطعی اور یقینی تھا، خبر واحد سے کیسے منسوخ کر دیا جو بہر حال ظنی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خبر دینے والے نے قرآن پاک کی آیت پڑھی اور انھوں نے پہلے حکم کو قرآن کریم سے منسوخ کر دیا اور چونکہ وہ لوگ اہل زبان اور فصحاء عرب تھے اور اسلوب قرآن سے آشنا تھے اس لیے انھوں نے قرآن کریم کو اس کی اعجاز آفریں عبارت سے پہچان لیا۔

ورود شرع سے قبل تکلیف کا حکم

اہل قباء کو خبر دینے سے پہلے یہ معلوم نہیں تھا کہ اب کعبہ کو قبلہ بنا دیا گیا ہے اس لیے ان سے اس پر مواخذہ نہیں ہوا کہ انھوں نے تحویل کے بعد بیت المقدس کی طرف منہ کر کے کیوں نماز پڑھی۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ جس شخص کو احکام شرعیہ کی تبلیغ نہ کی گئی ہو اور وہ کسی اور طریقہ سے احکام شرعیہ کو نہ جان سکتا ہو وہ ان احکام کا مکلف نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۴۷)

اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس شخص تک نبوت، معاد، جزا، سزا اور احکام شرعیہ نہ پہنچے ہوں وہ ان کا مکلف نہیں ہے۔ البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی معرفت واجب ہے یا نہیں، ماتریدیہ امام ابوحنیفہ اور عام معتزلہ کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی معرفت واجب ہے اور اگر وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لایا تو وہ مستحق عذاب ہوگا اور اشاعرہ کا مسلک یہ ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی معرفت واجب نہیں ہے (روح المعانی: جز ۱۵ ص ۳۹ تا ۴۲)

اشاعرہ کے دلائل یہ ہیں:

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ (بنی اسرائیل: ۱۵)

ہم اس وقت تک عذاب نہیں دیں گے جب تک کہ رسول کو نہ بھیج دیں۔

رسلا مبشرین ومنذرین لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل۔ (النساء: ۱۶۵)

اللہ تعالیٰ نے رسول بھیجے جو بشارت دینے والے اور عذاب سے ڈرانے والے ہیں تاکہ لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی عذر کا موقع نہ رہے۔

سید نعیم الدین مراد آبادی متوفی ۱۳۶۷ھ، اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت سے یہ مسئلہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ رسولوں کی بعثت سے قبل خلق پر عذاب نہیں فرماتا جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: "وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا" اور یہ مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ معرفت الٰہی بیان شرع و زبان انبیاء ہی سے حاصل ہوتی ہے عقل محض سے اس منزل تک پہنچنا میسر نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ عذاب جہنم میں مبتلا کفار کو فرشتوں کی زبان سے قائل کرتے ہوئے کہلوائے گا!

الم یاتکم رسل منکم یتلون علیکم آیات ربکم۔ (زمر: ۳۹)

کیا تمہارے پاس تمہاری جنس سے رسول نہیں آئے تھے؟ جو تم پر تمہارے رب کی آیات تلاوت کرتے تھے!

قالوا اولم تک تأتیکم رسلکم بالبینات قالوا بلیٰ۔ (غافر: ۵۰)

جہنم کے فرشتے کہیں گے کیا تمہارے پاس رسول معجزات لیکر نہیں آتے تھے۔ کفار کہیں گے "کیوں نہیں!"

ان آیات سے معلوم ہوا کہ کفار کو عذاب دینے کی حجت، رسولوں کا مبعوث فرمانا ہے۔ قرآن کریم میں کہیں بھی اللہ تعالیٰ نے عقل محض کو حجت نہیں قرار دیا۔

ماتریدیہ ان آیات کی تاویل کرتے ہوئے رسول سے 'عقل' مراد لیتے ہیں۔ لیکن قرآن کریم کا اسلوب اس سے انکار کرتا ہے۔ اور بداہت شاہد ہے کہ یہ بے جا تاویل ہے۔ صحیح بات وہی ہے جو اشاعرہ نے کہی ہے۔

دیگر فوائد اس حدیث میں سب سے نمایاں طور پر جو بات سامنے آتی ہے وہ ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت کہ اللہ تعالیٰ نے کسی دعا اور سوال کے بغیر آپ کی خواہش کے مطابق کعبہ کو آپ کا قبلہ بنا دیا۔ بقول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا "اللہ تعالیٰ آپ کی خواہش بہت جلد پوری کرتا ہے۔ (بخاری ج ۲ ص ۷۶۷)۔ اگر کوئی شخص لاعلمی سے غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھ لے تو اس پر اعادہ نہیں ہے۔ صحابہ کرام دینی معاملات میں اپنے مسلمان بھائیوں سے خیر خواہی کیا کرتے تھے۔ مسلمان کو چاہیے کہ وہ طاعات میں اکمل احوال کا خواہاں رہے۔ نماز میں قبلہ کی طرف رخ کرنا واجب ہے۔ اور اب قبلہ کعبہ ہے۔ شرفہا اللہ تعالیٰ۔

مکہ میں قبلہ کا رخ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں کس قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ بعض حضرات نے کہا کہ مکہ میں کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے لیکن محققین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ کیونکہ اس سے لازم آئے گا کہ نسخ دو مرتبہ ہوا ہو۔ کعبہ کو منسوخ کر کے بیت المقدس پھر اس کو منسوخ کر کے دوبارہ کعبہ کو قبلہ بنایا۔

ہو۔ زیادہ تر علماء کی تحقیق یہ ہے کہ آپ مکہ میں بیت المقدس کی طرف رخ کر کے اس طرح کھڑے ہوتے تھے کہ کعبہ کی طرف پیٹھ نہیں ہوتی تھی۔ (عمدۃ القاری جز ا ص ٢٤٠)

بَابُ [٤١] النَّهْيِ عَنْ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ عَلَى الْقُبُوْرِ وَاتِّخَاذِ الصُّوَرِ فِيْهَا وَالنَّهْيِ عَنِ اتِّخَاذِ الْقُبُوْرِ مَسَاجِدَ

قبروں پر مسجد بنانے ان پر تصاویر رکھنے اور ان کو سجدہ کرنے کی ممانعت

١٠٨٣۔ حَدَّثَنِیْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ يَعْنِي الْقَطَّانَ قَالَ نَا هِشَامٌ قَالَ أَخْبَرَنِيْ أَبِيْ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أُمَّ حَبِيْبَةَ وَأُمَّ سَلَمَةَ ذَكَرَتَا كَنِيْسَةً رَأَيْنَهَا بِالْحَبَشَةِ فِيْهَا تَصَاوِيْرُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أُولٰٓئِكَ إِذَا كَانَ فِيْهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهٖ مَسْجِدًا وَصَوَّرُوْا فِيْهِ تِلْكَ الصُّوَرَ أُولٰٓئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام حبیبہ اور حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک گرجا کا ذکر کیا جسے انھوں نے حبش میں دیکھا تھا اور اس میں تصویریں آویزاں تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان لوگوں کا وہی حال تھا کہ جب ان میں کوئی نیک آدمی مر جاتا تو وہ اس کی قبر کو سجدہ گاہ بناتے اور اس میں تصاویر آویزاں کرتے یہ لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بدترین لوگ ہوں گے۔

١٠٨٤۔ حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَا نَا وَكِيْعٌ قَالَ نَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهُمْ تَذَاكَرُوْا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَرَضِهٖ فَذَكَرَتْ أُمُّ سَلَمَةَ وَأُمُّ حَبِيْبَةَ كَنِيْسَةً ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَهٗ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت لوگ آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ حضرت ام سلمہ، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہما نے بھی گرجا کا تذکرہ کیا۔ بقیہ حدیث حسب سابق ہے۔

١٠٨٥۔ وَحَدَّثَنَا أَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ ذَكَرْنَ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَنِيْسَةً رَأَيْنَهَا بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ يُقَالُ لَهَا مَارِيَةُ بِمِثْلِ حَدِيْثِهِمْ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے ایک گرجا کا تذکرہ کیا جو انھوں نے ملک حبش میں دیکھا تھا اس کا نام "ماریہ" تھا۔ اس کے بعد حدیث مثل سابق ہے۔

١٠٨٦۔ وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَا نَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ نَا شَيْبَانُ عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِيْ حُمَيْدٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جس بیماری کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم تندرست نہیں ہوئے اس میں آپ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ یہود اور نصاریٰ پر لعنت فرمائے کہ انھوں نے اپنے رسولوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا حضرت عائشہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

فِي مَرَضِهِ الَّذِي لَمْ يَقُمْ مِنْهُ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ قَالَتْ فَلَوْلَا ذٰلِكَ لَاُبْرِزَ قَبْرُهٗ غَيْرَ اَنَّهٗ خَشِيَ اَنْ يُّتَّخَذَ مَسْجِدًا وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ اَبِيْ شَيْبَةَ وَلَوْلَا ذَاكَ لَمْ يَذْكُرْ قَالَتْ۔

بیان کرتی ہیں اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا خیال نہ ہوتا تو آپ اپنی قبر کو ظاہر کر دیتے مگر آپ کو یہ خیال تھا کہ لوگ آپ کی قبر کو سجدہ گاہ بنا لیں گے۔

۱۰۸۷ - حَدَّثَنِيْ هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ وَمَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ یہود کو تباہ و برباد کرے انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا ڈالا۔

۱۰۸۸ - وَحَدَّثَنِيْ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا الْفَزَارِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ الْاَصَمِّ قَالَ نَا يَزِيْدُ بْنُ الْاَصَمِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہود پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو انھوں نے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا ڈالا

۱۰۸۹ - وَحَدَّثَنِيْ هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ حَرْمَلَةُ اَنَا وَقَالَ هَارُوْنُ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عَائِشَةَ وَعَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَا لَمَّا نَزَلَتْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيْصَةً لَهٗ عَلٰى وَجْهِهٖ فَاِذَا اغْتَمَّ كَشَفَهَا عَنْ وَجْهِهٖ فَقَالَ وَهُوَ كَذٰلِكَ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوْا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنے منہ پر چادر ڈال دی جب آپ گھبراتے تو چادر کو منہ سے ہٹا دیتے۔ اور فرماتے یہود پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ انھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا ڈالا در آنحالیکہ آپ ان کے افعال سے ڈراتے تھے۔

۱۰۹۰ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَاللَّفْظُ لِاَبِيْ بَكْرٍ قَالَ اِسْحٰقُ اَنَا وَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ نَا زَكَرِيَّا ابْنُ عَدِيٍّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ زَيْدِ بْنِ اَبِيْ اُنَيْسَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الْحَارِثِ النَّجْرَانِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ جُنْدُبٌ قَالَ

حضرت جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے پانچ روز قبل سنا، آپ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اس چیز سے بری ہوتا ہوں کہ تم میں سے کسی کو اپنا خلیل بناؤں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل بنا لیا ہے جیسا حضرت ابراہیم کو خلیل بنایا تھا اور

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ یَّمُوْتَ بِخَمْسٍ وَّھُوَ یَقُوْلُ اِنِّیْ اَبْرَأُ اِلَی اللّٰہِ اَنْ یَّکُوْنَ لِیْ مِنْکُمْ خَلِیْلٌ فَاِنَّ اللّٰہَ قَدِ اتَّخَذَنِیْ خَلِیْلًا کَمَا اتَّخَذَ اللّٰہُ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ خَلِیْلًا وَلَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا مِّنْ اُمَّتِیْ خَلِیْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَکْرٍ خَلِیْلًا اَلَا وَاِنَّ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ کَانُوْا یَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ اَنْبِیَآئِھِمْ وَصَالِحِیْھِمْ مَسَاجِدَ اَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ اِنِّیْ اَنْھَاکُمْ عَنْ ذٰلِکَ۔

اگر میں امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو "ابوبکر" کو خلیل بناتا۔ سنو! تم میں سے پہلے لوگ اپنے نبیوں اور نیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیتے تھے۔ سنو! تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا میں تم کو اس سے روکتا ہوں۔

تصاویر کا حکم

اس حدیث میں قبر پر بنائی جانے والی ان تصاویر کی مذمت کی گئی ہے جن کی عبادت کی جاتی تھی۔ اس سلسلہ میں یہ بحث غور طلب ہے کہ تصاویر کا کیا حکم ہے۔ اس مسئلہ میں علماء کا قدیما و حدیثا اختلاف رہا ہے، اکثر علماء تصویر بنانے کو مطلقاً منع کرتے ہیں اور بعض علماء ان تصاویر کو جائز قرار دیتے ہیں جن کا جسم اور سایہ نہ ہو ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

عن زید بن خالد عن ابی طلحۃ صاحب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انہ قال ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال ان الملائکۃ لا تدخل بیتا فیہ صورۃ قال بسر ثم اشتکی زید فعدناہ فاذا علی بابہ ستر فیہ صورۃ قال فقلت لعبید اللّٰہ الخولانی ربیب میمونۃ زوج النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم الم یخبرنا زید عن الصور یوم الاول فقال عبید اللّٰہ الم تسمعہ حین قال الا رقما فی ثوب[1]

زید بن خالد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت ابوطلحہ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس گھر میں تصویر ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ بسر کہتے ہیں کہ زید بیمار ہو گئے ہم ان کی عیادت کے لیے گئے تو ان کے گھر کے دروازہ پر تصویر والا پردہ دیکھا۔ میں نے عبید اللہ خولانی (یہ ام المومنین میمونہ کے بیٹے تھے) سے پوچھا کیا پہلے زید ہم کو تصویروں سے منع نہیں کرتے تھے؟ عبید اللہ نے کہا کیا تم نے نہیں سنا کہ وہ کپڑوں پر منقش تصویروں کا استثناء کرتے تھے۔

علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

ھذا یحتج بہ من یقول باباحۃ ما کان رقما مطلقا[2]

جو لوگ مطلقاً منقش تصاویر کے جواز کے قائل ہیں وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری المتوفی ۲۵۶ھ۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۵۸ ج ۲ ص ۸۸۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ۔
[2] علامہ یحیی بن نواوی شرف متوفی ۶۷۶ھ شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۰۰، نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ۔

وقال القرطبی ظاھر حدیث زید بن خالد عن ابی طلحۃ الماضی قبل ان الملائکۃ لا تمتنع من دخول البیت الذی فیہ صورۃ ان کانت رقما فی الثوب وظاھر حدیث عائشۃ المنع و یجمع بینھما بان یحمل حدیث عائشۃ علی الکراھۃ وحدیث ابی طلحۃ علی مطلق الجواز وھو لا ینافی الکراھۃ قلت ھو جمع حسن [1]

علامہ قرطبی فرماتے ہیں زید بن خالد کی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملائکہ اس گھر میں داخل ہونے سے نہیں رکتے جس میں ایسی تصویر ہو جو پردوں پر منقوش ہوں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے فرشتوں کا نہ آنا ظاہر ہوتا ہے ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ حدیث عائشہ کا مفاد کراہت ہے اور حدیث ابی طلحہ کا مفاد مطلقاً جواز ہے اور جواز کراہت کے منافی نہیں ہوتا۔ علامہ ابن حجر کہتے ہیں کہ یہ بہترین تطبیق ہے۔

علامہ نووی متوفی ۶۷۶ھ زید بن خالد کی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"زید بن خالد نے کپڑے پر منقوش تصاویر کے جواز کی جو روایت بیان کی ہے اس روایت میں تصاویر سے مراد بے جان چیزوں کی تصاویر لینا صحیح نہیں ہے کیونکہ جواز کا استثناء انہی تصاویر سے ہے جن کو پہلے ناجائز قرار دیا تھا اور وہ جاندار چیزوں کی تصاویر ہیں نیز بے جان تصاویر محل نزاع نہیں ہیں اور ان کے جواز میں کبھی اختلاف نہیں رہا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کے بنانے کی واضح اجازت دی ہے۔

نیز علامہ ابن حجر لکھتے ہیں:

ان مذھب الحنابلۃ جواز الصورۃ فی الثوب ولو کان معلقا علی ما فی خبر ابی طلحۃ لکن ان ستر بہ الجدار منع عندھم فقال النووی وذھب بعض السلف الی ان الممنوع ما کان لہ ظل واما ما لا ظل لہ فلا بأس باتخاذہ مطلقا۔[2]

حنبلیوں کے مذہب میں کپڑوں پر منقوش تصاویر مطلقاً جائز ہیں جیسا کہ ابو طلحہ کی حدیث سے واضح ہے البتہ اگر ان تصاویر سے دیوار کو چھپا دیا جائے تو وہ منع کرتے ہیں علامہ نووی کہتے ہیں کہ اسلاف میں سے بعض کا مذہب یہ تھا کہ جن تصاویر کا جسم نہ ہو ان کا بنانا مطلقاً جائز ہے۔

علامہ نووی متوفی ۶۷۶ھ نے بعض اسلاف کے مذہب کو باطل قرار دیا ہے لیکن علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے ان پر تعاقب کیا ہے لکھتے ہیں:

عن ابن عون قال دخلت علی القاسم وھو باعلی مکۃ فی بیتہ فرایت فی بیتہ حجلۃ فیھا تصاویر القندس والعنقاء ففی اطلاق کونہ مذھبا باطلا نظر اذ یحتمل انہ تمسک فی ذلک بعموم قولہ الا رقما فی ثوب فانہ اعم من ان

ابن عون بیان کرتے ہیں کہ میں مکہ کے بالائی علاقہ میں قاسم کے گھر گیا میں نے وہاں ایک ڈولی دیکھی جس میں قندس اور عنقا کی تصاویر تھیں۔ اس لیے نووی کا مطلقاً باطل قرار دینا مخدوش ہے کیونکہ ان لوگوں نے کپڑوں میں منقوش تصاویر کی اجازت سے استدلال کیا ہے۔ کیونکہ یہ اجازت

---

[1] علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔ فتح الباری ج ۱۰، ص ۳۹۲ مطبوعہ لاہور

[2] علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔ فتح الباری ج ۱۰، ص ۳۸۹ مطبوعہ لاہور

یکون معلقا او مفروشا وکانه جعل انکار النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی عائشۃ تعلیق الستر المذکور مرکبا من کونہ مصورا ومن کونہ ساترا للجدار۔[1]

عام ہے خواہ تصاویر آویزاں ہوں یا بچھی ہوئی ہوں اور حدیث عائشہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پردوں میں منقوش تصاویر کی وجہ سے جو انکار کیا تھا وہ دو وجہوں سے مرکب تھا ان پردوں میں تصاویر بھی تھیں اور ان تصاویر نے دیوار کو چھپا بھی لیا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداءً تصاویر بنانے اور رکھنے سے منع فرمایا تھا بعد میں کپڑے میں منقوش یا مکتوب تصاویر کی اجازت دیدی اس کی وجہ بتاتے ہوئے علامہ عینی لکھتے ہیں:

وانما نھی الشارع اولا عن الصور کلھا وان کانت رقما لانھم کانوا حدیثی عھد بعبادۃ الصور فنھی عن ذلک جملۃ ثم لما تقرر نھیہ عن ذلک اباح ما کان رقما فی الثوب للضرورۃ۔[2]

شارع علیہ السلام نے اولاً ہر قسم کی صورتیں بنانے سے منع کر دیا اگرچہ وہ کپڑوں میں منقوش ہوں کیونکہ اس وقت لوگ تصویروں کی عبادت کے عادی تھے اس لیے مطلقاً منع فرما دیا پھر جب لوگ اس ممانعت کے خوگر ہو گئے تو آپ نے ضرورت کی بناء پر کپڑوں میں منقوش تصاویر کی اجازت دیدی۔

احادیث میں اس کی متعدد نظائر ہیں مثلاً پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پرستی کے خدشہ سے زیارتِ قبور سے منع کیا اور جب مسلمان توحید کے خوگر ہو گئے تو اجازت دیدی۔ اسی طرح شروع میں لوگ کتوں سے بہت زیادہ اختلاط کرتے تھے اس لیے کتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا اور کتے کے جھوٹے برتن کو سات مرتبہ دھونے کا حکم دیا اور جب مسلمان کتوں سے کلیۃً مجتنب ہو گئے تو قتل کرنے کے حکم کو منسوخ کر دیا اور سات مرتبہ دھونے کی بجائے تین مرتبہ دھونے کا حکم دیا۔ اسی طرح ابتداءً لوگ شراب کے عادی تھے تو جب شراب کو حرام کیا تو ان برتنوں کے استعمال کو بھی حرام کر دیا جن میں شراب پی جاتی تھی اور بعد میں جب مسلمان شراب سے کلیۃً مجتنب ہو گئے تو ان برتنوں کے استعمال کی اجازت دیدی۔

اسی بحث میں علامہ ابن حجر نے یہ بھی لکھا ہے:

وانما فعل ذلک اوائلھم لیتأنسوا برؤیۃ تلک الصور ویتذکروا احوالھم الصالحۃ فیجتھدوا کاجتھادھم ثم خلف من بعدھم خلوف جھلوا مرادھم ووسوس لھم الشیطان ان اسلافکم کانوا یعبدون ھذہ الصور ویعظمونھا فعبدوھا فحذر النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن مثل ذلک سدا للذریعۃ المؤدیۃ الی ذلک وفی الحدیث دلیل علی تحریم الصور

جو لوگ قبر پر تصویریں بناتے تھے ان کا مقصد یہ تھا کہ لوگ ان تصاویر سے مانوس ہوں اور انھیں دیکھ کر ان کے اعمال صالحہ یاد کریں اور ان کی طرح عبادت میں کوشش کریں۔ ان کے بعد ناخلف لوگ آئے جو ان کی مراد کو نہ پا سکے اور شیطان نے ان کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈال دیا کہ تمہارے اسلاف ان تصاویر کی پرستش کرتے تھے اور ان کی تعظیم کرتے تھے پس انھوں نے ان تصاویر کی پرستش شروع کر دی اس سبب سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تصاویر بنانے سے

[1] علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ۔ فتح الباری ج ۱۰ ص ۳۸۸، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ ھ

[2] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ ھ۔ عمدۃ القاری جز ۲۱ ص ۷۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ ھ۔

وحمل بعضهم الوعيد على من كان فى ذلك الزمان لقرب العهد بعبادة الاوثان واما الآن فلا۔ [1]

منع کر دیا تاکہ بت پرستی کا سد باب ہو جائے اور بعض علماء نے اس وعید کو زمان نبوت کے لوگوں پر محمول کیا کیونکہ وہ لوگ زیادہ بت پرستی کے قریب تھے اور اب تصویر کی حرمت کا حکم نہیں ہے۔

اس تحقیق سے ظاہر ہوا کہ بعض اسلاف اور حنابلہ غیر مجسم تصاویر کو مطلقاً جائز قرار دیتے ہیں۔ مالکیہ میں سے خصوصاً علامہ قرطبی متوفی ۶۷۱ھ شافعیہ میں سے خصوصاً علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے غیر مجسم تصاویر کو جائز قرار دیا ہے۔ حنفیہ میں سے خصوصاً علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ نے غیر مجسم تصاویر کو ضرورۃً جائز قرار دیا ہے۔

عام طور پر فقہاء نے مجسم تصاویر کو حرام قرار دیا ہے لیکن علامہ ابن حجر نے بعض علماء کا محولہ بالا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ تصویر کی حرمت کی علت ان کی غایت تعظیم کرنا اور عبادت ہے اور جب تصاویر بنانے یا رکھنے کی وجہ تعظیم اور عبادت نہ ہو تو ایسی حرج نہیں ہے۔ اس دور میں بعض معاشی ضروریات فوٹو گراف کے بغیر پوری نہیں ہو پاتیں۔ شناختی کارڈ، پاسپورٹ مختلف چیزوں کے لائسنس وغیرہ ان سب میں فوٹو گراف ناگزیر ہے۔

جن فقہاء نے غیر مجسم تصویر کی اجازت دی ہے ان کے دور میں فوٹو گراف کی اس قدر اہمیت اور ضرورت نہیں تھی پھر بھی انھوں نے وسعت نظر سے کام لیا اور حرمت تصویر کی صحیح لم اور علت تلاش کی اور غیر مجسم تصاویر کی اجازت دے دی۔

فوٹو گراف اب صرف ثقافت اور فیشن کی بات نہیں ہے اب یہ ضرورت کا مسئلہ ہے۔ فوٹو گراف آج کے دور کی معاشی، اقتصادی، سیاسی، سماجی، فلاحی اور عمرانی ضرورت ہے۔ غیر ممالک کا سفر جس میں حج اور عمرہ کے علاوہ تجارت، ملازمت، سیاست، ثقافت اور صلہ رحمی شامل ہیں۔ یہ تمام سفر بغیر پاسپورٹ اور ویزا کے نہیں ہو سکتے، فوج اور سول سروسز میں شمولیت شناختی کارڈ کے بغیر ممکن نہیں یہاں تک کہ اندرون ملک پرواز اور ریلوے بکنگ میں بھی شناختی کارڈ کی ضرورت پڑتی ہے۔ ڈومی سائل (Domicile) بنک میں اکاؤنٹ مختلف صنعتوں اور اشیاء کے لائسنس ان میں کوئی چیز بھی شناختی کارڈ کے بغیر ممکن نہیں۔

فقہاء نے ضرورت کی بناء پر خنزیر کے بالوں سے جوتی کی مرمت کو جائز قرار دیا ہے۔ (فتح القدیر ج ۶ ص ۶۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ سکھر) لیکن اب ایسی چیزیں ایجاد ہو چکی ہیں جن کی وجہ سے خنزیر کے بال استعمال کیے بغیر بھی جوتی کی مضبوط مرمت ہو سکتی ہے۔ اس لیے اب اس کام کیلئے خنزیر کے بال استعمال کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ حالات بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں۔ علامہ شامی لکھتے ہیں کہ ضرورت اور عموم بلوی کی وجہ سے اب مزارعۃ، معاملۃ اور وقف میں امام ابوحنیفہ کے قول پر عمل نہیں کیا جاتا [2] اس کے بعد انھوں نے متعدد نظائر بیان کی ہیں جن میں ظاہر الروایۃ کے خلاف فتویٰ دیا گیا ہے۔ پھر لکھتے ہیں:

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۵۲۵ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[2] اس تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء جس ضرورت کی وجہ سے احکام میں رعایت دیتے ہیں اس سے مراد عام ضرورت ہے (جس کی وجہ سے کوئی معاشی، اقتصادی، سیاسی، سماجی اور فلاحی ناہمواری ہو) اضطرار نہیں ہے اور اس ضرورت میں فوٹو گراف بھی داخل ہے۔ رہا اضطرار تو اس کی وجہ سے احکام میں تخفیف محتاج بیان نہیں ہے۔

(سعیدی غفرلہٗ)

فھذہ کلھا قد تغیرت احکامھا لتغیر الزمان اما للضرورۃ واما للعرف واما لقرائن الاحوال وکل ذلک غیر خارج عن المذھب لان صاحب المذھب لو کان فی ھذا الزمان لقال بھا ولو حدث ھذا التغیر فی زمانہ لم ینص علی خلافھا وھذا الذی جرا المجتھدین فی المذھب ولعل النظر الصحیح من المتاخرین علی مخالفۃ النصوص علیہ من صاحب المذھب فی کتب ظاھر الروایۃ بناء علی ما کان فی زمنہ[۱]

ان تمام چیزوں کے احکام زمانہ کے بدلنے سے بدل گئے خواہ اس کی وجہ ضرورت ہو، عرف ہو یا عصری تقاضے ہوں۔ ان احکام کا بدلنا مذہب سے خروج نہیں ہے کیونکہ صاحب مذہب اگر اس زمانہ میں ہوتا تو اس کا قول بھی یہی ہوتا اور اگر اس کے زمانہ میں یہ تغیر واقع ہو جاتا تو وہ اس کے خلاف نہ کہتا۔ اور یہی تکر ہے جس نے مجتہدین فی المذاہب کو جرأت عطا کی ہے۔ ظاہر الروایۃ میں جو صاحب مذہب کی نصوص ہیں متاخرین نے ان کی مخالفت اپنے زمانہ کے حالات کی وجہ سے کی ہے۔ اور یہی نظر صحیح کا تقاضا ہے۔

مزید لکھتے ہیں:

فلا بد للمفتی والقاضی بل والمجتھدین معرفۃ احوال الناس وقد قالوا ومن جھل باھل زمانہ فھو جاھل[۲]

مفتی، قاضی اور مجتہد کے لیے اپنے زمانہ کے احوال جاننا ضروری ہے کیونکہ فقہاء نے کہا ہے جو اپنے عصر کے تقاضوں سے ناواقف ہو وہ جاہل ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ:

رقم فی الثوب والی حدیث سے غیر مجسم تصاویر کی اجازت ثابت ہے، حنابلہ کا یہی مذہب ہے۔ مذاہب ثلاثہ کے مستند فقہاء کی یہی رائے ہے اور موجودہ زمانہ کی معاشی اور عمرانی ضروریات کا یہی تقاضا ہے۔

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ تمدن اور ثقافت کے نام پر شوقیہ فوٹو گرافی کی وکالت اور حمایت ہمارا موضوع نہیں ہے۔ اسی طرح پیروں اور بزرگوں کی تصاویر بنانا بھی ناجائز ہے کیونکہ ان کی تصاویر بنانا، اس خطرہ کو دعوت دینا ہے جس کے پیش نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تصاویر بنانے سے منع فرمایا تھا۔

وڈیو، ٹی وی اور سینما

مولانا مدنی میاں لکھتے ہیں: (اس مسئلہ کی پوری تحقیق جلد سادس میں ملاحظہ فرمائیں۔)

تحقیق کے بعد یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وڈیو کیسٹ میں کسی طرح کی کوئی تصویر نہیں چھپتی بلکہ اس کے ذریعہ اس کے سامنے والی چیزوں کو ریز (شعاعوں) کو ٹیپ کر لیا جاتا ہے جس طرح آواز کو ٹیپ کر لیا جاتا ہے۔ ٹیپ ہونے کے باوجود جس طرح آواز کی کوئی صورت نہیں ہوتی بلکہ وہ غیر مرئی ہوتی ہے اسی طرح ان ریز کی بھی کوئی صورت نہیں ہوتی جنہیں فیتے پر دیکھا جا سکے۔ المختصر وڈیو کیمرہ کا کام ان غیر مرئی ریز اور آوازوں کو ٹیپ کرنا ہے لہٰذا ان کو فلمی فیتوں پر قیاس کرنا صحیح نہیں جن میں باقاعدہ تصویریں چھپتی اور دیکھی بھی جا سکتی ہیں اور جنہیں پردہ سیمین پر بڑا کر کے

---

[۱] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ۔ رسائل ابن عابدین ج ۱ ص ۱۲۵ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور۔

[۲] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ۔ رسائل ابن عابدین ج ۱ ص ۱۲۶ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور۔

دکھایا جاتا ہے۔ وڈیو کیسٹ مگنیٹک (مقناطیسی) ہوتے ہیں۔ جن کو مذکورہ ریز (کرنوں) جذب کر لیتے ہیں پھر انھیں جذب شدہ ریز کو ٹی۔ وی سے متعلق کیا جاتا ہے تو ٹی۔ وی ان ریز کو صورت میں بدل کر اپنے آئینے سے ظاہر کر دیتا ہے چونکہ یہ صورت متحرک قار ہوتی ہے اس لیے اس کو عام آئینوں کی صورتوں پر قیاس کیا جا سکتا ہے جبکہ کوئی آئینہ کے روبرو ہو اس میں صورت رہے گی اور ہٹ جانے کی شکل میں ختم ہو جائیگی۔ یوں ہی جب تک وڈیو کا رابطہ ٹی، وی سے رہیگا تصویر نظر آئے گی اور رابطہ منقطع ہونے ہی تصویر فنا ہو جائے گی۔ رہ گئی یہ بات کہ مذکورہ رابطہ پیدا کرنے کے لیے بھی بٹن وغیرہ کو حرکت میں لایا جاتا ہے تب جا کر صورت نظر آتی ہے تو یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ پردہ آئینہ میں پردہ ہٹانے کے بعد ہی صورت منعکس ہوتی ہے۔ الغرض یہاں بھی انعکاس صورت کے لیے پردہ ہٹانے کا عمل ناگزیر ہے ان متحرک وغیر قار تصویروں کو پردہ فلم کی غیر متحرک وقار تصویروں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے کہ پردۂ فلم کی تصویریں درحقیقت جامد و ساکن ہوتی ہیں جن کی حرکت محض نگاہوں کا دھوکا ہے۔ جیسا کہ ٹرین پر چلنے والا باہر کے درختوں اور زمینوں کو پیچھے بھاگتا ہوا دیکھتا ہے ویسے بھی پردہ فلم پر جن جامد و غیر متحرک تصویروں کو بڑا کر کے دکھایا جاتا ہے ان کے غیر متحرک و جامد ہونے میں کسی کو شبہ نہیں ہو سکتا۔

وڈیو کیسٹ کا معاملہ اس کے بالکل برخلاف ہے اس میں کسی طرح کی کوئی تصویر منعکس ہوتی ہی نہیں اور جب اس کے ریز R ٹی وی میں پہنچ کر شکل اختیار کرتے ہیں تو وہ متحرک وغیر قار ہوتے ہیں۔ اس لیے ٹی وی کی تصویروں کے حقیقی طور پر جامد ہونے کا شبہ تک نہیں کیا جا سکتا۔ اس مقام پر یہ بات بھی خالی از فائدہ نہیں کہ جن پروگراموں کو وڈیو کیسٹ کے بغیر براہ راست ٹی وی سے نشر کیا جاتا ہے ان میں بھی یہی ہوتا ہے کہ کیمروں اور مشینوں کے ذریعہ ان ہی ریز کو ٹی وی ٹاور تک پہنچایا جاتا ہے ٹی وی ٹاور انھیں اکٹھا کر کے ٹی وی سیٹ کی طرف منتقل کر دیتا ہے پھر وہی صورت ہو جاتی ہے جو وڈیو کیسٹ کے رابطہ کی صورت میں ٹی وی سے ظاہر ہوتی ہے اور سارے مناظر نظر آنے لگتے ہیں۔

آئینے اور ٹی وی کے ناپائیدار عکوس کو حقیقی معنوں میں تصویر، تمثال، مجسمہ، اسٹیچو وغیرہ کہنا صحیح نہیں اس لیے کہ پائیدار ہونے سے پہلے عکس صرف عکس ہی رہتا ہے تصویر نہیں بنتا اور جب اسے کسی طرح سے پائیدار کر لیا جائے تو وہ ہی تصویر بن جاتا ہے۔

موجودہ معروف اور متعارف آئینہ بالکلیہ انسانی صنعت گری ہے لہٰذا اس میں بھی عکوس کے ظہور میں قطعی طور پر عمل انسانی کا دخل ہے اس لیے اگرچہ ٹی۔ وی کے آئینے پر عکوس کے ظہور میں عمل انسانی دخیل ہے جب بھی اس کا حکم آئینے کے حکم کی طرح ہی ہونا چاہیے کیونکہ غیر قار و ناپائیدار ہونے میں دونوں بالکل ایک طرح ہیں۔

اس تحقیق کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وڈیو اور ٹی۔ وی کے استعمال کرنے کا معاملہ آئینوں کے استعمال کرنے کی طرح ہے جس طرح آئینے کے اندر ہر اس چیز کو دیکھا جا سکتا ہے جس کا دیکھنا آئینہ کے باہر بھی جائز ہے بالکل اسی طرح وڈیو اور ٹی۔ وی کے ذریعہ ہر اس چیز کو دیکھا جا سکتا ہے جس کا دیکھنا سننا اس کے بغیر بھی جائز ہو۔ رہ گئے وہ امور جن کا دیکھنا سننا ناجائز و حرام ہو، وڈیو اور ٹی۔ وی کے ذریعہ بھی ان کا سننا اور دیکھنا ناجائز و حرام ہے۔

غیر محرم مرد و زن کا عام میل جول شرعاً حرام ہے اور فلموں میں بھی دکھایا جاتا ہے اس لیے یہ فلمیں سینما میں دیکھی جائیں یا وی سی آر کے ذریعہ ٹی وی پر بہر حال حرام ہیں۔[1]

---

[1] مصنف کے پاس قلمی یادداشت۔

ہمارا خیال یہ ہے کہ ٹی وی اور وڈیو کی فلمیں ایسی تصاویر تو نہیں ہیں جیسے سٹیچو وغیرہ ہوتا ہے تاہم یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ فلمیں تصویر کی جدید شکل ہیں اور برائی کا بالکلیہ سدباب کرنے کے لیے ان کی حوصلہ افزائی نہیں کرنی چاہیے۔ اگر علماء کی تقاریر کے لیے وڈیو کی اجازت دی جائے تو ٹی وی کے ڈراموں اور فلموں کا راستہ اپنے آپ نکل آئے گا اور اسلام میں برائی سے روکنے کا متعارف طریقہ یہی ہے کہ برائی کی طرف جانے والے راستوں سے بھی روک دیا جائے ـــــ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جوارِ قبر میں مسجد

اس حدیث میں ان لوگوں کی مذمت ہے جنھوں نے قبر کے گرد مسجد بنائی اس میں تصاویر آویزاں کیں اور ان کی تعظیم اور عبادت کی۔ اس بنا پر متشدد علماء نے صالحین کی قبروں کے پاس مسجد بنانے کو بہت شدت سے منع کیا ہے۔ مولانا مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ لکھتے ہیں:

الذین غلبوا علی امرہم سے مراد وہ لوگ ہیں جو مسیح کے پیروان مسیح کے مقابلہ میں اس وقت عیسائی عوام کے رہنما اور سربراہ کار بنے ہوئے تھے اور مذہبی و سیاسی امور کی باگیں جن کے ہاتھوں میں تھیں یہی لوگ دراصل شرک کے علمبردار تھے اور انھوں نے ہی فیصلہ کیا کہ اصحاب کہف کا مقبرہ بنا کر اس کو عبادت گاہ بنا دیا جائے۔

مسلمانوں میں سے بعض لوگوں نے قرآن مجید کی اس آیت کا بالکل الٹ مفہوم لیا ہے۔ وہ دلیل ٹھہرا کر مقابر صلحاء پر عمارتیں اور مسجدیں بنانے کو جائز قرار دیتے ہیں حالانکہ یہاں قرآن ان کی اس گمراہی کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ جو نشانی ان ظالموں کو بعث بعد الموت اور امکان آخرت کا یقین دلانے کے لیے دکھلائی گئی تھی۔ اسے انھوں نے ارتکاب شرک کے لیے ایک خداداد موقع سمجھا اور خیال کیا کہ چلو کچھ اور ولی پوجاپاٹ کے لیے ہاتھ آگئے پھر آخر اس آیت سے قبور صالحین پر مسجدیں بنانے کے لیے کیسے استدلال کیا جاسکتا ہے جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات اس کی نہی میں موجود ہیں [۱]۔

سید مودودی صاحب کے دلائل کی تین بنیادیں ہیں اول اصحاب کہف کی یاد میں ان کے غار کے پاس مسجد بنانیوالے سچے پیروان مسیح کے مقابلہ میں مشرکانہ پوجا پاٹ کے رسیا عوامی رہنما تھے۔ ثانی قرآن کریم نے اس فعل کو گمراہی قرار دیا۔ ثالث احادیث میں اس فعل سے منع کیا گیا ہے۔

آئیے پہلے دیکھیں کہ مسجد بنانے والے کون تھے؟

امام رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں:

ان بعضهم قال الاولى ان يسد باب الكهف لئلا يدخل عليهم احد ولا يقف على احوالهم انسان وقال اخرون بل الاولى ان يبنى على باب الكهف مسجد وهذا القول يدل على ان اولئك الاقوام كانوا عارفين بالله معترفين بالعبادة والصلوٰة ـ الى ان قال ـــــ ثم قال تعالى قال الذين غلبوا على امرهم

بعض لوگوں نے کہا بہتر یہ ہے کہ غار کا دروازہ بند کر دیا جائے تاکہ کوئی شخص وہاں داخل ہوسکے اور نہ ان کے احوال پر واقف ہو سکے۔ بعض لوگوں نے کہا بہتر یہ ہے کہ غار کے دروازہ پر مسجد بنا دی جائے اور یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ لوگ عارف باللہ تھے اور نماز اور عبادت کے قائل تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا الذین غلبوا علی امرہم اس سے مراد مسلمان بادشاہ ہے یا اصحاب کہف کے ورثاء یا شہر کے امراء

WWW.NAFSEISLAM.COM

---

[۱] ۔ ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ۔ تفہیم القرآن ج ۳ ص ۱۷،۱۸، مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور، ۱۹۷۷ء

وقیل المراد به الملك المسلم وقیل اولیاء اصحاب الکھف وقیل رؤساء البلد لنتخذن علیھم مسجدا نعبد اللہ فیہ و نستبقی آثار اصحاب الکھف بذلک المسجد [1]

جنھوں نے کہا ہم یہاں مسجد بنائیں گے جس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور اس مسجد کے سبب سے اصحاب کہف کے آثار کو باقی رکھیں گے۔

علامہ ابو سعود متوفی ۹۵۱ھ، الذین غلبوا علیٰ امرھم کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وھو الملک والمسلمون [2]

یہ بادشاہ اور مسلمان لوگ تھے۔

علامہ آلوسی بھی قبروں کے گرد مسجد بنانے کے خلاف ہیں لیکن انھوں نے اپنے نظریہ کو تفسیر کا لباس نہیں پہنایا اور تفسیر میں خیانت نہیں کی۔ الذین غلبوا علی امرھم کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

والمراد بالذین غلبوا قیل الملک المسلم وقیل اولیاء اصحاب الکھف وقیل رؤساء البلد والمذکور فی القصة ان الملک جعل علی باب الکھف مسجدا وجعل لہ فی کل سنة عیدا عظیما وعن الزجاج ان ھذا یدل علی انہ لما ظھر امرھم غلب المؤمنون بالبعث لان المساجد انما تکون للمؤمنین بہ وفسر غیر واحد الموصول بالملک والمسلمین ولا بعد فی اطلاق الاولیاء کما فی قولہ تعالیٰ (المؤمنون والمؤمنات بعضھم اولیاء بعض) [4]

الذین غلبوا سے مراد مسلمان [3] بادشاہ یا اصحاب کہف کے ورثاء یا شہر کے امراء ہیں قصہ یہ ہے کہ بادشاہ نے غار کے دروازہ پر مسجد بنادی اور وہاں ہر سال عید منائی جاتی زجاج بیان کرتے ہیں یہ واقعہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ جب اصحاب کہف کا واقعہ ظاہر ہوا تو حشر نشر پر ایمان لانے والے غالب ہو گئے کیوں مساجد حشر نشر پر ایمان لانے والوں کی ہوتی ہیں اور بہت سے مفسرین نے کہا ہے کہ الذین غلبوا سے مراد بادشاہ اور مسلمان لوگ ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ورثاء سے مراد بھی یہی لوگ ہوں۔ کیونکہ مومن آپس میں وارث ہوتے ہیں، جیسا قرآن مجید میں ہے کہ مسلمان ایک دوسرے کے وارث ہیں۔

مستند مفسرین کی ان عبارات سے واضح ہو گیا کہ الذین غلبوا علی امرھم کی تفسیر میں مودودی صاحب نے بغیر حوالوں کے جو کچھ لکھا ہے وہ ان کی خیال آفرینی ہے۔ خود ساختہ اور طبع زاد تفسیر ہے اور غلط تفسیر ہے۔

مودودی صاحب کے فکر کی دوسری بنیاد یہ ہے کہ قرآن کریم نے اس فعل کو گمراہی قرار دیا ہے۔ یہ بھی غلط ہے۔ قرآن کریم میں یہ ہے کہ:

ان الساعة لا ریب فیھا اذ یتنازعون بینھم امرھم فقالوا ابنوا علیھم بنیانا

قیامت میں کوئی شک نہیں جب یہ لوگ وقوع قیامت کے بارے میں بحث کرتے تھے ان لوگوں نے کہا ان (اصحاب کہف)

---

۱ امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ۔ تفسیر کبیر ج ۵ ص ۴۷۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

۲ علامہ ابو سعود حنفی متوفی ۹۵۱ھ۔ تفسیر ابو سعود علی ہامش الکبیر، ج ۶ ص ۲۹۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت

۳ تفاسیر کی جتنی عبارات میں مسلم کا لفظ آیا ہے اس سے مراد صحیح العقیدہ عیسائی ہیں۔ سعیدی غفرلہ

۴ علامہ محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ۔ روح المعانی ج ۱۵ ص ۲۳۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

ربھم اعلم بھم قال الذین غلبوا علی امرھم لنتخذن علیھم مسجدا ہ سیقولون ثلثۃ رابعھم کلبھم الآیۃ ۔ (کہف : ۲۱)

پھر ایک عمارت بناؤ جو لوگ ایمان بالآخرۃ کو منوا چکے تھے۔ انھوں نے کہا ہم اس جگہ پر مسجد بنائیں گے عنقریب لوگ کہیں گے کہ اصحاب کہف تین تھے اور چوتھا کتا تھا

قرآن کریم کی اس آیت میں کہیں ہلکا سا اشارہ بھی نہیں ہے کہ غار پر مسجد بنانا گمراہی تھا یا بنانے والے گمراہ لوگ تھے۔ اس کے برخلاف واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مسجد بنانے والے وہ لوگ تھے جو بعث بعد الموت کے قائل تھے۔ کیونکہ پہلے کچھ لوگ بعث بعد الموت (مرنے کے بعد جینا) کے منکر تھے۔ اصحاب کہف کی دریافت سے یہ عقیدہ ثابت ہوگیا اور آخرت پر ایمان لانے والوں کو غلبہ ہوگیا۔ اس لیے انھوں نے چاہا کہ ان کے غار پر مسجد بنادی جائے تاکہ اس عقیدہ کی نشانی پائندہ رہے۔

مودودی صاحب کی فکر کی تیسری بنیاد یہ ہے کہ احادیث میں ہے: اللہ تعالیٰ یہود ونصاریٰ پر لعنت فرمائے۔ انھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجد (سجدہ گاہ) بنالیا۔ (مسلم ج ۱ ص ۲۰۱)

ٹھیک ہے۔ ہم بھی کہتے ہیں کہ قبروں کو عبادۃً سجدہ کرنا شرک اور تعظیماً سجدہ کرنا حرام ہے۔ قبر کا طواف کرنا حرام ہے۔ اس کے سامنے جھکنا حرام ہے قبر کو چومنا مکروہ ہے۔

اس کی تفصیل دیکھنے کے لیے فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ کا رسالہ الزبدۃ الزکیہ اور فتاویٰ رضویہ ج ۴ کتاب الجنائز کا مطالعہ کافی مفید ہے۔

لیکن حدیث شریف میں قبروں کو سجدہ کرنے کی جو ممانعت ہے اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ صالحین کی قبروں کے جوار میں ان سے خیر وبرکت حاصل کرنے کے لیے مسجد نہیں بنانی چاہیے۔

کعبہ سے بڑی دنیا میں کوئی مسجد نہیں ہے اور اس کے جوار میں حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ کی قبریں ہیں۔ محمد جار اللہ متوفی ۹۵۰ھ لکھتے ہیں:

ومن فضائل الحجران فیہ قبر اسماعیل وامہ ھاجر[1]

حطیم کعبہ کے فضائل میں سے یہ ہے کہ اس میں حضرت اسماعیل اور ان کی والدہ کی قبریں ہیں۔

کعبہ کے بعد سب سے بڑی مسجد، مسجد نبوی ہے اور اس کے جوار میں روضہ انور ہے۔ علاوہ ازیں مستند فقہاء اسلام نے صالحین کے جوار میں مسجد بنانے کو جائز قرار دیا ہے۔

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی سورۂ کہف کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وکونہ مسجدا یدل علی جواز البناء علی قبور الصلحاء ونحوھم کما اشار الیہ فی الکشاف وجواز الصلوۃ فی ذلک البناء[2]

غار پر مسجد بنانا، قبروں پر عمارت بنانے کی دلیل ہے جیسا کہ کشاف میں ہے اور یہ کہ اس عمارت میں نماز پڑھنا جائز ہے۔

علامہ عسقلانی شافعی اس باب کی حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

---

[1] - محمد جار اللہ متوفی ۹۸۵ھ - الجامع اللطیف ص ۸۹۔

[2] - شہاب الدین خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ - عنایۃ القاضی ج ۶ ص ۸۷ مطبوعہ دار صادر بیروت

فاما من اتخذ مسجدا فی جوار صالح وقصد التبرك بالقرب منه لا التعظیم له ولا التوجه نحوه فلا یدخل فی ذلك الوعید [1]

جو شخص کسی صالح کے جوار میں مسجد بنائے اور اس کے قرب سے برکت حاصل کرنے کا ارادہ کرے نہ کہ اس کی تعظیم اور نماز میں اس کی طرف توجہ کا، تو وہ اس وعید میں داخل نہیں ہے۔

علامہ قسطلانی شافعی نے بھی اس حدیث کی شرح میں من وعن وہی لکھا ہے جو علامہ عسقلانی نے لکھا ہے [2]

ملا علی قاری ہروی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں؛

علامہ طیبی کہتے ہیں؛

اما من اتخذ مسجدا فی جوار الصالح او صلی فی مقبرة وقصد الاستظهار بروحه او وصول اثر ما من اثر عبادته الیه لا للتعظیم له و التوجه نحوه فلا حرج علیه الا تری ان مرقد اسماعیل علیه السلام فی المسجد الحرام عند الحطیم ثم ان ذلك المسجد افضل مکان یتحری المصلی لصلوته والنهی عن الصلوة فی المقابر مختص بالقبور المنبوشة لما فیه من النجاسة کذا ذکره الطیبی وذکر غیره ان صورة قبر اسماعیل علیه السلام فی الحجر تحت المیزاب وان فی الحطیم بین الحجر الاسود وزمزم قبر سبعین نبیا۔

جو شخص کسی مرد صالح کے جوار میں مسجد بنائے یا مقبرہ میں نماز پڑھے اور اس کی روح سے مدد کا قصد کرے یا اس کے آثار عبادت سے فیض حاصل کرنے کا قصد کرے جبکہ نماز میں اس کی تعظیم اور اس کی طرف توجہ مقصود نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قبر کعبہ میں حطیم کے پاس ہے اور اس جگہ نماز پڑھنا سب سے افضل ہے اور قبر کے پاس نماز پڑھنا اس وقت منع ہے جب اس جگہ کی مٹی اموات کی نجاست سے آلودہ ہو اور علامہ طیبی کے علاوہ دوسروں نے کہا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قبر کی صورت حطیم میں میزاب کے نیچے ہے۔ اور حطیم میں حجر اسود اور میزاب کے درمیان ستر نبیوں کی قبریں ہیں۔

شیخ انور شاہ کشمیری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قال الطیبی واما من اتخذ مسجدا بجوار قبر صالح بحیث یبقی قبره خارج المسجد وقصد التبرك بالقرب منه لا التعظیم له ولا التوجه نحوه فلا باس به ویرجی فیه النفع ایضا۔ [3]

علامہ طیبی نے کہا ہے کہ جو شخص کسی مرد صالح کے قرب میں مسجد بنائے بایں طور کہ اس کی قبر مسجد سے خارج ہو اور وہ اس کے قرب سے برکت کا ارادہ کرے نہ کہ اس کی تعظیم اور اس کی طرف توجہ کا اس میں کوئی حرج نہیں اور اس میں نفع کی امید ہے۔

شیخ شبیر احمد عثمانی نے بھی اس حدیث کی شرح میں وہی کچھ لکھا ہے جو علامہ عسقلانی اور علامہ قسطلانی نے لکھا ہے [4]۔ ان

[1] - علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ - فتح الباری ج ۱ ص ۵۲۵ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ -

[2] - ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ مرقاۃ ج ۲ ص ۲۰۲ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۲ھ

[3] - شیخ انور شاہ کاشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ فیض الباری ج ۲ ص ۴۳ مطبوعہ مطبع حجازی قاہرہ ۱۳۵۷ھ

[4] - شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ فتح الملہم ج ۲ ص ۱۳۱ مطبوعہ مکتبہ الحجاز کراچی -

کی عبارت دیکھنے کے لیے علامہ عسقلانی کا حوالہ ایک بار پھر دیکھ لیں۔

علامہ وشتانی مالکی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

فاما من اتخذ مسجدا اقرب رجل صالح اوصلی فی مقبرتہ قصدا للتبرک باثارہ واجابۃ دعائہ ھنالک فلا حرج فی ذلک واحتج لذلک بان قبر اسماعیل علیہ السلام فی المسجد الحرام عند الحطیم ثم ان ذلک الموضع افضل مکان للصلوٰۃ فیہ۔ [۱]

جس شخص نے کسی مرد صالح کے قرب میں مسجد بنائی یا اسکے مقبرہ میں نماز پڑھی درآں حالیکہ وہ اس کے آثار سے تبرک کا قصد کرتا ہو یا اس جگہ دعا کی قبولیت کا ارادہ کرتا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قبر حطیم کے پاس ہے اور وہ جگہ نماز پڑھنے کے لیے سب سے افضل ہے۔

اور علامہ سنوسی مالکی نے بھی اس حدیث کی شرح میں من وعن یہی لکھا ہے۔ [۲]

اس تحقیق اور تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ:

مودودی صاحب نے جو کچھ لکھا ہے وہ امام رازی، علامہ ابو سعود، علامہ آلوسی، علامہ ابن حجر عسقلانی، علامہ احمد قسطلانی علامہ وشتانی، علامہ سنوسی، ملا علی قاری، شیخ عبدالحق، شیخ انور شاہ کاشمیری، شیخ شبیر احمد عثمانی کی تصریحات کے خلاف لکھا ہے اور تفہیم القرآن میں انھوں نے امت مسلمہ کو جو راستہ دکھلایا ہے وہ اکابر اسلام، اسلاف امت حتیٰ کہ اکابر دیوبند کے بھی خلاف ہے۔

دقت نظر سے دیکھا جائے تو احناف کا مذہب صحت کے زیادہ قریب ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے۔

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الارض کلھا مسجد الا المقبرۃ والحمام۔ [۳]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مقبرہ اور حمام کے سوا تمام روئے زمین مسجد ہے۔

چونکہ اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقبرہ میں نماز پڑھنے سے منع فرما دیا ہے اس لیے مقبرہ میں نماز مکروہ قرار دی جائیگی خواہ مقبرہ کی جگہ پاک ہو یا نہ ہو اس وجہ سے امام شافعی اور امام مالک کا مذہب صحیح نہیں ہے اور چونکہ یہ حدیث خبر واحد ہے جو قطعیت کا فائدہ نہیں دیتی لہٰذا یہ نہی تحریم کا فائدہ نہیں دیگی اس لیے امام احمد بن حنبل جو تحریم کے قائل ہیں ان کا مذہب صحیح نہیں ہے۔

ایک اشکال کا جواب

یہود اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ کرتے تھے لیکن عیسائیوں کے نبی صرف حضرت عیسیٰ ہیں اور ان کی قبر ہی نہیں ہے۔ پھر حدیث شریف کا معنیٰ کس طرح درست ہو گا کہ "یہود اور عیسائیوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا" اس اشکال کو بخاری اور مسلم کے بہت سے

---

[۱] علامہ محمد بن خلفہ وشتانی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۲۳۴، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔

[۲] علامہ محمد بن محمد سنوسی متوفی ۸۹۵ھ، مکمل اکمال المعلم ج ۲، ص ۲۳۵، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔

[۳] امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ۔ جامع ترمذی ص ۴۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

شارحین نے اٹھایا ہے لیکن جواب کسی نے نہیں دیا۔ بات یہ ہے کہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بت بنا کر اس کی پرستش کرتے ہیں اور اپنی قبروں پر بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بت بنا کر نصب کرتے ہیں۔ اور اس حدیث شریف میں قبروں پر بت بنانے اور ان کی پرستش پر بھی وعید ہے۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کے ساتھ عیسائیوں کا بھی بالتبع ذکر کر دیا کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے بت اور تصویریں بنانے اور ان کی پرستش میں عیسائی بھی یہود کے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم ورسولہٗ۔

خلیل کا معنی

اس حدیث کے آخر میں ہے: "اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل بنا لیا ہے جیسے (حضرت) ابراہیم کو خلیل بنایا تھا اور اگر میں امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو "ابو بکر" کو خلیل بناتا۔" اس لیے ضروری ہے کہ خلیل کا معنی بیان کر دیا جائے۔ علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں:

الخلة بالضم الصداقة والمحبة التي تخللت القلب فصارت خلاله اى فى باطنه والخليل الصديق فعيل بمعنى فاعل وقد يكون بمعنى مفعول، وانما قال ذلك لان خلته كانت مقصورة على حب الله تعالى فليس فيها لغيره متسع ولا شركة من محاب الدنيا والآخرة وهذه حال شريفة لا ينالها احد بكسب واجتهاد فان الطباع غالبة وانما يخص الله بها من يشاء من عباده مثل سيد المرسلين صلوات الله وسلامه عليه ومن جعل الخليل مشتقا من الخلة وهي الحاجة والفقر اراد انى ابرأ من الاعتماد والافتقار الى احد غير الله تعالى وفى رواية ابرأ الى كل خل من خلته بفتح الخاء وبكسرها وهما بمعنى الخلة والخليل ومنه الحديث لو كنت متخذا خليلا لاتخذت ابا بكر۔ [1]

خلت کا معنی گہری دوستی اور سچی محبت ہے ایسی محبت جو دل میں سرایت کر جاتی ہے حتیٰ کہ محب کا وصف باطن بن جاتی ہے خلیل گہرے اور سچے دوست کو کہتے ہیں یہ محب اور محبوب دونوں معنی میں مستعمل ہے۔ اس حدیث کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی محبت اللہ تعالیٰ کی ذات میں منحصر تھی۔ اس محبت میں کسی اور کی گنجائش تھی نہ اس میں دنیا اور آخرت کی پسندیدہ چیزوں میں سے کسی کی شرکت تھی، یہ ایک عظیم وہبی کیفیت ہے جس کے حصول میں ارادہ اور کوشش کا دخل نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس نعمت سے نوازتا ہے جیسے حضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ سرفرازی عطا کی، بعض لوگوں نے کہا کہ خلیل، خلت بمعنی احتیاج سے ماخوذ ہے۔ اس صورت میں حدیث کا معنی ہے میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور پر اعتماد کرنے اور اس کی طرف محتاج ہونے سے بری ہوں یعنی صرف اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرتا ہوں اور اسی کا محتاج ہوں۔ اسی معنی میں یہ حدیث ہے: "اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا۔"

اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیل کا ان دونوں معنوں میں استعمال فرمایا ہے: "اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل بنایا" یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود خلیل ہیں اس اعتبار سے خلیل کا معنی سچی اور گہری محبت کرنے والا ہے۔ نیز فرمایا:

---

[1] ابن اثیر متوفی ۶۰۶ھ۔ نہایہ ج ۲ ص ۷۲، مؤسسہ مطبوعاتی اسماعیلیان ایران ۱۳۶۴ھ۔

"اگر میں امت میں سے کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابو بکر کو خلیل بناتا" یعنی اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیل ہے اس اعتبار سے خلیل کا معنی ہے "سب کو چھوڑ کر جس پر میرا اعتماد اور جس کی احتیاج ہے وہ اللہ ہے۔" یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق میں نہ کسی پر توکل کرتے ہیں نہ کسی کے محتاج ہیں صرف اللہ کے محتاج ہیں اور اسی پر بھروسہ کرتے ہیں اگر مخلوق میں سے کسی کے ساتھ یہ معاملہ کرتے تو ابو بکر کے ساتھ کرتے۔

بَابُ ١٩ فَضْلِ بِنَاءِ الْمَسَاجِدِ وَالْحَثِّ عَلَيْهَا

۱۰۹۱ - وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسَى قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو أَنَّ بُكَيْرًا حَدَّثَهُ أَنَّ عَاصِمَ بْنَ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ عُبَيْدَ اللَّهِ الْخَوْلَانِيَّ يَذْكُرُ أَنَّهُ سَمِعَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ عِنْدَ قَوْلِ النَّاسِ فِيهِ حِينَ بَنَى مَسْجِدَ الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكُمْ قَدْ أَكْثَرْتُمْ وَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ بَنَى مَسْجِدًا لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ بُكَيْرٌ حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ يَبْتَغِي بِهِ وَجْهَ اللَّهِ تَعَالَى بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَقَالَ ابْنُ عِيسَى فِي رِوَايَتِهِ مِثْلَهُ فِي الْجَنَّةِ۔

مسجد بنانے کی فضیلت اور اسکی ترغیب

عبداللہ خولانی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب مسجد نبوی کو بنایا تو انہوں نے لوگوں کو اس مسئلہ میں چہ میگوئیاں کرتے سنا آپ نے فرمایا تم نے اس مسئلہ میں بہت لے دے کی ہے حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے "جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کیلئے مسجد بنائے گا تو اللہ تعالےٰ اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔"

۱۰۹۲ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى وَاللَّفْظُ لِابْنِ مُثَنَّى قَالَا نَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ قَالَ أَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ مَحْمُودِ بْنِ لَبِيدٍ أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ أَرَادَ بِنَاءَ الْمَسْجِدِ فَكَرِهَ النَّاسُ ذَلِكَ فَأَحَبُّوا أَنْ يَدَعَهُ عَلَى هَيْئَتِهِ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ بَنَى مَسْجِدًا لِلَّهِ بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ۔

محمود بن لبید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کو بنانا چاہا تو لوگوں نے اس کو ناپسند کیا وہ چاہتے تھے کہ مسجد کو اس کی حالت پر چھوڑ دیا جائے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا "جو شخص اللہ تعالیٰ کی (رضا جوئی) کے لیے مسجد بنائے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں اس جیسا مکان بنا دے گا۔

بَابُ ۱۹۱ النَّدْبِ اِلٰی وَضْعِ الْاَیْدِیْ عَلَی الرُّکَبِ فِی الرُّکُوْعِ وَنَسْخِ التَّطْبِیْقِ

۱۰۹۳- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَآءِ الْهَمْدَانِیُّ وَاَبُوْ کُرَیْبٍ قَالَا نَا اَبُوْ مُعَاوِیَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ وَعَلْقَمَةَ قَالَا اَتَیْنَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ فِیْ دَارِهٖ فَقَالَ اَصَلّٰی هٰؤُلَآءِ خَلْفَکُمْ فَقُلْنَا لَا قَالَ فَقُوْمُوْا فَصَلُّوْا فَلَمْ یَاْمُرْنَا بِاَذَانٍ وَّلَا اِقَامَةٍ قَالَ وَذَهَبْنَا لِنَقُوْمَ خَلْفَهٗ فَاَخَذَ بِاَیْدِیْنَا فَجَعَلَ اَحَدَنَا عَنْ یَّمِیْنِهٖ وَالْاٰخَرَ عَنْ شِمَالِهٖ قَالَ فَلَمَّا رَکَعَ وَضَعْنَا اَیْدِیَنَا عَلٰی رُکَبِنَا قَالَ فَضَرَبَ اَیْدِیَنَا وَطَبَّقَ بَیْنَ کَفَّیْهِ ثُمَّ اَدْخَلَهُمَا بَیْنَ فَخِذَیْهِ قَالَ فَلَمَّا صَلّٰی قَالَ اِنَّهٗ سَیَکُوْنُ عَلَیْکُمْ اُمَرَآءُ یُؤَخِّرُوْنَ الصَّلٰوةَ عَنْ مِّیْقَاتِهَا وَیَخْنُقُوْنَهَا اِلٰی شَرَقِ الْمَوْتٰی فَاِذَا رَاَیْتُمُوْهُمْ قَدْ فَعَلُوْا ذٰلِكَ فَصَلُّوا الصَّلٰوةَ لِمِیْقَاتِهَا وَاجْعَلُوْا صَلٰوتَکُمْ مَّعَهُمْ سُبْحَةً وَّاِذَا کُنْتُمْ ثَلَاثَةً فَصَلُّوْا جَمِیْعًا وَّاِذَا کُنْتُمْ اَکْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَلْیَؤُمَّکُمْ اَحَدُکُمْ وَاِذَا رَکَعَ اَحَدُکُمْ فَلْیُفْرِشْ ذِرَاعَیْهِ عَلٰی فَخِذَیْهِ وَلْیَجْنَأْ وَلْیُطَبِّقْ بَیْنَ کَفَّیْهِ فَکَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلَی اخْتِلَافِ اَصَابِعِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَرَاهُمْ۔

حالت رکوع میں ہاتھوں کا گھٹنوں پر رکھنا اور تطبیق کا منسوخ ہونا

اسود اور علقمہ بیان کرتے ہیں کہ ہم دونوں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے گھر آئے انھوں نے کہا "کیا ان لوگوں نے تمہارے پیچھے نماز پڑھ لی؟" ہم نے کہا نہیں، انھوں نے کہا تو اٹھو اور نماز پڑھ لو"! اور ہمیں اذان اور اقامت کا حکم نہیں دیا۔ ہم ان کے پیچھے کھڑے ہونے لگے تو انھوں نے ہمارا ہاتھ پکڑ کر ایک کو دائیں طرف اور دوسرے کو بائیں طرف کر دیا جب انھوں نے رکوع کیا تو ہم نے اپنے گھٹنوں پر ہاتھ رکھا انھوں نے ہمارے ہاتھوں پر (ہاتھ) مارا، اور ہتھیلیوں کو جوڑ کر رانوں کے درمیان رکھا۔ جب نماز پڑھ چکے تو فرمایا "عنقریب تم پر ایسے امراء اور حکام مسلط ہوں گے جو نمازوں کو ان کے اوقات سے مؤخر کر کے پڑھیں گے۔ اور وقت کو بہت تنگ کر دیں گے۔ جب تم ان کو ایسا کرتے دیکھو تو نماز اپنے وقت پر پڑھ لو اور ان کیساتھ دوبارہ نفل پڑھ لو اور جب تم تین آدمی ہو تو مل کر نماز پڑھو اور جب تین سے زیادہ ہو تو تم میں سے ایک شخص امام ہو جائے اور جب رکوع کرو تو اپنے ہاتھوں کو رانوں کے درمیان ملا کر رکھو (یہ منظر اب بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیاں کچھ کشادہ کر کے رکھی ہوئی ہیں۔

۱۰۹۴- وَحَدَّثَنَا مِنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِیْمِیُّ قَالَ اَنَا ابْنُ مُسْهِرٍ ح وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ قَالَ نَا جَرِیْرٌ ح وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا یَحْیَی بْنُ اٰدَمَ قَالَ نَا مُفَضَّلٌ کُلُّهُمْ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْاَسْوَدِ اَنَّهُمَا دَخَلَا عَلٰی عَبْدِ اللّٰهِ بِمَعْنٰی حَدِیْثِ اَبِیْ مُعَاوِیَةَ وَفِیْ حَدِیْثِ ابْنِ مُسْهِرٍ وَجَرِیْرٍ فَکَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلَی اخْتِلَافِ اَصَابِعِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ رَاکِعٌ۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی علقمہ اور اسود سے ایسی ہی روایت منقول ہے

۱۰۹۵- وَحَدَّثَنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِیُّ قَالَ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰی عَنْ اِسْرَآئِیْلَ

علقمہ اور اسود بیان کرتے ہیں کہ وہ دونوں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور آپ نے کہا کیا دوسرے

عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْاَسْوَدِ اَنَّهُمَا دَخَلَا عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ فَقَالَ اَصَلّٰى مَنْ خَلْفَكُمْ قَالَا نَعَمْ فَقَامَ بَيْنَهُمَا وَجَعَلَ اَحَدَهُمَا عَنْ يَمِيْنِهٖ وَالْاٰخَرَ عَنْ شِمَالِهٖ ثُمَّ رَكَعْنَا فَوَضَعْنَا اَيْدِيَنَا عَلٰى رُكَبِنَا فَضَرَبَ اَيْدِيَنَا ثُمَّ طَبَّقَ بَيْنَ يَدَيْهِ ثُمَّ جَعَلَهُمَا بَيْنَ فَخِذَيْهِ فَلَمَّا صَلّٰى قَالَ هٰكَذَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

لوگ نماز پڑھ چکے ہیں؟" انھوں نے کہا "ہاں" پھر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان کے درمیان کھڑے ہوئے ایک کو دائیں اور دوسرے کو بائیں جانب کھڑا کیا پھر رکوع کیا ہم نے اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھا حضرت عبد اللہ بن مسعود نے ہمارے ہاتھوں پر (ہاتھ) مارا اور دونوں ہاتھوں کو ملا کر رانوں کے درمیان رکھا (اس عمل کو تطبیق کہتے ہیں۔ سعیدی) جب نماز پڑھ چکے تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کیا ہے۔

تطبیق حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تفردات میں سے ہے۔ باقی صحابہ، تابعین اور تمام ائمہ کے نزدیک تطبیق منسوخ ہے۔ ناسخ کا ذکر اگلی حدیث میں ہے۔ (سعیدی)

۱۰۹۶ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَاَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ وَاللَّفْظُ لِقُتَيْبَةَ قَالَا نَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ اَبِيْ يَعْفُوْرٍ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ صَلَّيْتُ اِلٰى جَنْبِ اَبِيْ قَالَ وَجَعَلْتُ يَدَيَّ بَيْنَ رُكْبَتَيَّ فَقَالَ لِيْ اَبِيْ اِضْرِبْ بِكَفَّيْكَ عَلٰى رُكْبَتَيْكَ قَالَ ثُمَّ فَعَلْتُ ذٰلِكَ مَرَّةً اُخْرٰى فَضَرَبَ يَدَيَّ وَقَالَ اِنَّا نُهِيْنَا عَنْ هٰذَا وَاُمِرْنَا اَنْ نَضْرِبَ بِالْاَكُفِّ عَلَى الرُّكَبِ۔

حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے اپنے والد کے پہلو میں نماز پڑھی اور اپنے ہاتھ دونوں گھٹنوں کے درمیان رکھے۔ میرے والد نے کہا "تم اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھ لو" وہ کہتے ہیں میں نے پھر ایسے ہی کیا انھوں نے پھر میرے ہاتھوں پر مارا اور فرمایا "ہم اس سے روک دیے گئے ہیں اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھیں۔"

۱۰۹۷ - حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ نَا اَبُو الْاَحْوَصِ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ كِلَاهُمَا عَنْ اَبِيْ يَعْفُوْرٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ اِلٰى قَوْلِهٖ فَنُهِيْنَا عَنْهُ وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهُ۔

امام مسلم فرماتے ہیں ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

۱۰۹۸ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيْعٌ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اَبِيْ خَالِدٍ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ رَكَعْتُ فَعَلْتُ بِيَدَيَّ هٰكَذَا يَعْنِيْ طَبَّقَ بِهِمَا وَوَضَعَهُمَا بَيْنَ فَخِذَيْهِ فَقَالَ اَبِيْ قَدْ كُنَّا يَفْعَلُ هٰذَا ثُمَّ اُمِرْنَا بِالرُّكَبِ۔

حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رکوع کیا اور دونوں ہاتھوں کو ملا کر رانوں کے درمیان رکھ لیا۔ میرے والد نے کہا پہلے ہم ایسا ہی کرتے تھے مگر بعد میں ہمیں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کا حکم دیا گیا۔

۱۰۹۹ - حَدَّثَنِي الْحَكَمُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ نَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ قَالَ نَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اَبِيْ خَالِدٍ عَنِ الزُّبَيْرِ ابْنِ عَدِيٍّ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ قَالَ

حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کے پہلو میں نماز پڑھی تو ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں ڈال کر دونوں گھٹنوں کے درمیان

صَلَّيْتُ إِلَى جَنْبِ أَبِي فَلَمَّا رَكَعْتُ شَبَّكْتُ أَصَابِعِي وَجَعَلْتُهُمَا بَيْنَ رُكْبَتَيَّ فَضَرَبَ يَدَيَّ فَلَمَّا صَلَّى قَالَ قَدْ كُنَّا نَفْعَلُ هٰذَا ثُمَّ أُمِرْنَا أَنْ نَرْفَعَ إِلَى الرُّكَبِ.

رکھ لیا انھوں نے میرے ہاتھ پر (ہاتھ) مارا اور نماز کے بعد فرمایا: "پہلے ہم ایسا کرتے تھے پھر ہمیں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کا حکم دیا گیا۔

- اس حدیث میں تطبیق کے علاوہ مندرجہ ذیل اُمور بھی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تفردات میں سے ہیں۔
- جماعت کے لیے امام کے علاوہ تین آدمیوں کا ہونا۔
- اگر امام کے علاوہ دو آدمی ہوں تو ایک امام کے دائیں جانب اور دوسرا بائیں جانب ہو۔
- گھر میں جماعت کے لیے اذان اور اقامت کا نہ ہونا۔

دیگر فوائد

- اگر امام وقت مختار میں نماز نہ پڑھائے تو لوگ وقت مختار میں نماز پڑھیں اور بہتر یہ ہے کہ جماعت کیساتھ پڑھیں
- عذر شرعی کی بناء پر جماعت کو چھوڑا جا سکتا ہے۔
- امام کے ساتھ دوبارہ نفل پڑھنا جائز ہے۔ اور اس سے فجر عصر اور مغرب کی نمازیں دیگر دلائل سے مستثنیٰ ہیں۔
- اگر امام تاخیر سے جماعت کراتا ہو پھر بھی نفل کی نیت سے امام کے ساتھ نماز پڑھیں "تاکہ امت انتشار، افتراق اور نفاق کا شکار نہ ہو۔

بَابُ ۱۹۲ جَوَازِ الْإِقْعَاءِ عَلَى الْعَقِبَيْنِ

نماز میں ایڑیوں پر بیٹھنا

۱۱۰۰ - حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ ح وَحَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ قَالَا جَمِيعًا أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ طَاؤُسًا يَقُولُ قُلْنَا لِابْنِ عَبَّاسٍ فِي الْإِقْعَاءِ عَلَى الْقَدَمَيْنِ فَقَالَ هِيَ السُّنَّةُ فَقُلْنَا لَهُ إِنَّا لَنَرَاهُ جَفَاءً بِالرَّجُلِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بَلْ هِيَ سُنَّةُ نَبِيِّكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ.

طاؤس بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے قدموں پر بیٹھنے کے متعلق پوچھا انھوں نے کہا "یہ تو سنت ہے۔" ہم نے کہا یہ ہمارا خیال ہے اس میں مشقت ہے۔" حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "نہیں! یہ تمہارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔"

اقعاء کا معنی

اقعاء کے معنی ہیں سرین کو ایڑیوں پر رکھ کر بیٹھنا۔ شوافع کا ایک قول یہ ہے کہ دو سجدوں کے درمیان اسی طرح بیٹھنا افضل ہے۔ باب مذکور سے اسی قول کی تائید ہوتی ہے۔ احناف کے نزدیک دو سجدوں کے درمیان اصل کے مطابق دایاں پیر نصب کر کے بائیں پیر پر بیٹھنا سنت ہے اور بطور اقعاء کے نہیں بیٹھنا چاہیے۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے:-

عن علی قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا علی احب لک ما احب لنفسی واکرہ لک ما اکرہ لنفسی لا تقع بین السجدتین [1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے علی! میں تمہارے لیے وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند ہے اور تمہارے لیے وہی ناپسند کرتا ہوں جو مجھے اپنے لیے ناپسند ہے! دو سجدوں کے درمیان بطور اقعاء نہ بیٹھا کرو"!

شوافع کہتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی "حارث اعور" ہے اور وہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ ثانیاً اقعاء کا دوسرا معنیٰ ہے: "دونوں ٹانگیں نصب کر کے سرین کے بل بیٹھنا" یہ بالاتفاق مکروہ ہے اور اس حدیث میں یہی معنی مراد ہے۔

نماز میں عورتوں کے سجدے اور بیٹھنے کا طریقہ

نماز میں عورتوں کے سجدے اور بیٹھنے کا طریقہ مردوں سے مختلف ہے جیسا کہ حسب ذیل احادیث سے ظاہر ہے۔

عن یزید بن ابی حبیب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر علی امرأتین تصلیان فقال اذا سجدتما فضما بعض اللحم الی الارض فان المرأۃ لیس فی ذلک کالرجل [2]

یزید بن ابی حبیب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا جب تم سجدہ کرو تو اپنے جسم کے بعض حصے کو زمین سے لگا یا کرو کیونکہ اس میں عورتیں مردوں کی طرح نہیں ہیں۔

عن ابن عمر اذا جلست المرأۃ فی الصلوٰۃ وضعت فخذھا علی فخذھا الاخری فاذا سجدت الصقت بطنھا فی فخذیھا کاستر ما یکون لھا [3]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ایک ران دوسری ران پر رکھے اور جب سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو رانوں کے ساتھ چپکائے یہ اس کے لیے زیادہ ستر کی مثل ہے۔

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۶۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[2] امام ابوداؤد سجستانی متوفی ۲۷۵ھ مراسیل ابوداؤد ص ۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ

[3] علامہ علی متقی بن حسام الدین برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ کنز العمال ج ۷، ص ۹۴۹ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت طبع ۵ ۱۴۰۵ھ

بَابُ ۱۹۳ تَحْرِيْمِ الْكَلَامِ فِي الصَّلٰوةِ وَنَسْخِ مَا كَانَ مِنْ إِبَاحَتِهٖ

۱۱۰۱- وَحَدَّثَنَا أَبُوْ جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ وَأَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَتَقَارَبَا فِيْ لَفْظِ الْحَدِيْثِ قَالَا نَا إِسْمٰعِيْلُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ حَجَّاجٍ الصَّوَّافِ عَنْ يَحْيَى ابْنِ أَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِيْ مَيْمُوْنَةَ عَنْ عَطَاءِ ابْنِ يَسَارٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ ابْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِيِّ قَالَ بَيْنَا أَنَا أُصَلِّيْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ عَطَسَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَقُلْتُ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَرَمَانِي الْقَوْمُ بِأَبْصَارِهِمْ فَقُلْتُ وَاثُكْلَ أُمِّيَاهْ مَا شَأْنُكُمْ تَنْظُرُوْنَ إِلَيَّ فَجَعَلُوْا يَضْرِبُوْنَ بِأَيْدِيْهِمْ عَلٰى أَفْخَاذِهِمْ فَلَمَّا رَأَيْتُهُمْ يُصَمِّتُوْنَنِيْ لٰكِنِّيْ سَكَتُّ فَلَمَّا صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبِأَبِيْ هُوَ وَأُمِّيْ مَا رَأَيْتُ مُعَلِّمًا قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ أَحْسَنَ تَعْلِيْمًا مِنْهُ فَوَاللّٰهِ مَا كَهَرَنِيْ وَلَا ضَرَبَنِيْ وَلَا شَتَمَنِيْ ثُمَّ قَالَ إِنَّ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ لَا يَصْلُحُ فِيْهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ إِنَّمَا هُوَ التَّسْبِيْحُ وَالتَّكْبِيْرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْاٰنِ أَوْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ حَدِيْثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ وَقَدْ جَاءَ اللّٰهُ بِالْإِسْلَامِ وَإِنَّ مِنَّا رِجَالًا يَأْتُوْنَ الْكُهَّانَ قَالَ فَلَا تَأْتِهِمْ قَالَ وَمِنَّا رِجَالٌ يَتَطَيَّرُوْنَ قَالَ ذَاكَ شَيْءٌ يَجِدُوْنَهٗ فِيْ صُدُوْرِهِمْ فَلَا يَصُدَّنَّهُمْ وَقَالَ ابْنُ الصَّبَّاحِ فَلَا يَصُدَّنَّكُمْ قَالَ قُلْتُ وَمِنَّا رِجَالٌ يَخُطُّوْنَ قَالَ كَانَ نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ يَخُطُّ فَمَنْ وَافَقَ خَطَّهٗ فَذَاكَ قَالَ وَكَانَتْ لِيْ جَارِيَةٌ تَرْعٰى غَنَمًا لِيْ قِبَلَ أُحُدٍ وَالْجَوَّانِيَّةِ فَاطَّلَعْتُ ذَاتَ يَوْمٍ فَإِذَا الذِّئْبُ قَدْ ذَهَبَ بِشَاةٍ مِنْ غَنَمِهَا

نماز میں کلام کو حرام کرنا اور اباحت سابقہ کو منسوخ کرنا

حضرت معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز میں شریک تھا کہ جماعت میں کسی شخص کو چھینک آئی۔ میں نے کہا "یرحمک اللہ" لوگوں نے مجھے گھورنا شروع کر دیا۔ میں نے کہا "کاش یہ مر چکا ہوتا تم مجھے کیوں گھور رہے ہو!" یہ سن کر انھوں نے اپنی رانوں پر ہاتھ مارنا شروع کر دیا جب میں نے سمجھا وہ مجھے خاموش کرانا چاہتے ہیں تو میں خاموش ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ فدا ہوں میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ سے بہتر کوئی سمجھانے والا نہیں دیکھا۔ خدا کی قسم، آپ نے مجھے جھڑکا نہ برا بھلا کہا، نہ مارا، نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے فرمایا: "نماز میں باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ نماز میں صرف تسبیح تکبیر اور تلاوت کرنی چاہیے۔ (او کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں دور جاہلیت کے قریب تھا اور اللہ تعالیٰ نے دولت اسلام سے سرفراز کر دیا۔ ہم میں سے بعض لوگ کاہنوں (اٹکل پچو سے غیب کی خبریں بتانے والے) کے پاس جاتے ہیں فرمایا، تم ان کے پاس مت جاؤ" میں نے عرض کیا ہم میں سے بعض لوگ بدشگون لیتے ہیں۔ فرمایا: "یہ ان کی من گھڑت بات ہے تم اس کے درپے مت ہو"۔ میں نے پھر عرض کیا ہم میں سے بعض لوگ عمل رمل (زائچہ بنانا) کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "انبیاء (کرام) میں سے ایک نبی کو یہ علم دیا گیا تھا۔ جس شخص کا عمل اس کے مطابق ہو تو صحیح ہے۔" حضرت معاویہ بن حکم نے کہا میری ایک لونڈی تھی جو احد اور جوانیہ میں میری بکریاں چرایا کرتی تھی۔ ایک دن میں وہاں گیا تو دیکھا کہ بھیڑیا ایک بکری کو اٹھا کر لے گیا ہے میں بھی آخر انسانوں میں سے ایک انسان ہوں اور سب کی طرح مجھے بھی غصہ آتا ہے میں

وَاَنَا رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ اٰدَمَ اٰسَفُ كَمَا يَاْسَفُوْنَ لٰكِنِّیْ صَكَكْتُهَا صَكَّةً فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَظَّمَ ذٰلِكَ عَلَیَّ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا اُعْتِقُهَا قَالَ ائْتِنِیْ بِهَا فَاَتَيْتُ بِهَا فَقَالَ لَهَا اَيْنَ اللّٰهُ قَالَتْ فِی السَّمَآءِ قَالَ مَنْ اَنَا قَالَتْ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ اَعْتِقْهَا فَاِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ۔

۱۱۰۲ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ قَالَ نَا الْاَوْزَاعِیُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِیْ كَثِيْرٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ۔

۱۱۰۳ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَاَبُوْ سَعِيْدٍ الْاَشَجُّ وَاَلْفَاظُهُمْ مُتَقَارِبَةٌ قَالُوْا نَا ابْنُ فُضَيْلٍ قَالَ نَا الْاَعْمَشُ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كُنَّا نُسَلِّمُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِی الصَّلٰوةِ فَيَرُدُّ عَلَيْنَا فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِیِّ سَلَّمْنَا عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْنَا فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَيْكَ فِی الصَّلٰوةِ فَتَرُدُّ عَلَيْنَا فَقَالَ اِنَّ فِی الصَّلٰوةِ شُغْلًا۔

۱۱۰۴ - حَدَّثَنِیْ ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ السَّلُوْلِیُّ قَالَ نَا هُرَيْمُ بْنُ سُفْيَانَ عَنِ الْاَعْمَشِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ نَحْوَهٗ۔

۱۱۰۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ نَا هُشَيْمٌ عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بْنِ اَبِیْ خَالِدٍ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ شُبَيْلٍ عَنْ اَبِیْ عَمْرٍو الشَّيْبَانِیِّ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ كُنَّا نَتَكَلَّمُ فِی الصَّلٰوةِ يُكَلِّمُ الرَّجُلُ صَاحِبَهٗ وَهُوَ اِلٰى جَنْبِهٖ فِی الصَّلٰوةِ حَتّٰى نَزَلَتْ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ فَاُمِرْنَا بِالسُّكُوْتِ وَنُهِيْنَا عَنِ الْكَلَامِ۔

نے اس کے ایک تھپڑ مار دیا پھر مجھے افسوس ہوا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ "میں اس لونڈی کو آزاد نہ کر دوں؟" آپ نے فرمایا اس کو میرے پاس لے کر آؤ۔ میں اسے آپ کے پاس لے کر آیا۔ آپ نے اس سے پوچھا "اللہ کہاں ہے؟" اس نے کہا "آسمان پر" آپ نے فرمایا "میں کون ہوں؟" اس نے کہا "اللہ کے رسول" آپ نے فرمایا "اس کو آزاد کر دو یہ مومنہ ہے۔"

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم زمانہ رسالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالمِ نماز میں سلام کیا کرتے تھے اور آپ ہمیں سلام کا جواب دیتے تھے۔ جب ہم نجاشی کے ہاں سے لوٹ کر آئے اور آپ کو (حالتِ نماز میں) سلام کیا تو آپ نے جواب نہیں دیا۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم (پہلے) آپ کو (حالتِ نماز میں) سلام کرتے تھے اور آپ جواب دیتے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ "نماز میں صرف نماز ہی کی طرف مشغول رہنا چاہیے۔" (یعنی نماز میں افعال نماز کے علاوہ کوئی اور کام یا کلام نہیں کرنا چاہیے)

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پہلے ہم نماز میں باتیں کیا کرتے تھے، ہر ایک شخص نماز میں اپنے صاحب سے بات کرتا تھا حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ۔ اس کے بعد ہمیں (نماز میں) خاموش رہنے کا حکم دیا گیا اور باتوں سے روک دیا گیا۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

١١٠٦- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَوَكِيعٌ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ كُلُّهُمْ عَنْ إِسْمٰعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

١١٠٧- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَنِي لِحَاجَةٍ ثُمَّ أَدْرَكْتُهُ وَهُوَ يَسِيرُ قَالَ قُتَيْبَةُ يُصَلِّي فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَأَشَارَ إِلَيَّ فَلَمَّا فَرَغَ دَعَانِي فَقَالَ إِنَّكَ سَلَّمْتَ آنِفًا وَأَنَا أُصَلِّي وَهُوَ مُوَجِّهٌ حِينَئِذٍ قِبَلَ الْمَشْرِقِ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کسی کام سے بھیجا پھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، ______ راوی کہتے ہیں کہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر نفل پڑھ رہے تھے، حضرت جابر کہتے ہیں کہ میں نے آپ کو سلام کیا۔ آپ نے اشارہ سے جواب دیا، نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے مجھے بلایا اور فرمایا: تم نے مجھے ابھی سلام کیا! حالانکہ میں نماز پڑھ رہا تھا!" حضرت جابر کہتے ہیں اس وقت آپ کا چہرہ مشرق کی جانب تھا

١١٠٨- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ أَرْسَلَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُنْطَلِقٌ إِلَى بَنِي الْمُصْطَلِقِ فَأَتَيْتُهُ وَهُوَ يُصَلِّي عَلَى بَعِيرِهِ فَكَلَّمْتُهُ فَقَالَ لِي بِيَدِهِ هٰكَذَا وَأَوْمَى زُهَيْرٌ بِيَدِهِ ثُمَّ كَلَّمْتُهُ فَقَالَ لِي هٰكَذَا وَأَوْمَى زُهَيْرٌ أَيْضًا بِيَدِهِ نَحْوَ الْأَرْضِ وَأَنَا أَسْمَعُهُ يَقْرَأُ يُومِئُ بِرَأْسِهِ فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ مَا فَعَلْتَ فِي الَّذِي أَرْسَلْتُكَ لَهُ فَإِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِي أَنْ أُكَلِّمَكَ إِلَّا أَنِّي كُنْتُ أُصَلِّي قَالَ زُهَيْرٌ وَأَبُو الزُّبَيْرِ جَالِسٌ مُسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةِ فَقَالَ بِيَدِهِ أَبُو الزُّبَيْرِ إِلَى بَنِي الْمُصْطَلِقِ فَقَالَ بِيَدِهِ إِلَى غَيْرِ الْكَعْبَةِ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو مصطلق کی طرف جا رہے تھے راستہ میں آپ نے مجھے کسی کام سے بھیجا جب میں لوٹ کر آپ کے پاس آیا تو آپ اپنے اونٹ پر نماز پڑھ رہے تھے میں نے بات شروع کی تو آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا، اس وقت آپ قرآن پڑھ رہے تھے اور (رکوع اور سجدہ کے لیے) سر سے اشارہ کرتے تھے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے فرمایا: "جس کام کے لیے میں نے تمہیں بھیجا تھا تم نے اس کا کیا کیا؟ کیونکہ نماز میں مشغول ہونے کی وجہ سے میں تمہاری بات کا جواب نہیں دے سکا۔ نیز بیان کرتے ہیں کہ ابو الزبیر نے بتایا کہ بنو مصطلق کا رخ قبلہ کی طرف نہیں تھا۔

١١٠٩- حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ كَثِيرٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَبَعَثَنِي

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ آپ نے مجھے کسی کام سے بھیجا، جب میں لوٹ کر آیا تو آپ

فِیْ حَاجَةٍ فَرَجَعْتُ وَهُوَ یُصَلِّیْ عَلٰی رَاحِلَتِهٖ وَ وَجْهُهٗ عَلٰی غَیْرِ الْقِبْلَةِ فَسَلَّمْتُ عَلَیْهِ فَلَمْ یَرُدَّ عَلَیَّ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ اِنَّهٗ لَمْ یَمْنَعْنِیْ اَنْ اَرُدَّ عَلَیْكَ اِلَّا اَنِّیْ كُنْتُ اُصَلِّیْ۔

اپنے اونٹ پر نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کا منہ قبلہ کی طرف نہ تھا۔ میں نے سلام کیا تو آپ نے جواب نہیں دیا۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے فرمایا کہ میں نے جواب صرف اس وجہ سے نہیں دیا کہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔

۱۱۱۰۔ وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا مُعَلَّی بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ نَا كَثِیْرُ بْنُ شِنْظِیْرٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ بَعَثَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ حَاجَةٍ بِمَعْنٰی حَدِیْثِ حَمَّادٍ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

منسوخیت کلام کی تاریخ

ابتداءِ اسلام میں نماز میں ضرورۃً کلام کرنا مباح تھا۔ بعد میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منسوخ کر دیا۔ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ نسخ کب واقع ہوا۔ علامہ ابن حبان اور ابوطیب طبری کہتے ہیں کہ ہجرت سے تین سال پہلے یہ نسخ واقع ہوا۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۷۳، عمدۃ القاری ج ۷، ص ۲۷۸) کیونکہ یہ نسخ اس وقت ہوا جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نجاشی کے ہاں سے لوٹ کر مکہ مکرمہ آئے جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۱۱۰۲ سے واضح ہے۔ اس کے برخلاف جمہور علماء کی رائے یہ ہے، کہ ہجرت کے ڈیڑھ سال بعد غزوہ بدر سے کچھ پہلے یہ نسخ واقع ہوا ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم کی جس آیت مبارکہ (قوموا للہ قانتین۔ بقرہ: ۲۳۸) نے نماز میں سکوت کا حکم دیا ہے وہ بالاتفاق مدنی ہے۔ ثانیاً حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث (۱۱۰۴) منقول ہے کہ نماز میں کلام حرام کر دیا گیا وہ انصاری صحابی ہیں اور مدینہ میں مشرف با اسلام ہوئے ہیں۔ ثالثاً حدیث شریف میں ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد نماز سے فارغ ہو گئے۔ حضرت ذوالیدین نے کہا نماز کم ہو گئی؟ یا آپ بھول گئے؟ یا رسول اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا ذوالیدین نے سچ کہا؟ صحابہ نے عرض کیا ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعات اور پڑھیں اور سلام پھیر کر سجدہ سہو کیا۔[1]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب نماز میں کلام مباح تھا اور کلام کرنے والے صحابی حضرت ذوالیدین جن کا نام خرباق تھا زہری کی تصریح کے مطابق غزوۂ بدر میں شہید ہو گئے تھے۔ (فتح الباری ج ۳، ص ۹۶) اس سے ثابت ہوا کہ ہجرت کے بعد مدینہ میں بھی نماز میں کلام مباح تھا اس لیے صحیح یہی ہے کہ یہ نسخ ہجرت کے بعد مدینہ ہی میں ہوا ہے۔

علامہ ابن حبان اور ابوطیب طبری نے جو یہ کہا ہے کہ یہ نسخ اس وقت واقع ہوا جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نجاشی کے ہاں سے لوٹ کر آئے" یہ صحیح ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کہ جب آپ مکہ آئے کیونکہ حضرت

---

[1] امام محمد بن اسماعیل البخاری متوفی ۲۵۶ھ　صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۶۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ دو مرتبہ حبشہ گئے۔ علامہ واقدی لکھتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پہلی بار نبوت کے پانچویں سال پندرہ نفوس کے ساتھ سمندری راستہ سے حبشہ ہجرت کر گئے پھر جب وہاں یہ خبر ملی کہ اہل مکہ اسلام لے آئے تو مکہ مکرمہ آگئے وہاں آکر معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط تھی تو انھیں بہت افسوس ہوا اور پھر زیادہ افراد کے ساتھ دوبارہ حبشہ ہجرت کر گئے اور دوسری مرتبہ وہاں سے لوٹ کر مدینہ منورہ آگئے۔ (عمدۃ القاری ج ۷، ص ۲۶۸) اور حدیث شریف میں جو ذکر ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نجاشی کے پاس سے لوٹ کر آئے تو نماز میں کلام منسوخ ہوا۔ اس لوٹ کر آنے سے، مدینہ منورہ میں لوٹ کر آنا مراد ہے۔ اس لیے علامہ ابن حبان کا اس حدیث سے استدلال صحیح نہیں ہے اور صحیح یہی ہے کہ یہ نسخ ہجرت کے ڈیڑھ سال بعد مدینہ منورہ میں ہوا۔ فاغتنم ھٰذا التحقیق۔

اباحت اصل ہے

علماء اسلام کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ احکام شرعیہ نازل ہونے سے پہلے احکام میں اصل اباحت ہے یا تحریم؟ معتزلہ تحریم کے قائل ہیں اور جمہور اہلسنت کا مسلک یہ ہے کہ جس چیز کو شریعت نے حرام کر دیا وہ حرام ہو گئی اور جس کو شریعت نے حرام نہیں قرار دیا وہ اپنی اصل پر مباح ہے یعنی اس کے کرنے نہ کرنے میں انسان مختار ہے۔ جب تک نماز میں کلام کرنے سے شارع نے منع نہیں کیا کلام کرنا مباح تھا۔ اسی طرح جوا، سود، شراب، متعہ اور مُردار جانوروں کا کھانا یہ تمام چیزیں منع سے پہلے مباح تھیں۔ جب شارع علیہ السلام نے ان سے روک دیا تو حرام ہو گئیں ـــــ اور جن کاموں سے شارع نے نہیں روکا وہ اپنی اصل پر جائز اور مباح ہیں۔ مثلاً روزہ میں کھانے پینے اور نفسانی خواہشوں کے عمل سے روکا ہے۔ یہ ممنوع ہیں، ملازمت، کاروبار اور کسب معاش کے دیگر کاموں سے نہیں روکا لہٰذا یہ اپنی اصل پر جائز اور مباح ہیں۔

اس اصل اور قاعدہ کے مطابق بہت سے احکامات شرعیہ کا استخراج ہوتا ہے مثلاً جدید سائنٹفک طریقوں سے علاج کا جواز جن میں سرجری اور ایکسرے وغیرہ داخل ہیں۔ اسی طرح ریڈیو اور ٹی وی کے اعلان پر روزہ اور عید، لاؤڈ اسپیکر پر نماز، ٹیلی فون پر نکاح کا وکیل بنانا، جدید ساخت کے جنگی آلات، کھانے، پہننے، آرام اور سہولت کی نت نئی جدید اشیاء، رسل و رسائل اور سفر کی سہولتیں، وزن اور پیمائش کے طریقے، عید میلاد اور سیرت النبی کی مجالس یہ تمام اُمور اسی اصل اور قاعدہ سے جائز اور مشروع ہیں۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

فقہی احکام

تمام علماء اسلام اور ائمہ اربعہ کے نزدیک عمداً کلام کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے خواہ اس کلام سے نماز کی اصلاح مقصود ہو یا نہ ہو البتہ بھول کر کلام کرنے سے امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوتی اور امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک فاسد ہو جاتی ہے[۱] ائمہ ثلاثہ کی دلیل حدیث ذوالیدین ہے۔ امام اعظم کی طرف سے جواب یہ ہے کہ حضرت ذوالیدین کا واقعہ کلام کے منسوخ ہونے سے پہلے کا ہے جیسا کہ گذر چکا ہے اور اس کی مزید تفصیل آئندہ آئے گی۔

اگر کوئی شخص مسئلہ سے ناواقف ہو اور عہدِ اسلام کے قریب ہو تو امام شافعی کے نزدیک نماز میں بات کرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔ جیسا کہ معاویہ بن حکم کا واقعہ ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نماز لوٹانے کا حکم نہیں دیا (نووی

---

[۱] - علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ - مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

ایضاً - علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری ج ۷، ص ۲۷۱، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

ج ۱، ص ۳۰۳) احناف کے نزدیک اس کی نماز ٹوٹ جائیگی اور حدیث کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے آپ نے اعادہ صلاۃ کا حکم دیا ہو اور ہم تک نہ پہنچا ہو یا پھر یہ خصوصیت پر محمول ہے۔

احناف کے نزدیک سلام کا جواب دینے اور مصافحہ کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اور نماز میں اشارہ کرنا مکروہ ہے۔[۱]

امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک نماز میں سلام کا جواب اشارہ سے دینا مستحب ہے۔[۲]

علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ نے اصلاح نماز کے لیے کلام میں متضاد اقوال ذکر کیئے ہیں پہلے لکھا ہے کہ اگر اصلاح نماز کے لیے نماز میں کلام کیا جائے تو ابوحنیفہ، مالک، شافعی اور احمد کے نزدیک نماز فاسد ہو جاتی ہے البتہ اوزاعی اور بعض مالکیہ کے نزدیک فاسد نہیں ہوتی (عمدۃ القاری ج ، ص ۲۷۱) اور اس کے بعد لکھتے ہیں اصلاح نماز کے لیے کلام سے مالک، شافعی اور احمد کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوتی (عمدۃ القاری ج ، ص ۳۰۹) اسی کی پیروی میں بعض معاصرین نے پہلے لکھا کہ تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نماز میں ہر قسم کی عمداً گفتگو کرنی ممنوع ہے۔ (تفہیم البخاری ج ۲ ص ۲۸۰) اس کے بعد لکھا امام مالک، شافعی اور احمد رضی اللہ عنہم کے نزدیک لوگوں کا امام کے ساتھ نماز کی اصلاح کے لیے نماز میں کلام کرنا جائز ہے۔ (تفہیم البخاری ج ۲ ص ۲۹۹) اس کے بعد سہو کا حکم بیان کیا جس سے واضح ہوتا ہے کہ حکم سابق کلام متعمد کے بارے میں ہے ____ فلیتدبر ____

صحیح بات یہ ہے کہ نماز میں عمداً کلام کرنے سے بعض مالکیہ کے سوا تمام ائمہ کے نزدیک نماز فاسد ہو جاتی ہے خواہ وہ کلام اصلاح نماز کے لیے کیوں نہ ہو۔ علامہ عبدالرحمٰن الجزیری نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ دیکھئے الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ج ۱ ص ۲۹۸۔

بقیہ فوائد

- اگر کوئی شخص ناواقفیت سے کوئی غلط کام کرے تو پیار اور محبت سے اس کو مسئلہ بتانا چاہیے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ بن حکم کو تحریم کلام کا مسئلہ بتایا۔
- چھینک کا جواب "یرحمک اللہ" کے ساتھ دینے میں رغبت کرنی چاہیے۔
- کاہنوں سے مستقبل کی خبریں معلوم کرنا ممنوع ہے، نجومیوں سے مستقبل کا حال معلوم کرنے کا بھی یہی حکم ہے۔
- بُرا شگون لینا اسلام میں ممنوع ہے جیسے جہلا میں مشہور ہے کہ بلی راستہ کاٹ جائے تو سفر پر نہیں جانا چاہیے۔
- زائچہ بنانا منع ہے کیونکہ کوئی نہیں جانتا کہ اس کا زائچہ نبی علیہ السلام کے موافق ہے یا نہیں۔
- انسانی فطرت کے تقاضے سے اگر کوئی شخص اپنے ماتحت پر زیادتی کر بیٹھے تو بعد میں اس کے ساتھ احسان کر کے اس کی تلافی کرے جیسے حضرت معاویہ بن حکم نے باندی کو آزاد کیا۔
- اللہ تعالیٰ کسی جہت اور سمت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے یہ جو کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں میں ہے صرف اس وجہ سے ہے کہ آسمان اور بلندی کو زمین اور پستی پر شرف حاصل ہے۔
- مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے سے پہلے مکہ سے حبشہ کی طرف دو مرتبہ ہجرت کی گئی جیسے حضرت عبداللہ بن

---

[۱] علامہ ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ۔ فتح القدیر ج ۱ ص ۳۵۸، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[۲] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ۔ عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۶۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

مسعود رضی اللہ عنہ اپنے رفقاء کے ساتھ سے حبشہ گئے۔ یہ ہجرت دارالخوف سے دارالامن کی طرف کہلاتی ہے۔

- زید بن ارقم کی روایت سے ثابت ہے کہ قوموا للہ قانتین میں قنوت بمعنی سکوت ہے مفسرین نے قنوت کو اطاعت اور خشوع کے معنی میں بھی لیا ہے۔
- نفل سواری پر پڑھنا جائز ہے کیونکہ حضرت جابر کی روایت میں یہ ہے کہ آپ نے سواری پر نفل پڑھے۔
- جب سواری پر نفل پڑھیں تو قبلہ کی طرف منہ ہونا ضروری نہیں ہے۔
- اگر کسی عبادت میں مشغول ہونے کی وجہ سے کسی کے سلام کا جواب نہ دے سکے تو بعد میں سلام کا جواب دے اور عذر بھی بیان کر دے آپ نے ایسا ہی کیا ہے۔
- جب کوئی شخص نماز یا کسی اور ایسی عبادت میں مشغول ہو جس میں سلام کا جواب دینے سے اس عبادت کو منقطع کرنا پڑے تو اس کو بعد میں سلام کرے۔
- ان فی الصلوٰۃ شغلا کے اس ترجمہ کے علاوہ جو ہم نے حدیث (نمبر ۱۱۰۲) کے تحت کیا ہے اور بھی معانی ہیں مثلاً نماز میں ایک خاص قسم کا اشتغال جس میں کسی اور چیز کے ساتھ مشغول ہونا مناسب نہیں، نماز میں بہت عظیم مشغولیت ہے کیونکہ اس میں بندہ اپنے رب کے ساتھ مشغول ہوتا ہے پہلی صورت میں تنوین تنویع اور دوسری میں تعظیم کی ہے۔

باب ۱۹۴ جواز لعن الشيطن في اثناء الصلوٰة والتعوذ منه وجواز العمل القليل في الصلوٰة

نماز میں شیطان پر لعنت کرنا اس سے پناہ مانگنا اور عمل قلیل کا جائز ہونا

۱۱۱۱ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَا نَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ قَالَ اَنَا شُعْبَةُ قَالَ نَا مُحَمَّدٌ وَهُوَ ابْنُ زِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ عِفْرِيْتًا مِّنَ الْجِنِّ جَعَلَ يَفْتِكُ عَلَيَّ الْبَارِحَةَ لِيَقْطَعَ عَلَيَّ الصَّلٰوةَ وَاِنَّ اللّٰهَ اَمْكَنَنِيْ مِنْهُ فَذَعَتُّهٗ فَلَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اَرْبِطَهٗ اِلٰى جَنْبِ سَارِيَةٍ مِّنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ حَتّٰى تُصْبِحُوْا تَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ اَجْمَعُوْنَ اَوْ كُلُّكُمْ ثُمَّ ذَكَرْتُ قَوْلَ اَخِيْ سُلَيْمَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ فَرَدَّهُ اللّٰهُ خَاسِئًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گذشتہ شب ایک زبردست جن میری طرف بڑھا تاکہ میری نماز توڑ دے لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے میرے قابو میں کر دیا۔ میں نے اس کا گلا گھونٹ دیا اور ارادہ کیا کہ اسے مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے ساتھ باندھ دوں۔ حتیٰ کہ صبح ہوتے ہی تم سب اسے دیکھ لو۔ پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی یہ دعا یاد آئی۔ "اے اللہ! مجھے معاف فرما دے اور مجھے ایسی سلطنت دے جو میرے بعد کسی اور کو نہ ملے"۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس جن کو ناکام و نامراد لوٹا دیا۔

۱۱۱۲ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا شَبَابَةُ كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ فِيْ هٰذَا الْاِسْنَادِ

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

وَلَيْسَ فِي حَدِيْثِ ابْنِ جَعْفَرٍ قَوْلُهُ فَدَعَتُّهُ وَاَمَّا ابْنُ اَبِي شَيْبَةَ فَقَالَ فِي رِوَايَتِهِ فَدَعَتُّهُ۔

۱۱۱۳ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ يَقُوْلُ حَدَّثَنِي رَبِيْعَةُ بْنُ يَزِيْدَ عَنْ اَبِي اِدْرِيْسَ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعْنَاهُ يَقُوْلُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ ثُمَّ قَالَ اَلْعَنُكَ بِلَعْنَةِ اللّٰهِ ثَلَاثًا وَبَسَطَ يَدَهُ كَاَنَّهُ يَتَنَاوَلُ شَيْئًا فَلَمَّا فَرَغَ مِنَ الصَّلٰوةِ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ سَمِعْنَاكَ تَقُوْلُ فِي الصَّلٰوةِ شَيْئًا لَمْ نَسْمَعْكَ تَقُوْلُهُ قَبْلَ ذٰلِكَ وَرَاَيْنَاكَ بَسَطْتَ يَدَكَ قَالَ اِنَّ عَدُوَّ اللّٰهِ اِبْلِيْسَ جَاءَ بِشِهَابٍ مِّنْ نَّارٍ لِيَجْعَلَهُ فِي وَجْهِي فَقُلْتُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قُلْتُ اَلْعَنُكَ بِلَعْنَةِ اللّٰهِ التَّامَّةِ فَلَمْ يَسْتَاْخِرْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ اَرَدْتُّ اَخْذَهُ وَاللّٰهِ لَوْلَا دَعْوَةُ اَخِيْنَا سُلَيْمٰنَ لَاَصْبَحَ مُوْثَقًا يَلْعَبُ بِهِ وِلْدَانُ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرنے کے بعد یہ کلمات فرما رہے تھے اعوذ باللہ منک (میں تجھ سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں) پھر فرمایا میں تین بار تجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت کرتا ہوں پھر اپنا داہنا ہاتھ بڑھایا جیسے کوئی چیز پکڑ رہے ہوں۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے آج آپ سے نماز میں ایسے کلمات سنے جو پہلے نہ سنے تھے اور آپ کو نماز میں ہاتھ بڑھاتے ہوئے بھی دیکھا۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ کا دشمن ابلیس (العیاذ باللہ) میرا منہ جلانے کے لیے انگارے لیکر آیا تو میں نے تین بار کہا اعوذ باللہ منک۔ پھر میں نے تین بار کہا میں اللہ تعالیٰ کی مکمل لعنت تجھ پر ڈالتا ہوں۔ وہ پیچھے نہیں ہٹا بالآخر میں نے اسے پکڑنے کا ارادہ کیا بخدا اگر مجھے سلیمان علیہ السلام کی دعا کا خیال نہ ہوتا تو وہ صبح تک بندھا رہتا اور مدینہ کے بچے اس کے ساتھ کھیلتے۔

جنّات کا ثبوت

تمام اہل اسلام کا اس بات پر اجماع ہے کہ جنات کا وجود ثابت ہے کیونکہ جنات کا ثبوت انبیاء علیہم السلام سے متواتر منقول ہے تمام سابقہ شرائع اور مذاہب میں جنات کا ذکر موجود ہے اور قرآن اور حدیث میں بکثرت جنات کا ذکر وارد ہے۔ زنادقہ، فلاسفہ، جہمیہ، قدریہ جنات کے منکر رہے ہیں اور اس زمانہ میں بھی بعض ان لوگوں نے جنات کا انکار کیا ہے جو اپنی فہم نارسا وعقل ناتمام سے حقائق کائنات کے ادراک کے دعویدار ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ عام لوگ اپنے حواس سے جنات کا ادراک نہیں کر سکتے لیکن ہر اس چیز کا انکار نہیں کیا جا سکتا جس کو ہم اپنے حواس سے نہ جان سکیں۔ عام محسوسات کے علاوہ ایک عالم غیب ہے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، فرشتے، جنت، دوزخ، عرش کرسی یہ سب غیب ہیں۔ اسی طرح جنات بھی ہمارے لیے غیب ہیں۔ جس شخص کا غیب سے کوئی رابطہ نہ ہو وہ جنات کا ادراک نہیں کر سکتا، انبیاء علیہم السلام کا کیونکہ غیب سے رابطہ ہوتا ہے اس لیے وہ جنات کو ان کی اصلی شکل میں دیکھتے ہیں اور ان کا کلام سنتے ہیں۔ علامہ عینی اور علامہ ابن حجر عسقلانی نے اولیاء کرام کے حق میں بھی جنات کا ادراک ثابت کیا ہے۔

جنّات کی تخلیق

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: والجان خلقناہ من قبل من نار السموم۔ (الحجر: ۲۷) ”اور ہم نے انسان سے پہلے جنات کو بغیر دھوئیں کی تیز آگ سے پیدا فرمایا۔“ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے دو ہزار سال پہلے جن کو پیدا فرمایا۔ علامہ عینی نے اسحاق بن بشر کی سند

سے روایت کیا ہے: "اللہ تعالیٰ نے جنات کو پیدا فرمایا اور انھیں زمین آباد کرنے کا حکم دیا۔ وہ ایک مدت تک زمین پر اللہ کی عبادت کرتے رہے پھر انھوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور خونریزی شروع کر دی اور یوسف نامی ایک فرشتہ کو قتل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی سرکوبی کے لیے فرشتوں کا ایک لشکر بھیجا جو آسمانِ دنیا سے آئے ابلیس بھی انہیں میں تھا۔ یہ لشکر چار ہزار فرشتوں پر مشتمل تھا۔ انھوں نے جنات کو سمندری جزیروں کی طرف دھکیل دیا اور زمین پر ابلیس اور اس کے ساتھ آئے ہوئے فرشتے رہنے لگے۔" ؎۵

قرآن کریم کی نصوص صریحہ سے ثابت ہے کہ جنات ناری مخلوق ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ حقیقتاً آگ ہوتے ہیں جیسا کہ انسان خاکی مخلوق ہے اور قرآن کریم کی تصریح کے مطابق مٹی سے پیدا ہوا ہے لیکن وہ حقیقتاً مٹی نہیں ہے۔ جنات بھی انسان کی طرح جسم کثیف کے حامل ہوتے ہیں اور انسانوں کی طرح ان کے بھی افعال اور احوال ہوتے ہیں انھیں بھی گرمی اور سردی لگتی ہے اور ان کے لیے بھی نارِ جہنم ایسا ہی ہولناک عذاب ہے جیسا انسانوں کے لیے (العیاذ باللہ!)

اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے: سنن نسائی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اس جن کو پکڑ کر گرا دیا اور اس کا گلا گھونٹنے لگا حتیٰ کہ میں نے اس کی زبان کی ٹھنڈک اپنے ہاتھ پر محسوس کی (فتح الباری ج ۱ ص ۵۵۵) اور بعض صحیح روایات میں ہے کہ میں نے اس کے لعاب کی ٹھنڈک اپنے ہاتھ پر محسوس کی (فتح الباری ج ۶ ص ۳۴۵) اس صحیح حدیث سے معلوم ہو گیا کہ جن مجسم آگ نہیں ہوتا اور اس کا حال ہماری ہی طرح ہوتا ہے۔ بعض معتزلہ نے جنات کی تعریف میں کہا وہ اجساد رقیقہ بسیطہ ہیں (فتح الباری ج ۶ ص ۳۴۴)۔ قاضی ابو یعلی حنبلی نے کہا جنات اجسام مرکبہ ہیں وہ رقیق بھی ہو سکتے ہیں اور کثیف بھی (عمدۃ القاری جز ۱۵ ص ۱۸۳) بوعلی سینا نے کہا کہ جن ایک جوہر ہوائی ہے جو مختلف اشکال میں متشکل ہو جاتا ہے (تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۲۱) امام رازی نے ایک قول یہ ذکر کیا ہے کہ جنات جواہر مجردہ ہیں جو علم، سمع اور بصر کے حامل ہیں اور افعال شاقہ پر قدرت رکھتے ہیں۔ ایک قول یہ ذکر کیا ہے کہ جسم سے الگ ہونے کے بعد جب روح کسی شریر جسم سے متعلق ہو جائے تو وہ جن کہلاتی ہے۔ قاضی بیضاوی نے کہا کہ جن ایک روشن جوہر ہے جو دخان آمیز آگ سے بنا ہوا ہے۔ (بیضاوی ص ۶۴)۔ علامہ آلوسی نے ذکر کیا ہے کہ جنات اجسام ہوائیہ ہیں جن میں سے بعض یا سب، اشکال مختلفہ میں متشکل ہو سکتے ہیں۔ ان کی خاصیت یہ ہے کہ وہ مخفی رہتے ہیں اور بسا اوقات اپنی اصلی شکل کے علاوہ کسی اور شکل میں نظر آتے ہیں بلکہ بعض مرتبہ اپنی خلقی صورت میں بھی نظر آ جاتے ہیں (یہ رویت انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے) اور وہ افعال شاقہ پر قدرت رکھتے ہیں علامہ آلوسی نے ایک تعریف یہ بھی کی ہے کہ جنات، اجسام ناریہ لطیفہ ہیں جو حیات اور قدرت کے حامل ہیں (روح المعانی ج ۲۹ ص ۸۲)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں:

دوسری قسم وہ جاندار ہیں جن کی عقل، شہوت اور غضب پر وہم اور خیال غالب ہے۔ ان کا جسم ناری اور ہوائی اجزاء کا خلاصہ ہے جس کو قرآن مجید میں کہیں مارج من نار اور کہیں من نار السموم سے تعبیر فرمایا ہے۔ ان کا یہ بدن آدمی کی ہوائی روح کا حکم رکھتا ہے جو دل میں پیدا ہوتی ہے۔ آدمی کی ہوائی روح اور ان کے بدن میں یہ فرق ہے کہ آدمی کی ہوائی روح

؎۵ علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ ھ (عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۸۳ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر۔)

عناصر اربعہ کا خلاصہ ہے جو آدمی کی غذا میں کام آتی ہیں اور ان کا بدن فقط ناری اور ہوائی اجزاء کا خلاصہ ہے ان کے وہم اور خیال کی قوت ان کے اصلی بدنوں کو ہوائی بدن کی مانند متغیر الاشکال اور متبدل الصورت کر دیتی ہے۔ جس طرح آدمی کا ہوائی جسم خوف اور دہشت اور سرور اور خوشی کی حالت میں متغیر ہوتا ہے۔ ان کا ہوائی بدن کبھی اپنے اسی بدن پر اکتفا کرتا ہے اور کبھی تصرف کر کے تنگ جگہ مثلاً انسانی جسم کے مسامات میں در آتا ہے اور ان سے نکل جاتا ہے اور کبھی اجسام کثیفہ میں متشکل ہو جاتا ہے اور اس سے ہولناکیاں صادر ہوتی ہیں لیکن یہ نظر نہیں آتا، جس طرح آگ ہوا اور شعاعوں سے باوجود ان کی لطافت طبع کے بڑے بڑے ہولناک کام ہو جاتے ہیں مثلاً آندھیاں درخت کو جڑ سے اکھاڑ دیتی ہیں۔ یہ کھاتے پیتے ہیں، عورتوں سے صحبت کرتے ہیں۔ ہندی میں ان کو دیوتا کہتے ہیں اور جو برے کاموں کے ساتھ خاص ہوں ان کو دینت کہتے ہیں اور فارسی میں بروں کو دیو اور اچھوں کو پری کہتے ہیں۔ عربی میں بروں کو شیطان اور جن میں جبلی شرارت نہ ہو ان کو جنّ کہتے ہیں۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی شکلوں میں بہت اختلاف ہے یعنی ان کی ایک معین شکل نہیں ہے بعض کے پر ہوتے ہیں وہ تیز ہوا کی طرح ہوا میں اڑتے ہیں۔ بعض سانپ اور کتے کی شکل بن کر پھرتے ہیں۔ بعض آدمیوں کی صورت میں ہوتے ہیں اور ان کے گھر بار بھی ہوتے ہیں یہ کوچ اور مقام بھی کرتے ہیں لیکن ان کے گھر اور پڑاؤ کی جگہ اکثر ویرانہ جنگل اور پہاڑ ہوتے ہیں۔ ان کی صورتوں کا مختلف ہونا ان کی صورتوں پر رغبت کے اعتبار سے ہے ورنہ ان کی اصل وہی ناری اور ہوائی اجزاء سے ترکیب ہے اور یہ قسم عالم ملائکہ اور عالم حیوانات کے درمیان برزخ ہے۔ [1]

علامہ ابن اثیر متوفی ۶۰۶ ھ فرماتے ہیں:

لغت میں جنّ کا معنی ہے "ستر اور خفا" اور جن کو جن اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ عام لوگوں کی نگاہوں سے مخفی اور مستور ہوتا ہے۔ (نہایہ ج ۱ ص ۳۰۷)۔

جنّ کی حقیقت کیا ہے یہ تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے تاہم قرآن مجید اور احادیث شریفہ سے جو جنّات کے افعال احوال اور خواص معلوم ہوتے ہیں ان کے مطابق جنّات اجسام کثیفہ ہیں ان کی خاصیت یہ ہے کہ وہ عام لوگوں کی نگاہوں سے مستور اور مخفی ہیں جیسے قرآن مجید میں ہے (انہ یراکم ھو و قبیلہ من حیث لا ترونھم) (اعراف: ۲۷) ان میں حرارت اور برودت ہوتی ہے وہ کھاتے پیتے ہیں اور خورد و نوش کے عوارض بھی انہیں لاحق ہوتے ہیں۔ ان میں تناکح، تناسل اور توالد بھی ہے۔ ان کی ایک صنف حیوانات، بہائم، چرند و پرند، حشرات الارض اور بالخصوص سانپ اور بچھو وغیرہ کی شکل میں ہوتی ہے اور ایک صنف وہ ہے جو خداداد قوت سے مختلف اشکال میں متشکل ہو جاتی ہے۔ اور افعال شاقہ پر قادر ہوتی ہے جیسے سلیمان علیہ السلام کے جنات کا قرآن مجید میں ذکر ہے۔ جنّات میں مؤمن بھی ہیں اور کفار بھی، ابرار بھی ہیں اور فجار بھی۔

جنّات کی اقسام

ابن حبان اور حاکم نے ابو ثعلبہ خشنی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنّات کی تین قسمیں ہیں اوّل، جنّ کے پر ہیں اور وہ ہوا میں اڑتے ہیں۔ دوئم سانپ اور بچھو

[1] شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۳۹ ھ۔ تفسیر عزیزی (ترجمہ اردو) پ ۲۹ ص ۳۴۲ مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

سوئم جو سفر اور قیام کرتے ہیں[1]۔

علامہ عینی نے قرآن کریم، احادیث شریفہ اور آثار کا تتبع کر کے کچھ اور اقسام بھی بیان کی ہیں۔ جو درج ذیل ہیں:

(۱) غول یا عفریت: یہ بہت زبردست، خطرناک اور خبیث جن ہے۔ کسی سے مانوس نہیں ہوتا، جنگلات میں رہتا ہے۔ مختلف شکلیں بدلتا رہتا ہے۔ عموماً ویرانوں میں مسافروں کو دکھائی دیتا ہے اور انہیں راستہ سے بھٹکاتا ہے۔

(۲) سعلاة: جنگلوں میں رہتا ہے انسان کے سامنے ناچتا ہے جس طرح بلی چوہے سے کھیلتی ہے اس طرح انسان سے کھیلتا ہے۔

(۳) غدار: مصر اور یمن کے علاقہ میں پایا جاتا ہے اسے دیکھتے ہی انسان بے ہوش ہو جاتا ہے۔

(۴) ولہان: ویران سمندری جزیروں میں رہتا ہے اس کی شکل ایسی ہے جیسے انسان شتر مرغ پر سوار ہو جو انسان جزیروں میں جا گرتے ہیں انہیں کھا لیتا ہے۔

(۵) شق: لمبائی میں نصف انسانوں کے برابر ہے۔ سفر میں ظاہر ہوتا ہے۔

(۶) آدمیوں سے مانوس ہوتا ہے اور انہیں ایذا نہیں پہنچاتا۔

(۷) کنواری لڑکیوں کو اٹھا کر لے جاتا ہے۔

(۸) چھپکلی کی شکل میں ہوتا ہے۔

(۹) گنجے کی شکل میں ہوتا ہے۔[2]

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علامہ عینی رحمہ اللہ کی ذکر کردہ ان نو اقسام میں ایک قسم وہ شامل کر لی جائے جو سانپ کی شکل میں ہے۔ ایک وہ جو بچھو کی شکل میں ہے۔ ایک وہ جس کے پر ہیں اور ہوا میں اڑتا ہے۔ ایک وہ جو افعال شاقہ پر قدرت رکھتا ہے۔ تو یہ (۱۳) اقسام حاصل ہو جائیں گی۔ حقیقت یہ ہے کہ جنات کی اقسام بے شمار ہیں اور ان کا صحیح علم صرف اللہ عزوجل ہی کو ہے۔

جنات کے افعال اور احوال

احادیث میں جنات کے کھانے پینے کا ذکر ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے تم میں سے کوئی شخص بائیں ہاتھ سے نہ کھائے نہ پیئے۔ کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور بائیں ہاتھ سے پیتا ہے۔ (مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص ۳۶۳)۔

اور جنات کے تناکح پر قرآن کریم کی یہ آیہ مبارکہ دلیل ہے۔

"لم یطمثهن انس قبلهم ولا جان" (رحمان: ۵۶)

"ان حوروں کو ان سے پہلے نہ کسی انسان نے چھوا نہ جن نے"

اور تناسل اور توالد پر یہ آیہ کریمہ دلیل ہے۔

"افتتخذونه وذريته اولياء من دوني" (کہف: ۵۰)

"کیا ابلیس کو اور ان کی ذریات کو میرے سوا دوست بناتے ہو"

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔ فتح الباری ج ۶ ص ۳۴۵، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ۔

[2] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ۔ عمدۃ القاری جز ۱۵، ص ۱۸۴، ۱۸۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر۔

کھانے پینے کے بارے میں ہم نے مسلم شریف سے حدیث نقل کی ہے اور کھانے پینے کے عوارض کے ثبوت کا بھی احادیث میں ذکر ہے جس کو ہم نے طوالت کی وجہ سے ذکر نہیں کیا۔

مذکور الصدر قرآن کریم کی آیات سے جنات کا تناکح اور توالد و تناسل بھی ثابت ہو گیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں جنات کے اعمال شاقہ اور مافوق الاسباب تصرف کا بھی ذکر ہے۔

جنات پر موت بھی طاری ہوتی ہے اور ان کی تکفین اور تدفین بھی ہوتی ہے۔ علامہ ابن حجر مکی نے ایک طویل روایت ذکر کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے چار سو سال پہلے ایک جن آسمانی خبریں سن کر آپ پر ایمان لے آیا تھا۔ وہ سانپ کی شکل میں تھا دن کو روزہ رکھتا تھا اور رات کو عبادت کرتا تھا اس کے فوت ہونے کے بعد جنات کی ایک قوم نے اس کو کفن پہنایا اور دفن کر دیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کی ایک حدیث کی بنا پر تصدیق کی۔ [1]

جنات کا وضو کرنا بھی ثابت ہے کیونکہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ وہ آگ سے بنے ہوتے ہیں لیکن بعینہٖ آگ نہیں ہیں جیسے ہم مٹی سے بنے ہوتے ہیں لیکن بعینہٖ مٹی نہیں ہیں پانی اپنی برودت کی وجہ سے جس طرح آگ کے منافی ہے اسی طرح پانی اپنی رطوبت کی وجہ سے مٹی کے بھی خلاف ہے کیونکہ مٹی یابس (خشک ہوتی ہے) اسلیے جب انسان پانی سے مباشر ہو سکتا ہے تو جنات بھی ہو سکتے ہیں۔ علامہ ابن حجر مکی نے سند حسن کے ساتھ یہ حدیث بیان کی کہ ابلیس کا پوتا ہامہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے ہابیل کے قتل میں شرکت کی تھی کیا میری توبہ ہو سکتی ہے آپ نے چند چیزیں بتا کر فرمایا وضو کرو اور دو رکعات نماز پڑھو اس نے ایسا ہی کیا تو اس کی توبہ نازل ہو گئی۔ [2]

جنات کا مکلف ہونا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (ذاریات: ۵۶) "میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔" اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جنات بھی اللہ تعالیٰ کے احکام کے مکلف ہیں اور ان میں سے بعض مومن ہیں اور بعض کافر بعض ابرار ہیں اور بعض فجار، اللہ تعالیٰ جنات سے حکایت کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

"وانا منا الصالحون ومنا دون ذلک کنا طرائق قددا" (الجن: ۱۱)

"اور ہم میں کچھ نیک ہیں اور کچھ اس کے خلاف ہم کئی گروہوں میں منقسم ہیں۔"

جنات ان تمام احکام کے مکلف ہیں جن کے انسان مکلف ہیں۔ علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں: علامہ تاج الدین سبکی اپنے فتاوی میں تحریر فرماتے ہیں: جنات ہر چیز میں نبی علیہ السلام کی شریعت کے مکلف ہیں۔ ابن مفلح حنبلی فرماتے ہیں جنات تمام احکام کے مکلف ہیں۔ شیخ ابن تیمیہ کا بھی یہی قول ہے۔ اخبار اور آثار میں وارد ہے کہ مومنین جن نماز پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں، حج کرتے ہیں، قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں علوم دینیہ اور روایت حدیث کو انسانوں سے اسی طرح حاصل کرتے ہیں کہ انہیں شعور نہیں ہوتا۔ [3] تاہم وہ جنات جو مختلف جانوروں کی شکلوں میں

[1] علامہ ابن حجر مکی متوفی ۹۷۴ھ۔ فتاوی حدیثیہ ص ۶۰ مطبوعہ مصطفی البابی واولادہ، مصر ۱۳۵۶ھ

[2] ایضاً ایضاً

[3] علامہ ابن حجر مکی متوفی ۹۷۴ھ۔ فتاوی حدیثیہ ص ۶۰، مطبوعہ مصطفی البابی واولادہ مصر ۱۳۵۶ھ۔

ہوتے ہیں ان کی احکام شرعیہ کے ساتھ تکلیف ان کے حسب حال ہوتی ہے۔

جنات کی جزا اور سزا

تمام علماء اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ جنات میں سے کفار کو جہنم میں دائمی عذاب ہوگا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یامعشر الجن قد استکثرتم من الانس وقال اولیاؤھم من الانس ربنا استمتع بعضنا ببعض وبلغنا اجلنا الذی اجلت لنا قال النار مثوٰکم خالدین فیھا الا ماشاء اللہ۔ (انعام: ۱۲۸)

"اے جن کے گروہ! تم نے بہت انسان گمراہ کیے، انسانوں میں سے ان کے دوست عرض کریں گے۔ اے ہمارے رب ہم نے ایک دوسرے سے فائدہ اٹھایا اور اپنی اس میعاد کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لیے مقرر فرمائی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تمہارا ٹھکانا آگ ہے اس میں ہمیشہ رہو مگر جسے خدا چاہے"۔

البتہ جنات کی جزاء میں اختلاف ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ سے مشہور روایت یہ ہے کہ مومنین جن کو ثواب نہیں ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ مومنین جن کو حساب کتاب کے بعد مٹی بنا دے گا یہی ان کی جزاء ہے اور امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام ابو یوسف اور امام محمد کا نظریہ ہے کہ ان کو اجر دیا جائیگا (فتح الباری ج ۶ ص ۳۴۶)۔ امام ابو حنیفہ سے بھی ایک روایت اسی طرح منقول ہے (فتاویٰ حدیثیہ ص ۶۱)۔

جمہور کی ایک دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جن اور انس کا ذکر کرنے کے بعد فرماتا ہے: ولکل درجات مما عملوا۔۔۔۔۔۔۔۔ (انعام: ۱۳۲) "ہر ایک کے لیے ان کے کاموں پر درجات ہیں"۔ اسی طرح سورۂ احقاف میں بھی جن اور انس کے ذکر کے بعد فرمایا: ولکل درجات مما عملوا۔ (احقاف: ۱۹) اور قرآن کریم کی وہ آیات جن میں جن اور انس کی تخصیص کے بغیر بالعموم جزاء اور سزا کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ۔ (الزلزال: ۸-۷) "جو شخص بھی ایک ذرہ کے برابر عمل خیر کرے گا اس کی جزاء پائے گا اور جو شخص بھی ایک ذرہ کے برابر عمل شر کرے گا اس کی سزا پائے گا" (خواہ وہ شخص جن ہو یا انسان)۔

ان دلائل کی روشنی میں صحیح یہ ہے کہ جنات بھی ثواب حاصل کریں گے۔ اس بات میں پھر اختلاف ہے کہ جنات کی جزاء یا ان کے لیے ثواب کیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کی جنت میں ہوں گے اور یہ اکثریت کا مذہب ہے دوسرا قول یہ ہے کہ جنت کے گرد و نواح میں ہونگے۔ یہ امام مالک کا نظریہ ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ وہ اعراف میں ہونگے۔ چوتھا قول توقف کا ہے۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۳۴۶)

جنات میں رسل

اس مسئلہ میں بھی علماء اسلام کا اختلاف ہے کہ جنات کے لیے انہی کی جنس سے رسول تھے یا نہیں۔ اکثرین کا نظریہ یہ ہے۔ جنات کے لیے انسانوں میں سے ہی رسول تھے اور جنات سے کوئی رسول نہیں تھا۔ اور ضحاک وغیرہ کا نظریہ یہ ہے کہ جنات میں رسول انہی کی جنس سے تھے۔ البتہ اس میں سب کا اتفاق ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جن وانس سب کے لیے رسول ہیں، اختلاف آپ سے پہلے کے دور میں ہے۔

ضحاک وغیرہ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یامعشر الجن والانس الم یاتکم رسل منکم یقصون علیکم آیاتی وینذرونکم لقاء یومکم ھذا۔ (انعام: ۱۳۱)

"اے جن اور انسان کے گروہ! کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول نہیں آئے جو تم پر میری آیات تلاوت کرتے

تھے اور تم کو اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے۔"

اس آیت سے ظاہر ہوا کہ جنات کے پاس بھی ان میں سے رسول آئے۔ جمہور اس آیت کی تاویل میں کہتے ہیں کہ منکم کا معنی ہے من احدکم یعنی تم دونوں میں ایک میں سے رسول آئے اور یہ تاویل ضعیف ہے۔

مجوزین کی دوسری دلیل یہ ہے کہ جب کفار نے مطالبہ کیا کہ کوئی فرشتہ رسول بن کر آئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لو جعلناہ ملکا لجعلناہ رجلا۔ (انعام: ۹)

"اگر ہم فرشتہ کو رسول بناتے تب بھی اسے مرد ہی بناتے" اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان فرشتہ کی بجائے انسان سے مانوس ہوتا ہے۔ اور انسان پر انسان ہی کے احوال حجت ہو سکتے ہیں اور انسان کے اعمال ہی انسان کے لیے نمونہ بن سکتے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ انسانوں کے لیے انسانوں میں سے رسول بھیجے۔ یہی تقریر جنات کے بارے میں بھی کی جا سکتی ہے جس سے ثابت ہوگا کہ جنات کے لیے جنات میں سے ہی رسول ہونا چاہیے۔

مجوزین کی تیسری دلیل یہ ہے: وان من امۃ الا خلا فیہا نذیر (فاطر: ۲۴)

"ہر گروہ میں ایک نذیر آچکا ہے۔"

چوتھی دلیل یہ ہے کہ مسند بزار میں ہے۔

کان النبی یبعث الی قومہ وبعثت الی الجن والانس۔

پہلے نبی صرف اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتے تھے اور میں انس اور جن کی طرف مبعوث ہوا ہوں۔

اور ابن کلبی سے روایت ہے:

کان النبی یبعث الی الانس فقط وبعث محمد الی الانس والجن۔[1]

پہلے نبی صرف انسانوں کی طرف مبعوث ہوتے تھے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) انس اور جن کی طرف مبعوث کیے گئے ہیں۔

ان احادیث سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جنات میں رسول ہوتے تھے۔ قرآن مجید اور احادیث طیبہ کا ظاہر منطوق یہی ہے لیکن امت کی اکثریت کا نظریہ ہے کہ جنات میں رسول نہیں ہوتے تھے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

انسان پر جن آجانا

جنات کی بحث کو ختم کرتے ہوئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس عنوان پر بھی گفتگو کر لی جائے کہ عوام و خواص میں مشہور ہے کہ بعض انسانوں پر جن آجاتے ہیں جس کی وجہ سے انسان کے حواس اور مشاعر معطل ہو جاتے ہیں اور اس کے اعضاء پر جن کا تسلط اور تصرف ہو جاتا ہے۔ احادیث اور آثار سے یہ تو ثابت ہے کہ شیاطین اور جنات بنی آدم کو ضرر پہنچاتے ہیں لیکن جنات کا بنی آدم کے حواس اور دیگر اعضاء پر استیلاء اور تسلط ثابت نہیں ہے ایذا رسانی پر یہ دلائل ہیں:

ما من مولود یولد الا یمسہ الشیطان فیستہل صارخا من مس الشیطان غیر مریم وابنہا۔[2]

جو بچہ پیدا ہوتا ہے شیطان اس کو مس کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ بچہ بلند آواز سے روتا ہے ماسوا حضرت مریم اور ان کے بیٹے کے۔

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔ فتح الباری ج ۶ ص ۳۴۴ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ۔

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ۔ صحیح بخاری ص ۴۸۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

WWW.NAFSEISLAM.COM

نیز حدیث شریف میں ہے:

کفوا صبیانکم اول العشاء فانہ وقت انتشار الشیاطین۔
عشاء سے پہلے بچوں کو نہ نکلنے دو کیونکہ وہ شیاطین کی آمد و رفت کا وقت ہوتا ہے۔

اور شیاطین اور اجنہ کے مس کرنے سے بسا اوقات جنون طاری ہو جاتا ہے جس کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔
"کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطان من المس (بقرہ: ۲۷۵) "جیسے وہ شخص کھڑا ہو جو شیطان کے چھونے سے مخبوط الحواس ہو جاتا ہے۔" انسان کے حواس اور مشاعر اور اعضاء اور جوارح پر شیطان اور اجنہ کا تسلط نہ صرف یہ کہ کتاب و سنت سے ثابت نہیں بلکہ انسان کی ذہنی اور جسمانی آزادی اور مکلف ہونے کے خلاف ہے اور بہت سی قباحتوں کا موجب ہے۔ تاہم بہت سے علماء نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔

علامہ آلوسی اس مسئلہ پر اظہار خیال فرماتے ہیں:

"بسا اوقات یہ بخارات انسان کے حواس پر غالب ہو کر حواس معطل کر دیتے ہیں اور وہ خبیث روح انسان کے جسم پر تصرف کرتی ہے اور اس کے اعضاء سے کام کرتی ہے، چیزوں کو پکڑتی ہے اور دوڑتی ہے حالانکہ اس شخص کو بالکل پتا نہیں چلتا اور یہ بات عام مشاہدات سے ہے جس کا انکار کوئی ضدی شخص ہی کر سکتا ہے۔" [1]

اس مسئلہ کی مکمل تفصیل شرح صحیح مسلم جلد سابع میں ملاحظہ فرمائیں۔

جنات کو دیکھنا باب مذکور کی حدیث میں ہے کہ ایک زبردست جن حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے کے لیے آگ کے انگارے لایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اس کو دھکیلنے پر قادر کر دیا۔ اس میں ایک بحث یہ ہے کہ قرآن کریم میں ہے: "انہ یراکم ھو و قبیلہ من حیث لا ترونھم (اعراف: ۲۷)" شیطان اور اس کا کنبہ تمہیں وہاں سے دیکھتا ہے جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھتے۔" پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کیسے دیکھ لیا۔ اس سوال کا ایک جواب یہ ہے کہ شیطان اور اجنہ کو ان کی اصل صورت میں دیکھنا عام یا اکثر لوگوں کے حق میں منتفی ہے یا عادۃً دیکھنے کی نفی ہے۔ بطور خلاف عادت دیکھنے کی نفی نہیں ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم نے مطلقاً جنات کو دیکھنے کی نفی نہیں کی بلکہ اس حال میں دیکھنے کی نفی کی ہے جب وہ بھی ہمیں دیکھ رہا ہو۔ یہ دونوں جواب علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں ذکر کیے ہیں۔

ایک اشکال کا جواب دوسری بحث یہ ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان آپ کے نزدیک آ سکتا ہے آپ پر حملہ کرنے کی جرأت کر سکتا ہے جبکہ آپ کے امتی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر وہ راستہ بدل دیتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ابن الخطاب و الذی نفسی بیدی ما لقیک
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابن خطاب! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔

---

[1] علامہ محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ۔ روح المعانی ج ۳ ص ۴۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

الشیطان سالکا فجا قط الا سلك فجا غیر فجك۔ [1] شیطان جب بھی تم سے کسی راستہ میں ملتا ہے راستہ بدل لیتا ہے۔

علامہ وشتانی متوفی ۸۲۸ھ نے اس کے دو جواب دیے ہیں ایک یہ کہ شیطان حضرت عمر کو دیکھ کر راستہ بدل دیتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ دین میں ان کی صلابت اور شدت کو دیکھ کر شیطان انہیں وسوسہ اندازی کرنے سے پھر جاتا ہے اور پلٹ جاتا ہے۔ دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ جو شیطان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر راستہ بدل دیتا ہے وہ عام شیاطین میں سے ہے اور یہ خاص شیطان عفریت من الجن تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا سے معارضہ

حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعا مانگی تھی: رب اغفر لی وھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی۔ (ص: ۳۵)

"اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا کر جو میرے بعد کسی اور کو سزاوار نہ ہو۔"

قرآن کریم نے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو جنات اور ہوا پر قدرت عطا فرمائی تھی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی اس دعا سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کے علاوہ کسی اور شخص کا جنات اور ہواؤں پر قادر ہونا ان کی دعا کی استجابت کے خلاف ہے اس بناء پر یہ سوال متوجہ ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس عفریت کو دھکیلنا یا گرا دینا ان کی دعا کی قبولیت کے خلاف ہے لیکن حقیقتہً ایسا نہیں ہے امام رازی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

فقوله لا ینبغی لاحد من بعدی یعنی لا یقدر احد علی معارضته۔ [2] ان کی اس دعا کا مطلب یہ ہے کہ کوئی اور شخص اس معجزہ میں ان کا مقابل نہ ہو سکے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دعا کا تعلق ان کے زمانہ نبوت کے ساتھ تھا یعنی ان کے زمانہ نبوت میں کوئی شخص جنات اور ہواؤں پر قدرت ظاہر کر کے ان کے مزاحم نہیں ہو سکتا تھا۔ محققین کی رائے یہ ہے کہ نبی علیہ السلام تمام انبیاء کرام کے معجزات اور کمالات کے حامل ہیں اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جنات پر قدرت اور سلطنت حاصل ہے رہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کو یاد کر کے اس عفریت من الجن کو ستون سے باندھنے کے ارادہ کو ترک فرما دینا تو وہ علامہ وشتانی کی تصریح کے مطابق تواضع اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی رعایت کرنے پر محمول ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ جب آپ نے اس کو مسجد کے ستون سے باندھنے کا ارادہ فرمایا تھا تو آپ ایسا کر بھی سکتے تھے۔

لعنت کی تحقیق

اس حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عفریت من الجن سے تین بار فرمایا "میں تجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ڈالتا ہوں۔"

لعنت کا معنی ہے "عذاب" منجد میں ہے اللعن العذاب [3]۔ اور عذاب دائمی بھی ہوتا ہے اور

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۲۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ۔

[2] امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶۔ تفسیر کبیر ج ۷، ص ۱۹۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ۔

[3] لوئیس مالوف الیسوعی المنجد ص ۷۲۵ مطبوعہ دار الاشاعت ۱۹۷۵ء۔

عارضی بھی، دائمی عذاب کفار کے ساتھ خاص ہے اور عارضی عذاب مومنین فساق کے ساتھ قرآن کریم اور احادیث شریفہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ لعنت اوصاف کے لحاظ سے بھی ہوتی ہے اور اشخاص کے اعتبار سے بھی خواہ ملعون مومن ہوں یا کافر لعنت کی حسب ذیل اقسام ہیں:

(۱) اوصاف پر لعنت کفر کے اعتبار سے: فلعنة الله على الكافرين (البقرہ: ۸۹) "کافروں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو"

(۲) اوصاف پر لعنت گناہ کبیرہ کے اعتبار سے: لعنة الله على الكاذبين (آل عمران: ۶۱) "جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو"

(۳) اوصاف پر لعنت گناہ صغیرہ کے اعتبار سے حدیث شریف میں ہے:

لعن الله المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال[1]

اللہ تعالیٰ ان مردوں پر لعنت فرماتا ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ان عورتوں پر لعنت فرماتا ہے جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔

ان صورتوں میں اوصاف کے اعتبار سے لعنت کرنا جائز ہے۔ پہلی صورت میں لعنت عذاب دائمی کے معنی میں ہے۔ اور دوسری اور تیسری صورت میں عارضی عذاب کے معنی میں ہے۔

علی الیقین دائمی عذاب کے معنی میں لعنت کرنا ان اشخاص کے لیے جائز ہے جن کی موت علی الکفر حتمی طور پر معلوم ہو جیسے ابوجہل اور ابولہب پر لعنت کی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللهم العن لحيان ورعلا وذكوان وعصية۔ (مسلم ج ۱، ص ۲۳۷) اور جس شخص کی موت علی الکفر معلوم نہ ہو اس پر یہ لعنت جائز نہیں بلکہ خطرہ ہے کہ لعنت کرنے والے کی طرف وہ لعنت لوٹ آئے۔

لعنت کی یہ وہ اقسام ہیں جن کا عام طور پر علماء نے ذکر کیا ہے قرآن کریم کے مطالعہ سے لعنت کی ایک اور قسم ثابت ہوتی ہے۔ وہ ہے مسلمان پر علی التعیین عارضی عذاب کے معنی میں لعنت کرنا جیسا کہ لعان میں ہوتا ہے۔ ایک فریق چار بار اپنی صداقت پر قسم کھاتا ہے اور پانچویں بار لعنت کرتا ہے اور کہتا ہے اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ قرآن مجید میں ہے:

والخامسة ان لعنة الله عليه ان كان من الكاذبين۔ (النور: ۷)

اور پانچویں بار کہے اگر وہ جھوٹا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو

یہ لعنت وصف پر نہیں شخص پر ہے اور عذاب دائمی کے معنی میں بہرحال نہیں ہے۔

لعن یزید

یزید پر لعنت (بمعنی دائمی عذاب) کرنے میں علماء کا اختلاف ہے بعض جائز قرار دیتے ہیں اور اکثرین منع کرتے ہیں ہماری تحقیق یہ ہے کہ یزید اصل میں مسلمان تھا اور بعد میں کسی یقینی اور قطعی دلیل سے اس کا کفر ثابت نہیں ہوا اس لیے اس پر لعنت کرنا خلاف تحقیق ہے۔ صحابہ کرام نے امت کے وسیع مفاد کے پیش نظر اس کی بیعت کی تھی، حضرت حسین اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہم کا اس مسئلہ میں جمہور صحابہ سے اجتہادی اختلاف تھا۔ اس کے باوجود یہ ایک حقیقت ہے کہ یزید نے اپنے دور حکومت میں تین ایسے کام کیے ہیں جن سے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا۔ ایک یہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

کہ اس نے امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کے قاتلین کو کوئی سزا نہیں دی۔ دوسرا یہ کہ مدینہ منورہ پر غلبہ کے بعد اس نے اپنی توجوں پر تین دن کے لیے اہل مدینہ کے جان و مال کو مباح کر دیا اور تیسرا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے جنگ کے لیے (جو کہ کعبہ معظمہ میں محصور تھے) اس نے حرم کعبہ کی حرمتوں کو پامال کیا حتیٰ کہ خانہ کعبہ کے پردوں میں آگ لگ گئی۔ اگر یہ شخص کافر نہیں تھا تو اس کے بدترین فاسق اور ظالم ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے۔ یہ ایک اجمالی کلمہ ہے۔ کتاب الحج میں ان شاء اللہ ہم اس کی تفصیل ذکر کریں گے۔

ترجمۃ الباب سے مناسبت

امام مسلم نے اس باب کا جو عنوان قائم کیا ہے اس سے حسب ذیل فوائد ظاہر ہوتے ہیں۔

(۱) نماز میں عمل قلیل کا جواز کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان کو اپنے ہاتھ سے دور کیا۔
(۲) نماز میں شیطان پر لعنت بھیجنے اور اللہ تعالیٰ سے اس کے شر سے پناہ مانگنے کا جواز۔
(۳) جنات کا وجود اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انہیں دیکھنا۔
(۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عفریت من الجن پر غالب آنا۔

بَابُ ۱۹۵ جَوَازِ حَمْلِ الصِّبْيَانِ فِي الصَّلٰوةِ وَاَنَّ ثِيَابَهُمْ مَحْمُولَةٌ عَلَى الطَّهَارَةِ حَتّٰى يَتَحَقَّقَ نَجَاسَتُهَا وَاَنَّ الْفِعْلَ الْقَلِيْلَ لَا يُبْطِلُ الصَّلٰوةَ وَكَذَا اِذَا فَرَّقَ الْاَفْعَالُ

حالت نماز میں بچوں کے اٹھانے کا جواز جب تک نجاست متحقق نہ ہو کپڑوں کا پاک ہونا اور عمل قلیل سے نماز کا باطل نہ ہونا

۱۱۱۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَا نَا مَالِكٌ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قُلْتُ لِمَالِكٍ حَدَّثَكَ عَامِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ عَنْ اَبِي قَتَادَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ وَهُوَ حَامِلٌ اُمَامَةَ بِنْتَ زَيْنَبَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِي الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيْعِ فَاِذَا قَامَ حَمَلَهَا وَاِذَا سَجَدَ وَضَعَهَا قَالَ يَحْيٰى قَالَ مَالِكٌ نَعَمْ۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور آپ نماز میں اپنی نواسی امامہ کو اٹھائے ہوئے تھے (یہ آپ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی بیٹی تھیں جو ابو العاص کے نکاح سے پیدا ہوئی تھیں) حالت قیام میں آپ امامہ کو اٹھا لیتے اور جب آپ سجدہ کرتے تو انہیں زمین پر بٹھا دیتے۔

۱۱۱۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِيْ سُلَيْمَانَ وَابْنُ عَجْلَانَ سَمِعَا عَامِرَ ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الزُّبَيْرِ يُحَدِّثُ عَنْ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے ہیں اور امامہ بنت ابی العاص (جو کہ حضرت زینب بنت رسول

عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّ النَّاسَ وَأُمَامَةُ بِنْتُ أَبِي الْعَاصِ وَهِيَ بِنْتُ زَيْنَبَ بِنْتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى عَاتِقِهِ فَإِذَا رَكَعَ وَضَعَهَا وَإِذَا رَفَعَ مِنَ السُّجُودِ أَعَادَهَا۔

اللہ کی صاحبزادی تھیں، آپ کے کندھے پر تھیں جب آپ رکوع میں جاتے تو آپ انھیں اتار دیتے اور جب سجدہ سے اٹھتے تو پھر اٹھا لیتے۔

۱۱۱۶- حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ بُكَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَخْرَمَةُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيَّ يَقُولُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي لِلنَّاسِ وَأُمَامَةُ بِنْتُ أَبِي الْعَاصِ عَلَى عُنُقِهِ فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَهَا۔

حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے ہیں اور امامہ بنت العاص رضی اللہ عنہا آپ کی گردن پر ہیں، جب آپ سجدہ کرتے تو ان کو بٹھا دیتے۔

۱۱۱۷- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا أَبُو بَكْرٍ الْحَنَفِيُّ قَالَ عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ جَمِيعًا عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ سَمِعَ أَبَا قَتَادَةَ يَقُولُ بَيْنَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ جُلُوسٌ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ غَيْرَ أَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ أَنَّهُ أَمَّ النَّاسَ فِي تِلْكَ الصَّلَاةِ۔

حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ... امام مسلم فرماتے ہیں اس کے بعد حدیث مثل سابق ہے۔ البتہ اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ آپ نے اس میں لوگوں کی امامت کرائی۔

حضرت ابو قتادہ ان کے نام میں کافی اختلاف ہے لیکن مشہور حارث ہے۔ اس حدیث کے راوی حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ انصاری صحابی ہیں۔ غزوہ بدر میں ان کی شرکت کے بارے میں اختلاف ہے لیکن علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے سند کے ساتھ یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت ابو قتادہ شب بدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی "اے اللہ! ابو قتادہ کی اس طرح حفاظت کر جس طرح اس نے اس رات تیرے نبی کی حفاظت کی ہے"۔

غزوۂ احد اور اس کے بعد کے مشاہد میں ان کی شرکت پر اتفاق ہے۔ انھیں فارس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (آپ کا شہسوار) کہا جاتا تھا۔ مسلم میں یہ حدیث بھی ہے "ہمارے بہترین شہسوار ابو قتادہ ہیں اور بہترین تیر انداز سلمہ بن اکوع ہیں۔" علامہ واقدی نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تمہارے چہرے پر کیا ہوا ہے" عرض کیا تیر لگا تھا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ اپنا لعاب دہن لگا دیا۔ حضرت ابو قتادہ کہتے ہیں پھر وہاں زخم کا نشان بھی نہیں رہا۔" حافظ ابن عبد البر نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ

کے ساتھ تمام جنگوں میں شریک رہے۔ ستر سال کی عمر گزار کر چالیس ہجری میں وفات پائی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور علامہ ابن حجر نے ذکر کیا ہے۔ ۵۰ اور ۶۰ ہجری کے درمیان وفات ہوئی۔ [1]

حضرت زینب بنت رسول اللہ

حضرت زینب رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاجزادی تھیں۔ بعثت سے دس سال پہلے پیدا ہوئیں۔ رسالت مآب نے آپ کا نکاح آپ کے خالہ زاد بھائی ابوالعاص بن ربیع سے کر دیا وہ اسلام نہیں لائے تھے (اس وقت تک مشرکوں سے نکاح کی ممانعت وارد نہیں ہوئی تھی اور ان سے نکاح وغیرہ کے معاملات ہوتے رہتے تھے) غزوۂ بدر میں ابوالعاص قید ہو گئے اور حضرت زینب نے ان کی رہائی کے لیے جو فدیہ بھیجا اس میں وہ ہار بھی تھا جو حضرت خدیجہ نے انھیں دیا تھا۔ اس ہار کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل بھر آیا اور مسلمانوں نے وہ ہار واپس بھجوا دیا اور ابوالعاص کو رہا کر دیا۔ غزوہ بدر کے بعد حضور نے ابوالعاص سے فرمایا کہ وہ حضرت زینب سے علیحدہ ہو جائیں۔ محرم سات ہجری میں ابوالعاص مسلمان ہو گئے رضی اللہ عنہ وارضاہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح سابق سے حضرت زینب انہیں لوٹا دیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا آٹھ ہجری کے اوائل میں وصال فرما گئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تجہیز و تکفین کا اہتمام فرمایا۔ بخاری اور مسلم میں اس کا ذکر ہے۔

حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے دو بچے ہوئے صاجزادہ کا نام علی تھا وہ بلوغت کی عمر کو پہنچنے کے بعد اپنے والد کی حیات میں وصال فرما گئے [2] اور صاجزادی حضرت امامہ بنت العاص رضی اللہ عنہا نے کافی عمر پائی سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد حضرت زبیر بن عوام نے حضرت امامہ کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ حضرت علی کی شہادت کے بعد حضرت علی کے حکم سے حضرت مغیرہ بن نوفل نے حضرت امامہ سے نکاح کر لیا اور انھیں کے نکاح میں حضرت امامہ کا وصال ہو گیا۔ حضرت امامہ کی نہ حضرت علی سے اولاد ہوئی نہ حضرت مغیرہ بن نوفل سے اور اس طرح آج آلِ زینب میں سے کوئی باقی نہیں ہے۔ [3]

رسالت مآب کی صاجزادیاں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاجزادیاں ہوئیں۔ حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن اجمعین وارضاہن۔ حضرت زینب کا مفصل ذکر آ چکا ہے۔ حضرت رقیہ بعثت سے سات سال پہلے پیدا ہوئیں، بعثت سے پہلے عتبہ بن ابی لہب سے آپ کا نکاح ہو چکا تھا رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کے بعد ابولہب نے اپنے بیٹے کو حضرت رقیہ کو طلاق دینے پر مجبور کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر حضرت عثمان سے حضرت رقیہ کا نکاح کر دیا۔ حضرت عثمان نے حضرت رقیہ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی وہاں آپ سے پہلے ایک ناتمام بچہ ہوا اس کے بعد ایک صاجزادہ ہوا جس کا نام عبداللہ رکھا۔ اسی وجہ سے حضرت عثمان کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ دنیا کو چھ برس

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔ الاصابہ ج ۴ ص ۱۵۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2] حافظ ابن عبدالبر متوفی ۴۶۳ھ۔ لاستیعاب علی ہامش الاصابہ ج ۴ ص ۱۲۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

[3] ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔ الاصابہ ج ۴ ص ۳۱۲۔ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ۔

" الاصابہ ج ۴ ص ۲۳۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ۔

شرف بخشنے کے بعد راہی فردوس ہوگئے۔ اس کے بعد حضرت رقیہ کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ غزوۂ بدر کے ایام میں حضرت رقیہ کچھ عرصہ علیل رہ کر جنت نشین ہوگئیں[1]۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری صاحبزادی حضرت امِّ کلثوم رضی اللہ عنہا ہیں۔ ابولہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ سے آپ کا نکاح بعثت سے پہلے ہوچکا تھا۔ رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ اعلانِ نبوّت کے بعد عتیبہ نے ابولہب کے اصرار سے آپ کو طلاق دیدی اور حضرت رقیہ کے وصال کے بعد تین ہجری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان سے آپ کا نکاح کر دیا آپ چھ سال حضرت عثمان کے عقد میں رہیں اور کوئی اولاد نہیں ہوئی نو ہجری کو آپ کا وصال ہوگیا۔ اسماء بنت عمیس اور صفیہ بنت عبد المطلب نے آپ کو غسل دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی حضرت علی، فضل بن عباس اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم نے آپ کو لحد میں اتارا —— رضی اللہ عنہا وارضاہ[2] اس تفصیل سے ظاہر ہوگیا کہ آپ کی تینوں بڑی صاحبزادیوں کی اولاد کا سلسلہ قائم اور جاری نہیں رہا۔ اللہ تعالیٰ کی مشیئت یونہی تھی اگر آپ کی ان تین صاحبزادیوں کا سلسلہ بھی جاری ہوتا تو وہ بھی اشراف اور سادات کے القاب سے نوازے جاتے مگر آل رسول کے سلسلہ کا فروغ نسب فاطمی سے مقدر تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چوتھی صاحبزادی سیدتنا فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ آپ بعثت کے ایک سال بعد پیدا ہوئیں۔ علامہ ابن حجر مکی نے الصواعق المحرقہ میں اور علامہ عبد الوہاب شعرانی نے کشف الغمہ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حیض اور نفاس سے پاک رکھا۔ علامہ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں سب سے افضل چار عورتیں ہیں خدیجہ، فاطمہ، مریم اور آسیہ بخاری شریف میں ہے سرکار رسالت مآب نے فرمایا جس نے فاطمہ کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ نسب صرف اولادِ فاطمہ سے قائم ہے کیونکہ آپ کی باقی اولاد یا زندہ نہیں رہیں جیسے صاحبزادگان یا ان سے اولاد نہیں ہوئی جیسے تین بڑی صاحبزادیاں پندرہ سال کی عمر میں آپ کا نکاح حضرت علی سے غزوۂ احد کے بعد ہوا آپ سے حضرت حسن، حضرت حسین اور ام کلثوم یادگار ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے چھ ماہ بعد آپ نے جنت کو مشرف فرمایا[3]۔

شیعہ حضرات، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سوا باقی تین صاحبزادیوں کو نہیں مانتے۔ شرح صحیح مسلم کی جلد اوّل باب نمبر ۔۔۔ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سوانح کے تحت ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیوں کے ثبوت میں اہل شیعہ کی مستند کتب اصول کافی، منتہی الامال اور حیات القلوب کی عبارات ذکر کی ہیں۔ ایران سے تاریخ یعقوبی کا فارسی ترجمہ شائع ہوا ہے اس میں بھی چار صاحبزادیوں کا ذکر ہے، لکھتے ہیں:

وازفرزندانِ آں بزرگوار از خدیجہ قاسم و رقیہ و زینب وام کلثوم پیش از بعثت و	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حضرت خدیجہ سے قاسم، رقیہ، زینب اور ام کلثوم بعثت سے پہلے

۱ حافظ ابن عبد البر متوفی ۴۶۳ ھ - استیعاب علی ہامش الاصابہ ج ۴ ص ۲۹۹ - مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ ھ
۲ حافظ ابن عبد البر متوفی ۴۶۳ ھ - استیعاب علی ہامش الاصابہ ج ۴ ص ۴۸۶ - 〃 〃
ایضاً 〃 ج ۴ ص ۳۷۳ 〃 〃
۳ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ الاصابہ ج ۴ ص ۳۷۷ 〃 〃

عبداللہ کہ لقب طیب وطاہر است ہمو است چہ در اسلام ولادت یافتہ است وفاطمہ پس از بعثت متولد شدند[۱]

پیدا ہوئے اور عبداللہ جن کا نام طیب اور طاہر ہے اسلام میں پیدا ہوئے اور (حضرت) فاطمہ بعثت کے بعد پیدا ہوئیں۔

نماز میں بچہ کو گود میں لینے کے بارے میں مذاہب اربعہ

امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک نماز کی حالت میں بچہ کو گود میں اٹھانا جائز ہے جبکہ اس کے لیے عمل کثیر نہ کرنا پڑے (عمل کثیر وہ کام ہے جو دو ہاتھوں سے کرنا پڑے یا نماز کے ایک رکن میں ایک ہاتھ سے تین مرتبہ حرکت ہو) اور امام مالک کے نزدیک نوافل میں بچہ کو اٹھالینا جائز ہے فرائض میں نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل فرض نماز میں تھا کیونکہ ابوداؤد میں ہے کہ یہ نماز ظہر یا عصر کی تھی اس لیے مالکیہ کہتے ہیں کہ یا تو یہ عمل "ان فی الصلوٰۃ شغلا" سے منسوخ ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت پر محمول ہے۔ لیکن چونکہ اس عمل میں عمل کثیر نہیں ہے اس لیے اس تاویل کی ضرورت نہیں ہے[۲]۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں پر شفقت کرتے تھے اور امامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہا سے آپ کو بہت محبت تھی۔ اس حدیث سے یہ مطلب نہیں نکالنا چاہیے کہ چھوٹے بچوں کو مسجد میں بالعموم لے جانا چاہیے۔ اور بچوں کو گود میں اٹھا کر نماز پڑھنا چاہیے بلکہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کسی مجبوری کی وجہ سے بچوں کو مسجد میں لے جانا پڑے یا چھوٹے بچے کے رونے یا گھبرانے کا خدشہ ہو تو اس کی ماں اسے گود میں اٹھا کر نماز پڑھ سکتی ہے۔ کیونکہ نبی علیہ السلام سے یہ فعل پوری زندگی میں ایک مرتبہ منقول ہے اس لیے یہ فعل بالعموم سنت نہیں ہے جن حالات میں نبی علیہ السلام سے یہ فعل منقول ہے انہیں حالات کی روشنی میں یہ فعل سنت ہے۔

بَابُ جَوَازِ الْخَطْوَةِ وَالْخَطْوَتَيْنِ فِي الصَّلٰوةِ وَانَّهٗ لَا كَرَاهَةَ فِي ذٰلِكَ اِذَا كَانَ لِحَاجَةٍ وَجَوَازِ صَلٰوةِ الْاِمَامِ عَلٰى مَوْضِعٍ اَرْفَعَ مِنَ الْمَاْمُوْمِيْنَ لِلْحَاجَةِ كَتَعْلِيْمِ الصَّلٰوةِ اَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ ۱۹۶

نماز میں ضرورت کی بناء پر ایک دو قدم چلنا اور امام کا مقتدیوں سے بلند جگہ پر ہونا

۱۱۱۸- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ قَالَ يَحْيٰى اَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ نَفَرًا جَاءُوْا اِلٰى سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ

ابو حازم بیان کرتے ہیں کہ کچھ لوگ سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے پاس آئے درآں حالیکہ وہ لوگ اس بات میں بحث کر رہے تھے کہ منبر نبوی کس لکڑی کا بنا ہوا تھا حضرت سہل

[۱] احمد بن ابی یعقوب متوفی ۲۷۸ - تاریخ یعقوبی ج ۱ ص ۳۷۵ - مطبوعہ مرکز انتشارات علمی ایران طبع سوم ۱۳۶۲ھ
[۲] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ - عمدۃ القاری ج ۴ ص ۳۰۳، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔

قَدْ تَمَارَوْا فِي الْمِنْبَرِ مِنْ أَيِّ عُودٍ هُوَ فَقَالَ أَمَا وَاللهِ إِنِّي لَأَعْرِفُ مِنْ أَيِّ عُودٍ هُوَ وَمَنْ عَمِلَهُ وَرَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلَ يَوْمٍ جَلَسَ عَلَيْهِ قَالَ فَقُلْتُ لَهُ يَا أَبَا الْعَبَّاسِ فَحَدِّثْنَا قَالَ أَرْسَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى امْرَأَةٍ قَالَ أَبُو حَازِمٍ إِنَّهُ لَيُسَمِّيهَا يَوْمَئِذٍ انْظُرِي غُلَامَكِ النَّجَّارَ يَعْمَلْ لِي أَعْوَادًا أُكَلِّمُ النَّاسَ عَلَيْهَا فَعَمِلَ هٰذِهِ الثَّلَاثَ دَرَجَاتٍ ثُمَّ أَمَرَ بِهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوُضِعَتْ هٰذَا الْمَوْضِعَ فَهِيَ مِنْ طَرْفَاءِ الْغَابَةِ وَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَلَيْهِ فَكَبَّرَ وَكَبَّرَ النَّاسُ وَرَاءَهُ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ ثُمَّ رَفَعَ فَنَزَلَ الْقَهْقَرَى حَتَّى سَجَدَ فِي أَصْلِ الْمِنْبَرِ ثُمَّ عَادَ حَتَّى فَرَغَ مِنْ آخِرِ صَلَاتِهِ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي إِنَّمَا صَنَعْتُ هٰذَا لِتَأْتَمُّوا بِي وَلِتَعَلَّمُوا صَلَاتِي۔

۱۱۱۱۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيُّ الْقُرَشِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ أَنَّ رِجَالًا أَتَوْا سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالُوا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ أَتَوْا سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ فَسَأَلُوهُ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ مِنْبَرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَاقُوا الْحَدِيثَ بِنَحْوِ حَدِيثِ ابْنِ أَبِي حَازِمٍ۔

نے کہا خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ وہ منبر کس لکڑی کا تھا اور اسے کس نے بنایا تھا اور مجھے وہ وقت یاد ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس منبر پر پہلی بار رونق افروز ہوئے تھے۔ ابوحازم کہتے ہیں میں نے کہا اے ابوالعباس آپ یہ واقعہ بیان کیجئے۔ انھوں نے بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کے پاس قاصد بھیجا، (ابوحازم کہتے ہیں کہ سہل نے اس عورت کا نام بھی بتلایا تھا۔) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے لڑکے سے کہو کہ وہ میرے لیے لکڑی کا ایک منبر بنا دے جس پر بیٹھ کر میں لوگوں سے خطاب کروں، اس لڑکے نے تین سیڑھیوں کا جھاؤ کی لکڑی سے ایک منبر بنا دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے وہ منبر اس جگہ رکھ دیا گیا، میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کھڑے ہو کر تکبیر کہی اور لوگوں نے بھی آپ کی اقتداء میں تکبیر کہی درآں حالیکہ آپ منبر پر تھے پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا الٹے پاؤں نیچے اتر کر منبر کی جڑ میں سجدہ کیا پھر منبر پر کھڑے ہو گئے حتیٰ کہ نماز پوری کر لی اس کے بعد لوگوں سے متوجہ ہو کر فرمایا! اے لوگو! میں نے یہ کام اس لیے کیا ہے تاکہ تم میری اقتداء کرو اور میری نماز کو جان لو!

امام مسلم نے ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح بیان کی ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

شرح حدیث کسی مسئلہ میں حقیقت کا سراغ لگانے کے لیے بحث کرنا اور جو شخص اس مسئلہ کا عالم ہو اس کی طرف رجوع کرنا اور اپنے تمام افعال اور اعمال کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کے تابع کرنا یہ تمام امور اس حدیث سے ثابت ہیں۔ نماز میں فعل کثیر اگر متفرق طور پر ہو تو جائز ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز میں منبر سے اترنا اور چڑھنا فعل کثیر ہے لیکن یہ متفرق طور پر تھا فی نفسہ اترنا یا چڑھنا عمل قلیل ہے۔ نماز میں امام اونچی جگہ پر ہو اور مقتدی نیچی جگہ پر تو نماز صحیح ہے جیسا کہ اس حدیث سے ثابت ہے اگر اس کے برعکس ہو یعنی امام نچلی منزل پر ہو اور مقتدی بالائی منزل پر ہوں تو یہ بھی صحیح ہے۔ اس حدیث میں منبر بنانے کا بھی ثبوت ہے اور مستحب یہ ہے کہ منبر، محراب کی دائیں جانب ہو۔ اگر منبر نہ ہو تو کوئی اور اونچی چیز رکھ لی جائے یا ستون رکھ لیا جائے جیسا کہ منبر بننے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے ستون سے ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔

استن حنانہ منبر بنانے کی تاریخ میں علامہ عینی نے سات آٹھ اور نو ہجری کے تین اقوال ذکر کیے ہیں [۱]۔ منبر بنائے جانے سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے ستون سے ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ حدیث شریف میں ہے:

عن جابر بن عبد اللہ قال کان جذع یقوم علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما وضع لہ منبر سمعنا للجذع مثل اصوات العشار حتی نزل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فوضع یدہ علیہ [۲] و فی روایۃ فصاحت النخلۃ التی کان یخطب عندھا حتی کادت ان تنشق فنزل النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی اخذھا فضمھا الیہ فجعلت تئن انین الصبی الذی یسکت حتی استقرت [۳]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ پہلے کھجور کا ایک ستون تھا جس کے سہارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے منبر بنا دیا گیا تو اس ستون سے اس طرح رونے اور چلانے کی آواز آئی جیسے اونٹنی (اپنے بچے کے فراق میں: شرح از عینی) روتی اور چلاتی ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ستون پر اپنا ہاتھ رکھا۔ ایک روایت ہے کہ کھجور کا وہ تنا جس کے پاس آپ خطبہ دیا کرتے تھے یوں رویا جیسے پھٹ پڑے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر سے اترے، اس تنے کو پکڑ کر اپنے سینہ مبارک سے چمٹایا تو وہ اس طرح سسکیاں لینے لگا جیسے بچہ سسکیاں لیتا ہے حتیٰ کہ خاموش ہو گیا۔

صحیح بخاری کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ کھجور کا تنا بھی آپ کو پہچانتا تھا، آپ سے محبت کرتا تھا، آپ کے فراق میں دھاڑیں مار مار کر روتا تھا اور یہ تمام امور بغیر حیات کے متصور نہیں ہو سکتے۔ لگتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب

---

[۱] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری جز ۶ ص ۲۱۵ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر

[۲] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۲۵، ۲۸۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

[۳]۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۸۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ۔

اور لمس سے اس تنے میں اللہ تعالیٰ نے حیات پیدا فرما دی۔ ادراک، شعور اور آپ کی محبت اور آپ کے فراق میں گریہ پیدا کر دیا۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے مردہ انسانوں میں جان ڈال دی جن میں پہلے عادۃً اور عرفاً حیات ہوتی تھی تو اس سے زیادہ حیرت اور کمال کی بات یہ ہے کہ آپ کے قرب اور لمس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے کھجور کے تنے میں جان ڈال دی جس میں عادۃً اور عرفاً حیات نہیں ہوتی جن کے اعجاز آفریں لمس سے بے جان میں حیات آ جائے خود ان کی حیات کی عظمتوں کا کیا کہنا کھجور کا تنا آپ کے فراق اور محبت میں روتا ہے۔ اگر آپ کا کلمہ پڑھنے والا انسان آپ کی محبت اور فراق میں نہ روئے تو وہ بے جان کھجور سے بھی گیا گزرا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ابر کرم موج میں آتا ہے تو کھجور کے تنے پر بھی بارانِ رحمت ہو جاتی ہے۔ دست شفقت سے نوازتے ہیں۔ سینہ سے لگا کر تسلیاں دیتے ہیں۔ کیا عجب ہے کہ جو غلام آپ کی فرقت میں شب و روز روتے ہیں آپ کے فراق میں آنسو بہاتے ہیں ان پہ بھی نظر کرم فرمائیں کسی بے قرار دل کے سینہ پر ہاتھ رکھیں اور اس کے مقدر کو رشک جبرائیل بنا دیں!۔

بَابُ ۱۹۷ كَرَاهَةِ الْاِخْتِصَارِ فِي الصَّلٰوةِ

نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے کی ممانعت

۱۱۲۰ ۔ حَدَّثَنِي الْحَكَمُ بْنُ مُوْسَى الْقَنْطَرِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ ابْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا اَبُوْ خَالِدٍ وَاَبُوْ اُسَامَةَ جَمِيْعًا عَنْ هِشَامٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ نَهٰى اَنْ يُّصَلِّيَ الرَّجُلُ مُخْتَصِرًا وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ بَكْرٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوکھ پر ہاتھ رکھ کر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

اختصار کے معانی۔ امام ترمذی اور امام ابو داؤد نے ابن سیرین سے نقل کیا ہے کہ خصر فی الصلوٰۃ۔ کا مطلب ہے نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا۔ علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ مشہور تفسیر یہی ہے علامہ ہروی نے اس کی ایک تفسیر یہ کی ہے کہ آخر سورت سے ایک یا دو آیتوں کی مختصر تلاوت کرنا دوسری یہ کہ جلدی جلدی قراءت کرنا، امام غزالی نے فرمایا کہ اختصار فی الصلوٰۃ یہ ہے کہ تلاوت کے درمیان سے آیت سجدہ کو چھوڑ کر پڑھنا، علامہ خطابی نے بیان کیا کہ اختصار کا معنی ہے ہاتھ میں عصا لیکر نماز پڑھنا، پہلے معنی کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ابو داؤد اور نسائی میں سعید بن زیاد سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی اور نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھا۔ حضرت عبداللہ نے نماز کے بعد فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل سے منع کیا ہے۔

اختصار سے ممانعت کی حکمتیں اختصار کے معانی کی طرح اس سے ممانعت کی حکمت میں بھی اختلاف ہے امام ابن ابی شیبہ نے حمید بن بلال سے موقوفاً روایت کیا ہے کہ ابلیس کو جب زمین پر اتارا گیا تو اس نے کوکھ پر ہاتھ رکھا ہوا تھا۔ امام بخاری نے بنی اسرائیل کے ذکر میں حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ چونکہ بنی اسرائیل بکثرت اختصار کرتے تھے (یعنی کوکھ پر ہاتھ رکھتے تھے) تو آپ نے ان سے مشابہت کی وجہ سے اس فعل سے منع فرما دیا۔

(ابن ابی شیبہ نے یہ اضافہ کیا ہے کہ بنی اسرائیل نماز میں ایسا کرتے تھے) ابن ابی شیبہ کی ایک روایت میں ہے لا تشبھوا بالیھود — یہود سے مشابہت نہ اختیار کرو۔ امام ابن ابی شیبہ نے مجاہد سے ایک روایت بیان کی ہے، "کیونکہ یہ ہاتھ رکھنا جہنمیوں کا آرام ہے"۔ بنابریں اہل نار سے مشابہت کی وجہ سے نماز میں اس فعل سے منع کر دیا۔ سعید بن منصور نے سند حسن سے بیان کیا ہے کہ یہ رجز کرنے کا طریقہ ہے (رجز کا مطلب ہے رزمیہ اشعار جو جنگ میں پڑھتے ہیں) علامہ مہلب نے بیان کیا کہ یہ متکبرین کا طریقہ ہے۔ علامہ خطابی نے بیان کیا ہے کہ یہ اہل مصائب کا فعل ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے ان حکمتوں میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بیان کردہ حکمت کو ترجیح دی ہے یعنی یہودیوں سے مشابہت کی وجہ سے اس فعل سے منع کیا گیا ہے۔[1]

ائمہ اربعہ کے نزدیک یہ فعل مکروہ ہے۔[2]

۱۹۸ بَابُ كَرَاهَةِ مَسْحِ الْحَصٰى وَتَسْوِيَةِ التُّرَابِ فِي الصَّلٰوةِ

نماز میں کنکریاں ہٹانے اور مٹی صاف کرنے کی کراہت

۱۱۲۱ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيْعٌ قَالَ نَا هِشَامُ الدَّسْتَوَائِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ مُعَيْقِيْبٍ قَالَ ذَكَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْحَ فِي الْمَسْجِدِ يَعْنِي الْحَصٰى قَالَ اِنْ كُنْتَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَوَاحِدَةً۔

حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں سجدہ گاہ سے کنکریاں ہٹانے کے بارے میں فرمایا: اگر تمہیں ایسا کرنا ہی پڑے تو ایک بار کرو۔"

۱۱۲۲ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ يَحْيَى ابْنُ سَعِيْدٍ عَنْ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ مُعَيْقِيْبٍ اَنَّهُمْ سَاَلُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَسْحِ فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ وَاحِدَةً۔

حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں کنکریوں کے بارے میں پوچھا فرمایا ایک بار۔

۱۱۲۳ - وَحَدَّثَنِيْهِ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيْرِيُّ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ قَالَ نَا هِشَامٌ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ فِيْهِ حَدَّثَنِيْ مُعَيْقِيْبٌ۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے حضرت معیقیب سے ایسی ہی روایت کی ہے۔

۱۱۲۴ - وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا الْحَسَنُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ نَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ

حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ گاہ سے مٹی برابر کرنے والے

---

[1] علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ۔ فتح الباری ج ۳، ص ۸۹ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ ھ۔

[2] علامہ عبدالرحمان الجزیری۔ الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۱، ص ۲۸۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت

قَالَ حَدَّثَنِي مُعَيْقِيبٌ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الرَّجُلِ يُسَوِّي التُّرَابَ حَيْثُ يَسْجُدُ قَالَ إِنْ كُنْتَ فَاعِلًا فَوَاحِدَةً۔

شخص سے فرمایا اگر تمہیں ایسا کرنا ہی پڑے تو ایک بار کرو۔

حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ

حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام صحابی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر کے محافظ تھے۔ حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں بیت المال کا عامل مقرر کیا۔ انہیں جذام لاحق ہو گیا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے اطبأ کو جمع کیا جس سے مرض موقوف ہو گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حضرت معیقیب کے ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی اریس نامی کنویں میں گر گئی تھی اور نہیں مل سکی اور انگوٹھی کے گم ہونے کے بعد مسلمانوں میں فتنہ واقع ہو گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آخری ایام خلافت میں فوت ہو گئے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ حضرت علی کے ایام خلافت میں ۴۰ ھجری میں فوت ہوئے۔[۱]

حدیث سے حاصل شدہ فقہی احکام

حضرت ابوذر، حضرت ابوہریرہ، حضرت حذیفہ، حضرت ابن عمر، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم نماز میں ایک مرتبہ کنکریاں ہٹانے کو رخصت قرار دیتے تھے۔ اور حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما تواضع اور خشوع اور خضوع کے منافی ہونے کی وجہ سے اس کو مکروہ قرار دیتے تھے۔

ائمہ اربعہ ایک بار سے زیادہ اس عمل کو مکروہ قرار دیتے ہیں اور غیر مقلدین ایک بار سے زیادہ اس عمل کو حرام قرار دیتے ہیں۔ علامہ ابن حزم ظاہری لکھتے ہیں کہ نمازی پر فرض ہے کہ ایک بار سے زیادہ کنکریاں نہ ہٹائے۔[۲]

ظاہر ہے کہ فرض، قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ دلیل سے ثابت ہوتا ہے کنکریاں ہٹانے سے ممانعت خبر واحد سے ثابت ہے جو ظنی الثبوت ہے اور اس کام کے نہ کرنے کا لزوم ثابت نہیں کیونکہ اس کام پر نہ آپ نے کسی وعید کا ذکر کیا نہ یہ فرمایا کہ اس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اس لیے اس کی ممانعت مکروہ تنزیہی ہے۔ مکروہ تنزیہی کو حرام قرار دینا علامہ ابن حزم کے تفردات میں سے ہے۔

۱۹۹- بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْبُصَاقِ فِي الْمَسْجِدِ فِي الصَّلٰوةِ وَغَيْرِهَا

مسجد میں تھوکنے کی ممانعت

۱۱۲۵- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى بُصَاقًا فِي جِدَارِ الْقِبْلَةِ فَحَكَّهُ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ يُصَلِّي فَلَا يَبْصُقْ قِبَلَ وَجْهِهِ فَإِنَّ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی جانب دیوار میں تھوک لگا ہوا دیکھا، آپ نے اسے کھرچ ڈالا پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا جب تم نماز میں ہو تو اپنے سامنے نہ تھوکو کیونکہ اللہ تعالیٰ نماز کے وقت نمازی کے سامنے

---

[۱] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ ھجری۔ عمدۃ القاری جز ۷ ص ۲۸۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ ھجری

[۲] علامہ علی بن احمد بن حزم متوفی ۴۰۵ ھجری۔ المحلی جز ۲ ص ۷، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۹ ھجری

اللهَ قِبَلَ وَجْهِهِ إِذَا صَلَّى ـ

ہوتا ہے۔

١١٢٦ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو أُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي جَمِيعًا عَنْ عُبَيْدِ اللهِ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا إِسْمٰعِيلُ يَعْنِي ابْنَ عُلَيَّةَ عَنْ أَيُّوبَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ قَالَ أَنَا الضَّحَّاكُ يَعْنِي ابْنَ عُثْمَانَ ح وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ كُلُّهُمْ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ رَأَى نُخَامَةً فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ إِلَّا الضَّحَّاكَ فَإِنَّ فِي حَدِيثِهِ نُخَامَةً فِي الْقِبْلَةِ بِمَعْنَى حَدِيثِ مَالِكٍ ـ

امام مسلم فرماتے ہیں دیگر کئی اسانید سے اس کی مثل مروی ہے۔

١١٢٧ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ جَمِيعًا عَنْ سُفْيَانَ قَالَ يَحْيَى أَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى نُخَامَةً فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ فَحَكَّهَا بِحَصَاةٍ ثُمَّ نَهَى أَنْ يَبْزُقَ الرَّجُلُ عَنْ يَمِينِهِ أَوْ أَمَامَهُ وَلٰكِنْ يَبْزُقُ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى ـ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی جانب مسجد میں بلغم دیکھا۔ آپ نے اسے ایک کنکری سے کھرچ ڈالا پھر آپ نے دائیں جانب یا سامنے تھوکنے سے منع فرمایا اور بائیں جانب یا قدم کے نیچے تھوکنے کی اجازت دی۔

١١٢٨ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَا أَبِي كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ وَأَبَا سَعِيدٍ أَخْبَرَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى نُخَامَةً بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ ـ

امام مسلم نے ایک اور سند ذکر کر کے فرمایا اس سے بھی مثل سابق مروی ہے۔

١١٢٩ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ فِيمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی جانب دیوار میں تھوک

WWW.NAFSEISLAM.COM

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى بُصَاقًا فِيْ جِدَارِ الْقِبْلَةِ اَوْ مُخَاطًا اَوْ نُخَامَةً فَحَكَّهُ.

بار ینٹ یا بلغم دیکھا تو اسے کھرچ ڈالا۔

۱۱۳۰- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ قَالَ زُهَيْرٌ نَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مِهْرَانَ عَنْ اَبِيْ رَافِعٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى نُخَامَةً فِيْ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ فَاَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ مَا بَالُ اَحَدِكُمْ يَقُوْمُ مُسْتَقْبِلَ رَبِّهِ فَيَتَنَخَّعُ اَمَامَهُ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يُّسْتَقْبَلَ فَيُتَنَخَّعَ فِيْ وَجْهِهِ فَاِذَا تَنَخَّعَ اَحَدُكُمْ فَلْيَتَنَخَّعْ عَنْ يَّسَارِهِ تَحْتَ قَدَمِهِ فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ فَلْيَتْفُلْ هٰكَذَا وَوَصَفَ الْقَاسِمُ فَتَفَلَ فِيْ ثَوْبِهِ ثُمَّ مَسَحَ بَعْضَهُ عَلٰى بَعْضٍ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی جانب مسجد میں تھوک دیکھا تو لوگوں سے متوجہ ہو کر فرمایا "تم لوگ کیا کرتے ہو! ایک شخص اپنے رب کی طرف منہ کر کے کھڑا ہوتا ہے پھر اپنے سامنے تھوکتا ہے کیا تم لوگ یہ پسند کرتے ہو کہ کوئی شخص تمہارے سامنے کھڑا ہو کر تمہارے سامنے تھوک دے۔ جب تم میں سے کسی کو تھوکنا ہو تو بائیں طرف قدم کے نیچے تھوکے یا کپڑے میں تھوک کر اسے صاف کرے (یہ عمل آپ نے کر کے دکھایا۔ حدیث کے راویوں نے بھی ایسا کیا)۔

۱۱۳۱- حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَارِثِ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا هُشَيْمٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ كُلُّهُمْ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مِهْرَانَ عَنْ اَبِيْ رَافِعٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيْثِ ابْنِ عُلَيَّةَ وَزَادَ فِيْ حَدِيْثِ هُشَيْمٍ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرُدُّ ثَوْبَهُ بَعْضَهُ عَلٰى بَعْضٍ.

امام مسلم فرماتے ہیں کہ کئی اور اسناد سے بھی اسکی مثل مروی ہے۔ البتہ ایک سند میں یہ زیادتی ہے کہ حضرت ابوہریرہ یہ کہتے ہیں کہ گویا کہ میں دیکھتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (تھوک کو) کپڑے میں مل دیتے تھے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

۱۱۳۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ اَحَدُكُمْ فِي الصَّلٰوةِ فَاِنَّهُ يُنَاجِيْ رَبَّهُ فَلَا يَبْزُقَنَّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَّمِيْنِهِ وَلٰكِنْ عَنْ شِمَالِهِ اَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص جب نماز پڑھتا ہے تو وہ اپنے رب سے مناجات میں مشغول ہوتا ہے۔ اس لیے اپنے سامنے اور دائیں طرف نہ تھوکے ہاں بائیں جانب یا قدم کے نیچے تھوک سکتا ہے۔

۱۱۳۳- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول

قَالَ يَحْيَى أَنَا وَقَالَ قُتَيْبَةُ ثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبُزَاقُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيئَةٌ وَكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ اس کو دفن کر دینا ہے۔

۱۱۳۴- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ أَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ سَأَلْتُ قَتَادَةَ عَنِ التَّفْلِ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ التَّفْلُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيئَةٌ وَكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا۔

شعبہ بیان کرتے ہیں میں نے قتادہ سے مسجد میں تھوکنے کے بارے میں دریافت کیا انھوں نے کہا میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ اس کو دفن کرنا ہے۔

۱۱۳۵- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ الضُّبَعِيُّ وَشَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ قَالَا حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ قَالَ نَا وَاصِلٌ مَوْلَى أَبِي عُيَيْنَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عُقَيْلٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ الدِّيلِيِّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُرِضَتْ عَلَيَّ أَعْمَالُ أُمَّتِي حَسَنُهَا وَسَيِّئُهَا فَوَجَدْتُ فِي مَحَاسِنِ أَعْمَالِهَا الْأَذَى يُمَاطُ عَنِ الطَّرِيقِ وَوَجَدْتُ فِي مَسَاوِي أَعْمَالِهَا النُّخَاعَةَ تَكُونُ فِي الْمَسْجِدِ وَلَا تُدْفَنُ۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر میری امت کے اچھے اور برے تمام اعمال پیش کیے گئے۔ میں نے امت کے اچھے اعمال میں "راستہ میں ایذا دینے والی چیز کا ہٹانا" دیکھا اور برے اعمال میں مسجد میں "وہ تھوک دیکھا جس کو دفن نہ کیا گیا ہو"۔

۱۱۳۶- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا كَهْمَسٌ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الشِّخِّيرِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَيْتُهُ تَنَخَّعَ فَدَلَكَهَا بِنَعْلِهِ۔

حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی میں نے دیکھا آپ نے تھوکا اور اسے اپنے (بائیں) جوتے سے مل ڈالا۔

۱۱۳۷- وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيرِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَتَنَخَّعَ فَدَلَكَهُ بِنَعْلِهِ الْيُسْرَى۔

حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، آپ نے تھوکا اور اسے اپنے بائیں جوتے سے مل ڈالا۔

تھوکنے کے احکام

قبلہ کی جانب تھوکنا مطلقاً ممنوع ہے خواہ حالت نماز ہو یا غیر نماز جیسا کہ حدیث نمبر ۱۱۲۶ کے عموم سے واضح ہے اسی کے حکم میں دائیں جانب تھوکنا ہے۔ مسجد میں بائیں جانب یا قدم کے نیچے تھوکنے کی اجازت مطلقاً نہیں ہے بلکہ اس شرط کے ساتھ کہ اس تھوک کو مسجد میں دفن کر دیا جائے کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ (روایت نمبر ۱۱۳۳) کی روایت میں مسجد میں تھوکنے کو مطلقاً گناہ قرار دیا ہے اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ آج کل بالعموم مسجد کا فرش پختہ (سیمنٹ یا موزائیک کا) ہوتا ہے اور سیمنٹ یا موزائیک کے فرش کو کھود کر تھوک دفن کرنا بلا ضرورت متعذر کثیر بلکہ مسجد کے خراب کرنے کو مستلزم ہے۔ اس لیے اب مسجد میں تھوکنے کی بالکل اجازت نہیں ہے۔ غیر حالت نماز میں اگر تھوکنے کی ضرورت لاحق ہو تو مسجد کے باہر جو وضو کی جگہ مخصوص ہے وہاں تھوکے اور اگر حالت نماز میں تھوکنے کی ضرورت لاحق ہو تو اپنی چادر یا قمیص کے ذریعہ فراغت حاصل کرے جیسا کہ حضرت ابوہریرہ کی حدیث نمبر ۱۱۲۹ میں تعلیم دی ہے۔

عظمت مصطفیٰ

حدیث نمبر ۱۱۲۴ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "اللہ تعالیٰ نمازی کے سامنے ہوتا ہے۔" اس فرمان کی متعدد توجیہات کی گئی ہیں: اللہ تعالیٰ کی عظمت سامنے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ثواب سامنے ہوتا ہے۔ علامہ عینی نے کہا اللہ تعالیٰ کو نمازی کے سامنے تشبیہاً فرمایا ہے۔ علامہ ابن عبدالبر نے کہا اس فرمان سے کعبہ کی تعظیم مقصود ہے۔ میرا خیال یہ ہے ہر چند کہ اللہ تعالیٰ کسی جہت کے ساتھ خاص نہیں ہے لیکن نمازی چونکہ قبلہ کی جانب منہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور نمازی کا حال اس بات کا متقاضی ہے کہ وہ قبلہ کی جانب اللہ کی طرف متوجہ اور اس سے مخاطب ہے۔ اس لیے آپ نے نمازی کے حال کے اعتبار سے فرمایا "اللہ تعالیٰ نمازی کے سامنے ہوتا ہے۔" ان احادیث میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں قبلہ کی جانب تھوک لگا دیکھا اور اسے خود کھرچ کر صاف کر دیا۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ امام کو نمازیوں کے افعال اور احوال کی جستجو میں رہنا چاہیے اور جو کام اور جو بات غلط ہو اس کو ٹوک دینا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل سے آپ کی تواضع ظاہر ہوتی ہے کہ باوجود اس حقیقت کے کہ آپ سید المرسلین ہیں کائنات میں سب سے افضل اور اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔ آپ لوگوں کے ڈالے ہوئے تھوک، رینٹ اور بلغم سے عار نہیں کرتے۔ اپنے ہاتھوں سے رینٹ اور بلغم کھرچ کر مسجد کی دیوار صاف کرتے ہیں! اللہ اللہ! یہ وہ ہاتھ ہیں کہ ان ہاتھوں سے آپ کنکریاں پھینکیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی (انفال: ۱۷) "آپ نے جب کنکریاں پھینکیں تو آپ نے نہیں پھینکیں اللہ نے پھینکی تھیں۔" آپ نے بیعت رضوان کے وقت صحابہ کرام کے ہاتھوں پر ہاتھ رکھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
ید اللہ فوق ایدیھم۔ (فتح: ۱۰) ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

جن ہاتھوں کا یہ جاہ و جلال ہو یہ شکوہ اور احتشام ہو وہ ہاتھ ہیں اور مسجد کی دیوار سے لوگوں کے تھوکے ہوئے بلغم اور رینٹ کی صفائی!!

اور ہم کیا ہیں اور ہمارے ہاتھ کیا ہیں بلغم اور رینٹ تو الگ رہی معمولی سی گندگی بھی مسجد سے صاف کر دینا ہم اپنی ہتک اور شان کے خلاف سمجھتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ عزت اور شان نہ سلطنت اور امارت میں ہے نہ تقویٰ اور پرہیز گاری کے بلند بانگ دعووں میں، عزت اور شان تو آپ کی اقتداء اور آپ کی پیروی میں ہے۔ اگر امامت اور امارت کا موقع سامنے آئے تو ہم بڑھ کر فخر سے امیر اور امام بن جاتے ہیں۔ اگر اس کا محرک آپ کی پیروی ہے تو جب مسجد کی صفائی کا موقع ہو تو کھلے دل سے بڑھ کر ہمیں مسجد صاف کرنا چاہیے کہ یہ بھی آپ کی پیروی اور آپ کا اسوہ ہے مگر کریں کیا کہ آج لوگوں نے اپنی بڑائی

اور عظمت کے اصول اور پیمانے بدل ڈالے ہیں۔

مسجد کی صفائی اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مسجد کی نظافت اور اس کی صفائی آپ کو کس درجہ مطلوب تھی کہ آپ نے مسجد میں تھوکنے کو گناہ اور بُرا عمل فرمایا اور اگر کہیں مسجد میں تھوک دیکھا تو اپنے ہاتھوں سے صاف کر دیا ـــــ علامہ نووی لکھتے ہیں "مسجد میں جو رینٹ دفن نہ کی گئی ہو" آپ نے اس کو بُرا عمل فرمایا ہے۔ اس کا یہی مطلب ہے کہ صرف رینٹ پھینکنے والا مجرم نہیں ہے وہ سب لوگ مجرم ہیں جو مسجد میں رینٹ دیکھیں اور اس کو دفن یا صاف نہ کریں مسجد میں باقی گندگی ڈالنے کا بھی یہی حکم ہے۔ گندگی ڈالنے والا اور گندگی دیکھ کر صاف نہ کرنے والا دونوں مجرم ہیں۔

علوم نبوّت حدیث نمبر ۱۱۳۴ میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر امت کے تمام اعمال پیش کیے جاتے ہیں بعض روایات میں تصریح ہے کہ وصال کے بعد بھی آپ پر اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور یہ کہ نیک اعمال پر آپ خوش ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں اور بُرے اعمال پر آپ غمگین ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کرتے ہیں بہر حال اس روایت میں آپ کے علم کی وسعت پر قوی دلیل ہے۔

بَابُ جَوَازِ الصَّلٰوةِ فِي النَّعْلَيْنِ

جوتے پہن کر نماز پڑھنے کا جواز

۱۱۳۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ سَعِيدِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي النَّعْلَيْنِ قَالَ نَعَمْ.

سعید بن زید کہتے ہیں میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جوتے پہن کر نماز پڑھتے تھے؟ انھوں نے کہا، ہاں!

۱۱۳۹ - حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ نَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ قَالَ نَا سَعِيدُ بْنُ يَزِيدَ أَبِي مَسْلَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسًا بِمِثْلِهِ

امام مسلم کہتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی مثل سابق مروی ہے۔

جوتیوں کے ساتھ نماز پڑھنا جب جوتی پر نجاست نہ ہو اور پیروں کی انگلیاں جوتی کی وساطت سے زمین پر لگ سکیں تو جوتی کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہے۔

علامہ عسقلانی تحریر فرماتے ہیں علامہ ابن دقیق العید نے کہا کہ جب جوتی پر نجاست نہ ہو تو اس کیساتھ نماز پڑھنے کی رخصت اور اجازت ہے لیکن یہ فعل مستحب نہیں ہے کیونکہ جوتی پہن کر نماز پڑھنا نماز کے مطالب اور مقاصد میں داخل نہیں ہے۔ ہر چند کہ انسان کے لباس اور اس کی زینت کی تکمیل جوتی کیساتھ ہوتی ہے اور پابرہنہ شخص عرفاً باوقار اور مزیّن نہیں قرار دیا جاتا اور نماز وقار اور زینت کی ہیئت کے ساتھ پڑھنی چاہیے لیکن چونکہ جوتیاں بالعموم ایسی جگہ واقع ہوتی ہیں جہاں نجاست اور گندگی ہوتی ہے اور یہی ان کے بنانے کا مقصد ہے اس لیے جوتیاں نماز کی جگہ لانے کے لائق نہیں رہیں اور یہی ادب کا تقاضا ہے جیسے فاخلع نعليك (طٰہٰ: ۱۲) (وادیٔ مقدس پر اپنی جوتیاں اتار دو) سے ظاہر ہے۔ علامہ عسقلانی کہتے ہیں سنن ابوداؤد اور حاکم میں شداد بن اوس کی روایت سے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مذکور ہے "یہود کی مخالفت کرو وہ جوتیوں اور موزوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے"۔ اس حدیث کی بنا پر قیاس

سابق کو ترک کر کے یہ کہا جا سکتا ہے کہ جوتی پہن کر نماز پڑھنا مستحب ہے بشرطیکہ اس پر نجاست نہ ہو۔[۱]

جوتیوں کی طہارت اگر جوتی پر گیلی نجاست لگی ہو تو امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک پانی سے دھوئے بغیر وہ پاک نہیں ہوگی اور بعض ائمہ کے نزدیک مٹی لگنے سے وہ جوتی پاک ہو جاتی ہے۔[۲]

چمڑے اور پلاسٹک کی طہارت بعض چیزیں تری کو جذب کر لیتی ہیں جیسے چمڑے اور کپڑے کی مصنوعات، اور بعض جذب نہیں کرتیں جیسے ربڑ، پلاسٹک اور ریگزین کی مصنوعات۔ جو چیزیں نجاست کو جذب کر لیتی ہیں ان کو پاک کرنے کے لیے تین دفعہ دھونا فرض ہے اور ہر مرتبہ دھونے کے بعد نچوڑنا ضروری ہے۔ اگر نچوڑا نہ جا سکے تو ایک دفعہ دھونے کے بعد خشک ہونے دیں اور یہ نچوڑنے کے قائم مقام ہے۔ تین بار اس طرح کریں تب وہ چیز پاک ہوگی اور اگر وہ چیز تری کو جذب نہیں کرتی تو اس کو پاک کرنے کے لیے اس پر تین دفعہ پانی بہا دینا کافی ہے۔ اس قاعدہ سے معلوم ہو گیا کہ اگر جوتی چمڑے کی ہے تو اس کو پہلے ذکر کردہ طریقے سے پاک کیا جائے اور اگر ربڑ یا پلاسٹک کی ہے تو دوسرے طریقے سے۔

باب ۲۱ كراهة الصلوة في ثوب له اعلام

بیل بوٹے دار کپڑوں میں نماز کی کراہت

۱۱۴۰۔ حدثنا عمرو الناقد و زهير بن حرب ح و حدثنا ابو بكر بن ابي شيبة واللفظ لزهير قالوا نا سفيان بن عيينة عن الزهري عن عروة عن عائشة ان النبي صلى الله عليه وسلم صلى في خميصة لها اعلام وقال شغلتني اعلام هذه فاذهبوا بها الى ابي جهم واتوني بانبجانية۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نقشین چادر میں نماز پڑھی پھر فرمایا اس چادر کے نقوش میرے انہماک میں مخل انداز ہونے یہ چادر ابو جہم کو دے دو اور اس کی چادر مجھے لا دو۔

۱۱۴۱۔ وحدثنا حرملة بن يحيى قال انا ابن وهب قال اخبرني يونس عن ابن شهاب قال اخبرني عروة بن الزبير عن عائشة قالت قام رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي في خميصة ذات اعلام فنظر الى علمها فلما قضى صلوته قال اذهبوا بهذه الخميصة الى ابي جهم بن حذيفة واتوني بانبجانيته فانها الهتني انفا في صلوتي۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نقشین چادر اوڑھ کر نماز پڑھنے گئے۔ نماز میں آپ کی نظر اس کے نقوش پر پڑی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے فرمایا یہ چادر ابو جہم بن حذیفہ کے پاس لے جاؤ اور ان کی چادر مجھے لا دو کیونکہ اس چادر نے میری توجہ میں خلل ڈال دیا۔

۱۱۴۲۔ وحدثنا ابو بكر بن ابي شيبة قال نا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ

---

[۱] علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔ فتح الباری ج ۱ ص ۴۹۴ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

[۲] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ۔ عمدۃ القاری جز ۴ ص ۱۱۹ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

وَكِيعٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ لَهُ خَمِيصَةٌ لَهَا عَلَمٌ فَكَانَ يَتَشَاغَلُ بِهَا فِي الصَّلٰوةِ فَأَعْطَاهَا أَبَا جَهْمٍ وَأَخَذَ كِسَاءً لَهُ أَنْبِجَانِيًّا۔

کے پاس ایک نقشین چادر تھی جس کے نقوش کی وجہ سے آپ کی توجہ میں خلل ہوتا تھا آپ نے وہ چادر ابوجہم کو دیدی اور اس سے سادہ چادر لے لی۔

اشیاء زینت کا حکم

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نقش ونگار والے کپڑوں کا پہننا اور ان کو پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ اور یہ کہ نماز میں معمولی غور وفکر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے خواہ ایسے امور کی طرف توجہ ہو جو افعال نماز سے نہیں ہوتے کیونکہ حضور نے نقشین چادر پہن کر نماز پڑھی اور اس کے نقوش کی طرف توجہ بھی فرمائی۔ ہر چند کہ یہ فعل غیر اولیٰ ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ شارع ہیں اس لیے آپ نے بیان جواز کے لیے یہ فعل کیا۔ اور بعد میں آپ نے جب یہ چادر واپس کردی تو یہ ہدایت دی کہ جو چیز بھی اللہ تعالیٰ کی یاد، اس کی طرف توجہ اور اس کی عبادت میں خلل اور غفلت کا سبب ہوں ان سے کنارہ کش ہو جانا چاہیے۔ خاص طور پر حالت نماز میں ایسی چیزوں کے ساتھ مشغول نہیں ہونا چاہیے، غور کیجئے جس امت کے پیغمبر نے نقشین چادر تک کو اپنے پاس رکھنا گوارہ نہیں کیا اس امت کا زینت دنیا، لہو ولعب اور یاد خدا سے غافل کرنے والے دوسرے امور میں مشغول رہنا کہاں تک درست ہوگا! متقدمین فقہاء نے مسجد کی محراب میں نقش ونگار بنانے اور اسے مزین کرنے کو اسی بناء پر مکروہ قرار دیا ہے البتہ متاخرین فقہاء کہتے ہیں کہ آج لوگ جب اپنے گھروں کی آرائش کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا گھر سجاوٹ اور آرائش کے زیادہ لائق ہے اور اب چونکہ یہ زیب وزینت ایک عام معمول بن چکی ہے اس لیے یہ خطرہ نہیں ہے کہ مساجد کی سجاوٹ سے نمازیوں کی نماز میں خلل ہوگا۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ظاہری اشیاء اور ان کی شکل وصورت کی نفوس قدسیہ کے قلوب میں تاثیر ہوتی ہے۔

ایک اشکال کا جواب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ نقشین چادر ناپسند تھی تو آپ نے حضرت ابوجہم کو وہ چادر کیوں بھیجی اس کے جواب میں علماء نے لکھا کہ آپ اس چادر کو اوڑھ کر نماز پڑھنا ناپسند فرماتے تھے اور حضرت ابوجہم کو اس لیے چادر نہیں بھیجی تھی کہ وہ اس چادر کو اوڑھ کر نماز پڑھیں وہ اسے کسی اور طریقہ سے بھی اس کو استعمال کر سکتے تھے اور چونکہ یہ چادر حضرت ابوجہم نے ہدیۃً دی تھی اس لیے ان سے فرمایا کہ وہ اس کی بجائے سادہ چادر بھیج دیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی کا ہدیہ رد نہیں کرنا چاہیے بلکہ کسی وجہ سے کسی کا تحفہ ناپسند ہو تو اس کو تبدیل کرا لیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر عبادت کے وقت اللہ عزوجل کی طرف متوجہ رہتی تھی اور آپ اسی حال میں مستغرق رہتے تھے لیکن بعض اوقات آپ پر عوارض بشریہ اثر انداز ہوتے تھے لیکن آپ کے یہ احوال حکمت تشریع سے خالی نہیں ہوتے تھے۔

بَابُ ۲۰۲ كَرَاهَةِ الصَّلٰوةِ بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ الَّذِي يُرِيدُ أَكْلَهُ فِي الْحَالِ

کھانے کے وقت نماز کی کراہت

۱۱۴۳ - أَخْبَرَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

بْنُ حَرْبٍ وَأَبِي بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالُوْا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا حَضَرَ الْعَشَاءُ فَأُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَابْدَءُوْا بِالْعَشَاءِ.

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر نماز کی اقامت (تکبیر) کے وقت شام کا کھانا تیار ہو تو پہلے کھانا کھالو۔

۱۱۴۴ - وَحَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قُرِّبَ الْعَشَاءُ وَحَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَابْدَءُوْا بِهِ قَبْلَ أَنْ تُصَلُّوْا صَلٰوةَ الْمَغْرِبِ وَلَا تَعْجَلُوْا عَنْ عَشَائِكُمْ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مغرب کی نماز کھڑی ہونے لگے اور شام کا کھانا تیار ہو تو پہلے کھانا کھالو کھانے سے پہلے نماز نہ پڑھو۔

۱۱۴۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَحَفْصٌ وَوَكِيْعٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسٍ.

ایک اور سند سے بھی حضرت انس کی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۱۴۶ - حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا أَبُوْ أُسَامَةَ قَالَا نَا عُبَيْدُ اللهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وُضِعَ عَشَاءُ أَحَدِكُمْ وَأُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَابْدَءُوْا بِالْعَشَاءِ وَلَا يَعْجَلَنَّ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهُ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کے سامنے شام کا کھانا رکھ دیا جائے اور جماعت بھی کھڑی ہو جائے تو وہ پہلے کھانا کھائے اور کھانے کی فراغت سے پہلے نماز کے لیے جلدی نہ کرے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

۱۱۴۷ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحٰقَ الْمُسَيَّبِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسٌ يَعْنِي ابْنَ عِيَاضٍ عَنْ مُوْسَى بْنِ عُقْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ مَسْعَدَةَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مَسْعُوْدٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ مُوْسٰى عَنْ أَيُّوْبَ كُلُّهُمْ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهِ.

ایک اور سند سے بھی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۱۴۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ قَالَ نَا حَاتِمٌ هُوَ ابْنُ إِسْمٰعِيْلَ عَنْ يَعْقُوْبَ بْنِ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي عَتِيْقٍ قَالَ تَحَدَّثْتُ أَنَا وَالْقَاسِمُ عِنْدَ عَائِشَةَ حَدِيْثًا وَكَانَ الْقَاسِمُ

ابن ابی عتیق بیان کرتے ہیں کہ میں اور قاسم بن محمد (حضرت عائشہ کے بھتیجے) حضرت عائشہ سے ایک حدیث بیان کرنے لگے۔ قاسم بن محمد بہت باتونی تھے (ان کی

رَجُلًا لَحَّانَةً وَكَانَ لِأُمِّ وَلَدٍ فَقَالَتْ لَهُ عَائِشَةُ مَا لَكَ لَا تَحَدَّثُ كَمَا يَتَحَدَّثُ ابْنُ أَخِي هٰذَا أَمَا إِنِّي قَدْ عَلِمْتُ مِنْ أَيْنَ أُتِيتَ هٰذَا أَدَّبَتْهُ أُمُّهُ وَأَنْتَ أَدَّبَتْكَ أُمُّكَ قَالَ فَغَضِبَ الْقَاسِمُ وَأَضَبَّ عَلَيْهَا فَلَمَّا رَأَى مَائِدَةَ عَائِشَةَ قَدْ أُتِيَ بِهَا قَامَ قَالَتْ أَيْنَ قَالَ أُصَلِّي قَالَتْ اِجْلِسْ قَالَ إِنِّي أُصَلِّي قَالَتِ اجْلِسْ غُدَرُ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا صَلٰوةَ بِحَضْرَةِ طَعَامٍ وَلَا وَهُوَ يُدَافِعُهُ الْأَخْبَثَانِ۔

ماں ام ولد تھیں) حضرت عائشہ نے ان سے فرمایا "کیا بات ہے تم اس بھتیجے کی طرح بات کیوں نہیں کرتے ؟ میں جانتی ہوں تم کہاں سے آئے ہو اسے اس کی ماں نے ادب سکھایا ہے اور تمہیں تمہاری ماں نے" یہ سن کر قاسم رنجیدہ ہوئے اور حضرت عائشہ سے اپنے رنج کا اظہار بھی کیا۔ قاسم نے جب دیکھا کہ حضرت عائشہ دستر خوان لگوا رہی ہیں تو وہ اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ حضرت عائشہ نے پوچھا "کہاں جا رہے ہو؟" کہنے لگے "نماز پڑھنے" حضرت عائشہ نے فرمایا "بیٹھ جاؤ" وہ کہنے لگے "میں نماز پڑھنے جا رہا ہوں" دوسری بار حضرت عائشہ نے فرمایا "اے بے وفا! بیٹھ جا! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے آپ نے فرمایا نہ کھانے کے وقت نماز پڑھو نہ حوائج ضروریہ کے وقت (یعنی جس وقت تم قضاء حاجت کو روک رہے ہو۔)

۱۱۴۹ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا نَا إِسْمٰعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو حَزْرَةَ الْقَاصُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ أَبِي عَتِيقٍ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ وَلَمْ يَذْكُرْ فِي الْحَدِيثِ قِصَّةَ الْقَاسِمِ

ایک اور سند سے بھی حضرت عائشہ کی یہ روایت منقول ہے لیکن اس میں قاسم بن محمد کا قصہ نہیں ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

کھانے کو نماز پر مقدم کرنا

بعض علماء کہتے ہیں کہ صرف روزہ دار کے لیے کھانے کو نماز پر مقدم کرنا جائز ہے کیونکہ احادیث میں "عشا" (شام کا کھانا) کا ذکر ہے اور بعض احادیث میں نماز مغرب کی تصریح ہے۔ لیکن اس سے بہر حال یہ لازم نہیں آتا کہ یہ رخصت صرف روزہ دار کیلئے ہے کیونکہ نماز سے مراد اگر نماز مغرب بھی ہو تو بھی کسی حدیث میں اس نماز کی رمضان کے ساتھ تخصیص نہیں ہے۔ یہ صحیح ہے کہ بالعموم احادیث میں "عشاء" (شام کا کھانا) کا ذکر ہے لیکن بعض احادیث میں مطلقاً طعام (کھانے) کا ذکر ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۱۱۴۸ میں مذکور ہے۔ اس لیے صحیح یہ ہے کہ مطلقاً ہر شخص کے لیے جائز ہے، کہ وہ کھانے کے وقت نماز کو مؤخر کر دے خواہ کسی وقت کا کھانا ہو۔
امام شافعی کہتے ہیں کہ اگر شدید بھوک لگی ہو تو نماز کو مؤخر کرے ورنہ نہیں۔ اس کے برخلاف امام احمد بن حنبل، اہل ظاہر، اور علامہ ابن حزم کہتے ہیں کہ اگر کھانے کے وقت نماز پڑھی تو نماز باطل ہو جائیگی۔ امام مالک کہتے ہیں کہ اگر...

کھانا کم ہو تو کھانا شروع کرے ورنہ نماز۔[1]

یہ آراء صحیح نہیں ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی جانب تشدد نہیں فرمائی۔ جماعت کے وقت کھانا تیار ہونے کی صورت میں آپ نے کھانے کو مقدم کرنے کی ہدایت کی ہے جیسا کہ صحیح مسلم کی ان احادیث سے ظاہر ہے اور ایک موقعہ پر جب آپ بکری کی دستی کھا رہے تھے اور کھانے کے دوران نماز کی اقامت (تکبیر) ہو گئی تو آپ نے کھانا چھوڑ دیا۔ اور جا کر نماز پڑھا دی۔[2] اس سے معلوم ہوا کہ کھانے کو نماز پر مقدم کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ اس موقع پر آپ نے کھانا مؤخر کر دیا۔ اس لیے علامہ ابن حزم کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اگر کھانا کھانے کے وقت نماز پڑھ لی تو نماز باطل ہو جائیگی اور امام شافعی کی یہ رائے بھی صحیح نہیں ہے کہ کھانے کو مقدم کرنا اس وقت جائز ہے جب شدید بھوک لگی ہو یا امام مالک کا کھانے کو قلت پر محمول کرنا کیونکہ احادیث میں عموم اور اطلاق ہے اور اس عموم کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر کا یہ معمول تھا اگر جماعت کے وقت کھانا آجاتا تو وہ کھانا کھانے میں مشغول ہوتے۔ در آں حالیکہ ان کے کانوں میں امام کی قراءت کی آواز آرہی ہوتی تھی۔[3]

احناف کے نزدیک اگر جماعت کھڑی ہو اور کھانا تیار ہو تو مستحب یہ ہے کہ پہلے کھانا کھا لیا جائے جیسا کہ بخاری اور مسلم کی احادیث سے ظاہر ہے تاکہ دل پوری طرح نماز کی طرف متوجہ ہو کیونکہ ایسی حالت میں بالعموم دل میں کھانے کا خیال آتا رہتا ہے اور اگر پہلے نماز پڑھ لی جائے تو یہ بھی جائز ہے۔ ابوداؤد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نماز کو کھانے یا کسی اور وجہ سے مؤخر نہ کیا جائے"۔ اس بناء پر یہ سوال قائم ہوتا ہے کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی احادیث کے معارض ہے اس کا جواب یہ ہے کہ صحاح اور سنن میں سند کے اعتبار سے کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ بخاری اور مسلم کی احادیث بہر حال ابوداؤد سے قوی ہیں نیز علامہ عینی فرماتے ہیں کہ ابوداؤد کی یہ روایت سند کے اعتبار سے ضعیف ہے ثالثاً یہ کہ یہ حدیث اس صورت پر محمول ہے جب نماز کے وقت کے ختم ہونے کا خطرہ ہو۔[4]

بَابُ ۲۰۳ نَهْيِ مَنْ اَكَلَ ثُوْمًا اَوْ بَصَلًا اَوْ كُرَّاثًا اَوْ نَحْوَهَا مِمَّا لَهٗ رَائِحَةٌ كَرِيْهَةٌ مِّنْ حُضُوْرِ الْمَسْجِدِ حَتّٰى يَذْهَبَ ذٰلِكَ الرِّيْحُ وَاِخْرَاجِهٖ مِنَ الْمَسْجِدِ

لہسن یا کوئی اور بدبودار چیز کھا کر مسجد میں جانے کی کراہت

WWW.NAFSEISLAM.COM

۱۱۵۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَحْيٰى وَهُوَ الْقَطَّانُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر میں فرمایا جو اس درخت یعنی لہسن سے کھائے وہ مسجدوں میں نہ آئے۔

---

1. علامہ ابو عبداللہ وشتانی متوفی ۸۲۷ ھ۔ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۲۵۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔
2. امام ابو عبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ ھ۔ صحیح بخاری ج ۱، ص ۹۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ ھ
3. ایضاً۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۹۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ ھ۔
4. علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ ھ۔ عمدۃ القاری جز ۵ ص ۱۹۷ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ ھ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي غَزْوَةِ خَيْبَرَ مَنْ أَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ يَعْنِي الثُّوْمَ فَلَا يَأْتِيَنَّ الْمَسَاجِدَ قَالَ زُهَيْرٌ فِي غَزْوَةٍ وَلَمْ يَذْكُرْ خَيْبَرَ۔

۱۱۵۱ - حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا ابْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الْبَقْلَةِ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا حَتّٰى يَذْهَبَ رِيْحُهَا يَعْنِي الثُّوْمَ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس ترکاری یعنی لہسن کو کھائے وہ اس وقت تک ہماری مسجد کے قریب نہ آئے جب تک اس کے منہ سے بدبو نہ چلی جائے۔

۱۱۵۲ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا إِسْمٰعِيْلُ يَعْنِي ابْنَ عُلَيَّةَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ وَهُوَ ابْنُ صُهَيْبٍ قَالَ سُئِلَ أَنَسٌ عَنِ الثُّوْمِ فَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَكَلَ هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَلَا يَقْرَبْنَا وَلَا يُصَلِّيْ مَعَنَا۔

ابن صہیب بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے لہسن کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو اس درخت سے کھائے وہ ہمارے قریب آئے نہ ہمارے ساتھ نماز پڑھے"۔

۱۱۵۳ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ أَنَا وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا وَلَا يُؤْذِيْنَا بِرِيْحِ الثُّوْمِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اس درخت سے کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب آئے نہ ہمیں لہسن کی بو سے تکلیف دے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

۱۱۵۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا كَثِيْرُ بْنُ هِشَامٍ الدَّسْتَوَائِيُّ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَكْلِ الْبَصَلِ وَالْكُرَّاثِ فَغَلَبَتْنَا الْحَاجَةُ فَأَكَلْنَا مِنْهُمَا فَقَالَ مَنْ أَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ الْمُنْتِنَةِ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَأَذّٰى مِمَّا يَتَأَذّٰى مِنْهُ الْإِنْسُ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیاز اور گندنا کھانے سے منع فرمایا ہم نے ضرورت سے مغلوب ہو کر انھیں کھا لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو ان بدبودار درختوں سے کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے کیونکہ فرشتوں کو بھی ان چیزوں سے تکلیف ہوتی ہے جن سے انسانوں کو تکلیف ہوتی ہے۔"

۱۱۵۵ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالَا أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص پیاز یا لہسن کھائے وہ ہم سے الگ رہے یا ہماری مسجد سے

قَالَ وَفِي رِوَايَةِ حَرْمَلَةَ وَزَعَمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَكَلَ ثُوْمًا اَوْ بَصَلًا فَلْيَعْتَزِلْنَا اَوْ لِيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا وَلْيَقْعُدْ فِي بَيْتِهِ وَاِنَّهُ اُتِيَ بِقِدْرٍ فِيْهِ خَضِرَاتٌ مِنْ بُقُوْلٍ فَوَجَدَ لَهَا رِيْحًا فَسَاَلَ فَاُخْبِرَ بِمَا فِيْهَا مِنَ الْبُقُوْلِ فَقَالَ قَرِّبُوْهَا اِلٰى بَعْضِ اَصْحَابِهِ فَلَمَّا رَاٰهُ كَرِهَ اَكْلَهَا قَالَ كُلْ فَاِنِّيْ اُنَاجِيْ مَنْ لَا تُنَاجِيْ۔

علیحدہ رہے اسے چاہیے کہ اپنے گھر بیٹھے۔ ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں پتیلی لائی گئی جس میں ترکاری تھی آپ نے اس میں بدبو محسوس کی۔ آپ نے اس ترکاری کے بارے میں دریافت کیا۔ آپ کو اس کے بارے میں بتلایا گیا۔ آپ نے کسی صحابی کے پاس اسے بھیجنے کا حکم دیا۔ اس صحابی نے آپ کی کراہت کی وجہ سے اسے ناپسند کیا۔ آپ نے فرمایا تم کھا سکتے ہو کیونکہ میں بالعموم ان (فرشتوں) سے محو کلام رہتا ہوں جن سے تم محوِ گفتگو نہیں رہتے۔

۱۱۵۶ - وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَطَاءٌ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الْبَقْلَةِ الثُّوْمِ وَقَالَ مَرَّةً مَنْ اَكَلَ الْبَصَلَ وَالثُّوْمَ وَالْكُرَّاثَ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا فَاِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَتَاَذّٰى مِمَّا يَتَاَذّٰى مِنْهُ بَنُوْ اٰدَمَ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس لہسن کو کھائے (ایک مرتبہ لہسن اور پیاز دونوں کا ذکر فرمایا) وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے کیونکہ فرشتوں کو بھی ان چیزوں سے ایذا پہنچتی ہے جن سے انسانوں کو ایذا پہنچتی ہے۔

۱۱۵۷ - وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ ح وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَا جَمِيْعًا اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مَنْ اَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ يُرِيْدُ الثُّوْمَ فَلَا يَغْشَنَا فِيْ مَسْجِدِنَا وَلَمْ يَذْكُرِ الْبَصَلَ وَالْكُرَّاثَ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۱۵۸ - وَحَدَّثَنِيْ عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عُلَيَّةَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ لَمْ نَعْدُ اَنْ فُتِحَتْ خَيْبَرُ فَوَقَعْنَا اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ تِلْكَ الْبَقْلَةِ الثُّوْمِ وَالنَّاسُ جِيَاعٌ فَاَكَلْنَا مِنْهَا اَكْلًا شَدِيْدًا ثُمَّ رُحْنَا اِلَى الْمَسْجِدِ فَوَجَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرِّيْحَ فَقَالَ مَنْ اَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ الْخَبِيْثَةِ شَيْئًا فَلَا يَقْرَبَنَّا فِيْ مَسْجِدِنَا فَقَالَ النَّاسُ حُرِّمَتْ حُرِّمَتْ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّهُ لَيْسَ بِيْ تَحْرِيْمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لِيْ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم لوٹنے نہ پائے تھے کہ خیبر کا قلعہ فتح ہو گیا اس روز ہم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھوک کی وجہ سے لہسن کے پودوں پر ٹوٹ پڑے اور ہم نے خوب سیر ہو کر لہسن کھایا پھر ہم مسجد کی طرف گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدبو محسوس کی تو فرمایا جس شخص نے اس خبیث درخت سے کچھ کھایا ہو وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔ لوگوں نے کہا لہسن حرام ہو گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا "اے لوگو! میں اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیز کو حرام نہیں کر سکتا لیکن میں لہسن کی بو کو ناپسند کرتا ہوں۔

وَلٰكِنَّهَا شَجَرَةٌ أَكْرَهُ رِيحَهَا.

۱۱۵۹ - **وَحَدَّثَنَا** هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ عِيسٰى قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْأَشَجِّ عَنِ ابْنِ خَبَّابٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلٰى زَرَّاعَةِ بَصَلٍ هُوَ وَأَصْحَابُهُ فَنَزَلَ نَاسٌ مِنْهُمْ فَأَكَلُوا مِنْهُ وَلَمْ يَأْكُلْ آخَرُونَ فَرُحْنَا إِلَيْهِ فَدَعَا الَّذِينَ لَمْ يَأْكُلُوا الْبَصَلَ وَأَخَّرَ الْآخَرِينَ حَتّٰى ذَهَبَ رِيحُهَا.

۱۱۶۰ - **حَدَّثَنَا** مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا يَحْيَى ابْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا هِشَامٌ قَالَ نَا قَتَادَةُ عَنْ سَالِمِ ابْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ مَعْدَانَ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ خَطَبَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَذَكَرَ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ أَبَا بَكْرٍ قَالَ إِنِّي رَأَيْتُ كَأَنَّ دِيكًا نَقَرَنِي ثَلَاثَ نَقَرَاتٍ وَإِنِّي لَا أُرَاهُ إِلَّا حُضُورَ أَجَلِي وَإِنَّ أَقْوَامًا يَأْمُرُونَنِي أَنْ أَسْتَخْلِفَ فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَمْ يَكُنْ لِيُضَيِّعَ دِينَهُ وَلَا خِلَافَتَهُ وَلَا الَّذِي بَعَثَ بِهِ نَبِيَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنْ عَجِلَ بِي أَمْرٌ فَالْخِلَافَةُ شُورٰى بَيْنَ هٰؤُلَاءِ السِّتَّةِ الَّذِينَ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُمْ رَاضٍ وَإِنِّي قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ أَقْوَامًا يَطْعَنُونَ فِي هٰذَا الْأَمْرِ أَنَا ضَرَبْتُهُمْ بِيَدِي هٰذِهِ عَلَى الْإِسْلَامِ فَإِنْ فَعَلُوا ذٰلِكَ فَأُولٰئِكَ أَعْدَاءُ اللّٰهِ الْكَفَرَةُ الضُّلَّالُ ثُمَّ إِنِّي لَا أَدَعُ بَعْدِي شَيْئًا أَهَمَّ عِنْدِي مِنَ الْكَلَالَةِ مَا رَاجَعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَيْءٍ مَا رَاجَعْتُهُ فِي الْكَلَالَةِ وَمَا أَغْلَظَ لِي فِي شَيْءٍ مَا أَغْلَظَ لِي فِيهِ حَتّٰى طَعَنَ بِإِصْبَعِهِ فِي صَدْرِي فَقَالَ يَا عُمَرُ أَلَا تَكْفِيكَ آيَةُ الصَّيْفِ الَّتِي فِي آخِرِ سُورَةِ النِّسَاءِ وَإِنِّي إِنْ أَعِشْ أَقْضِ فِيهَا بِقَضِيَّةٍ يَقْضِي بِهَا مَنْ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَمَنْ لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ إِنِّي أُشْهِدُكَ عَلٰى أُمَرَاءِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے صحابہ کے ساتھ ایک پیاز کے کھیت سے گزر ہوا، ان میں سے کچھ لوگوں نے کھیت میں جاکر پیاز کھائی اور کچھ نے نہیں کھائی۔ آپ نے ان لوگوں کو بلالیا جنھوں نے پیاز نہیں کھائی تھی اور ان کو مؤخر کردیا جنھوں نے پیاز کھائی تھی۔ یہاں تک کہ اس کی بو ختم ہوگئی۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے خطبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق کا ذکر فرمایا اور فرمایا میں نے خواب دیکھا ہے کہ ایک مرغ نے مجھے تین ٹھونگیں ماریں۔ میرے خیال میں اس کی تعبیر صرف یہ ہے کہ میری موت قریب آگئی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ تم کسی کو اپنا خلیفہ نامزد کردو، اللہ تعالیٰ اپنے دین، جناب رسالت مآب کی شریعت اور آپ کی خلافت کو ضائع نہیں ہونے دیگا اگر میری موت جلدی آگئی تو ان چھ حضرات میں سے کسی ایک کو خلیفہ منتخب کرلینا جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تاحیات راضی رہے۔ (یعنی عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد بن ابی وقاص اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم) آپ نے مزید فرمایا میرا خیال ہے جن لوگوں سے میں نے دین اسلام کے لیے جہاد کیا ہے وہ لوگ اس خلافت پر طعنہ زن ہوں گے۔ اگر انھوں نے ایسا کیا تو بہرحال وہ اللہ تعالیٰ کے دشمن، گمراہ اور کافر ہیں، مجھ پر زندگی بھر کلالہ (وہ شخص جو فوت ہوجائے اور اس کے ورثا میں نہ والدین ہوں نہ اولاد) کا مسئلہ (کما حقہ) منکشف نہیں ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے کلالہ کے بارے میں جس قدر سوالات کیے ہیں کسی اور مسئلہ کے بارے میں نہیں کیے اور آپ نے بھی اس مسئلہ میں شدت فرمائی، یہاں تک کہ آپ نے اپنی انگلی میرے سینہ میں مار کر فرمایا "اے عمر! کیا تمہاری تسلی سورۂ نساء کی اس آخری آیت سے

الْاَمْصَارِ، فَاِنِّیْ اِنَّمَا بَعَثْتُهُمْ عَلَيْهِمْ لِيَعْدِلُوْا عَلَيْهِمْ وَلِيُعَلِّمُوا النَّاسَ دِيْنَهُمْ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِمْ وَيَقْسِمُوْا فِيْهِمْ فَيْأَهُمْ وَيَرْفَعُوْا اِلَیَّ مَا اَشْكَلَ عَلَيْهِمْ مِنْ اَمْرِهِمْ ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ تَاْكُلُوْنَ شَجَرَتَيْنِ لَا اَرَاهُمَا اِلَّا خَبِيْثَتَيْنِ هٰذَا الْبَصَلَ وَالثُّوْمَ وَلَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا وَجَدَ رِيْحَهُمَا مِنَ الرَّجُلِ فِی الْمَسْجِدِ اَمَرَ بِهٖ فَاُخْرِجَ اِلَى الْبَقِيْعِ فَمَنْ اَكَلَهُمَا فَلْيُمِتْهُمَا طَبْخًا۔

نہیں ہوئی جو گرمیوں میں نازل ہوئی ہے اگر میں زندہ رہا تو کلالہ کی ایسی تفسیر کر کے جاؤں گا جس کی مدد سے آنے والی نسلیں اس کے بارے میں فیصلہ کر لیں گی خواہ انھوں نے قرآن مجید پڑھا ہو یا نہ، "اے اللہ! میں تجھے گواہ کر کے کہتا ہوں میں نے شہروں میں حکام اس لیے مقرر کیے تھے کہ وہ لوگوں کے درمیان انصاف کریں، انھیں دین کی باتیں سکھائیں نبی علیہ السلام کی سنت کی تعلیم دیں، مال (غنیمت) ان میں تقسیم کریں اور جس مسئلہ میں انھیں دشواری ہو اس میں مجھ سے رجوع کریں۔ اے لوگو! تم لہسن اور پیاز کے درختوں سے کھاتے ہو۔ حالانکہ میں ان کو خبیث ہی سمجھتا ہوں۔ مجھے یاد ہے کہ دورِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں جس شخص کے منہ سے ان کی بدبو آتی آپ اسے حکم دیتے کہ وہ مسجد سے نکل کر بقیع کے قبرستان کی طرف چلا جائے۔ لہٰذا جو شخص انھیں کھانا چاہے وہ انہیں پکا کر ان کی بدبو ختم کر دے۔

۱۱۶۱ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ قَالَ نَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ عُلَيَّةَ عَنْ اَبِیْ عَرُوْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ كِلَاهُمَا عَنْ شَبَابَةَ بْنِ سَوَّارٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ جَمِيْعًا عَنْ قَتَادَةَ فِیْ هٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ۔

قتادہ رضی اللہ عنہ سے اسی سند کے ساتھ اسی طرح ایک اور روایت منقول ہے۔

بدبودار اشیا کھا کر مسجد میں جانا

کچا لہسن اور کچی پیاز کھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں جا کر نماز پڑھنے سے منع فرما دیا کیونکہ ان کی بدبو سے فرشتوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ لہسن اور پیاز کی طرح ہر ایسی چیز کھا کر مسجد میں جانا ممنوع ہے جس سے منہ میں بدبو آئے، نسوار اور تمباکو بھی اسی حکم میں ہیں ان چیزوں کی بدبو سے عام مسلمانوں کو بھی تکلیف پہنچتی ہے اس لیے جہاں لوگوں کا اجتماع ہو وہاں ایسی چیزیں کھا کر جانے سے احتراز کرنا چاہیے اور اگر ناگزیر صورت میں ان چیزوں کو استعمال کرنا ہی پڑے تو ٹوتھ پیسٹ وغیرہ استعمال کر کے بدبو زائل کرنے کے بعد جانا چاہیے۔

چونکہ آپ نے بعض صحابہ کو لہسن وغیرہ کھانے کے بعد مسجد میں جانے سے روک دیا اس سے معلوم ہوا کہ جماعت فرض یا واجب نہیں ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ جماعت سنت مؤکدہ ہے اور احناف کا یہی مذہب ہے۔

اسلام میں حکومت قائم کرنے کا طریقہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ کے انتخاب کے لیے چھ صحابہ کی کمیٹی بنا دی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر کو نامزد

کر دیا تھا اور خود ابو بکر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے عام انتخاب سے خلیفہ منتخب ہوئے تھے اس سے معلوم ہوا کہ اسلام میں قیام حکومت کیلئے کوئی خاص طریقہ معین نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سربراہ مملکت مقرر کرنے کے لیے خاص ہدایات نہیں دیں نہ اپنے بعد کوئی جانشین چھوڑا۔ ایک حدیث شریف میں ہے: "میرے بعد تیس سال تک خلافت رہے گی۔ اس کے بعد بادشاہت ہو جائیگی۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ خلافت اور بادشاہت دونوں اسلامی طریقہ حکومت ہیں یہ سمجھنا غلط ہے کہ بادشاہت غیر اسلامی حکومت ہے ورنہ لازم آئے گا کہ تیس سال بعد دنیا میں اسلامی حکومت قائم نہ رہی ہو اور تمام دنیا کے مسلمانوں نے گمراہی اور غلط روی کو قبول کر لیا ہو۔ اسلامی حکومت کے لیے یہ امر کافی ہے کہ مسلمانوں کا حکمران مسلمان ہو، مملکت کے نظم و نسق اور حدود الٰہیہ کو قائم کر سکتا ہو اور ملک کی غالب اکثریت نے اسے اپنا حاکم مان لیا ہو، خلیفہ ہونا اور چیز ہے اور سلطان ہونا الگ بات ہے۔ اس وقت اگر ہم دنیا کے اسلامی ممالک کو دیکھیں تو کہیں بادشاہت قائم ہے، کہیں پارلیمانی نظام حکومت ہے۔ کہیں صدارتی نظام حکومت ہے کہیں جمہوریت ہے اور کہیں مارشل لاء ہے۔ خود پاکستان میں ہر قسم کے نظام ہائے حکومت قائم رہ چکے ہیں۔

بَابُ ۲۰۴ النَّهْيِ عَنْ نَشْدِ الضَّالَّةِ فِي الْمَسْجِدِ وَمَا يَقُولُهُ مَنْ سَمِعَ النَّاشِدَ

مسجد میں گمشدہ چیز تلاش کرنے کی ممانعت

۱۱۶۲ - حَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ حَيْوَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ مَوْلَى شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمِعَ رَجُلًا يَنْشُدُ ضَالَّةً فِي الْمَسْجِدِ فَلْيَقُلْ لَا رَدَّهَا اللّٰهُ عَلَيْكَ فَإِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِهٰذَا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص باآواز بلند کسی شخص کو مسجد میں اپنی گمشدہ چیز تلاش کرتے ہوئے سنے تو کہے "اللہ کرے تیری چیز نہ ملے" کیونکہ مساجد اس لیے نہیں بنائی گئیں

۱۱۶۳ - وَحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا الْمُقْرِئُ قَالَ نَا حَيْوَةُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْأَسْوَدِ يَقُولُ حَدَّثَنِي أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ مَوْلَى شَدَّادٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ بِمِثْلِهِ۔

ایک اور سند سے حسب سابق روایت منقول ہے۔

۱۱۶۴ - وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا الثَّوْرِيُّ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَجُلًا نَشَدَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ مَنْ دَعَا إِلَى الْجَمَلِ الْأَحْمَرِ فَقَالَ

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک شخص نے مسجد میں اعلان کر کے کہا "سرخ اونٹ کون لے گیا ہے؟" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تجھے نہ ملے"! مساجد صرف انہی کاموں کے لیے ہیں جن کے لیے بنائی گئی

WWW.NAFSEISLAM.COM

النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا وَجَدْتَ إِنَّمَا بُنِيَتِ الْمَسَاجِدُ لِمَا بُنِيَتْ لَهُ۔

ہیں

۱۱۶۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ عَنْ أَبِي سِنَانٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا صَلَّى قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ مَنْ دَعَا إِلَى الْجَمَلِ الْأَحْمَرِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا وَجَدْتَ إِنَّمَا بُنِيَتِ الْمَسَاجِدُ لِمَا بُنِيَتْ لَهُ۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز سے فارغ ہونے کے بعد ایک شخص نے کہا: "سرخ اونٹ کون لے گیا ہے؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تجھے نہ ملے!" مساجد صرف انہی کاموں کے لیے ہیں جن کے لیے بنائی گئی ہیں

۱۱۶۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا جَرِيرٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ شَيْبَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ بَعْدَ مَا صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الْفَجْرِ فَأَدْخَلَ رَأْسَهُ مِنْ بَابِ الْمَسْجِدِ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِهِمَا قَالَ مُسْلِمٌ هُوَ شَيْبَةُ بْنُ نَعَامَةَ أَبُو نَعَامَةَ رَوٰى عَنْهُ مِسْعَرٌ وَهُشَيْمٌ وَجَرِيرٌ وَغَيْرُهُمْ مِنَ الْكُوفِيِّينَ۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کے بعد ایک دیہاتی مسجد کے دروازہ سے اندر داخل ہوا..... بقیہ حدیث مثل سابق ہے۔

مسجد میں گمشدہ اشیاء کا اعلان

مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کرنا ان احادیث کے پیش نظر مکروہ ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت وعظ و نصیحت اور ذکر الٰہی کے علاوہ مسجد میں آواز بلند کرنا ممنوع ہے کیونکہ یہ عمل مسجد کے آداب کے خلاف ہے آجکل پاکستان کے شہروں اور دیہاتوں میں عام رواج ہے کہ کسی کا مویشی یا بچہ گم ہو جائے تو مسجد میں اعلان کرتے ہیں اگر اہل مسجد نے مسجد بناتے وقت کوئی جگہ خارج از مسجد بنائی ہے اور اس میں لاؤڈ اسپیکر کے مالک کا انتظام ہے تو اس جگہ اعلان کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ وہ اعلان خارج از مسجد ہے اور لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ اہل محلہ کو مطلع کرنا مقصود ہے اور اگر اس قسم کا انتظام نہیں ہے تو مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کرنا ہر حال میں مکروہ ہے۔

مسجد میں سوال کا حکم

کسی شخص کا مسجد میں اپنے لیے سوال کرنا ممنوع ہے۔ علامہ حصکفی لکھتے ہیں کہ مسجد میں سوال کرنا حرام ہے[1] البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اپنے لیے سوال کرنا تو حرام ہے البتہ دوسرے مسلمان کی مدد کے لیے سوال کرنا جائز ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد مضر کے خستہ حال لوگوں کے لیے لوگوں کو صدقہ کی ترغیب دی ہے[2]۔ مسجد میں سائل کو دینے کے بارے میں اختلاف ہے۔ علامہ حصکفی نے اس کو مطلقاً مکروہ قرار دیا ہے اور علامہ شامی لکھتے ہیں کہ اگر سائل لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر سوال کرتا ہے تو اسے دینا مکروہ ہے کیونکہ یہ معصیت پر معاونت ہے۔

---

[1] علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ ھجر۔ درمختار علی ہامش ردالمحتار، ج ۱، ص ۶۱۷، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

[2] شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ مشکوٰۃ ص ۳۳ مطبوعہ اصح المطابع دہلی

سعیدی) ورنہ نہیں [1]۔ علامہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ مسجد میں سائل کو دینے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ حدیث صحیح میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی شخص نے آج کسی مسکین کو کھانا کھلایا؟ حضرت ابوبکر کہتے ہیں میں مسجد میں داخل ہوا وہاں ایک سائل کو دیکھا میں نے عبدالرحمان کے ہاتھ سے روٹی کا ٹکڑا لے کر اس کو دے دیا۔

فاضل بریلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

مسجد میں اپنے لیے مانگنا جائز نہیں اور اسے دینے سے بھی علماء نے منع فرمایا ہے یہاں تک کہ امام اسماعیل زاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جو مسجد کے سائل کو ایک پیسہ دے اسے چاہیے کہ ستر پیسے اللہ کے نام پر اور دے کہ اس پیسے کا کفارہ ہوں اور کسی دوسرے کے لیے مانگنا یا مسجد یا کسی اور ضرورت دینی کے لیے چندہ کرنا جائز اور سنت سے ثابت ہے۔[2]

فاضل بریلوی نے امام زاہد رحمۃ اللہ کا جو قول نقل کیا ہے وہ اسی سائل پر محمول ہے جو لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر سوال کرے ایسے سائل کو دینا مکروہ ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے علامہ ابن حجر اور علامہ شامی کے حوالہ سے لکھ چکے ہیں۔

بَابُ السَّهْوِ فِي الصَّلٰوةِ وَالسُّجُودِ لَهٗ ۲۰۵

سجدہ سہو کا بیان

۱۱۶۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ يُصَلِّي جَاءَهُ الشَّيْطٰنُ فَلَبَسَ عَلَيْهِ حَتّٰى لَا يَدْرِيَ كَمْ صَلّٰى فَإِذَا وَجَدَ ذٰلِكَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے جب کوئی شخص نماز پڑھتا ہے تو شیطان آکر (ارکان نماز) اس پر خلط ملط اور مشتبہ کر دیتا ہے حتیٰ کہ اسے یاد نہیں رہتا کہ اس نے کتنی رکعات پڑھیں جب تم میں سے کسی شخص کو یہ امر پیش آئے وہ بیٹھ کر دو سجدہ سہو کرے"۔

۱۱۶۸ - حَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا سُفْيَانُ وَهُوَ ابْنُ عُيَيْنَةَ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ كِلَاهُمَا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی یہی روایت منقول ہے۔

۱۱۶۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ نَا أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُمْ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا نُودِيَ بِالْأَذَانِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ لَهٗ ضُرَاطٌ حَتّٰى لَا يَسْمَعَ الْأَذَانَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اذان ہوتی ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر گوز مارتا ہوا بھاگتا ہے تاکہ اذان نہ سن سکے، اذان کے بعد پھر آجاتا ہے اور جب تکبیر ہوتی ہے تو پھر بھاگ جاتا ہے تکبیر کے بعد آکر نمازی کو وسوسہ ڈالنا شروع

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ۔ ردالمحتار ج ۱ ص ۶۱۷ مطبوعہ مطبعۃ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔
[2] امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ۔ فتاوی رضویہ ج ۶ ص ۴۳۶ مطبوعہ سنی دارالاشاعت فیصل آباد

فَاِذَا قُضِیَ الْاَذَانُ اَقْبَلَ فَاِذَا ثُوِّبَ بِهَا اَدْبَرَ فَاِذَا قُضِیَ التَّثْوِیْبُ اَقْبَلَ حَتّٰی یَخْطُرَ بَیْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهٖ یَقُوْلُ اُذْکُرْ کَذَا اُذْکُرْ کَذَا لِمَا لَمْ یَذْکُرْ حَتّٰی یَظَلَّ الرَّجُلُ اَنْ یَّدْرِیْ کَمْ صَلّٰی فَاِذَا لَمْ یَدْرِ اَحَدُکُمْ کَمْ صَلّٰی فَلْیَسْجُدْ سَجْدَتَیْنِ وَهُوَ جَالِسٌ۔

۱۱۷۰۔ **وَحَدَّثَنِیْ** حَرْمَلَةُ بْنُ یَحْیٰی قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَمْرٌو عَنْ عَبْدِ رَبِّهٖ بْنِ سَعِیْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الشَّیْطٰنَ اِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلٰوةِ وَلّٰی وَلَهٗ ضُرَاطٌ فَذَکَرَ نَحْوَهٗ وَزَادَ فَهَنَّاهُ وَمَنَّاهُ وَذَکَّرَهٗ مِنْ حَاجَاتِهٖ مَا لَمْ یَکُنْ یَذْکُرُ۔

کر دیتا ہے اور اس کی بھولی ہوئی باتوں کے بارے میں کہتا ہے: "فلاں بات یاد کر، فلاں بات یاد کر" حتیٰ کہ نمازی کو یاد نہیں رہتا کہ اس نے کتنی رکعات پڑھی ہیں۔ جب تم میں سے کسی شخص کو یہ یاد نہ رہے کہ اس نے کتنی رکعات پڑھی ہیں تو وہ بیٹھ کر دو سجدہ سہو کرے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کی تکبیر ہوتی ہے تو شیطان گوز مارتا ہوا پیٹھ موڑ کر چلا جاتا ہے، بقیہ حدیث مثل سابق ہے۔ اور یہ زیادہ ہے کہ پھر وہ اسے آگر رغبتیں اور آرزوئیں دلاتا ہے اور اس کی وہ ضرورت یاد دلاتا ہے جو اسے یاد نہ تھی

اذان سن کر شیطان کا بھاگنا

اذان سن کر شیطان کے بھاگنے کی علماء کرام نے متعدد وجوہ بیان کی ہیں مثلاً یہ کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی ہیبت سے اضطراری طور پر اس کا گوز نکل جاتا ہے اور وہ بھاگ جاتا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی توہین کرتا ہوا وہ لعین گوز مار کر بھاگ پڑتا ہے یا یہ کہ بندگانِ خدا کو اللہ تعالیٰ کا نام بلند کرتے ہوئے دیکھنا اسے ناگوار معلوم ہوتا ہے اس لیے اعراضاً بھاگ جاتا ہے۔ ایک سوال یہ ہے کہ اذان میں اللہ تعالیٰ کا نام سن کر جب وہ بھاگ جاتا ہے تو پوری نماز کے دوران وہ کیسے موجود رہتا ہے۔ جب کہ نماز میں از اول تا آخر اللہ تعالیٰ کا ہی ذکر ہوتا ہے۔ علامہ عینی نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اذان کے ذریعہ قواعد دین اور شعائر اسلام کا اظہار ہوتا ہے لیکن یہ جواب اس لیے ضعیف ہے کہ نماز کے ذریعہ بدرجہ اولیٰ قواعد دین اور شعائر اسلام کا اظہار ہوتا ہے۔ علامہ عینی نے دوسرا جواب یہ دیا کہ اذان میں چونکہ توحید کا اعلان ہوتا ہے اس لیے شیطان وسوسہ اندازی سے مایوس ہو جاتا ہے اور نماز میں اس کے لیے وسوسہ اندازی کا دروازہ کھل جاتا ہے اس لیے لوٹ آتا ہے یہ جواب بھی ضعیف ہے اس لیے کہ اگر توحید کا اعلان وسوسے کو روکنے کا سبب ہے تو نماز، اذان کی بہ نسبت توحید کے اعلان کو زیادہ شامل ہے۔ لہٰذا نماز کے وقت بھی اسے بھاگ جانا چاہیے۔ میرے خیال میں اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ بعض کلمات میں اللہ تعالیٰ نے مخصوص تاثیر پیدا کر دی ہے مثلاً لاحول ولا قوۃ۔ سے شیطان کا بھاگنا یا جیسے آیۃ الکرسی میں یہ تاثیر ہے کہ رات کو اس کو پڑھ کر سونے والا شیطان کے شر سے محفوظ رہتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اذان میں تاثیر رکھ دی ہے کہ اذان سن کر شیطان بھاگ جاتا ہے۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ اذان دنیا میں کسی نہ کسی جگہ ہر وقت ہو رہی ہوتی ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ شیطان ہر وقت مفرور رہے اور اسے کسی کو وسوسہ ڈالنے کا موقع ہی نہ ملے حالانکہ وہ لعین ہر وقت وسوسہ اندازی کرتا رہتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ صرف ایک شیطان ہی تو وسوسہ کے لیے مصروف عمل نہیں ہے، اس کی بے شمار ذریات بھی ہیں اس لیے اگر مان لیا جائے کہ وہ خود ہمہ وقت مفرور ہے تو اس کی ذریات وسوسہ اندازی کے لیے کافی ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حدیث شریف کے مطابق ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان پیدا ہوتا ہے اور اذان سن

WWW.NAFSEISLAM.COM

کو ہی شیطان بھاگ جاتا ہے اور نماز کے وقت لوٹ آتا ہے۔ جس جگہ بھی اذان اور نماز ہوتی ہے وہاں کے انسانوں کے ساتھ جو شیاطین متعلق ہوتے ہیں ان کا یہی معاملہ ہوتا ہے۔ اس حدیث سے اذان کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کی وجہ سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔ علامہ عینی لکھتے ہیں: صحیح ابن خزیمہ اور ابن حبان میں ہے مؤذن کی آواز جہاں تک جاتی ہے، وہاں تک کی ہر خشک وتر چیز اس کے لیے استغفار کرتی ہے اور نماز کو جانے والے کے لیے پچیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور دو اذانوں کے درمیان گناہ مٹا دیے جاتے ہیں[۵۱]

۱۱۷۱- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُحَيْنَةَ قَالَ صَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ مِنْ بَعْضِ الصَّلَوَاتِ ثُمَّ قَامَ فَلَمْ يَجْلِسْ فَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهُ وَنَظَرْنَا تَسْلِيْمَهُ كَبَّرَ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ قَبْلَ التَّسْلِيْمِ ثُمَّ سَلَّمَ۔

حضرت عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت نماز پڑھا کر بغیر قعدہ کیے کھڑے ہو گئے لوگ بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ جب آپ نے نماز پوری کر لی اور ہم سلام کا انتظار کر رہے تھے کہ آپ نے تکبیر کہی اور بیٹھے ہوئے سلام سے پہلے دو سجدے کیے۔

۱۱۷۲- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا اللَّيْثُ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُحَيْنَةَ الْأَسَدِيِّ حَلِيْفِ بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِيْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ وَعَلَيْهِ جُلُوْسٌ فَلَمَّا أَتَمَّ صَلٰوتَهُ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ يُكَبِّرُ فِيْ كُلِّ سَجْدَةٍ وَهُوَ جَالِسٌ قَبْلَ أَنْ يُّسَلِّمَ وَسَجَدَهُمَا النَّاسُ مَعَهُ مَكَانَ مَا نَسِيَ مِنَ الْجُلُوْسِ۔

حضرت عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز میں قعدہ کیے بغیر تیسری رکعت میں کھڑے ہو گئے نماز پوری کرنے کے بعد آپ نے بیٹھے ہوئے سلام سے پہلے دو سجدے کیے ہر سجدہ کے ساتھ تکبیر کہی یہ سجدے اس قعدہ کے عوض تھے جو آپ بھول گئے تھے لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا۔

۱۱۷۳- وَحَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيْعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ هُوَ ابْنُ زَيْدٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكٍ ابْنِ بُحَيْنَةَ الْأَزْدِيِّ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِي الشَّفْعِ الَّذِيْ يُرِيْدُ أَنْ يَّجْلِسَ فِيْ صَلٰوتِهِ فَمَضٰى فِيْ صَلٰوتِهِ فَلَمَّا كَانَ فِيْ اٰخِرِ الصَّلٰوةِ سَجَدَ قَبْلَ أَنْ يُّسَلِّمَ ثُمَّ سَلَّمَ۔

حضرت عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دوگانہ کے بعد کھڑے ہو گئے جس کے بعد آپ کا بیٹھنے کا ارادہ تھا۔ اس کے بعد آپ نماز پڑھتے رہے حتیٰ کہ آخر میں سلام سے پہلے سجدہ کیا۔

---

۵۱ علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ۔ عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۱۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔

سجدہ سہو میں مذاہب ائمہ اور ترجیح احناف

نماز کے واجبات میں سے کسی واجب کے ترک کرنے سے یا فرض کی تاخیر سے (کہ درحقیقت وہ بھی ترک واجب ہے) نماز میں سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔ مثلاً نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنے سے رہ گئی یا سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورت ملانا رہ گیا یا قعدہ اولیٰ رہ گیا یا تین رکعات کے بعد بیٹھ کر چوتھی رکعت میں کھڑا ہوا اور اس طرح فرض میں تاخیر ہوگئی ایسی صورت میں سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔ سجدہ سہو کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آخری تشہد پڑھنے کے بعد سلام پھیر کر دو سجدے کرلے اس کے بعد تشہد، درود اور دعا پڑھنے کے بعد سلام پھیر دے۔

سجدہ سہو میں ائمہ کے مسالک حسب ذیل ہیں:

حنفیہ: سلام کے بعد سجدہ سہو کرے۔

شافعیہ: سلام سے پہلے سجدہ سہو کرے۔

مالکیہ: نماز میں کسی فعل کی کمی ہو تو سلام سے پہلے سجدہ سہو کرے اور اگر کسی فعل کی زیادتی ہو تو بعد میں سجدہ کرے۔

حنابلہ: جن صورتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام سے پہلے سجدہ کیا وہاں پہلے سجدہ کرے اور جن صورتوں میں بعد میں سجدہ کیا ان میں بعد میں سجدہ کرے۔

غیر مقلدین: ان صورتوں کے سوا سجدہ نہ کرے جن میں آپ نے سجدہ کیا اور وہ پانچ صورتیں ہیں، اول: دو رکعت کے بعد بلا قعدہ کھڑے ہوگئے جیسا ابن بحینہ کی روایت میں ہے۔ ثانی: دو رکعت کے بعد سلام پھیر دیا جیسا کہ ذوالیدین کی روایت ہے۔ ثالث: تین رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا جیسے عمران بن حصین کی روایت ہے۔ رابع: پانچ رکعات پڑھا دیں جیسا کہ عبداللہ بن مسعود کی روایت ہے۔ خامس: شک کی صورت میں سجدہ کیا جیسا ابو سعید خدری کی روایت ہے۔[۵]

سجدہ سہو میں ائمہ کا یہ اختلاف اولویت میں ہے جواز میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ صحیح احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صریح قول ہے کہ "سلام کے بعد دو سجدے کرے"۔ شوافع جن احادیث سے استدلال کرتے ہیں ان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ذکر ہے کہ آپ نے سلام سے پہلے سجدہ کیا اور یہ احادیث ان احادیث سے معارض ہیں جن میں یہ ہے کہ آپ نے سلام کے بعد سجدہ کیا، رہا یہ کہ بعض احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے "سلام سے پہلے سجدہ کرو" تو ان روایات کی اسانید میں ضعف ہے مثلاً حضرت ابو سعید کی روایت مسلم میں متصل ہے لیکن امام مسلم اس کے اتصال میں منفرد ہیں۔ امام مالک اس کو مرسلاً روایت کرتے ہیں۔ حضرت معاویہ کی روایت جو نسائی میں ہے اس کی سند میں یوسف ہے اس کے بارے میں نسائی کہتے ہیں غیر مشہور راوی ہے، علیٰ ہذا القیاس اس کے برخلاف صحیح روایات میں آپ کا قول ہے کہ سلام کے بعد سجدہ کرو۔ مثلاً عبداللہ بن جعفر سے مروی ہے: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من شك فی صلوته فلیسجد سجدتین بعد ما یسلم۔ "جس شخص کو نماز میں شک ہو وہ سلام کے بعد دو سجدے کرے"۔ (صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۱۲۵) (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۴۸) "عن ثوبان لکل سهو سجدتان بعد ما یسلم" (سنن کبریٰ ج ۲ ص ۳۳۷) ثوبان سے روایت ہے کہ سہو میں سلام کے بعد دو سجدے ہیں۔

۵ے علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ ھ، عمدۃ القاری ج ۷ ص ۳۰۳ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ ھ۔

امام مالک نے ایک مرتبہ ہارون الرشید کے سامنے بیان کیا کہ اگر نماز میں کسی فعل کی کمی ہو تو سلام سے پہلے سجدہ سہو کرے اور اگر کسی فعل کی زیادتی ہو تو بعد میں سجدہ سہو کرے۔ امام ابو یوسف نے اعتراض کیا کہ اگر کسی شخص سے نماز میں کمی بھی ہو اور زیادتی بھی تو وہ کیا کرے؟ امام مالک سے اس اعتراض کا کوئی جواب نہیں بن سکا۔ امام احمد بن حنبل کے مذہب پر بھی یہ اعتراض بعینہٖ وارد ہوتا ہے۔ رہے غیر مقلدین تو وہ جن پانچ صورتوں میں سجدہ سہو کے قائل ہیں ان کے علاوہ دیگر صورتوں میں بھی کمی زیادتی سے سہو ہو سکتا ہے اس کی تلافی کے لیے آخر کیا طریقہ کار ہوگا؟۔

امام ابو حنیفہ کے نزدیک تشہد پڑھنے کے بعد سلام پھیرے، امام شافعی سجدہ سہو کے لیے تشہد کے قائل نہیں ہیں نیز امام ابو حنیفہ کے نزدیک سجدہ سہو واجب ہے اور امام شافعی کے نزدیک سنت ہے امام اعظم کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں آپ نے سجدہ سہو کا امر فرمایا ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ امر وجوب کے لیے آتا ہے۔ [1]

اگر کسی شخص کو سجدہ سہو میں سہو لاحق ہو تو اس پر مزید سجدہ سہو نہیں ہے، علم صرف کے ایک امام نے اس پر ایک نفیس دلیل قائم کی اور کہا سجدہ سہو نماز کی تصغیر ہے اور تصغیر کی تصغیر نہیں آتی اس لیے سجدہ سہو کے سہو کے لیے سجدہ نہیں ہوگا۔

۱۱۷۴- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي خَلَفٍ قَالَ نَا مُوسَى بْنُ دَاوُدَ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ فَلَمْ يَدْرِ كَمْ صَلَّى ثَلَاثًا أَمْ أَرْبَعًا فَلْيَطْرَحِ الشَّكَّ وَلْيَبْنِ عَلَى مَا اسْتَيْقَنَ ثُمَّ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ فَإِنْ كَانَ صَلَّى خَمْسًا شَفَعْنَ لَهُ صَلَاتَهُ وَإِنْ كَانَ صَلَّى إِتْمَامًا لِأَرْبَعٍ كَانَتَا تَرْغِيمًا لِلشَّيْطَانِ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی شخص کو نماز میں شک ہو جائے اور پتا نہ چلے کہ اس نے تین رکعت نماز پڑھی ہے یا چار، تو شک کو ساقط کر دے اور جتنی رکعات کا یقین ہو اس کے مطابق نماز پڑھے اور سلام سے پہلے دو سجدے کر لے۔ اب اگر اس نے (واقع میں) پانچ رکعت پڑھی ہیں تو ان دو سجدوں کے ساتھ چھ رکعات ہو جائیں گی اور اگر چار رکعات پڑھی ہیں تو یہ دو سجدے شیطان کی ذلت کا سبب ہو جائیں گے۔

۱۱۷۵- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَمِّي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي دَاوُدُ بْنُ قَيْسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَفِي مَعْنَاهُ قَالَ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ السَّلَامِ كَمَا قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ۔

ایک اور سند سے مثل سابق حدیث مروی ہے۔

---

[1] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ ھ، عمدۃ القاری جز ۷ ص ۳۰۴ - مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ ھ

شک کی صورت میں نماز کی ادائیگی

جب نمازی کو شک پڑ جائے کہ اس نے تین رکعات پڑھی ہیں یا چار، تو اس صورت میں امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ یہ کہتے ہیں کہ جتنی رکعات کا یقین ہے اس کے مطابق نماز پڑھے مثلاً جب تین اور چار میں تردد ہے تو تین رکعات تو یقینی ہیں اس لیے ان رکعات کو تین قرار دے۔ ان کی دلیل حدیث مذکور الصدر ہے[1]۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ شک کی صورت میں تین حکم بیان فرماتے ہیں: اگر پہلی بار شک واقع ہوا ہے تو دوبارہ نماز پڑھے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے: "طبرانی میں عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا ایک شخص نماز میں بھول گیا اور اسے یاد نہیں رہا کہ اس نے کتنی رکعات نماز پڑھی ہے۔ آپ نے فرمایا وہ نماز دہرائے اور بیٹھ کر دو سجدے کرے[2]۔ دوسری صورت یہ ہے کہ تین اور چار رکعات کے تردد میں جو جانب راجح ہو اور جس پر ظن غالب ہو اس پر عمل کرے۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی شخص کو نماز میں شک ہو تو صحیح صورت پر غور کرے اور اس کے مطابق نماز پڑھے پھر دو سجدے کرے[3]۔ تیسری صورت یہ ہے کہ جب اسے تین اور چار رکعات کے درمیان تردد ہو اور کوئی جانب راجح نہیں ہو تو جتنی رکعات کا یقین ہو اتنی رکعات قرار دے کر نماز پڑھے جس کو فقہی اصطلاح میں بناء علی الاقل کہتے ہیں۔ اس کی دلیل حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی مذکور الصدر حدیث ہے یعنی شک کو ساقط کرے اور جتنی رکعات کا یقین ہو اس کے مطابق نماز پڑھے[4]۔

جب تین یا چار رکعات کا تردد ہو اور نمازی ان کو تین رکعات قرار دے تو بیٹھ کر تشہد پڑھے اس کے بعد ایک رکعت اور پڑھ کر سجدہ سہو کر کے سلام پھیر دے۔ تین رکعات کے بعد بیٹھنا اس لیے ضروری ہے کہ ہو سکتا ہے کہ واقع میں وہ چار رکعات ہوں تو کہیں قعدہ اخیرہ جو فرض ہے اس کا ترک لازم نہ آئے۔

۱۱۷۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ وَعُثْمَانُ ابْنَا أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ جَرِيرٍ قَالَ عُثْمَانُ نَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللهِ صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِبْرَاهِيمُ زَادَ أَوْ نَقَصَ فَلَمَّا سَلَّمَ قِيلَ لَهُ يَا رَسُولَ اللهِ أَحَدَثَ فِي الصَّلٰوةِ شَيْءٌ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالُوا صَلَّيْتَ كَذَا وَكَذَا قَالَ فَثَنَى رِجْلَيْهِ وَاسْتَقْبَلَ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی (راوی ابراہیم کہتے ہیں) آپ نے نماز میں کچھ کمی یا زیادتی کر دی، جب آپ نے سلام پھیرا تو آپ سے کہا گیا: "یا رسول اللہ! کیا نماز میں کوئی نیا حکم نازل ہوا ہے؟" آپ نے فرمایا کیوں؟ لوگوں نے کہا آپ نے اس طرح نماز پڑھی ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آپ نے پیر پلٹے اور قبلہ کی طرف

[1] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ - عمدۃ القاری جز ۷ ص ۲۱۲ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[2] شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، نیل الاوطار ج ۳ ص ۱۱۵-۱۱۴، مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازہریہ مصر ۱۳۹۸ھ

[3] امام مسلم بن حجاج القشیری متوفی ۲۶۱ - صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۱۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

[4] ایضاً صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۱۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

الْقِبْلَةَ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَقَالَ اِنَّهٗ لَوْ حَدَثَ فِي الصَّلٰوةِ شَيْءٌ اَنْبَاْتُكُمْ بِهٖ وَلٰكِنْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اَنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ فَاِذَا نَسِيْتُ فَذَكِّرُوْنِيْ وَاِذَا شَكَّ اَحَدُكُمْ فِيْ صَلٰوتِهٖ فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ فَلْيُتِمَّ عَلَيْهِ ثُمَّ لْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ۔

۱۱۷۷- حَدَّثَنَاهُ اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا ابْنُ بِشْرٍ ح وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا وَكِيْعٌ كِلَاهُمَا عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ مَنْصُوْرٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَفِيْ رِوَايَةِ ابْنِ بِشْرٍ فَلْيَنْظُرْ اَحْرٰى ذٰلِكَ لِلصَّوَابِ وَفِيْ رِوَايَةِ وَكِيْعٍ فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ۔

۱۱۷۸- حَدَّثَنَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانٍ قَالَ نَا وُهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ نَا مَنْصُوْرٌ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ مَنْصُوْرٌ فَلْيَنْظُرْ اَحْرٰى لِلصَّوَابِ۔

۱۱۷۹- وَحَدَّثَنَاهُ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَنَا عُبَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاُمَوِيُّ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُوْرٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ۔

۱۱۸۰- وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُوْرٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ فَلْيَتَحَرَّ اَقْرَبَ ذٰلِكَ لِلصَّوَابِ۔

۱۱۸۱- وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا فُضَيْلُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ مَنْصُوْرٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ فَلْيَتَحَرَّ الَّذِيْ يَرٰى اَنَّهُ الصَّوَابُ۔

۱۱۸۲- وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ عَنْ مَنْصُوْرٍ بِاِسْنَادِ هٰؤُلَاءِ وَقَالَ فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ۔

رخ پھیر لیا دو سجدے کیے پھر سلام پھیر دیا پھر چہرہ مبارک ہماری طرف متوجہ کیا اور فرمایا اگر نماز کے بارے میں کوئی نیا حکم نازل ہوتا تو میں تمہیں اس کی خبر دیتا لیکن میں تمہاری طرح بشر ہوں اور تمہاری طرح بھول جاتا ہوں لہٰذا جب میں بھولوں تو تم مجھے یاد دلا دیا کرو۔ اور تم میں سے جب کسی کی نماز میں شک پیدا ہو غور کرے جو ٹھیک اور صحیح معلوم ہو اس کے مطابق نماز پوری کرے پھر دو سجدے کر کے سلام پھیر دے۔

ایک اور سند کے ساتھ کچھ تغیر سے یہ روایت منقول ہے۔

ایک اور سند کے ساتھ یہ حدیث مروی ہے جس میں یہ ہے جب شبہ پیدا ہو تو غور کرے (نماز کی) درستگی کے لیے یہی مناسب ہے۔

ایک اور سند کے ساتھ بھی کچھ تغیر سے یہ حدیث مروی ہے۔

ایک اور سند کے ساتھ یہ حدیث مروی ہے جس میں ہے جو صحیح ہو اس کے بارے میں غور کرے۔ یہی چیز درستگی کے زیادہ قریب ہے۔

ایک اور سند کے ساتھ یہ حدیث مروی ہے جس میں ہے جو صحیح ہو اس کے بارے میں غور کرے۔

ایک سند کے ساتھ ہے۔ صحیح امر تلاش کرے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

۱۱۸۳- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا أَبِيْ قَالَ شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ خَمْسًا فَلَمَّا سَلَّمَ قِيْلَ لَهُ أَزِيْدَ فِي الصَّلٰوةِ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالُوْا صَلَّيْتَ خَمْسًا فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ.

۱۱۸۴- وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا ابْنُ إِدْرِيْسَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ أَنَّهُ صَلَّى بِهِمْ خَمْسًا ح وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا جَرِيْرٌ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ سُوَيْدٍ قَالَ صَلَّى بِنَا عَلْقَمَةُ الظُّهْرَ خَمْسًا فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ الْقَوْمُ يَا أَبَا شِبْلٍ قَدْ صَلَّيْتَ خَمْسًا قَالَ كَلَّا مَا فَعَلْتُ قَالُوْا بَلَى قَالَ وَكُنْتُ فِيْ نَاحِيَةِ الْقَوْمِ وَأَنَا غُلَامٌ فَقُلْتُ بَلَى قَدْ صَلَّيْتَ خَمْسًا قَالَ لِيْ وَأَنْتَ أَيْضًا يَا أَعْوَرُ تَقُوْلُ ذَاكَ قَالَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَانْفَتَلَ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ صَلَّى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسًا فَلَمَّا انْفَتَلَ تَوَشْوَشَ الْقَوْمُ بَيْنَهُمْ فَقَالَ مَا شَأْنُكُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ زِيْدَ فِي الصَّلٰوةِ قَالَ لَا قَالُوْا فَإِنَّكَ قَدْ صَلَّيْتَ خَمْسًا فَانْفَتَلَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ قَالَ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ أَنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ زَادَ ابْنُ نُمَيْرٍ فِيْ حَدِيْثِهٖ فَإِذَا نَسِيَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ.

۱۱۸۵- وَحَدَّثَنَاهُ عَوْنُ بْنُ سَلَّامٍ الْكُوْفِيُّ قَالَ أَنَا أَبُوْ بَكْرٍ النَّهْشَلِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسًا فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَزِيْدَ فِي الصَّلٰوةِ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالُوْا صَلَّيْتَ خَمْسًا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی پانچ رکعات پڑھا دیں، جب آپ نے سلام پھیرا تو آپ سے کہا گیا کیا نماز زیادہ ہو گئی ہے؟" آپ نے فرمایا: "کیسے"؟ عرض کیا گیا آپ نے پانچ رکعات پڑھا دیں تب آپ نے دو سجدے کیے۔

ابراہیم بن سوید کہتے ہیں کہ علقمہ نے ظہر کی نماز پانچ رکعات پڑھا دیں جب سلام پھیرا تو لوگوں نے کہا اے ابو شبل! آپ نے پانچ رکعات نماز پڑھائی ہیں۔ انھوں نے کہا: "ہرگز نہیں!" لوگوں نے کہا آپ نے پڑھائی ہیں ابراہیم کہتے ہیں میں ایک کونے میں تھا اور اس وقت تھا بھی کم سن! میں نے بھی کہا ہاں آپ نے پانچ رکعات پڑھائی ہیں۔ وہ کہنے لگے: "اے کانے! تو بھی یہ کہتا ہے!" میں نے کہا ہاں، یہ سن کر وہ مڑے اور دو سجدے کیے اور پھر سلام پھیرا اور پھر کہا حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پانچ رکعات نماز پڑھائی جب نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے ایک دوسرے سے پوچھنا شروع کر دیا آپ نے پوچھا کیا بات ہے؟ انھوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا نماز کچھ زائد ہو گئی ہے؟ فرمایا "نہیں!" حاضرین نے کہا آپ نے پانچ رکعات پڑھائی ہیں آپ نے قبلہ کی طرف رخ کیا اور دو سجدے کیے پھر سلام پھیر دیا اور فرمایا ہر گاہ میں تمہاری طرح بشر ہوں، جس طرح تم بھولتے ہو، بھول جاتا ہوں۔ ایک روایت میں ہے جب تم میں سے کوئی شخص بھول جائے تو دو سجدے کرے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پانچ رکعات نماز پڑھا دیں۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا نماز میں زیادتی ہو گئی۔ آپ نے فرمایا وہ کیسے! حاضرین نے کہا آپ نے پانچ رکعات پڑھائی ہیں۔ آپ نے فرمایا: ہر گاہ میں تمہاری

قَالَ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اَذْكُرُ كَمَا تَذْكُرُوْنَ وَاَنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ۔

۱۱۸۶ - وَحَدَّثَنَا مِنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِيْمِيُّ قَالَ اَنَا ابْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَزَادَ اَوْ نَقَصَ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ وَالْوَهْمُ مِنِّيْ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَزِيْدَ فِي الصَّلٰوةِ شَيْءٌ فَقَالَ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اَنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ فَاِذَا نَسِيَ اَحَدُكُمْ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ ثُمَّ تَحَوَّلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ۔

طرح بشر ہوں مجھے بھی اسی طرح بات یاد آتی ہے جس طرح تمہیں یاد آتی ہے اور جسطرح تم بھولتے ہو اسی طرح میں بھی بھول جاتا ہوں پھر آپ نے سہو کے دو سجدے کیے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ کمی یا زیادتی کے ساتھ نماز پڑھا دی (ابراہیم کہتے ہیں کہ یہ وہم میری طرف سے ہے) آپ سے عرض کیا گیا: یارسول اللہ! کیا نماز میں کچھ زیادتی ہوگئی ہے آپ نے فرمایا ہرگاہ میں تمہاری طرح بشر ہوں جس طرح تم بھولتے ہو، بھول جاتا ہوں۔ جب تم میں سے کوئی شخص بھول جائے تو بیٹھ کر دو سجدے کرے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (قبلہ کی طرف) پھرے اور دو سجدے کیے۔

خصائص مصطفےٰ اس باب کی متعدد احادیث میں اس بات کا بیان ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام نے نماز کے دوران گفتگو کی۔ علامہ نووی کی تحقیق کے مطابق یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب نماز میں گفتگو کی اباحت منسوخ ہو چکی تھی۔ اس کے باوجود صحابہ کرام نے آپ سے گفتگو کی۔ علامہ نووی لکھتے ہیں: "ہمارے اور دیگر علماء کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمکلام ہونے سے نماز نہیں ٹوٹتی اور یہ مسئلہ مشہور ہے۔ یہ صرف آپ کی خصوصیت ہے کسی اور شخص سے نمازی بات کرے تو اس کی نماز ٹوٹ جائے گی۔ ان احادیث میں یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ سے منہ پھیر کر صحابہ کی طرف رخ کر چکے تھے جب آپ نے اس بات کی تحقیق کر لی کہ پانچ رکعات ہوئی ہیں تو پھر آپ قبلہ کی طرف پھر گئے اور یہ بھی آپ کی خصوصیت ہے کوئی اور نمازی نماز میں قبلہ سے پھر جائے تو اس کی نماز ٹوٹ جائے گی اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ اپنی نماز کے اتمام میں قبلہ کے محتاج نہیں ہیں بلکہ حق یہ ہے کہ قبلہ اپنے قبلہ ہونے میں آپ کا محتاج ہے۔ آپ جب تک مسجد اقصیٰ کی طرف متوجہ رہے وہ قبلہ تھا اور جب آپ نے کعبہ کو قبلہ بنانا پسند کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے قبلہ بنا دیا، آج کعبہ کی یہ تعظیم و تکریم، چہار سو سے اس کی جستجو، خلق کا ہجوم اور اژدہام سب آپ کی چشم کرم کا تصدق ہے۔ آپ توجہ نہ فرماتے تو یہ عظمتیں کہاں سے ملتیں۔ بعض عرفاء نے کہا ہے آپ کے جسم کا قبلہ کعبہ ہے اور آپ کی روح کا قبلہ خود ذات الٰہی ہے اور اللہ تعالیٰ کا قبلہ آپ کی ذات ہے۔ یعنی آپ کی روح اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف اور اللہ تعالیٰ آپ کی ذات کی طرف متوجہ ہے۔

بشریت ان احادیث میں آپ کا یہ ارشاد بھی ہے: "ہرگاہ میں تمہاری طرح بشر ہوں" قرآن کریم میں بھی ہے: قل انما انا بشر مثلکم" (کہف: ۱۱۰) آپ کہیے میں تمہاری مثل بشر ہی ہوں "تمہاری مثل" کی تفصیل اور تحقیق ہم آئندہ سطور میں پیش کریں گے۔ سردست ہم بشریت پر کچھ لکھنا چاہتے ہیں۔

بعض لوگ اہلسنت کے بارے میں یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنس بشر سے مبعوث نہیں مانتے اور آپ کو چاند سورج کی طرح نوری مخلوق مانتے ہیں۔ یہ الزام سراسر غلط ہے آپکی حقیقت کیا ہے۔ اس سے بحث کرنا ہمارا منصب نہیں ہے، ہمیں کسی چیز کے بارے میں یقینی علم نہیں کہ اس کی حقیقت کیا ہے تو حضور سرور کائنات کی

حقیقت کو ہم کیسے جان سکتے ہیں۔ قرآن کریم سے قطعیت کے ساتھ جو معلوم ہے وہ یہ ہے کہ آپ نوع انسان سے مبعوث ہوئے آپ انسان کامل اور افضل البشر ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم۔ (آلِ عمران: ۱۶۴)

اللہ تعالیٰ کا مسلمانوں پر احسان ہے کہ اس نے ان ہیں انھیں سے ایک رسول بھیجا۔

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاند سورج یا فرشتوں کی طرح کوئی نوری مخلوق ہوتے تو ہم میں سے نہ ہوتے اور نہ یہ ہمارے لیے باعث احسان ہوتا، نیز فرمایا:

لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم۔ (توبہ: ۱۲۸)

ہر گاہ تمہارے پاس تم میں سے ایک رسول آگئے انھیں وہ کام گراں گزرتے ہیں جو تم پر دشوار ہیں۔

اور فرمایا:

وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیھم فسئلوا اھل الذکر (انبیاء: ۷)

ہم نے آپ سے پہلے بھی صرف مردوں ہی کو رسول بنایا ہے تم لوگ جاننے والوں سے پوچھ لو۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نور کا اطلاق بھی فرمایا ہے۔

قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین۔ (مائدہ: ۱۵)

ہر گاہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس نور اور کتاب مبین آگئی۔

نور کے معنی ہیں کہا گیا ہے کہ نور وہ کیفیت ہے جو خود ظاہر ہو اور دوسروں کو ظاہر کر دے۔ اسی وجہ سے چاند سورج اور ستاروں میں جو کیفیت ضیائیہ ہے اس کو نور کہا جاتا ہے اس کے علاوہ جس صفت کے ساتھ جہالت اور گمراہی کے اندھیروں کو دور کیا جائے اس کو بھی نور کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے علم اور ہدایت کو نور کہتے ہیں پہلا نور مادی ہے اور دوسرا معنوی۔ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علم اور ہدایت کے اعتبار سے علی وجہ الکمال نور تھے۔ اور یہ بھی ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ کفر اور شرک اور جہالت کے اندھیروں کو دور کرنا انبیاء کا کام ہے اور یہ کہ افضل نور وہی ہے جو علم اور ہدایت کا نور ہے۔ تاہم بعض مواقع پر آپ سے حسی نور کا بھی ظہور ہوا جیسا کہ بعض روایات میں ہے جب آپ کلام کرتے تو آپ کے دندان مبارک سے نور کی طرح ایک کیفیت نکلتی دکھائی دیتی[1] اور کہا جا سکتا ہے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام ید بیضاء رکھنے کے باوجود بشر تھے تو آپ کے دندان مبارک سے اگر نور کی طرح کوئی کیفیت ظاہر ہو تو وہ بھی آپ کے بشر ہونے کے خلاف نہیں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم باوجود بشر ہونے کے بشری کثافتوں اور مادی غلاظتوں سے پاک تھے اخبارِ امت کا اس پر اجماع ہے کہ آپ کے جسم مبارک کا تاریک سایہ نہ تھا۔ آپ کا خون اور دیگر فضلات طیب اور طاہر تھے۔ علامہ عسقلانی فرماتے ہیں:

---

[1] قاضی عیاض متوفی ۵۴۴ھ الشفاء ج ۱ ص ۵۵ ر۴ مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان

وقد تکاثرت الادلۃ علی طہارۃ فضلاتہ وعد الائمۃ ذٰلک فی خصائصہ۔[۱]
آپ کے فضلات کی طہارت پر بکثرت دلائل ہیں اور ائمہ نے اس کو آپ کی خصوصیت قرار دیا ہے۔

علامہ عینی نے بزار، طبرانی، حاکم، بیہقی اور ابونعیم کے حوالہ سے ذکر کیا کہ ابوطیبہ اور عبداللہ بن زبیر نے آپ کا خون پی لیا اور حاکم، دارقطنی، اور ابونعیم کے حوالہ سے ذکر کیا کہ ام ایمن نے آپ کا پیشاب پیا۔[۲] علامہ عینی نے ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشاب کو طاہر قرار دیتے تھے[۳] شیخ اشرف علی تھانوی نے نشر الطیب میں آپ کے فضلات کی طہارت ثابت کی لیکن اپنی آخری تصنیف بوادر نوادر میں طہارت کا انکار کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے استدلال کیا کہ جب ایک صحابی نے آپ کا خون پیا تو آپ نے فرمایا "دوبارہ نہ پینا کیونکہ ہر خون حرام ہوتا ہے" شیخ تھانوی نے یہ حدیث لکھ کر کہا پس مسئلہ بالکل منقح ہو گیا کہ طہارت کا قول بلا دلیل ہے حالانکہ اہل علم پر مخفی نہیں کہ حرمت نجاست کو مستلزم نہیں مثلاً مالِ غیر حرام ہے نجس نہیں۔

مثلیت اس سلسلہ میں دوسری اہم بحث یہ ہے کہ قرآن کریم میں ہے "آپ کہیے کہ میں تمہاری مثل بشر ہوں" اور اس باب کی بعض احادیث میں بھی ہے میں تمہاری مثل بشر ہوں۔ بعض لوگ اس مسئلہ میں تفریط کا شکار ہیں۔ میں نے خود بعض لوگوں کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ حضور ہم جیسے تھے۔ ایک شخص نے کہا بتلاؤ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ہاتھ نہ تھے آپ کی دو آنکھیں نہ تھیں آپ کے دو کان نہ تھے (العیاذ باللہ) میں نے کہا ظالم اتم دو ہاتھ تو دکھا دو گے ہاتھوں میں وہ قوت کہاں سے لاؤ گے کہ اشارہ کریں تو چاند شق ہو جائے، کنکریاں پھینکیں تو کفار کے چہرے بگڑ جائیں۔ تمہاری دو آنکھیں تو ہیں لیکن ان آنکھوں میں وہ طاقت کہاں سے لاؤ گے کہ بے حجاب اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکو۔ کان تو دو دکھا دو گے لیکن کانوں میں وہ شنگتی کہاں سے لاؤ گے کہ جنات اور ملائکہ کا کلام سن سکو بلکہ خود خدائے لم یزل کا کلام سن سکو۔ اس نے کہا صفات اور خواص کی بات الگ رکھیں صرف دو آنکھیں ہوتے ہیں تو ہیں آپ کی مثل ہوں یہ جدا بات ہے کہ آپ کی آنکھیں کیسی ہیں اور میری آنکھیں کیسی ہیں۔ میں نے کہا اگر صفات اور خواص کا لحاظ نہ رکھا جائے تو کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ تم خنزیر کی مثل ہو کیونکہ اس کی بھی دو آنکھیں ہیں اور تمہاری بھی دو آنکھیں ہیں اور دو آنکھیں رکھنے میں دونوں برابر ہیں۔ فبھت الذی ...... کہاں ہم کہاں حضور اکوئی ہمیں نماز میں سلام کر دے تو اس کی نماز غارت ہو جائے اور حضور کو سلام کیے بغیر نماز کامل نہیں ہوتی۔ ہم کسی نمازی کو حالت نماز میں بلائیں تو نہ جانا واجب اور سرکار کسی نمازی کو حالت نماز میں بلالیں تو اس کا جانا واجب، ہم قبلہ کے محتاج، ان کا خود قبلہ محتاج۔ ہم کسی سے نماز میں بات کریں تو نماز ٹوٹ جائے اور سرکار کسی نمازی سے نماز میں بات کریں تو نماز قائم بلکہ کامل رہے۔ ہم کیا اور ہماری حیثیت کیا ہے۔ انبیاء علیہم السلام بھی ان جیسے نہیں۔ میدان حشر میں دنیا دیکھے گی کہ جب اللہ عزوجل جلال میں ہو گا کسی نبی کو اللہ تعالیٰ سے یارائے سخن نہیں ہو گا کوئی زبان شفاعت نہیں کھولے گا۔ اس وقت اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی جناب میں شفاعت

---

[۱] علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔ فتح الباری ج ۱ ص ۲۷۲ مطبوعہ لاہور۔
[۲] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ۔ عمدۃ القاری ج ۳، ص ۳۵ مطبوعہ مصر۔ عمدۃ القاری ج ۳ ص ۷۹۔
[۳] ایضاً شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ۔ بوادر نوادر ص ۴۹۴ مطبوعہ لاہور۔

کرے گا تو وہ صرف سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔ اس گفتگو سے یہ واضح ہو گیا کہ کائنات میں کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مماثل نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب آپ کا کوئی مماثل نہیں ہے تو پھر قرآن اور حدیث میں کیوں آیا ہے "میں تمہاری مثل بشر ہوں" اس کا جواب یہ ہے کہ ہم صرف اس بات میں حضور کی مثل ہیں کہ نہ ہم خدا ہیں نہ حضور خدا ہیں۔ کسی وجودی چیز میں ہم حضور کے مماثل نہیں ہیں۔ مماثلت صرف اس عدمی چیز میں ہے۔ عدم الوہیت میں ہم حضور جیسے ہیں اور کسی وصف میں آپ کے مماثل نہیں ہیں۔

آپ کا نسیان

اس باب کی متعدد حدیثوں میں آیا ہے انسی کما تنسون۔ میں اس طرح بھولتا ہوں جس طرح تم بھولتے ہو۔ اس لیے اس مقام پر نسیان کی تشریح بھی ضروری ہے: علامہ نووی لکھتے ہیں کہ اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ امور تبلیغیہ میں آپ پر سہو اور نسیان جائز نہیں یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ رشد و ہدایت کی تبلیغ فرمائیں اور کوئی غلط بات بتلا دیں البتہ دنیاوی معاملات میں اور عبادات میں بعض اوقات آپ پر نسیان طاری ہو جاتا ہے لیکن علی الفور اللہ تعالیٰ آپ کو امر واقعہ سے آگاہ کر دیتا ہے اور اس بات پر بھی اجماع ہے کہ امور اعتقادیہ میں آپ پر نسیان نہیں آ سکتا۔[1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو نماز میں بھول گئے تھے اس کی تحقیق یہ ہے نماز پڑھتے وقت آپ یاد الٰہی میں اس قدر مستغرق ہوئے کہ افعال نماز سے آپ کی توجہ ہٹ گئی اور بجائے چار کے پانچ رکعات پڑھا دیں جبکہ ہمارا بھولنا عموماً اس وجہ سے ہوتا ہے کہ ہم دنیاوی معاملات میں مستغرق ہو جاتے ہیں اور افعال نماز میں توجہ نہیں رہتی۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہم دنیا کی محبت میں بھولتے ہیں اور سرکار مولیٰ کی محبت میں بھولتے ہیں ہمارا بھولنا نقص اور آپ کا بھولنا کمال، ہماری بھول غفلت اور آپ کی بھول اطاعت ہے۔ اور آپ کا فرمانا میں تمہاری طرح بھولتا ہوں نفس نسیان میں مماثلت کے طور پر یا تواضع ہے۔ امام مالک روایت کرتے ہیں: "انی لانسی او انسی لاسن"[2] "میں بھولتا ہوں یا بھلا دیا جاتا ہوں" تاکہ کوئی سنت قائم ہو۔ اور قاضی عیاض روایت کرتے ہیں: "لست انسی و لکن انسی"[3] "میں بھولتا نہیں ہوں لیکن بھلا دیا جاتا ہوں"۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں نہ بھولتے اور سجدہ سہو نہ کرتے تو آپ کی نمازیں تو ہو جاتیں لیکن بعد میں جب ہم بھولتے اور ہمیں سہو لاحق ہوتا تو ہماری نمازوں کو کس کے دامن میں پناہ ملتی۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زبانی سہو کے مسائل بتلا دیتے اور خود نہ بھولتے تب بھی تبلیغ کا تقاضا پورا ہو جاتا تو میں کہوں گا پھر ہر کام کی ادائیگی کے لیے آپ کا نمونہ حاصل نہ ہوتا اور سجدہ

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ٦٧٦ھ، شرح مسلم للنواوی ج ١ ص ٢١٤ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیۃ ١٣٧٥ھ۔

[2] امام مالک بن انس اصبحی متوفی ١٧٩ھ، موطا امام مالک ص ٨٤ مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور، بالطبعۃ الثانیہ۔

[3] قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ٥٤٤ھ۔ الشفاء ج ٢ ص ١٢١ مطبوعہ عبد التواب اکیڈمی ملتان۔

ایضاً حافظ ابن عبد البر مالکی متوفی ٤٦٣ھ، تمہید ج ٥ ص ٤٠٨ مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور الطبعۃ الاولیٰ ١٤٠٤ھ

ایضاً " " " " ، تمہید ج ٦ ص ٣٩٢

ایضاً علامہ محمد عبد الباقی زرقانی مالکی متوفی ١١٢٢ھ، شرح الموطا للزرقانی ج ١ ص ١٨٤ مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر۔

سہو ادا کرنے والوں کو شرف بالا قتداء حاصل نہ ہوتا۔

پانچ رکعات کی تصحیح

نمازی نے چار رکعات فرض نماز بھول کر پانچ رکعات پڑھ لیں تو دیکھنا یہ ہے کہ اس نے چار رکعت کے بعد قعدہ کیا ہے یا نہیں۔ اگر قعدہ کر لیا ہے تو فرض ادا ہو گیا۔ اب سجدۂ سہو کر کے سلام پھیر دے [۱] اور اگر قعدہ اخیرہ نہیں کیا تو ایک رکعت اور پڑھ کر سلام پھیر دے اور یہ چھ رکعات امام ابوحنیفہ اور ابویوسف کے مذہب پر نفل ہو جائیں گی۔ البتہ امام محمد کے نزدیک یہ چھ رکعات باطل ہو گئیں۔ کیونکہ بطلان فرضیت سے اصل نماز باطل ہو گئی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ امام محمد کے نزدیک ہر دوگانہ کے بعد قعدہ فرض ہے جو یہاں رہ گیا [۲] امام اعظم اور امام ابویوسف کے نزدیک نوافل میں ہر دوگانہ کے بعد قعدہ فرض نہیں ہے بلکہ تمام رکعات کے بعد قعدہ فرض ہے اور تمام رکعات بمنزلہ صلوٰۃ واحدہ ہیں حتیٰ کہ آٹھ رکعات بھی ایک قعدہ کے ساتھ صحیح ہیں اور علامہ ابن عابدین شامی نے تصریح کی ہے کہ نوافل میں ہر دوگانہ کا مستقل نماز ہونا قاعدہ کلیہ نہیں ہے۔ [۳]

۱۱۸۷ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا حَفْصٌ وَاَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ بَعْدَ السَّلَامِ وَالْكَلَامِ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرنے اور گفتگو فرمانے کے بعد دو سہو کے سجدے کیے۔

۱۱۸۸ - وَحَدَّثَنِی الْقَاسِمُ بْنُ زَكَرِيَّا قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِیٍّ الْجُعْفِیُّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ صَلَّيْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِمَّا زَادَ اَوْ نَقَصَ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ وَاَيْمُ اللّٰهِ مَا جَاءَ ذَاكَ اِلَّا مِنْ قِبَلِیْ قَالَ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَحَدَثَ فِی الصَّلٰوةِ شَیْءٌ فَقَالَ لَا قَالَ فَقُلْنَا لَهُ الَّذِیْ صَنَعَ فَقَالَ اِذَا زَادَ الرَّجُلُ اَوْ نَقَصَ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ قَالَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ نے نماز میں کچھ زیادتی یا کمی کر دی، راوی ابراہیم کہتے ہیں بخدا یہ شبہ مجھے لاحق ہوا ہے، حضرت ابن مسعود کہتے ہیں ہم نے کہا یا رسول اللہ! کیا نماز میں کوئی نیا حکم آگیا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں! حضرت ابن مسعود کہتے ہیں پھر ہم نے ذکر کیا کہ آپ نے اس طرح نماز پڑھی ہے۔ آپ نے فرمایا: جب کسی شخص سے نماز میں زیادتی ہو یا کمی ہو تو وہ دو سجدۂ سہو کرے، پھر آپ نے دو سجدۂ سہو کیے۔

---

[۱] باب مذکور کی احادیث میں پانچ رکعات نماز پڑھنے کی صورت اسی قاعدہ پر محمول ہے اور علامہ نووی کا اس پر یہ اعتراض صحیح نہیں ہے کہ قعدہ اخیرہ کرنے یا نہ کرنے کی تفصیل کا حدیث میں ذکر نہیں ہے کیونکہ دوسرے دلائل سے قعدہ اخیرہ کی فرضیت ثابت ہو چکی ہے ــ سعیدی ــــ

[۲] محقق علی الاطلاق امام ابن ہمام متوفی ۸۶۱ ھ فتح القدیر ج ۱ ص ۴۴۶ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[۳] علامہ سید ابن عابدین شامی متوفی ۸۵۲ ھ رد المحتار ج ۱ ص ۴۳۳ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ ھ۔

۱۱۸۹- وحدثني عمرو الناقد وزهير بن حرب جميعا عن ابن عيينة قال عمرو نا سفيان بن عيينة قال نا ايوب قال سمعت محمد بن سيرين يقول سمعت ابا هريرة يقول صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم إحدى صلوتي العشي اما الظهر واما العصر فسلم في ركعتين ثم اتى جذعا في قبلة المسجد فاستند اليها مغضبا وفي القوم ابو بكر وعمر فهابا ان يتكلما وخرج سرعان الناس يقولون قصرت الصلوة فقام ذو اليدين فقال يا رسول الله اقصرت الصلوة ام نسيت فنظر النبي صلى الله عليه وسلم يمينا وشمالا فقال ما يقول ذو اليدين قالوا صدق لم تصل الا ركعتين فصلى ركعتين وسلم ثم كبر ثم سجد ثم كبر فرفع ثم كبر وسجد ثم كبر ورفع قال واخبرت عن عمران بن حصين انه قال وسلم ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی اور دو رکعات پڑھا کر سلام پھیر دیا، پھر مسجد میں قبلہ کی جانب گڑے ہوئے ایک ستون کی طرف آئے اور غصہ میں اس پر ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے۔ نمازیوں میں حضرت ابوبکر اور عمر بھی تھے۔ ان دونوں کو اس مسئلہ میں آپ سے بات کرتے ہوئے ڈر لگا، اور لوگ جلدی سے یہ کہتے ہوئے نکل گئے کہ نماز میں کمی ہو گئی، حضرت ذوالیدین نے عرض کیا یارسول اللہ! آیا نماز میں کمی ہو گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں؟ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں بائیں دیکھا اور پوچھا کہ ذوالیدین کیا کہتا ہے، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ سچ کہتا ہے، آپ نے صرف دو رکعت نماز پڑھی ہے! آپ نے دو رکعت نماز پڑھا کر سلام پھیرا اس کے بعد آپ نے اللہ اکبر کہا پھر سجدہ کیا، پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدے سے سر اٹھایا پھر تکبیر کہہ کر سجدے میں گئے پھر تکبیر کہہ کر سر اٹھایا۔ محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ مجھے حضرت عمران بن حصین نے یہ خبر دی تھی کہ آپ نے سلام پھیر دیا۔

۱۱۹۰- وحدثنا ابو الربيع الزهراني قال نا حماد قال نا ايوب عن محمد عن ابي هريرة قال صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم إحدى صلوتي العشي بمعنى حديث سفيان ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۱۱۹۱- وحدثنا قتيبة بن سعيد عن مالك بن انس عن داود بن الحصين عن ابي سفيان مولى ابن ابي احمد انه قال سمعت ابا هريرة يقول صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم صلوة العصر فسلم في ركعتين فقام ذو اليدين فقال اقصرت الصلوة يا رسول الله ام نسيت فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم كل ذلك لم يكن فقال قد كان بعض

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھائی اور دو رکعت پڑھا کر سلام پھیر دیا۔ حضرت ذوالیدین نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! کیا نماز کم ہو گئی ہے یا آپ بھول گئے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان میں سے کچھ بھی نہیں ہوا، انھوں نے کہا: یارسول اللہ! ان میں سے کچھ تو ہو گیا ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ اَصَدَقَ ذُو الْيَدَيْنِ فَقَالُوْا نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاَتَمَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَقِيَ مِنَ الصَّلٰوةِ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ بَعْدَ التَّسْلِيْمِ۔

نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: کیا ذوالیدین سچ کہتے ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا: جی! یا رسول اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی ماندہ رکعات پڑھیں اور بیٹھ کر سہو کے دو سجدے کیے۔

١١٩٢- وَحَدَّثَنِيْ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ نَا هَارُوْنُ بْنُ اِسْمَاعِيْلَ الْخَزَّازُ قَالَ عَلِيٌّ وَهُوَ ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ نَا يَحْيٰى قَالَ نَا اَبُوْ سَلَمَةَ قَالَ نَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ مِنْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ ثُمَّ سَلَّمَ فَاَتَاهُ رَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ سُلَيْمٍ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَقُصِرَتِ الصَّلٰوةُ اَمْ نَسِيْتَ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی دو رکعت پڑھیں پھر سلام پھیر دیا۔ بنو سلیم میں سے ایک شخص نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ! آیا نماز میں کچھ کمی کر دی گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں؟ باقی حدیث حسب سابق ہے۔

١١٩٣- وَحَدَّثَنِيْ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ اَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ شَيْبَانَ عَنْ يَحْيٰى عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ بَيْنَا اَنَا اُصَلِّيْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةَ الظُّهْرِ سَلَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِيْ سُلَيْمٍ وَاقْتَصَّ الْحَدِيْثَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھ رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت کے بعد سلام پھیر دیا۔ بنو سلیم کا ایک شخص کھڑا ہوا اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

١١٩٤- وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ عُلَيَّةَ قَالَ زُهَيْرٌ نَا اِسْمَاعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ خَالِدٍ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ اَبِي الْمُهَلَّبِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الْعَصْرَ فَسَلَّمَ فِيْ ثَلٰثِ رَكَعَاتٍ ثُمَّ دَخَلَ مَنْزِلَهٗ فَقَامَ اِلَيْهِ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ الْخِرْبَاقُ وَكَانَ فِيْ يَدَيْهِ طُوْلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَذَكَرَ لَهٗ صَنِيْعَهٗ وَخَرَجَ غَضْبَانَ يَجُرُّ رِدَاءَهٗ حَتّٰى انْتَهٰى اِلَى النَّاسِ فَقَالَ اَصَدَقَ هٰذَا قَالُوْا نَعَمْ فَصَلّٰى رَكْعَةً ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھائی اور تین رکعات کے بعد سلام پھیر دیا اور گھر جانے لگے، پھر لمبے ہاتھوں والے خرباق نام کے ایک شخص کھڑے ہوئے اور انھوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اور آپ کے تین رکعت نماز پڑھانے کا ذکر کیا، آپ غصہ میں چادر کھینچتے ہوئے نکلے اور نمازیوں سے جا کر پوچھا: کیا یہ سچ کہتے ہیں؟ انھوں نے کہا جی! آپ نے ایک اور رکعت نماز پڑھا کر سلام پھیر دیا پھر دو سجدے کر کے سلام پھیرا۔

١١٩٥- وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ قَالَ نَا خَالِدٌ وَهُوَ الْحَذَّاءُ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ عَنْ اَبِي الْمُهَلَّبِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ سَلَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی تین رکعات نماز پڑھا کر سلام پھیر دیا، پھر آپ کھڑے ہو کر حجرے میں جانے لگے۔ ایک لمبے ہاتھوں والے شخص نے کہا:

فِي ثَلَاثِ رَكَعَاتٍ مِنَ الْعَصْرِ ثُمَّ قَامَ فَدَخَلَ الْحُجْرَةَ فَقَامَ رَجُلٌ بَسِيطُ الْيَدَيْنِ فَقَالَ أَقَصُرَتِ الصَّلٰوةُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَخَرَجَ مُغْضَبًا فَصَلَّى الرَّكْعَةَ الَّتِي كَانَ تَرَكَ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ ثُمَّ سَلَّمَ۔

یا رسول اللہ! کیا نماز کم ہو گئی ہے؟ آپ غصہ میں آئے اور جو رکعت رہ گئی تھی وہ پڑھا دی پھر آپ نے سلام پھیرا پھر دو سجدۂ سہو کیے اور سلام پھیر دیا۔

بَابُ ۲۰۶ سُجُودِ التِّلَاوَةِ

سجودِ تلاوت

۱۱۹۶ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى كُلُّهُمْ عَنْ يَحْيَى الْقَطَّانِ قَالَ زُهَيْرٌ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَيَقْرَأُ سُورَةً فِيهَا سَجْدَةٌ فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ مَعَهُ حَتَّى مَا يَجِدُ بَعْضُنَا مَوْضِعًا لِمَكَانِ جَبْهَتِهِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدۂ تلاوت والی سورت کی تلاوت فرماتے تو سجدہ کرتے اور ہم بھی آپ کے ساتھ سجدہ کرتے حتیٰ کہ ہم میں سے بعض کو اپنی پیشانی رکھنے کے لیے جگہ نہیں ملتی تھی۔

۱۱۹۷ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رُبَّمَا قَرَأَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْآنَ فَيَمُرُّ بِالسَّجْدَةِ فَيَسْجُدُ بِنَا حَتَّى ازْدَحَمْنَا عِنْدَهُ حَتَّى مَا يَجِدُ أَحَدُنَا مَكَانًا لِيَسْجُدَ فِيهِ فِي غَيْرِ صَلٰوةٍ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں۔ بسا اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے علاوہ قرآن مجید پڑھتے اور آیت سجدہ تلاوت کرتے تو ہمارے ساتھ سجدۂ تلاوت ادا کرتے حتیٰ کہ ہجوم کی وجہ سے ہم میں سے کسی کو سجدہ کی جگہ نہ ملتی۔

۱۱۹۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْأَسْوَدَ يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَرَأَ وَالنَّجْمِ فَسَجَدَ فِيهَا وَسَجَدَ مَنْ كَانَ مَعَهُ غَيْرَ أَنَّ شَيْخًا أَخَذَ كَفًّا مِنْ حَصًى أَوْ تُرَابٍ فَرَفَعَهُ إِلٰى جَبْهَتِهِ وَقَالَ يَكْفِينِي هٰذَا قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَقَدْ رَأَيْتُهُ بَعْدُ قُتِلَ كَافِرًا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ والنجم پڑھی اور سجدہ (تلاوت) ادا کیا۔ آپ کے پاس جتنے لوگ تھے ان سب نے سجدہ کیا، سوا ایک بوڑھے شخص کے اس نے مٹی کی ایک مٹھی بھر کر اپنی پیشانی سے لگائی اور کہا مجھے یہی کافی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ وہ شخص اس کے بعد کفر ہی کی حالت میں قتل کیا گیا۔

۱۱۹۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَيَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ حُجْرٍ قَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَنَا وَقَالَ الْآخَرُونَ نَا إِسْمٰعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ عَنِ ابْنِ قُسَيْطٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهُ سَأَلَ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَ الْإِمَامِ فَقَالَ لَا قِرَاءَةَ مَعَ الْإِمَامِ فِي شَيْءٍ وَزَعَمَ أَنَّهُ قَرَأَ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّجْمِ إِذَا هَوٰى فَلَمْ يَسْجُدْ۔

عطاء بن یسار کہتے ہیں کہ میں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا امام کے پیچھے قرأت کرنی جائز ہے۔ فرمایا امام کے پیچھے قرأت ہرگز جائز نہیں اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے والنجم اذا ھوی کی قرأت کی اور سجدہ نہیں کیا

۱۲۰۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ مَوْلَى الْأَسْوَدِ بْنِ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَرَأَ لَهُمْ إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ فَسَجَدَ فِيهَا فَلَمَّا انْصَرَفَ أَخْبَرَهُمْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجَدَ فِيهَا۔

حضرت ابو سلمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اذا السماء انشقت پڑھی اور سجدۂ تلاوت ادا کیا اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورت میں سجدہ کیا ہے۔

۱۲۰۱ - وَحَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى قَالَ أَنَا عِيسَى عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ هِشَامٍ كِلَاهُمَا عَنْ يَحْيَى ابْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

ایک اور سند سے ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۲۰۲ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسَى عَنْ عَطَاءِ بْنِ مِينَاءَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَجَدْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ وَاقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اذا السماء انشقت اور اقرا باسم ربک میں سجدہ کیا۔

۱۲۰۳ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ نَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ مَوْلَى بَنِي مَخْزُومٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ سَجَدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ وَاقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذا السماء انشقت اور اقرا باسم ربک میں سجدہ کیا

۱۲۰۴ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۲۰۵ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَا نَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ بَكْرٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ صَلَاةَ الْعَتَمَةِ فَقَرَأَ إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ فَسَجَدَ فِيهَا فَقُلْتُ مَا هٰذِهِ

ابو رافع بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں عشاء کی نماز پڑھی۔ انھوں نے اذا السماء انشقت تلاوت کی اور سجدہ کیا۔ میں نے پوچھا آپ نے یہ کیسا سجدہ کیا۔ انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ

Nafse Islam WWW.NAFSEISLAM.COM

السَّجْدَةَ فَقَالَ سَجَدْتُ بِهَا خَلْفَ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا أَزَالُ أَسْجُدُ بِهَا حَتّٰى أَلْقَاهُ وَقَالَ ابْنُ عَبْدِ الْأَعْلٰى فَلَا أَزَالُ أَسْجُدُهَا۔

علیہ وسلم کی اقتدا میں بھی یہ سجدہ کیا تھا اور تاحیات یہ سجدہ کرتا رہوں گا۔

۱۲۰۶ - وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا عِيسَى ابْنُ يُونُسَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ قَالَ نَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ ح وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ قَالَ نَا سُلَيْمُ ابْنُ أَخْضَرَ كُلُّهُمْ عَنِ التَّيْمِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ غَيْرَ أَنَّهُمْ لَمْ يَقُولُوا خَلْفَ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

۱۲۰۷ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَطَاءِ ابْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ رَأَيْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَسْجُدُ فِي إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ فَقُلْتُ تَسْجُدُ فِيهَا فَقَالَ نَعَمْ رَأَيْتُ خَلِيلِي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجَدَ فِيهَا فَلَا أَزَالُ أَسْجُدُ فِيهَا حَتّٰى أَلْقَاهُ قَالَ شُعْبَةُ قُلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ۔

ابو رافع بیان کرتے ہیں میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو "اذا السماء انشقت" کی تلاوت کے بعد سجدہ کرتے دیکھا میں نے ان سے پوچھا تو انھوں نے کہا میں نے اپنے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت کے بعد سجدہ کرتے دیکھا ہے اور میں تاحیات یہ سجدہ کرتا رہوں گا۔

سجدۂ تلاوت میں مذاہب ائمہ

امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور جمہور فقہاء کے نزدیک سجدۂ تلاوت سنت ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک سجدۂ تلاوت واجب ہے[۵] امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے دلائل یہ ہیں:

قرآن کریم میں ہے۔

"فما لهم لا يؤمنون ۝ واذا قرئ عليهم القرآن لا يسجدون۔ (انشقاق: ۲۰، ۲۱)

"وہ کیوں ایمان نہیں لاتے! اور جب ان کے سامنے قرآن مجید کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ سجدہ کیوں نہیں کرتے۔!"

اس آیت میں قرآن مجید کی تلاوت پر سجدہ نہ کرنے والوں کی مذمت کی گئی ہے اور مذمت واجب کے ترک پر کی جاتی ہے۔

نیز قرآن کریم میں ہے:

"فاسجدوا لله واعبدوا" (نجم: ۶۲)

"اللہ کے لیے سجدہ کرو اور اسی کی عبادت کرو۔"

اور امر وجوب کے لیے آتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ سجدہ کرنا واجب ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: "السجدة على من سمعها" (آیت سجدہ) سننے والے پر سجدہ تلاوت واجب ہے۔" صاحب ہدایہ نے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۵ؔ علامہ محی الدین نووی متوفی ۶۷۶ھ ، شرح المسلم للنووی ج ۱ ص ۲۱۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

نے فرمایا: السجدة علی من سمعها و علی من تلاها "آیت (سجدہ) تلاوت کرنے والے اور سننے والے دونوں پر سجدہ واجب ہے" وجہ استدلال یہ ہے کہ علی وجوب کے لیے آتا ہے۔ لیکن علامہ عینی اور علامہ زیلعی نے بیان کیا ہے کہ صاحب ہدایہ کی پیش کردہ حدیث غریب ہے بلکہ ثابت نہیں [۱]

امام بخاری نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: انما السجود علی من استمع [۲] سجدہ اس پر واجب ہے جو آیت (سجدہ) کو قصداً سنتا ہے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر آیت سجدہ تلاوت کی گئی اور آپ نے سجدہ نہیں کیا۔[۳] باقی ائمہ اور جمہور انھیں روایات کی بناء پر کہتے ہیں کہ سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ان روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے آیت سجدہ سن کر علی الفور سجدہ نہیں کیا اور سجدۂ تلاوت فوراً واجب نہیں ہوتا بلکہ سننے والے کے ذمہ ہو جاتا ہے چاہے اسی وقت ادا کرے چاہے بعد میں اور ہو سکتا ہے آپ نے اس وقت اس لیے سجدہ نہ کیا ہو تا کہ بعد میں سجدہ کرنے والوں کے لیے سہولت رہے اور آپ کا نمونہ موجود ہو۔

فقہی احکام

سجدۂ تلاوت کے لیے وضو اور قبلہ رُخ ہونا شرط ہے۔ اول آخر تکبیر سنت اور قیام مستحب ہے۔ سجدۂ تلاوت کی آیت سننے کے بعد سجدہ واجب ہو جاتا ہے خواہ اسے سننے کا قصد ہو یا نہ ہو۔ اگر ایک مجلس میں کئی آدمی آیت سجدہ تلاوت کریں تو ہر ایک کی تلاوت پر سجدہ واجب ہو گا [۴] ——— نماز میں سجدۂ تلاوت کی آیت پر رکوع کر لیا جائے یا اس کے بعد تین آیات پڑھ کر رکوع کر لیا جائے اور رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت کر لی جائے تو سجدۂ تلاوت ادا ہو جاتا ہے اور علیحدہ سجدہ کی ضرورت نہیں اور اگر رکوع میں نیت نہ کی ہو تو سجدہ میں بلانیت سجدۂ تلاوت ادا ہو جاتا ہے۔ علیحدہ سجدہ کی ضرورت نہیں۔ اور آیت سجدہ پڑھنے کے بعد تین آیات سے زیادہ پڑھ کر رکوع کیا تو علیحدہ سجدہ کرنا ہو گا [۵] اور اگر نماز میں سجدہ تلاوت ادا کرنے سے رہ جائے تو وہ ساقط ہو جاتا ہے ——— سجدۂ تلاوت صرف انسان کی تلاوت سے واجب ہوتا ہے اگر طوطے نے آیت سجدہ پڑھی یا گنبد یا پہاڑ سے ٹکرا کر سجدہ تلاوت کی بازگشت سنی تو سجدہ تلاوت واجب نہ ہو گا [۶] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کیسٹ (خواہ آڈیو یا وڈیو) سے سجدۂ تلاوت کی آیت سننے سے سجدہ واجب نہ ہو گا۔ ریڈیو اور ٹی وی سے جو قرأت نشر ہوتی ہے اس میں بالعموم ریکارڈنگ پیش کیجاتی ہے اس لیے ان کی آواز پر بھی سجدہ واجب نہ ہو گا

---

[۱] علامہ جمال الدین زیلعی متوفی ۷۶۲ ھ ۔ نصب الرایہ ج ۲ ص ۱۷۸ مطبوعہ مجلس علمی سورت ہند، ۱۳۵۷ ھ

[۲] امام ابو عبد اللہ بخاری متوفی ۲۵۶ ھ صحیح بخاری ج ۱، ص ۱۴۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ ھ

[۳] ایضاً ایضاً

[۴] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ ھ رد المحتار ج ۱ ص ۲۶ ۷ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ ھ

[۵] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ ھ رد المحتار ج ۱ ص ۲۲ ۷

[۶] 〃 〃 〃 〃 رد المحتار ج ۱ ص ۲۱ ۷

سجدات کی تعداد

سجدات تلاوت کی تعداد میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام شافعی کے نزدیک چودہ سجدے ہیں، دو سجدے سورۂ حج میں اور تین مفصل میں ہیں اور سورۂ ص میں سجدہ نہیں ہے امام مالک کے نزدیک گیارہ سجدے ہیں وہ مفصل کے تین سجدے نہیں مانتے، امام ابوحنیفہ کے نزدیک چودہ سجدے ہیں، مفصل کے سجدے اور سورۂ ص کا سجدہ البتہ حج کا ایک سجدہ نہیں مانتے اور امام احمد کے نزدیک پندرہ سجدے ہیں وہ سب سجدے مانتے ہیں [۱]

روایت تلک الغرانیق کی تحقیق:

اس باب کی تیسری حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے اس میں ذکر ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ والنجم پڑھی تو آپ نے سجدہ کیا اور سب مسلمانوں اور مشرکوں نے بھی سجدہ کیا، مشرکوں نے جو سجدہ کیا اس کی صحیح وجہ یہ ہے کہ آپ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں: افرأیتم اللات والعزی ومناۃ الثالثۃ الاخری (نجم: ۲۰، ۱۹) کیا تم نے دیکھا لات اور عزیٰ کو اور اس تیسری مناۃ کو" تو مشرکین اس بات سے خوش ہوئے کہ قرآن کریم میں ان کے بتوں کا ذکر آگیا اور انھوں نے بھی سجدہ کر لیا۔ اس سلسلہ میں مسند بزار اور تفسیر ابن مردویہ میں ایک شدید ضعیف روایت ذکر کی گئی ہے جس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ومناۃ الثالثۃ الاخری کی تلاوت کی تو شیطان نے آپ کی تلاوت میں خود یہ الفاظ ملا دیے یا آپ کی زبان سے جاری کرا دیے "تلک الغرانیق العلی فان شفاعتھن ترتجی"

"یہ مرغان بلند بانگ ان کی شفاعت کی مقبولیت متوقع ہے" یہ سن کر مشرکین خوش ہوئے اور سجدہ کر لیا۔ بعد میں جبریل نے آکر عرض کیا آپ نے وہ چیز تلاوت کی جس کو میں لیکر آیا نہ اللہ تعالیٰ نے اس کو نازل کیا اور آپ کے استفسار پر بتلایا کہ آپ نے یہ کلمات پڑھے ہیں۔ آپ رنجیدہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسلی کے لیے یہ آیات نازل فرمائیں:

وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ آیاتہ۔ (حج: ۵۲)

"اللہ تعالیٰ نے آپ سے پہلے کوئی رسول اور نبی نہیں بھیجا مگر (اس کے ساتھ یہ واقعہ گزرا ہے) جب اس نے آیات کی تلاوت کی تو شیطان نے اس کی تلاوت میں اپنی طرف سے کچھ ملا دیا پس اللہ تعالیٰ نے شیطان کے ملائے کو منسوخ کر دیا اور اپنی آیات کو محکم کر دیا"

یہ روایت اپنی تمام اسانید کے ساتھ سنداً باطل اور عقلاً مردود ہے۔ کیونکہ نہ یہ ممکن ہے کہ شیطان آپ کی زبان سے کلام کرے اور نہ یہ کہ اپنی آواز کو آپ کی آواز کے مشابہ کر سکے اور سننے والے اس کی آواز آپ کی آواز قرار دیں اگر بالفرض یہ ممکن ہو تو تمام شریعت سے اعتماد اٹھ جائیگا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ہم تک صحابہ کی روایت سے جو احکام پہنچے ہیں وہ آپ کا فرمان نہ ہوں بلکہ شیطان کا کہا ہوا ہو نیز حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ شیطان خواب میں آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل نہیں بن سکتا تو جب شیطان آپ کی صورت کے مماثل نہیں ہو سکتا تو آواز کے مماثل کیسے ہو سکتا ہے اور جب وہ سونے والے پر اشتباہ نہیں ڈال سکتا حالانکہ وہ اس حال میں مکلف نہیں ہوتا تو بیدار پر کیسے اشتباہ ڈال سکتا ہے۔ جبکہ وہ مکلف ہوتا ہے۔ امام ابومنصور ماتریدی، امام بیہقی، امام رازی، قاضی بیضاوی، علامہ نووی، علامہ کرمانی، علامہ بدرالدین عینی، علامہ قسطلانی اور علامہ آلوسی اور دیگر تمام محققین نے ان روایات کو رد کر دیا ہے۔ اہل علم میں سوا علامہ عسقلانی اور علامہ کورانی کے کسی نے ان روایات پر اعتماد

---

[۱]۔ علامہ ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ - مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۳۵۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ۔

نہیں کیا۔ سورۂ حج کی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ آلوسی نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی تبلیغ کے پیشِ نظر امت میں وسعت کی تمنا کرتے تو شیطان مسلمانوں کو دین سے برگشتہ کرنے کے لیے ان کے دلوں میں اسلام کے خلاف شکوک ڈال دیتا مثلاً شجرۃ الزقوم کے بارے میں کہتا جہنم میں درخت کا کیا معنی؟ درخت تو لکڑی کا ہوتا ہے اور آگ لکڑی جلا دیتی ہے پھر جہنم میں درخت کیسے ہو سکتا ہے۔ قرآن میں مکھی کا ذکر آیا تو کہا اتنا بڑا خدا ہے اور اتنی حقیر چیز کی مثال دیتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے: انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم ۔ (انبیاء: ۹۸) "تم اور اللہ کے سوا تمہارے معبود سب جہنم کا ایندھن ہیں" تو کہا عیسیٰ اور عزیر کی بھی عبادت کی گئی ہے اگر وہ بھی جہنم میں گئے تو ہمارے بت بھی چلے جائیں تو کوئی حرج نہیں۔ قرآن کریم میں ہے: ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ (انعام: ۱۲۱) "جس پر خدا کا نام نہ لیا جائے اسے مت کھاؤ" تو کہا کمال ہے خدا کا مارا ہوا حرام ہو اور تمہارا مارا ہوا حلال ہو جائے!۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبان سے ان تمام شبہات کو زائل کر کے اپنے دین اور اپنی آیات کو محکم فرما دیا۔ اس تفسیر کی بنیاد اس بات پر ہے کہ تمنی کا معنی "پڑھنا" نہیں بلکہ "آرزو کی" ہے [1] اور اب آیت کا ترجمہ یوں ہوگا:

"ہم نے آپ سے پہلے کسی رسول اور نبی کو نہیں بھیجا مگر جب بھی اس نے (اپنی امت کی وسعت کی) تمنا کی تو شیطان نے اس کی تمنا میں (شبہات پیدا کر کے) خلل ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ شیطان کے وسوسہ کو مٹا دیتا ہے اور اپنی آیات کو محکم کر دیتا ہے"

روایت تلک الغرانیق کا متن

امام بزار بیان کرتے ہیں:

حدثنا یوسف بن حماد، ثنا امیۃ بن خالد، ثنا شعبۃ، عن ابی بشر، عن سعید بن جبیر عن ابن عباس، فیما احسب اشک فی الحدیث ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان بمکۃ، فقرأ سورۃ النجم حتی انتھی الی: افرأیتم اللات والعزی ومناۃ الثالثۃ الاخری" فجری علی لسانہ تلک الغرانیق العلی، الشفاعۃ منھم ترتجی، قال فسمع ذلک مشرکو اھل مکۃ، فسروا بذلک فاشتد علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانزل اللہ تبارک وتعالیٰ وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان

امام بزار اپنی سند میں یوسف بن حماد، امیہ بن خالد، شعبہ، ابو بشر، سعید بن جبیر کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے آپ نے سورۃ النجم پڑھی جب اس آیت پر پہنچے" افرایتم اللات والعزی ومناۃ الثالثۃ الاخری" تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر یہ کلمات جاری ہوگئے: "تلک الغرانیق العلی، الشفاعۃ منھم ترتجی" "یہ مرغان بلند بانگ، ان کی شفاعت متوقع ہے۔" حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ مشرکین یہ سن کر خوش ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رنجیدہ ہوئے پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی" (ترجمہ:) ہم نے آپ سے پہلے جب بھی کوئی نبی یا رسول بھیجا تو اس کے ساتھ یہ ہوا ہے کہ جب اس نے تلاوت کی تو شیطان اس کی تلاوت میں کچھ القاء کر دیتا ہے

[1] علامہ محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی جز ۱۷ ص ۱۷۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

ثم یحکم اللہ اٰیاتہ۔

پھر اللہ تعالیٰ شیطان کے القاء کو مٹا دیتا ہے اور اپنی آیات پختہ کر دیتا ہے۔

اس روایت کو بیان کرنے کے بعد امام بزار لکھتے ہیں:

قال البزار لا نعلمہ یروی باسناد متصل یجوز ذکرہ الا بھذا الاسناد و امیہ بن خالد ثقۃ مشہور و انما یعرف ھذا من حدیث الکلبی عن ابی صالح، عن ابن عباس۔[1]

امام بزار فرماتے ہیں کہ ہمارے علم میں اس سند کے سوا اس حدیث کی اور کوئی ایسی سند متصل نہیں ہے جس کا ذکر کرنا جائز ہو، امیہ بن خالد مشہور ثقہ ہے، یہ حدیث کلبی از ابو صالح از ابن عباس کی سند کے ساتھ معروف ہے۔

علامہ الہیثمی اسی روایت کو امام طبرانی اور امام بزار کے حوالے سے ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ان الطبرانی قال لا اعلمہ الا عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقد تقدم حدیث مرسل فی سورۃ الحج اطول من ھذا و لکنہ ضعیف الاسناد۔[2]

امام طبرانی نے فرمایا میں اس حدیث کو صرف حضرت ابن عباس کی روایت سے جانتا ہوں، سورۂ حج کی تفسیر میں اس سے طویل حدیث گزر چکی ہے لیکن وہ ضعیف الاسناد ہے۔

علامہ الہیثمی نے طبرانی کی سند سے سورۂ حج میں جو طویل حدیث مرسل بیان کی ہے اس کے بعض حصے یہ ہیں:

وقرأ افرایتم اللات والعزی ومناۃ الثالثۃ الاخری القی الشیطان عند ذلک ذکرا لطواغیت فقال وانہم من الغرانیق العلی وان شفاعتھن لترتجی و ذلک من سجع الشیطان و فتنتہ فوقعت ھاتان الکلمتان فی قلب کل مشرک و ذلت بھا السنتھم واستبشروا بھا وقالوا ان محمدا قد رجع الی دینہ الاول و دین قومہ فلما بلغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٰخر السورۃ التی فیھا النجم سجد وسجد معہ کل من حضرہ من مسلم و مشرک ——— الی قولہ ——— فلما امسی اتاہ جبریل علیہ السلام فشکا الیہ فامرہ فقرأ ——— فلما بلغھا تبرأ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا "افرایتم اللات والعزی ومناۃ الثالثۃ الاخری" تو شیطان نے بتوں کا ذکر ڈال دیا اور کہا انھم من الغرانیق العلی وان شفاعتھن لترتجی۔ "یہ بلند بانگ پرندے ان کی شفاعت متوقع ہے"۔ اور یہ کلمات شیطان کے بنائے ہوئے اور اس کے فتنہ سے تھے۔ یہ دو کلمے ہر مشرک کے دل میں جاگزیں ہو گئے اور ان کی زبانوں پر جاری ہو گئے اور انھوں نے خوش ہو کر کہا "محمد اپنے اور اپنی قوم کے پہلے دین کی طرف لوٹ گئے"۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ النجم کے آخر میں پہنچے تو آپ نے سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ ہر مسلمان اور مشرک نے سجدہ کیا ——— شام کو آپ کے پاس جبریل آئے اور آپ سے اس واقعہ کی شکایت کی، آپ نے جبریل کو پڑھنے

---

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۳ ص ۷۲ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۴ھ

[2] " " " ، مجمع الزوائد ج ۷، ص ۱۱۵ مطبوعہ دار الکتاب العربی، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۰۲ھ۔

منها جبريل و قال معاذ الله من هاتين
ما انزلهما ربي ولا امرني بهما ربك
فلما رأى ذلك رسول الله صلى الله عليه
وسلم شق عليه و قال اطعت الشيطان
وتكلمت بكلامه و شركني في امر الله
فنسخ الله ما يلقي الشيطان وانزل عليه
وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبي
الا اذا تمنى القى الشيطان في امنيته
فينسخ الله ما يلقي الشيطان ثم يحكم
الله آياته والله عليم حكيم ليجعل
ما يلقي الشيطان فتنة للذين في قلوبهم
مرض والقاسية قلوبهم وان الظالمين
لفي شقاق بعيد فلما براه الله عز وجل
من سجع الشيطان و فتنته انقلب
المشركون بضلالهم وعداوتهم ؎

کا حکم دیا جب وہ ان کلمات پر پہنچے تو انھوں نے ان سے برأت کا اظہار کیا اور کہا معاذ اللہ ان کلمات کو میرے رب نے نازل کیا نہ مجھے ان کے پہنچانے کا حکم دیا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھا تو آپ کو رنج ہوا اور آپ نے فرمایا میں نے شیطان کی اطاعت کی اور اس کے کلام کو پڑھا اور وہ اللہ کے حکم میں میرا شریک ہو گیا پھر اللہ تعالیٰ نے شیطان کے اس القاء کو منسوخ کر دیا اور آپ پر یہ آیت نازل کی:
(ترجمہ:) "ہم نے آپ سے پہلے جب بھی کوئی نبی یا رسول بھیجا اس کے ساتھ یہ ہوا کہ جب بھی اس نے تلاوت کی تو شیطان نے اس کی تلاوت میں القاء کر دیا، تو اللہ تعالیٰ شیطان کے القاء کو منسوخ کر دیتا ہے، پھر اللہ اپنی آیات کو محکم کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ جاننے والا اور حکمت والا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ شیطان کے القاء کو ان لوگوں کے حق میں آزمائش کر دے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہیں اور بے شک ظالم مخالفت میں بہت دور جا پڑے ہیں" جب اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شیطان کے القاء سے بری کر دیا تو مشرکین اپنی گمراہی اور دشمنی کی طرف پھر لوٹ آئے۔

علامہ الہیثمی نے اس روایت کو امام طبرانی کے حوالے سے عروہ بن زبیر سے روایت کیا ہے اور یہ روایت مرسل ہے کیونکہ عروہ بن زبیر تابعی ہیں انھوں نے زمانہ رسالت نہیں پایا تھا۔

ہم نے اس روایت کو سند متصل اور سند مرسل دونوں طریقوں سے بالتفصیل اس لیے بیان کیا ہے تاکہ اہل علم اور قارئین کو معلوم ہو جائے کہ ہم اس روایت سے اس قدر شدید اختلاف کیوں کر رہے ہیں۔

روایت تلک الغرانیق کی فنّی حیثیت پر بحث و نظر

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ ان روایات کی تمام اسانید ہر چند کہ ضعف، انقطاع اور ارسال سے خالی نہیں لیکن چونکہ یہ روایت متعدد اسانید سے منقول ہے اس لیے اس کی کثرت اسانید سے پتا چلتا ہے کہ ان کی کوئی نہ کوئی

؎ ۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۷، ص ۷۲-۷۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی الطبعۃ الثالثہ ۱۴۰۲ھ

اصل ہے[1]۔ علم حدیث میں حافظ ابن حجر عسقلانی کا مقام بہت بلند ہے اور ہم ان کی عظمتوں کی گرد راہ کو بھی نہیں پا سکتے لیکن اس کے باوجود معذرت کے ساتھ یہ کہنے کی جسارت کرتے ہیں کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے انقطاع کی صراحت کے ساتھ یہ حدیث بزار اور ابن مردویہ کی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے پھر کلبی، سدی، نحاس، ابن اسحاق، طبری، ابن ابی حاتم اور ابن منذر کی اسانید کے ساتھ بھی حضرت ابن عباس سے اس روایت کا ذکر کیا ہے اور یہ تصریح بھی کی ہے کہ یہ اسانید ضعف اور انقطاع سے خالی نہیں ہیں۔ ہماری گذارش یہ ہے کہ یہ روایت اپنی تمام اسانید کے ساتھ صرف حضرت ابن عباس سے مروی ہے ان کے علاوہ کسی اور صحابی سے یہ روایت مروی نہیں ہے۔ اگر بالفرض یہ روایت صحیح ہوتی تو یہ واقعہ ان عجیب وغریب امور پر مبنی ہونے کی وجہ سے بکثرت صحابہ سے مروی ہوتا۔ جبکہ اس روایت کے مطابق اس وقت بکثرت صحابہ موجود تھے پھر صرف حضرت ابن عباس ہی اس کو کیوں روایت کرتے ہیں؟ دوسری گذارش یہ ہے کہ یہ ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے اور ہجرت کے وقت حضرت ابن عباس کی عمر صرف تین سال تھی[2] تو کیا ایک یا دو سال کی عمر میں حضرت ابن عباس نے اس واقعہ کا مشاہدہ کیا تھا! اس روایت کو وضع کر کے حضرت ابن عباس کی طرف منسوب کرنے والوں نے اس وقت ابن عباس کی عمر پر بھی غور نہیں کیا، تیسری گذارش یہ ہے کہ اس روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے شیطان نے یہ کلمات (تلك الغرانیق العلی الخ) کہلوا لیے تو حضرت جبریل نے آکر کہا آپ نے وہ بات کہی جس کو میں لے کر نہیں آیا اور نہ اللہ تعالیٰ نے نازل کی اس پر آپ رنجیدہ ہوئے پس اللہ تعالیٰ نے آپ کے حزن وملال کو زائل کرنے کے لیے سورۂ حج کی یہ آیت نازل فرمائی (وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی) اور سورۂ حج مدنی ہے اور سورۂ نجم سن کر مشرکوں کے سجدے کا واقعہ ہجرت سے کئی سال پہلے کا ہے تو گویا آپ کو جو اس واقعہ سے رنج وملال ہوا اس کو زائل کرنے کے لیے کئی سال بعد سورۂ حج کی یہ آیت نازل ہوئی، یہ بات منطق کے بھی خلاف ہے اور اس من گھڑت روایت کے بھی خلاف ہے کیونکہ اس میں یہ ہے کہ آپ رنجیدہ ہوئے تو حضرت جبریل یہ آیت لے کر آئے۔ چوتھی گذارش یہ ہے کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ قرآن مجید کو پہنچانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عمداً، خطاً، نسیاناً، سہواً کسی طرح غلطی نہیں ہو سکتی پھر یہ کیسے متصور ہو سکتا ہے کہ بقول اس روایت کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے العیاذ باللہ کفریہ کلمات صادر ہو گئے۔ پانچویں گذارش یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر شیطان کا جبر کرنا کسی مسلمان کے نزدیک متصور نہیں ہے پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ شیطان نے یہ کلمات آپ سے کہلوا لیے ہوں، ہم اس روایت سے ہزار بار اللہ کی پناہ مانگتے ہیں!۔

روایت تلک الغرانیق کے بارے میں محدثین کی آراء

حافظ بدر الدین اس بحث میں حافظ ابن حجر عسقلانی پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قاضی عیاض

---

[1] حافظ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۸ ص ۴۳۹، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ۔

[2] شیخ ولی الدین عراقی متوفی ۷۴۲ھ، الاکمال فی اسماء الرجال مع المشکوٰۃ ص ۶۱۴، مطبوعہ اصح المطابع دہلی۔

[3] ایسی حدیث کا اعتبار فضائل اعمال میں کر لیا جاتا ہے امور علمیہ اعتقادیہ میں نہیں کیا جاتا بلکہ خبر واحد صحیح بھی اس باب میں حجت نہیں ہے (سعیدی)

اور ابن عربی نے اس روایت کو رد کیا ہے اور یہی چیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت قدر اور عظمت شان کے لائق ہے۔ کیونکہ ان کلمات کفریہ کے جاری ہونے سے آپ کی زبان کی عصمت، نزاہت اور براءت دلائل کثیرہ اور اجماع امت سے ثابت ہے آپ اس چیز سے بری ہیں کہ آپ کے قلب یا زبان پر اس قسم کی کوئی چیز جاری ہو یا شیطان کا آپ پر تسلط ہو یا آپ اللہ تعالیٰ کی طرف غلط بات کی عمداً یا سہواً نسبت کریں یہ دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے محال ہے اور اگر بالفرض ایسا ہوتا تو بہت سے مسلمان مرتد ہو جاتے اور یہ منقول نہیں ہے۔ نیز اگر ایسا ہوتا تو صحابہ سے یہ امر مخفی نہ رہتا۔[1]

قاضی عیاض اس بحث میں لکھتے ہیں اس روایت کو مصنفین کتب صحاح میں سے کسی نے نقل نہیں کیا نہ یہ کسی سند صحیح اور متصل سے مروی ہے اس روایت کو بعض ان مفسرین اور مؤرخین نے ذکر کیا ہے جو عجیب و غریب باتوں کو جمع کرنے کے شوق میں ہر قسم کی رطب و یابس اور غلط سلط باتیں بیان کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد قاضی عیاض نے اس روایت کے راویوں کی فنی کمزوریاں ذکر کی ہیں، پھر بکثرت دلائل سے ثابت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر شیطان کا تسلط محال ہے اور یہ ممکن نہیں کہ قرآن مجید کو پہنچاتے ہوئے آپ کی زبان سے وہ بات نکلے جو اللہ تعالیٰ نے نہ فرمائی ہو۔ پھر قاضی عیاض فرماتے ہیں اگر ایسا ہوا ہوتا تو مشرکین مسلمانوں کا مذاق اڑاتے۔ منافقین، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں طعنہ زنی کرتے اور العیاذ باللہ کئی ضعیف القلب مسلمان مرتد ہو جاتے۔ قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ شیطان نے القاء ضرور کیا ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں بلکہ ان بعض غافل محدثین پر القاء کیا ہے۔ جنہوں نے ضعیف مسلمانوں کے دین میں خلل ڈالنے کے لیے شیطان سے یہ روایت سنی اور (حضرت عبداللہ ابن عباس کی طرف منسوب کرتے ہوئے) مختلف اسانید سے پھیلا دی۔[2]

علامہ کرمانی لکھتے ہیں کہ تلک الغرانیق العلی والی روایت باطل ہے۔ عقلاً صحیح ہے نہ نقلاً۔ کیونکہ مشرکین کے خداؤں کی تعریف کرنا کفر ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کی نسبت کرنا صحیح نہیں، نہ یہ صحیح ہے کہ آپ نے یہ کہا، العیاذ باللہ آپ اس سے بری ہیں[3]۔ سورۂ نجم کی تفسیر میں بھی علامہ کرمانی نے اس کا رد کیا ہے۔[4]

ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ بعض مفسرین نے اس روایت کو نقل کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے نیز فرماتے ہیں کہ یہ جو روایت میں ہے کہ مشرکین نے اس لیے سجدہ کیا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے باطل خداؤں کی تعریف کی تھی یہ باطل قول ہے اور زندیقوں کا گھڑا ہوا ہے۔[5]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کہتے ہیں کہ یہ قصہ عقلاً اور نقلاً وجوہ کثیرہ سے باطل ہے اور یہ روایت موضوع ہے۔[6]

---

[1] ۔ علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ ھ۔ عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۶۶، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ ھ۔
[2] ۔ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۴ ھ، الشفاء مجملہ ج ۲ ص ۱۱۰-۱۰۶، مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان۔
[3] ۔ علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ ھ، شرح البخاری للکرمانی، ج ۶ ص ۱۵۳ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۱ ھ
[4] ۔ " " " شرح البخاری للکرمانی ج ۱۸ ص ۱۱۶
[5] ۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ ھ، مرقات ج ۳ ص ۳۲ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔ ۱۳۹۲ ھ۔
[6] ۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲، اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۴۷۴ مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ، بار نہم ۱۹۶۴ ع۔

روایت تلک الغرانیق کے بارے میں مفسرین کی آراء

قاضی ابوبکر ابن العربی نے دس وجوہ سے اس روایت کو باطل کیا ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب نبی کے پاس فرشتہ کو وحی دے کر بھیجتا ہے تو اس میں ایک علم پیدا کرتا ہے جس سے وہ جان لیتا ہے کہ یہ فرشتہ ہے ورنہ نبی کو کیسے یقین ہوگا کہ یہ اللہ کی وحی ہے پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ شیطان آکر کچھ کلمات پڑھے اور آپ کو پتا نہ چلے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اہل اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کفر و شرک سے معصوم رکھا ہے اور جو شخص ایک آن کے لیے بھی آپ پر کفر کو جائز رکھے وہ خود اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ اور ظاہر ہے کہ بتوں کی تعریف کرنا اور ان کو شفاعت کرنے والا کہنا کفر ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ ہم امت محمدیہ کا تلچھٹ ہیں ہم بھی ان کلمات کا کفر یہ ہونا جانتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جن کو اللہ تعالیٰ نے خود اپنی معرفت کرائی ہے، کب ان کلمات کے کفر سے غافل ہو سکتے ہیں۔ علامہ ابن العربی نے اسی طرح باقی وجوہات بیان کیں اور آخر میں فرمایا کہ یہ تمام روایات باطل ہیں ان کی کوئی اصل نہیں ہے [۱]

علامہ نسفی اس روایت پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں اس روایت کے مطابق اگر آپ نے یہ کلمات عمداً کہے تو یہ باطل ہے کیونکہ یہ کفر ہے اور اگر شیطان نے بزور آپ کی زبان سے یہ کلمات جاری کرائے تو یہ بھی محال ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ (اسراء: ۶۵) "(اے شیطان) تجھے میرے خاص بندوں پر تسلط نہیں ہو سکتا" تو حضور پر بطریق اولیٰ تسلط نہیں ہوگا یا سہواً اور غفلت کی وجہ سے یہ کلمات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکل گئے۔ یہ بھی باطل ہے کیونکہ وحی پہنچاتے ہوئے اس قسم کی غفلت آپ پر جائز نہیں ہے ورنہ شریعت سے بالکلیہ اعتماد اٹھ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ (حم السجدہ: ۴۲) "(قرآن میں) باطل نہ سامنے سے آسکتا ہے نہ پیچھے سے" یعنی غیر قرآن، قرآن میں شامل نہیں ہو سکتا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر: ۹) "ہم نے قرآن مجید کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ [۲]

امام رازی لکھتے ہیں کہ یہ روایت قرآن، سنت اور عقلی دلائل سے باطل ہے پھر انھوں نے اس کے بطلان پر قرآن مجید کی سات آیات پیش کی ہیں اور سنت سے اس کے بطلان پر دلیل پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ سے اس قصہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا یہ روایت زندیقوں نے گھڑی ہے اور اس پر انھوں نے ایک کتاب تصنیف کی اور امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی نے فرمایا یہ قصہ از روئے روایت ثابت نہیں ہے اور انھوں نے اس روایت کے تمام راویوں پر کلام کیا اور یہ واضح کیا کہ اس کے تمام راوی مطعون ہیں نیز صحیح بخاری میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ والنجم پڑھی جس کو سن کر تمام مسلمانوں، مشرکوں اور جن و انس نے سجدہ کیا اور اس میں غرانیق کا قصہ نہیں ہے۔ اس کے بعد امام رازی نے اس روایت کے بطلان پر

---

[۱] علامہ ابوبکر محمد بن عبد اللہ ابن العربی متوفی ۵۴۳ھ، احکام القرآن ج ۳، ص ۱۳۰۳-۱۳۰۰، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت۔

[۲] علامہ ابوالبرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی متوفی ۷۱۰ھ مدارک التنزیل علی ھامش الخازن ج ۳ ص ۳۱۳ مطبوعہ دار الکتب پشاور۔

پانچ عقلی دلیلیں قائم کی ہیں۔ پانچویں دلیل یہ ہے کہ اگر یہ جائز ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآن پہنچانے میں شیطان آپ کی زبان سے وہ کلمات کہلوا دے جو قرآن نہیں ہیں تو شریعت سے بھروسہ اور اعتماد اٹھ جائے گا اور ہر آیت میں یہ احتمال ہو گا کہ شاید یہ غیر قرآن ہو اور یہ بداہۃً باطل ہے۔[1]

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ: قرآن مجید میں ہے: "وان کادوا لیفتنونک عن الذی اوحینا الیک لتفتری علینا غیرہ و اذا لاتخذوک خلیلا ۝ ولولا ان ثبتناک لقد کدت ترکن الیھم شیئا قلیلا (اسراء: ۷۴،۷۳)

"وہ آپ کو ہماری وحی سے لغزش دینے کے قریب تھے تاکہ آپ ہم پر کوئی بات گھڑ دیں اور اس وقت وہ ضرور آپ کو اپنا دوست بنا لیتے اور اگر ہم آپ کو مضبوط نہ رکھتے تو آپ ان کی طرف تھوڑا سا مائل ہو جاتے۔" ان آیتوں کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اللہ پر افترا باندھنے سے محفوظ اور معصوم رکھا اور اس روایت میں ہے کہ آپ نے اللہ پر افتراء باندھا اور وہ بات کہی جو اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمائی نیز یہ ہے کہ آپ نے کہا "میں نے شیطان کی اطاعت کی اور اس کا کلام کہا۔" لہٰذا یہ روایت صراحۃً ان آیتوں کے خلاف اور ان کی ضد ہے۔ پس یہ روایت اگر سند صحیح سے بھی وارد ہوتی تو مردود قرار دی جاتی اور جب فی الواقع اس کی سند صحیح نہیں ہے تو کیونکر نہ مردود ہو گی! نیز علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ ہم اس روایت سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں اس کی کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہے۔[2]

علامہ ابو حیان اندلسی لکھتے ہیں کہ ابن عطیہ، زمخشری اور بعض دوسرے مفسرین نے اس جگہ ایسی چیزیں لکھی ہیں جن کا وقوع عام مسلمانوں سے بھی نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ ان کی نسبت نبی معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی جائے جامع السیرۃ النبویہ امام محمد بن اسحاق سے اس قصہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ اس کو زندیقوں نے گھڑ لیا ہے اور اس پر انھوں نے ایک مستقل کتاب لکھی اور امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی نے فرمایا کہ از روئے روایت یہ قصہ صحیح نہیں ہے اور اس کے تمام راوی مطعون ہیں اور صحاح اور حدیث کی دیگر معتبر کتب میں یہ قصہ نہیں ہے اور اس قصہ کو پھینک دینا واجب ہے اس لیے میں نے اپنی کتاب کو اس قصہ کے ذکر سے پاک رکھا ہے۔ جن لوگوں نے اس قصہ کو نقل کیا ہے ان پر تعجب ہے کہ ایک طرف تو وہ قرآن مجید میں یہ آیات تلاوت کرتے ہیں

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۝ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۝ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ (والنجم: ۱-۴)

ترجمہ: "قسم ہے روشن ستارے کی جب وہ زمین پر اترا، تمہارے آقا نہ کبھی گمراہ ہوئے اور نہ بے راہ چلے اور وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں فرماتے، ان کا فرمانا صرف اس وحی سے ہوتا ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔" اور یہ آیت پڑھتے ہیں: قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْۤ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ ۔ (یونس: ۱۵) "مجھے حق نہیں کہ میں اپنی طرف سے قرآن کو بدل دوں میں صرف اس کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر وحی کی جاتی ہے۔" اور ان آیات کو پڑھنے کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ بھی منسوب کرتے

[1] امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ تفسیر کبیر ج ۶ ص ۱۶۹-۱۶۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ۔
[2] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ الجامع لاحکام القرآن ج ۱۲ ص ۸۴ مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۷ھ

ہیں کہ آپ نے قرآن مجید پہنچاتے ہوئے اس میں کچھ اور کلمات ملا دیئے۔ [ا]

علامہ آلوسی نے ص: ۱۷۶ سے ۔ ے کر ص: ۱۸۰ تک اس موضوع پر طویل بحث کی ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی اور شیخ ابراہیم کورانی نے اس روایت کی جس قدر تاویلات بیان کی ہیں سب کا چن چن کر رد کیا ہے۔ اس بحث میں انھوں نے حصص الاتقیاد سے شیخ ابو منصور ماتریدی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ شیطان نے اپنے زندیق اور بے دین چیلوں کے دلوں میں تلک الغرانیق کا وسوسہ ڈالا ہے تاکہ وہ ضعیف مسلمانوں کو دین کے بارے میں شک و شبہ میں مبتلا کریں حالانکہ بارگاہ رسالت پناہ اس قسم کی خرافات سے بری ہے۔ [۲]

شیخ ابو منصور ماتریدی کی طرح قاضی عیاض نے بھی یہی لکھا ہے اور اس کی تائید میں حضرت ملا علی قاری نے یہ آیت پیش کی: وکذلک جعلنا لکل نبی عدوا شیطین الانس والجن یوحی بعضھم الی بعض زخرف القول غرورا ولوشاء ربک ما فعلوہ فذرھم وما یفترون ۔ (انعام: ۱۱۲)

اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کا شیاطین انس اور جن کو دشمن بنا دیا، یہ ایک دوسرے کو ملمع کی ہوئی جھوٹی بات (لوگوں کو) بہکانے کے لیے پہنچاتے ہیں اور اگر آپ کا رب چاہتا تو وہ یہ کام نہ کرتے۔ پس آپ انھیں اور ان کے بہتان کو چھوڑ دیں۔" اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخر زمانہ میں کچھ لوگ ایسی حدیثیں بیان کریں گے جن کو تم نے سنا ہو گا نہ تمہارے باپ دادا نے۔ تم ان سے دور رہو وہ تم سے دور رہیں تاکہ وہ تمہیں گمراہ کر سکیں نہ فتنہ میں ڈال سکیں۔ نیز آپ نے فرمایا: آخر زمانہ میں دجال اور کذاب ہوں گے وہ تم کو ایسی حدیثیں سنائیں گے جو تم نے سنی ہوں گی نہ تمہارے باپ دادا نے، تم ان سے دور رہو وہ تم سے دور رہیں تاکہ وہ تم کو گمراہ کر سکیں نہ فتنہ میں ڈال سکیں۔ [۳]

ایک شبہ کا ازالہ

ہم نے اس روایت کی فنی نوعیت واضح کی ہے۔ اور جلیل القدر محدثین اور مفسرین کی آراء بھی بیان کی ہیں جن سے اس روایت کا من گھڑت اور جھوٹ ہونا واضح ہو گیا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس روایت کی یہ تاویل کی ہے کہ شیطان نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مشابہ آواز میں یہ کلمات کہے اور سننے والوں نے یہ سمجھا کہ آپ نے یہ کلمات فرمائے ہیں اس جواب کو بعض علماء نے اپنی تصانیف میں نقل کیا ہے۔

لیکن یہ جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ جس طرح شیطان آپ کی مثل نہیں بن سکتا اسی طرح آپ کی آواز کی مثل بھی نہیں بنا سکتا۔ کیونکہ مماثلت کی نفی یا اس وجہ سے ہے کہ ہدایت اور گمراہی میں اشتباہ نہ ہو یا تعظیم کی وجہ سے ہے اور اگر شیطان آپ کی آواز کی مثل پر قادر ہو تو یہ تعظیم کے خلاف ہے اور اگر شیطان آپ کی آواز کی نقل اتار سکے اور لوگ شیطان کی آواز کو آپ کی آواز سمجھ لیں تو ہدایت گمراہی کے ساتھ مشتبہ ہو جائے گی۔ بعض علماء نے اس پر اس سے استدلال کیا ہے کہ لوگ شیطان کی آواز سنتے تھے کیونکہ جنگ بدر میں شیطان نے کفار سے کہا تھا کہ "لا غالب لکم الیوم"

[ا] علامہ ابو الحیان محمد بن یوسف اندلسی غرناطی متوفی ۷۵۴ھ، البحر المحیط ج ۶ ص ۳۸۲ - ۳۸۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۳ھ۔

[۲] علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۷، ص ۱۷۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

[۳] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح الشفاء علی ہامش نسیم الریاض ج ۴ ص ۹۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

اور جنگ احد میں شیطان نے آواز دی تھی کہ "حضور شہید ہو گئے" لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ یہاں شیطان کی آواز حضور کے مشابہ تھی نہ کسی نے اسکی آواز کو آپ کے مشابہ سمجھا تھا پھر اس سے اس پر کیسے استدلال ہو سکتا ہے کہ شیطان آپ کی آواز کی مشابہت کر سکتا ہے۔

میرے نزدیک چونکہ یہ روایت بارگاہ رسالت کی عظمتوں کے منافی تھی اس لیے میں نے اس کے رد اور ابطال میں کافی تفصیل اور تحقیق سے گفتگو کی ہے۔ میں اس پر بہت عرصہ سے غور و فکر کرتا رہا ہوں۔ سب سے پہلے میں نے یہ بحث ابریز میں پڑھی جس میں سیدی غوث عبدالعزیز دباغ قدس سرہٗ نے اس روایت کو باطل اور موضوع قرار دیا اور سورۂ حج کی زیر بحث آیت (۵۲) کا صحیح محمل بیان کیا۔ اس کے بعد میں اس پر مسلسل مطالعہ کرتا رہا۔ میں نے اپنے معاصر علماء سے اس روایت کے بارے میں مذاکرہ بھی کیا میں نے دیکھا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کی اتباع میں بعض جید علماء نے بھی اس موضوع روایت کو اس باطل تاویل کے سہارے اختیار کر لیا ہے جس کو ابھی ہم نے حافظ ابن حجر کے حوالے سے ذکر کیا ہے تاہم یہ علماء صحیح العقیدہ ہیں اور ان کی نیت فاسد نہیں ہے صرف روایت پرستی کے روگ کی وجہ سے انہوں نے اس روایت کو اس باطل تاویل کے ساتھ اپنی تصانیف میں درج کر دیا، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور مصنف کے دل میں محبت رسول کو اور زیادہ کر دے ___ اے اللہ! تو گواہ ہے کہ میں شخصیت پرست نہیں ہوں، اللہ اور اس کے رسول کی حرمت سے بڑھ کر مجھے کسی کی حرمت عزیز نہیں ہے، میں نے جو یہ سعی کی ہے وہ صرف اور صرف مقام رسول کے تحفظ کی خاطر کی ہے، اے اللہ! اس کوشش کو قبول فرما اور اس کو مصنف کے لیے توشۂ آخرت اور مغفرت اور رحمت کا ذریعہ بنا دے، مصنف کو بیش از بیش خدمت دین کی توفیق دے اور اس کا ایمان پر خاتمہ فرما اور دارین کی نعمتیں اور سعادتیں اس کا مقدر کر دے! آمین یا رب العالمین! والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد سید المرسلین خاتم النبیین علیہ وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین!

باب۲۰ صِفَةِ الْجُلُوْسِ فِي الصَّلٰوةِ وَكَيْفِيَّةِ وَضْعِ الْيَدَيْنِ عَلَى الْفَخِذَيْنِ

نماز میں بیٹھنے کا طریقہ

۱۲۰۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرِ بْنِ رِبْعِيٍّ الْقَيْسِيُّ قَالَ نَا اَبُوْ هِشَامٍ الْمَخْزُوْمِيُّ عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ وَهُوَ ابْنُ زِيَادٍ قَالَ نَا عُثْمَانُ بْنُ حَكِيْمٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَامِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَعَدَ فِي الصَّلٰوةِ جَعَلَ قَدَمَهُ الْيُسْرٰى بَيْنَ فَخِذِهٖ وَسَاقِهٖ وَفَرَشَ قَدَمَهُ الْيُمْنٰى وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرٰى عَلٰى رُكْبَتِهِ الْيُسْرٰى وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى وَاَشَارَ بِاِصْبَعِهٖ۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں بیٹھتے تو بائیں پیر کو ران اور پنڈلی کے درمیان کھڑا کر لیتے اور دایاں پاؤں بچھاتے اور بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر اور دایاں ہاتھ دائیں ران پر رکھتے اور (شہادت کے وقت) انگلی سے اشارہ کرتے۔

۵۷- سیدی احمد بن مبارک، ابریز من کلام سیدی عبدالعزیز ص ۲۴۲ مطبوعہ مصطفےٰ البابی واولادہ مصر، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۰ھ۔

۱۲۰۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَعَدَ يَدْعُو وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُمْنَى وَيَدَهُ الْيُسْرَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُسْرَى وَأَشَارَ بِإِصْبَعِهِ السَّبَّابَةِ وَوَضَعَ إِبْهَامَهُ عَلَى إِصْبَعِهِ الْوُسْطَى وَيُلْقِمُ كَفَّهُ الْيُسْرَى عَلَى رُكْبَتِهِ ۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دعا کے وقت اس طرح بیٹھے ہوتے کہ دایاں ہاتھ دائیں ران پر اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر ہوتا اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے انگوٹھا بیچ کی انگلی پر رکھتے اور بایاں ہاتھ گھٹنوں پر رکھتے۔

۱۲۱۰ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدٌ أَنَا وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا جَلَسَ فِي الصَّلٰوةِ وَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى رُكْبَتَيْهِ وَرَفَعَ إِصْبَعَهُ الْيُمْنَى الَّتِي تَلِي الْإِبْهَامَ فَدَعَا بِهَا وَيَدَهُ الْيُسْرَى عَلَى رُكْبَتِهِ الْيُسْرَى بَاسِطَهَا عَلَيْهَا ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں بیٹھتے تو اپنے ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھتے اور جو انگلی انگوٹھے کے قریب ہے اس سے اشارہ کرتے دراں حالیکہ آپ کا بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر بچھا ہوتا۔

۱۲۱۱ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ نَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَعَدَ فِي التَّشَهُّدِ وَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرَى عَلَى رُكْبَتِهِ الْيُسْرَى وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى رُكْبَتِهِ الْيُمْنَى وَعَقَدَ ثَلَاثَةً وَخَمْسِينَ وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشہد میں بیٹھتے تو بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر رکھتے اور دایاں، دائیں پر اور شہادت کے وقت ترپن کا عقد بناتے اور انگشت شہادت سے اشارہ کرتے۔

۱۲۱۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمُعَاوِيِّ أَنَّهُ قَالَ رَآنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَأَنَا أَعْبَثُ بِالْحَصٰى فِي الصَّلٰوةِ فَلَمَّا انْصَرَفَ نَهَانِي فَقَالَ اصْنَعْ كَمَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ قُلْتُ وَكَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ قَالَ كَانَ إِذَا جَلَسَ فِي الصَّلٰوةِ وَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنَى عَلَى

عبدالرحمن معاوی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھے نماز میں کنکریوں سے کھیلتے ہوئے دیکھا، انھوں نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد مجھے اس سے منع کیا اور کہا اس طرح کیا کرو جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے۔ میں نے پوچھا آپ کیسے کیا کرتے تھے۔ کہا جب آپ نماز میں بیٹھتے تو دائیں ہتھیلی اپنی دائیں ران پر رکھتے اور سب انگلیوں کو بند کر کے جو انگلی انگوٹھے کے

فَخِذِہِ الْیُمْنٰی وَقَبَضَ اَصَابِعَہٗ کُلَّھَا وَاَشَارَ بِاِصْبَعِہِ الَّتِیْ تَلِی الْاِبْہَامَ وَوَضَعَ کَفَّہُ الْیُسْرٰی عَلٰی فَخِذِہِ الْیُسْرٰی۔

قریب ہے اس سے اشارہ فرماتے اور بائیں ہتھیلی بائیں ران پر رکھتے۔

۱۲۱۳۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ قَالَ نَا سُفْیَانُ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ اَبِیْ مَرْیَمَ عَنْ عَلِیِّ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمُعَاوِیِّ قَالَ صَلَّیْتُ اِلٰی جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ فَذَکَرَ نَحْوَ حَدِیْثِ مَالِکٍ وَزَادَ قَالَ سُفْیَانُ وَکَانَ یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ حَدَّثَنَا بِہٖ عَنْ مُسْلِمٍ ثُمَّ حَدَّثَنِیْہِ مُسْلِمٌ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

تورک کا طریقہ

تورک علی وجہ السنۃ کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں پیر کو نصب کیا جائے اور بائیں پیر کو پنڈلی اور ران کے نیچے بچھا کر سرین پر بیٹھا جائے جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی روایت میں بائیں پیر کو نصب کرنے اور دائیں پیر کو بچھانے کا ذکر ہے جیسا کہ اس باب کی پہلی حدیث میں ہے۔ یہ حدیث چونکہ باقی احادیث صحیحہ کے خلاف ہے اس لیے قاضی عیاض کی رائے ہے کہ اس روایت میں دائیں پیر کی جگہ بائیں پیر کا ذکر کر دیا گیا۔ علامہ نووی نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اصل تو دائیں پیر کا نصب کرنا ہے۔ بیان جواز کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بائیں پیر کو بھی نصب کیا ہے۔

تورک میں مذاہب

دائیں پیر کو نصب کر کے سرین پر بیٹھنا تورک ہے اور بائیں پیر کو بچھا کر اس پر بیٹھنا افتراش ہے۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک دونوں قعدوں میں افتراش افضل ہے۔ امام مالک کے نزدیک دونوں میں تورک افضل ہے۔ امام شافعی کے نزدیک پہلے تشہد میں افتراش اور دوسرے میں تورک افضل ہے۔ امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہے[۱] البتہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ دونوں طرح بیٹھنا جائز ہے۔[۲]

رفع سبابہ میں مذاہب اربعہ

صحیح مسلم، جامع ترمذی اور دیگر کتب حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشہد میں کلمہ شہادت پڑھتے وقت مٹھی بند کر کے شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا کرتے تھے بلکہ اس موضوع پر اس قدر احادیث ہیں کہ بعض علماء نے کہا کہ تشہد میں انگشت شہادت سے اشارہ کرنا حدیث متواتر سے ثابت ہے۔ ائمہ اربعہ نے بھی اس کو مسنون قرار دیا ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جلس فی الصلوۃ وضع کفہ الیمنی علی فخذہ الیمنی و قبض اصابعہ کلھا و اشار باصبعہ التی تلی الابہام و وضع کفہ الیسری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں بیٹھتے تو دایاں ہاتھ دائیں ران پر رکھتے اور مٹھی بند کر کے انگوٹھے کے قریب والی انگلی سے اشارہ کرتے اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھتے۔ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم رسول

۱۔ علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ۔ المبسوط جز اص ۲۴ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۴۰۰ھ

۲۔ ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۳۰ھ مغنی ابن قدامہ ج اص ۲۱۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

علی فخذہ الیسریٰ قال محمد وبصنیع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناخذ وھذا قول ابی حنیفۃ۔ [1]

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کو اپناتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔

علامہ وشتانی مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عن مالک انہ یحرکہا ... استحب فی سماع ابن القاسم تحریک الاصابع فی التشہد ابن رشد تحریکہا ھو السنۃ من فعلہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ [2]

امام مالک انگلی سے اشارہ کرتے تھے .... ابن القاسم مالکی تشہد میں اشارہ کرنے کو مستحب قرار دیتے تھے۔ اور ابن رشد مالکی اس کو سنت قرار دیتے تھے۔

علامہ نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اما الاشارۃ بالمسبحۃ مستحبۃ عندنا للاحادیث الصحیحۃ قال اصحابنا یشیر عند قولہ لا الٰہ الا اللہ من الشہادۃ ویشیر بمسبحۃ الیمنی لا غیر۔ [3]

احادیث صحیحہ کی بنا پر انگشت شہادت سے تشہد میں لا الٰہ الا اللہ پڑھتے وقت اشارہ کرنا مستحب ہے اور صرف دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے اشارہ کرے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

یستحب للمصلی اذا جلس للتشہد وضع الید الیسری علی فخذہ الیسری مبسوطۃ مضمومۃ الاصابع مستقبلا بجمیع اطراف اصابعہا القبلۃ ویضع یدہ الیمنی علی فخذہ الیمنی یقبض منہا الخنصر والبنصر ویحلق الابہام مع الوسطی ویشیر بالسبابۃ وھی الاصبع التی تلی الابہام۔ [4]

نمازی کے لیے مستحب یہ ہے کہ جب تشہد کے لیے بیٹھے تو بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھے در آں حالیکہ ہاتھوں کی انگلیاں قبلہ کی طرف ہوں اور دایاں ہاتھ دائیں ران پر رکھے خنصر اور بنصر (چھنگلیاں) کو بند کر کے انگوٹھے اور درمیانی انگلی سے حلقہ بنائے اور انگوٹھے کے قریب انگشت شہادت سے اشارہ کرے۔

مذاہب اربعہ میں رفع سبابہ کی کیفیت

امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک سبابہ (انگشت شہادت) کے سوا تمام انگلیوں کے ساتھ مٹھی بند کرے اور سبابہ سے اشارہ کرے اسی کو ترپن کا عقد کہتے ہیں اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک خنصر اور بنصر کو بند کرے اور درمیانی انگلی کو انگوٹھے کے ساتھ ملا کر حلقہ بنائے اور انگشت شہادت سے اشارہ کرے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللہ میں لا پر انگلی اٹھائے اور الّا پر رکھ دے تاکہ نفی کے ساتھ رفع، اور اثبات کے ساتھ وضع کی مناسبت ہو۔ امام احمد بن حنبل اور امام شافعی کے نزدیک لفظ 'اللہ' پر انگلی اٹھائے تاکہ قول اور عمل سے توحید ظاہر ہو [5]۔ واضح رہے کہ ائمہ ثلاثہ جو

[1] امام محمد شیبانی متوفی ۱۸۹ ھ، موطا امام محمد ص ۱۰۶۔ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی۔

[2] علامہ ابو عبداللہ وشتانی متوفی ۸۲۸ ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۲۷۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[3] علامہ یحیی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح مسلم للنووی ج ۱ ص ۲۱۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[4] ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ ھ، مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۳۱۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت

[5] عبدالرحمن الجزیری، الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۱ ص ۲۶۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت

ترپین کے عقد کے قائل ہیں اس کا ذکر اس باب کی حدیث نمبر ۱۲۱۰ اور ۱۲۱۱ میں ہے اور امام احمد بن حنبل جو حلقہ کے قائل ہیں اس کا ذکر اس باب کی حدیث نمبر ۱۲۰۸ میں ہے۔ علامہ ابن قدامہ نے المغنی میں حضرت وائل بن حجر سے حلقہ بنا کر اشارہ کرنے کی روایت بھی نقل کی ہے۔

احناف کے ائمہ ثلاثہ کا نظریہ موطأ امام محمد کے حوالہ سے گذر چکا ہے کہ امام ابو حنیفہ اور امام محمد رفع سبابہ (انگشت شہادت) کے استحباب کے قائل ہیں اور دوسری کتب فقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابو یوسف کا بھی یہی نظریہ ہے۔ علامہ شامی لکھتے ہیں:

كذا نقلوه عن ابي يوسف في الامالي كما يأتي فهو منقول عن ائمتنا الثلاثة ---- وفي القهستاني وعن اصحابنا جميعا انه سنة فيحلق ابهام اليمنى ووسطاها ---- فهذه النقول كلها صريحة بان الاشارة المسنونة انما هي على كيفية خاصة وهي العقد او التحليق [۱]

اسی طرح (رفع سبابہ) امام یوسف سے امالی میں منقول ہے جیسا عنقریب آئیگا کہ یہ ہمارے ائمہ ثلاثہ سے منقول ہے۔ القہستانی میں ہے کہ ہمارے تمام ائمہ کے نزدیک رفع سبابہ سنت ہے پس انگوٹھے اور درمیانی انگلی سے حلقہ بنائے ... اور یہ تمام نقول اس بات میں صریح ہیں کہ اشارہ مسنونہ یا ترپین کے عقد سے ہوتا ہے یا حلقہ کے ساتھ۔

ہم نے جو تحقیق ذکر کی ہے اس سے ظاہر ہو گیا کہ رفع سبابہ سنت مشہورہ ہے اس کے استحباب پر ائمہ اربعہ کا اجماع ہے بلکہ ہمارے ائمہ ثلاثہ یعنی امام اعظم، امام ابو یوسف اور امام محمد کا بھی اجماع ہے۔ تمام متقدمین احناف اس کے استحباب کے قائل تھے۔ متاخرین احناف میں سے بعض اصحاب فتاویٰ نے رفع سبابہ سے منع کیا بلکہ بعض نے اس کو مکروہ یا حرام قرار دیا ان لوگوں میں صاحب الخلاصہ، صاحب بزازیہ، صاحب کبریٰ، صاحب عنایہ، صاحب غیاثیہ، صاحب ولوالجیہ، صاحب عمدۃ المفتی اور صاحب ظہیریہ شامل ہیں یاد رہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو فقہاء کے طبقہ خامسہ میں سے بھی نہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے انہیں علماء سے متاثر ہو کر رفع سبابہ (انگشت شہادت کو اٹھانا) کو بڑی شدت سے منع کیا ہے چونکہ رفع سبابہ سنت مشہورہ ہے۔ اسی لیے ہم محض احیاء سنت کے جذبہ سے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے اعتراضات کے جوابات ذکر کرتے ہیں۔

حضرت مجدد کے اعتراضات کے جوابات حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

مخدوم گرامی! احادیث نبوی علی مصدرہا الصلوٰۃ والسلام، جواز اشارہ سبابہ کے باب میں بہت وارد ہوئی ہیں اور اس باب میں فقہ حنفی کی بھی بعض روایات آئی ہیں جیسا کہ مولانا نے رسالہ میں ان کا ذکر کیا ہے اور جب فقہ حنفی کی کتابوں میں اچھی طرح مطالعہ کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ جواز اشارہ کی روایات اصول کے غیر اور ظاہر مذہب کے بھی غیر ہیں اور وہ جو امام محمد شیبانی نے کہا ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انگشت شہادت سے اشارہ کرتے

---

[۱] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ ھ　ردالمحتار ج ۱ ص ۴۷۵-۴۷۴ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ ھ

تھے اور ہم بھی اسی طرح کرتے ہیں۔ جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے" پھر امام محمد نے فرمایا: "یہی میرا اور ابوحنیفہ (رضی اللہ عنہما) کا قول ہے۔" یہ قول روایات نوادر میں سے ہے نہ روایات اصول میں سے۔

فتاویٰ غرائب میں ہے کہ محیط میں لکھا ہے کیا نمازی اپنے دائیں ہاتھ کی انگشت سبابہ سے اشارہ کرے۔ امام محمد نے اصل (مبسوط) میں اس مسئلہ کا ذکر نہیں کیا اور مشائخ کا اس میں اختلاف ہے۔ ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ اشارہ نہ کریں اور بعض کہتے ہیں کہ کریں اور امام محمد نے غیر روایت اصول میں ایک حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ کرتے تھے۔ پھر امام محمد نے اس بارے میں فرمایا یہی میرا اور ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ [۱]

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ معترف تھے کہ رفع سبابہ کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں، لیکن تامل اس بات میں تھا کہ یہ مسئلہ امام محمد نے اصول میں ذکر نہیں کیا بلکہ غیر اصول یعنی نوادر میں ذکر کیا ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ کتب فقہیہ کے چار مراتب ہیں کتب اصول یعنی ظاہر الروایۃ [۲] کتب نوادر [۳]، درجہ خامسہ تک کے فقہاء کی تصانیف اور چھٹے درجہ کے فقہاء کی تصانیف قاعدہ یہ ہے کہ اگر ظاہر الروایۃ اور نوادر میں تعارض ہو تو ظاہر الروایہ کو ترجیح ہو گی اور اگر مسئلہ ظاہر الروایہ میں نہ ہو نوادر میں ہو اور نوادر اور بعد کے فقہاء میں تعارض ہو تو نوادر کو ترجیح ہو گی اور بعد کے فقہاء میں پھر ترتیب ہے مجتہدین فی المذہب، اصحاب تخریج، اصحاب ترجیح، اور اصحاب تمییز جن مشائخ نے رفع سبابہ سے منع کیا ہے وہ فقہاء کے پانچویں درجہ یعنی اصحاب ترجیح میں بھی نہیں ہیں۔ یہ سب چھٹے درجہ کے فقہاء ہیں۔ زیر بحث صورت میں جیسا کہ حضرت مجدد نے فرمایا رفع سبابہ کا مسئلہ ظاہر الروایہ میں مذکور نہیں ہے یہ مسئلہ امام محمد کی دوسری تصانیف نوادر مثلاً موطا امام محمد اور کتب المشیخۃ میں ہے اس لیے یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اصول (ظاہر الروایہ) کے مقابلہ میں غیر اصول (نوادر) کا اعتبار نہیں ہوگا۔ کیونکہ تعارض اس وقت ہوتا جبکہ اصول میں نوادر کے خلاف مذکور ہوتا کہ رفع سبابہ نہ کریں اور نوادر میں ہوتا رفع سبابہ کریں اور جب کہ اصول میں یہ مسئلہ اصلاً ذکر ہی نہیں اور نوادر میں ذکر ہے تو اصول اور نوادر میں تعارض کس طرح ہوا۔ ہاں نوادر اور چھٹے درجہ کے فقہاء کی تصانیف میں ضرور تعارض ہے لیکن ظاہر ہے کہ امام محمد کی تصانیف کے مقابلہ میں فتاویٰ غرائب، غیاثیہ، سراجیہ اور ولوالجیہ کی کیا حیثیت ہے، امام محمد کے مقابلے میں تو سرخسی حلوائی اور قاضی خان کی بھی کوئی حیثیت نہیں پھر غیاثیہ اور ولوالجیہ کس شمار قطار میں ہیں!

WWW.NAFSEISLAM.COM

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

اور کہا گیا ہے کہ اشارہ سنت ہے اور کہا گیا ہے کہ مستحب ہے پھر فتاویٰ غرائب والے نے فرمایا یہ وہ ہے جو علماء نے ذکر کیا اور صحیح یہ ہے کہ اشارہ حرام ہے اور فتاویٰ سراجیہ میں ہے اور مکروہ ہے کہ نماز میں "اشھد ان لا الٰہ الا اللہ" پر انگشت سبابہ سے اشارہ کریں یہی مختار مذہب ہے [۴]

---

[۱] حضرت مجدد الف ثانی ۱۰۳۴ھ مکتوب نمبر ۳۱۲ دفتر اول حصہ پنجم

[۲] ظاہر الروایہ امام محمد کی ان کتابوں کو کہتے ہیں جن کی امام محمد کی طرف نسبت تواتر سے ثابت ہے یہ چھ کتابیں ہیں مبسوط، زیادات، جامع صغیر، جامع کبیر، سیر صغیر، سیر کبیر ——— سعیدی

[۳] نوادر امام محمد کی وہ تصانیف ہیں جن کی نسبت امام محمد کی طرف تواتر سے ثابت نہیں موطا امام محمد بھی نوادر میں سے ہے ——— سعیدی

[۴] حضرت مجدد الف ثانی ۱۰۳۴ھ مکتوب نمبر ۳۱۲ دفتر اول حصہ پنجم۔

غور فرمائیے جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کا فعل ہے اس کو فتاوی غرائب والے حرام اور سراجیہ والے مکروہ قرار دیتے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون قلب مومن اس بات سے لرز جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو حرام یا مکروہ کہا جائے پھر غور کیجئے کہ صاحب غرائب کہتے ہیں کہ علماء کہتے ہیں کہ اشارہ سنت ہے اور صحیح یہ ہے کہ حرام ہے دیکھیں یہ علماء کون ہیں یہ علماء ہیں ، امام ابوحنیفہ ، امام مالک ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل اور ہمارے علماء احناف میں سے امام ابو یوسف امام محمد شمس الائمہ الحلوانی ، علامہ کاسانی ، امام ابن ہمام اور دیگر محققین حنفیہ ہیں کیا کوئی سلیم الفطرت شخص یہ باور کر سکتا ہے کہ ان اعاظم فقہاء کے مقابلہ میں صاحب غرائب کا قول صحیح ہو سکتا ہے۔

حضرت مجدد لکھتے ہیں :

اور کبریٰ میں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کیونکہ نماز کی بنا سکون اور وقار پر ہے اور فتاوی غیاثیہ میں ہے کہ تشہد کے وقت انگشت سبابہ سے اشارہ نہ کریں یہی مختار ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور جامع الرموز میں ہے نہ تو اشارہ کرے اور نہ عقد کرے اور ہمارے اصحاب کا یہی ظاہر اصول ہے جیسا کہ زاہدی میں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے ، جیسا کہ مضمرات اور ولوالجی اور خلاصہ وغیرہ میں ہے اور ہمارے اصحاب سے منقول ہے کہ وہ سنت ہے خزانۃ الروایات میں تاتار خانیہ سے ایسا ہی آیا ہے ۔ پھر جب تشہد شروع کرے اور کلمہ لا الہ الا اللہ پر پہنچے تو آیا دائیں ہاتھ کی انگشت سبابہ سے اشارہ کرے امام محمد رحمہ اللہ نے اصول میں اس کا ذکر نہیں کیا اور مشائخ کا اس میں اختلاف ہے کچھ کہتے ہیں کہ اشارہ نہ کرے اور کبریٰ میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اشارہ کرے اور غیاثیہ میں ہے کہ تشہد کے وقت انگشت سبابہ کے ساتھ اشارہ نہ کرے یہی مختار ہے ۔

جب کہ معتبر روایات میں اشارے کی حرمت واقع ہو چکی ہے اور اشارے کے مکروہ ہونے پر فتویٰ لگایا گیا ہے اور اشارہ اور مٹھی بند کرنے سے علماء روکتے ہیں اور اسے اپنے اصحاب کا ظاہر اصول بتاتے ہیں تو ہم مقلدوں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ احادیث کے مقتضاء کے مطابق عمل کر کے اشارہ کرنے کی جرأت کریں اور اس قدر علماء اور مجتہدین کے منع کرنے کے باوجود ایک حرام اور ممنوع کام کا ارتکاب کریں [۱]

اس عبارت میں تین امور جواب طلب ہیں ایک تو یہ کہ رفع سبابہ سے منع کرنے والے مشائخ کے مقابلہ میں ان فقہاء کا ذکر کیا جائے جو رفع سبابہ کو سنت قرار دیتے ہیں اور یہ دیکھا جائے کہ علم اور فقہ کے اعتبار سے کس کا قول معتبر ہے دوسرا یہ کہ رفع سبابہ نماز میں سکون اور وقار کے منافی ہے تیسرا یہ کہ ہم مقلد ہیں ہمیں حدیث پر عمل کرنے کے بجائے امام کے قول پر عمل کرنا چاہیے۔

موطا امام محمد کے حوالہ سے ہم بیان کر چکے ہیں کہ امام اعظم ابو حنیفہ اور امام محمد رفع سبابہ کو مستحب قرار دیتے ہیں امام محمد نے اپنی ایک اور تصنیف المشیخۃ میں بھی اس مسئلہ کا ذکر کیا ہے ۔

---

[۱] حضرت مجدد الف ثانی متوفی ۱۰۳۴ھ مکتوب نمبر ۳۱۲ دفتر اول حصہ پنجم

وقد نص محمد بن الحسن علی هذا فی کتاب المشیخۃ حدثنا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یفعل ذلک ای یشیر ثم قال نصنع بصنیع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و نأخذ بفعلہ و ھکذا قول ابی حنیفۃ و قولنا۔[1]	امام محمد بن حسن نے کتاب المشیخۃ میں تصریح کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انگشت شہادت سے اشارہ فرماتے تھے۔ پھر کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے مطابق عمل کرتے ہیں اور آپ کے فعل سے استدلال کرتے ہیں یہی ہمارا اور ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

اس سے پہلے ہم شامی کے حوالہ سے ذکر چکے ہیں کہ امالی میں امام ابو یوسف نے بھی رفع سبابہ کو سنت قرار دیا ہے۔ شامی کے علاوہ امام ابن ہمام، ملا علی قاری اور علامہ خوارزمی نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ شمس الائمہ حلوانی فقہاء کے طبقہ ثالثہ میں سے ہیں۔ انھوں نے بھی لکھا ہے کہ انگشت شہادت سے اشارہ کرنا چاہیے۔ علامہ شامی لکھتے ہیں:

وقال الشمس الائمۃ الحلوانی رحمہ اللہ تعالی یقیم اصبعہ عند قولہ لا الہ ویضع عند قولہ الا اللہ۔[2]	شمس الائمہ الحلوانی فرماتے ہیں لا الہ پر انگلی اٹھائے اور الا اللہ پر رکھ دے۔

ہمارے ائمہ ثلاثہ اور شمس الائمہ الحلوانی کے علاوہ علامہ کاسانی صاحب بدائع صنائع، امام ابن ہمام صاحب فتح القدیر، علامہ خوارزمی صاحب کفایہ، علامہ بابرتی صاحب عنایہ، علامہ نسفی صاحب کنز، علامہ بدرالدین عینی، علامہ عمر بن نجیم صاحب النہر، علامہ حلبی و دیگر شارحین منیہ، ملا علی قاری، علامہ قہستانی صاحب نہایہ، صاحب معراج الدرایہ، صاحب شرح النقایہ صاحب ظہیریہ وغیرہم نے رفع سبابہ کے استحباب اور سنت ہونے کی تصریح کی اور وہ متاخرین مشائخ جنھوں نے رفع سبابہ کو حرام اور مکروہ قرار دیا ہے پچھلے درجہ کے فقہاء ہیں اور ان عظیم فقہاء کے مقابلہ میں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

رہا یہ شبہ کہ رفع سبابہ میں انگلی کی حرکت ہے اور نماز کی بنا سکون اور وقار پر ہے اس کا جواب یہ ہے کہ نماز کی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع پر ہے جہاں آپ سے حرکت منقول ہے وہاں حرکت اصل ہے اور جہاں سکون منقول ہے وہاں سکون اصل ہے کیا نماز میں رفع یدین، قیام، رکوع، قومہ اور قعدہ کے انتقالات نہیں ہیں؟ ان میں حرکت نہیں ہوتی؟ کیا ان افعال کو اس لیے ترک کر دیا جائیگا کہ ان میں حرکت ہے اور نماز میں اصل سکون ہے؟

ملا علی قاری رحمہ الباری پہلے مسند احمد، موطاء امام مالک، موطا امام محمد، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابو داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ اور سنن بیہقی سے رفع سبابہ کی حدیث کے متعدد طرق ذکر کرتے ہیں پھر فرماتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث صحاح ستہ میں تواتر کے قریب طرق کثیرہ سے مذکور ہے بلکہ اس کو متواتر کہنا صحیح ہے پھر مومن سے کیسے متصور ہو سکتا ہے کہ اس پر عمل سے گریز کرے اور جو کچھ ان مشائخ سے منقول ہے کہ رفع سبابہ نماز کے سکون اور وقار کے

---

[1] امام محمد بن محمود بابرتی متوفی ۷۸۶ھ عنایہ علی ھامش فتح القدیر ج ۱ ص ۲۷۱

ایضاً۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ رسائل ابن عابدین ج ۱ ص ۱۲۲

[2] ایضاً۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ رسائل ابن عابدین ج ۱ ص ۱۲۶ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ۱۳۹۶ھ

امام ابن ھمام متوفی ۸۶۱ھ نے فتح القدیر میں اور علامہ خوارزمی نے کفایہ میں اسی حوالہ کا ذکر کیا ہے۔

منافی ہے اس لیے اس کا ترک اولیٰ ہے ان کا یہ قول مردود ہے کیونکہ اگر اس کا ترک اولیٰ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ترک فرماتے کیونکہ آپ سے بڑھ کر کوئی صاحب وقار ہے نہ صاحب سکینہ۔ اخیر میں لکھتے ہیں بعض مشائخ نے انتہائی ناگوار بات لکھی ہے کہ اس اشارہ کو محرمات سے شمار کیا ہے۔ یہ ان کی بہت بھاری خطا اور جرم عظیم ہے اور اس کا سبب دین کے بنیادی قواعد سے جہالت ہے کیا کسی مسلمان سے یہ متصور ہے کہ جس فعل کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثبوت متواتر ہو اس کو حرام قرار دے۔ ؎۱

رہا یہ کہ مقلدین کا حق نہیں ہے کہ خود حدیث پر عمل کریں انہیں امام کی تقلید کرنی چاہیے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ فتاویٰ غرائب، فتاویٰ غیاثیہ اور فتاویٰ ولوالجیہ کے مصنفین کی تقلید نہیں کی جاتی۔ یہ تو خود مقلدین ہیں جن ائمہ ہدیٰ اور ائمہ مجتہدین کی تقلید ہوتی ہے یعنی ائمہ اربعہ ان میں سے ہر ایک نے رفع سبابہ کو سنت قرار دیا ہے۔

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

حنفیہ میں سے اشارہ سبابہ کا ارتکاب کرنے والا دو حال سے خالی نہیں یا تو ان علماء مجتہدین کے لیے جواز اشارہ میں معروف احادیث کا علم تسلیم نہیں کرتا یا ان کو ان احادیث کا عالم جانتا ہے لیکن ان بزرگوں کے لیے احادیث کے مطابق عمل جائز تسلیم نہیں کرتا اور یہ خیال کرتا ہے کہ ان بزرگوں نے اپنے خیالات کے مطابق احادیث کے خلاف حرمت اور کراہت کا حکم صادر فرمایا ہے۔ یہ دونوں باتیں فاسد ہیں۔ ان کو وہی صحیح قرار دیگا جو بے وقوف ہو یا ضدی ؎۲

اس اعتراض کی تردید براہ راست ائمہ اربعہ اور احناف میں سے شمس الائمہ الحلوانی، امام کاسانی اور امام ابن ہمام پر پڑتی ہے کیونکہ یہ حضرات نہ صرف خود اشارہ کرتے تھے بلکہ اپنے پیروکاروں اور مقلدوں کو بھی اشارہ کی تلقین کرتے تھے اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ یا تو ان کو مانعین کی دلیل کا علم نہ تھا یا علم کے باوجود عمل نہیں کرتے تھے۔ اور انھوں نے اپنے مطلب کے لیے احادیث وضع کر لی تھیں اور ظاہر ہے کہ یہ بات واقعی کوئی ضدی بے وقوف ہی کر سکتا ہے۔ باقی رہے وہ مشائخ جنھوں نے رفع سبابہ کے ثبوت میں احادیث متواترہ کے باوجود اس کو حرام یا مکروہ کہا تو اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ واقعی ان کی جہالت تھی اور یہ ان کے حق میں انتہائی ہلکی بات ہے ورنہ جس کام کو سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا کیا ہو اس کو حرام قرار دینا قابل تعزیر جرم ہے۔

حضرت مجدد فرماتے ہیں:

ترغیب الصلوٰۃ میں جو لکھا ہے کہ تشہد میں انگشت شہادت اٹھانا علماء متقدمین کی سنت ہے لیکن متاخرین علماء نے اس سے روکا ہے کیونکہ جب رافضیوں نے اس میں غلو کیا تو سنیوں نے ترک کر دیا" سنی پر رافضی ہونے کی تہمت کو دور کرنے کیلئے اسے ترک کرنا معتبر روایتوں کے خلاف ہے اس لیے کہ ہمارے اصحاب کا ظاہر اصول عدم اشارہ اور عدم عقد ہے تو عدم اشارہ علماء متقدمین کی سنت ہوئی اور وجہ ترک نفی تہمت نہ قرار پائی۔ ان اکابر کے ساتھ ہمارا

؎۱ ملا علی قاری نے رفع سبابہ کے جواز پر تزیین العبارۃ تحسین الاشارۃ کے نام سے رسالہ لکھا جس کو علامہ شامی نے رسائل ابن عابدین میں اپنے رسالہ رفع التردد فی عقد الاصابع عند التشہد کے بعد ذکر کیا ہے۔

؎۲ حضرت مجدد الف ثانی ۱۰۳۴ھ مکتوب نمبر ۳۱۲ دفتر اول حصہ پنجم۔

حسن ظن یہ ہے کہ اس باب میں جب تک ان پر حرمت یا کراہت کی دلیل ظاہر نہ ہوئی انھوں نے حرمت یا کراہت کا حکم نہیں لگایا جب کہ اشارہ کے سنت اور مستحب ہونے کا ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں "یہ وہ ہے جو علماء نے بیان کیا اور صحیح یہ ہے کہ اشارہ حرام ہے۔" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اشارہ کی سنیت اور استحباب کے دلائل ان بزرگوں کے نزدیک درجہ صحت کو نہیں پہنچے بلکہ اس کے خلاف ثابت ہوا ہے زیادہ سے زیادہ یہ کہ ہمیں اس دلیل کا علم نہیں اور یہ معنی اکابر میں کسی عیب کو مستلزم نہیں ہے۔ ؎۱

اس عبارت کے رد کے لیے یہ بات کافی ہے کہ ہم امام ابوحنیفہ کے مقلد ہیں غیاثیہ اور ولوالجیہ کے مصنفین کے مقلد نہیں نیز طبقہ ثالثہ میں سے شمس الائمہ الحلوانی جو مجتہد فی المذہب ہیں جواز اشارہ کے لیے ان کی تصریح اس بات کی کافی ضمانت ہے کہ ان کے نزدیک اشارہ کے استحباب کے دلائل درست ہیں۔ غرائب، ولوالجیہ اور غیاثیہ کے مصنفین کے نزدیک یہ دلائل درست نہ ہوسکے تو کوئی حرج نہیں۔

حضرت مجدد فرماتے ہیں:

اگر کوئی شخص کہے کہ ہم اس دلیل کے خلاف علم رکھتے ہیں تو ہم کہیں گے کہ حلت و حرمت کے اثبات میں مقلد کا علم معتبر نہیں ہے بلکہ اس باب میں مجتہد کے ظن کا اعتبار ہے مجتہدین کے دلائل کو تار عنکبوت سے زیادہ کمزور کہنا بہت جرأت ہے اور اپنے علم کو ان اکابر کے علم پر ترجیح دینا اور اصحاب حنفیہ کے ظاہر اصول کو باطل قرار دینا، روایات معتبرہ مفتی بہا کو درہم برہم کرنے اور شاذ کہنے کے مترادف ہے یہ اکابر احادیث کو قرب زمانہ نبوی، زیادتی علم اور ورع و تقویٰ سے آراستہ ہونے کی وجہ سے ہم دور افتادہ لوگوں سے بہتر جانتے تھے اور احادیث کی صحت و سقم اور ان کے نسخ و عدم نسخ کو ہم سے زیادہ پہچانتے تھے۔ انہیں ضرور کوئی معتبر دلیل ملی ہوگی۔ تب ہی انھوں نے ان احادیث علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مقتضیٰ کے موافق عمل نہیں کیا۔ ؎۲

کہا جاسکتا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد مجتہد ہیں جبکہ فتاویٰ غیاثیہ وغیرہا کے مصنفین مجتہد نہیں ہیں۔ اُن کا علم بھی ان مانعین سے زیادہ ہے اور مانعین کی بہ نسبت زمانہ نبوی سے زیادہ قریب ہیں۔ علم اور تقویٰ بھی زیادہ ہے۔ احادیث کی صحت و سقم اور ناسخ و منسوخ کو بھی ان مانعین سے زیادہ اور بہتر جانتے تھے تو ان مجتہدین کی بات کیوں نہ مانی جائے اور اگر متاخر فقہاء کے قول پر عمل کرنا ہے تو شمس الائمہ الحلوانی اور امام کاسانی کے قول پر کیوں نہ عمل کیا جائے جو احادیث کے بھی مطابق ہے اور ائمہ کے بھی موافق ہے۔ ان عبارات میں ظاہر اصول کا لفظ کئی بار آیا ہے اور یہ بھی کہ ان کے پاس "کوئی دلیل" ضرور ہوگی۔ وہ ظاہر اصول یا دلیل فتاویٰ کبریٰ میں گزر چکی ہے کہ نماز کی بنا سکون اور وقار پر ہے اس دلیل کا جواب بھی گذر چکا ہے

حضرت مجدد فرماتے ہیں:

ہم کم فہم اس قدر سمجھتے ہیں کہ کیفیت اشارہ اور عقد کی احادیث کے راوی آپس میں بہت مختلف ہیں اور ان کے کثرت

؎۱ حضرت مجدد الف ثانی ۱۰۳۴ ھ مکتوب نمبر ۳۱۲ دفتر اول حصہ پنجم

؎۲ حضرت مجدد الف ثانی ۱۰۳۴ ھ مکتوب نمبر ۳۱۲ دفتر اول حصہ پنجم

اختلاف نے نفس اشارہ میں ہی اضطراب پیدا کر دیا ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بغیر عقد کے اشارہ فرمایا ہے اور جو عقد کے متعلق کہتے ہیں ان میں سے بعض ترپین کے عقد کی روایت کرتے ہیں اور بعض تیئیس کے عقد کی۔ بعض نے خنصر اور اس کے ساتھ والی انگلی بند کرنے اور انگوٹھے کا درمیانی انگلی کے ساتھ حلقہ بنا کر اشارہ سبابہ کی روایت کی اور ایک روایت میں صرف انگوٹھے کو درمیانی انگلی پر رکھ دینے ہی کو اشارہ قرار دے دیا گیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھ کر اشارہ کرتے تھے اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھ کر اور پہنچے کو پہنچے پر اور کلائی کو کلائی پر رکھ کر اشارہ کرتے تھے اور بعض روایات میں آیا ہے کہ تمام انگلیوں کو بند کر کے اشارہ کرتے تھے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اشارہ انگشت سبابہ کو حرکت دینے کے بغیر ہوتا تھا اور بعض دوسری روایات حرکت کے ساتھ اشارہ کا اثبات کرتی ہیں نیز بعض روایات میں واقع ہوا ہے کہ تشہد پڑھتے وقت اشارہ فرماتے تھے لیکن کس لفظ پر اشارہ فرماتے تھے اس کا کوئی تعین نہیں اور بعض دوسری احادیث میں آیا ہے کہ اشارہ کلمہ شہادت پڑھنے کے وقت ہوتا تھا اور بعض دوسری روایات میں وقت دعا سے مقید کیا گیا ہے جبکہ آپ یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک فرماتے تھے اور جبکہ علماء حنفیہ نے اشارہ کے بجالانے میں راویوں کے اضطراب و اختلاف کو دیکھا تو نماز میں ایک زائد فعل خلاف قیاس کو ثابت نہیں کیا نیز نماز کی بنا سکون اور وقار پر ہے نیز حتی الامکان انگلیوں کو جانب قبلہ رکھنا سنت ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "فلیوجہ من اعضائہ القبلۃ ما استطاع۔" نمازی کو چاہیے کہ اپنی استطاعت کے مطابق اپنے اعضاء کو قبلہ کی طرف پھیرے[1]۔

جب کسی فعل کی روایات میں اختلاف ہو تو مقلد کو چاہیے اس روایت پر عمل کرے جس روایت کو اس کے امام نے اپنے اصول اور قواعد کے مطابق معمول بہ قرار دیا ہو ائمہ اربعہ میں سے ہر امام نے اشارہ سبابہ کے سلسلہ میں ایک روایت پر عمل کیا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ انگلی کس لفظ پر اٹھائی جائے اور کب رکھی جائے۔ یہ تفصیل ہم شروع میں "مذاہب اربعہ میں رفع سبابہ کی کیفیت" کے عنوان سے بیان کر چکے ہیں اگر یہ طریقہ ہوتا کہ جس کام میں اختلاف ہو اس کو ترک کر دیا جائے تو نماز کے بہت سے افعال میں اختلاف ہے۔ رفع یدین کتنی بار کیا جائے اس میں اختلاف ہے، ہاتھ باندھنے کی کیفیت میں اختلاف ہے، آمین بالسر والجہر میں اختلاف ہے تشہد کے الفاظ میں اختلاف ہے۔ سورۂ فاتحہ کے وجوب اور فرضیت میں اختلاف ہے وتر کی تعداد میں اختلاف ہے۔ دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھیں یا بعد اس میں اختلاف ہے۔ سجدہ سہو کی کیفیت میں اختلاف ہے۔ اس قاعدہ کے مطابق نماز کے ان تمام افعال کو ترک کر دینا چاہیے بلکہ العیاذ باللہ ان افعال کو مکروہ یا حرام قرار دینا چاہیے۔

حضرت مجدد فرماتے ہیں:

اگر یہ کہیں کہ اختلاف اس وقت اضطراب پیدا کرتا ہے جبکہ درمیان میں موافقت ممکن نہ ہو اور اس مسئلہ میں موافقت ممکن ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ تمام روایات کو اوقات مختلفہ میں کیا ہو تو ہم جواب میں کہیں گے کہ بہت سی

---

[1] حضرت مجدد الف ثانی ۱۰۳۴ھ مکتوب ۳۱۲ دفتر اوّل حصہ پنجم۔

روایات میں لفظ کان واقع ہوا ہے جو غیر مناطقہ کے نزدیک حروف کلیہ میں سے ہے لہٰذا موافقت ممکن نہیں۔ [۱]

اولاً تو یہ ہمارے سوچنے کا کام نہیں ہے کہ روایات میں اختلاف ہے یہ مجتہد کا کام ہے کہ وہ ان مختلف روایات کی روشنی میں کون سا طریقہ معمول بہ قرار دیتا ہے۔ ثانیاً محدثین نے تصریح کی ہے کہ احادیث میں کان استمرار کے لیے نہیں آتا [۲]۔ ثالثاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اوقات میں مختلف طریقہ سے اشارہ کیا تاکہ امت کو سہولت ہو اور عمل کے لیے متعدد راہیں فراہم ہوں۔

حضرت مجدد فرماتے ہیں:

اور وہ جو امام اعظم رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ "اگر کوئی حدیث میرے قول کے مخالف پاؤ تو میرے قول کو چھوڑ دو اور حدیث پر عمل کرو۔" تو اس حدیث سے مراد وہ حدیث ہے جو حضرت امام کو نہ پہنچی ہو اور اس حدیث کو نہ جاننے کی بنا پر اس کے خلاف حکم فرمایا ہے اور اشارہ کی احادیث اس قبیلہ سے نہیں یہ مشہور احادیث ہیں نہ جاننے کا احتمال نہیں [۳]

اولاً اس عبارت میں امام اعظم، ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی زبردست توہین ہے کہ آپ احادیث مشہورہ بلکہ متواترہ کے مطابق عمل کرنے کو حرام قرار دیتے تھے حالانکہ امام اعظم ابوحنیفہ حدیث ضعیف کے مقابلہ میں بھی قیاس کو چھوڑ دیتے تھے ثانیاً امام اعظم نے کہیں اشارہ سے منع نہیں کیا حتیٰ کہ فتاویٰ غرائب وغیاثیہ وغیرہما کے مصنفین نے بھی امام اعظم کا یہ قول نقل نہیں کیا اور ہم پہلے بتلا چکے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ اشارہ کے جواز بلکہ سنیت کے قائل ہیں خود مجدد صاحب نے بھی کہا ہے کہ امام محمد نے فرمایا یہی میرا اور ابوحنیفہ کا قول ہے اور فتاویٰ غرائب سے بھی نقل کیا کہ امام محمد نے فرمایا یہ میرا اور ابوحنیفہ کا قول ہے۔ اور ہم مؤطا امام محمد اور امام محمد کی کتاب المشیخۃ سے یہ حوالے نقل کر چکے ہیں۔ البتہ فتاوی غرائب اور غیاثیہ، ولوالجیہ وغیرہا کے مصنفین نے اشارہ سبابہ کو مکروہ اور حرام وغیرہ کہا ہے لیکن یہ لوگ نہ امام ہیں نہ مجتہد نہ ان کا کوئی مقلد ہے۔

حضرت مجدد فرماتے ہیں:

سوال: اگر کہیں کہ علماء حنفیہ نے جواز اشارہ کا فتویٰ دیا ہے لہٰذا متعارض فتاوی کے مطابق جس بات پر بھی عمل کر لیا جائے جائز ہے

جواب: ہم کہتے ہیں کہ اگر جواز اور عدم جواز اور حلت و حرمت میں تعارض واقع ہو تو تعارض کی صورت میں ترجیح عدم جواز اور جانب حرمت کو ہوتی ہے نیز شیخ ابن ہمام نے رفع یدین کی بحث میں فرمایا کہ رفع اور عدم رفع کی احادیث متعارض ہیں ہم قیاس کے ساتھ عدم رفع کی احادیث کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ نماز کی بنا سکون اور خشوع پر ہے جو بالاجماع مطلوب اور پسندیدہ ہے [۴]۔

---

[۱] حضرت مجدد الف ثانی متوفی ۱۰۳۴ھ مکتوب ۳۱۲ دفتر اول حصہ پنجم

[۲] حضرت شیخ عبدالحق دہلوی نے اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۵۶ پر تصریح کی ہے کہ احادیث میں کان استمرار پر دلالت نہیں کرتا۔ ورنہ تعارض غیر مندفع لازم آئیگا۔

[۳] حضرت مجدد الف ثانی۔ ۱۰۳۴ھ مکتوب نمبر ۳۱۲ دفتر اول حصہ پنجم۔

[۴] حضرت مجدد الف ثانی ۱۰۳۴ھ مکتوب نمبر ۳۱۲ دفتر اول حصہ پنجم۔

حلت اور حرمت کے اقوال اگر مساوی ہوں تو یقیناً حرمت کو ترجیح دی جائیگی ایک طرف ائمہ اربعہ، امام ابو یوسف، امام محمد، شمس الائمہ الحلوانی، فقیہ ابو جعفر اور امام کاسانی ہوں جو اشارہ سبابہ کو جائز بلکہ اور اگر مسنون کہیں دوسری طرف غیاثیہ اور غرائب کے مصنفین ہوں جو اس کو ناجائز اور حرام کہیں تو ظاہر ہے کہ دونوں قول مساوی نہیں ہیں کہاں ائمہ مجتہدین اور کہاں محض مقلدین اور ایسی صورت میں یقیناً حلت ہی کو ترجیح دی جائیگی۔ رہا امام ابن ہمام پر اعتراض کہ انھوں نے ترک رفع یدین کی حدیث کو ثبوت رفع یدین پر بربناء سکون کیوں ترجیح دی ہے اس کا جواب بالکل واضح ہے کہ یہاں دونوں جانب احادیث ہیں۔ ثبوت رفع یدین کی بھی اور ترک رفع یدین کی بھی جبکہ ثبوت اشارہ کے مقابلہ میں ترک کی ایک بھی حدیث نہیں ہے۔ ثانیاً ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ جب کسی مسئلہ میں مختلف روایات ہوں تو کسی ایک روایت کو اختیار کرنا یہ امام اور مجتہد کا کام ہے وہ اپنے اصول اور قواعد کی روشنی میں کس روایت کو اختیار کرتا ہے۔ امام ابن ہمام نے از خود ترک رفع یدین کی روایت کو اختیار نہیں کیا بلکہ امام اعظم کے قول پر دلائل دیے ہیں اگر یہاں بھی امام اعظم کا حرمت کا قول ہوتا تو اعتراض کی کوئی وجہ بھی تھی۔

حضرت مجدد فرماتے ہیں:

اور شیخ ابن ہمام پر تعجب ہے کہ انھوں نے کہا کہ بہت سے مشائخ سے عدم اشارہ منقول ہے لیکن وہ روایت اور درایت کے خلاف ہے کہ ابن ہمام نے علماء مجتہدین کی طرف جاہل ہونے کی کس طرح نسبت کر دی حالانکہ وہ قیاس سے دلیل لا رہے ہیں اور وہ حنفیہ کے نزدیک ظاہر مذہب اور ظاہر روایت ہے حالانکہ اسی شیخ نے قلتین کی حدیث کو راویوں کے کثرت اختلاف سے حاصل ہونے والے اضطراب کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے [۱]۔

امام ابن ہمام نے کثیر مشائخ (غیاثیہ اور غرائب وغیرہا کے مصنفین) کے قول کو روایت اور درایت کیخلاف کہا ہے۔ وہ بالکل صحیح اور واضح ہے درایت کے خلاف اس لیے کہ جب اشارہ سبابہ پر درجہ تواتر تک احادیث موجود ہیں تو اس کو حرام کہنا یقیناً خلاف عقل ہے اور روایت کے خلاف اس وجہ سے ہے کہ امام اعظم اور دیگر ائمہ اور فقہاء احناف جب اشارہ سبابہ کو مسنون قرار دے چکے ہیں تو اس کو حرام کہنا یقیناً ان کی نقل اور روایت کے خلاف ہے اور دین کے قواعد اور اصول سے ان کی واضح جہالت ہے۔ ثانیاً احادیث صحیحہ مشہورہ کے مقابلے میں قیاس سے استدلال کرنا احناف کے نزدیک قطعاً ناجائز ہے۔ چہ جائیکہ وہ ظاہر مذہب اور ظاہر روایت ہو۔ ثالثاً قلتین (دو گھڑے) والی حدیث کے معارض دہ دردہ والی حدیث موجود ہے جس سے ثابت ہوتا ہے ساکن پانی کثیر اس وقت ہوتا ہے جب اس کی مقدار دس ضرب دس ہاتھ تک پہنچ جائے نہ کہ دو قلۃ (دو گھڑے) کی مقدار تک اس کے برخلاف اشارہ سبابہ کے معارض کوئی حدیث نہیں ہے جس سے ثابت ہو کہ اشارہ سبابہ نہیں کرنا چاہیے۔ اس لیے اشارہ کو قلتین پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔ رابعاً ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں کہ جب کسی مسئلہ میں مختلف اور معارض احادیث ہوں تو یہ سوچنا امام اور مجتہد کا کام ہے کہ کون سی حدیث منشاء رسول، مزاج اسلام اور قواعد اور اصول کے مطابق ہے۔ امام اعظم، ابو حنیفہ نے ساکن پانی کی مقدار کثیر متعین کرنے کے لیے قلتین کی احادیث کی بجائے دہ دردہ کی احادیث سے استناد کیا ہے۔ اسی طرح رفع سبابہ کے مختلف طریقوں اور مختلف کیفیات سے امام ابو حنیفہ

[۱] حضرت مجدد الف ثانی مکتوب نمبر ۳۱۲ دفتر اوّل حصہ پنجم

رحمہ اللہ نے تریتین کے عقد کو اختیار کیا بہر حال جو کچھ کیا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کیا ہے امام ابن ہمام نے تو صرف امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مسلک کو بیان کیا ہے اس لیے ان پر اعتراض کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

اشارہ سبابہ کے مسئلہ میں ہم نے کافی طویل گفتگو کی ہے کیونکہ ہم نے اس زمانہ میں دیکھا کہ کچھ لوگ نہ صرف یہ کہ خود انگلی نہیں اٹھاتے اور اس سنت سے محروم ہیں بلکہ اشارہ سبابہ کی سنت کے عاملین پر تشدد کرتے ہیں بعض علاقوں میں سر عام کہا جاتا ہے جو انگلی اٹھائے اس کی انگلی توڑ دو۔ وزیر آباد میں مجھ سے ایک شخص نے اشارہ سبابہ کے مسئلہ کو معلوم کیا اور بعد میں تائب ہو کر اس نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ مسجد میں ایک شخص نے تشہد میں انگلی اٹھائی میرے پیر نے کہا اس کو اٹھا کر مسجد سے باہر پھینک آؤ اور میں اس کو حالت نماز میں اٹھا کر مسجد سے باہر پھینک آیا۔ اس طرح میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ تقلید محض کے سبب سنت رسول سے علی الاعلان عداوت کا مظاہرہ کر رہے ہیں تو میں نے محض سنت کی حمایت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے پیش نظر یہ سطور لکھیں اور مانعین کے تمام شبہات ذکر کر کے ان کا ازالہ کیا۔ اللہ تعالیٰ ان سطور کی وجہ سے مخالفین کو ہدایت اور موافقین کو استقامت عطا فرمائے " وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ "

بَابُ ٢٠٨ السَّلَامِ لِلتَّحْلِيْلِ مِنَ الصَّلٰوةِ عِنْدَ فَرَاغِهَا وَكَيْفِيَّتِهٖ

سلام سے نماز کا اختتام

١٢١٤ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَحْيَى ابْنُ سَعِيْدٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ وَمَنْصُوْرٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ اَبِيْ مَعْمَرٍ اَنَّ اَمِيْرًا كَانَ بِمَكَّةَ يُسَلِّمُ تَسْلِيْمَتَيْنِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ اَنّٰى عَلِقَهَا قَالَ الْحَكَمُ فِيْ حَدِيْثِهٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُهٗ۔

ابو معمر بیان کرتے ہیں کہ مکہ کا امیر دونوں طرف سلام پھیرا کرتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس نے یہ سنت کہاں سے حاصل کی! اور حکم کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کیا کرتے تھے (یعنی دونوں طرف سلام پھیرتے تھے)۔

١٢١٥ - وَحَدَّثَنِيْ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ قَالَ نَا يَحْيَى ابْنُ سَعِيْدٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ وَمَنْصُوْرٍ وَعَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ اَبِيْ مَعْمَرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ شُعْبَةُ رَفَعَهٗ مَرَّةً اَنَّ اَمِيْرًا اَوْ رَجُلًا سَلَّمَ تَسْلِيْمَتَيْنِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ اَنّٰى عَلِقَهَا۔

ابو معمر بیان کرتے ہیں کہ مکہ کا امیر دونوں طرف سلام پھیرتا تھا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس نے یہ کہاں سے سیکھا۔

١٢١٦ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَنَا اَبُوْ عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ كُنْتُ اَرٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَلِّمُ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَعَنْ يَسَارِهٖ حَتّٰى اَرٰى بَيَاضَ خَدِّهٖ۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دائیں اور بائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے دیکھتا تھا حتیٰ کہ میں آپ کے رخساروں کی سفیدی دیکھتا۔

سلام کے حکم میں مذاہب اربعہ

حدیث شریف میں ہے "تحریمھا التکبیر و تحلیلھا التسلیم"[1] نماز میں دخول تکبیر سے اور خروج سلام سے ہے۔ اس حدیث کے پیش نظر امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ لفظ سلام کے ساتھ نماز سے خروج فرض ہے[2] اور ہمارے نزدیک لفظ سلام کے ساتھ خروج فرض نہیں واجب ہے[3]۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ حدیث خبر واحد ہے اور خبر واحد سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی۔ ثانیاً اس حدیث میں بھی کوئی کلمہ حصر نہیں ہے کہ نماز کی تحلیل صرف سلام سے ہی ہوتی ہے۔ ثالثاً حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ پکڑا اور ان کو تشہد کی تعلیم دی پھر فرمایا: اذا قلت ھذا او فعلت ھذا فقد قضیت صلوتک ان شئت ان تقوم فقم و ان شئت ان تقعد فاقعد۔[4] "جب تم یہ (تشہد) پڑھ لو یا یہ کر لو تو تمہاری نماز پوری ہو جائیگی چاہو تو تم کھڑے ہو اور چاہو تو بیٹھ جاؤ۔" اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر لفظ سلام کہے صرف تشہد پڑھنے کے بعد نماز کا ختم ہونا بیان کر دیا اس سے معلوم ہوا کہ لفظ سلام کہنا فرض نہیں ہے۔ رابعاً حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نماز صحیح طریقہ سے نہیں پڑھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نماز سکھائی۔ قیام، تکبیر تحریمہ، قرآن کریم کی قرأت، رکوع، سجود اور قعدہ کی تعلیم دی[5] سلام کی تعلیم نہیں دی اگر سلام فرض ہوتا تو اس کی تعلیم بھی دیتے۔ اس سے معلوم ہوا سلام فرض نہیں ہے تاہم احناف نے تحلیلھا التسلیم کے پیش نظر سلام کو احتیاطاً واجب قرار دیا ہے۔

خروج بصنعہ

اگر نمازی تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد عمداً نماز کے منافی کوئی کام کرے تو نماز پوری ہو جائیگی اور سلام نہ کرنے کی بناء پر سجدہ سہو لازم آئیگا اور اگر قعدہ سے پہلے نماز کے منافی کوئی عمل بلا قصد سرزد ہو گیا تو بالاتفاق نماز باطل ہو جائیگی (کیونکہ قعدہ اخیر جو فرض ہے متروک ہو گیا) اگر قعدہ اخیرہ کے بعد فعل منافی سرزد ہوا تو امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک نماز باطل ہو جائیگی (کیونکہ اس نے قصداً نماز کو ختم نہیں کیا) اور صاحبین کے نزدیک ہو جائے گی[6]۔ علامہ ابوسعید بردعی نے امام اعظم کے اس قول سے یہ مسئلہ مستنبط کیا کہ امام اعظم کے نزدیک خروج بصنعہ (نماز کے منافی کسی عمل کو قصداً کر کے نماز ختم کرنا) فرض ہے کیونکہ دوسرے فرض کو ادا کرنا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ پہلے فرض کو ختم نہ کیا جائے اور فرض اس وقت ختم ہو گا جب نماز کے منافی کام کیا جائے کیونکہ اگر موافق کام کیا تو وہ تو نماز ہی سے ہو گا اور جس چیز پر فرض موقوف ہو وہ بھی فرض ہوتا ہے۔ اس لیے خروج بصنعہ فرض ہو گا۔ علامہ کرخی نے کہا کہ یہ غلط ہے کیونکہ مطلقاً خروج کسی معصیت (مثلاً عمداً وضو توڑنے) سے بھی ہو سکتا ہے اگر بالفرض خروج بصنعہ فرض ہو بھی تو وہ اس

---

[1] امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ — جامع ترمذی ص ۲۷ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[2] ابومحمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ — مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۳۲۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ۔

[3] امام ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ — فتح القدیر ج ۱ ص ۲۸۰ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[4] امام ابوداؤد سجستانی متوفی ۲۷۵ھ — سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ

[5] امام ابوعبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ — صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ۔

[6] علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ — درمختار علی ہامش الرد ج ۱ ص ۵۶۷ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

عمل کے ساتھ خاص ہوگا جو عبادت ہو جیسے سلام، علامہ ابو سعید بردعی نے اس مسئلہ کو ان بارہ مسائل سے مستنبط کیا ہے جن میں امام اعظم اور صاحبین کا نماز ٹوٹنے اور نہ ٹوٹنے کا اختلاف ہے۔ مثلاً جو شخص تیمم کر کے نماز پڑھ رہا ہو وہ اگر مقدار تشہد بیٹھنے کے بعد پانی دیکھ لے تو امام اعظم کے نزدیک اس کی نماز باطل ہو جائیگی اور صاحبین کے نزدیک اس کی نماز پوری ہو جائیگی اس سے ابو سعید بردعی نے استنباط کیا کہ مقدار تشہد بیٹھنے کے بعد اگر نمازی سے کوئی فعل منافی نماز بلا قصد صادر ہو جائے تو امام اعظم کے نزدیک نماز باطل ہوگی اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہوگی اور خروج بصنعہ کی فرضیت کا قول کیا لیکن علامہ کرخی نے اس کا رد کیا اور فرمایا پانی دیکھنے کی صورت میں اس کا فرض تیمم سے وضو کی طرف متغیر ہو جاتا ہے اور عمل منافی صلاۃ سے فرض باطل ہو جاتا ہے علامہ بردعی کی تخریج کی موافقت ہدایہ اور اس کی شروحات میں ہے اور کنز، وافی اور کافی میں بھی اسی طرح ہے اور شیخ ابو منصور ماتریدی کا بھی یہی مختار ہے اور صاحب تنویر الابصار اور دیگر محققین نے علامہ کرخی کی موافقت میں فرمایا کہ خروج بصنعہ فرض نہیں ہے [1]۔ علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں کہ علامہ کرخی فرماتے ہیں کہ امام اعظم اور صاحبین کے نزدیک اس بات پر اتفاق ہے کہ خروج بصنعہ فرض نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا جب تم نے یہ (تشہد) پڑھ لیا یا یہ کر لیا تو تمہاری نماز پوری ہوگئی اگر چاہو تو کھڑے ہو جاؤ اور چاہو تو بیٹھ جاؤ" اور امام اعظم نے خروج بصنعہ کے فرض ہونے کی تصریح نہیں کی ہے یہ صرف علامہ بردعی نے بارہ مسائل سے استخراج کیا ہے اور یہ ان کی غلطی ہے اگر بالفرض خروج بصنعہ فرض ہو تو کسی عبادت مثلاً لفظ سلام کے ساتھ مختص ہو جاتا اور ان بارہ مسائل میں فرض کی تغییر ہے بخلاف نماز میں کلام کے کیونکہ یہ قاطع نماز ہے اور عمداً وضو توڑنا اور قہقہہ لگانا نماز کو باطل کر دیتا ہے نہ کہ تغییر کرتا ہے۔ مجتبیٰ میں ہے ہمارے محققین نے علامہ کرخی کے قول کو اختیار کیا ہے معراج الدرایہ میں ہے شمس الائمہ الحلوانی نے فرمایا صحیح وہی ہے جو علامہ کرخی کا قول ہے [2]۔

علامہ کرخی شمس الائمہ الحلوانی، زین الدین ابن نجیم، علامہ زیلعی، صاحب تنویر الابصار، صاحب مجتبیٰ اور علامہ شامی کی تصریحات کے مطابق خروج بصنعہ فرض نہیں ہے اور یہی قول روایت اور درایت کے موافق ہے۔ مذاہب ثلثہ کے علماء نے خروج بصنعہ کی بنا پر احناف کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی اور علامہ نووی شافعی اور علامہ دشتانی مالکی نے کہا کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک وضو توڑ دینے سے بھی نماز کا پورا کرنا جائز ہے اور بعض لوگوں نے تو یہاں تک کہا کہ ابو حنیفہ کے نزدیک گوز مارنے سے بھی نماز پوری ہو جاتی ہے، اس لیے میں نے ضروری خیال کیا کہ اس مسئلہ میں امام اعظم ابو حنیفہ کا موقف ظاہر کر کے حق کے چہرہ سے حجاب اٹھاؤں۔

سلام کے طریقہ میں مذاہب اربعہ

امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک سلام کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں اور بائیں دونوں جانب سلام پھیرا جائے [3] جیسا کہ اس باب کی حدیث نمبر ۱۲۱۵ سے واضح ہے، امام مالک کے نزدیک صرف سامنے کی جانب منہ کر کے کہا جائے السلام علیکم ورحمۃ اللہ، علامہ ابن قاسم مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام صرف سامنے کی طرف منہ کر کے کہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ اور منفرد اور مقتدی دائیں بائیں منہ کر کے دو

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ ردالمحتار ج ۱ ص ۴۱۸، ج ۱ ص ۵۶۷ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[2] علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ البحر الرائق ج ۲ ص ۳۲۶ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

[3] علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۳۲۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

مرتبہ سلام پھیرے ہیں [1] مالکیہ کی طرف سے جامع ترمذی کی یہ روایت پیش کی جاتی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سامنے منہ کرکے ایک مرتبہ سلام کہتے تھے اور حضرت سلمہ بن اکوع بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا آپ نے صرف ایک مرتبہ سلام کہا یہ روایت بھی ابن ماجہ میں ہے۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ کی روایت کی سند میں زہیر بن محمد ہے اس کے بارے میں امام بخاری نے کہا یہ منکر احادیث بیان کرتا تھا [2] اور ابو حاتم رازی نے کہا یہ حدیث ضعیف ہے اور بفرض صحت ایک مرتبہ سلام بیان جواز پر محمول ہے کیونکہ دو مرتبہ سلام متعدد طرق سے ثابت ہے مسلم کی روایت گزر چکی ہے۔ ترمذی میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرتے تو میں دائیں بائیں آپ کے رخساروں کی سفیدی دیکھتا۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث حسن صحیح ہے [3]

نماز میں محبت رسول کے مظاہر

نماز میں اصل یہ ہے کہ قیام کے وقت سجدہ گاہ پر نظر ہو۔ رکوع میں پیروں پر اور قعدہ میں اپنی گود پر لیکن صحابہ کرام جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز میں کھڑے ہوتے تو ان کی نگاہیں صرف اور صرف آپ ہی کی طرف ہوتی تھیں کیونکہ نماز کے آداب اپنی جگہ پر لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ زیبا کو دیکھنا وہ عبادت ہے کہ کائنات میں کسی عبادت کا یہ مرتبہ اور مقام نہیں ہے۔ حضرت ابن مسعود اور حضرت سعد بیان کرتے ہیں کہ سلام پھیرتے وقت ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ زیبا کی سفیدی دیکھتے تھے حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے ابو معمر نے پوچھا کیا حضور ظہر اور عصر میں قرأت کرتے تھے فرمایا ہاں۔ کہا کیسے پتا چلا۔ کہا آپ کی داڑھی مبارک کو ہلتے ہوئے دیکھنے سے [4] حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سرکار کے ایام علالت میں پیر کے دن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی جب صحابہ صف باندھے کھڑے تھے ناگاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ سے باہر نکلے آپ نے پردہ اٹھایا اور ہمیں دیکھنے لگے جس وقت آپ کھڑے تھے۔ آپ کا چہرہ ورق قرآن کی طرح لگتا تھا پھر آپ مسکرائے آپ کے چہرہ کو دیکھ کر ہم اس قدر خوش ہوئے کہ خدشہ تھا ہم نماز توڑ ڈالیں گے [5] سوچیے! آپ کا حجرہ قبلہ کی ایک جانب تھا اور صحابہ بجائے قبلہ کے آپ کی جانب دیکھ رہے تھے! کیونکہ وہ جانتے تھے کہ کعبہ صرف ظاہری قبلہ ہے حقیقی قبلہ آپ کی ذات ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

۲۰۹ بَابُ الذِّكْرِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ — ذکر بعد از نماز

۱۲۱۷ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو قَالَ أَخْبَرَنِي بِذَا أَبُو

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ختم ہونے کو اللہ اکبر کی

---

[1] علامہ ابو عبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ — اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۲۷۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ — جامع ترمذی ص ۶۹ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] 〃 — جامع ترمذی ص ۶۹ 〃

[4] امام ابو عبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ — صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

[5] 〃 — صحیح بخاری ج ۱ ص ۹۳ 〃

مَعْبَدٍ ثُمَّ اَنْكَرَهُ بَعْدُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنَّا نَعْرِفُ انْقِضَاءَ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالتَّكْبِيْرِ

آواز کے ساتھ پہچان لیتے تھے۔

۱۲۱۸ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو ابْنِ دِيْنَارٍ عَنْ اَبِيْ مَعْبَدٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ سَمِعَهُ يُخْبِرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا كُنَّا نَعْرِفُ انْقِضَاءَ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا بِالتَّكْبِيْرِ قَالَ عَمْرٌو فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِاَبِيْ مَعْبَدٍ فَاَنْكَرَهُ وَقَالَ لَمْ اُحَدِّثْكَ بِهٰذَا قَالَ عَمْرٌو وَقَدْ اَخْبَرَنِيْهِ قَبْلَ ذٰلِكَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ختم ہوتے کو صرف اللہ اکبر کی آواز کے ساتھ پہچانتے تھے، عمرو بن دینار کہتے ہیں میں نے ابومعبد سے دوبارہ یہ حدیث بیان کی تو انھوں نے نہیں پہچانا اور کہا کہ میں نے یہ حدیث نہیں بیان کی حالانکہ اس سے پہلے انھوں نے ہی بیان کی تھی۔ (ظاہر ہے ابو معبد کو نسیان لاحق ہوگیا تھا)

۱۲۱۹ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنِيْ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ اَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ اَنَّ اَبَا مَعْبَدٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ رَفْعَ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ حِيْنَ يَنْصَرِفُ النَّاسُ مِنَ الْمَكْتُوْبَةِ كَانَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَّهُ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كُنْتُ اَعْلَمُ اِذَا انْصَرَفُوْا بِذٰلِكَ اِذَا سَمِعْتُهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں فرض نماز کے بعد باآواز بلند ذکر معروف طریقہ تھا حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ جب میں اس ذکر کی آواز سنتا تو جان لیتا کہ لوگ نماز سے فارغ ہو چکے ہیں۔

ذکر بالجہر

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۱۶ میں بھی ہے اور یہ حدیث اس بات پر واضح دلیل ہے کہ عہد رسالت میں نماز کے بعد ذکر بالجہر طریق معروف تھا حالانکہ اس وقت بھی نماز میں مسبوقین بھی ہوتے تھے۔ اس حدیث کی ناسخ کوئی حدیث نہیں ہے۔ تاہم نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرتے ہوئے آواز توسط اور اعتدال سے نہیں بڑھنی چاہیے تاکہ کسی نمازی کی نماز میں خلل نہ ہو۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وفيه دليل على جواز الجهر بالذكر عقب الصلوٰة [1]

اس حدیث میں نماز کے بعد ذکر بالجہر کے جواز پر دلیل ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

استدل به بعض السلف على استحباب

اس حدیث سے بعض متقدمین نے جماعت کے بعد

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ فتح الباری ج ۲ ص ۳۲۵ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور

رفع الصوت بالتکبیر والذکر عقیب المکتوبۃ۔[1]

باآواز بلند تکبیر کہنے اور ذکر بالجہر کے استحباب پر استدلال کیا ہے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

اجمع العلماء سلفا وخلفا علی استحباب ذکر الجماعۃ فی المساجد وغیرھا الا ان یشوش جھرھم علی نائم او مصل او قارئ۔

تمام متقدمین اور متاخرین علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ جماعت کے ساتھ ذکر بالجہر مساجد وغیرہ میں مستحب ہے الا یہ کہ ان کے جہر سے کسی کی نیند، قرأت یا نماز میں خلل ہو۔

ذکر بالجہر کے خلاف منکرین یہ حدیث پیش کرتے ہیں:

حضرت ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس الاشعری المتوفی ۵۰ھ بیان کرتے ہیں کہ:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خیبر کے لیے نکلے[3] تو لوگ ایک میدان میں پہنچے اور بلند آواز سے اللہ اکبر اللہ اکبر کہنا شروع کر دیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی جانوں پر نرمی کرو تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکار رہے تم اس کو پکار رہے ہو جو سننے والا قریب اور تمہارے ساتھ ہے۔[4]

علامہ آلوسی اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں "نرمی کرو" کے امر سے جو التزاماً ذکر بالجہر کی نفی مستفاد ہوتی ہے اس سے ذکر بالجہر میں آواز کو بلند کرنے میں مبالغہ اور افراط مراد ہے۔[5]

علامہ عبدالحئی فرماتے ہیں:

اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام جہر مفرط کر رہے تھے جیسا کہ اس پر بعض روایات دلالت کرتی ہیں۔ آپ نے اس سے ان کو منع فرمایا چنانچہ صاحب فتح الودود نے شرح سنن ابی داؤد میں "رفعوا اصواتھم" کی شرح میں کہا کہ صحابہ کرام بہت زیادہ بلند آواز سے ذکر کر رہے تھے پس اس حدیث سے مطلقاً جہر کی نفی لازم نہیں آتی اور ملا علی قاری نے حرز ثمین شرح حصن حصین میں حدیث وان ذکرنی فی ملاء کی شرح میں فرمایا: اس سے ذکر خفی بھی مراد ہو سکتا ہے جیسا کہ ذاکر اللہ فی الغافلین بمنزلۃ الصابر فی الفارین۔ میں اشارہ ہے اور مع الملاء کا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ حد سے زیادہ جہر نہ کیا جائے کیونکہ جب بعض صحابہ نے بے حد مبالغہ کے ساتھ ذکر کیا تو آپ نے فرمایا" اربعوا علی انفسکم " (اپنی جانوں پر نرمی کرو)[6]

---

[1] حافظ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ — عمدۃ القاری ج ۶ ص ۱۲۶ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر

[2] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ — رد المحتار ج ۱ ص ۶۱۸ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[3] بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ غزوۂ خیبر کو جاتے ہوئے یہ واقعہ پیش آیا لیکن علامہ عسقلانی نے لکھا ہے یہ واقعہ غزوۂ خیبر سے واپسی کے وقت پیش آیا۔

[4] امام ابوعبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ — صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۰۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ۔

[5] علامہ محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ — روح المعانی ج ۱۶ ص ۱۶۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

[6] مولانا عبدالحئی لکھنوی متوفی ۱۳۰۴ھ — سباحۃ الفکر ص ۷، ۵، مطبوعہ ہند

اور شیخ عثمانی لکھتے ہیں: رہی حدیث

انکم لا تدعون اصم و لا غائبا ——— تو وہ میرے نزدیک جہر مفرط پر محمول ہے [له]

ذکر بالجہر کے موضوع پر ہم نے دو مبسوط رسالے لکھے ہیں ذکر بالجہر حصہ اول و دوم اس میں قرآن کی آیات، احادیث، آثار فقہاء، صوفیا اور مخالفین کے اکابر کی عبارات سے ذکر بالجہر کو ثابت کیا ہے اور مانعین کے تمام اعتراضات کا مفصل جائزہ لیا ہے اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث کے لیے ان رسائل کا مطالعہ فرمائیں

تشہد اور سلام کے درمیان عذاب قبر وغیرہ سے پناہ مانگنا

باب ۲۱ استحباب التعوذ من عذاب القبر وعذاب جهنم وفتنة المحيا والممات وفتنة المسيح الدجال ومن المأثم والمغرم بين التشهد والتسليم

۱۲۲۰ - حدثنا هارون بن سعيد وحرملة بن يحيى قال هارون نا وقال حرملة انا ابن وهب قال اخبرني يونس بن يزيد عن ابن شهاب قال حدثني عروة بن الزبير ان عائشة قالت دخل علي رسول الله صلى الله عليه وسلم وعندي امرأة من اليهود وهي تقول هل شعرت انكم تفتنون في القبور قالت فارتاع رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال انما تفتن يهود قالت عائشة فلبثنا ليالي ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم هل شعرت انه اوحي الي انكم تفتنون في القبور قالت عائشة فسمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد يستعيذ من عذاب القبر.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے در آں حالیکہ میرے پاس ایک یہودی عورت بیٹھی ہوئی تھی وہ کہنے لگی کیا تمہیں معلوم ہے قبروں میں تمہاری آزمائش کی جائے گی یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوفزدہ ہو گئے اور فرمایا آزمائش میں صرف یہود مبتلا ہوں گے، چند دن گزرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں پتا چلا مجھ پر وحی نازل کی گئی ہے ہرگاہ تمہاری قبروں میں آزمائش کی جائے گی ا حضرت عائشہ کہتی ہیں اس کے بعد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عذاب قبر سے پناہ مانگتے تھے۔

۱۲۲۱ - حدثني هارون بن سعيد وحرملة بن يحيى وعمرو بن سواد قال حرملة انا وقال الآخران نا ابن وهب قال اخبرني يونس عن ابن شهاب عن حميد بن عبد الرحمن عن ابي هريرة قال

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد عذاب قبر سے پناہ مانگتے تھے۔

[له] شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ فتح الملہم ج ۲ ص ۱۷۲ مطبوعہ مکتبۃ الحجاز کراچی۔

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِكَ يَسْتَعِيْذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔

۱۲۲۲ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ كِلَاهُمَا عَنْ جَرِيْرٍ قَالَ زُهَيْرٌ نَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَبِيْ وَائِلٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَتْ عَلَيَّ عَجُوْزَتَانِ مِنْ عُجُزِ يَهُوْدِ الْمَدِيْنَةِ فَقَالَتَا اِنَّ اَهْلَ الْقُبُوْرِ يُعَذَّبُوْنَ فِيْ قُبُوْرِهِمْ قَالَتْ فَكَذَّبْتُهُمَا وَلَمْ اُنْعِمْ اَنْ اُصَدِّقَهُمَا فَخَرَجَتَا وَدَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ عَجُوْزَتَيْنِ مِنْ عُجُزِ يَهُوْدِ الْمَدِيْنَةِ دَخَلَتَا عَلَيَّ فَزَعَمَتَا اَنَّ اَهْلَ الْقُبُوْرِ يُعَذَّبُوْنَ فِيْ قُبُوْرِهِمْ فَقَالَ صَدَقَتَا اِنَّهُمْ يُعَذَّبُوْنَ عَذَابًا تَسْمَعُهُ الْبَهَائِمُ ثُمَّ قَالَتْ فَمَا رَاَيْتُهٗ بَعْدُ فِيْ صَلٰوةٍ اِلَّا يَتَعَوَّذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔

۱۲۲۳ وَحَدَّثَنِيْ هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ قَالَ نَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ اَشْعَثَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ وَفِيْهِ قَالَتْ وَمَا صَلّٰى صَلٰوةً بَعْدَ ذٰلِكَ اِلَّا سَمِعْتُهٗ يَتَعَوَّذُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں دو یہودی بوڑھی عورتیں میرے پاس آئیں اور کہنے لگیں قبر والوں کو قبر میں عذاب ہوتا ہے میں نے انھیں جھٹلایا اور ان کی تصدیق مجھے اچھی نہ لگی پھر وہ دونوں چلی گئیں اور ان کے جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میں نے آپ سے عرض کیا کہ مدینہ کے یہودیوں میں سے دو بوڑھی عورتیں میرے پاس آئی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ قبر والوں کو قبر میں عذاب ہوگا آپ نے فرمایا انھوں نے سچ کہا ہے اہل قبور کو ایسا عذاب ہوتا ہے جس کو جانور تک سنتے ہیں، حضرت عائشہ کہتی ہیں میں نے دیکھا اس واقعہ کے بعد آپ ہر نماز میں عذاب قبر سے پناہ مانگتے تھے۔

ایک اور سند سے یہ حدیث بیان کی گئی ہے جس میں حضرت عائشہ کا یہ قول ہے اس کے بعد میں ہر نماز کے بعد آپ سے عذاب قبر سے پناہ کی دعا سنتی تھی۔

تشریح۔

ان حدیثوں میں دو مختلف واقعات کا ذکر کیا گیا ہے حدیث نمبر ۱۲۲۰ سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم نہ تھا کہ آپکی امت قبر میں آزمائش میں مبتلا ہوگی اس لیے آپ نے فرمایا "آزمائش میں صرف یہود مبتلا ہوں گے"۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی کی جس سے آپ کو معلوم ہوا کہ آپ کی امت بھی آزمائش میں مبتلا ہوگی۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آپ کا علم تدریجی ہے رہا یہ شبہ کہ جب آپ کی امت بھی آزمائش میں مبتلا ہوگی تو آپ کا یہ کہنا کہ آزمائش میں صرف یہود مبتلا ہوں گے خلاف واقع اور جھوٹ ہے جس سے نبی معصوم ہوتا ہے اس کا جواب یہ ہے جھوٹ تب ہوتا ہے جب متکلم قصداً واقع کے خلاف خبر دے۔ اگر کوئی شخص علم نہ ہونے کی وجہ سے خلاف واقع بات کہہ دے اور اس کا قصد خلاف واقع بات بتلانا نہ ہو تو وہ جھوٹ نہیں ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر چند نبی کو ایسی صفت حاصل ہوتی ہے جس سے اس پر غیب بات منکشف ہوجاتے ہیں وہ جنات اور ملائکہ کو دیکھتا ہے اور قبر اور برزخ کے احوال اس کے پیش نظر ہوتے ہیں تاہم اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے جب تک چاہتا ہے کسی چیز سے نبی کی توجہ ہٹا لیتا ہے۔ قبر میں آزمائش سے مراد وہ سوال ہیں جو منکر نکیر میت سے کریں گے۔ حدیث نمبر ۱۲۲۲ میں ذکر ہے جب دو یہودی عورتوں نے حضرت عائشہ سے عذاب کا ذکر کیا تو انھوں نے اس کی تکذیب کی۔ اس پر سوال ہوتا ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتا چکے تھے کہ قبر میں اس امت کی آزمائش ہوگی تو پھر حضرت عائشہ

نے ان عورتوں کی کیوں تکذیب کیوں کی، اس کا جواب یہ ہے آزمائش کا مطلب ہے منکر و نکیر کے سوالات اور عذاب قبر ایک اور چیز ہے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر میں آزمائش کی خبر دی بعد میں عذاب قبر کی اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز کے بعد فتنہ قبر اور عذاب قبر سے پناہ مانگنی چاہیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان چیزوں سے نہ صرف مامون بلکہ درجہ امان میں اس کے باوجود آپ کا بکثرت فتنہ قبر اور عذاب قبر سے پناہ مانگنا غلبہ خوف الٰہی اور تعلیم امت پر محمول ہے ۔

عذاب قبر

عذاب کے معنی ہیں مٹھاس عربی میں کہتے ہیں ماء عاذب میٹھا پانی اور قبر کے معنی ہیں گڑھا۔ قبر میں میت پر جو درد والم کی کیفیت طاری ہوتی ہے اس کو عذاب سے اس لیے تعبیر کرتے ہیں کہ کفار پر عذاب مسلمانوں کے لیے مٹھاس کی طرح خوشگوار ہوتا ہے۔ قبر سے مراد بالخصوص وہ گڑھا نہیں ہے جس میں میت کو دفن کیا جاتا ہے بلکہ وہ جگہ ہے جہاں میت کے اجزاء اصلیہ[1] ہوں خواہ یہ اجزاء زمین کے اندر گڑھے میں ہوں، پانی کی تہ میں جانوروں کے پیٹ میں یا جسم جلنے کے بعد راکھ کی شکل میں ہوں۔ جس جگہ بھی یہ اجزاء ہوں گے قیامت تک ان پر عذاب یا ثواب کی کیفیات مرتب ہوتی رہیں گی۔

عذاب روح و جسم دونوں پر ہوتا ہے یا صرف روح پر؟ اس میں اختلاف ہے بعض علماء صرف روح پر عذاب کے قائل ہیں۔ ابن قیم جوزیہ کا یہی مسلک ہے اور جمہور اہلسنت کے نزدیک عذاب روح اور جسم کے مجموعہ پر ہوتا ہے صوفیہ سے یہ بھی منقول ہے کہ اجسادِ مثالیہ پر عذاب ہوتا ہے ۔

منکرین عذاب قبر کے شبہات

بعض روافض اور کچھ معتزلہ عذاب قبر کا انکار کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میت پتھروں کی طرح جامد اور بے جان ہے اور عذاب درد اور اذیت کی کیفیت کے ادراک کو کہتے ہیں اور ادراک بغیر حیات کے غیر متصور ہے یہ لوگ قبر میں حیات نہیں مانتے اور قرآن کریم کی مذکورہ ذیل آیات سے استدلال کرتے ہیں:

لا یذوقون فیھا الموت الا الموتۃ الاولی۔ (دخان: ۵۶) "اہل جنت، جنت میں پہلی موت کے سوا اور کوئی موت نہیں چکھیں گے ۔"

منکرین کہتے ہیں کہ قبر میں حیات ہو تو حیات جنت سے پہلے دو موتیں ہوں گی۔ پہلی موت قبر میں جانے سے پہلے اور دوسری قبر میں جانے کے بعد۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں صرف پہلی موت کے چکھنے کا بیان کیا ہے اس کا جواب یہ ہے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بتلایا ہے کہ اہل جنت موت نہیں چکھیں گے پھر تعلیق علی المحال کرتے ہوئے فرمایا: اگر وہ جنت میں موت چکھتے تو پہلی موت چکھتے اور پہلی موت (جو گذر چکی ہے) کا چکھنا تو محال ہے لہٰذا ان کا مطلقاً موت چکھنا محال ہے۔

دوسری آیت کریمہ جس سے وہ استدلال کرتے ہیں یہ ہے:

وما انت بمسمع من فی القبور۔ (فاطر: ۲۲) آپ قبر والوں کو سنانے والے نہیں ہیں۔

اس آیت کریمہ سے کفار کو اہل قبور سے تشبیہ دینا مقصود ہے یعنی جس طرح اہل قبور سماع سے فائدہ حاصل نہیں کرتے

---

[1] اجزاء اصلیہ ان اجزاء کو کہتے ہیں جن سے انسان کا خمیر تیار ہوتا ہے یہ انسانی جسم کے نشوونما اور بڑھنے گھٹنے کے تمام ادوار میں پیدائش سے لے کر موت تک مشترک رہتے ہیں ——— سعیدی

اسی طرح کفار بھی سماع سے فائدہ حاصل نہیں کرتے اور جب اہل قبور سن نہیں سکتے تو ثابت ہوا کہ وہ حیات سے عاری اور مردہ ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اہل قبور حاسہ سمع یعنی کانوں سے نہیں سنتے کیونکہ جسم تو کچھ عرصہ بعد گل سڑ کر مٹی ہو جاتا ہے صرف ہڈیاں رہ جاتی ہیں اور کچھ عرصہ بعد ہڈیاں بھی نہیں رہتیں۔ اس لیے اس آیت میں حواس سے سننے کی نفی ہے اور اہل قبور حواس سے نہیں روح کی قوت سے سنتے ہیں۔

عذاب قبر پر دلائل

اہل سنت کے دلائل یہ ہیں: (امتنا اثنتین واحییتنا اثنتین)
"تو نے ہم کو دو مرتبہ مارا اور دو بار زندہ کیا" (مومن: ۱۱)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ موت بھی دو ہیں اور حیات بھی دو ہیں ایک موت وہ ہے جو دنیوی حیات کے بعد آئی اور دوسری موت وہ ہے جو قبر کی حیات کے بعد آئی بعض مفسرین نے دنیاوی حیات سے پہلے نطفہ کو پہلی موت اور دنیاوی حیات کے بعد موت کو دوسری موت قرار دیا ہے لیکن یہ درست نہیں ہے کیونکہ نطفہ میں جو عدم حیات ہے وہ عدم سابق ہے جس کے لیے کسی فاعل کی ضرورت نہیں۔ فاعل کی ضرورت عدم لاحق کو ہوتی ہے اس آیت میں اَمتّنا کا لفظ استعمال فرمایا ہے (تو نے ہم کو مارا) اس میں اس موت کا ذکر ہے جس کیلئے فاعل کی ضرورت ہو اور اس سے مراد وہ دو صورتیں ہو سکتی ہیں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

دوسری دلیل یہ ہے:

النار یعرضون علیها غدوا وعشیا ویوم تقوم الساعة وقفة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب۔ (مومن ۴۶)

"آل فرعون صبح و شام آگ پر لائے جاتے ہیں اور قیامت کے دن بھی آگ پر لائے جائیں گے (حکم ہوگا) داخل کرو آل فرعون کو زیادہ سخت عذاب میں"

اس آیت میں عذاب قبر پر دو طرح دلالت ہے اولاً اس لیے کہ انھیں صبح و شام آگ پر لانا وہ عذاب ہے جو قیامت سے پہلے ہوگا کیونکہ قیامت کے عذاب کا ذکر بعد میں بطریق عطف کیا ہے اور قیامت سے پہلے جو صبح و شام آگ دکھلائی جائے گی وہ صرف قبر میں متصور ہے۔ ثانیاً فرشتوں کو قیامت کے دن حکم ہوگا آل فرعون کو زیادہ سخت عذاب میں داخل کرو اس سے معلوم ہوا کہ اس سے کم درجہ کا عذاب انھیں قیامت سے پہلے دیا جاتا رہا ہے اور وہ عذاب قبر میں ہوگا۔

تیسری دلیل یہ ہے:

اغرقوا فادخلوا نارا۔ (نوح: ۲۵)

"قوم نوح غرقاب ہونے کے فوراً بعد آگ میں داخل کر دی گئی"

قیامت کے بعد جو عذاب ہوگا وہ غرق ہونے کے فوراً بعد نہیں ہوگا بلکہ عرصہ ہائے دراز کے بعد ہوگا اس لیے جس عذاب کا یہاں ذکر ہے وہ قبر میں ہی ہو سکتا ہے۔

اور عذاب قبر کے بارے میں اس قدر کثرت سے صحاح اور سنن میں احادیث وارد ہیں کہ علامہ تفتازانی اور دیگر علماء نے کہا کہ یہ احادیث معنیً متواتر ہیں۔

عذاب قبر پر عقلی شبہات کے جوابات

ایک سوال یہ ہے کہ بہت سے لوگوں کی قبر نہیں بنتی پھر ان کے حق میں عذاب قبر کیسے ہوگا اس کا جواب یہ ہے کہ قبر سے مراد وہ جگہ ہے جہاں میت کے اجزاء اصلیہ ہوں خواہ وہ زمین کا گڑھا ہو یا سمندر کی تہ یا جانور کا پیٹ جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے دوسرا سوال یہ ہے کہ کچھ عرصہ بعد بدن گل سڑ کر مٹی ہو جاتا ہے پھر بدن پر عذاب کیسے ہوگا؟۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بدن کے اجزاء اصلیہ کو اللہ تعالیٰ بہر حال باقی رکھتا ہے جن کے ساتھ روح کا تعلق قائم رہتا ہے اور ان پر عذاب کی کیفیات وارد ہوتی ہیں۔ تیسرا سوال یہ ہے کہ بسا اوقات جنگلی جانور انسانوں کو کھا جاتے ہیں اور اگر ان پر آگ کا عذاب ہوتا ہے تو اس سے جانوروں کو تکلیف کیوں نہیں ہوتی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جانور عالم دنیا میں ہے اور اس کے اندر میت کے اجزاء پر عالم برزخ میں عذاب کی کیفیات گذر رہی ہیں اور ایک عالم کے احوال دوسرے عالم پر منکشف نہیں ہوتے مثلاً ہمارے پیٹ میں جب کیڑے ہوتے ہیں ان پر زندگی اور موت اور درد و راحت کے تمام احوال گذرتے ہیں اور ہم کو پتا نہیں چلتا۔ چوتھا سوال یہ ہے کہ کہا جاتا ہے میت کو گرز سے مارا جاتا ہے وہ چیختا چلاتا ہے اس کے سر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں جسم جل جاتا ہے لیکن جب قبر کھود کر میت کو دیکھا جائے تو جسم اسی طرح پڑا ہوتا ہے۔ کسی چوٹ کا نشان نہ جلنے کا کوئی اور ٹوٹ پھوٹ نہ مار کی وجہ سے جسم میں حرکت اور اضطراب ہوتا ہے اسکا جواب بھی یہی ہے کہ یہ الگ الگ عالموں کے احوال ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنات اور فرشتوں سے باتیں کرتے تھے اسی مجلس میں صحابہ ہوتے تھے انہیں پتا نہ چلتا خواب میں کسی آدمی کو مار پڑتی ہے اور اسی عالم میں وہ درد و اذیت محسوس کرتا ہے لیکن اس کے پاس بیٹھے بیدار شخص کو پتا نہیں چلتا اسی طرح برزخ کے احوال دنیا والوں پر منکشف نہیں ہوتے۔ پانچواں سوال ہے کہ قبر میں انسان زندہ رہ سکتا ہے تو کیا یہ ممکن ہے کہ کسی زندہ آدمی کو قبر میں دفن کر دیں اور وہ زندہ رہے اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں زندگیوں کی نوعیت میں فرق ہے اونٹنی کے پیٹ میں بچہ زندہ ہوتا ہے لیکن اگر کسی انسان یا جانور کو اونٹنی کے پیٹ کا آپریشن کر کے اس میں ڈال دیا جائے تو وہ زندہ نہ رہ سکے گا۔ا عذاب قبر کے تمام مباحث کی تفصیل ہم نے شرح صحیح مسلم جلد سابع میں (بیان کر دی ہے)

۱۲۲۴- حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ نَا أَبِي عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَعِيذُ فِي صَلٰوتِهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز میں دجال کے فتنہ سے پناہ مانگتے تھے۔

۱۲۲۵- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنْ وَكِيعٍ قَالَ أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا وَكِيعٌ قَالَ نَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ حَسَّانَ بْنِ عَطِيَّةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي عَائِشَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَعَنْ يَحْيَى ابْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص تشہد پڑھے تو چار چیزوں سے پناہ مانگے۔ یوں کہے "اے اللہ میں جہنم کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں، عذاب قبر سے، زندگی اور موت کی آزمائش سے اور مسیح دجال

رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَشَهَّدَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنْ أَرْبَعٍ يَقُولُ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ۔

کے شر سے۔

۱۲۲۶ - وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحٰقَ قَالَ أَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَدْعُو فِي الصَّلٰوةِ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ قَالَتْ فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ مَا أَكْثَرَ مَا تَسْتَعِيذُ مِنَ الْمَغْرَمِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَكَذَبَ وَوَعَدَ فَأَخْلَفَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں یہ دعا مانگا کرتے تھے: اے اللہ میں عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں، مسیح دجال کے فتنہ سے تیری پناہ مانگتا ہوں زندگی اور موت کی آزمائش سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ گناہ اور قرض سے تیری پناہ مانگتا ہوں آپ سے کسی کہنے والے نے کہا یا رسول اللہ! آپ قرض سے کس قدر زیادہ پناہ مانگتے ہیں؟ آپ نے فرمایا جب آدمی مقروض ہو جاتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ خلافی کرتا ہے۔

۱۲۲۷ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ ثَنِي الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ نَا حَسَّانُ بْنُ عَطِيَّةَ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَائِشَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَرَغَ أَحَدُكُمْ مِنَ التَّشَهُّدِ الْآخِرِ فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْ أَرْبَعٍ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ شَرِّ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص آخری تشہد سے فارغ ہو جائے تو چار چیزوں سے اللہ کی پناہ مانگے، جہنم کے عذاب سے، قبر کے عذاب سے، زندگی اور موت کی آزمائش سے اور مسیح دجال کے فتنہ سے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

۱۲۲۸ - حَدَّثَنِيهِ الْحَكَمُ بْنُ مُوسٰى قَالَ نَا هِقْلُ بْنُ زِيَادٍ ح وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ أَنَا عِيسٰى يَعْنِي ابْنَ يُونُسَ جَمِيعًا عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَا إِذَا فَرَغَ أَحَدُكُمْ مِنَ التَّشَهُّدِ وَلَمْ يَذْكُرِ الْآخِرَ۔

ایک اور سند سے یہی روایت منقول ہے لیکن اس میں تشہد کے ساتھ آخر کا لفظ نہیں ہے۔

۱۲۲۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ هِشَامٍ عَنْ يَحْيٰى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُمَّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے، اے اللہ! میں عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور عذاب نار سے

إني أعوذ بك من عذاب القبر وعذاب النار وفتنة المحيا والممات وشر المسيح الدجال۔

دنیا اور آخرت کی آزمائش سے اور مسیح دجال کے شر سے۔

۱۲۳۰- وحدثنا محمد بن عباد قال نا سفيان عن عمرو عن طاوس قال سمعت أبا هريرة يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم عوذوا بالله من عذاب الله عوذوا بالله من عذاب القبر عوذوا بالله من فتنة المسيح الدجال عوذوا بالله من فتنة المحيا والممات۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگو: اللہ تعالیٰ کے عذاب سے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگو، قبر کے عذاب سے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگو مسیح دجال کے فتنہ سے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگو، زندگی اور موت کی آزمائش سے۔

۱۲۳۱- وحدثنا محمد بن عباد قال نا سفيان عن ابن طاوس عن أبيه عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم مثله۔

ایک اور سند سے ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۲۳۲- وحدثنا محمد بن عباد وأبو بكر بن أبي شيبة وزهير بن حرب قالوا نا سفيان عن أبي الزناد عن الأعرج عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم مثله۔

ایک اور سند سے بھی اس کی مثل منقول ہے:

۱۲۳۳- حدثنا محمد بن المثنى قال نا محمد بن جعفر قال نا شعبة عن بديل عن عبد الله بن شقيق عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه كان يتعوذ من عذاب القبر وعذاب جهنم وفتنة الدجال۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عذاب قبر سے، عذاب جہنم سے اور فتنہ دجال سے پناہ مانگتے تھے۔

۱۲۳۴- وحدثنا قتيبة بن سعيد عن مالك بن أنس فيما قرئ عليه عن أبي الزبير عن طاوس عن ابن عباس أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يعلمهم هذا الدعاء كما يعلمهم السورة من القرآن يقول قولوا اللهم إنا نعوذ بك من عذاب جهنم وأعوذ بك من عذاب القبر وأعوذ بك من فتنة المسيح الدجال وأعوذ بك من فتنة المحيا والممات قال مسلم بن الحجاج بلغني أن طاوسا قال لابنه دعوت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کی سورت کی طرح اس دعا کی تعلیم دیتے تھے: "اے اللہ! ہم عذاب جہنم سے تیری پناہ مانگتے ہیں، میں عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں، مسیح دجال کے فتنہ سے تیری پناہ مانگتا ہوں، میں زندگی اور موت کے فتنہ سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ راوی کہتا ہے کہ طاؤس نے اپنے بیٹے سے کہا تو نے نماز میں یہ دعا مانگی، اس نے کہا نہیں، طاؤس نے کہا نماز پھر پڑھ

بِهَا فِي صَلٰوتِكَ قَالَ لَا قَالَ اَعِدْ صَلٰوتَكَ لِاَنَّ طَاؤُسًا رَوَاهُ عَنْ ثَلٰثَةٍ اَوْ اَرْبَعَةٍ اَوْ كَمَا قَالَ۔ کیونکہ طاؤس نے اس حدیث کو تین چار راویوں سے نقل کیا ہے۔

مسیح دجال

حدیث نمبر ۱۲۲۴ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسیح دجال سے پناہ مانگتے تھے۔ مسیح کا لفظ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے لیے بھی بولا جاتا ہے اور دجّال کے لیے بھی۔ حضرت عیسیٰ کے حق میں مسیح بمعنی ماسح مراد ہے کیونکہ آپ جس بیمار کے اوپر ہاتھ پھیر دیتے تھے وہ شفایاب ہوجاتا اور دجال کے حق میں مسیح بمعنی ممسوح بولا جاتا ہے کیونکہ وہ ممسوح العین یعنی کانا ہوگا۔ ایک سوال یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنہ دجال سے پناہ مانگی کیا آپ کو علم نہ تھا کہ دجال کا ظہور آپ کے زمانہ میں نہیں ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خود جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلا دیا ہے کہ دجال کا ظہور قرب قیامت میں ہوگا اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں ہلاک ہوگا (صحیح مسلم) اس لیے آپ کا مسیح دجال کے فتنہ سے پناہ مانگنا، امت کو تعلیم دینے اور انھیں اس دعا کی طرف ترغیب دینے کے لیے تھا نہ اس وجہ سے کہ آپ کو اس کے خروج کا علم نہیں تھا، ابو الاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ کا یہ لکھنا سخت افسوسناک ہے! کہ حضور کو اپنے زمانہ میں یہ اندیشہ تھا کہ شاید دجال آپ ہی کے عہد میں ظاہر ہوجائے یا آپ کے بعد کسی قریبی زمانہ میں ظاہر ہو لیکن کیا یہ واقعہ نہیں کہ ساڑھے تیرہ سو برس گزر چکے ہیں اور ابھی تک دجّال نہیں آیا۔ (رسائل مسائل حصہ اول ص ۵۰، ۴۹)

زندگی اور موت میں آزمائش

حدیث نمبر ۱۲۲۵ میں یہ دعا ہے: "اے اللہ! میں زندگی اور موت کی آزمائش سے تیری پناہ مانگتا ہوں"۔ زندگی میں آزمائش یہ ہے کہ مال اور اولاد کی محبت، نفس کی خواہشات اور غیظ و غضب کی وجہ سے عبادات کا ترک یا گناہ کا ارتکاب نہ کر ڈالے، موت کی آزمائش یہ ہے کہ مرتے وقت ایمان پر مستقیم رہے۔ علامہ وشتانی لکھتے ہیں کہ امام ثوری مرض وفات میں رو رہے تھے کسی نے رونے کا سبب پوچھا تو فرمایا اگر مجھے یقین ہوتا کہ میرا ایمان پر خاتمہ ہوگا تو میں کبھی نہ روتا، ایک شیخ پر موت کے وقت غشی طاری ہوگئی۔ انھوں نے بتایا کہ غشی کے عالم میں انھوں نے دو جماعتیں دیکھیں۔ ایک دائیں طرف اور ایک بائیں طرف جو جماعت بائیں طرف تھی وہ شرک کی طرف راغب کرتی تھی اور جو دائیں طرف تھی وہ ایمان باللہ کی دعوت دیتی تھی۔ بائیں جانب والے گروہ نے توحید کے خلاف شبہات پیش کیے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس علم کی بدولت جو مجھے عطا کیا تھا ان شبہات کے جوابات کی توفیق دی اور اس وقت مجھے یقین ہوگیا کہ انسان کا علم اسے دنیا اور آخرت میں نفع دیتا ہے۔[1]

قبر میں آزمائش

حدیث نمبر ۱۲۲۰ میں قبر کی آزمائش کا ذکر گزر چکا ہے اس سلسلہ میں حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں سفیان ثوری سے نقل کیا ہے کہ جب قبر میں میت سے سوال کیا جاتا ہے "تیرا رب کون ہے؟" تو شیطان اس کے سامنے آجاتا ہے اور اپنی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے میں تیرا رب ہوں، یہ بڑا زبردست فتنہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور تمام مسلمانوں کو اس سے محفوظ رکھے۔ بعض مسلمان قبر پر دفن کے بعد اذان دیتے ہیں تاکہ شیطان بھاگ جائے اور میت کو فرشتوں کے سوالات کے جواب مستحضر ہوں، یہ ایک نیک اور بابرکت عمل ہے لیکن اس کو تدفین کا ایک رکن قرار دینا باطل اور بدعت سیئہ ہے۔ مسلمانوں سے حسن ظن یہی ہے کہ وہ اس کو واجب نہیں سمجھتے۔

---

[1] علامہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۲۸۲ مطبوعہ دار کتب العلمیہ بیروت

حضور کے استغفار کی وجہ

حدیث نمبر ۱۲۲۶ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر اور جہنم کے عذاب سے پناہ مانگتے تھے۔ اس پر سوال ہے کہ آپ تو مغفور ہیں۔ قرآن اور حدیث میں آپ کی مغفرت اور درجات کی بلندی کی بے شمار بشارتیں ہیں۔ پھر آپ دعا کیوں کرتے تھے، اس کے کئی جواب ہیں، پہلا: امت کو دعا کی تعلیم دینے کے لیے، دوسرا تاکہ دعا مانگنا مسنون ہو اور اس میں آپ کا نمونہ ہو۔ تیسرا: تواضع اور اظہار عبودیت کے لیے۔ چوتھا: خوف الٰہی کے غلبہ کے سبب۔ پانچواں: اللہ تعالیٰ کی طرف احتیاج ظاہر کرنے کے لیے۔ چھٹا: اللہ کا حکم ماننے کے لیے۔ ساتواں: امت کو یہ بتلانے کے لیے کہ میں مغفرت کی بشارت پانے کے باوجود اس قدر دعائیں مانگتا ہوں تو تم لوگ جن کے حق میں کوئی نوید نہیں ہے ان کو کتنی زیادہ دعائیں مانگنی چاہئیں۔ آٹھواں: اللہ تعالیٰ کا جلال اور اس کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے۔ نواں: جہنم اور قبر کے عذاب کو لوگوں کے دلوں میں راسخ کرنے کے لیے۔ دسواں: اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے سے اس کا قرب محبت اور رحمت حاصل ہوتی ہے، اس کے حصول کے لیے۔

قرض مذموم اور قرض محمود

اسی حدیث میں ہے کہ آپ نے قرض سے پناہ مانگی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرض لینا مذموم اور برا کام ہے۔ حالانکہ طبرانی میں سند صحیح سے مرفوعاً روایت ہے اللہ تعالیٰ مقروض کے ساتھ ہوتا ہے جب تک وہ قرض ادا نہ کر دے، اور عبداللہ بن جعفر اپنے خادم سے کہا کرتے تھے جاؤ میرے لیے قرض لے کر آؤ کیونکہ میں ناپسند کرتا ہوں کہ میں اس حال میں رات گزاروں کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ نہ ہو۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ قرض لینا مستحسن ہے یہ تعارض ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرض لینا اس وقت مذموم ہے جب انسان کے پاس اس کی ادائیگی کے لیے وسائل نہ ہوں۔ اس وقت انسان کا یہی حال ہوگا کہ وہ جھوٹ بولے گا اور وعدہ خلافی کرے گا اور یہ مذموم ہے اس سے پناہ مانگنی چاہیے اور جب اس کے پاس ادائیگی کے وسائل ہوں تو مذموم نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۳۴ میں ہے کہ نماز میں ان دعاؤں کے نہ مانگنے پر طاؤس نے اپنے بیٹے کو نماز دہرانے کا حکم دیا، اس سے طاؤس کا مقصد یہ نہ تھا کہ نماز میں ان دعاؤں کا مانگنا شرعاً واجب ہے بلکہ اپنے بیٹے کو نماز میں ان دعاؤں کی عادت ڈالنے کیلئے تاکیداً ایسا فرمایا۔

باب ۲۱۱ اِسْتِحْبَابِ الذِّكْرِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ وَ بَيَانِ صِفَتِهٖ

نماز کے بعد ذکر کا طریقہ اور اس کا استحباب

۱۲۳۵ - حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ رُشَيْدٍ قَالَ نَا الْوَلِيْدُ عَنِ الْاَوْزَاعِيِّ عَنْ اَبِيْ عَمَّارٍ اِسْمُهٗ شَدَّادُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْ اَسْمَآءَ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلٰوتِهٖ اِسْتَغْفَرَ ثَلَاثًا وَقَالَ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ قَالَ الْوَلِيْدُ فَقُلْتُ لِلْاَوْزَاعِيِّ كَيْفَ الْاِسْتِغْفَارُ قَالَ يَقُوْلُ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہونے کے بعد تین بار استغفار کرتے اور فرماتے: اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذاالجلال والاکرام - راوی کہتے ہیں میں نے اوزاعی سے پوچھا استغفار کیسے کرتے تھے کہا فرماتے تھے: استغفر اللہ استغفر اللہ۔

۱۲۳۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَلَّمَ لَمْ يَقْعُدْ إِلَّا مِقْدَارَ مَا يَقُولُ اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ نُمَيْرٍ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرنے کے بعد صرف اللھم انت السلام ومنك السلام تبارکت ذا الجلال والاکرام پڑھنے کی مقدار تک بیٹھتے تھے اور ابن نمیر کی روایت میں یاذا الجلال والاکرام ہے۔

۱۲۳۷ - وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبُو خَالِدٍ يَعْنِي الْأَحْمَرَ عَنْ عَاصِمٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۲۳۸ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الصَّمَدِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ وَخَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ كِلَاهُمَا عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک اور سند کے ساتھ یہ روایت منقول ہے اور اس میں بھی یاذا الجلال والاکرام ہے۔

ذکر ماثور میں اضافہ یا تغیر

عام طور پر یہ دعا اس طرح مانگی جاتی ہے "اللھم انت السلام ومنك السلام و الیك یرجع السلام فحینا ربنا بالسلام وادخلنا دار السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام" خط کشیدہ الفاظ کسی حدیث سے ثابت نہیں ہیں یہ الفاظ بعض واعظین نے وضع کر کے زیادہ کر دیئے۔ ملا علی قاری رحمہ الباری[1] فرماتے ہیں ومنك السلام کے بعد جو مذکور ذیل الفاظ کا اضافہ کیا جاتا ہے، شیخ جزری نے کہا ان کی کوئی اصل نہیں ہے۔ ان بعض الفاظ کو قصہ گو لوگوں نے گڑھ لیا ہے وہ الفاظ یہ ہیں: الیك یرجع السلام فحینا ربنا بالسلام وادخلنا دار السلام[1]

حدیث شریف میں دعا اور ذکر کے جو الفاظ وارد ہوں ان میں اپنی طرف سے کمی بیشی یا تغیر و تبدل کرنا صحیح نہیں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت براء بن عازب کو ایک دعا سکھائی جس میں یہ الفاظ تھے: "ونبیك الذی ارسلت" حضرت براء نے جب یہ کلمات دہرا کر آپ کو سنائے تو یوں پڑھا "برسولك الذی ارسلت" آپ نے فرمایا[2] "لا ونبیك الذی ارسلت"[2] "نہیں (وہی الفاظ پڑھو جو میں نے سکھائے ہیں) اس کی شرح میں علامہ عینی[3] اور علامہ عسقلانی نے لکھا:

---

[1] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ — مرقاۃ ج ۲ ص ۳۵۹ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۲ھ۔

[2] امام ابو عبد اللہ البخاری متوفی ۲۵۶ھ — صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ۔

[3] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ — عمدۃ القاری جز ۳ ص ۱۸۸ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

WWW.NAFSEISLAM.COM

ان الفاظ الاذکار توقیفیۃ فی تعیین اللفظ و تقدیر الثواب فربما کان فی اللفظ سر لیس فی الآخر وان کان یرادفہ فی الظاھر [1]

ذکر کے الفاظ لفظ کے تعین اور ثواب کی مقدار میں توقیفی (یعنی جن میں عقل کا دخل نہیں) ہوتے ہیں۔ بسا اوقات ایک لفظ میں وہ راز ہوتا ہے جو دوسرے میں نہیں ہوتا۔ ہر چند کہ وہ الفاظ بظاہر مترادف ہوتے ہیں۔

اس وجہ سے ائمہ حضرات سے خصوصاً اور عام مسلمانوں سے بالعموم گذارش ہے کہ وہ "اللّٰھم انت السلام" والی دعا مانگتے وقت صرف وہی الفاظ پڑھیں جو حدیث میں وارد ہیں ان میں تغیر اور اضافہ نہ کریں ورنہ وہ ان برکات اور اثرات سے محروم رہیں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہے ہوئے الفاظ پر مرتب ہوتے ہیں۔

امام ابن ہمام اور بعض دیگر فقہاء نے کہا ہے کہ نماز کے وقت صرف اللّٰھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذاالجلال والاکرام اتنی ہی مقدار ذکر کرے اس سے زیادہ اذکار (وظائف) جو احادیث میں وارد ہیں سنتیں ادا کرنے کے بعد انہیں پڑھے [2] لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ احادیث صحیحہ اس کے خلاف ہیں۔ ان تمام احادیث میں تاویل کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ ان احادیث کو اپنے ظاہر پر محمول کیا جائے اور اس حدیث کی تاویل صحیح ذکر کی جائے، صحیح مسلم میں حضرت مغیرہ بن شعبہ سے ایک حدیث ہے (حدیث ۱۲۴۳)، جس میں فرض کے بعد طویل ذکر، ذکر کیا گیا ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرض کے بعد بآواز بلند پڑھا کرتے تھے، اور علامہ شوکانی نے صحیح ابن حبان اور نسائی کے حوالہ سے یہ حدیث ذکر کی ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قرأ آیۃ الکرسی دبر کل صلوٰۃ مکتوبۃ لم یمنعہ من دخول الجنۃ الا الموت وزاد الطبرانی و قل ھو اللہ احد [3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھی اس کے لیے جنت میں جانے سے موت کے سوا اور کوئی چیز رکاوٹ نہیں ہے۔ اور طبرانی نے قل ھو اللہ احد پڑھنے کی زیادتی بھی روایت کی ہے۔

جامع ترمذی، سنن ابوداؤد اور سنن نسائی میں یہ روایت ہے:

عن عقبۃ بن عامر قال امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اقرأ المعوذات فی دبر کل صلوٰۃ [4]

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں ہر نماز کے بعد قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس (یہ سورتیں) پڑھا کروں۔

ان کے علاوہ اور بھی طویل اذکار کتب حدیث میں مذکور ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد پڑھا کرتے تھے۔

---

[1] علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ — فتح الباری ج ا ص ۲۵۸ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

[2] امام ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ — فتح القدیر ج اص ۳۸۴ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[3] علامہ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۰۵۰ھ — نیل الاوطار ج ۳ ص ۱۹۰ مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازہریہ ازہر ۱۳۹۸ھ

[4] امام عبد الرحمان نسائی متوفی ۳۰۳ھ — سنن نسائی ج ا ص ۱۳۵ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

امام ابن ہمام[1] نے ان اذکار کی یہ تاویل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنتیں پڑھنے کے بعد یہ اذکار پڑھا کرتے تھے اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ فرض کے بعد یہ اذکار پڑھتے تھے جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۱۲۴۳) اور ابن حبان ، نسائی اور طبرانی کی آیت الکرسی والی حدیث ہے علامہ ابن ہمام نے کہا سنتیں چونکہ فرض کے بعد پڑھی جاتی ہیں اس لیے جو ذکر سنتوں کے بعد ہوگا وہ فرض کے بعد ہی ہوگا۔ اس پر پھر اعتراض ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنن اور نوافل گھر میں پڑھتے تھے پھر صحابہ کرام کو کیسے پتا چلا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد یہ ذکر کرتے تھے۔ مثلاً صحیح مسلم میں ہے: حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے سلام پھیرنے کے بعد بآواز بلند پڑھتے تھے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر لا حول ولا قوۃ الا باللہ لا الہ الا اللہ ولا نعبد الا ایاہ لہ النعمۃ ولہ الفضل ولہ الثناء الحسن لا الہ الا اللہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون ۔۔۔۔ تو امام ابن ہمام تاویل در تاویل کرتے ہوئے فرماتے ہیں صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ کے باہر سے ذکر کی آواز سن لیتے تھے۔ اس تاویل کے بعد سے قطع نظر ابن ہمام رحمہ اللہ کا ذہن اس اعتراض کی طرف متوجہ نہیں ہوا ـــــ کہ صحابہ بھی تو اس وقت اپنے اپنے گھروں میں سنن اور نوافل میں مشغول ہوتے تھے کیونکہ عہد رسالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب گھروں میں سنن اور نوافل پڑھتے تھے۔ اس کے علاوہ سنن ابن حبان میں جو روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھی اس کے جنت میں جانے کے لیے موت کے سوا کوئی رکاوٹ نہیں۔ اس روایت کے الفاظ امام ابن ہمام کی تاویل کا ساتھ نہیں دیتے۔

حضرت عائشہ نے جو روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم انت السلام۔ الخ کی مقدار تک بیٹھتے تھے یہ دوام واستمرار پر محمول نہیں ہے بعض اوقات آپ صرف اللھم انت السلام ومنک السلام پڑھنے تک بیٹھتے اور بعض اوقات اس سے زیادہ مقدار تک بیٹھتے اور ذکر کرتے رہتے امت کی سہولت کے لیے آپ نے نہ کسی ایک ذکر کو معین کیا نہ کسی ایک مقدار کو معین فرمایا۔ یہی توجیہ آپ کی زندگی کے عام معمولات کے موافق ہے بہرحال نمازی فرض نماز پڑھنے کے بعد آیت الکرسی پڑھے، تین بار استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو پڑھے اور کلمہ شریف کا ذکر کرے کیونکہ ان کے پڑھنے پر بہت اجر و ثواب اور جنت کی بشارت ہے نیز فرض کے بعد سنتیں پڑھنے میں اصل سنت یہ ہے کہ سنتیں گھر میں پڑھی جائیں دیگر احادیث سے بھی ثابت ہے کہ فرض اور سنن میں فاصلہ ہونا چاہیے۔ اس لیے افضل یہی ہے کہ ان اذکار کو فرض کے بعد پڑھا جائے۔ فرض نماز کے بعد اذکار کے سلسلہ میں اس حکایت پر بھی عمل کرنا چاہیے۔

ابن قیم جوزیہ سند ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں ابو بکر بن محمد بیان کرتے ہیں کہ میں ابو بکر بن مجاہد کے پاس بیٹھا ہوا تھا ناگاہ شبلی آگئے تو ابو بکر بن مجاہد نے اٹھ کر ان سے معانقہ کیا اور ان کی آنکھوں کے درمیان (پیشانی پر) بوسہ دیا

[1] امام ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ — فتح القدیر ج ۱ ص ۳۸۴ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

میں نے ان سے کہا یا سیدی! آپ شبلی کی اس قدر تعظیم کر رہے ہیں حالانکہ بشمول آپ کے تمام اہل بغداد کے خیال میں یہ دیوانہ ہے ابوبکر بن مجاہد نے کہا میں نے شبلی کی اس طرح تعظیم کی ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعظیم کی تھی کیونکہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ کی خدمت میں شبلی حاضر ہوا آپ نے کھڑے ہو کر اس کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ شبلی کو کیوں سرفراز فرما رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ ہر فرض کے بعد یہ آیت پڑھتا ہے لقد جاءکم رسول من انفسکم (اخیر سورت تک) اس کے بعد تین مرتبہ کہتا ہے "صلی اللہ علیک یا محمد"۔ بعد میں میری شبلی سے ملاقات ہوئی میں نے اس سے پوچھا تم درود کس طرح پڑھتے ہو اس نے اسی طرح بتایا[1]

علامہ ابن قیم جوزیہ لکھتے ہیں: نماز سے سلام پھیرنے کے بعد قبلہ کی طرف یا نمازیوں کی طرف منہ کر کے دعا کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے مطلقاً نہیں ہے اور نہ یہ کسی حدیث سے ثابت ہے سند صحیح سے نہ حسن سے عصر اور فجر کے ساتھ اس دعا کی تخصیص آپ سے ثابت ہے نہ آپ کے خلفاء راشدین سے اور نہ آپ نے امت کی اس کی طرف رہنمائی کی ہے۔ آپ کے اور خلفائے راشدین کے بعد لوگوں نے سنت کے بجائے اس عمل کو مستحسن بنا لیا اور جو دعائیں احادیث میں وارد ہیں وہ سب اثناء نماز کے ساتھ متعلق ہیں۔[2]

علامہ ابن قیم کا مطلقاً یہ دعویٰ کرنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد دعا کی نہ اس کی رہنمائی کی قطعاً مردود ہے سنن نسائی میں سند صحیح کے ساتھ ہے:

عن مسلم بن ابی بکرۃ قال کان ابی یقول فی دبر کل صلوٰۃ اللھم انی اعوذ بک من الکفر والفقر وعذاب القبر فکنت اقولھن فقال ابی ای بنی عمن اخذت ھذا قلت عنک قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقولھن فی دبر الصلوٰۃ۔[3]

مسلم بن ابی بکرہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد ہر نماز کے بعد دعا کرتے تھے اے اللہ! میں کفر اور فقر اور عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں میں بھی یہ دعا کرنے لگا۔ میرے والد نے کہا اے بیٹے یہ دعا کہاں سے حاصل کی۔ میں نے کہا آپ سے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد یہ دعا کرتے تھے۔

امام ترمذی سند حسن سے روایت کرتے ہیں:

عن مصعب بن سعد وعمرو بن میمون کان سعد یقول ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یتعوذ بھن دبر الصلوٰۃ اللھم انی اعوذ بک من الجبن واعوذ بک من البخل واعوذ بک من ارذل العمر واعوذ بک من فتنۃ الدنیا

مصعب بن سعد اور عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں کہ حضرت سعد کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد ان کلمات سے پناہ مانگتے تھے اے اللہ! میں بزدلی سے تیری پناہ میں آتا ہوں، میں بخل سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ میں ارذل عمر سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور دنیا کی آزمائش اور

[1] علامہ شمس الدین ابن قیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ، جلاء الافہام ص ۲۵۶ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

[2] علامہ شمس الدین ابن قیم جوزیہ متوفی ۷۵۱ھ، زاد المعاد علی ہامش الزرقانی ج ۱ ص ۲۴۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

[3] امام عبدالرحمان نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۱۳۶ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

وعذاب القبر۔[۱] عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

ترمذی اور نسائی کی ان دونوں حدیثوں میں اس بات کا ثبوت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نماز کے بعد دعا کی ہے۔ اور فرض نماز کے بعد آپ نے دعا کرنے کی رہنمائی بھی فرمائی ہے۔ امام ترمذی روایت کرتے ہیں۔

عن ابی امامۃ قال قیل یا رسول اللہ ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل الاخر و دبر الصلوٰت المکتوبات[۲]

ابو امامہ بیان کرتے ہیں کہ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! کون سی دعا زیادہ مقبول ہوتی ہے فرمایا آدھی رات اور فرض نمازوں کے بعد۔

ان احادیث میں فرض نماز کے بعد دعا کا وافر ثبوت ہے اس بحث کے اخیر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دعا کا طریقہ ذکر کر دیا جائے۔ امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عمر بن الخطاب قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رفع یدیہ فی الدعاء لم یحطھما حتی یمسح بھما وجھہ[۳]

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا میں ہاتھ اٹھاتے تو انہیں اس وقت تک نیچے نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ انھیں اپنے چہرے پر ملتے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دعا مانگنے کا طریقہ یہ ہے کہ دعا کے وقت ہاتھ اٹھائے جائیں اور بعد میں ان ہاتھوں کو چہرہ پر مَلا جائے علامہ طحاوی نے لکھا ہے کہ جب دعا کے لیے ہاتھ اٹھائیں تو ان کے درمیان کشادگی ہو یعنی ملے ہوئے نہ ہوں۔ دعا کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور کہے الحمد للہ رب العالمین پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے مثلاً کہے والصلوٰۃ والسلام علی محمد خاتم النبیین۔ پھر اپنی حاجات کا ذکر کر کے اخیر میں پڑھے سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلم علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین۔[۴]

دعا قبول نہ ہونے کی وجوہات بسا اوقات ہماری دعا قبول نہیں ہوتی اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ جو چیز ہم مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہمارے حق میں بہتر نہیں ہوتی یا اس دعا کے عوض اللہ تعالیٰ ہم سے دنیا و آخرت کی کوئی بلا ٹال دیتا ہے یا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ابھی اس چیز کا وقت نہیں آیا وہ اس کو مؤخر کر دیتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ تین سو سال بعد قبول ہوئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی دعا مانگی جو دو ہزار سال بعد پوری ہوئی یا اس دعا کے عوض آخرت میں اجر عطا فرماتا ہے۔ یہ امور اس وقت مرتب ہوتے ہیں جب بندہ مسلسل بغیر کسی گلے شکوے کے دعا کرتا رہے۔

---

[۱] امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۵۱۳ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[۲] " " " ص ۵۰۴

[۳] " " " ص ۴۸۸

[۴] اب جبکہ مساجد میں سنن اور نوافل پڑھنے کا رواج ہو چکا ہے تو جن نمازوں کے بعد مسجد میں سنن اور نوافل پڑھے جاتے ہیں ان میں یہ بحث کی جاتی ہے کہ سنن اور نوافل کے بعد امام دعا کرے یا نہیں۔ شرح مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۱۸۷ میں اس صورت میں دعا مانگنے کا جواز ہے ——— سعیدی ———

قبولیت دعا کی شرائط

قبولیت دعا کی شرائط یہ ہیں: کسی گناہ اور قطع رحم کی دعا نہ مانگے۔ قبولیت دعا کے لیے عجلت نہ کرے۔ دعا کرنے والا اللہ تعالیٰ سے پہلے بھی دعا کرتا رہا ہو۔ گلہ شکوہ نہ کرے یہ نہ کہے کہ میں نے بار ہا دعا کی مگر دعا قبول نہیں ہوئی اور اس پر اظہار افسوس کرے اور دعا چھوڑ دے۔ اسکے کھانے پینے اور پہننے میں مال حرام داخل نہ ہو۔ دعا مانگنے والا نیک ہو بالخصوص جھوٹ نہ بولتا ہو۔ دعا مانگتے وقت استحضار قلب ہو یعنی غفلت سے دعا نہ کرے کسی امر محال کی دعا نہ مانگے اور یہ کہ اس کی دعا تقدیر کے موافق ہو۔

ان شرائط کے ذکر کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان یہ خیال کرے میں تو بہت گنہگار ہوں میں کب اس لائق ہوں کہ میری دعائیں قبول ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرنا چھوڑ دے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے دعا نہ کرنا بھی گناہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ دعا عبادت کا مغز ہے (ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ ص۱۹۷) دعا مانگنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور دعا نہ کرنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔ جب بندہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا ہے اور بار بار مانگتا ہے تو بندہ کا اظہار بندگی ہوتا ہے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بندہ اللہ کا محتاج ہے اور اسی کو اپنی جائے پناہ سمجھتا ہے اس کے سوا کسی اور کا دروازہ نہیں کھٹکھٹاتا، دعا قبول ہو یا رد ہو اسی سے سوال کرتا ہے کسی اور سے گدا نہیں کرتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے رب سے تمام حاجات کا سوال کرو حتیٰ کہ جوتی کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ سے مانگو (ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ ص ۱۹۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ مانگنے سے خوش ہوتا ہے۔ (ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ ص ۱۹۵) نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا رب حیاء والا اور کریم ہے جب بندہ اس کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھاتا ہے تو وہ ان کو خالی لوٹانے سے حیاء فرماتا ہے۔ (ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ ص ۱۹۵) اللہ تعالیٰ رد کرے یا قبول، بندہ کا یہی کام ہے کہ وہ اس سے مانگتا رہے۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ مسجدیں ویران ہوگئیں۔ لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے مانگنا چھوڑ دیا اپنے رب سے نہیں مانگتے، اس کے سامنے حاجات پیش نہیں کرتے بس یہ خیال دلوں میں بیٹھ گیا ہے کہ ہم گنہگار ہیں ہماری دعائیں قبول نہیں ہو سکتیں، ارے تم اس کی بارگاہ میں آؤ تو سہی، دست سوال دراز تو کرو اس کے کرم کا تو یہ عالم ہے کہ جب مشرکوں کی کشتی بھنور میں پھنس جاتی تھی اور انہیں کوئی چارہ کار نظر نہ آتا تھا اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا مانگتے کہ انہیں بھنور سے نکال دے اور پکا عہد کرتے کہ اب شرک نہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا بھی قبول فرما لیتا، یہ اور بات ہے کہ بعد میں انہوں نے اپنا عہد پورا نہ کیا!۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قل من ینجیکم من ظلمت البر و البحر تدعونہ تضرعا و خفیۃ لئن انجٰنا من ھٰذہ لنکونن من الشاکرین ○ قل اللہ ینجیکم منھا و من کل کرب ثم انتم تشرکون ○ (انعام: ۶۳، ۶۴)

آپ کہیے سمندر اور جنگل کے مصائب سے تمہیں کون نجات دیتا ہے جس کو تم گڑگڑا کر اور چپکے چپکے پکارتے ہو اگر اس مصیبت سے اس نے ہم کو نجات دی تو ہم ضرور اس کا شکر ادا کریں گے۔ آپ کہیے اللہ ہی تم کو اس مصیبت اور ہر بے چینی سے نجات دیتا ہے پھر تم اس کے شریک بنا لیتے ہو!۔

ھو الذی یسیرکم فی البر و البحر حتی اذا کنتم فی الفلک وجرین بھم بریح طیبۃ و فرحوا بھا جاءتھا ریح عاصف وجاءھم

وہی تم کو جنگل اور دریا میں لے جاتا ہے یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں سوار ہوتے ہو اور اچھی ہوائیں کشتیوں کو لے چلتی ہیں اور لوگ اس سے خوش ہوتے ہیں ان کشتیوں

الموج من کل مکان وظنوا انهم احیط بهم دعوا الله مخلصین له الدین لئن انجیتنا من هذه لنکونن من الشاکرین ٥ فلما انجاهم اذا هم یبغون فی الارض بغیر الحق ۔

(یونس : ۲۱، ۲۲)

پر ایک تیز ہوا آتی ہے اور ہر جگہ سے انھیں موج گھیر لیتی ہے اور انھیں یقین ہو جاتا ہے کہ وہ ہر طرف سے گھر چکے ہیں تب وہ اخلاص سے اللہ کو پکارتے ہیں اگر تو نے ہم کو اس مصیبت سے بچا لیا تو ہم ضرور تیرا شکر ادا کریں گے پھر جب اللہ تعالیٰ ان کو نجات دے دیتا ہے تو وہ زمین میں ناحق فساد کرتے ہیں ۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

واذا مس الانسان ضر دعا ربه منیبا الیه ثم اذا خوله نعمة منه نسی ما کان یدعوا الیه من قبل وجعل لله اندادا لیضل عن سبیله قل تمتع بکفرک قلیلا انک من اصحاب النار

(زمر : ۸)

اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کو عاجزی سے پکارتا ہے پھر جب اللہ تعالیٰ اسے اپنے پاس سے نعمت دے دیتا ہے تو وہ پہلے کی ہوئی دعائیں بھول جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے شریک بنا لیتا ہے تاکہ اس کے راستہ سے (لوگوں کو) بہکا دے۔ آپ کہیے تم تھوڑے دن اپنے کفر سے فائدہ اٹھا لو، لاریب تم جہنمیوں میں سے ہو۔

ان آیات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کافروں اور مشرکوں نے بھی اللہ کے دروازہ کو نہیں چھوڑا اور جب ان کی زندگی کی کشتی گرداب میں پھنس جاتی اور نجات کی کوئی دلیل نظر نہ آتی تو صرف اسی کو پکارتے تھے!

ہمیں چاہیے کہ اپنی تمام مشکلات، مصائب، حاجات، تمام چھوٹی بڑی ضرورتوں میں اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ جب کافروں اور مشرکوں کو مایوس نہیں کرتا تو اپنی توحید کا دم بھرنے والوں کو کب محروم کرے گا۔ نماز، روزہ اور دیگر عبادات کی پابندی کریں، محرمات سے بچیں اور اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت برآری کے لیے دعا کریں۔ یاد رکھیے تمام انبیاء علیہم السلام نے آکر یہی دعوت دی ہے کہ مخلوق، خالق کی طرف متوجہ ہو اور اپنی تمام حاجات کا قبلہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو بنائے۔ آج ہم اس دعوت کو بھلا بیٹھے ہیں۔ قبولیت دعا کی شرائط کے سلسلہ میں یہ بتلایا ہے کہ دعائیں اس لیے بھی قبول نہیں ہوتیں کہ ہم نے دعا کرنا چھوڑ دیا ہے۔ اس بحث کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پر ختم کرتا ہوں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص یہ چاہتا ہو کہ مصیبت میں اس کی دعا قبول ہو اس کو چاہیے کہ راحت میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہے (ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ ص ۱۹۵)۔

۱۲۳۹ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ رَافِعٍ عَنْ وَرَّادٍ مَوْلَى الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ كَتَبَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ اِلٰى مُعَاوِيَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا فَرَغَ مِنَ الصَّلٰوةِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرماتے تھے (ترجمہ:) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ یگانہ ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا ملک ہے اور اسی کے لیے ستائش

WWW.NAFSEISLAM.COM

اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔

ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ تو جو چیز دے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جس چیز کو تو روک لے اس کو کوئی دینے والا نہیں اور کسی کوشش کرنے والے کی کوشش تیرے مقابلے میں سود مند نہیں۔

۱۲۴۰۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ وَاَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ قَالُوْا نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ رَافِعٍ عَنْ وَرَّادٍ مَوْلَى الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنِ الْمُغِيْرَةِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ فِيْ رِوَايَتِهِمَا قَالَ فَاَمْلَاهَا عَلَيَّ الْمُغِيْرَةُ فَكَتَبْتُ بِهَا اِلٰى مُعَاوِيَةَ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث منقول ہے۔

۱۲۴۱۔ وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَبْدَةُ بْنُ اَبِيْ لُبَابَةَ اَنَّ وَرَّادًا مَوْلَى الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ كَتَبَ الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ اِلٰى مُعَاوِيَةَ كَتَبَ ذٰلِكَ الْكِتَابَ لَهٗ وَرَّادٌ اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ حِيْنَ سَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِهِمَا اِلَّا قَوْلَهٗ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ فَاِنَّهٗ لَمْ يَذْكُرْهُ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے لیکن اس میں وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ کے الفاظ نہیں ہیں۔

۱۲۴۲۔ وَحَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ الْبَكْرَاوِيُّ قَالَ نَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ الْمُفَضَّلِ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنِيْ اَزْهَرُ جَمِيْعًا عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنْ وَرَّادٍ كَاتِبِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ كَتَبَ مُعَاوِيَةُ اِلَى الْمُغِيْرَةِ بِمِثْلِ حَدِيْثِ مَنْصُوْرٍ وَالْاَعْمَشِ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

۱۲۴۳۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ الْمَكِّيُّ قَالَ نَا سُفْيَانُ قَالَ نَا عَبْدَةُ بْنُ اَبِيْ لُبَابَةَ وَعَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ سَمِعَا وَرَّادًا كَاتِبَ الْمُغِيْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ يَقُوْلُ كَتَبَ مُعَاوِيَةُ اِلَى الْمُغِيْرَةِ اكْتُبْ اِلَيَّ بِشَيْءٍ سَمِعْتَهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَكَتَبَ اِلَيْهِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا قَضَى الصَّلٰوةَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے کاتب بیان کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ مجھے کوئی ایسی حدیث لکھ بھیجو جو تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو۔ حضرت مغیرہ نے انہیں لکھ کر بھیجا کہ میں نے سنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے تو پڑھتے (ذکر کا ترجمہ) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ یگانہ ہے۔

الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔

اس کا کوئی شریک نہیں اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کے لیے ستائش ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے، اے اللہ! تو جو چیز دے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جس چیز کو تو روک لے اس کو کوئی دینے والا نہیں اور کسی کوشش کرنے والے کی کوشش تیرے مقابلہ میں فائدہ مند نہیں ہے۔

۱۲۴۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ قَالَ كَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يَقُوْلُ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ حِيْنَ يُسَلِّمُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَآءُ الْحَسَنُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ وَقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهَلِّلُ بِهِنَّ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ۔

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما ہر نماز میں سلام پھیرنے کے بعد فرماتے تھے: لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک له له الملك وله الحمد وهو على كل شئ قدير لا حول ولا قوة الا بالله ولا نعبد الا اياه له النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن لا اله الا الله مخلصين له الدين ولو كره الكافرون۔ اور انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کلمات کو ہر نماز کے بعد بلند آواز سے فرماتے تھے۔

ف: یہ حدیث ذکر بالجہر پر واضح دلیل ہے۔ مشکوٰۃ میں اس حدیث کو مفصلاً بیان کیا ہے ــــ سعیدی ــــ

۱۲۴۵ - وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ مَوْلٰى لَهُمْ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ كَانَ يُهَلِّلُ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ بِمِثْلِ حَدِيْثِ ابْنِ نُمَيْرٍ وَقَالَ فِيْ اٰخِرِهٖ ثُمَّ يَقُوْلُ ابْنُ الزُّبَيْرِ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُهَلِّلُ بِهِنَّ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ۔

ایک اور سند کے ساتھ یہ روایت منقول ہے۔ اور اس کے آخر میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کلمات کو باآواز بلند فرماتے تھے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

۱۲۴۶ - وَحَدَّثَنِيْ يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الدَّوْرَقِيُّ قَالَ نَا ابْنُ عُلَيَّةَ قَالَ نَا الْحَجَّاجُ بْنُ اَبِيْ عُثْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُو الزُّبَيْرِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ يَخْطُبُ عَلٰى هٰذَا الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا سَلَّمَ فِيْ دُبُرِ الصَّلٰوةِ اَوِ الصَّلَوَاتِ فَذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ۔

ابو الزبیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا حضرت عبد اللہ بن زبیر منبر پر خطبہ دے رہے تھے اور فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں سلام پھیرنے کے بعد فرماتے تھے پھر ان کلمات کا ذکر کیا۔

۱۲۴۷ - وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ

ابو الزبیر بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عبد اللہ

قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ وَھْبٍ عَنْ یَحْیَی بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ مُوْسَی بْنِ عُقْبَۃَ اَنَّ اَبَا الزُّبَیْرِ الْمَکِّیَّ حَدَّثَہٗ اَنَّہٗ سَمِعَ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ الزُّبَیْرِ وَھُوَ یَقُوْلُ فِیْ اَثَرِ الصَّلٰوۃِ اِذَا سَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِیْثِہِمَا وَقَالَ فِیْ اٰخِرِہٖ وَکَانَ یَذْکُرُ ذٰلِکَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

بن زبیر رضی اللہ عنہما سے سنا آپ نماز میں سلام پھیرنے کے بعد فرماتے تھے پھر مثل سابق بیان کیا اور اس حدیث کے آخر میں ہے وہ یہ کہتے تھے کہ یہ حدیث انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔

۱۲۴۸ - حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ النَّضْرِ التَّیْمِیُّ قَالَ نَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ نَا عُبَیْدُ اللّٰہِ ح وَحَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ نَا لَیْثٌ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ کِلَاھُمَا عَنْ سُمَیٍّ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ وَھٰذَا حَدِیْثُ قُتَیْبَۃَ اَنَّ فُقَرَآءَ الْمُھَاجِرِیْنَ اَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا قَدْ ذَھَبَ اَھْلُ الدُّثُوْرِ بِالدَّرَجَاتِ الْعُلٰی وَالنَّعِیْمِ الْمُقِیْمِ فَقَالَ وَمَا ذَاکَ قَالُوْا یُصَلُّوْنَ کَمَا نُصَلِّیْ وَیَصُوْمُوْنَ کَمَا نَصُوْمُ وَیَتَصَدَّقُوْنَ وَلَا نَتَصَدَّقُ وَیُعْتِقُوْنَ وَلَا نُعْتِقُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفَلَا اُعَلِّمُکُمْ شَیْئًا تُدْرِکُوْنَ بِہٖ مَنْ سَبَقَکُمْ وَتَسْبِقُوْنَ بِہٖ مَنْ بَعْدَکُمْ وَلَا یَکُوْنُ اَحَدٌ اَفْضَلَ مِنْکُمْ اِلَّا مَنْ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ قَالُوْا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ تُسَبِّحُوْنَ وَتُکَبِّرُوْنَ وَتَحْمَدُوْنَ فِیْ دُبُرِ کُلِّ صَلٰوۃٍ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِیْنَ مَرَّۃً قَالَ اَبُوْ صَالِحٍ فَرَجَعَ فُقَرَآءُ الْمُھَاجِرِیْنَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا سَمِعَ اِخْوَانُنَا اَھْلُ الْاَمْوَالِ بِمَا فَعَلْنَا فَفَعَلُوْا مِثْلَہٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَزَادَ غَیْرُ قُتَیْبَۃَ فِیْ ھٰذَا الْحَدِیْثِ عَنِ اللَّیْثِ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ قَالَ سُمَیٌّ فَحَدَّثْتُ بَعْضَ اَھْلِیْ ھٰذَا الْحَدِیْثَ فَقَالَ وَھِمْتَ اِنَّمَا قَالَ تُسَبِّحُ اللّٰہَ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِیْنَ وَتَحْمَدُ اللّٰہَ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِیْنَ وَتُکَبِّرُ اللّٰہَ ثَلَاثًا وَّثَلٰثِیْنَ فَرَجَعْتُ اِلٰی اَبِیْ صَالِحٍ فَقُلْتُ لَہٗ ذٰلِکَ فَاَخَذَ بِیَدِیْ فَقَالَ اللّٰہُ اَکْبَرُ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فقراء مہاجرین حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ مالدار بلند درجات اور ہمیشہ کی نعمتیں لے گئے آپ نے فرمایا وہ کیسے کہا وہ ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں اور ہماری طرح روزہ رکھتے ہیں اور وہ صدقہ دیتے ہیں اور ہم صدقہ نہیں دے سکتے اور وہ غلام آزاد کرتے ہیں اور ہم نہیں آزاد کر سکتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسا کام نہ بتلاؤں جس کے سبب تم ان کی سبقت کو حاصل کر لو اور بعد والوں پر سبقت لے جاؤ اور کوئی تم پر نہ بڑھ سکے اِلّا یہ کہ وہ بھی ایسا ہی کرے انھوں نے عرض کیا کیوں نہیں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا ہر نماز کے بعد تینتیس ۳۳ بار سبحان اللہ، اللہ اکبر اور الحمد للہ کہو راوی کہتے ہیں کہ فقراء مہاجرین پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ہمارے مالدار بھائیوں نے ہماری تسبیح کو سن لیا اور وہ بھی ہماری طرح پڑھنے لگے۔ آپ نے فرمایا یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرما دے۔ سمی کہتے ہیں میں نے یہ حدیث اپنے گھر والوں کو بیان کی تو انھوں نے کہا تم بھول گئے آپ نے فرمایا تھا تینتیس ۳۳ بار سبحان اللہ، تینتیس ۳۳ بار الحمد للہ اور چونتیس ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھے۔ پھر میں صالح کے پاس گیا انھوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا اللہ اکبر اور سبحان اللہ اور الحمد للہ اور اللہ اکبر، سبحان اللہ اور الحمد للہ اس طرح کہ کل تعداد ۳۳ ہو جائے۔ ابن عجلان نے کہا میں نے یہ حدیث رجاء بن حیوہ سے بیان کی انھوں نے مجھ سے اسی طرح سند کے

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ حَتّٰى تَبْلُغَ مِنْ جَمِيعِهِنَّ ثَلَاثَةً وَّثَلَاثِيْنَ قَالَ ابْنُ عَجْلَانَ فَحَدَّثْتُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ رَجَاءَ بْنَ حَيْوَةَ فَحَدَّثَنِي بِمِثْلِهٖ عَنْ اَبِي صَالِحٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

کے ساتھ بیان کی ۔

۱۲۴۹ - وَحَدَّثَنِي اُمَيَّةُ بْنُ بِسْطَامِ الْعَيْشِيُّ قَالَ نَا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ نَا رَوْحٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُمْ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ذَهَبَ اَهْلُ الدُّثُوْرِ بِالدَّرَجَاتِ الْعُلٰى وَالنَّعِيْمِ الْمُقِيْمِ بِمِثْلِ حَدِيْثِ قُتَيْبَةَ عَنِ اللَّيْثِ اِلَّا اَنَّهٗ اَدْرَجَ فِي حَدِيْثِ اَبِي هُرَيْرَةَ قَوْلَ اَبِي صَالِحٍ ثُمَّ رَجَعَ فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِيْنَ اِلٰى اٰخِرِ الْحَدِيْثِ وَزَادَ فِي الْحَدِيْثِ يَقُوْلُ سُهَيْلٌ اِحْدٰى عَشْرَةَ اِحْدٰى عَشْرَةَ فَجَمِيْعُ ذٰلِكَ كُلُّهٗ ثَلَاثَةٌ وَّثَلَاثُوْنَ ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فقراء مہاجرین نے عرض کیا: یارسول اللہ! مالدار لوگ بلند درجات اور جنت لے گئے۔ باقی حدیث مثل سابق ہے مگر یہ کہ اس میں سہیل کا یہ قول ہے کہ تینوں کلمات گیارہ گیارہ مرتبہ کہے تاکہ کل تعداد تینتیس ہو جائے۔ مگر لیث نے حضرت ابو ہریرہ کی روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ فقراء مہاجرین پھر حضور کے پاس آئے۔

ف: سہیل کی روایت میں گیارہ گیارہ مرتبہ پڑھنے کا ذکر ہے تاکہ کل تعداد تینتیس مرتبہ ہو لیکن چونکہ بعض روایات میں تینتیس، تینتیس مرتبہ پڑھنے کا بھی ذکر ہے جیسا کہ سمی کی روایت میں ذکر ہے اس لیے احتیاط یہ ہے کہ سبحان اللہ الحمد للہ کو تینتیس بار پڑھے اور اللہ اکبر کو چونتیس بار پڑھے تاکہ کل تعداد سو بار ہو جائے۔ سعیدی

۱۲۵۰ - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عِيْسٰى قَالَ نَا ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ اَنَا مَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ قَالَ سَمِعْتُ الْحَكَمَ بْنَ عُتَيْبَةَ يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي لَيْلٰى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُعَقِّبَاتٌ لَا يَخِيْبُ قَائِلُهُنَّ اَوْ فَاعِلُهُنَّ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ مَّكْتُوْبَةٍ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ تَسْبِيْحَةً وَّثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ تَحْمِيْدَةً وَّاَرْبَعًا وَّثَلَاثِيْنَ تَكْبِيْرَةً ۔

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز کے بعد کچھ اذکار ایسے ہیں جنھیں پڑھنے والا کبھی محروم نہیں ہوتا۔ تینتیس بار سبحان اللہ تینتیس بار الحمد للہ، اور چونتیس بار اللہ اکبر۔

۱۲۵۱ - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ قَالَ نَا اَبُوْ اَحْمَدَ قَالَ نَا حَمْزَةُ الزَّيَّاتُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي لَيْلٰى عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُعَقِّبَاتٌ

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز کے بعد کچھ اذکار ایسے ہیں جنھیں پڑھنے والا کبھی محروم نہیں ہوتا، ہر نماز کے بعد تینتیس بار سبحان اللہ، تینتیس بار الحمد للہ اور چونتیس

لَا يَخِيبُ قَائِلُهُنَّ اَوْ فَاعِلُهُنَّ ثَلَاثًا وَّ ثَلٰثِيْنَ تَسْبِيْحَةً وَّ ثَلَاثًا وَّ ثَلٰثِيْنَ تَحْمِيْدَةً وَّ اَرْبَعًا وَّ ثَلٰثِيْنَ تَكْبِيْرَةً فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ۔

بار اللہ اکبر۔

۱۲۵۲۔ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا اَسْبَاطُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ نَا عَمْرُو بْنُ قَيْسٍ الْمُلَائِيُّ عَنِ الْحَكَمِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۲۵۳۔ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الْحَمِيْدِ بْنُ بَيَانٍ الْوَاسِطِيُّ قَالَ اَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ اَبِيْ عُبَيْدٍ الْمَذْحِجِيِّ قَالَ مُسْلِمٌ مَوْلٰى سُلَيْمَانَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَبَّحَ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلَاثًا وَّ ثَلٰثِيْنَ وَحَمِدَ اللّٰهَ ثَلَاثًا وَّ ثَلٰثِيْنَ وَكَبَّرَ اللّٰهَ ثَلَاثًا وَّ ثَلٰثِيْنَ فَتِلْكَ تِسْعَةٌ وَّ تِسْعُوْنَ وَقَالَ تَمَامَ الْمِائَةِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ غُفِرَتْ خَطَايَاهُ وَاِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ہر نماز کے بعد تینتیس بار سبحان اللہ، تینتیس بار الحمد للہ، اور تینتیس بار اللہ اکبر کہا تو یہ ننانوے کلمات ہو گئے اور سو کا عدد پورا کرنے کے لیے کہا لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر، تو اس کے تمام گناہ معاف کر دیے جائیں گے خواہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔

۱۲۵۴۔ وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ نَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ زَكَرِيَّا عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ اَبِيْ عُبَيْدٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ۔

ایک اور سند سے بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی ارشاد نقل کیا ہے۔

تشریح

اس حدیث سے پتا چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قلیل عمل سے کثیر اجر عطا فرماتا ہے کیونکہ اغنیاء اپنے مال کثیر کو صرف کر کے صدقہ، خیرات، حج، عمرہ اور قربانی وغیرہ کر کے جو اجر پاتے ہیں فقراء کو نمازوں کے بعد صرف سو مرتبہ تسبیح پڑھنے سے وہ اجر مل جاتا ہے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اچھی چیز اور نعمت پر رشک کرنا صحیح ہے کیونکہ فقراء، اغنیاء کی مالی عبادتوں پر رشک کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منع نہیں فرمایا بلکہ ان عبادات کا اجر حاصل کرنے کا طریقہ بتلایا ہے۔ یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں ہے: "لا تتمنوا ما فضل اللہ بہ بعضکم علی بعض"

—— (النساء: ۳۲) "اللہ تعالیٰ نے جس چیز کے ساتھ تم میں سے بعض لوگوں کو بعض پر فضیلت دی اس کی تمنا نہ کرو"۔ تو اغنیاء کو اللہ تعالیٰ نے جن عبادتوں کے اجر کی فضیلت دی ہے فقراء صحابہ نے ان کی کیوں تمنا کی؟۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم میں ان چیزوں کے حصول کی تمنا سے منع کیا ہے جو شرعاً محال ہیں، مثلاً عورت اذان، امامت یا طلاق دینے کی تمنا کرے یا کوئی شخص اب نبی بننے کی تمنا کرے یا کوئی شخص انبیاء کے اجر پانے کی تمنا کرے۔ ایسی تمنا کرنے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ اعمال صالحہ کی طرف رغبت کرنا چاہیے کیونکہ اغنیاء کو جب علم ہوا کہ فقراء صحابہ نماز کے بعد تسبیح کرتے ہیں تو انھوں نے تسبیح کرنا شروع کر دی۔ چوتھی بات یہ ہے کہ عبادت پر اجر بندہ کے عمل سے نہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملتا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذلك فضل الله يؤتيه من يشآء (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے نواز دے) پانچویں بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شارع اور مختار بنا کر بھیجا ہے۔ آپ کو عبادت مشروع کرنے اور اس پر اجر و ثواب بتلانے کا اختیار دیا ہے۔ چنانچہ آپ نے سو مرتبہ تسبیح پڑھنے کا اجر و ثواب اغنیاء کی مالی عبادت کے برابر قرار دیا اور یہی منصب نبوت ہے۔

غنی اور فقیر

غنی شاکر افضل ہے یا فقیر صابر، اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں فقیر صابر افضل ہے بعض کہتے ہیں غنی شاکر افضل ہے۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان دونوں سے افضل فقیر شاکر ہے۔ امام رازی نے ذکر کیا کہ عبداللہ بن مبارک اور شقیق بلخی کی ملاقات ہوئی۔ عبداللہ بن مبارک نے شقیق بلخی سے پوچھا تمہارے ہاں کے فقراء کا کیا حال ہے۔ شقیق بلخی نے کہا انھیں کچھ مل جائے تو شکر کر کے کھا لیتے ہیں نہ ملے تو صبر کرتے ہیں۔ عبداللہ بن مبارک نے کہا اگر ایسا ہے تو وہ کتوں کے مقام سے آگے نہیں بڑھے کیونکہ کتوں کا بھی یہی حال ہے۔ مالک کھانے کو دے تو اس کے پیچھے دُم ہلاتے پھرتے ہیں نہ دے تو صبر کر کے پڑے رہتے ہیں۔ شقیق بلخی نے پوچھا پھر کیا ہونا چاہیے۔ عبداللہ ابن مبارک نے کہا نہ ملے تو شکر کریں اور مل جائے تو دوسروں کو دے دیں [1] یہی لوگ فقراء شاکر ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ فی نفسہ نہ فقر برا ہے نہ غنا۔ اگر فقر آدمی کو کمیونسٹ یا سوشلسٹ بنا دے تو برا ہے اور کاد الفقر ان یکون کفرا کا مصداق ہے اور اگر فقر انسان کو بلال صہیب رومی اور عمار بن یاسر بنا دے تو اچھا ہے اور یہ فقر باعث فخر ہے۔ اسی طرح اگر غنا آدمی کو قارون اور فرعون بنا دے تو برا ہے اور شرامت ہے [2] اور اگر غنا انسان کو عثمان اور عبدالرحمٰن بن عوف بنا دے تو اچھا ہے اور ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء کا مصداق ہے۔

اس حدیث میں اس وجہ سے فقر کی فضیلت ہے کہ اغنیاء مال کثیر خرچ کر کے جو اجر پاتے ہیں فقراء کو وہ صرف نماز کے بعد تسبیح پڑھنے سے مل جاتا ہے اور اس وجہ سے غنا کی فضیلت ہے کہ مالی عبادت کے علاوہ تسبیح پڑھنے سے اغنیاء بھی یہ اجر پا لیتے ہیں۔ اغنیاء فقراء کو صدقات دے کر ان کی دنیا سنوارتے ہیں تو فقراء اغنیاء سے زکوٰۃ لے کر ان کی عقبیٰ سنوارتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اگر اغنیاء کو مال و دولت کی عزت دی ہے تو فقراء کو وقار اور خودداری کی عزت دی ہے امیروں کو حکم دیا کہ وہ غریبوں کو خود جا کر صدقات دیں اگر نہیں دیں گے تو عذاب کے مستحق ہوں گے بزبان

[1] امام فخرالدین رازی متوفی ۶۰۶ھ تفسیر کبیر ج ۵ ص ۱۹۹، مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

[2] حدیث شریف میں ہے ای امتك شر یا رسول اللہ؟ قال الاغنیاء آپکی امت میں سب سے برا کون ہے فرمایا اغنیاء

کو اس کا مکلف نہیں کیا کہ وہ جا کر صدقات لیں۔ اللہ اللہ! یہ فقراء کی پاسداری ہے ان کی وکالت ہے بلکہ حمایت ہے کہ اگر اغنیاء فقراء کی پرورش نہ کریں تو ان کے سروں سے اُخروی امان کا سایہ اُٹھ جائے۔ اللہ تعالیٰ فقراء کی طرف سے اغنیاء سے محاسبہ اور مواخذہ کرے اگر کسی بھوکے کو یہ کھانا نہ کھلائیں تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے میں بھوکا تھا مجھے کھانا کیوں نہیں کھلایا اگر کسی بیمار کی یہ عیادت نہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے میں بیمار تھا تو نے میری عیادت نہیں کی۔ امراء کو اپنی امارت پر ناز سہی فقراء کے لیے یہ عزت کچھ کم تو نہیں کہ یہ بھوکے ہوں تو خدا کہے میں بھوکا تھا یہ بیمار ہوں تو خدا فرمائے میں بیمار تھا، اغنیاء دولت پر ناز کرتے ہیں تو اے فقیر و تم خدا کی ذات پر ناز کرو۔

فقراء کی عزت اور شرف اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زیادہ اور بیشتر انبیاء، رسل اور اپنے احباء کے لیے فقر اختیار کیا اور زیادہ اور بیشتر اعداء کے لیے غنا اختیار کیا۔ فقر اور غنا کی زیادہ تفصیل ہم نے کتاب الزکوٰۃ میں بیان کر دی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فقراء نے اپنا ایک نمائندہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اس نے آکر کہا یا رسول اللہ! میں فقراء کا نمائندہ ہوں آپ نے فرمایا، تمہیں اور جن کے پاس سے تم آئے ہو مرحبا ہو تم ان لوگوں کے پاس سے آئے ہو جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! فقراء کہتے ہیں کہ اغنیاء حج اور عمرہ کر کے جنت لے گئے اور ہم اس پر قادر نہیں ہیں اور وہ جب بیمار ہوتے ہیں تو صدقہ اور خیرات کرتے ہیں جو ان کے لیے زادِ آخرت بن جاتا ہے، آپ نے فرمایا میری طرف سے فقراء کو پیغام پہنچا دو کہ جو شخص صبر کرے اور ثواب کی نیت کرے اس کو اغنیاء پر تین وجہ سے برتری حاصل ہے۔ اوّل اس وجہ سے کہ جنت میں ایک بلند جگہ ہے جس کو اہلِ جنت یوں دیکھیں گے جیسے زمین والے آسمان کے ستاروں کو دیکھتے ہیں۔ اس جگہ یا نبی فقیر داخل ہو گا یا شہید فقیر یا مومن فقیر۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ فقراء جنت میں اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے داخل ہوں گے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ اگر غنی سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر کہے اور فقیر بھی یہ کلمات کہے تو غنی انکے اجر میں فقیر کے برابر نہیں ہو سکتا اگرچہ دس ہزار درہم بھی خرچ کر دے، اسی طرح نیکی کے باقی تمام کاموں کا حال ہے۔ وہ نمائندہ فقراء کے پاس گیا اور جا کر انھیں اس حدیث کی خبر دی۔ فقراء نے یہ سن کر کہا ہم راضی ہو گئے، ہم راضی ہو گئے[1]

WWW.NAFSEISLAM.COM

باب ۲۱۲ مَا يُقَالُ بَيْنَ تَكْبِيْرَةِ الْاِحْرَامِ وَالْقِرَاءَةِ

تکبیر تحریمہ کے بعد دعا

۱۲۵۵ - حَدَّثَنِیْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِيْرٌ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ اَبِیْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَبَّرَ فِی الصَّلٰوةِ سَكَتَ هُنَيَّةً قَبْلَ اَنْ يَّقْرَاَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ اَرَاَيْتَ سُكُوْتَكَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ کے بعد نماز میں قراءت کرنے سے پہلے کچھ دیر خاموش رہتے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھے بتلائیے کہ تکبیر اور قراءت کے سکوت کے درمیان آپ کیا پڑھتے

---

[1] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ　مرقاۃ ج ۱ ص ۲۶۱ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۲ھ

بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةِ مَا تَقُولُ قَالَ أَقُولُ اللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اللّٰهُمَّ نَقِّنِي مِنْ خَطَايَايَ كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ اللّٰهُمَّ اغْسِلْنِي مِنْ خَطَايَايَ بِالثَّلْجِ وَالْمَاءِ وَالْبَرَدِ.

ہیں۔ آپ نے فرمایا میں پڑھتا ہوں (ترجمہ:) اے اللہ! میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اس قدر بُعد کر دے جس قدر مشرق اور مغرب کے درمیان بُعد ہے، اے اللہ! مجھے گناہوں سے اس طرح صاف کر دے جس طرح سفید کپڑا میل کچیل سے صاف کر دیا جاتا ہے، اے اللہ! میرے گناہوں کو برف، پانی اور اولوں سے دھو دے۔

۱۲۵۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا نَا ابْنُ فُضَيْلٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ يَعْنِي ابْنَ زِيَادٍ كِلَاهُمَا عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَ حَدِيثِ جَرِيرٍ.

ایک اور سند سے ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۲۵۷۔ قَالَ مُسْلِمٌ وَحُدِّثْتُ عَنْ يَحْيَى بْنِ حَسَّانَ وَيُونُسَ الْمُؤَدِّبِ وَغَيْرِهِمَا قَالُوا نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ يَعْنِي ابْنَ زِيَادٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ قَالَ نَا أَبُو زُرْعَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ اسْتَفْتَحَ الْقِرَاءَةَ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَلَمْ يَسْكُتْ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دوسری رکعت میں کھڑے ہوتے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ سے قرأت شروع کرتے اور خاموش نہیں ہوتے تھے۔

دعاءِ استفتاح میں مذاہب اربعہ

امام مالک تکبیر تحریمہ کے بعد دعاءِ استفتاح کے قائل نہیں ہیں۔ باب مذکور کی یہ احادیث ان کے خلاف حجت قویہ ہیں۔ امام مالک کے نزدیک تکبیر تحریمہ کے بعد قرأت شروع کر دینی چاہیے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ بخاری اور مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نماز الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بعض مرتبہ بیان جواز کے لیے آپ نے دعاءِ استفتاح کو ترک فرما دیا ــــــ یا جہراً قرأت آپ الحمد للہ سے شروع فرماتے تھے۔ اور اس میں احناف کی دلیل ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سورۂ فاتحہ کی جزء نہیں ہے ورنہ بجائے الحمد کے بسم اللہ سے قرأت شروع فرماتے۔

دعاءِ استفتاح کے بارے میں متعدد احادیث وارد ہیں ان میں سے جس کو بھی پڑھ لیا جائے جائز ہے تاہم ائمہ ثلاثہ نے اپنے اپنے اصول کے پیش نظر مختلف دعاؤں کو اختیار کیا ہے۔ امام شافعی نے اس دعا کو اختیار کیا ہے: مسلم شریف میں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کے بعد یہ پڑھتے:

وجهت وجهي للذي فطر السموٰت والارض حنيفاً وما انا من المشركين، ان صلوتي ونسكي ومحياي ومماتي لله رب العٰلمين، لا شريك له وبذالك امرت وانا اول المسلمين

انت الملك لا الٰہ الا انت ، انا عبدك ظلمت نفسی و اعترفت بذنبی فاغفر لی ذنوبی جمیعاً لا یغفر الذنوب الا انت واھدنی لاحسن الاخلاق لا یھدی لاحسنھا الا انت و اصرف عنی سیئھا لا یصرف عنی سیئھا الا انت ، لبیك وسعدیك والخیر کلہ فی یدیك والشر لیس الیك انا بك والیك تبارکت ربنا وتعالیت استغفرك واتوب الیك ۔

امام ابوحنیفہ اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک یہ دعا ہے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرتے وقت فرماتے سبحنك اللھم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالیٰ جدك ولا الٰہ غیرك ۔ ۱؎ (ابو داؤد ص ۱۱۹، ترمذی ص ۳۳، ابن ماجہ ص ۵۸، نسائی ص ۱۴۳، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۶۵، مسند احمد ج ۷، ص ۱۳۰)

امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک دعاء استفتاح آہستہ پڑھی جائے اگر یہ پڑھنے سے رہ گئی اور اعوذ باللہ پڑھ لی تو اب نہ پڑھے کہ اس سنت کا اب محل نہیں رہا۔ ۲؎

عصمت کی تحقیق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ دعا فرمائی ہے " اے اللہ میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اس طرح بعد (دوری) کر دے جس طرح مشرق اور مغرب میں بعد ہے، الحدیث " یہ تواضع، تعلیم اور ترغیب امت پر محمول ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو گناہوں سے معصوم رکھا ہے اس موقع پر ہم عصمت کے بارے میں اہل سنت کا موقف پیش کرنا چاہتے ہیں۔

علامہ تفتازانی عصمت کی تعریف میں لکھتے ہیں:

وحقیقۃ العصمۃ ان لا یخلق اللہ تعالیٰ فی العبد الذنب مع بقاء قدرتہ واختیارہ وھذا معنی قولھم ھی لطف من اللہ تعالیٰ یحملہ علی فعل الخیر ویزجرہ عن الشر مع بقاء الاختیار تحقیقاً للابتلاء ولھذا قال الشیخ ابومنصور لا یزیل المحنۃ ولھذا ظھر فساد قول من قال انھا خاصیۃ فی نفس الشخص او فی بدنہ یمتنع بسببھا صدور الذنب عنہ کیف ولو کان الذنب ممتنعاً لما صح تکلیفہ بترك الذنب ولما کان

عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ میں اس کی قدرت اور اختیار کے باوجود گناہ نہ پیدا کرے اسی کے قریب بعض علماء نے کہا ہے کہ عصمت اللہ تعالیٰ کا لطف ہے جو بندہ کو نیکی پر ابھارتا ہے اور برائی سے روکتا ہے باوجود برائی پر بندہ کی قدرت اور اختیار کے تاکہ بندہ کا مکلف ہونا صحیح رہے اسی لیے شیخ ابومنصور ماتریدی نے فرمایا عصمت مکلف ہونے کو زائل نہیں کرتی، اس تحقیق سے معلوم ہو گیا کہ بعض لوگوں (شیعہ) کا یہ کہنا فاسد ہے کہ عصمت انسان کے اندر ایسی خاصیت ہے جس کی وجہ سے گناہ کا صدور محال ہو جاتا ہے کیونکہ اگر کسی انسان سے گناہ کا صادر ہونا محال ہو

۱؎ علامہ ابن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ . مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۲۷۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

۲؎ 〃 〃 〃 ابن قدامہ ج ۱ ص ۲۷۹ 〃 〃 ۱۴۰۵ھ

متنا باعلیہ[1]

اور ملا علی قاری رحمہ الباری فرماتے ہیں:

العصمۃ فضل من اللہ ولطف منہ لکن علی وجہ یبقی اختیارھم بعد العصمۃ فی الاقدام علی الطاعۃ والامتناع عن المعصیۃ والیہ مال الشیخ ابو منصور الماتریدی حیث قال العصمۃ لا تزیل المحنۃ الی الابتلاء والامتحان یعنی لا تجبرہ علی الطاعۃ ولا تعجزہ عن المعصیۃ بل ھی لطف من اللہ تعالی یحملہ علی فعل الخیر ویزجرعن الشر مع بقاء الاختیار[2]

اور قاضی عیاض لکھتے ہیں:

والجمھور قائل بانھم معصومون عن ذلک من قبل اللہ معتصمون باختیارھم وکسبھم الاحسینا النجار فانہ قال لا قدرۃ لھم علی المعاصی اصلا[3]

اور علامہ شہاب الدین خفاجی لکھتے ہیں:

وقد تقرر ان العصمۃ عند المتکلمین ان لا یخلق اللہ فی النبی ذنبا وعند الحکماء ملکۃ تمنع من الفجور حاصلۃ من العلم بالقبائح والمحاسن فانہ الزاجر عن المعاصی والداعی للطاعۃ ویتاکد فی الانبیاء بالوحی الالٰھی وقیل العصمۃ خاصۃ فی النفس او البدن بسببھا یمتنع عن صدور الذنب ویا باہ انہ لو کان کذا لما استحق المدح والثواب لانھا

تو اس کو گناہ کے ترک کا مکلف کرنا کس طرح صحیح ہوگا اور وہ ترک گناہ پر ثواب کا امید وار کس وجہ سے ہوگا۔

عصمت اللہ تعالیٰ کا فضل اور لطف ہے لیکن اس وجہ سے کہ عصمت کے بعد بندوں کے اطاعت کرنے اور گناہ سے رکنے کا اختیار باقی رہے۔ شیخ ابو منصور ماتریدی کا بھی اسی طرف رجحان ہے کیونکہ انھوں نے کہا عصمت سے مکلف ہونا باطل نہیں ہوتا اور آزمائش اور امتحان باقی رہتا ہے یعنی عصمت نہ اطاعت پر مجبور کرتی ہے نہ گناہ سے عاجز کرتی ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا لطف ہے۔ جو قدرت اور اختیار کے باوصف نیکی پر ابھارتا ہے اور برائی سے روکتا ہے۔

جمہور کہتے ہیں کہ انبیاء گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں باوجود اس بات کے کہ انھیں کسب اور اختیار حاصل ہوتا ہے برخلاف حسین نجار (ایک گمراہ شخص) کے اس نے کہا کہ انبیاء کو گناہوں پر بالکل قدرت نہیں ہوتی۔

متکلمین کے نزدیک عصمت کی یہ تعریف ثابت ہے کہ اللہ نبی میں گناہ کو پیدا نہیں فرماتا اور حکماء کے نزدیک عصمت وہ ملکہ ہے جو انھیں گناہوں سے روکتا ہے۔ کیونکہ ان کو نیکیوں اور برائیوں کا علم حاصل ہوتا ہے، یہ علم ان کو گناہوں سے دور رکھتا ہے اور اطاعت پر ابھارتا ہے اور انبیاء میں علم وحی الٰہی سے پختہ ہو جاتا ہے کہا گیا ہے کہ عصمت انسان میں ایک خاصیت ہے جس کی وجہ سے گناہوں کا صدور محال ہوتا ہے یہ اس لیے

[1] علامہ سعد الدین تفتازانی متوفی ۷۹۲ھ

[2] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ

[3] قاضی عیاض اندلسی متوفی ۵۴۴ھ

شرح عقائد مع النبراس ص ۳۳۴ مطبوعہ شاہ عبدالحق اکیڈمی ملتان۔

شرح فقہ اکبر ص ۵۹ مطبوعہ مصطفیٰ البابی واولادہ مصر طبع ثالث ۱۳۷۵ھ۔

الشفاء فی الحقوق المصطفیٰ ج ۲ ص ۱۲۵ مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان۔

ليست داخلة تحت الاختيار وهم مكلفون
بالاتفاق وفي التحرير لابن الهمام العصمة
عدم القدرة على المعصية او خلق مانع
منها غير ملجئ وهو مناسب لقول الماتريدي
العصمة لا تزيل المحنة اي الابتلاء المقتضي
لبقاء الاختيار ومعناه كما في الهداية انها
لا تجبره على الطاعة ولا تعجزه عن المعصية
بل هي لطف من الله تعالى يحمله على فعل الخير
ويزجره عن الشر مع بقاء الاختيار
تحقيقا للابتلاء [5]

اور میر سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

وقال قوم العصمة يكون خاصية في
نفس الشخص او في بدنه يمتنع بسببها صدور
الذنب عنه يكذبه اي هذا القول انه لو كان
صدور الذنب كذلك اي ممتنعا لما استحق
المدح بذلك اي بترك الذنب اذ لا مدح
ولا ثواب بترك ما هو ممتنع لانه ليس
مقدورا داخلا تحت الاختيار وايضا
فالاجماع منعقد على انهم اي الانبياء
مكلفون بترك الذنوب مثابون بالطاعات
وبه لو كان الذنب ممتنعا منهم لما
كان الامر كذلك اذ لا تكليف بترك
الممتنع ولا ثواب عليه كما عرفت انفا وايضا فقوله
انما انا بشر مثلكم يوحى الي يدل على مماثلتهم

غلط ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو انبیاء ستائش اور ثواب کے
مستحق نہ ہوتے کیونکہ یہ چیز ان کے اختیار میں نہیں ہے حالانکہ
وہ بالاتفاق مکلف ہیں۔ ابن ہمام نے تحریر میں کہا عصمت
گناہوں پر قدرت نہ ہونا ہے یا ایسا خلق ہے جو گناہوں
سے روکتا ہے اور جبراً نہیں روکتا یہ قول ماتریدی کی تعریف
کے مطابق ہے جنہوں نے کہا عصمت مکلف ہونے کو زائل
نہیں کرتی یعنی آزمائش کو جو اختیار کے باقی رہنے کا تقاضا کرتی
ہے اور اس کا معنی یہ ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے کہ عصمت
نہ اطاعت پر مجبور کرتی ہے نہ گناہ سے عاجز کرتی ہے
بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا ایک لطف ہے جو باوجود اختیار کے
نیکی پر ابھارتا ہے اور برائی سے روکتا ہے تاکہ آزمائش
کا معنی پایا جائے۔

ایک قوم (شیعہ) نے کہا ہے کہ عصمت انسان میں
ایک ایسا خاصہ ہے جس کے سبب سے گناہوں کا صدور
ممتنع ہوتا ہے اس قول کی تکذیب کے لیے یہ کافی ہے کہ اگر
انبیاء سے گناہوں کا صدور ممتنع ہوتا تو وہ گناہوں
کے ترک پر مدح کے مستحق نہ ہوتے اس لیے کہ محال کے
ترک پر مدح ہے نہ ثواب کیونکہ نہ وہ مقدور ہے نہ اختیار
کے تحت داخل ہے نیز اجماع اس بات پر منعقد ہے کہ انبیاء
گناہوں کے ترک کے مکلف ہیں اور عبادت کرنے سے
انھیں ثواب ہوتا ہے اور اگر ان سے گناہوں کا صدور
محال ہوتا تو اس طرح نہ ہوتا کیونکہ محال کے ترک سے نہ مکلف
کیا جاتا ہے نہ اس پر ثواب ہوتا ہے نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان
انما انا بشر مثلکم یوحی الی
اس پر دلالت کرتا ہے کہ بشری احکام میں آپ تمام لوگوں کے
مساوی ہیں اور آپ کا امتیاز صرف وحی ہے بس باقی انسانوں

۵۔ علامہ شہاب الدین خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ، نسیم الریاض ج ۴ ص ۳۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت

بسائر الناس فیما یرجع الی البشریة والامتیاز بالوحی لا غیر فلا یمتنع صدور الذنب عن سائر البشر [1]

کی طرح آپ سے بھی گناہوں کا صدور محال نہیں ہے۔

میر سید شریف کی عبارت میں ہمیں یہ بات کھٹکتی ہے کہ عام لوگوں سے آپ کا امتیاز صرف وحی ہے کیونکہ قرآن اور حدیث میں آپ کی بے شمار خصوصیات ہیں مثلاً آپ کی آواز پر آواز اونچی نہیں ہو سکتی۔ اگر آپ نماز میں کسی کو بلائیں تو اس کا آنا واجب ہے آپکی ادنیٰ توہین کفر ہے۔ آپ کی ازواج تمام امت کی مائیں ہیں، آپ کے وصال کے بعد ان سے نکاح حرام ہے۔ بعض خصوصیات ہم نے مسئلہ بشریت اور خصائص مصطفےٰ کے تحت بیان کی ہیں عام انسان تو الگ رہے انبیاء بھی آپ کے مساوی نہیں ہیں۔ علامہ سیوطی نے دو جلدوں پر مشتمل ایک کتاب آپ کی خصوصیات پر خصائص کبریٰ کے نام سے لکھی ہے اس کے علاوہ اور بھی علماء نے حسب توفیق تصانیف کی ہیں، البتہ یہ بات صحیح ہے کہ عام انسانوں کی طرح آپ سے بھی گناہوں کا صدور محال نہیں ہے اور اس پر اجماع ہے کہ آپ مکلف ہیں لیکن آپ معصوم ہیں اور عام لوگ معصوم نہیں ہیں۔

علامہ شمس الدین خیالی عصمت کی تعریف میں لکھتے ہیں:

هی ملكة اجتناب المعاصی مع التمكن فیها [2]

باوجود قدرت کے گناہوں سے بچنے کے ملکہ (مہارت) کو عصمت کہتے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام پر خوف الٰہی کا اس قدر غلبہ ہوتا ہے نیز قرب الٰہی کے انتہائی مرتبہ پر فائز ہونے کی وجہ سے ان نفوس قدسیہ کو ہر وقت اللہ عزوجل کا بے حجاب مشاہدہ ہوتا ہے اور عبادات کا حسن اور گناہوں کا قبح ان پر اس طرح روشن ہوتا ہے کہ وہ کسی لمحہ عبادت سے غافل ہوتے ہیں نہ کسی لحظہ ان کے دل میں کسی گناہ کا تصور آتا ہے۔

تحقیق یہ ہے کہ تمام انبیاء کفر و شرک، صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں خواہ یہ گناہ سہواً ہوں یا عمداً، بعثت سے پہلے ہوں یا بعد، قرآن مجید اور حدیث شریف میں بعض انبیاء علیہم السلام کے کچھ افعال مذکور ہیں جن سے معصیت کا وہم ہوتا ہے مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کا بھول کر دانہ گندم کھانا، حضرت یونس علیہ السلام کا بلا اذن مخصوص قوم کو چھوڑ جانا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا توریۃً تین باتیں فرمانا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تادیباً قبطی کو گھونسہ مار دینا یہ سب امور نسیان اور اجتہادی خطاء سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان سب کی تفصیل ان شاء اللہ اس شرح میں اپنے اپنے مقام پر آجائے گی۔

انبیاء سابقین علیہم السلام سے اجتہادی خطا ہو جاتی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اجتہادی خطاء سے بھی محفوظ رکھا۔ آپ کی ہر رائے صائب، ہر قول صحیح اور ہر فعل مبنی بر ہدایت ہوتا تھا۔ علامہ نووی فرماتے ہیں:

اختلفوا هل كان الخطا جائزا علیه صلی الله علیه وسلم فذهب المحققون الی انه لم یكن جائزا [3]

اس میں اختلاف ہے کہ آپ پر اجتہادی خطاء جائز ہے یا نہیں۔ محققین کا مذہب ہے کہ جائز نہیں ہے۔

---

[1] علامہ میر سید شریف جرجانی متوفی ۸۱۶ھ — شرح مواقف ص ۶۹۹ مطبوعہ نولکشور ہند

[2] علامہ شمس الدین خیالی — حاشیۃ الخیالی ص ۱۴۴ مطبوعہ پشاور

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ — شرح مسلم للنووی مع مسلم ج ۱ ص ۴۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی۔

١٢٥٨ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا عَفَّانُ قَالَ نَا حَمَّادٌ قَالَ أَنَا قَتَادَةُ وَثَابِتٌ وَحُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَجُلًا جَاءَ فَدَخَلَ الصَّفَّ وَقَدْ حَفَزَهُ النَّفَسُ فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاتَهُ قَالَ أَيُّكُمُ الْمُتَكَلِّمُ بِالْكَلِمَاتِ فَأَرَمَّ الْقَوْمُ فَقَالَ أَيُّكُمُ الْمُتَكَلِّمُ بِهَا فَإِنَّهُ لَمْ يَقُلْ بَأْسًا فَقَالَ رَجُلٌ جِئْتُ وَقَدْ حَفَزَنِي النَّفَسُ فَقُلْتُهَا فَقَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ اثْنَا عَشَرَ مَلَكًا يَبْتَدِرُونَهَا أَيُّهُمْ يَرْفَعُهَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص آکر صف میں شامل ہو گیا اس کا سانس پھول رہا تھا اس نے کہا: الحمد للہ حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو گئے تو فرمایا تم میں سے ان کلمات کا کہنے والا کون ہے، لوگ چپ رہے۔ آپ نے دوبارہ فرمایا تم میں سے ان کلمات کا کہنے والا کون ہے اس نے کوئی بری بات نہیں کہی تب ایک شخص نے کہا میں جب آیا تو میرا سانس پھول رہا تھا تب میں نے یہ کلمات کہے آپ نے فرمایا میں نے بارہ فرشتوں کو دیکھا جو ان کلمات کو اوپر لے جانے کے لیے جھپٹ رہے تھے۔

١٢٥٩ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ قَالَ أَخْبَرَنِي الْحَجَّاجُ بْنُ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ عَوْنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ قَالَ رَجُلٌ فِي الْقَوْمِ اللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيرًا وَسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَائِلُ كَلِمَةَ كَذَا وَكَذَا قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ أَنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ عَجِبْتُ لَهَا فُتِحَتْ لَهَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ قَالَ ابْنُ عُمَرَ فَمَا تَرَكْتُهُنَّ مُنْذُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ذٰلِكَ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے۔ ناگاہ نمازیوں میں سے ایک شخص نے کہا: اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا و سبحان اللہ بکرۃ و اصیلا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کلمات کا کہنے والا کون ہے نمازیوں میں سے ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ! میں ہوں! آپ نے فرمایا مجھے تعجب ہوا کہ ان کلمات کے لیے آسمان کے دروازے کھولے گئے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سنی ہے ان کلمات کو کبھی نہیں چھوڑا۔

نماز میں ذکر کے اضافہ اور بدعت کی بحث

اس حدیث میں ذکر ہے کہ نماز میں ایک شخص نے الحمد للہ حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ کہا تو بارہ فرشتے ان کلمات کو آسمان پر لے جانے کے لیے جھپٹ پڑے، صحیح بخاری میں ہے کہ تیس سے زیادہ فرشتے ان کلمات کو لکھنے کے لیے جھپٹ پڑے۔ حدیث نمبر ۱۲۵۹ میں ہے اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا الخ کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے گئے۔ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کلمات حمد کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی فضیلت ہے اور فرشتے کلمات حمد سننے کے لیے بے تاب اور منتظر رہتے ہیں، یہ بھی معلوم ہوا کہ عبادت کو لکھنا صرف کراماً کاتبین کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ کراماً کاتبین کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ نے فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو کہ اذکار کو آسمان پر لے جانے اور لکھنے پر مامور ہیں۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے فرشتوں

کی ایک جماعت ذکر کرنے والوں کی تلاش میں مقرر ہے۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ تیس سے زیادہ فرشتوں کی تعداد کی وجہ یہ ہے کہ ان کلمات کے حروف کی تعداد چونتیس ہے گویا ہر حرف کے لیے ایک فرشتہ بھیجا گیا ہے [۱] لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ صحیح مسلم میں انہیں کلمات کے لیے بارہ فرشتوں کی تعداد کا ذکر ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ فرشتوں کی تعداد کی وجہ اور حکمت صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں جو اذکار منقول ہیں ان کے علاوہ ذکر کرنا بھی جائز ہے بشرطیکہ وہ منقول کے خلاف نہ ہوں کیونکہ اس شخص نے الحمد للہ حمداً کثیراً الخ پڑھا جس کی آپ نے تعلیم نہیں دی تھی [۲] لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ ذکر آپ کے سامنے کیا گیا اور آپ نے اس کو مقرر اور جائز رکھا اس لیے اس کا جواز آپ کی تقریر اور تشریع سے معلوم ہوا اب جبکہ وحی منقطع اور شریعت تمام ہو چکی ہے کسی شخص کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ نماز یا کسی معین عبادت میں اپنی طرف سے ذکر اذکار کا اضافہ کر دے حتیٰ کہ ہمارے فقہاء نے کہا ہے کہ اگر پہلے تشہد کے بعد کسی شخص نے اللھم صلی علی محمد سہواً یا عمداً پڑھ دیا تو اس پر سجدہ سہو لازم آئیگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں بعد کے لوگوں کو کسی اضافہ کا حق نہیں ہے ہاں جن امور کی شرع میں تعیین نہیں ہے ان میں توسع اور اجتہاد کی گنجائش ہے مثلاً درود شریف کا مختلف تعظیم کے صیغوں سے پڑھنا فوت شدہ لوگوں کے لیے انواع و اقسام کی نفلی عبادت کا بغیر شرعی تعیین کے ایصال ثواب کرنا اور استحسان اور استحباب کی نیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و مناقب اور آپ کے شمائل و خصائل بیان کرنے کے لیے مجالس ہائے میلاد یا سیرت منعقد کرنا یہ تمام امور مستحسن ہیں البتہ آج کل میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جلوسوں میں جس طرح باجے تاشے، نوجوان لڑکوں کا ڈھول کی تھاپ پر رقص، فلمی گانوں کی ریکارڈنگ، لڑکیوں سے چھیڑ خوانی اور میلے ٹھیلے کا سماں ہوتا ہے۔ اوقات نماز کے دوران فرض نمازوں کی ادائیگی کے بغیر جلوس جاری رہتا ہے اور نماز کا کوئی اہتمام نہیں کیا جاتا یہ تمام امور مذموم ہیں ان کا ترک کرنا فرض اور ان کی حوصلہ افزائی حرام ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں لوگوں کا اکٹھے ہو کر خوشی سے جلوس نکالنا دوران جلوس نعت خوانی اور آپ کے فضائل و محامد بیان کرنا یقیناً ایک مستحسن کام، آپ کی محبت اور عقیدت کا مظہر اور علامت ایمان ہے۔ لیکن ان فواحش، منکرات بلکہ محرمات کی آلودگی نے اس عمل کو خطرہ میں ڈال دیا ہے۔ ہمیں اس موقع پر قرآن کریم کی یہ آیت یاد آتی ہے:

ورھبانیۃ ن ابتدعوھا ما کتبنٰھا علیھم الا ابتغاء رضوان اللہ فما رعوھا حق رعایتھا ج فاٰتینا الذین اٰمنوا منھم اجرھم وکثیر منھم فٰسقون ہ (الحدید: ۲۷)

(عیسائیوں نے) رہبانیت کی بدعت نکالی، ہم نے ان پر رہبانیت فرض نہیں کی تھی انہوں نے یہ بدعت محض اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے لیے نکالی تھی پھر اس کی مکمل رعایت نہیں کی، ہم نے ان میں سے ایمان دار لوگوں کو اجر عطا کیا اور ان میں سے کثیر فاسق ہیں۔

---

[۱] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ ھ عمدۃ القاری ج ۶ ص ۸۰ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ ھ

[۲] علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ فتح الباری ج ۲ ص ۲۸۷ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ ھ

اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں پر رہبانیت فرض نہیں کی تھی۔ انھوں نے از خود راہب بننا شروع کر دیا پھر کچھ لوگ صحیح طور پر راہب رہے اور کچھ راہبوں نے رہبانیت کی آڑ میں گناہ کرنا شروع کر دیے۔ یہی حال جلوس کا ہے۔ کچھ دیندار لوگوں نے محبت رسول کے تقاضے سے عید میلاد النبی کا جلوس نکالنا شروع کیا حالانکہ یہ شریعت میں فرض نہ تھا اور صالح نیت کے ساتھ جلوس نکالتے رہے اور اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ زیادہ تر لوگوں نے اس میں فسق و فجور کی راہیں تلاش کر لیں۔

امام ابو حنیفہ سے ایک روایت یہ ہے کہ نمازی کو اگر چھینک آئے تو وہ دل میں الحمد للہ کہے اگر زبان سے الحمد للہ کہا تو اس کی نماز فاسد ہو جائیگی اور ایک قول یہ ہے کہ فاسد نہیں ہوگی البتہ اس سے الحمد للہ سن کر دوسرے نمازی نے یرحمک اللہ کہا تو اس کی نماز فاسد ہو جائیگی۔ علامہ عینی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے[1]

ایک سوال یہ ہے کہ صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار پوچھا کہ یہ کلمات کس نے کہے ہیں تو کسی نے جواب نہیں دیا اور بخاری میں ہے کہ آپ نے دوبارہ پوچھا اور کسی نے جواب نہیں دیا یہ الگ الگ واقعات ہیں لیکن آپ کے سوال کا جواب دینا واجب ہے پھر صحابہ نے کیوں نہیں جواب دیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے خاص طور پر کسی صحابی کو معین کر کے سوال نہیں کیا تھا اور ان کلمات کا کہنے والے اور دیگر سننے والے اس خیال سے جھجک رہے تھے کہ شاید کہنے والے نے کوئی غلط بات کہہ دی ہے۔ علامہ عینی اور علامہ عسقلانی نے اس حدیث سے ذکر بالجہر کے جواز پر بھی استدلال کیا ہے بشرطیکہ اس کے جہر سے کسی کو تشویش نہ ہو یعنی اس کی نماز میں حرج نہ ہو۔

باب ۲۱۳ اسْتِحْبَابِ اِتْيَانِ الصَّلٰوةِ بِوَقَارٍ وَّسَكِيْنَةٍ وَّالنَّهْيِ عَنْ اِتْيَانِهَا سَعْيًا

نماز میں آنے کے لیے وقار اور سکون کا حکم

۱۲۶۰ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوْا نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدٍ وَاَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ زِيَادٍ قَالَ نَا اِبْرَاهِيْمُ يَعْنِيْ ابْنَ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدٍ وَاَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ح وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جماعت کھڑی ہو جائے تو (جماعت میں شامل ہونے کے لیے) دوڑتے ہوئے نہ آؤ، اطمینان سے چلتے ہوئے آؤ جو رکعات مل جائیں انہیں پڑھ لو اور جو رہ جائیں انہیں (بعد میں) پورا کر لو۔

[1] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری جز ۶ ص ۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

فَلَا تَأْتُوهَا تَسْعَوْنَ وَأْتُوهَا تَمْشُونَ وَعَلَيْكُمُ السَّكِينَةُ فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا۔

۱۲۶۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ حُجْرٍ عَنْ إِسْمٰعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلٰوةِ فَلَا تَأْتُوهَا وَأَنْتُمْ تَسْعَوْنَ وَأْتُوهَا وَعَلَيْكُمُ السَّكِينَةُ فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا كَانَ يَعْمِدُ إِلَى الصَّلٰوةِ فَهُوَ فِي صَلٰوةٍ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کی اقامت (کہی) جائے تو دوڑتے ہوئے نہ آؤ، سکون اور وقار کیساتھ آؤ جو رکعات مل جائیں انھیں پڑھ لو اور جو رہ جائیں انھیں (بعد میں) پورا کر لو کیونکہ جس وقت تم میں سے کوئی شخص نماز کا ارادہ کر لیتا ہے اس وقت سے وہ نماز (کے حکم) میں ہوتا ہے۔

۱۲۶۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نُودِيَ بِالصَّلٰوةِ فَأْتُوهَا وَأَنْتُمْ تَمْشُونَ وَعَلَيْكُمُ السَّكِينَةُ فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اذان کہی جائے تو دوڑتے ہوئے نہ آؤ، اطمینان سے چلتے ہوئے آؤ جو رکعات تمہیں مل جائیں انھیں پڑھ لو اور جو رہ جائیں ان کو پورا کر لو۔

۱۲۶۳ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا الْفُضَيْلُ يَعْنِي ابْنَ عِيَاضٍ عَنْ هِشَامٍ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلٰوةِ فَلَا يَسْعَ إِلَيْهَا أَحَدُكُمْ وَلٰكِنْ لِيَمْشِ وَعَلَيْهِ السَّكِينَةُ وَالْوَقَارُ صَلِّ مَا أَدْرَكْتَ وَاقْضِ مَا سَبَقَكَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کی اقامت کہی جائے تو تم میں سے کوئی شخص دوڑتا ہوا نہ آئے لیکن سکون اور وقار سے چلتا ہوا آئے جو (رکعات) تم کو مل جائیں پڑھ لو اور جو رہ جائیں ان کو بعد میں ادا کرو۔

۱۲۶۴ - حَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُبَارَكِ الصُّورِيُّ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَّامٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَ جَلَبَةً فَقَالَ مَا شَأْنُكُمْ قَالُوا اسْتَعْجَلْنَا إِلَى الصَّلٰوةِ قَالَ فَلَا تَفْعَلُوا إِذَا أَتَيْتُمُ

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے آپ نے دوڑنے کی آواز سنی۔ نماز کے بعد آپ نے پوچھا کیا بات ہوئی؟ انھوں نے عرض کیا ہم نے نماز کے لیے جلدی کی تھی آپ نے فرمایا اس طرح نہ کیا کرو جب تم نماز پڑھنے آؤ تو سکون اور وقار کے ساتھ آؤ جو (رکعات) تمہیں مل جائیں

الصَّلٰوةَ فَعَلَيْكُمُ السَّكِيْنَةُ فَمَا اَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا سَبَقَكُمْ فَاَتِمُّوْا۔

انھیں پڑھ لو اور جو رہ جائیں انھیں بعد میں پورا کر لو۔

۱۲۶۵۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ نَا شَيْبَانُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

نماز کو جاتے وقت دوڑنے کا حکم

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص نماز پڑھنے جا رہا ہے وہ حکماً نماز میں ہے اس لیے اس کو چاہیے کہ نماز کے لیے جاتے وقت کوئی ناشائستہ بات یا ناشائستہ کام نہ کرے۔

امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل کا مسلک یہ ہے کہ مسبوق نے جو نماز امام کے ساتھ پڑھی وہ اوّل ہے اور جو سلام پھیرنے کے بعد پڑھے گا وہ آخر ہے کیونکہ بعض روایات میں ہے "وما فاتكم فاتموا"[۱] امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں مسبوق کو جو نماز امام کے ساتھ ملی ہے وہ آخر ہے اور جو رہ گئی ہے وہ اوّل ہے اور "ما فاتكم فاتموا"، کا مطلب یہ ہے جو پہلی نماز رہ گئی ہے اس کو پورا کرو۔ امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ بعض روایات میں ہے... واقض ما سبقک۔ جو نماز رہ گئی ہے اس کو قضا کرو اور ظاہر ہے کہ قضا پہلی نماز ہوتی ہے۔

امام محمد فرماتے ہیں مسبوق کی رہی ہوئی نماز قرأت کے اعتبار سے اوّل ہے اور رکعات کے اعتبار سے آخر ہے ان احادیث کے پیش نظر نماز میں شمولیت کے لیے دوڑنے سے منع فرمایا ہے تاہم ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ نمازی کو اگر یہ گمان ہو کہ اگر وہ دوڑ کر نہ گیا تو امام سلام پھیر دے گا تو وہ دوڑ کر جا سکتا ہے۔[۲]

باب ۲۱۴ مَتٰى يَقُوْمُ النَّاسُ لِلصَّلٰوةِ — نماز کیلئے کس وقت کھڑا ہو

۱۲۶۶۔ وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَا نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ حَجَّاجٍ الصَّوَّافِ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ اَبِیْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْنِیْ وَقَالَ ابْنُ حَاتِمٍ اِذَا اُقِيْمَتْ اَوْ نُوْدِیَ۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کی اقامت (تکبیر) ہو تو اس وقت تک کھڑے مت ہو جب تک مجھے دیکھ نہ لو ——— ابن ابی حاتم نے کہا جب نماز کی اقامت یا اذان ہو۔

۱۲۶۷۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ مَعْمَرٍ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ وَحَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ حَجَّاجِ بْنِ اَبِیْ عُثْمَانَ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت حسب سابق منقول ہے۔

---

[۱] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم للنواوی ج ۱ ص ۲۲۰ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۳۷۵ھ

[۲] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ مرقاۃ ج ۲ ص ۱۸۰ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۲ھ

بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ وَقَالَ إِسْحٰقُ أَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ شَيْبَانَ كُلُّهُمْ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَزَادَ إِسْحٰقُ فِي رِوَايَتِهِ حَدِيثَ مَعْمَرٍ وَشَيْبَانَ حَتّٰى تَرَوْنِي قَدْ خَرَجْتُ.

اقامت میں حیّ علی الفلاح پر کھڑے ہونا

عالمگیری میں ہے:

إذا دخل الرجل عند الاقامة يكره له الانتظار قائما ولكن يقعد ثم يقوم اذا بلغ المؤذن قوله حي على الفلاح كذا في المضمرات. [۵۲]

جب کوئی شخص اقامت کے وقت آئے تو اسکے لیے کھڑے ہوکر انتظار کرنا مکروہ ہے لیکن بیٹھ جائے پھر اس وقت کھڑا ہو جب مؤذن حی علی الفلاح کہے. اسی طرح مضمرات میں ہے.

اس مسئلہ کی مکمل تحقیق شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۰۹۸ میں ملاحظہ فرمائیں

۱۲۶۸- حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَقُمْنَا فَعَدَّلْنَا الصُّفُوفَ قَبْلَ أَنْ يَخْرُجَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى إِذَا قَامَ فِي مُصَلَّاهُ قَبْلَ أَنْ يُكَبِّرَ ذَكَرَ فَانْصَرَفَ وَقَالَ لَنَا مَكَانَكُمْ فَلَمْ نَزَلْ قِيَامًا نَنْتَظِرُهُ حَتّٰى خَرَجَ إِلَيْنَا وَقَدِ اغْتَسَلَ يَنْطُفُ رَأْسُهُ مَاءً فَكَبَّرَ فَصَلّٰى بِنَا.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نماز کی اقامت کہی گئی اور ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے کھڑے ہوکر صفیں برابر کرنی شروع کردیں. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اپنے مصلے پر کھڑے ہوگئے تکبیر تحریمہ کہنے سے پہلے آپ کو (غسل کرنا) یاد آیا آپ لوٹ گئے اور ہم سے فرمایا اپنی اپنی جگہ کھڑے رہو، ہم آپ کے انتظار میں کھڑے رہے حتیٰ کہ آپ تشریف لائے درآں حالیکہ آپکے سر اقدس سے پانی کے قطرے گر رہے تھے پھر آپ نے تکبیر کہہ کر ہم کو نماز پڑھائی.

۱۲۶۹- وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ نَا أَبُو عَمْرٍو يَعْنِي الْأَوْزَاعِيَّ قَالَ نَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نماز کی اقامت کہی گئی اور لوگوں نے اپنی اپنی صفیں باندھ لیں

۵۲- ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ عالمگیری ج ا ص ۵۷ مطبوعہ مطبع کبری بولاق مصر ۱۳۱۰ھ

الزُّهْرِیُّ عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ وَصَفَّ النَّاسُ صُفُوْفَهُمْ وَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ مَقَامَهٗ فَاَوْمٰی اِلَیْهِمْ بِیَدِهٖ اَنْ مَکَانَکُمْ فَخَرَجَ وَقَدِ اغْتَسَلَ وَرَاْسُهٗ یَنْطُفُ الْمَآءَ فَصَلّٰی بِهِمْ۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاکر اپنی جگہ کھڑے ہو گئے پھر آپ نے ہمیں اشارہ کیا کہ اپنی جگہوں پر رہو پھر آپ تشریف لے گئے آپ نے غسل کیا (جب آپ آئے) تو سر سے پانی ٹپک رہا تھا پھر آپ نے سب کو نماز پڑھائی۔

تشریح سنن دارقطنی میں یہ تفصیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جنبی (جس پر غسل فرض ہو) تھا اور غسل کرنا بھول گیا یہاں یہ اشکال ہے کہ سنن ابوداؤد میں ہے حضرت ابوبکرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھانے آئے اور تکبیر تحریمہ کے بعد اشارہ فرمایا (ٹھہرو) اور صحیح مسلم کی اس حدیث میں ہے کہ آپ تکبیر کہنے سے پہلے تشریف لے گئے۔ صحیح بخاری میں بھی اسی طرح ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ یہ دو واقعے ہوں۔ ایک حضرت ابوہریرہ نے روایت کیا دوسرا حضرت ابوبکرہ نے ورنہ بخاری اور مسلم کی روایت سنن ابوداؤد پر بہرحال مقدم ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بعض اوقات عبادات میں نسیان طاری ہوجاتا تھا اور اس کی وجہ امت کے لیے مسائل کی تعلیم اور تشریع تھی۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ماء مستعمل (وضو اور غسل کے بعد زائل شدہ پانی) پاک ہے اور مسجد میں اس کے قطرے گرنے سے مسجد نجس نہیں ہوتی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور غسل کے قطرے آپ کے بدن مبارک سے گر رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو انتظار کرنے کے لیے فرما کر گئے اس سے معلوم ہوا کہ جب تک وقت میں گنجائش ہو اپنے امام کا انتظار کرکے اس کی اقتداء میں نماز پڑھنی چاہیے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اقامت اور تکبیر تحریمہ میں فصل اور کلام جائز ہے کیونکہ آپ نے اقامت کے بعد گفتگو کی اور دوبارہ اقامت کا حکم نہیں دیا، اس سے غسل جنابت میں تاخیر کا جواز بھی معلوم ہوا۔ علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس شخص کو مسجد میں احتلام ہوجائے اس کے لیے بغیر تیمم کے مسجد سے باہر جانا جائز ہے۔ تاہم احتیاط اس میں ہے کہ ایسی حالت میں تیمم کرکے مسجد سے باہر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عام آدمیوں کو نہیں قیاس کیا جاسکتا[1]۔ حدیث شریف میں ہے۔

عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی یا علی لا یحل لاحد ان یجنب فی ھذا المسجد غیری و غیرک[2]

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! اس مسجد میں میرے اور تمہارے سوا کوئی حالت جنابت میں نہیں گزر سکتا۔

۱۲۷۰ - وَحَدَّثَنِیْ اِبْرٰهِیْمُ بْنُ مُوْسٰی قَالَ نَا الْوَلِیْدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْاَوْزَاعِیِّ عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نماز کی اقامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے پر کہی جاتی

[1] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری جز ۵ ص ۱۵۶ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[2] امام ابوعیسی ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۳۵ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

حَدَّثَنِیْ اَبُوْسَلَمَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ تُقَامُ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیَاْخُذُ النَّاسُ مَصَافَّھُمْ قَبْلَ اَنْ یَّقُوْمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَقَامَہٗ۔

تھی، اور لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے اپنی صفیں درست کر لیتے تھے۔

۱۲۷۱۔ وَحَدَّثَنِیْ سَلَمَۃُ بْنُ شَبِیْبٍ قَالَ نَا الْحَسَنُ ابْنُ اَعْیَنَ قَالَ نَا زُھَیْرٌ قَالَ نَا سِمَاکُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَۃَ قَالَ کَانَ بِلَالٌ یُؤَذِّنُ اِذَا دَحَضَتْ فَلَا یُقِیْمُ حَتّٰی یَخْرُجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِذَا خَرَجَ اَقَامَ الصَّلٰوۃَ حِیْنَ یَرَاہُ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بلال زوال آفتاب کے بعد اذان کہتے اور اقامت اس وقت تک نہیں کہتے تھے جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تشریف لاتے نہ دیکھ لیتے۔

امام مسجد وقت پر نہ ہو تو کوئی اور نماز پڑھا دے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقامت نماز میں کسی معین وقت پر نماز پڑھانے نہیں تشریف لاتے تھے چونکہ آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا ثواب وہم وگمان سے بھی فزوں تر ہے اس لیے صحابہ کرام آپ کی آمد کے انتظار میں بیٹھے رہتے تھے علاوہ ازیں اس وقت گھڑیوں کا رواج تھا نہ مسلمانوں کی آبادی اتنی زیادہ تھی نہ کاروبار حیات اس قدر وسیع اور ہمہ گیر تھے۔ آج کل سلسلہ کار اس قدر دراز ہے کہ کسی سے اطمینان سے بات کرنے کا موقع بھی بمشکل میسر ہوتا ہے اس لیے تمام دنیا کے مسلمانوں نے گھڑی کے حساب سے وقت معین پر جماعت قائم کرنی شروع کر دی ہے اور لاریب یہ بدعت حسنہ ہے۔ اب امام کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ جب چاہے آکر نماز پڑھا دے امام کو وقت کی پابندی کرنی چاہیے۔ اگر وقت مقرر پر امام نہ آئے تو مؤذن یا کسی اور اہل شخص کو نماز پڑھا دینی چاہیے۔

بعض ائمہ مساجد یہ خیال کرتے ہیں کہ ان کی اجازت کے بغیر اگر کسی اور شخص نے نماز پڑھا دی تو نماز نہیں ہو گی۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی مغفرت فرمائے ایسا کہنا مداخلت فی الدین کے مترادف ہے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو عمرو بن عوف کے محلہ میں تشریف لے گئے اور آپ کو دیر ہو گئی تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جماعت کرانے کی درخواست کی اور حضرت ابوبکر نے نماز پڑھا دی۔ لہ

بَابُ ۲۱۵ مَنْ اَدْرَکَ رَکْعَۃً مِّنَ الصَّلٰوۃِ فَقَدْ اَدْرَکَ تِلْکَ الصَّلٰوۃَ

جس نے نماز کی ایک رکعت پالی اس نے نماز کو پا لیا

۱۲۷۲۔ وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ قَرَاْتُ عَلٰی مَالِکٍ عَنِ ابْنِ شِھَابٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَدْرَکَ رَکْعَۃً مِّنَ الصَّلٰوۃِ فَقَدْ اَدْرَکَ الصَّلٰوۃَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے نماز کی ایک رکعت پالی اس نے اس نماز کو پا لیا۔

لہ۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ۔ صحیح بخاری ج ۱، ص ۱۶۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

۱۲۷۳ - وحدثني حرملة بن يحيى قال انا ابن وهب قال اخبرني يونس عن ابن شهاب عن ابي سلمة بن عبد الرحمن عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من ادرك ركعة من الصلوة مع الامام فقد ادرك الصلوة۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے امام کے ساتھ ایک رکعت پالی، اس نے نماز کو پا لیا۔

۱۲۷۴ - وحدثنا ابو بكر بن ابي شيبة وعمرو الناقد وزهير بن حرب قالوا انا ابن عيينة ح وحدثنا ابو كريب قال انا ابن المبارك عن معمر والاوزاعي ومالك بن انس ويونس ح وحدثنا ابن نمير قال نا ابي ح وحدثنا ابن المثنى قال نا عبد الوهاب جميعا عن عبيد الله كل هؤلاء عن الزهري عن ابي سلمة عن ابي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم بمثل حديث يحيى عن مالك وليس في حديث احد منهم مع الامام وفي حديث عبيد الله قال فقد ادرك الصلوة كلها۔

کئی اور اسانید سے بھی ایسی ہی روایات منقول ہیں ایک روایت میں فقد ادرك الصلوة كلها۔ کے الفاظ ہیں۔ اور کسی حدیث میں مع الامام کے الفاظ نہیں ہیں۔

۱۲۷۵ - حدثنا يحيى بن يحيى قال قرات على مالك عن زيد بن اسلم عن عطاء بن يسار وعن بسر بن سعيد وعن الاعرج حدثوه عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من ادرك ركعة من الصبح قبل ان تطلع الشمس فقد ادرك الصبح ومن ادرك ركعة من العصر قبل ان تغرب الشمس فقد ادرك العصر۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے طلوع آفتاب سے قبل فجر کی ایک رکعت پالی اس نے فجر کی نماز کو پالیا اور جس شخص نے غروب آفتاب سے قبل عصر کی ایک رکعت پالی اس نے عصر کی نماز پالی۔

۱۲۷۶ - وحدثنا حسن الربيع قال نا عبد الله بن المبارك عن يونس بن يزيد عن الزهري قال نا عروة عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ح وحدثني ابو الطاهر وحرملة كلاهما عن ابن وهب والسياق لحرملة قال اخبرني يونس عن ابن شهاب ان عروة بن الزبير حدثه عن عائشة رضي الله عنها قالت قال رسول الله صلى الله عليه

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں جس شخص نے غروب آفتاب سے پہلے عصر کا ایک سجدہ پالیا یا جس شخص نے طلوع آفتاب سے قبل فجر کا ایک سجدہ پالیا، اس نے اس نماز (فجر یا عصر) کو پالیا اور سجدہ سے مراد رکعت ہے۔

وَسَلَّمَ مَنْ اَدْرَكَ مِنَ الْعَصْرِ سَجْدَةً قَبْلَ اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ اَوْ مِنَ الصُّبْحِ قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ فَقَدْ اَدْرَكَهَا وَالسَّجْدَةُ اِنَّمَا هِيَ الرَّكْعَةُ۔

۱۲۷۷- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ اَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَبِي سَلَمَةَ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۲۷۸- وَحَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِيْعِ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ ابْنِ طَاؤُسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَدْرَكَ مِنَ الْعَصْرِ رَكْعَةً قَبْلَ اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ اَدْرَكَ وَمَنْ اَدْرَكَ مِنَ الْفَجْرِ رَكْعَةً قَبْلَ اَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ اَدْرَكَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے غروب آفتاب سے پہلے عصر کی ایک رکعت کو پالیا اس نے (عصر کو) پالیا۔ اور جس شخص نے طلوع آفتاب سے پہلے فجر کی ایک رکعت کو پالیا اس نے (فجر کو) پالیا۔

۱۲۷۹- وَحَدَّثَنَاهُ عَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ نَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ مَعْمَرًا بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

دوران نماز طلوع یا غروب آفتاب سے نماز کا حکم

اگر صبح کے اخیر وقت میں کسی شخص نے نماز شروع کی اور ایک رکعت نماز پڑھنے کے بعد سورج طلوع ہوگیا یا عصر کے اخیر وقت میں کسی شخص نے نماز شروع کی اور ایک رکعت نماز پڑھنے کے بعد سورج غروب ہوگیا تو امام[1] مالک، امام[2] شافعی، امام[3] احمد بن حنبل کے نزدیک وہ باقی رکعات پڑھے اور اس حدیث کے پیش نظر اس کی نماز صحیح ہو جائے گی اور امام[4] ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک صبح کی نماز میں سورج طلوع ہونے سے اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور عصر کی نماز میں سورج غروب ہو جانے سے نماز فاسد نہیں ہوگی باقی رکعات پڑھنے سے نماز ادا ہو جائے گی۔

فجر کی نماز میں سورج طلوع ہونے سے فساد نماز کے حکم پر امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے:

عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یتحری احدکم فیصلی عند طلوع الشمس ولا عند غروبھا۔[5]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص طلوع شمس کے وقت نماز پڑھے نہ غروب شمس کے وقت۔

۱- علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ۔ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۲۹۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت۔

۲- علامہ یحیٰی بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ۔ شرح مسلم للنواوی ج ۲ ص ۲۲۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

۳- ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۲۲۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

۴- علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ۔ مبسوط ج ۱ ص ۱۵۱ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۸ھ

۵- امام ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۸۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز پڑھنا ممنوع ہے اس لیے اگر نماز کے دوران سورج طلوع ہو گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی بظاہر چاہیے یہ تھا کہ اگر دوران نماز سورج غروب ہو جائے تو نماز عصر بھی فاسد ہو جاتی لیکن احناف نے ان میں یہ فرق اس لیے کیا ہے کہ صبح کا تمام وقت کامل ہوتا ہے اور طلوع آفتاب کے بعد وقت ناقص ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں فجر کی نماز کامل وقت میں شروع ہو کر ناقص وقت میں ختم ہوتی ہے تو نماز بنج واحد میں ادا نہ ہوئی بخلاف عصر کی نماز کے کیونکہ اس کا تمام وقت کامل وقت نہیں ہوتا جس وقت سورج کا رنگ متغیر ہو کر زرد پڑ جائے تو وہ وقت ناقص ہوتا ہے۔ اس وقت کے ناقص ہونے پر دلیل یہ ہے:

عن انس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم تلك صلوٰة المنافق یجلس یرقب الشمس حتی اذا كانت بین قرنی الشیطان قام فنقرها اربعا لا یذكر الله فیها الا قلیلا۔ [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ منافق کی نماز ہے وہ سورج کا انتظار کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ جب سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان ہو جاتا ہے تو وہ چار ٹھونگیں مارتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا بہت کم ذکر کرتا ہے۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ عصر کا آخری وقت مکروہ اور ناقص ہوتا ہے تو جس شخص نے غروب آفتاب سے پہلے ایک رکعت پڑھی اس نے ناقص وقت میں نماز شروع کی اور غروب آفتاب کے بعد باقی رکعات پڑھنے سے وہ ناقص وقت میں ادا کریگا تو نماز بنج واحد پر ادا ہو جائیگی اسی لیے احناف کہتے ہیں کہ غروب آفتاب تک تاخیر سے عصر کی نماز ادا تو ہو سکتی ہے قضا نہیں ہو سکتی کیونکہ ادا تو ناقص وقت میں شروع ہوئی اور ناقص وقت میں ختم ہوئی بخلاف قضاء کے کیونکہ وہ کامل وقت میں واجب ہوئی تو ناقص وقت میں ادا نہیں ہوگی۔

ان دلائل کی بناء پر احناف کہتے ہیں کہ جس شخص نے صبح کے آخر وقت میں ایک رکعت نماز کو پایا اور باقی نماز میں سورج طلوع ہو گیا تو صبح کی نماز نہیں ہوگی اور اگر عصر کے آخر وقت میں ایک رکعت پڑھی اور سورج غروب ہو گیا تو نماز ہو جائے گی۔

ائمہ ثلاثہ کی احادیث کا جواب

باب مذکور کی احادیث میں فرمان رسالت ہے کہ "جس شخص نے طلوع فجر سے پہلے ایک رکعت پالی اس نے فجر کو پالیا" (الحدیث) احناف کے نزدیک اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے طلوع فجر سے پہلے ایک رکعت کا وقت پالیا اس نے فجر کی فرضیت پالی۔ علیٰ ہذا القیاس جس نے غروب شمس سے پہلے ایک رکعت کا وقت پالیا اس نے عصر کی فرضیت پالی مثلاً سورج غروب ہونے میں ایک رکعت نماز کا وقت رہتا تھا اس وقت کوئی کافر مسلمان ہوا کوئی نابالغ بالغ ہوا کوئی مجنون ہوشمند یا کوئی بے ہوش ہوش میں آیا یا کسی عورت کا حیض یا نفاس ختم ہوا تو ان لوگوں پر عصر کی نماز فرض ہو جائے گی جس کو یہ بعد میں قضا کریں گے علیٰ ہذا القیاس فجر کی نماز کا حال ہے۔

باب ۲۱۶ اَوْقَاتِ الصَّلٰوۃِ الْخَمْسِ! پانچ نمازوں کے اوقات

قرآن مجید، احادیث متواترہ، اجماع اُمت اور عقل سلیم سے مسلمانوں پر فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی پانچ نمازیں فرض ہیں:

[1] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ - صحیح مسلم ج ۱، ص ۲۲۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

WWW.NAFSEISLAM.COM

قرآن مجید سے استدلال

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فسبحان اللہ حین تمسون وحین تصبحون ولہ الحمد فی السمٰوٰت والارض وعشیا وحین تظھرون۔ (روم: ۱۸، ۱۷)

شام کے وقت اور صبح کے وقت اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرو، اسی کے لیے حمد ہے آسمانوں اور زمینوں میں اور شام سے پہلے اور ظہر کے وقت۔

ان آیات میں فجر، ظہر، عصر اور مغرب کے اوقات کا ذکر ہے۔ شام اور صبح میں فجر اور مغرب کے اوقات کا ذکر ہے اور "شام سے پہلے" عصر کی نماز کا وقت ہے اور ظہر کا وقت، صراحۃً ذکر ہے علامہ آلوسی نے لکھا ہے کہ "عشیا" میں شام اور عشاء دونوں مراد ہیں۔ اس طرح اس آیت میں پانچوں نمازوں کا ذکر ہے اور فرمایا:

اقم الصلوٰۃ طرفی النھار وزلفا من الیل (ھود: ۱۱۴)

دن کے دو کناروں میں نماز پڑھیے اور رات کے حصہ میں۔

اس آیت میں فجر اور مغرب کے علاوہ عشاء کا بھی ذکر ہے کیونکہ فجر اور مغرب دن کے دو کناروں کی نمازیں ہیں اور عشاء رات کے ایک حصہ میں پڑھی جاتی ہے۔

ان دونوں آیتوں میں پانچ نمازوں کے اوقات کا ذکر آگیا ہے۔

نیز فرمایا:

حافظوا علی الصلوٰت والصلوٰۃ الوسطیٰ۔ (بقرہ: ۲۳۸)

تمام نمازوں کی اور (خصوصاً) درمیانی نماز کی حفاظت کرو۔

اس آیت میں پانچ نمازوں کا ذکر ہے کیونکہ صلوات جمع کا صیغہ ہے عربی قواعد کے اعتبار سے اس کا اطلاق کم از کم تین نمازوں پر ہوگا اور صلوٰۃ وسطیٰ کا اس پر عطف کیا گیا ہے جو مغایرت کو مستلزم ہے اس لیے صلوٰۃ وسطیٰ ان تین نمازوں کے علاوہ نماز ہوگی اس طرح چار نمازیں ثابت ہوئیں اور چار میں درمیانی نماز نہیں ہو سکتی اسلیے صلوات سے کم از کم چار نمازیں مراد ہوں گی اور ایک صلوٰۃ وسطیٰ اس طرح ملا کر پانچ نمازیں ثابت ہو گئیں۔

نیز قرآن کریم میں ہے:

اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس الی غسق الیل وقرآن الفجر ان قرآن الفجر کان مشھودا۔ (بنی اسرائیل: ۷۸)

سورج ڈھلنے کے بعد سے لے کر رات کا اندھیرا چھانے تک نماز پڑھو اور صبح کو قرآن پڑھو، لاریب فجر میں قرآن پڑھنے وقت (فرشتے) حاضر کیے جاتے ہیں۔

اس آیت میں بھی پانچ نمازوں کا ذکر ہے کیونکہ سورج ڈھلنے کے بعد سے لیکر رات کے اندھیرے تک چار نمازیں پڑھی جاتی ہیں۔ ظہر، عصر، مغرب یہ سورج ڈھلنے کے بعد ہیں اور عشاء رات کا اندھیرا چھا جانے کے بعد پڑھی جاتی ہے اور قرآن الفجر میں فجر کی نماز کا ذکر ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل

طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے اپنے

غروبها ومن اناء اللیل فسبح و اطراف النهار لعلك ترضٰی ۔ (طٰہٰ : ۱۳۰)

رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے اور رات کے اوقات میں اور دن کے اطراف میں تسبیح کیجئے تاکہ آپ راضی ہو جائیں۔

ان آیات میں بھی اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازوں کا ذکر فرمایا ہے طلوع آفتاب سے پہلے فجر اور غروب آفتاب سے پہلے ظہر اور عصر، رات کے اوقات میں عشاء اور دن کے کنارے میں مغرب پڑھی جاتی ہے۔

احادیث سے استدلال

پانچ نمازوں کی فرضیت پر اس قدر کثرت سے احادیث وارد ہیں جن کا شمار مشکل ہے حتیٰ کہ علماء نے ان احادیث کو معنیً متواتر قرار دیا ہے۔ حدیث شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ضمام بن ثعلبہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

اللہ امرك ان تصلی الصلوات الخمس فی الیوم واللیلة قال اللّٰھم نعم۔ [۱]

کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو دن اور رات میں پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ فرمایا اے اللہ ہاں۔

ایک اور روایت ہے:

عن طلحة بن عبید اللہ یقول جاء رجل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اھل نجد ثائر الراس نسمع دوی صوته ولا نفقه ما یقول حتی دنا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا ھو یسئل عن الاسلام فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خمس صلوات فی الیوم واللیلة فقال ھل علی غیرھن قال لا۔ [۲]

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اہل نجد سے ایک شخص حاضر ہوا جو بہت آہستہ بات کرتا تھا اور ہمیں نہیں پتا چلتا تھا وہ کیا کہہ رہا ہے ناگاہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا تو وہ آپ سے اسلام کے بارے میں سوال کر رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دن اور رات میں پانچ نمازیں ہیں۔ اس نے پوچھا کیا ان پانچ نمازوں کے علاوہ کوئی اور نماز بھی فرض ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں!

یہ حدیث صحیح بخاری (ج ۱، ص ۱۲، ۱۱) میں بھی روایت کی گئی ہے۔

اجماع امت سے استدلال

علامہ بابرتی لکھتے ہیں کہ حدیث مشہور سے ثابت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مسلمان مرد اور عورت پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی گئی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک کی امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں: [۳]

[۱]۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

[۲]۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۰ مطبوعہ " " " ۱۳۷۵ھ

[۳] علامہ محمود بابرتی متوفی ۷۸۶ھ العنایۃ علی ہامش فتح القدیر ج ۱ ص ۱۹۱ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

بارہ سو سال تک امت محمدیہ کا پانچ نمازوں پر بلا نکیر اجماع رہا اور اسلام کے تمام فرقے اس پر متفق رہے۔ بارہ سو سال بعد عبد اللہ چکڑالوی نے تین نمازوں کا قول کیا اور یہ پہلا شخص ہے جس نے اس مسئلہ میں اجماع امت کے خلاف نئی راہ اختیار کی اور سواد اعظم سے علیحدہ ہو گیا۔

عقل سے تائید

نماز کے پانچ اوقات احوال آفتاب کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں۔ طلوع شمس سے پہلے فجر کی نماز ہے۔ نصف النہار سے زوال کے بعد ظہر کی نماز ہے۔ آفتاب ڈھل جانے کے بعد عصر کی نماز ہے، غروب آفتاب کے بعد مغرب کی نماز ہے اور روشنی کے آثار بالکلیہ مٹ جانے کے بعد عشاء کی نماز ہے۔

انسان کی زندگی کے بھی پانچ بنیادی احوال ہیں۔ ایک اس کی پیدائش جب وہ عدم سے وجود میں آتا ہے دوسرا اس کا شباب اور جوانی کا زمانہ تیسرا ادھیڑ عمری کا زمانہ جب جوانی ڈھل جاتی ہے چوتھا موت کا وقت جب زندگی کا سورج غروب ہو جاتا ہے لیکن کچھ عرصہ تک لوگوں کے دلوں میں اس کی یاد اور زبانوں پر اس کا ذکر رہتا ہے۔ پھر ایک وقت آتا ہے جب وہ بالکل بھولا بسرا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پانچ احوال کے مناسب ہر روز پانچ نمازیں فرض کر دیں۔ طلوع شمس سے پہلے فجر کی نماز فرض کی تاکہ طلوع آفتاب کے آثار دیکھ کر انسان کو اپنا پیدا ہونا یاد آئے اور اپنی پیدائش پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائے۔ زوال کے بعد جب سورج شباب پر ہوتا ہے ظہر کی نماز فرض کی تاکہ شباب آفتاب دیکھ کر انسان اپنی جوانی کا شکر ادا کرے۔ سورج ڈھل جانے پر عصر کی نماز فرض کی تاکہ ڈھلتے ہوئے سورج کو دیکھ کر وہ اپنی ڈھلتی ہوئی جوانی کو یاد کرے اور اللہ تعالیٰ سے توبہ اور استغفار کرے اور اس عرصہ میں حاصل ہونے والی نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے پھر سورج غروب ہو جاتا ہے اور کچھ عرصہ تک اس کی روشنی کے آثار شفق کی صورت میں باقی رہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس وقت مغرب کی نماز فرض کی تاکہ انسان غروب آفتاب اور اس کے بعد روشنی کے آثار دیکھ کر وہ وقت یاد کرے جب وہ مر جائیگا اور کچھ عرصہ تک لوگ اس کا ذکر کرتے رہیں گے اور اپنی موت اور بعد کے احوال کو یاد کر کے اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور توشۂ آخرت کی فکر کرے اور امید و خوف کے جذبات سے نماز پڑھے اور جب غروب آفتاب کے بعد کی سرخی اور سفیدی غائب ہو جاتی ہے اور مکمل اندھیرا چھا جاتا ہے اس وقت اللہ تعالیٰ نے عشاء کی نماز فرض کی تاکہ اس وقت کو دیکھ کر انسان کو یاد آئے کہ مرنے کے بعد ایک وقت ایسا آئیگا جب لوگوں کی زبانوں سے اس کا ذکر اور دلوں سے اس کی یاد نکل چکی ہو گی نہ کوئی اس کے لیے فاتحہ پڑھے گا نہ اس کا ذکر خیر کرے گا اس وقت کے لیے ابھی سے تیاری کرے تاکہ کوئی اس کا ذکر کرے نہ کرے اس کی اپنی عبادت اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کا سرمایہ اس کی نجات کے لیے کافی ہو اور اس فکر سے نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ کو یاد کرے

یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ طلوع شمس سے پہلے اندھیرے کے بعد اجالے کے وجود کو دیکھ کر مرنے کے بعد زندہ ہونے کو یاد کر کے فجر کی نماز پڑھے، نصف النہار کے وقت سورج کی تمازت کو دیکھ کر میدان حشر کی گرمی یاد کر کے ظہر کی نماز پڑھے، سورج ڈھلنے کے بعد اپنی ڈھلتی ہوئی زندگی کو یاد کر کے عصر کی نماز پڑھے، غروب آفتاب کے بعد موت کو یاد کر کے مغرب کی نماز پڑھے اور مکمل اندھیرا چھا جانے کے بعد قبر اور قیامت کے اندھیروں کو یاد کر کے عشاء کی نماز پڑھے۔

اس طرح یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ رات ختم ہونے کا شکر ادا کرنے کے لیے فجر کی نماز پڑھے، دن نکلنے کا شکر ادا کرنے کے لیے ظہر کی نماز پڑھے۔ تمازت آفتاب ڈھلنے کا شکر ادا کرنے کے لیے عصر پڑھے، دن کے رخصت ہونے کا شکر ادا کرنے کے لیے مغرب پڑھے اور رات کی چادر پھیلنے کا شکر ادا کرنے کے لیے عشاء پڑھے کیونکہ دن کا آنا بھی نعمت ہے

اور دن کا جانا بھی نعمت ہے اگر لگاتار دن رہتا تو اعصاب کو آرام اور سکون نہ ملتا اور پیہم رات رہتی تو کسب معاش کے ذرائع میسر نہ ہوتے۔

بلغاریہ اور قطبین میں اوقات نماز

بلغاریہ ایک ایسا علاقہ ہے جہاں بعض ایام میں عشاء کا وقت متحقق نہیں ہوتا اور غروب شمس کے بعد شفق غائب ہونے سے پہلے فجر ہو جاتی ہے آیا وہاں کے لوگ عشاء کی نماز قضا کر کے پڑھیں یا صرف چار فرض پڑھیں۔ فقہاء نے اس مسئلہ میں طویل بحث کی ہے تحقیق یہ ہے کہ ان لوگوں پر عشاء کی نماز فرض نہیں ہے کیونکہ انہوں نے عشاء کا وقت نہیں پایا۔ قرآن کریم میں ہے:

ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا۔ (النساء: ۱۰۳)

مسلمانوں پر مقررہ وقتوں میں نماز فرض کی گئی ہے۔

اور عشاء کا وقت غروب آفتاب کے ایک گھنٹہ ۱۸ منٹ بعد متحقق ہوتا ہے جب شفق کی سفیدی غائب ہونے کے بعد مکمل اندھیرا چھا جاتا ہے اہل بلغاریہ نے جب عشاء کا وقت پایا ہی نہیں تو ان پر عشاء کی نماز فرض ہے نہ اس کے قضاء کرنے کی حاجت ہے۔ اسی طرح قطبین کے بارے میں بھی سوال کیا جاتا ہے کہ وہاں چھ ماہ کا دن اور چھ ماہ کی رات ہوتی ہے آیا وہاں کے لوگ ایک دن اور ایک رات میں کتنی نمازیں پڑھیں گے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ قاعدہ شرعیہ کے مطابق ان پر ایک دن اور ایک رات میں صرف پانچ نمازیں فرض ہوں گی طلوع فجر کے بعد صبح کی نماز اور جب سورج نصف النہار سے ڈھل جائے تو ظہر کی نماز فرض ہو گی خواہ یہ وقت کئی ماہ بعد آئے اور دو مثل سایہ کے بعد عصر، غروب آفتاب کے بعد مغرب اور غروب شفق کے بعد عشاء فرض ہو گی خواہ ان اوقات کے درمیان کئی کئی ماہ کا وقفہ ہو۔

حدیث دجال کی تحقیق

بعض علماء حدیث دجال پر قیاس کر کے کہتے ہیں کہ ان پر ایک سال کی نماز فرض ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا:

یارسول اللہ وما لبثہ فی الارض قال اربعون یوما یوم کسنۃ ویوم کشھر ویوم کجمعۃ وسائر ایامہ کایامکم قلنا یارسول اللہ فذلک الیوم الذی کسنۃ ایکفینا فیہ صلاۃ یوم قال لا اقدروا لہ قدرہ [۱]

یارسول اللہ! دجال کتنا عرصہ زمین میں ٹھہرے گا، آپ نے فرمایا چالیس دن، ایک دن ایک سال جتنا ہو گا اور ایک دن ایک ماہ جتنا اور ایک دن ایک ہفتہ جتنا باقی دن عام دنوں کی طرح ہوں گے۔ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ! جو دن ایک سال کے برابر ہو گا کیا اس دن ہمیں ایک دن کی نمازیں کافی ہوں گی آپ نے فرمایا نہیں تم ایک سال (کی نمازوں) کا اندازہ کر کے (ایک دن میں) نماز پڑھنا۔

اس حدیث کی رو سے بعض علماء کہتے ہیں قطبین میں بھی اسی حدیث پر قیاس کرتے ہوئے ایک دن اور ایک رات میں ایک سال کی نمازیں گھڑی کے حساب سے نمازوں کا وقفہ مقرر کر کے پڑھنی چاہئیں لیکن یہ قیاس صحیح نہیں ہے کیونکہ زمانہ دجال میں

[۱] شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ، مشکوٰۃ ص ۴۷۳ مطبوعہ اصح المطابع دہلی۔

جو ایک دن سال بھر کے برابر ہوگا اس میں ایک سال کے دن اور راتیں پائی جائیں گی اس دن میں ایک سال کے طلوع اور غروب، اندھیرے اور اُجالے متحقق ہوں گے لیکن دجّال لوگوں پر اس طرح سحر کر دے گا کہ انھیں سورج کے متعدد طلوع اور غروب اور سورج اور چاند کی ایک سالہ گردش نظر نہیں آئے گی نہ راتوں کے متعدد اندھیرے انھیں محسوس ہوں گے اور وہ ایک سال کے لیل و نہار کو ایک دن خیال کریں گے۔ ملا علی قاری رحمہ الباری فرماتے ہیں:

وقد تبین لنا باخبار الصادق المصدوق صلوات الله تعالیٰ وسلامہ علیہ ان الدجال یبعث معہ من الشبہات ویفیض علی یدیہ من التمویہات مایسلب عن ذوی العقول عقولہم ویخطف من ذوی الابصار ابصارہم فمن ذٰلك تسخیر الشیاطین لہ ومجیئہ بجنۃ ونار واحیاء المیت علی حسب مایدعیہ وتقویتہ علی من یرید اضلالہ تارۃ بالمطر والعشب وتارۃ بالازمۃ والجدب ثم لا امتناء بانہ اسحر الناس فلم یستقم لنا تاویل ہذا القول الا ان نقول انہ یاخذ باسماع الناس وابصارہم حتی یخیل الیہم ان الزمان قد استمر علی حالۃ واحدۃ اسفار بلا ظلام وصباح بلا مساء یحسبون ان اللیل لایمد علیہم رواقہ وان الشمس لا تطوی عنہم ضیاءہا فیبقون فی حیرۃ والتباس من امتداد الزمان ویدخل علیہم دواخل باختفاء الآیات الظاہرۃ فی اختلاف اللیل والنہار فامرہم ان یجتہدوا عند مصادمۃ تلك الاحوال ویقدروا لکل صلوۃ قدرہا الی ان یکشف الله عنہم تلك الغمۃ ہٰذا الذی اہتدینا الیہ من التاویل والله الموفق لاصابۃ الحق وہو حسبنا ونعم الوکیل۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے ہمیں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ دجال کو ایسے شبہات دیکر بھیجا جائیگا اور اس کے ہاتھوں سے ایسی ملمع کاری بکثرت ظاہر ہوگی جس سے عقل والوں کی عقل مسلوب ہو جائے گی اور ارباب بصیرت کی آنکھیں پٹ ہو جائیں گی۔ ان احادیث میں سے بعض میں بیان ہے کہ شیاطین اس کے تابع ہو جائیں گے وہ جنت اور نار کو لیکر آئے گا اپنے دعویٰ کے مطابق لوگوں کو مارے گا اور جلائے گا کبھی بارش اور سبزہ کی فراوانی سے اور کبھی خشک سالی اور قحط سے لوگوں کو گمراہ کرنے کی طاقت رکھے گا بلاشبہ وہ سب سے بڑا جادوگر ہے لہٰذا اس حدیث کی یہی تاویل ہو سکتی ہے کہ وہ لوگوں کی سماعت اور بصارت کو سلب کرے گا حتیٰ کہ ان کے دلوں میں یہ خیال ڈالے گا کہ زمانہ ایک حالت پر قائم ہے بغیر اندھیرے کے روشنی ہے اور بغیر شام کے صبح ہے لوگ گمان کریں گے کہ رات نے اپنا سائبان ان پر نہیں بچھایا اور سورج نے اپنی روشنی ان سے منقطع نہیں کی وہ زمانہ کے طول سے حیران ہوں گے اور دن اور رات کے اختلاف کی نشانیاں ان سے مخفی رہیں گی ان احوال کے پیش آنے پر آپ نے لوگوں کو اجتہاد کا حکم دیا اور فرمایا ہر نماز کے بعد دوسری نماز کا وقفہ معین کر کے نمازیں پڑھو حتیٰ کہ دن اور رات کا اشتباہ تم سے دُور ہو جائے۔ یہ وہ تاویل ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت دی اور وہی حق تک پہنچانے کی توفیق دینے والا ہے وہی ہمیں کافی ہے اور بہتر کارساز ہے۔

---

[1] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ مرقاۃ ج ۱۰ ص ۱۹۵ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۲ھ

ملا علی قاری کی اس طویل عبارت سے ظاہر ہو گیا کہ دجال کے زمانہ میں ایک سال کے دن اور رات برابر آتے رہیں گے لیکن دجال کی ملمع کاری کی وجہ سے لوگوں کو دن اور رات کا آنا جانا معلوم نہیں ہو سکے گا۔ برخلاف قطبین کے کہ وہاں حقیقۃً ایک سال کا دن اور رات ہوتی ہے۔ قطبین کے ایام کو دجال کے ایام پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔

ثانیاً اگر دجال کے زمانہ میں بھی حقیقۃً ایک سال کا دن ہو تو یہ حدیث خلاف قیاس ہونے کی وجہ سے اپنے مورد میں منحصر رہے گی اور قطبین کے ایام کو اس پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہو گا۔ علامہ شامی فرماتے ہیں:

والقیاس علی ما فی حدیث الدجال غیر صحیح لانہ لا مدخل للقیاس فی وضع الاسباب و لئن سلم فانما ھو فیما لا یکون علی خلاف القیاس والحدیث ورد علی خلاف القیاس فقد نقل الشیخ اکمل الدین فی شرح المشارق عن القاضی عیاض انہ قال ھذا حکم مخصوص بذلک الزمان شرعہ لنا صاحب الشرع ولو وکلنا فیہ لاجتھادنا لکانت الصلوٰۃ فیہ عند الاوقات المعروفۃ واکتفینا بالصلوات الخمس۔ [1]

حدیث دجال پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اسباب مقرر کرنے میں قیاس کا دخل نہیں ہے اور اگر مان لیا جائے تو اس صورت پر محمول ہو گا جو خلاف قیاس نہ ہو، اور حدیث خلاف قیاس ہے کیونکہ شیخ اکمل الدین نے شرح مشارق میں قاضی عیاض سے نقل کیا ہے کہ یہ حکم دجال کے زمانہ کے ساتھ خاص ہے جس کو شارع علیہ السلام نے ہمارے لیے مقرر فرمایا ہے۔ اور اس معاملہ میں اگر ہم اجتہاد کرتے تو اوقات معروفہ میں نماز پڑھتے اور پانچ نمازوں پر اکتفا کرتے۔

علامہ شامی کی اس عبارت کی تفصیل یہ ہے کہ اوقات نماز کا شریعت میں قاعدہ یہ ہے کہ سورج کے طلوع سے پہلے فجر، نصف النہار سے زوال کے بعد ظہر، دو مثل سایہ ہونے کے بعد عصر، غروب آفتاب کے بعد مغرب اور شفق غائب ہونے کے بعد عشاء پڑھی جاتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اسی قاعدہ کی تعلیم دی ہے لہٰذا طلوع آفتاب کے بعد اور نصف النہار سے پہلے فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء پڑھنا غیر معقول اور خلاف قیاس ہے۔ دجال کے زمانہ میں جب ایک دن ایک سال کا ہو گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت بالخصوص اس دن میں ایک سال کی نمازیں پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دن کے لیے یہ حکم نہ دیتے تو ہم قاعدہ کے مطابق اس دن ایک دن کی نمازیں ہی پڑھتے۔ چونکہ ایام دجال کے علاوہ آپ نے کسی اور دن کے لیے یہ ہدایت نہیں دی ہے۔ اس لیے باقی دنوں میں نماز اپنے قاعدہ کے مطابق پڑھی جائے گی اس لیے قطبین میں ایک دن اور ایک رات میں پانچ نمازیں ہی فرض ہیں خواہ وہ دن اور رات ایک سال کا ہی کیوں نہ ہو۔

قطبین میں ایک دن اور ایک رات میں صرف پانچ نمازیں فرض ہونے پر دلیل یہ ہے کہ احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت پر ایک دن اور ایک رات میں پانچ نمازیں ہی فرض کی ہیں کما غیر۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم میں ہے:

ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا۔ (النساء: ۱۰۳)

مسلمانوں پر مقررہ وقتوں میں نماز فرض کی گئی ہے۔

اور جب قطبین میں چھ ماہ کا دن اور چھ ماہ کی رات ہو گی تو یہ مقررہ اوقات وہاں صرف پانچ بار ہی آئیں گے ورنہ طلوع آفتاب کے

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ رد المحتار ج ۱ ص ۲۴۷ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

بعد اور نصف النہار سے پہلے فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء پڑھنا لازم آئیگا جو کہ نہ صرف خلاف فائدہ شرعیہ ہے بلکہ قرآن کریم کی اس نص صریح احادیث متواترہ اور اجماع امت کے خلاف ہے اور شریعت پر اپنی طرف سے زیادتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔

ایک نماز پڑھنے کے بعد اسی نماز کا وقت دوسرے شہر میں

آج کل نئی نئی ایجادات کے سامنے آنے سے نئے نئے مسائل کھڑے ہوگئے ہیں۔ بعض اوقات یہ صورت پیش آتی ہے کہ ایک شخص مثلاً عصر کی نماز پڑھ کر طیارہ میں سوار ہوتا ہے اور دوسرے شہر میں جب طیارہ اترتا ہے تو وہاں ابھی ظہر کا وقت ہوتا ہے اور اس کے جانے کے بعد عصر کا وقت آتا ہے آیا وہ شخص عصر کی نماز وہاں دوبارہ پڑھے گا یا نہیں۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ اسے عصر دوبارہ پڑھنا ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ان الصلوٰة کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا۔ (النساء: ۱۰۳)

مسلمانوں پر مقررہ وقتوں میں نماز فرض کی گئی ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ نماز وقت آنے پر فرض ہوجاتی ہے لہٰذا جب اس نے دوسرے شہر میں وقت عصر پایا تو اسے دوبارہ نماز پڑھنا ہوگی لیکن یہ رائے صحیح نہیں ہے۔ ایک دن میں وقت آنے کے بعد نماز صرف ایک بار فرض ہوتی ہے۔ مثلاً جب کوئی شخص ظہر کی نماز وقت آنے پر پڑھ لیتا ہے تو نماز پڑھنے کے بعد تین چار گھنٹے تک ظہر کا وقت اور نماز پڑھنے کا سبب قائم رہتا ہے لیکن چونکہ وہ اس دن کی ظہر پڑھ چکا ہے اس لیے اس پر ظہر دوبارہ فرض نہیں ہے اسی طرح جو شخص عصر پڑھ کر بذریعہ طیارہ دوسرے شہر پہنچا اور وہاں وقت عصر دوبارہ پایا تو اس پر وہ عصر فرض نہیں ہوگی کیونکہ اس دن کی عصر وہ ادا کر چکا ہے اور حدیث متواتر اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر دن رات میں صرف پانچ نمازیں فرض کی ہیں اگر وہ اس شہر میں دوبارہ عصر پڑھے گا تو ایک دن میں چھ فرض ہوجائیں گے اور یہ حدیث متواتر اور اجماع امت دونوں کے خلاف ہے اور شریعت پر زیادتی کے مترادف ہے۔

ایک شہر میں روزے رکھنے کے بعد دوسرے شہر میں ایام رمضان پانا۔

اسی طرح ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ ایک شخص سعودی عرب میں تیس روزے رکھ کر پاکستان آیا اور یہاں ابھی رمضان کی اٹھائیس یا انتیس تاریخ بنتی اب وہ شخص پاکستان آکر مزید روزے رکھے گا یا نہیں۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ اس پر روزے رکھنا فرض ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فمن شهد منكم الشهر فليصمه۔ (البقرہ: ۱۸۵)

تم میں سے جو شخص رمضان کو پائے وہ روزے رکھے۔

اور حدیث شریف میں ہے:

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم صوموا لرويته وافطروا لرويته۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو۔

[1] امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۱۴۳ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

قرآن مجید اور اس حدیث کی تصریح کے مطابق جس شخص نے سعودی عرب سے آکر پاکستان میں رمضان پالیا وہ روزے رکھے گا اور جب تک عید کا چاند نہیں دیکھے گا روزے نہیں چھوڑے گا اور بعض علماء کی یہ رائے صحیح نہیں ہے کہ جس شخص نے سعودی عرب میں رویت ہلال کے ثبوت شرعی کے بعد روزے رکھنے شروع کیے اور تیس روزے پورے کر لیے وہ روزوں کا مکلف نہیں رہا۔ اس مسئلہ کی پوری تشریح اور تحقیق ہم نے کتاب الصیام میں کر دی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۲۸۰ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ اَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اَخَّرَ الْعَصْرَ شَيْئًا فَقَالَ لَهٗ عُرْوَةُ اَمَا اِنَّ جِبْرِيْلَ قَدْ نَزَلَ فَصَلّٰى اَمَامَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ اِعْلَمْ مَا تَقُوْلُ يَا عُرْوَةُ فَقَالَ سَمِعْتُ بَشِيْرَ بْنَ اَبِيْ مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبَا مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ نَزَلَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فَاَمَّنِيْ فَصَلَّيْتُ مَعَهٗ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهٗ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهٗ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهٗ ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهٗ يَحْسُبُ بِاَصَابِعِهٖ خَمْسَ صَلَوَاتٍ۔

ابن شہاب زہری بیان کرتے ہیں کہ ایک دن عمر بن عبد العزیز نے عصر کی نماز تاخیر سے پڑھی تو عروہ نے ان سے کہا جبریل امین نازل ہوئے اور انھوں نے نماز پڑھی درآں حالیکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امام تھے۔ عمر بن عبد العزیز نے کہا اے عروہ! کیا کہہ رہے ہو! عروہ نے کہا میں نے بشیر بن ابی مسعود سے سنا انھوں نے حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نازل ہوئے اور انھوں نے امام بن کر نماز پڑھائی میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی، پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی، پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی، پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی، وہ پانچ نمازوں کا اپنی انگلیوں سے شمار کرتے تھے۔

ف: جبرائیل کا امام ہونا اس وجہ سے نہ تھا کہ وہ سرکار سے افضل تھے بلکہ اس لیے تھا تاکہ آپ کی زندگی میں مقتدی ہونے کا بھی نمونہ ہو۔ (سعیدی)

۱۲۸۱ - اَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيْمِيُّ قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اَخَّرَ الصَّلٰوةَ يَوْمًا فَدَخَلَ عَلَيْهِ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ فَاَخْبَرَهٗ اَنَّ الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ اَخَّرَ الصَّلٰوةَ يَوْمًا وَهُوَ بِالْكُوْفَةِ فَدَخَلَ عَلَيْهِ اَبُوْ مَسْعُوْدٍ الْاَنْصَارِيُّ فَقَالَ مَا هٰذَا يَا مُغِيْرَةُ اَلَيْسَ قَدْ عَلِمْتَ اَنَّ جِبْرِيْلَ نَزَلَ فَصَلّٰى وَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَلّٰى فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَلّٰى فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَلّٰى فَصَلّٰى

ابن شہاب زہری بیان کرتے ہیں ایک دن عمر بن عبد العزیز نے عصر کی نماز میں تاخیر کی، ان کے پاس عروہ بن زبیر تشریف لائے اور فرمایا حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ایک دن عصر کی نماز میں تاخیر کر دی تو ان کے پاس حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور کہا مغیرہ یہ کیا کیا! کیا تم نہیں جانتے کہ جبریل امین نازل ہوئے تھے، انھوں نے نماز پڑھی اور حضور نے (ان کی اقتداء میں) نماز پڑھی پھر انھوں نے نماز پڑھی اور حضور نے بھی نماز پڑھی، پھر انھوں نے نماز پڑھی اور حضور نے بھی نماز پڑھی، پھر انھوں نے نماز پڑھی اور حضور

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ صَلّٰى فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ بِهٰذَا أُمِرْتُ فَقَالَ عُمَرُ لِعُرْوَةَ أُنْظُرْ مَا تُحَدِّثُ يَا عُرْوَةُ أَوَ أَنَّ جِبْرِيْلَ هُوَ أَقَامَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقْتَ الصَّلٰوةِ فَقَالَ عُرْوَةُ كَذٰلِكَ كَانَ بَشِيْرُ بْنُ أَبِيْ مَسْعُوْدٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ عُرْوَةُ وَلَقَدْ حَدَّثَتْنِيْ عَائِشَةُ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِيْ حُجْرَتِهَا قَبْلَ أَنْ تَظْهَرَ الْفَيْءُ

نے بھی نماز پڑھی، پھر انھوں نے نماز پڑھی اور حضور نے بھی نماز پڑھی، پھر جبرئیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا آپ کو ان نمازوں کا حکم دیا گیا ہے۔ عمر بن عبد العزیز نے کہا: اے عروہ! دیکھو تم کیا بیان کر رہے ہو! کیا جبرئیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اوقات نماز کی تعلیم دی تھی۔ عروہ نے کہا بشیر بن ابی مسعود اپنے باپ سے اسی طرح روایت کرتے ہیں نیز عروہ نے کہا مجھ سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھتے۔ درآں حالیکہ دھوپ ان کے صحن میں ہوتی تھی اور سایہ ظاہر نہ ہوتا تھا۔

ف: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عالم کا فرض ہے کہ امراء اگر غلط کام کریں تو ان کو ٹوک دیں جیسے عروہ نے عمر بن عبد العزیز کو ٹوک دیا اگرچہ انھوں نے صرف وقت مستحب سے تاخیر کی تھی۔

۱۲۸۲ - حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ عَمْرٌو نَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ طَالِعَةٌ فِيْ حُجْرَتِيْ لَمْ يَفِئِ الْفَيْءُ بَعْدُ وَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ لَمْ يَظْهَرِ الْفَيْءُ بَعْدُ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھتے تھے درآں حالیکہ میرے حجرہ میں سورج چمک رہا ہوتا تھا اور ابھی تک دھوپ بلند نہیں ہوتی تھی۔

ف: حضرت عائشہ کے حجرہ کی دیواریں چھوٹی تھیں اس لیے دیر تک ان کے حجرہ میں دھوپ رہتی تھی ان احادیث کا یہ مطلب نہیں کہ عصر کا وقت ایک مثل سایہ کے بعد شروع ہوتا ہے۔ (سعیدی)

۱۲۸۳ - وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِيْ حُجْرَتِهَا لَمْ يَظْهَرِ الْفَيْءُ مِنْ حُجْرَتِهَا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھتے تھے اور دھوپ صحن میں ہوتی تھی دیواروں پر اس وقت تک نہیں چڑھتی تھی۔

۱۲۸۴ - حَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا نَا وَكِيْعٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ وَاقِعَةٌ فِيْ حُجْرَتِيْ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھتے تھے درآں حالیکہ دھوپ میرے حجرہ میں ہوتی تھی۔

۱۲۸۵ - حَدَّثَنِي أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَا نَا مُعَاذٌ وَهُوَ ابْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا صَلَّيْتُمُ الْفَجْرَ فَإِنَّهُ وَقْتٌ إِلَى أَنْ يَطْلُعَ قَرْنُ الشَّمْسِ الْأَوَّلُ ثُمَّ إِذَا صَلَّيْتُمُ الظُّهْرَ فَإِنَّهُ وَقْتٌ إِلَى أَنْ يَحْضُرَ الْعَصْرُ فَإِذَا صَلَّيْتُمُ الْعَصْرَ فَإِنَّهُ وَقْتٌ إِلَى أَنْ تَصْفَرَّ الشَّمْسُ فَإِذَا صَلَّيْتُمُ الْمَغْرِبَ فَإِنَّهُ وَقْتٌ إِلَى أَنْ يَسْقُطَ الشَّفَقُ فَإِذَا صَلَّيْتُمُ الْعِشَاءَ فَإِنَّهُ وَقْتٌ إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ.

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح کی نماز پڑھنے کے بعد اس وقت تک صبح کا وقت رہتا ہے جب تک سورج کا بالائی کنارہ طلوع نہ ہو اور ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد عصر تک اس کا وقت رہتا ہے اور عصر کی نماز پڑھنے کے بعد جب تک سورج پیلا نہ پڑ جائے اس کا وقت رہتا ہے اور مغرب کی نماز پڑھنے کے بعد شفق کے غائب ہونے تک اس کا وقت باقی رہتا ہے اور عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد آدھی رات تک اس کا (مستحب) وقت باقی رہتا ہے۔

۱۲۸۶ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ وَاسْمُهُ يَحْيَى بْنُ مَالِكٍ الْأَزْدِيُّ وَيُقَالُ الْمَرَاغِيُّ وَالْمَرَاغُ حَيٌّ مِنَ الْأَزْدِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَقْتُ الظُّهْرِ مَا لَمْ يَحْضُرِ الْعَصْرُ وَوَقْتُ الْعَصْرِ مَا لَمْ تَصْفَرَّ الشَّمْسُ وَوَقْتُ الْمَغْرِبِ مَا لَمْ يَسْقُطْ ثَوْرُ الشَّفَقِ وَوَقْتُ الْعِشَاءِ إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ وَوَقْتُ الْفَجْرِ مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ.

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عصر شروع ہونے تک ظہر کا وقت باقی رہتا ہے اور آفتاب زرد ہونے تک عصر کا وقت باقی رہتا ہے اور شفق کی تیزی مدھم پڑنے تک مغرب کا وقت باقی رہتا ہے اور عشاء کا (مستحب) وقت آدھی رات تک اور طلوع آفتاب تک صبح کا وقت باقی رہتا ہے۔

۱۲۸۷ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ كِلَاهُمَا عَنْ شُعْبَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَفِي حَدِيثِهِمَا قَالَ شُعْبَةُ رَفَعَهُ مَرَّةً وَلَمْ يَرْفَعْهُ مَرَّتَيْنِ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

۱۲۸۸ - وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ نَا هَمَّامٌ قَالَ نَا قَتَادَةُ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَقْتُ الظُّهْرِ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَانَ ظِلُّ الرَّجُلِ كَطُولِهِ مَا لَمْ يَحْضُرِ الْعَصْرُ وَوَقْتُ

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظہر کی نماز کا وقت سورج ڈھل جانے کے بعد ہوتا ہے جب آدمی کا سایہ طول میں اس کے برابر ہو جائے اور عصر کی نماز کا وقت شروع ہونے تک ظہر کا وقت رہتا ہے اور عصر کا وقت آفتاب

الْعَصْرِ مَا لَمْ تَصْفَرَّ الشَّمْسُ وَوَقْتُ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ مَا لَمْ يَغِبِ الشَّفَقُ وَوَقْتُ صَلٰوةِ الْعِشَاۤءِ اِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ الْاَوْسَطِ وَوَقْتُ صَلٰوةِ الصُّبْحِ مِنْ طُلُوْعِ الْفَجْرِ مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ فَاِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَاَمْسِكْ عَنِ الصَّلٰوةِ فَاِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطٰنِ۔

کے پیلے پڑ جانے تک رہتا ہے اور مغرب کی نماز کا وقت شفق کے غائب ہونے تک رہتا ہے اور عشاء کی نماز کا (مستحب) وقت درمیانی رات کے نصف تک ہوتا ہے اور صبح کی نماز کا وقت طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک رہتا ہے۔ جب سورج طلوع ہو جائے تو نماز سے رک جاؤ کیونکہ وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے۔

ف: اس جگہ یہ اشکال ہے کہ طلوع شمس تو ہر وقت کسی نہ کسی جگہ ہو رہا ہے تو شیطان کا کیا یہی کام ہے کہ وہ سورج کے ساتھ ساتھ پھرتا رہے اس کا جواب یہ ہے کہ شیطان کی بے شمار ذریات ہیں اس لیے ہو سکتا ہے کہ اس نے اس کام پر اپنے کسی نائب کی ڈیوٹی لگا دی ہو۔ (سعیدی)

۱۲۸۹- وَحَدَّثَنِيْ اَحْمَدُ بْنُ يُوْسُفَ الْاَزْدِيُّ قَالَ نَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَزِيْنٍ قَالَ نَا اِبْرَاهِيْمُ يَعْنِي ابْنَ طَهْمَانَ عَنِ الْحَجَّاجِ وَهُوَ ابْنُ الْحَجَّاجِ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَنَّهُ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَقْتِ الصَّلَوَاتِ فَقَالَ وَقْتُ صَلٰوةِ الْفَجْرِ مَا لَمْ يَطْلُعْ قَرْنُ الشَّمْسِ الْاَوَّلُ وَوَقْتُ صَلٰوةِ الظُّهْرِ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ عَنْ بَطْنِ السَّمَاۤءِ مَا لَمْ تَحْضُرِ الْعَصْرُ وَوَقْتُ صَلٰوةِ الْعَصْرِ مَا لَمْ تَصْفَرَّ الشَّمْسُ وَيَسْقُطْ قَرْنُهَا الْاَوَّلُ وَوَقْتُ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ اِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ مَا لَمْ يَسْقُطِ الشَّفَقُ وَوَقْتُ صَلٰوةِ الْعِشَاۤءِ اِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نمازوں کے اوقات پوچھے گئے آپ نے فرمایا صبح کی نماز کا وقت اس وقت تک رہتا ہے جب تک سورج کا اوپر کا کنارہ نہ نکلے اور ظہر کی نماز کا وقت سورج ڈھلنے کے بعد سے عصر تک رہتا ہے جب تک سورج پیلا نہ پڑ جائے عصر کی نماز کا وقت ہے اور غروب آفتاب سے لیکر شفق غائب ہونے تک مغرب کی نماز کا وقت ہے اور عشاء کی نماز کا (مستحب) وقت آدھی رات تک ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

۱۲۹۰- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيْمِيُّ قَالَ اَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يَحْيَى ابْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبِيْ يَقُوْلُ لَا يُسْتَطَاعُ الْعِلْمُ بِرَاحَةِ الْجِسْمِ۔

یحییٰ بن ابی کثیر بیان کرتے ہیں کہ علم آرام طلبی سے حاصل نہیں ہوتا۔

۱۲۹۱- حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ كِلَاهُمَا عَنِ الْاَزْرَقِ قَالَ زُهَيْرٌ نَا اِسْحٰقُ ابْنُ يُوْسُفَ الْاَزْرَقُ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے نماز کا وقت پوچھا آپ نے فرمایا تم دو روز ہمارے ساتھ نماز پڑھ کر دیکھو (تو) جب

عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَهُ عَنْ وَقْتِ الصَّلٰوةِ فَقَالَ لَهُ صَلِّ مَعَنَا هٰذَيْنِ يَعْنِي الْيَوْمَيْنِ فَلَمَّا زَالَتِ الشَّمْسُ أَمَرَ بِلَالًا فَأَذَّنَ ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ الظُّهْرَ ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ بَيْضَاءُ نَقِيَّةٌ ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ الْمَغْرِبَ حِينَ غَابَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ الْعِشَاءَ حِينَ غَابَ الشَّفَقُ ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ الْفَجْرَ حِينَ طَلَعَ الْفَجْرُ فَلَمَّا أَنْ كَانَ الْيَوْمُ الثَّانِي أَمَرَهُ فَأَبْرَدَ بِالظُّهْرِ فَأَبْرَدَ بِهَا فَأَنْعَمَ أَنْ يُبْرِدَ وَصَلَّى الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ أَخَّرَهَا فَوْقَ الَّذِي كَانَ وَصَلَّى الْمَغْرِبَ قَبْلَ أَنْ يَغِيبَ الشَّفَقُ وَصَلَّى الْعِشَاءَ بَعْدَ مَا ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ وَصَلَّى الْفَجْرَ فَأَسْفَرَ بِهَا ثُمَّ قَالَ أَيْنَ السَّائِلُ عَنْ وَقْتِ الصَّلٰوةِ فَقَالَ الرَّجُلُ أَنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ وَقْتُ صَلٰوتِكُمْ بَيْنَ مَا رَأَيْتُمْ.

۱۲۹۲ - حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَرْعَرَةَ السَّامِيُّ قَالَ نَا حَرَمِيُّ بْنُ عُمَارَةَ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ عَنْ مَوَاقِيتِ الصَّلٰوةِ فَقَالَ اشْهَدْ مَعَنَا الصَّلٰوةَ فَأَمَرَ بِلَالًا فَأَذَّنَ بِغَلَسٍ فَصَلَّى الصُّبْحَ حِينَ طَلَعَ الْفَجْرُ ثُمَّ أَمَرَهُ بِالظُّهْرِ حِينَ زَالَتِ الشَّمْسُ عَنْ بَطْنِ السَّمَاءِ ثُمَّ أَمَرَهُ بِالْعَصْرِ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ ثُمَّ أَمَرَهُ بِالْمَغْرِبِ حِينَ وَجَبَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ أَمَرَهُ بِالْعِشَاءِ حِينَ وَقَعَ الشَّفَقُ ثُمَّ أَمَرَهُ الْغَدَ فَنَوَّرَ بِالصُّبْحِ ثُمَّ أَمَرَهُ بِالظُّهْرِ فَأَبْرَدَ ثُمَّ أَمَرَهُ بِالْعَصْرِ وَالشَّمْسُ بَيْضَاءُ نَقِيَّةٌ لَمْ تُخَالِطْهَا صُفْرَةٌ ثُمَّ أَمَرَهُ بِالْمَغْرِبِ قَبْلَ أَنْ يَقَعَ الشَّفَقُ ثُمَّ أَمَرَهُ بِالْعِشَاءِ عِنْدَ ذَهَابِ ثُلُثِ اللَّيْلِ أَوْ بَعْضِهِ شَكَّ حَرَمِيٌّ فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ أَيْنَ السَّائِلُ مَا بَيْنَ مَا رَأَيْتَ وَقْتٌ.

آفتاب نصف النہار سے ڈھل گیا تو آپ نے حضرت بلال کو اذان دینے کا حکم دیا، اذان کے بعد آپ نے اقامت کا حکم دیا. اس کے بعد ابھی سورج بلند اور سفید تھا تو عصر کی اقامت کہی پھر آفتاب غروب ہونے کے بعد مغرب کی اقامت کہی، پھر شفق غائب ہونے کے بعد عشاء کی اقامت کہی، پھر طلوع فجر کے بعد فجر کی اقامت کہی، دوسرے دن آپ نے ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا حکم دیا اور ظہر خوب ٹھنڈے وقت میں پڑھی گئی اور پہلے دن سے مؤخر کر کے عصر کی نماز پڑھی جس وقت سورج بلند تھا اور شفق غائب ہونے سے پہلے مغرب کی نماز پڑھی اور تہائی رات کے بعد عشاء کی نماز پڑھی اور سفیدی پھیل جانے کے بعد فجر کی نماز پڑھی پھر فرمایا وہ شخص کہاں ہے جو اوقات نماز پوچھ رہا تھا، اس شخص نے کہا حاضر ہوں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا جو اوقات تم نے دیکھے ان کے درمیان تمہاری نمازوں کا وقت ہے.

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور نمازوں کے اوقات دریافت کیے آپ نے فرمایا تم ہمارے ساتھ نماز پڑھو، پھر بلال کو منہ اندھیرے اذان دینے کا حکم دیا پھر طلوع فجر ہوتے ہی صبح کی نماز پڑھی پھر جب آفتاب وسط آسمان سے ڈھل گیا تو ظہر کا حکم دیا اور ابھی سورج بلند تھا تو عصر کا حکم دیا، سورج غروب ہونے کے بعد مغرب کا حکم دیا اور شفق غائب ہونے کے بعد عشاء کا حکم دیا پھر دوسرے دن سفیدی پھیلنے کے بعد فجر کا حکم دیا، ٹھنڈا وقت کر کے ظہر کا حکم دیا اور عصر کا اس وقت حکم دیا جب سورج سفید اور چمکدار تھا اور اس میں پیلاہٹ نہیں آئی تھی اور شفق غائب ہونے سے پہلے مغرب پڑھنے کا حکم دیا اور تہائی شب گذر جانے یا قدرے کم وقت کے بعد عشاء کا حکم دیا. (یہ راوی کا شک ہے) پھر صبح کے وقت فرمایا سائل کہاں ہے اور فرمایا جو تم نے دیکھا اس کے درمیان نماز کا وقت ہے.

۱۲۹۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا بَدْرُ بْنُ عُثْمَانَ قَالَ نَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي مُوسَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ أَتَاهُ سَائِلٌ يَسْأَلُهُ عَنْ مَوَاقِيتِ الصَّلٰوةِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ شَيْئًا قَالَ فَأَقَامَ الْفَجْرَ حِينَ انْشَقَّ الْفَجْرُ وَالنَّاسُ لَا يَكَادُ يَعْرِفُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ بِالظُّهْرِ حِينَ زَالَتِ الشَّمْسُ وَالْقَائِلُ يَقُولُ قَدِ انْتَصَفَ النَّهَارُ وَهُوَ كَانَ أَعْلَمَ مِنْهُمْ ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ بِالْعَصْرِ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ بِالْمَغْرِبِ حِينَ وَقَعَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَقَامَ الْعِشَاءَ حِينَ غَابَ الشَّفَقُ ثُمَّ أَخَّرَ الْفَجْرَ مِنَ الْغَدِ حَتّٰى انْصَرَفَ مِنْهَا وَالْقَائِلُ يَقُولُ قَدْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ أَوْ كَادَتْ ثُمَّ أَخَّرَ الظُّهْرَ حَتّٰى كَانَ قَرِيبًا مِنْ وَقْتِ الْعَصْرِ بِالْأَمْسِ ثُمَّ أَخَّرَ الْعَصْرَ حَتّٰى انْصَرَفَ مِنْهَا وَالْقَائِلُ يَقُولُ قَدِ احْمَرَّتِ الشَّمْسُ ثُمَّ أَخَّرَ الْمَغْرِبَ حَتّٰى كَانَ عِنْدَ سُقُوطِ الشَّفَقِ ثُمَّ أَخَّرَ الْعِشَاءَ حَتّٰى كَانَ ثُلُثُ اللَّيْلِ الْأَوَّلِ ثُمَّ أَصْبَحَ فَدَعَا السَّائِلَ فَقَالَ الْوَقْتُ مَا بَيْنَ هٰذَيْنِ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آکر نمازوں کے اوقات پوچھے آپ نے اس وقت کوئی جواب نہیں دیا۔ راوی کہتے ہیں آپ نے طلوع فجر کے بعد صبح کی نماز پڑھائی۔ اس وقت (اندھیرے کی وجہ سے) لوگ ایکدوسرے کو پہچان نہیں پارہے تھے۔ پھر سورج ڈھل جانے کے بعد ظہر پڑھائی، کہنے والا کہتا تھا نصف النہار ہو چکا ہے اور آپ اس کو خوب جانتے تھے پھر ابھی سورج بلند تھا تو آپ نے عصر کی نماز پڑھائی اور سورج غروب ہونے کے بعد مغرب کی نماز پڑھائی اور شفق غائب ہوجانے کے بعد عشاء کی نماز پڑھائی پھر دوسرے دن فجر کی نماز اس قدر دیر سے پڑھائی کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد کہنے والے کہتے تھے کہ سورج نکل چکا ہے یا نکلنے والا ہے پھر ظہر کی نماز پہلے روز کی عصر کے قریب پڑھائی پھر عصر کی نماز اس قدر تاخیر سے پڑھائی کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد کہنے والے کہتے تھے کہ سورج پیلا پڑگیا پھر مغرب کی نماز اس قدر تاخیر سے پڑھائی کہ شفق ڈوبنے کے قریب ہوگئی پھر عشاء کی نماز تہائی رات کے اول وقت میں پڑھائی۔ صبح آپ نے سائل کو بلا کر فرمایا ان دو وقتوں کے درمیان نماز کا وقت ہے۔

۱۲۹۴ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ عَنْ بَدْرِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي مُوسٰى سَمِعَهُ مِنْهُ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ سَائِلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ عَنْ مَوَاقِيتِ الصَّلٰوةِ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ نُمَيْرٍ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ قَبْلَ أَنْ يَغِيبَ الشَّفَقُ فِي الْيَوْمِ الثَّانِي۔

ایک اور سند سے بھی ایسی روایت منقول ہے لیکن اس میں یہ ہے کہ مغرب کی نماز دوسرے دن غروب شفق سے پہلے پڑھائی۔

ف: اس باب کی احادیث میں اوقات خمسہ اجمالاً بیان کیے گئے ہیں۔ آئندہ ابواب میں ہر نماز کا علیحدہ وقت ذکر کیا گیا ہے اور اسی جگہ ہم بیان مذاہب اور ان کی تفصیل اور تحقیق کریں گے۔

باب ۲۱۷ استحباب الابراد بالظهر في شدة الحر لمن يمضي الى جماعة وينالہ الحر في طريقه

گرمیوں میں ظہر کو ٹھنڈے وقت پڑھنے کا استحباب

۱۲۹۵ - حدثنا قتيبة بن سعيد قال نا الليث ح وحدثنا محمد بن رمح قال انا الليث عن ابن شهاب عن ابن المسيب وابي سلمة بن عبد الرحمن عن ابي هريرة انه قال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا اشتد الحر فابردوا عن الصلوة فان شدة الحر من فيح جهنم۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب گرمی کی شدت ہو تو ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت دوزخ کے سانس کی وجہ سے ہے۔

۱۲۹۶ - وحدثني حرملة بن يحيى قال انا ابن وهب قال اخبرني يونس ان ابن شهاب اخبره قال اخبرني ابو سلمة وسعيد بن المسيب انهما سمعا ابا هريرة يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم بمثله سواء۔

ایک اور سند سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔

۱۲۹۷ - وحدثني هارون بن سعيد الايلي وعمرو بن سواد واحمد بن عيسى قال عمرو انا وقال الاخران نا ابن وهب قال اخبرني عمرو ان بكيرا حدثه عن بسر بن سعيد وسلمان الاغر عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا كان يوم الحار فابردوا بالصلوة فان شدة الحر من فيح جهنم قال عمرو وحدثني ابن شهاب عن ابن المسيب وابي سلمة عن ابي هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم نحو ذلك

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب گرمی ہو تو ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت دوزخ کے سانس کی وجہ سے ہے۔

۱۲۹۸ - وحدثنا قتيبة بن سعيد قال نا عبد العزيز عن العلاء عن ابيه عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان هذا الحر من فيح جهنم فابردوا بالصلوة۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ گرمی دوزخ کے سانس کی وجہ سے ہے لہٰذا نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو۔

۱۲۹۹ - حدثنا ابن رافع قال نا عبد الرزاق قال نا معمر عن همام بن منبه قال هذا ما حدثنا ابو هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكر احاديث منها وقال رسول الله صلى الله

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گرمی میں نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت دوزخ کے سانس کی وجہ سے ہے۔

Nafseislam
WWW.NAFSEISLAM.COM

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْرِدُوْا عَنِ الْحَرِّ فِي الصَّلٰوةِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ

۱۳۰۰ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ مُهَاجِرًا اَبَا الْحَسَنِ يُحَدِّثُ اَنَّهُ سَمِعَ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِي ذَرٍّ قَالَ اَذَّنَ مُؤَذِّنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالظُّهْرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْرِدْ اَبْرِدْ اَوْ قَالَ انْتَظِرْ انْتَظِرْ وَقَالَ اِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَاِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا عَنِ الصَّلٰوةِ قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ حَتّٰى رَاَيْنَا فَيْءَ التُّلُوْلِ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن نے ظہر کی اذان دی تو آپ نے فرمایا ٹھنڈا وقت ہونے دو ٹھنڈا وقت ہونے دو یا فرمایا (ذرا) انتظار کرو (ذرا) انتظار کرو اور فرمایا گرمی کی شدت دوزخ کے سانس کی وجہ سے ہے۔ جب گرمی زیادہ ہو تو ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اتنی دیر کی گئی کہ ہم نے ٹیلوں کے سائے دیکھ لیے

۱۳۰۱ - وَحَدَّثَنِيْ عَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى وَاللَّفْظُ لِحَرْمَلَةَ قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُوْ سَلَمَةَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَكَتِ النَّارُ اِلٰى رَبِّهَا فَقَالَتْ يَا رَبِّ اَكَلَ بَعْضِيْ بَعْضًا فَاَذِنَ لَهَا بِنَفَسَيْنِ نَفَسٍ فِي الشِّتَاءِ وَنَفَسٍ فِي الصَّيْفِ فَهُوَ اَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الْحَرِّ وَاَشَدُّ مَا تَجِدُوْنَ مِنَ الزَّمْهَرِيْرِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جہنم کی آگ نے اپنے رب سے شکایت کی اور عرض کیا کہ اے میرے رب میرا بعض حصہ، بعض حصے کو کھا گیا، تب اللہ تعالیٰ نے اُسے دو سانس لینے کی اجازت دی۔ ایک سانس سردی میں اور ایک سانس گرمی میں اور سردی اور گرمی کی شدت جو تم محسوس کرتے ہو وہ اس کے سانسوں کی وجہ سے ہے۔

۱۳۰۲ - وَحَدَّثَنِيْ اِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَى الْاَنْصَارِيُّ قَالَ نَا مَعْنٌ قَالَ نَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يَزِيْدَ مَوْلَى الْاَسْوَدِ بْنِ سُفْيَانَ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَمُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ ثَوْبَانَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا كَانَ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا عَنِ الصَّلٰوةِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ وَذَكَرَ اَنَّ النَّارَ اشْتَكَتْ اِلٰى رَبِّهَا فَاَذِنَ لَهَا فِيْ كُلِّ عَامٍ بِنَفَسَيْنِ نَفَسٍ فِي الشِّتَاءِ وَنَفَسٍ فِي الصَّيْفِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب گرمی ہو تو نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے سانس کی وجہ سے ہے اور ذکر کیا کہ جہنم نے اپنے رب سے شکایت کی تو اسے ایک سال میں دو سانس لینے کی اجازت دی ایک سانس سردی میں اور ایک سانس گرمی میں

۱۳۰۳ - وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ نَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ نَا حَيْوَةُ قَالَ حَدَّثَنِيْ يَزِيْدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُسَامَةَ بْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَتِ النَّارُ رَبِّ أَكَلَ بَعْضِيْ بَعْضًا فَأْذَنْ لِيْ أَتَنَفَّسْ فَأَذِنَ لَهَا بِنَفَسَيْنِ نَفَسٍ فِي الشِّتَاءِ وَنَفَسٍ فِي الصَّيْفِ فَمَا وَجَدْتُمْ مِنْ بَرْدٍ أَوْ زَمْهَرِيْرٍ فَمِنْ نَفَسِ جَهَنَّمَ وَمَا وَجَدْتُمْ مِنْ حَرٍّ أَوْ حَرُوْرٍ فَمِنْ نَفَسِ جَهَنَّمَ۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہنم نے کہا اے میرے رب! میرا بعض حصہ بعض کو کھا گیا ہے لہٰذا مجھے سانس لینے کی اجازت عطا فرما۔ تب اللہ تعالیٰ نے اسے دو سانس لینے کی اجازت دی ایک سانس سردی میں اور ایک سانس گرمی میں، تم لوگ جو سردی محسوس کرتے ہو وہ جہنم کے سانس سے ہے اور جو گرمی محسوس کرتے ہو وہ بھی جہنم کے سانس سے ہے۔

ظہر کے آخر وقت میں مذاہب فقہاء

امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام ابو یوسف، امام محمد اور داؤد ظاہری کے نزدیک ظہر کا وقت زوال آفتاب سے لیکر ایک مثل سائے تک رہتا ہے[1]، ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بیت اللہ کے نزدیک دو دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امام بن کر نماز پڑھائی۔ پہلے دن جب (زوال آفتاب کے بعد اصلی) سایہ تسمہ کی مقدار تھا ظہر پڑھائی پھر عصر اس وقت پڑھائی جب ایک مثل سایہ ہو گیا پھر سورج غروب ہونے کے بعد جب روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے مغرب کی نماز پڑھائی اور شفق غائب ہونے کے بعد عشاء پڑھائی اور طلوع فجر کے بعد جس وقت روزہ دار پر کھانا حرام ہو جاتا ہے فجر کی نماز پڑھائی۔ دوسرے دن ظہر اس وقت پڑھائی جب ایک مثل سایہ ہو گیا جس وقت پہلے دن عصر کی نماز پڑھائی تھی پھر آخری وقت میں مغرب پڑھائی پھر تہائی رات گذرنے کے بعد عشاء کی نماز پڑھائی اور سپیدی پھیل جانے کے بعد فجر کی نماز پڑھائی پھر جبرائیل نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا اے محمد! یہ آپ سے پہلے انبیاء کی نمازوں کا وقت ہے اور نمازوں کا وقت ان دو دن کے اوقات کے درمیان ہے[2]

ائمہ ثلاثہ کی حدیث کے جوابات

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف سے اس حدیث کا ایک جواب یہ ہے کہ امامت جبرائیل کی یہ حدیث بخاری اور مسلم میں بھی ہے لیکن اس میں ایک مثل سایہ کے وقت عصر پڑھنے کا ذکر نہیں ہے۔ یہ الفاظ صرف ترمذی، ابو داؤد اور نسائی کی روایت میں ہیں اور صحاح کی روایت سنن پر مقدم ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ دوسرے دن ایک مثل سایہ ہونے کے بعد اس وقت ظہر پڑھی جس وقت پہلے دن عصر پڑھی تھی۔ اس لیے یہ حدیث ان احادیث سے منسوخ ہے جن میں ذکر ہے کہ عصر کا وقت ظہر کے بعد شروع ہوتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وقت الظهر ما لم تحضر العصر[3] (ظہر کا وقت اس وقت تک ہے جب تک عصر کا وقت شروع نہ ہو) اور علامہ نووی کی یہ تاویل صحیح نہیں ہے کہ ایک مثل سایہ کے وقت نماز پڑھنے سے مراد ہے ایک مثل سایہ سے پہلے نماز پڑھی کیونکہ حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں

[1] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۲۲۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

[2] امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۴۹ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[3] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۲۳ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۳۷۵ھ

دوسرے دن اس وقت ظہر کی نماز پڑھی جس وقت پہلے دن عصر پڑھی تھی۔ یہ صریح الفاظ علامہ نووی کی تاویل کے متحمل نہیں ہیں اور علامہ نووی کی تاویل حدیث کے صریح الفاظ کے خلاف ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے جیسا کہ علامہ ابن ہمام نے فرمایا امامت جبرائیل کا واقعہ ابتداء کا ہے اور بعد کے واقعات سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مثل سایہ کے بعد ظہر پڑھی ہے جیسا کہ ہم عنقریب احادیث سے ثابت کریں گے چنانچہ بعد کی ان احادیث سے یہ حدیث منسوخ ہے۔

دو مثل سایہ تک وقت ظہر کا ثبوت

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ظہر کا وقت دو مثل سایہ تک رہتا ہے اور اس کے بعد عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔ اس پر مندرجہ ذیل احادیث دلالت کرتی ہیں۔

(۱) عن ابی ذر قال کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فاراد المؤذن ان یؤذن فقال لہ ابرد ثم اراد ان یؤذن فقال لہ ابرد ثم اراد ان یؤذن فقال لہ ابرد حتی ساوی الظل التلول فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان شدۃ الحر من فیح جہنم۔[۱]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ مؤذن نے اذان دینے کا ارادہ کیا، آپ نے فرمایا ٹھنڈا وقت ہونے دو۔ اس نے پھر اذان دینے کا ارادہ کیا آپ نے پھر فرمایا ٹھنڈا وقت ہونے دو۔ اس نے تیسری بار اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا ٹھنڈا وقت ہونے دو حتیٰ کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہو گیا۔ اور آپ نے فرمایا گرمی کی شدت جہنم کے سانس سے ہے۔

یہ حدیث دو وجہوں سے امام اعظم کے مسلک پر دلالت کرتی ہے۔ اولاً یہ کہ آپ نے ایک مثل سایہ کے بعد اذان دینے کی اجازت دی اور نماز بہرحال اس کے کچھ دیر بعد پڑھی جس سے ثابت ہوا کہ ظہر کا وقت ایک مثل سایہ کے بعد رہتا ہے۔ ثانیاً اس وجہ سے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گرمی کی شدت ایک مثل سایہ کے بعد کم ہوتی ہے اور متعدد احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ آپ نے فرمایا گرمیوں میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو چنانچہ اس باب کی تمام احادیث میں یہی مذکور ہے کہ ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو۔

(۲)۔ عن عبد اللہ بن عمرو ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال وقت الظہر اذا زالت الشمس وکان ظل الرجل کطولہ ما لم تحضر العصر۔[۲]

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زوال آفتاب کے بعد جب انسان کا سایہ اس کے طول کے برابر ہو جائے تو ظہر کا وقت ہوتا ہے جب تک عصر کا وقت نہ آ جائے۔

یہ حدیث اس مقصد میں بالکل واضح ہے کہ ایک مثل سایہ کے بعد ظہر کا وقت ختم نہیں ہوتا۔

(۳)۔ عن عبد اللہ بن عمر انہ سمع رسول اللہ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں

---

[۱] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۸۸ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۳۸۱ ھ

[۲] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۲۳ مطبوعہ نور محمد " " ۱۳۷۵ ھ

صلی اللہ علیہ وسلم یقول انما بقاء کم فیما سلف قبلکم من الامم کما بین صلوٰۃ العصر الی غروب الشمس اوتی اهل التوراۃ التوراۃ فعملوا حتی اذا انتصف النهار عجزوا فاعطوا قیراطا قیراطا ثم اوتی اهل الانجیل الانجیل فعملوا الی صلوٰۃ العصر ثم عجزوا فاعطوا قیراطا قیراطا ثم اوتینا القرآن فعملنا الی غروب الشمس فاعطینا قیراطین قیراطین فقال اهل الکتابین ای ربنا اعطیت هؤلاء قیراطین قیراطین واعطیتنا قیراطا قیراطا ونحن کنا اکثر عملا قال اللہ عزوجل هل ظلمتکم من اجرکم من شیٔ قالوا لا قال هو فضلی اوتیه من اشاء[1]

نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ نے فرمایا پہلی امتوں کی نسبت تمہارا زمانہ عصر سے غروب آفتاب تک ہے، اہل تورات کو تورات دی گئی اور وہ ظہر تک عمل کرنے کے بعد عاجز آگئے انہیں ایک ایک قیراط دیا گیا پھر اہل انجیل کو انجیل دی گئی انھوں نے عصر تک عمل کیا پھر عاجز آگئے انہیں ایک ایک قیراط دیا گیا۔ پھر ہمیں قرآن دیا گیا اور ہم نے غروب آفتاب تک عمل کیا ہم کو دو دو قیراط دیے گئے۔ تو تورات اور انجیل والوں نے اعتراض کیا اے اللہ! تُو نے ان کو دو دو قیراط دیے اور ہم کو ایک ایک قیراط دیا حالانکہ ہم نے ان سے زیادہ کام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا میں نے تمہاری اجرت سے کچھ کم کیا ہے۔ انھوں نے کہا نہیں، فرمایا یہ میرا فضل ہے جسے چاہے عطا کر دوں۔

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ اہل انجیل جنھوں نے ظہر سے عصر تک کام کیا تھا ان کے کام کا وقت مسلمانوں کی نسبت زیادہ تھا کیونکہ مسلمانوں نے عصر سے مغرب تک کام کیا تھا اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب ظہر کا وقت دو مثل سایہ تک ہو تب ظہر کا وقت عصر سے زیادہ ہوگا اور اگر ظہر کا وقت ایک مثل سایہ تک ہو تو عصر کا وقت ظہر کے برابر یا زیادہ ہوگا۔

(۴)۔ عن عبد اللہ بن رافع انه سأل ابا هریرۃ عن وقت الصلوٰۃ فقال ابو هریرۃ انا اخبرك صل الظهر اذا کان ظلك مثلك والعصر اذا کان ظلك مثلیك والمغرب اذا غربت الشمس والعشاء ما بینك وبین ثلث اللیل وصل الصبح یعنی یعنی الغلس[2]

حضرت عبد اللہ بن رافع بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اوقات نماز کے بارے میں سوال کیا۔ حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا میں تمہیں بتاتا ہوں جب ایک مثل سایہ ہو تو ظہر کی نماز پڑھو اور جب دو مثل سایہ ہو جائے تو عصر کی نماز پڑھو، مغرب اس وقت پڑھو جب سورج غروب ہو جائے۔ تہائی رات گذر جانے کے بعد عشاء پڑھو اور منہ اندھیرے صبح کی نماز پڑھو

یہ حدیث امام ابو حنیفہ کے مسلک پر صاف تصریح ہے کہ ظہر کا وقت دو مثل سایہ تک رہتا ہے اور اس کے بعد عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔ الحمد للہ امام اعظم کا مسلک دلائل سے واضح اور بے غبار ہو گیا۔

بعض شارحین کا تسامح

شیخ انور شاہ کشمیری نے ظہر کے وقت کی تحقیق کرتے ہوئے نہایت عجیب بات کہی وہ کہتے ہیں کہ ایک مثل سایہ کے بعد ظہر کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور دو مثل سایہ کے بعد عصر کا وقت شروع ہوتا

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۷۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۳۸۱ھ

[2] امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ موطا امام مالک عربی اردو ص ۳، مطبوعہ فریدیہ بک سٹال لاہور

ہے اور ایک مثل اور دو مثل کے درمیان کے وقت میں ظہر اور عصر دونوں نمازیں پڑھی جا سکتی ہیں اور مسافر اور مستحاضہ کو اس درمیانی وقت میں ظہر اور عصر کو جمع کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

عندی ان المثل الاول مختص بالظھر والمثل الثالث بالعصر والثانی یصلح لھما و المطلوب ھو الفاصلة بینھما فی العمل۔[۱]

میرے نزدیک مثل اوّل ظہر کے ساتھ خاص ہے اور مثل ثالث عصر کے ساتھ مختص ہے اور مثل ثانی دونوں نمازوں کی صلاحیت رکھتی ہے اور مطلوب یہ ہے کہ عمل کے لحاظ سے دونوں میں فاصلہ ہو

شیخ کشمیری نے یہ تحقیق اس وجہ سے کی کہ ظاہر الروایۃ میں ظہر کا آخر وقت ذکر نہیں ہے البتہ عصر کا اوّل وقت مثلین ذکر کیا ہے لیکن یہ ذکر نہیں کیا کہ ظہر کا آخر وقت دو مثل سایہ ہے حتیٰ کہ مبسوط سرخسی میں بھی یہ ذکر نہیں ہے[۲] لیکن فی الواقع مبسوط سرخسی جو ظاہر الروایہ کی جامع کتاب ہے اس میں یہ ذکر موجود ہے کہ امام اعظم کے نزدیک ظہر کا آخر وقت دو مثل سایہ ہے۔ علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

وروی ابو یوسف عن ابی حنیفة رحمھما اللہ تعالی انہ لا یخرج وقت الظھر حتی یصیر الظل قامتین۔[۳]

امام ابو یوسف، امام ابو حنیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ ظہر کا وقت اس وقت تک ختم نہیں ہوتا جب تک کہ سایہ دو مثل نہ ہو جائے۔

اس کے بعد علامہ سرخسی وقت ظہر کے دو مثل تک ہونے پر دلیل قائم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وابو حنیفة رحمہ اللہ تعالی استدل بالحدیث المعروف قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما مثلکم ومثل اھل الکتابین من قبلکم کمثل رجل استاجر اجیرا فقال من یعمل لی من الفجر الی الظھر بقیراط فعملت الیھود ثم قال من یعمل لی من الظھر الی العصر بقیراط فعملت النصاری ثم قال من یعمل لی من العصر الی المغرب بقیراطین فعملتم انتم فغضبت الیھود والنصاری وقالوا نحن اکثر عملا واقل اجرا قال اللہ تعالی فھل نقصت من حقکم

حضرت ابو حنیفہ حدیث مشہور سے استدلال کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر گاہ تمہاری اور تم سے پہلے اہل کتاب کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے ایک مزدور کو اجرت پر لیا اور کہا میرے لیے فجر سے ظہر تک ایک قیراط کے عوض کون کام کرے گا تو یہود نے کام کیا پھر کہا ایک قیراط کے عوض ظہر سے عصر تک میرے لیے کون کام کرے گا تو عیسائیوں نے کام کیا پھر کہا کہ دو قیراط کے عوض عصر سے مغرب تک میرے لیے کون کام کرے گا پھر تم نے کام کیا تو یہود و نصاریٰ ناراض ہوئے اور کہا ہم نے کام زیادہ کیا ہے اور اجرت کم ملی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا میں نے تم کو تمہارے حق سے کم دیا ہے

[۱]۔ شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ فیض الباری ج ۲ ص ۹۵ مطبوعہ مطبع حجازی قاہرہ، ۱۳۵۷ھ

[۲]۔ " " " " فیض الباری ج ۲، ص ۹۴ " " "

[۳]۔ علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، مبسوط، ج ۱ ص ۱۴۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۰۰ھ

شیئا قالوا لا قال فهذا افضلی اوتیه من اشاء بین ان المسلمین اقل عملا من النصاریٰ فدل علی ان وقت العصر اقل من وقت الظهر و انما یکون ذٰلک اذا امتد وقت الظهر الی ان یبلغ قامتین وقال صلی الله علیه وسلم ابردوا بالظهر فان شدة الحر من فیح جهنم وَ اشد ما یکون من الحر فی دیارهم اذا صار ظل کل شیء مثله ولانا عرفنا دخول وقت الظهر بیقین و وقع الشک فی خروجه اذا صار الظل قامة لاختلاف الاثار و الیقین لایزال بالشک [۱]

انھوں نے کہا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا پھر یہ میرا فضل ہے جس کو چاہوں عطا کر دوں ــــ اس حدیث نے ظاہر کر دیا کہ مسلمانوں کا عمل نصاریٰ سے کم تھا اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عصر کا وقت ظہر سے کم ہوتا ہے اور یہ تب ہوگا جب ظہر کا وقت دو مثل سایہ تک ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے سانس سے ہے اور دیار عرب میں زیادہ گرمی ایک مثل سایہ کے وقت ہوتی ہے اور اس لیے بھی کہ ہمیں ظہر کے وقت کا داخل ہونا یقین کے ساتھ معلوم ہے اور ایک مثل سایہ کے بعد اس کے خارج ہونے میں اختلاف آثار کی وجہ سے شک پڑ گیا اور یقین شک کی وجہ سے زائل نہیں ہوتا۔

علامہ سرخسی نے امام ابو یوسف سے نقل کیا ہے کہ امام اعظم کا مذہب ہے کہ ظہر کا وقت دو مثل سایہ تک رہتا ہے اور اس کو نقل اور عقل سے ثابت کیا ہے اور علامہ سرخسی کی مبسوط ظاہر الروایہ کی حامل ہے پھر ہمیں شیخ کشمیری کی یہ عبارت پڑھ کر حیرت ہوئی: مشہور یہ ہے کہ ظہر کا وقت دو مثل سایہ کے بعد خارج ہو جاتا ہے اور عصر کا وقت دو مثل کے بعد داخل ہوتا ہے ہائے میری سمجھ! ان لوگوں نے اس قول کو ظاہر الروایہ کہاں سے بنا دیا کیونکہ ظہر کا آخری وقت نہ جامع صغیر میں ہے نہ کبیر میں نہ زیادات میں نہ مبسوط میں اور سرخسی نے تصریح کی ہے کہ امام محمد نے ظہر کا آخری وقت نہیں بیان کیا۔ الخ [۲]

بَابُ [۲۱۸] اِسْتِحْبَابِ تَقْدِيْمِ الظُّهْرِ فِيْ اَوَّلِ الْوَقْتِ فِيْ غَيْرِ شِدَّةِ الْحَرِّ

گرمی نہ ہونے پر ظہر کو اوّل وقت میں پڑھنے کا استحباب

۱۳۰۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ كِلَاهُمَا عَنْ يَحْيَى الْقَطَّانِ وَابْنِ مَهْدِيٍّ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰی حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ نَا سِمَاكُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰی وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب ڈھل جانے کے بعد ظہر کی نماز پڑھاتے تھے۔

---

[۱] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ ھ مبسوط ج ۱ ص ۱۴۳ مطبوعہ دار المعرفت بیروت ۱۴۰۰ ھ

[۲] شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ ھ فیض الباری ج ۲، ص ۹۲ - مطبوعہ مطبع حجازی قاہرہ ۱۳۵۷ ھ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ إِذَا دَحَضَتِ الشَّمْسُ ۔

۱۳۰۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو الْأَحْوَصِ سَلَّامُ بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ خَبَّابٍ قَالَ شَكَوْنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلٰوةَ فِي الرَّمْضَاءِ فَلَمْ يُشْكِنَا ۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گرمی میں نماز کی شکایت کی آپ نے اس شکایت کو دور نہیں فرمایا۔

۱۳۰۶ - وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ وَعَوْنُ بْنُ سَلَّامٍ قَالَ عَوْنٌ أَنَا وَقَالَ ابْنُ يُونُسَ وَاللَّفْظُ لَهُ نَا زُهَيْرٌ قَالَ أَبُو إِسْحٰقَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ خَبَّابٍ قَالَ أَتَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَكَوْنَا إِلَيْهِ حَرَّ الرَّمْضَاءِ فَلَمْ يُشْكِنَا قَالَ زُهَيْرٌ قُلْتُ لِأَبِي إِسْحٰقَ أَفِي الظُّهْرِ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ أَفِي تَعْجِيلِهَا قَالَ نَعَمْ ۔

حضرت خباب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گرمی کی شدت کی شکایت کی۔ آپ نے اس شکایت کو دور نہیں فرمایا۔ زہیر کہتے ہیں میں نے ابی اسحٰق سے کہا کیا ظہر میں؟ کہا ہاں! میں نے کہا ظہر کو جلدی پڑھنے کے لیے کہا تھا؟ کہا ہاں۔

۱۳۰۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ نَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ غَالِبٍ الْقَطَّانِ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شِدَّةِ الْحَرِّ فَإِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ أَحَدُنَا أَنْ يُمَكِّنَ جَبْهَتَهُ مِنَ الْأَرْضِ بَسَطَ ثَوْبَهُ فَسَجَدَ عَلَيْهِ ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سخت دھوپ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے۔ اگر ہم میں سے کسی شخص کے لیے اپنی پیشانی کو سجدہ گاہ پر رکھنا دشوار ہوتا تو وہ اپنا کپڑا بچھا کر اس پر سجدہ کر لیتا۔

اوّل وقت نماز پڑھنے میں مذاہب اربعہ

ائمہ اربعہ، غیر مقلدین اور تمام اہل علم کے نزدیک شدید گرمی میں ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا مستحب ہے [۱]۔ امام شافعی گرمیوں کی ظہر کے علاوہ ہر نماز کو اوّل وقت میں پڑھنا مستحب قرار دیتے ہیں۔ امام مالک کا بھی یہی نظریہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ موت کا کوئی پتا نہیں کس وقت آجائے اس لیے نماز کو اوّل وقت پڑھنا چاہیے۔ کیونکہ نماز کی ایک رکعت دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے [۲] اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک مغرب کی نماز کے علاوہ باقی تمام نمازوں کو وقت مختار میں پڑھنا مستحب ہے [۳] اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک بادل اور برسات میں ظہر اور مغرب کو مؤخر کرنا مستحب ہے۔ بادل اور برسات اور گرمیوں کی ظہر کے علاوہ ہر نماز کو ان کے نزدیک اوّل وقت پڑھنا مستحب ہے [۴] احناف کے نزدیک بادل اور برسات میں فجر، ظہر اور مغرب میں تاخیر مستحب ہے اور عصر اور عشاء میں تعجیل مستحب ہے [۵]۔ لیکن یہ حکم اس وقت

---

[۱] - علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ ۔ مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۲۳۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[۲] - علامہ ابو عبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ ۔ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۰۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[۳] - علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر حنفی متوفی ۵۹۳ھ ۔ ہدایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۲۰۱ - ۱۹۷ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[۴] - علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ ۔ مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۲۳۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

[۵] - علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر حنفی متوفی ۵۹۳ھ ۔ ہدایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۲۰۲ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

تھا جب گھڑیوں کی ایجاد نہیں ہوئی تھی اور سورج کو دیکھ کر نماز کے وقت کا اندازہ کیا جاتا تھا۔ اب جبکہ گھڑیاں رواج پا چکی ہیں اور گھڑیوں کے حساب سے ہمیں ایک سال پیشگی سورج کے طلوع، غروب، استواء، زوال، مثل اور دو مثل سایہ کی تمام تفصیلات معلوم ہو جاتی ہیں اس لیے اب نمازوں کو موخر کرنا مستحب نہیں ہوگا بلکہ نمازوں کو اپنے وقت پر پڑھنا ہی مستحب ہوگا۔

متعارض احادیث میں تطبیق

اس باب میں حضرت خباب سے روایت ہے کہ حضور نے گرمی کی شدت کے باوجود تاخیر کی اجازت نہیں دی۔ قاضی عیاض کہتے ہیں کہ یہ حدیث باب سابق کی ان احادیث سے منسوخ ہے جن میں آپ نے گرمیوں میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا حکم دیا ہے علامہ نووی فرماتے ہیں کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خباب کی شکایت اس لیے زائل نہ کی ہو کہ انھوں نے ٹھنڈا وقت ہو جانے سے زیادہ تاخیر طلب کی ہو بعض علماء نے ان احادیث میں اس طرح تطبیق کی ہے کہ گرمی میں نماز پڑھنا عزیمت ہے اور ٹھنڈے وقت میں نماز پڑھنا رخصت ہے۔

نمازی کا اپنے فاضل کپڑے پر سجدہ کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ گرمی کی شدت سے صحابہ اپنے کپڑے (قمیص کا دامن، آستین یا عمامہ کا بل) پر سجدہ کر لیتے تھے، امام شافعی کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے الا یہ کہ زمین پر نمازی کے پہنے ہوئے کپڑوں کے علاوہ کوئی کپڑا ہو اور اس پر سجدہ کرے [1]۔ امام مالک کے نزدیک نمازی کا اپنے کپڑے پر سجدہ کرنا مکروہ ہے [2]۔ امام احمد بن حنبل کے نزدیک نمازی کا اپنے کپڑے پر سجدہ کرنا ایک روایت میں جائز ہے اور ایک روایت میں ممنوع ہے [3]۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک گرمی کی وجہ سے نمازی کا اپنے کپڑے پر سجدہ کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ امام اعظم کی دلیل حضرت انس کی حدیث ہے جو باقی تمام ائمہ پر حجت ہے [4]۔

اس باب کا عنوان ہے "گرمی نہ ہونے پر ظہر کو اول وقت میں پڑھنے کا استحباب" حالانکہ اس باب میں تمام ایسی احادیث بیان کی گئی ہیں جن میں گرمی کی شدت کا بیان ہے یہ عنوانین امام مسلم کے قائم کیے ہوئے نہیں ہیں کسی اور صاحب علم نے یہ خدمت انجام دی ہے تاہم اس جگہ ان کا تسامح بالکل کھلا ہوا ہے۔

باب ۲۱۹ اِسْتِحْبَابِ التَّبْكِيْرِ بِالْعَصْرِ ! عصر کو اول وقت میں پڑھنے کا استحباب

۱۳۰۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ ح

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

---

[1] علامہ یحیی بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ ھ۔ شرح مسلم للنواوی ج ۱ ص ۲۲۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ ھ

[2] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ ھ۔ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۰۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[3] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ۔ مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۳۰۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ ھ

[4] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر حنفی متوفی ۵۹۳ ھ۔ ہدایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۲۶۵ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ اَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّهُ اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ حَيَّةٌ فَيَذْهَبُ الذَّاهِبُ اِلَى الْعَوَالِي فَيَاْتِي الْعَوَالِيَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ لَمْ يَذْكُرْ قُتَيْبَةُ فَيَاْتِي الْعَوَالِيَ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھتے دراں حالیکہ سورج بلند اور تابندہ ہوتا کوئی جانے والا بالائی بستیوں میں جاتا اور وہاں پہنچنے کے بعد بھی سورج تابندہ ہوتا تھا. قتیبہ نے اپنی روایت میں بالائی بستیوں کا ذکر نہیں کیا.

۱۳۰۹ - وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْاَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِي عَمْرٌو عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ بِمِثْلِهِ سَوَاءً.

ایک اور سند سے بھی اسی طرح منقول ہے.

۱۳۱۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَاْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَذْهَبُ الذَّاهِبُ اِلَى قُبَاءٍ فَيَاْتِيهِمْ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نماز عصر پڑھتے پھر کوئی جانے والا قبا کو جاتا اور وہاں پہنچنے کے بعد آفتاب بلند ہوتا تھا.

۱۳۱۱ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَاْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَخْرُجُ الْاِنْسَانُ اِلَى بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ فَيَجِدُهُمْ يُصَلُّونَ الْعَصْرَ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم عصر کی نماز پڑھتے پھر کوئی جانے والا بنو عمرو بن عوف کے محلہ میں جاتا اور ان لوگوں کو نماز عصر پڑھتے ہوئے پاتا.

۱۳۱۲ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوبَ وَمُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ وَقُتَيْبَةُ بْنُ حُجْرٍ قَالُوا نَا اِسْمٰعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهُ دَخَلَ عَلَى اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فِي دَارِهِ بِالْبَصْرَةِ حِينَ انْصَرَفَ مِنَ الظُّهْرِ وَدَارُهُ بِجَنْبِ الْمَسْجِدِ فَلَمَّا دَخَلْنَا عَلَيْهِ قَالَ اَصَلَّيْتُمُ الْعَصْرَ فَقُلْنَا لَهُ اِنَّمَا انْصَرَفْنَا السَّاعَةَ مِنَ الظُّهْرِ قَالَ فَصَلُّوا الْعَصْرَ فَقُمْنَا فَصَلَّيْنَا فَلَمَّا انْصَرَفْنَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ تِلْكَ صَلٰوةُ الْمُنَافِقِ يَجْلِسُ يَرْقُبُ الشَّمْسَ حَتّٰى اِذَا كَانَتْ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطٰنِ قَامَ فَنَقَرَهَا اَرْبَعًا لَا يَذْكُرُ اللّٰهَ فِيهَا اِلَّا

علاء بن عبد الرحمن بیان کرتے ہیں کہ وہ بصرہ میں ظہر کی نماز پڑھ کر حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر گئے. ان کا گھر مسجد کے پہلو میں تھا. جب ہم حضرت انس کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے پوچھا کیا تم نے عصر کی نماز پڑھ لی ہے ہم نے کہا ہم تو ابھی ظہر کی نماز سے فارغ ہوئے ہیں انھوں نے کہا عصر پڑھ لو! ہم نے کھڑے ہو کر عصر کی نماز پڑھی جب ہم نماز عصر سے فارغ ہوئے تو حضرت انس نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا یہ منافق کی نماز ہے جو سورج کا انتظار کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ جب سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان ہو جاتا ہے تو وہ کھڑا ہو کر چار ٹھونگیں مارتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت

قليلا۔

تھوڑا کرتا ہے۔

۱۳۱۳- وحدثنا منصور بن ابي مزاحم قال نا عبد الله بن المبارك عن ابي بكر بن عثمان بن سهل بن حنيف قال سمعت ابا امامة بن سهل يقول صلينا مع عمر بن عبد العزيز الظهر ثم خرجنا حتى دخلنا على انس بن مالك فوجدناه يصلي العصر فقلنا يا عم ما هذه الصلوة التي صليت قال العصر وهذه صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم التي كنا نصلي معه۔

ابو امامہ بن سہل بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عمر بن عبد العزیز کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی پھر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو دیکھا وہ عصر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے کہا اے چچا! یہ آپ نے کونسی نماز پڑھی ہے؟ فرمایا عصر کی اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ نماز ہے جو ہم آپ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔

۱۳۱۴- حدثنا عمرو بن سواد العامري ومحمد بن سلمة المرادي واحمد بن عيسى والفاظهم متقاربة قال عمرو انا وقال الاخران نا ابن وهب قال اخبرني عمرو بن الحارث عن يزيد بن ابي حبيب ان موسى بن سعد الانصاري حدثه عن حفص بن عبيد الله عن انس بن مالك انه قال صلى لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم العصر فلما انصرف اتاه رجل من بني سلمة فقال يا رسول الله انا نريد ان ننحر جزورا لنا ونحن نحب ان تحضرها قال نعم فانطلق وانطلقنا معه فوجدنا الجزور لم تنحر فنحرت ثم قطعت ثم طبخ منها ثم اكلنا قبل ان تغيب الشمس

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو بنو سلمہ کا ایک آدمی آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم اپنا ایک اونٹ ذبح کرنا چاہتے ہیں اور ہماری خواہش ہے کہ آپ بھی اس موقع پر تشریف لے چلیں آپ نے فرمایا اچھا! اور تشریف لے گئے ہم بھی آپ کے ساتھ گئے۔ ہم نے دیکھا کہ اونٹ ابھی ذبح نہیں ہوا تھا پھر وہ ذبح کیا گیا۔ اس کا گوشت کاٹ کر پکایا گیا ہم نے اس کو کھایا اور ابھی سورج غروب نہیں ہوا تھا۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

۱۳۱۵- حدثنا محمد بن مهران الرازي قال نا الوليد بن مسلم قال نا الاوزاعي عن ابي النجاشي قال سمعت رافع بن خديج يقول كنا نصلي العصر مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم تنحر الجزور فتقسم عشر قسم ثم تطبخ فناكل لحما نضيجا قبل مغيب الشمس۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عصر کی نماز پڑھتے پھر اونٹ کو ذبح کر کے دس حصوں میں تقسیم کیا جاتا پھر اس کو پکایا جاتا اور ہم اس کا پکا ہوا گوشت غروب آفتاب سے پہلے کھا لیتے تھے۔

۱۳۱۶- حدثناه اسحق بن ابراهيم قال انا عيسى بن يونس وشعيب بن اسحق الدمشقي قالا نا

اوزاعی کی سند میں یہ فرق ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اونٹ ذبح کیا جاتا

اَلْاَوْدَنَاحِیُّ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ غَیْرَ اَنَّهٗ قَالَ نَنْحَرُ الْجُزُرَ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الْعَصْرِ وَلَمْ یَقُلْ کُنَّا نُصَلِّیْ مَعَهٗ۔

تھا اور یہ نہیں بیان کیا کہ ہم آپ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔

عصر میں تاخیر کا استحباب

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ عصر کا وقت دو مثل سایہ کے بعد شروع ہوجاتا ہے۔ لیکن مستحب یہ ہے کہ عصر کی نماز کو اس وقت تک مؤخر کرکے پڑھا جائے جب تک آفتاب متغیر نہ ہو تاکہ نماز سے پہلے نمازیوں کو کثرت نوافل کا موقعہ مل جائے کیونکہ عصر کی نماز کے بعد نوافل پڑھنا ممنوع ہے۔ عصر کی نماز کو تاخیر سے پڑھنے پر درج ذیل احادیث دلالت کرتی ہیں۔

عن علی بن شیبان قال قدمنا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ فکان یؤخر العصر مادامت الشمس بیضاء نقیۃ۔[1]

علی بن شیبان بیان کرتے ہیں ہم مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ اس وقت تک عصر کی نماز مؤخر کرکے پڑھا کرتے تھے جب تک سورج سفید چمکدار رہتا تھا۔

عن ام سلمۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشد تعجیلا للظہر منکم و انتم اشد تعجیلا للعصر منہ۔[2]

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری نسبت ظہر بہت جلد پڑھا کرتے تھے اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت عصر بہت جلد پڑھتے ہو۔

یہ حدیث اس بات پر واضح دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز وقت شروع ہونے کے کافی بعد پڑھا کرتے تھے۔

ائمہ ثلاثہ کی احادیث کے جوابات

ائمہ ثلاثہ عصر کی نماز کو اول وقت میں پڑھنے کے قائل ہیں ان کی دلیل باب مذکور کی وہ احادیث ہیں جن میں مذکور ہے کہ نماز عصر پڑھنے کے بعد بعض لوگ بنو عمرو بن عوف کے محلہ میں جاتے وہاں کے لوگوں کو نماز عصر پڑھتے ہوئے پاتے لیکن یہ احناف کے مخالف نہیں ہے کیونکہ بنو عمرو بن عوف کا محلہ مدینہ سے صرف دو میل دور ہے (مصنفی)

بعض روایات میں ہے کہ بعض صحابہ نماز عصر پڑھ کر مدینہ کی بالائی بستیوں میں جاتے (جو چار سے آٹھ میل دور ہیں) اور سورج چمک رہا ہوتا تھا اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ہمیشہ کا معمول نہیں تھا۔ بعض اوقات بیان جواز کے لیے آپ نے عصر جلدی بھی پڑھی ہے علاوہ ازیں اگر تیز رفتار سواری پر بیٹھ کر صحابہ ان بستیوں میں جاتے تو مستحب وقت میں عصر پڑھ کر بھی جا سکتے تھے اسی طرح جن احادیث میں ہے کہ عصر پڑھ کر اونٹ ذبح کرکے پکا کر غروب آفتاب سے پہلے کھا لیتے تھے۔ اس کا جواب بھی یہی ہے کہ کسی دن عصر کی نماز جلدی پڑھ لی یا وقت مستحب میں ہی پڑھی لیکن کئی ماہر قصابوں اور باورچیوں نے مل کر یہ کام کر لیا تو کچھ مستبعد نہیں ہے۔

[1] امام ابوداؤد سجستانی متوفی ۲۷۵ھ سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۵۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۴۰۵ھ

[2] امام ابوعیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۵۰۔ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی۔

بَابُ ۲۲۰ التَّغْلِيْظِ فِيْ تَفْوِيْتِ صَلٰوةِ الْعَصْرِ

۱۳۱۷- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الَّذِيْ تَفُوْتُهُ صَلٰوةُ الْعَصْرِ فَكَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلَهٗ وَمَالَهٗ.

۱۳۱۸- وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَا نَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ عَمْرٌو يَبْلُغُ بِهٖ وَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ رَفَعَهٗ.

۱۳۱۹- وَحَدَّثَنِيْ هَارُوْنُ بْنُ سَعِيْدٍ الْاَيْلِيُّ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ فَاتَتْهُ الْعَصْرُ فَكَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلَهٗ وَمَالَهٗ.

نمازِ عصر کے ترک پر تغلیظ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص سے نمازِ عصر فوت ہو جائے گویا اسکا گھر بار اور مال ہلاک ہوگیا۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص سے نمازِ عصر فوت ہو گئی گویا اس کا گھر بار اور مال ہلاک ہوگیا۔

تشریح عصر کی نماز فوت ہونے کا مطلب علامہ مہلب نے یہ بیان کیا کہ اس کی جماعت فوت ہو جائے علامہ ابن وہب نے کہا وقت مستحب میں پڑھنے سے رہ جائے اور علامہ اوزاعی نے کہا کہ سورج زرد ہونے سے پہلے نہ پڑھی جائے۔

عصر کی نماز کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت میں دن اور رات کے اعمال لکھنے والے فرشتے جمع ہوتے ہیں۔ دن کے فرشتے جاتے ہیں اور رات کے فرشتے آتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس وقت لوگ اپنے کاروبار اور خرید وفروخت میں مشغول ہوتے ہیں اس لیے اس وقتِ نماز کی محافظت کی خصوصی تاکید فرمائی۔

علامہ ابن عبدالبر نے کہا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی اس قدر اہمیت ہے کہ ایک نماز کو نہ پڑھنا گھر بار اور مال کی ہلاکت کے مترادف ہے۔

بَابُ ۲۲۱ الدَّلِيْلِ لِمَنْ قَالَ الصَّلٰوةُ الْوُسْطٰى هِيَ صَلٰوةُ الْعَصْرِ!

۱۳۲۰- وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْاَحْزَابِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَلَاَ اللّٰهُ قُبُوْرَهُمْ وَبُيُوْتَهُمْ نَارًا كَمَا حَبَسُوْنَا وَشَغَلُوْنَا عَنِ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى حَتّٰى غَابَتِ الشَّمْسُ.

نمازِ وسطیٰ، نمازِ عصر ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احزاب کے دن فرمایا: اللہ تعالیٰ ان مشرکین کی قبروں اور گھروں کو آگ سے بھر دے جس طرح (جنگ میں) مشغول کر کے انھوں نے ہمیں نمازِ عصر سے روک دیا۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا۔

۱۳۲۱ - حدثنا محمد بن ابی بکر المقدمی قال نا یحیی بن سعید ح وحدثنا اسحق بن ابراهیم قال انا المعتمر بن سلیمان جمیعا عن هشام بهذا الاسناد۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۳۲۲ - وحدثنا محمد بن المثنی ومحمد بن بشار قال ابن المثنی نا محمد بن جعفر قال نا شعبة قال سمعت قتادة یحدث عن ابی حسان عن عبیدة عن علی قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یوم الاحزاب شغلونا عن صلوة الوسطی حتی غابت الشمس ملا الله قبورهم نارا او بیوتهم او بطونهم شك شعبة فی البیوت والبطون۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احزاب کے دن فرمایا (مشرکوں نے) ہمیں نمازِ عصر پڑھنے سے روکے رکھا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔ راوی کو شک ہے شاید یوں فرمایا اللہ تعالیٰ ان کے پیٹوں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔

۱۳۲۳ - حدثنا محمد بن المثنی قال نا ابن عدی عن سعید عن قتادة بهذا الاسناد وقال بیوتهم وقبورهم ولم یشك۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔ قتادہ کی روایت میں بغیر شک کے بیوت اور قبور کے الفاظ ہیں۔

۱۳۲۴ - وحدثناه ابو بکر بن ابی شیبة وزهیر بن حرب قالا نا وکیع عن شعبة عن الحکم عن یحیی بن الجزار عن علی ح وحدثناه عبید الله بن معاذ واللفظ له قال حدثنی ابی قال نا شعبة عن الحکم عن یحیی سمع علیا یقول قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یوم الاحزاب وهو قاعد علی فرضة من فرض الخندق شغلونا عن الصلوة الوسطی حتی غربت الشمس ملا الله قبورهم وبیوتهم او قال قبورهم وبطونهم نارا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق کے دن فرمایا درآں حالیکہ آپ خندق کے راستوں میں سے ایک راستہ پر بیٹھے ہوئے تھے، (مشرکوں نے) ہمیں صلوۃ وسطیٰ (درمیانی نماز) سے روکے رکھا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا، اللہ تعالیٰ ان کی قبروں اور گھروں کو آگ سے بھر دے یا قبروں اور پیٹوں فرمایا۔

۱۳۲۵ - وحدثنا ابو بکر بن ابی شیبة وزهیر بن حرب وابو کریب قالوا نا ابو معاویة عن الاعمش عن مسلم بن صبیح عن شتیر بن شکل عن علی قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یوم الاحزاب شغلونا عن الصلوة الوسطی صلوة العصر ملا الله بیوتهم وقبورهم نارا ثم صلاها بین

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احزاب کے دن فرمایا (مشرکوں نے) ہمیں صلوۃ وسطیٰ صلوۃ عصر سے روک دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔ پھر آپ نے مغرب اور عشاء کے درمیان عصر کی نماز پڑھی۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ۔

۱۳۲۶۔ وَحَدَّثَنَا عَوْنُ بْنُ سَلَّامٍ الْكُوفِيُّ قَالَ اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ الْيَامِيُّ عَنْ زُبَيْدٍ عَنْ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَبَسَ الْمُشْرِكُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ حَتّٰى احْمَرَّتِ الشَّمْسُ اَوِ اصْفَرَّتْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَغَلُوْنَا عَنِ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ مَلَاَ اللّٰهُ اَجْوَافَهُمْ وَقُبُوْرَهُمْ نَارًا اَوْحَشَى اللّٰهُ اَجْوَافَهُمْ وَقُبُوْرَهُمْ نَارًا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عصر کی نماز سے روکے رکھا حتیٰ کہ سورج سرخ یا زرد پڑ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (مشرکوں نے) ہمیں صلوٰۃ وسطی صلوٰۃ عصر سے روکے رکھا اللہ تعالیٰ ان کے پیٹوں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔

غزوۂ خندق میں نماز عصر قضا ہونے کی وجہ

غزوۂ خندق واقع ہونے تک یہ آیت نازل نہیں ہوئی تھی فان خفتم فرجالا او رکبانا (البقرہ: ۲۳۹)۔ اگر جنگ میں کفار کے حملہ کا خوف ہو تو سواری کی حالت میں یا پیادہ نماز پڑھ لو۔ کفار سے جنگ کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غروب آفتاب تک عصر کی نماز کی مہلت نہ ملی اور غروب آفتاب کے بعد آپ نے نماز قضا کی۔ اب چونکہ حالت جنگ میں سوار اور پیادہ دونوں حالتوں میں نماز پڑھنے کی رخصت دے دی گئی ہے اس لیے نماز قضا کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ نیند، نسیان اور عذر شرعی کا حکم الگ ہے۔ بہر حال نیند، نسیان یا عذر شرعی کی وجہ سے نماز رہ جائے تو اس کی قضا لازم ہے عذر شرعی کی صورت میں قضا نماز ادا کرنے کے لیے غزوۂ خندق کے واقعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ موجود ہے۔ تاہم اگر کسی شخص نے ان اعذار کے بغیر محض غفلت سے نماز نہیں پڑھی تب بھی اس پر قضا لازم ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا ایک شخص نماز کے وقت سو گیا یا غفلت سے نماز نہیں پڑھی؟ آپ نے فرمایا اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب نماز یاد آئے پڑھ لے۔ [1]

نماز عصر، نماز وسطی ہے

قرآن کریم میں ہے: حافظوا علی الصلوات والصلوة الوسطی۔ (بقرہ: ۲۳۸) "تمام نمازوں کی حفاظت کرو اور خصوصاً نماز وسطی کی" نماز وسطی کی تعیین میں علماء کے متعدد اقوال ہیں لیکن چونکہ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلوٰۃ وسطی کی صلوٰۃ عصر سے خود تفسیر فرما دی ہے۔ اس وجہ سے آپ کی تفسیر کے مقابلہ میں باقی اقوال غیر مقبول ہیں۔

ائمہ اربعہ اور دیگر فقہاء کا نماز وسطی کی تعیین میں اختلاف ہے۔ امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک نماز وسطی صبح کی نماز ہے اور امام ابوحنیفہ، امام احمد بن حنبل اور داؤد ظاہری کے نزدیک نماز وسطی عصر کی نماز ہے، بعض فقہاء نے ظہر کی نماز کو نماز وسطی قرار دیا بعض نے مغرب کو بعض نے عشاء کو اور بعض نے جمعہ کو [2]، امام اعظم ابوحنیفہ اور امام احمد کا مسلک اس حدیث کے مطابق ہے۔ اور یہ حدیث باقی تمام فقہاء کے خلاف حجت قویہ ہے، مخالفین کسی حدیث سے نہیں صرف قیاس سے استدلال کرتے ہیں۔

---

[1]۔ امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ سنن نسائی ص ۴۲ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[2]۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۲۶ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۳۷۵ھ۔

احادیث میں تطبیق

غزوۂ خندق کو غزوۂ احزاب بھی کہتے ہیں۔ یہ ۵ ہجری کو واقع ہوا جب تمام کفار کی جماعتیں مل کر مدینہ پر حملہ آور ہوئیں، صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث میں یہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غزوہ خندق میں صرف نماز عصر قضا ہوئی اور موطا امام مالک کی روایت میں ہے کہ اس غزوہ میں آپ سے ظہر اور عصر دو نمازیں قضا ہوئیں اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ اس دن آپ سے چار نمازیں قضاء ہوئیں۔ ان میں تطبیق یہ ہے کہ غزوۂ خندق کئی دن تک برپا رہا اس لیے ہوسکتا ہے کسی دن ایک نماز قضاء ہوئی کسی دن دو اور کسی دن چار، ترمذی کی روایت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جو شخص صاحب ترتیب ہو اور اس سے پانچ سے کم نمازیں قضا ہوں تو وہ اس وقت تک ادا نماز نہیں پڑھے گا جب تک پچھلی قضاء ادا نہ کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض کفار کے لیے دعاء ضرر۔

اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے لیے عذاب کی دعا کی "اللہ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے" اس جگہ یہ سوال ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو رحمۃ للعلمین ہیں اور کفار کے لیے عذاب کی دعا کرنا آپ کی شان اور منصب کے خلاف ہے اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رحمٰن اور رحیم ہے اس کے باوجود وہ کفار کو عذاب دیگا تو جب اللہ تعالیٰ کا رحمان اور رحیم ہونا اس کے عذاب دینے کے خلاف نہیں ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رحمۃ للعلمین ہونا عذاب کی دعا کے خلاف کیسے ہوگا!

باقی رہا یہ شبہ کہ اللہ تعالیٰ رحمٰن اور رحیم ہو کر کفار کو عذاب کیسے دیگا۔ اس کا جواب رحمت کے معنی سمجھنے پر موقوف ہے۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی نے ابن عربی رحمہ اللہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ سہل بن عبداللہ تستری کے پاس شیطان آیا اور کہنے لگا بتاؤ میری مغفرت ہوگی یا نہیں۔ سہل نے کہا نہیں۔ شیطان نے کہا اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے "ورحمتی وسعت کل شیء (اعراف: ۱۵۶) "میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے" اور ہر شے کے عموم میں میں بھی داخل ہوں تو میری مغفرت بھی ہونی چاہیے۔ سہل نے کہا کل شیٔ مومنین کے ساتھ خاص ہے تم اس کے عموم سے خارج ہو۔ شیطان نے کہا پہلے تو میں تم کو عالم سمجھتا تھا آج تمہارا جہل مجھ پر آشکارا ہوگیا۔ تم اللہ تعالیٰ کی صفت (یعنی رحمت کے شمول) میں تقیید کر رہے ہو حالانکہ تقیید اور تحدید مخلوق کی صفات میں ہوتی ہے۔ خالق کی صفات غیر مقید اور لامحدود ہوتی ہیں۔ شیطان کا یہ جواب سن کر سہل بالکل لاجواب اور مبہوت ہوگئے[1]

علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ نے بھی اس سوال کا کوئی جواب ذکر نہیں کیا۔ میں نے اس حکایت کو پڑھ کر غور کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ جواب منکشف فرمایا کہ ضرورت کے وقت کسی کو کوئی چیز دینا بھی رحمت ہے اور اس چیز کے اسباب فراہم کر دینا یہ بھی رحمت ہے۔ مثلاً بھوکے کو آپ کھانا کھلا دیں یہ اس کے حق میں رحمت ہے اور اگر اس کو کھانے کے پیسے دے دیں تو یہ بھی اس کے حال پر رحمت ہے۔ اس طرح جنت کا معاملہ ہے بنفسہٖ جنت عطا کر دینا بھی رحمت ہے اور جنت کے اسباب مہیا کر دینا بھی رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی جنت، مغفرت اور رضامندی کے حصول کا سبب اپنے احکام کی اطاعت مقرر کیا ہے۔ یہ احکام فرشتوں کے ساتھ شیطان کو بھی دیے گئے تھے اور فرشتوں کے ساتھ اسے بھی حضرت آدم کی تعظیم کا حکم دیا گیا لیکن اس نے اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے سے انکار کر کے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے خود منہ موڑ لیا۔ بلکہ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے کہا کہ آدم (علیہ السلام) کی قبر کو سجدہ کرے تیرا گناہ معاف کر دیا جائے گا اور تیری توبہ قبول کر لی جائے گی۔ اس لعین نے اللہ تعالیٰ سے کہا

---

[1] علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ الکبریت الاحمر علی ہامش الیواقیت والجواہر ج ا ص ۲،۲ مطبوعہ مطبعۃ المصطفیٰ البابی مصر ۱۳۷۸ھ۔

بلیس نے آدم کے جسد کو سجدہ نہیں کیا تو اب ان کی قبر کو کب سجدہ کروں گا [۱] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ابلیس کو کل بھی شامل تھی آج بھی شامل ہے۔ اس لعین نے خود اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی بیکراں رحمت سے دور رکھا ہوا ہے۔ دریا کے ساحل پر کھڑا ہو کر کوئی شخص کہے دریا میری پیاس نہیں بجھاتا تو یہ دریا کی سیرابی میں کمی نہیں ہے خود اس شخص کے ظرف میں کمی ہے جو دریا کے قریب آ کر پانی نہیں پی رہا۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعلمین ہیں بایں معنی کہ آپ نے تمام جہان والوں کو توحید و رسالت کی دعوت دی اور ابدی رحمت کے حصول کا دروازہ دکھایا جو لوگ جان کے دشمن اور خون کے پیاسے تھے ان میں سے ایک ایک کے گھر جا کر پیغام حق سنایا، جو راستہ میں کانٹے بچھاتے تھے اور غلاظت بکھیرتے تھے ان کے دروازوں پر دستک دے دے کر جنت اور دائمی سلامتی کی دعوت دی۔ اس کے باوجود جن لوگوں نے آپکی دعوت کو مسترد کر کے جنت اور رحمت سے منہ موڑ لیا تو اس میں آپ کی رحمت کے عموم اور شمول کا قصور نہیں۔ قصور ان لوگوں کا ہے جنھوں نے اپنے آپکو آپ کی رحمت سے دور رکھا۔ جب نصف النہار کے وقت آفتاب روئے زمین پر نور افگن ہو اور کوئی شخص آنکھیں بند کر کے کھڑا ہو جائے تو قصور آفتاب کے فیض کا نہیں، قصور اس شخص کا ہے جس نے آفتاب کے سامنے ہوتے ہوئے آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔!

کفار کے لیے عذاب کی دعا کرنے کی دوسری توجیہ یہ ہے کہ کفار اور مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو تکلیفیں اور اذیتیں پہنچائیں آپ نے ان کے خلاف دعا نہیں کی۔ طائف کی وادیوں میں آپ پیغام توحید سنانے گئے جواب میں انھوں نے پتھر مار مار کر آپ کو لہولہان کر دیا، دل آزار باتیں کیں، آوازے کسے آپ نے اُف نہ کی۔ وادیٔ طائف میں مشرکین کا ظلم و ستم دیکھ کر جبرائیل سے بھی یارائے ضبط نہ رہا اس نے حاضر ہو کر کہا آپ حکم دیں تو وادیٔ طائف کے لوگوں کو دو پہاڑوں کے درمیان پیس کر رکھ دوں لیکن آپ نے کہا تو یہی کہا اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون (اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے یہ (مجھے) نہیں پہچانتے!) جبل اُحد کی گھاٹیوں پر ابوسفیان کی قیادت میں مشرکین حملہ آور ہوئے کسی شقی نے پتھر مارا اور آپ کا چہرہ خون آلود ہو گیا، دانت کا ایک کنارہ شہید ہو گیا پھر بھی آپ نے ان کے خلاف دعا نہیں کی! اسی غزوہ میں آپکے پیارے اور محبوب چچا سیدنا حمزہ کو وحشی نے قتل کر دیا۔ انکے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا جسم کے نازک حصے کاٹ ڈالے گئے ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے ان کا کلیجہ نکال کر دانتوں سے کچا چبایا۔ آپ نے یہ سارے ظلم و ستم دیکھے اور کچھ نہ کہا بلکہ فتح مکہ کے بعد جب یہ سارے اشقیا مغلوب ہو کر پیش خدمت ہوئے جب عربوں کے روایتی انتقام کی آگ کے خوف سے مارے ڈر کے یہ سارے سہمے ہوئے تھے آپ نے قادر اور غالب ہونے کے باوجود بدلہ نہیں لیا بار بار حملہ آور ہونے والے ابوسفیان کو معاف کر دیا۔ حمزہ کے قاتل وحشی کو بخش دیا۔ حمزہ (رضی اللہ عنہ) کا کلیجہ چبانے والی ہندہ سے درگذر کر لیا، وحشی نے قبول اسلام کے لیے شرائط پیش کیں۔ اس کی ایک ایک شرط پوری کر کے اسے آغوش رحمت میں لے لیا، قاتل حمزہ کا ایک ایک نخرہ برداشت کر کے اسے مشرف باسلام کیا۔ ایسے بے عدیل، رحیم و کریم اور بے مثیل مہربان آقا کو ہم دیکھتے ہیں کہ غزوہ خندق میں مشرکین سے جنگ کی وجہ سے نماز عصر رہ گئی تو ان کے خلاف دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے! جس صابر و شاکر شخص نے طائف کے ظلم سہہ کر کسی ظالم کے خلاف دعا نہیں کی ابوسفیان، وحشی اور ہندہ کو کچھ نہ کہا۔ بڑی سے بڑی زیادتی کے بعد جس کا پیمانۂ صبر لبریز نہیں ہوا غزوۂ خندق کے موقع پر محض ایک نماز کے رہ جانے سے اس کا پیمانۂ صبر کیسے

---

[۱] علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ۔ روح البیان ج ۱ ص ۱۰۵ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

چھلک پڑا! شاید یہی بتلانا مقصود تھا کہ اپنی جان، اپنی عزت، آبرو اور اپنے عزیزوں کے خون کی بہ نسبت نماز مجھے پیاری ہے۔ میں اپنی جان پر زیادتی برداشت کر سکتا ہوں، اپنے عزیزوں کا خون معاف کر سکتا ہوں لیکن تم مجھے نماز نہ پڑھنے دو، اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کرنے دو یہ برداشت نہیں کر سکتا! سوچیے ہم اسی نبی کے نام لیوا ہیں جو اپنی ذات پر زیادتیوں سے درگذر کر لیتا ہے مگر دین کی کسی بات سے صرف نظر نہیں کرتا، آج ہمارا یہ حال ہے کہ اسلام کے خلاف جو شخص جو چاہے کہتا رہے ہمیں غیرت نہیں آتی اور ہماری ذات کے معاملے میں ذرا سی زیادتی ہو تو ہم سنگ اٹھتے ہیں!۔

نوٹ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بعض مواقع پر کچھ مشرکوں کے لیے دعا ضرر فرمائی ہے اس کو بددعا سے تعبیر کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ آپ کی طرف کسی بھی اعتبار سے لفظ بد کو استعمال کرنا صحیح نہیں ہے۔

۱۳۲۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِي يُونُسَ مَوْلَى عَائِشَةَ أَنَّهُ قَالَ أَمَرَتْنِي عَائِشَةُ أَنْ أَكْتُبَ لَهَا مُصْحَفًا وَقَالَتْ إِذَا بَلَغْتَ هَذِهِ الْآيَةَ فَآذِنِّي حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى قَالَ فَلَمَّا بَلَغْتُهَا آذَنْتُهَا فَأَمْلَتْ عَلَيَّ حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى وَصَلَاةِ الْعَصْرِ وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ قَالَتْ عَائِشَةُ سَمِعْتُهَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى وَصَلَاةِ الْعَصْرِ وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے غلام بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے قرآن کریم لکھنے کا حکم دیا اور فرمایا جس وقت "حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ"۔ پر پہنچو تو مجھے بتلا دینا۔ چنانچہ جب میں اس آیت پر پہنچا تو آپ کو اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا یہ آیت اس طرح لکھو "حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ وصلوٰۃ العصر وقوموا للہ قانتین"۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ آیت اسی طرح سنی ہے۔

۱۳۲۸۔ حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ أَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ قَالَ نَا الْفُضَيْلُ بْنُ مَرْزُوقٍ عَنْ شَقِيقِ بْنِ عُقْبَةَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَصَلَاةِ الْعَصْرِ فَقَرَأْنَاهَا مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ نَسَخَهَا اللَّهُ فَنَزَلَتْ حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى فَقَالَ رَجُلٌ كَانَ جَالِسًا عِنْدَ شَقِيقٍ لَهُ هِيَ إِذًا صَلَاةُ الْعَصْرِ فَقَالَ الْبَرَاءُ قَدْ أَخْبَرْتُكَ كَيْفَ نَزَلَتْ وَكَيْفَ نَسَخَهَا اللَّهُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ قَالَ وَرَوَاهُ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ شَقِيقِ بْنِ عُقْبَةَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَرَأْنَاهَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَانًا بِمِثْلِ حَدِيثِ فُضَيْلِ بْنِ مَرْزُوقٍ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ "حافظوا علی الصلوات وصلوٰۃ العصر" نازل ہوئی جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا ہم اس آیت کو (اسی طرح) پڑھتے رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو منسوخ کر دیا اور اس طرح نازل فرمائی "حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ"۔ ایک شخص شقیق کے پاس بیٹھا ہوا تھا وہ کہنے لگا اب تو نماز عصر ہی صلوٰۃ وسطیٰ ہے، حضرت براء بن عازب نے کہا میں تمہیں یہ بتلا چکا ہوں کہ یہ آیت کیسے نازل ہوئی اور کس طرح اللہ تعالیٰ نے اسے منسوخ کیا، واللہ اعلم، امام مسلم ایک اور سند سے بیان کرتے ہیں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک عرصہ تک اس آیت کی ایسے

ہی تلاوت کرتے رہے۔

۱۳۲۹ - وَحَدَّثَنِیْ اَبُوْغَسَّانَ الْمِسْمَعِیُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی عَنْ مُعَاذِ بْنِ هِشَامٍ قَالَ اَبُوْ غَسَّانَ نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ یَحْیٰی بْنِ کَثِیْرٍ قَالَ نَا اَبُوْسَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ یَوْمَ الْخَنْدَقِ جَعَلَ یَسُبُّ کُفَّارَ قُرَیْشٍ وَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ مَا کِدْتُ اَنْ اُصَلِّیَ الْعَصْرَ حَتّٰی کَادَتْ اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَوَاللّٰهِ اِنْ صَلَّیْتُهَا فَنَزَلْنَا اِلٰی بُطْحَانَ فَتَوَضَّاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَتَوَضَّاْنَا فَصَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلّٰی بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق غزوہ خندق کے دن کفار قریش کو برا بھلا کہنے لگے اور عرض کیا یا رسول اللہ! بخدا! سورج غروب کو آپہنچا اور میں نے ابھی تک نماز عصر نہیں پڑھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واللہ میں نے بھی ابھی عصر نہیں پڑھی پھر ہم پتھریلی زمین پر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اور ہم نے بھی وضو کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غروب آفتاب کے بعد عصر کی نماز پڑھی پھر اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھی۔

۱۳۳۰ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ نَا وَقَالَ اِسْحٰقُ اَنَا وَکِیْعٌ عَنْ عَلِیِّ بْنِ الْمُبَارَکِ عَنْ یَحْیٰی بْنِ کَثِیْرٍ فِیْ هٰذَا الْاِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

والعصر کی قرأت کا نسخ

حدیث نمبر ۱۳۲۷ اور ۱۳۲۸ میں مذکور ہے کہ پہلے قرآن کی آیت اس طرح تھی: حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطی وصلوٰۃ العصر اور بعد میں وصلوٰۃ العصر کا لفظ منسوخ ہوگیا، اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ حدیث سے قرآن کریم کا نسخ جائز نہیں ہے کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کلامی لا ینسخ کلام اللہ۔ [1] میرا کلام اللہ تعالیٰ کے کلام کو منسوخ نہیں کرتا اس کا جواب یہ ہے منسوخ اللہ تعالیٰ نے ہی کیا ہے حدیث میں اس نسخ کا بیان ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث خبر واحد ہے اور خبر واحد سے "وصلوٰۃ العصر" کا قرآن ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ قرآن نقل متواتر سے ثابت ہوتا ہے باقی رہا یہ سوال کہ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے مصحف میں.. والصلوٰۃ الوسطی کے بعد وصلوٰۃ العصر کیوں لکھوایا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے اس لفظ کو بطور تفسیر کے لکھوایا یا آپ تک اس کے نسخ کی روایت پہنچی نہیں تھی۔

کفار کو سب و شتم

حدیث نمبر ۱۳۲۹ میں ہے کہ نماز عصر قضا ہونے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کفار کو سب و شتم کیا حالانکہ قرآن مجید میں کفار کو سب و شتم کرنے سے منع کیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم (الانعام: ۱۰۸) "جو لوگ غیر اللہ کی عبادت کرتے

---

[1] ۔ شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ مشکوٰۃ ص ۳۲ مطبوعہ اصح المطابع دہلی۔

ہیں ان کو سب و شتم نہ کرو ورنہ وہ بھی جہالت سے اللہ تعالیٰ کو سب و شتم کریں گے اس کا جواب یہ ہے کہ بغیر کسی زیادتی اور اشتعال کے ابتداءً کفار کو سب و شتم کرنا منع ہے لیکن اگر وہ کوئی زیادتی یا اشتعال انگیزی کریں تو اس کے جواب میں ان کو سب و شتم کرنا جائز ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان کو کفار قریش کی ہجو کے جواب میں ان کی ہجو کرنے کا حکم دیا تھا حدیث شریف میں ہے :

عن البراء قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لحسان اھجھم او ھاجھم و جبریل معک[1]

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کفار کی ہجو کرو! جبریل بھی تمہارے ساتھ ہیں۔

باب ۲۲۲ فَضْلِ صَلٰوۃِ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ وَ الْمُحَافَظَةِ عَلَيْهِمَا

صبح اور عصر کی نماز کی فضیلت اور انکی حفاظت

۱۳۳۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَتَعَاقَبُونَ فِيكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ وَيَجْتَمِعُونَ فِي صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِينَ بَاتُوا فِيكُمْ فَيَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِي فَيَقُولُونَ تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ وَأَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "رات اور دن کے فرشتے تمہارے پاس باری باری آتے ہیں اور صبح اور عصر کی نماز میں ان کا اجتماع ہوتا ہے، پھر یہ ڈیوٹی کے اعتبار سے اوپر چلے جاتے ہیں پھر ان کا رب ان سے دریافت کرتا ہے حالانکہ وہ ان سے زیادہ جاننے والا ہے کہ تم میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑ کر آئے ہو؟ فرشتے عرض کرتے ہیں ہم جب ان کے پاس سے گئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم اُنکے پاس پہنچے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے"۔

۱۳۳۲ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالْمَلَائِكَةُ يَتَعَاقَبُونَ فِيكُمْ بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي الزِّنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۱۳۳۳ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْفَزَارِيُّ قَالَ نَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ قَالَ نَا قَيْسُ بْنُ أَبِي حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے ناگاہ آپ نے چودہویں رات کے چاند کی طرف دیکھ

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ صحیح بخاری ج ۲ ص ۴۵۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ ھ

جَرِيرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ وَهُوَ يَقُولُ كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ نَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ فَقَالَ أَمَا إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هَذَا الْقَمَرَ لَا تُضَامُّونَ فِي رُؤْيَتِهِ فَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تُغْلَبُوا عَلَى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا يَعْنِي الْعَصْرَ وَالْفَجْرَ ثُمَّ قَرَأَ جَرِيرٌ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا۔

۱۳۳۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو أُسَامَةَ وَوَكِيعٌ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ أَمَا إِنَّكُمْ سَتُعْرَضُونَ عَلَى رَبِّكُمْ فَتَرَوْنَهُ كَمَا تَرَوْنَ هَذَا الْقَمَرَ وَقَالَ ثُمَّ قَرَأَ وَلَمْ يَقُلْ جَرِيرٌ۔

۱۳۳۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ وَكِيعٍ قَالَ أَبُو كُرَيْبٍ نَا وَكِيعٌ عَنِ ابْنِ أَبِي خَالِدٍ وَمِسْعَرٍ وَالْبَخْتَرِيِّ بْنِ الْمُخْتَارِ سَمِعُوهُ مِنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عُمَارَةَ بْنِ رُوَيْبَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَنْ يَلِجَ النَّارَ أَحَدٌ صَلَّى قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا يَعْنِي الْفَجْرَ وَالْعَصْرَ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ آنْتَ سَمِعْتَ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ قَالَ الرَّجُلُ وَأَنَا أَشْهَدُ أَنِّي سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي۔

۱۳۳۶ - وَحَدَّثَنِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ قَالَ نَا شَيْبَانُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَارَةَ بْنِ رُوَيْبَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَلِجُ النَّارَ مَنْ صَلَّى قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا وَعِنْدَهُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ فَقَالَ آنْتَ سَمِعْتَ هَذَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ أَشْهَدُ بِهِ عَلَيْهِ

کر فرمایا: "لاریب تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح اس چاند کو دیکھ رہے ہو اور اس کو دیکھنے میں تم کسی قسم کی تکلیف محسوس نہیں کرو گے، پس اگر ہو سکے تو طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے کی نمازوں یعنی عصر اور فجر کو قضا نہ ہونے دو" پھر جریر نے یہ آیت پڑھی: (ترجمہ) "طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے اپنے رب کی تسبیح حمد کے ساتھ بیان کرو۔"

اسی سند کے ساتھ ایک روایت میں یوں ہے تم عنقریب اپنے رب کے سامنے پیش کیے جاؤ گے اور اس کو اس طرح دیکھو گے جس طرح چاند کو دیکھتے ہو پھر آیت کی تلاوت فرمائی۔

حضرت عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرما رہے تھے کہ جس شخص نے طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے یعنی فجر اور عصر پڑھی وہ ہرگز دوزخ میں نہیں جائیگا بصرہ کے ایک شخص نے ان سے پوچھا کیا تم نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنی ہے حضرت عمارہ نے کہا ہاں! اس شخص نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے۔ میرے کانوں نے اس کو سنا اور دل نے یاد رکھا۔

حضرت عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے نماز پڑھی وہ دوزخ میں نہیں جائیگا۔ حضرت عمارہ کے پاس ایک بصرہ کا رہنے والا بیٹھا تھا۔ اس نے کہا کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث خود سنی ہے؟ حضرت عمارہ نے کہا ہاں میں اس پر گواہ ہوں۔ یہ سن کر وہ شخص بولا میں گواہی

WWW.HAFSEISLAM.COM

قَالَ وَاَنَا اَشْهَدُ لَقَدْ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُهُ بِالْمَكَانِ الَّذِیْ سَمِعْتُهُ مِنْهُ۔

دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جگہ یہ فرماتے ہوئے سنا جہاں سے میں سن سکتا تھا۔

۱۳۳۷۔ وَحَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدِ الْاَزْدِیُّ قَالَ نَا هَمَّامُ بْنُ يَحْيٰی قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ جَمْرَةَ الضُّبَعِیُّ عَنْ اَبِیْ بَكْرٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلَّی الْبَرْدَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔

ابوبکرہ کے والد (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے دو ٹھنڈی نمازیں (عصر اور فجر) پڑھیں وہ جنت میں جائیگا۔

۱۳۳۸۔ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ قَالَ نَا بِشْرُ بْنُ السَّرِیِّ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ خِرَاشٍ قَالَ نَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ قَالَا جَمِيْعًا نَا هَمَّامٌ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی حدیث مروی ہے۔

دیدارِ الٰہی کی تحقیق

اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ آخرت میں مسلمان سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے، حشر میں بھی اور جنت میں بھی، معتزلہ اس کا انکار کرتے ہیں اور قرآن کریم اور عقلی دلیل سے اپنے مؤقف پر استدلال کرتے ہیں وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لا تدركه الابصار وهو يدرك۔ (انعام: ۱۰۳)

"وہ آنکھیں اس کو نہیں دیکھ سکتیں اور وہ دیکھتا ہے۔"

اہل سنت اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ "الابصار" میں جن آنکھوں کا ذکر ہے اس سے مراد کفار کی آنکھیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

انهم عن ربهم يومئذ لمحجوبون۔ (مطففین: ۱۵)

"لاریب کفار حشر کے دن اپنے رب سے چھپے ہوئے ہونگے۔"

اس آیت سے جس طرح صراحتۃً یہ ثابت ہوتا ہے کہ کفار اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکیں گے اسی طرح اشارۃً اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان حشر کے دن اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے تب ہی تو یہ آیت کفار کے لیے موجب حسرت اور حرمان ہو گی کیونکہ اگر دونوں اللہ تعالیٰ کو نہ دیکھ سکتے اور دونوں کا حال یکساں ہوتا تو کفار کہہ سکتے تھے کہ اس آیت میں صرف ہماری محرومی تو نہیں بیان ہوئی مسلمانوں کا بھی یہی حال ہے۔

معتزلہ کا دوسرا استدلال قرآن کریم کی اس آیت سے ہے جس میں اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

واذ قلتم يا موسى لن نؤمن لك حتى نرى الله جهرة فاخذتكم الصعقة وانتم تنظرون۔ (بقرہ: ۵۵)

"اور یاد کرو جب تم نے کہا اے موسیٰ ہم تم پر اس وقت تک کبھی ایمان نہیں لائیں گے جب تک اللہ تعالیٰ کو عیاں اور بیاں دیکھ نہ لیں۔ پس تم کو کڑک نے اپنی گرفت میں لے لیا دراں حالیکہ تم دیکھتے تھے۔"

معتزلہ کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو دیکھنا جائز اور ممکن ہوتا تو اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کے اس مطالبہ کے سبب ان پر عذاب نہ نازل

فرمایا اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اس لیے عذاب نازل نہیں فرمایا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی محبت میں اسے دیکھنے کی خواہش کی تھی اور ایک امر محال کا سوال کیا تھا بلکہ عذاب اس لیے نازل فرمایا کہ انھوں نے سرکشی، ہٹ دھرمی اور کٹ حجتی کا مظاہرہ کیا اور ایمان لانے کو اللہ تعالیٰ کی رویت پر موقوف کر دیا گویا کہ وہ حالت کفر میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا چاہتے تھے جبکہ اللہ تعالیٰ کافروں کو اپنا دیدار نہیں کرائے گا۔ یہ ایک مسلم بات ہے۔ رہا یہ کہ اس پر کیا دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنا جائز اور ممکن ہے اور محبت الٰہی کی وجہ سے اسے دیکھنے کا سوال جائز ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم میں ہے:

قال رب ارنی انظر الیک۔ "حضرت موسیٰ نے کہا اے میرے رب مجھے اپنی ذات دکھائیں اس کی طرف دیکھوں گا۔" (اعراف: ۱۴۳)

اگر اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی آرزو اور دعا کرنا، محال کا سوال اور ناجائز ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نبوت کے علوم و معارف کے حامل ہو کر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کیوں کرتے اور اگر بالفرض کر لی تھی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس سوال سے منع کیوں نہ فرمایا۔

معتزلہ کی عقلی دلیل یہ ہے کہ کسی چیز کو دیکھنے کے لیے ضروری ہے کہ دکھائی دینے والا، دیکھنے والے کی جانب مقابل میں ہو اور دیکھنے والے کی شعاع بصری دکھائی دینے والے کا احاطہ کرے اور اللہ تعالیٰ اس بات سے پاک ہے کہ وہ کسی سمت جہت اور جانب میں ہو اور وہ اس سے بھی منزہ ہے کہ کسی شخص کی شعاع بصری اس کا احاطہ کرے اس کا جواب یہ ہے کہ ہم ان لوگوں سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خود دیکھتا ہے یا نہیں اگر وہ کہیں کہ وہ نہیں دیکھتا تو قصہ ختم اور اگر اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے تو تمہارے قاعدے کے مطابق وہ دکھائی دینے والے کی مخالف جانب میں ہونا چاہیے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کسی سمت اور جانب میں ہونے سے پاک ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی سمت اور جانب میں متحقق ہوئے بغیر دیکھ سکتا ہے تو کسی سمت اور جانب میں تحقق کے بغیر دکھائی بھی دے سکتا ہے۔

قرآن اور حدیث میں اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے پر وافر دلائل موجود ہیں۔ ایک آیت یہ ہے:

وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ۔ "کچھ چہرے قیامت کے دن تر و تازہ ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی جانب دیکھ رہے ہوں گے۔" (قیامت: ۲۳)

اور احادیث میں سے ایک حدیث یہ ہے جس کا اس باب میں ذکر کیا گیا ہے کہ "عنقریب تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح چاند کو دیکھتے ہو۔"

اہل سنت کی عقلی دلیل یہ ہے کہ ہم اجسام اور غیر اجسام دونوں کو دیکھتے ہیں اور دونوں میں جو چیز مشترک ہے وہ وجود ہے (کیونکہ حدوث وجود بعد العدم کا نام ہے اور امکان امر عدمی ہے) اس سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کے دکھائی دینے کا سبب اس کا موجود ہونا ہے اور جبکہ اللہ تعالیٰ بھی موجود ہے تو عقل کا تقاضا ہے کہ اس کو بھی دکھائی دینا چاہیے۔ یہ اور بات ہے کہ کسی مانع کی وجہ سے اللہ تعالیٰ جب چاہے اور جسے چاہے نہ دکھائی دے۔

اس دلیل پر یہ مشہور اعتراض کیا جاتا ہے کہ آواز، خوشبو اور ذائقہ وغیرہ بھی موجودات میں سے ہیں لیکن دکھائی نہیں دیتے اس کا جواب یہ ہے کہ عقلی طور پر ان کے دکھائی دینے میں کوئی استبعاد نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کے ادراک کے لیے دیگر حواس کو مقرر فرما دیا اگر وہ چاہتا تو اس کے برعکس عادت جاری فرما دیتا۔

عصر اور فجر میں ملائکہ کے اجتماع اور نوید جنت کی وجہ خصوصیت

اس باب کی احادیث میں بیان کیا گیا ہے کہ صبح کی نماز کے وقت رات کے فرشتے بندوں کے نامۂ اعمال کو نوٹ کر کے لے جاتے ہیں اور دن کے فرشتے نامۂ اعمال لکھنے کے لیے آجاتے ہیں اور عصر کے وقت دن کے فرشتے جاتے ہیں اور رات کے فرشتے آجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرشتوں کو بدل بدل کر بھیجنا ابن آدم کی عبادت پر متعدد فرشتوں کو گواہ بنانے کے لیے ہے اور ان سے سوال کرنا اور ابن آدم کا حال دریافت کرنا ان پر اقراری حجت قائم کرنے کے لیے ہے تاکہ خلقت آدم پر اعتراض کرنے والے اور اس کو گنہگار اور فسادی کہنے والے فرشتے خود زمین کے چپہ چپہ پر ابن آدم کی عبادت دیکھ کر آئیں اور اپنی زبان سے اللہ تعالیٰ کے سامنے ابن آدم کی عبادت کا اعتراف کریں اور بتلائیں کہ جن لوگوں میں اپنا پیٹ بھرنے کے لیے فکر معاش فطری طور پر رکھ دی گئی ہے وہ شام کے وقت اپنے فطری تقاضوں اور کاروبار معاش چھوڑ کر عصر کی نماز میں تیری عبادت کے لیے جمع ہو گئے تھے اور اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کی اس عبادت کا یہ منظر اس قدر پسند آیا کہ اس نے اس منظر پر گواہ بنانے کے لیے دن اور رات کے فرشتوں کو جمع کیا، اسی طرح وہ فرشتوں کو دکھاتا ہے کہ انسانی بدن کے خمیر میں نیند کی چاشنی رکھ دی گئی ہے لیکن اس کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے اس قدر محبت ہے کہ وہ نیند کی حلاوت اور مٹھاس میں محو اور مدہوش پڑے ہوتے ہیں لیکن جیسے ہی ان کے کانوں میں موذن کی آواز پہنچتی ہے تو وہ فطری تقاضوں سے دامن چھڑا کر مسجد کی طرف بھاگتے ہیں اور اس راہ میں نرم و گداز بستر ان کی رکاوٹ بنتا ہے نہ نیند کی لذت اور مٹھاس ایہ وہ دل کش منظر ہے جسے دکھانے کے لیے اللہ تعالیٰ دن اور رات کے فرشتوں کو جمع کر لیتا ہے اور شاید اسی وجہ سے خوش ہو کر اس نے اعلان کر دیا "جس نے صبح اور عصر کی نماز پڑھی وہ جنت میں جا ئیگا۔ اسے دوزخ کی آگ نہیں جلا سکتی!۔ دیکھیے اللہ تعالیٰ عصر اور فجر کے وقت بڑے مان سے فرشتوں کو بلاتا ہے کہیں آپ اس کا مان توڑ نہ ڈالیں۔!!

بَابُ ۲۲۳ بَيَانِ أَنَّ أَوَّلَ وَقْتِ الْمَغْرِبِ عِنْدَ غُرُوْبِ الشَّمْسِ

مغرب کا اول وقت غروب آفتاب کے بعد ہے۔

۱۳۳۹- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا حَاتِمٌ وَهُوَ ابْنُ إِسْمٰعِيلَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْمَغْرِبَ إِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَتَوَارَتْ بِالْحِجَابِ۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسوقت نماز مغرب پڑھا کرتے تھے جب آفتاب غروب ہو کر نظروں سے اوجھل ہو جاتا۔

۱۳۴۰- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ قَالَ نَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ نَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو النَّجَاشِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَافِعَ بْنَ خَدِيجٍ يَقُولُ كُنَّا نُصَلِّي الْمَغْرِبَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَنْصَرِفُ أَحَدُنَا وَإِنَّهُ لَيُبْصِرُ مَوَاقِعَ نَبْلِهِ۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ نماز مغرب پڑھتے تھے اور نماز کے بعد جا کر کوئی شخص بھی اپنے تیر گرنے کی جگہ دیکھ سکتا تھا۔

۱۳۴۱ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ اَنَا شُعَيْبُ بْنُ اِسْحٰقَ الدِّمَشْقِيُّ قَالَ نَا الْاَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُو النَّجَاشِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ رَافِعُ بْنُ خَدِيْجٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي الْمَغْرِبَ بِنَحْوِهٖ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ذکر کی گئی ہے۔

مغرب کے وقت میں مذاہب اربعہ

امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک مغرب کی نماز کا وقت سورج غروب ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اور شفق غائب ہونے کے بعد مغرب کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ شفق غروب آفتاب کے بعد سرخی کا نام ہے یا اس سرخی کے غائب ہونے کے بعد جو سفیدی ظاہر ہوتی ہے اس کا نام شفق ہے۔ ائمہ ثلاثہ، امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک سرخی کا نام شفق ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک سفیدی کا نام شفق ہے اور سفیدی غائب ہونے کے بعد جب مکمل اندھیرا چھا جاتا ہے تو عشاء کا وقت شروع ہوتا ہے۔[1]

ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا شفق سرخی ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اخر وقت المغرب اذا اسود الافق "مغرب کا آخری وقت اس وقت ہوتا ہے جب افق سیاہ ہو جائے"[2] اور افق پر سیاہی، سفیدی غائب ہونے کے بعد پھیلتی ہے۔

علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي هذه الصلوة حين يسود الافق۔[3]

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ سیاہی پھیلنے کے بعد عشاء کی نماز پڑھتے تھے۔

ایک اور دلیل یہ ہے:

عن النعمان بن بشير قال انا اعلم بهذه الصلوة صلوة العشاء الأخرة كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصليها لسقوط القمر الثالثة۔[4]

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں تمام لوگوں کی بہ نسبت عشاء کے وقت کو زیادہ جانتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز اس وقت پڑھا کرتے تھے جب تیسری رات کا چاند ڈوب جاتا تھا۔

اور تیسری رات کا چاند افق کی سفیدی غائب ہونے کے بعد غروب ہوتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مغرب کا وقت سفیدی غائب ہونے تک رہتا ہے نیز کسی حدیث سے ثابت نہیں کہ آپ نے کبھی سفیدی کے وقت عشاء کی نماز پڑھی ہو البتہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ مغرب کی نماز پڑھنے میں تعجیل مستحب ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے میری امت ہمیشہ خیر سے رہے گی جب تک وہ مغرب کی نماز میں ستاروں کے جالی دار بننے تک تاخیر نہ کرے۔[5]

---

[1] ۔ علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ ھ ۔ مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۲۳۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] ۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر متوفی ۵۹۳ ھ ۔ ہدایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۱۹۶ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[3] ۔ علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ ھ مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۲۳۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت،

[4] ۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ ھ ۔ سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۶۰ مطبوعہ مجتبائی دہلی۔

[5] ۔ " " " " " " "

بَابُ ۲۲۴ وَقْتِ الْعِشَاءِ وَتَأْخِيرِهَا

عشا کی نماز کا وقت اور اس میں تاخیر

۱۳۴۲ - وَحَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ الْعَامِرِيُّ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ أَخْبَرَهُ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ قَالَتْ أَعْتَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً مِّنَ اللَّيَالِي بِصَلَاةِ الْعِشَاءِ وَهِيَ الَّتِي تُدْعَى الْعَتَمَةَ وَلَمْ يَخْرُجْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - - - - - - - حَتَّى قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ نَامَ النِّسَاءُ وَالصِّبْيَانُ فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِأَهْلِ الْمَسْجِدِ حِينَ خَرَجَ عَلَيْهِمْ مَا يَنْتَظِرُهَا أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْأَرْضِ غَيْرُكُمْ وَذَلِكَ قَبْلَ أَنْ يَفْشُوَ الْإِسْلَامُ فِي النَّاسِ زَادَ حَرْمَلَةُ فِي رِوَايَتِهِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَذُكِرَ لِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تَنْزُرُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الصَّلَوَاتِ وَذَلِكَ حِينَ صَاحَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ -

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ سیدتنا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز میں دیر کی (جس کو لوگ عتمہ کہتے ہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے تشریف نہ لائے حتّٰی کہ حضرت عمر بن الخطاب نے عرض کیا "بچے اور عورتیں سو گئے" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور آتے وقت نمازیوں سے فرمایا "روئے زمین پر تمہارے سوا اور کوئی نماز کا انتظار نہیں کر رہا" یہ لوگوں میں اسلام کی اشاعت سے پہلے کا واقعہ ہے۔ ایک روایت میں اس طرح ہے کہ جب حضرت عمر نے چیخ کر نماز کے لیے بلایا تو آپ نے فرمایا "تمہارے لیے یہ جائز نہیں کہ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے نماز کا تقاضا کرو!"

۱۳۴۳ - وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ اللَّيْثِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ قَوْلَ الزُّهْرِيِّ وَذُكِرَ لِي وَمَا بَعْدَهُ -

ایک اور روایت میں بھی ایسا ہی ہے۔

۱۳۴۴ - حَدَّثَنِي إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ كِلَاهُمَا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ بَكْرٍ ح وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ نَا الْحَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ ح وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَا نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَأَلْفَاظُهُمْ مُتَقَارِبَةٌ قَالُوا جَمِيعًا عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي الْمُغِيرَةُ بْنُ حَكِيمٍ عَنْ أُمِّ كُلْثُومٍ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز میں دیر کی حتّٰی کہ رات کا اکثر حصہ گزر گیا حتّٰی کہ نمازی مسجد میں سو گئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا "اگر مجھے امت کی دشواری کا خیال نہ ہوتا تو عشاء کا یہی وقت ہوتا!"

أَعْتَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ حَتّٰى ذَهَبَ عَامَّةُ اللَّيْلِ وَحَتّٰى نَامَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلّٰى فَقَالَ إِنَّهُ لَوَقْتُهَا لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِي وَفِي حَدِيثِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ لَوْلَا أَنْ يَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِي۔

۱۳۴۵ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحٰقُ أَنَا وَقَالَ زُهَيْرٌ نَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ مَكَثْنَا ذَاتَ لَيْلَةٍ نَنْتَظِرُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِصَلٰوةِ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ فَخَرَجَ إِلَيْنَا حِينَ ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ أَوْ بَعْدَهُ فَلَا نَدْرِي أَشَيْءٌ شَغَلَهُ فِي أَهْلِهِ أَوْ غَيْرُ ذٰلِكَ فَقَالَ حِينَ خَرَجَ إِنَّكُمْ لَتَنْتَظِرُونَ صَلٰوةً مَا يَنْتَظِرُهَا أَهْلُ دِينٍ غَيْرُكُمْ وَلَوْلَا أَنْ يَثْقُلَ عَلٰى أُمَّتِي لَصَلَّيْتُ بِهِمْ هٰذِهِ السَّاعَةَ ثُمَّ أَمَرَ الْمُؤَذِّنَ فَأَقَامَ الصَّلٰوةَ وَصَلّٰى۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک رات عشاء کی نماز کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرتے رہے۔ نہ جانے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے اندر کسی کام میں مشغول تھے یا کیا وجہ تھی۔ بہر حال آپ تہائی رات یا اس کے بھی بعد تشریف لائے۔ آتے وقت آپ نے فرمایا "تم اس نماز کا انتظار کر رہے تھے جس کا انتظار تمہارے سوا کسی اور دین کو ماننے والا نہیں کرتا، اگر میری امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں اسی وقت نماز پڑھایا کرتا!" پھر آپ نے مؤذن کو اقامت کہنے کا حکم دیا اور نماز پڑھا دی۔

۱۳۴۶ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شُغِلَ عَنْهَا لَيْلَةً فَأَخَّرَهَا حَتّٰى رَقَدْنَا فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا ثُمَّ رَقَدْنَا ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ لَيْسَ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ اللَّيْلَةَ يَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ غَيْرُكُمْ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات عشاء کی نماز کے وقت کسی کام میں مشغول ہو گئے اور عشاء کی نماز کو مؤخر کر دیا حتّٰی کہ ہم مسجد میں سو گئے پھر ہم بیدار ہوئے پھر سو گئے پھر جب بیدار ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا "تمہارے علاوہ روئے زمین پر آج کی رات کوئی بھی نماز کے انتظار میں نہیں ہے۔"

۱۳۴۷ - وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ الْعَبْدِيُّ قَالَ نَا بَهْزُ بْنُ أَسَدٍ الْعَمِّيُّ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ أَنَّهُمْ سَأَلُوا أَنَسًا عَنْ خَاتَمِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَخَّرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ ذَاتَ لَيْلَةٍ إِلٰى شَطْرِ اللَّيْلِ أَوْ كَادَ يَذْهَبُ شَطْرُ اللَّيْلِ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا وَنَامُوا وَإِنَّكُمْ لَمْ تَزَالُوا فِي صَلٰوةٍ مَا انْتَظَرْتُمُ

ثابت بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت انس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کا حال معلوم کیا۔ انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات عشاء کی نماز کو نصف شب یا اس کے لگ بھگ تک مؤخر کر دیا پھر آپ تشریف لائے اور فرمایا "لوگ نماز پڑھ کر سو گئے اور تم جس وقت تک نماز کا انتظار کرتے رہو گے نماز ہی (کے حکم) میں رہو گے"۔ حضرت انس کہتے ہیں میری آنکھوں کے سامنے اب بھی یہ منظر ہے کہ

الصَّلٰوةَ قَالَ اَنَسٌ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى وَبِيْصِ خَاتَمِهٖ مِنْ فِضَّةٍ وَرَفَعَ اِصْبَعَهُ الْيُسْرٰى بِالْخِنْصَرِ۔

۱۳۴۸۔ وَحَدَّثَنِيْ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ نَا اَبُوْ زَيْدٍ سَعِيْدُ بْنُ الرَّبِيْعِ قَالَ نَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ نَظَرْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً حَتّٰى كَانَ قَرِيْبٌ مِّنْ نِصْفِ اللَّيْلِ ثُمَّ جَآءَ فَصَلّٰى ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَكَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰى وَبِيْصِ خَاتَمِهٖ فِيْ يَدِهٖ مِنْ فِضَّةٍ۔

۱۳۴۹۔ وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الصَّبَّاحِ الْعَطَّارُ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيْدِ الْحَنَفِيُّ قَالَ نَا قُرَّةُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ۔

۱۳۵۰۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ عَامِرٍ الْاَشْعَرِيُّ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ اَبِيْ بُرْدَةَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ كُنْتُ وَاَصْحَابِيَ الَّذِيْنَ قَدِمُوْا مَعِيَ فِي السَّفِيْنَةِ نُزُوْلًا فِيْ بَقِيْعِ بُطْحَانَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ فَكَانَ يَتَنَاوَبُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ كُلَّ لَيْلَةٍ نَفَرٌ مِّنْهُمْ قَالَ اَبُوْ مُوْسٰى فَوَافَقْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَاَصْحَابِيْ وَلَهٗ بَعْضُ الشُّغُلِ فِيْ اَمْرِهٖ حَتّٰى اَعْتَمَ بِالصَّلٰوةِ حَتَّى ابْهَارَّ اللَّيْلُ ثُمَّ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى بِهِمْ فَلَمَّا قَضٰى صَلٰوتَهٗ قَالَ لِمَنْ حَضَرَهٗ عَلٰى رِسْلِكُمْ اُعْلِمُكُمْ وَاَبْشِرُوْا اِنَّ مِنْ نِّعْمَةِ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اَنَّهٗ لَيْسَ مِنَ النَّاسِ اَحَدٌ يُّصَلِّيْ هٰذِهِ السَّاعَةَ اَحَدٌ غَيْرُكُمْ اَوْ قَالَ مَا صَلّٰى هٰذِهِ السَّاعَةَ اَحَدٌ غَيْرُكُمْ لَا نَدْرِيْ اَيَّ الْكَلِمَتَيْنِ قَالَ قَالَ اَبُوْ مُوْسٰى فَرَجَعْنَا فَرِحِيْنَ بِمَا سَمِعْنَا مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چاندی کی انگوٹھی کی چمک دیکھ رہا ہوں۔ انھوں نے بائیں ہاتھ کی چھنگلی سے اشارہ کر کے کہا انگوٹھی اس ہاتھ میں تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آدھی رات تک انتظار کیا پھر آپ تشریف لائے اور نماز ادا کی پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور یہ منظر اب بھی میرے سامنے ہے کہ میں آپ کی چاندی کی انگوٹھی کی چمک دیکھ رہا ہوں۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے لیکن اس میں ہماری طرف متوجہ ہونے کا ذکر نہیں۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرے جو ساتھی کشتی سے آئے تھے یہ سب بقیع کی پتھریلی زمین میں اُترے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف فرما تھے اور ہماری ایک جماعت باری باری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتی تھی، حضرت ابو موسیٰ کہتے ہیں ایک دن میں چند ساتھیوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام میں مشغول تھے حتیٰ کہ آدھی رات گذر گئی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے ہم کو نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے حاضرین سے فرمایا: ذرا ٹھہرو! میں تم کو بتاتا ہوں کہ تمہیں بشارت ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کا تم پر انعام ہے کہ تمہارے سوا اس وقت کوئی اور نماز نہیں پڑھ رہا یا فرمایا تمہارے سوا اس وقت کسی نے نماز نہیں پڑھی۔ راوی کہتا ہے یاد نہیں ابو موسیٰ نے کون سا جملہ کہا تھا۔ حضرت ابو موسیٰ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بشارت سن کر ہم لوگ خوشی خوشی واپس چلے گئے۔

۱۳۵۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ قُلْتُ لِعَطَاءٍ أَيُّ حِينٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ أَنْ أُصَلِّيَ الْعِشَاءَ الَّتِي يَقُولُهَا النَّاسُ الْعَتَمَةَ إِمَامًا وَخِلْوًا قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُولُ أَعْتَمَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ الْعِشَاءَ قَالَ حَتَّى رَقَدَ نَاسٌ وَاسْتَيْقَظُوا وَرَقَدُوا وَاسْتَيْقَظُوا فَقَامَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ الصَّلٰوةُ فَقَالَ عَطَاءٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَخَرَجَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ الْآنَ يَقْطُرُ رَأْسُهُ مَاءً وَاضِعًا يَدَهُ عَلَى شِقِّ رَأْسِهِ قَالَ لَوْلَا أَنْ يَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ أَنْ يُصَلُّوهَا كَذَلِكَ قَالَ فَاسْتَثْبَتُّ عَطَاءً كَيْفَ وَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَأْسِهِ يَدَهُ كَمَا أَنْبَأَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَبَدَّدَ لِي عَطَاءٌ بَيْنَ أَصَابِعِهِ شَيْئًا مِنْ تَبْدِيدٍ ثُمَّ وَضَعَ أَطْرَافَ أَصَابِعِهِ عَلَى قَرْنِ الرَّأْسِ ثُمَّ صَبَّهَا يُمِرُّهَا كَذَلِكَ عَلَى الرَّأْسِ حَتَّى مَسَّتْ إِبْهَامُهُ طَرَفَ الْأُذُنِ مِمَّا يَلِي الْوَجْهَ ثُمَّ عَلَى الصُّدْغِ وَنَاحِيَةِ اللِّحْيَةِ لَا يُقَصِّرُ وَلَا يَبْطُشُ بِشَيْءٍ إِلَّا كَذَلِكَ قُلْتُ لِعَطَاءٍ كَمْ ذُكِرَ لَكَ أَخَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَتَئِذٍ قَالَ لَا أَدْرِي قَالَ عَطَاءٌ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أُصَلِّيَهَا إِمَامًا وَخِلْوًا مُؤَخَّرَةً كَمَا صَلَّاهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَتَئِذٍ فَإِنْ شَقَّ عَلَيْكَ ذَلِكَ خِلْوًا أَوْ عَلَى النَّاسِ فِي الْجَمَاعَةِ وَأَنْتَ إِمَامُهُمْ فَصَلِّهَا وَسَطًا لَا مُعَجَّلَةً وَلَا مُؤَخَّرَةً۔

ابن جریج کہتے ہیں میں نے عطا سے کہا تمہارے نزدیک عشاء کی نماز (جس کو لوگ عتمہ کہتے ہیں) پڑھنے کے لیے کونسا وقت بہتر ہے خواہ جماعت سے پڑھے یا تنہا۔ عطا نے کہا میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سُنا وہ فرما رہے تھے کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز میں تاخیر کی، حتیٰ کہ لوگ سو گئے پھر بیدار ہوئے اور سو گئے پھر بیدار ہوئے تو حضرت عمر بن الخطاب نے کھڑے ہو کر بآواز بلند کہا !! " الصلوٰۃ " عطا کہتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے یہ منظر اب بھی میرے سامنے ہے کہ آپ تشریف لائے درآں حالیکہ آپ کے سرِ اقدس سے پانی ٹپک رہا تھا اور آپ نے اپنے سرِ مبارک پر اپنا ہاتھ رکھا ہوا تھا۔" آپ نے فرمایا اگر میری امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں اُس کو اسی وقت نماز پڑھنے کا حکم دیتا!" میں نے عطا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر پر کس طرح ہاتھ رکھا ہوا تھا اور حضرت ابن عباس نے تمہیں کس طرح بتلایا تھا۔ عطا نے اپنی انگلیاں تھوڑی سی کھولیں اور پھر اپنی انگلیوں کے کنارے اپنے سر پر رکھے پھر ان کو سر سے جھکایا اور سر پر پھیرا حتیٰ کہ ان کا انگوٹھا، کان کے اس کنارے کی جانب پہنچا جو منہ کی طرف ہے پھر ان کا انگوٹھا کنپٹی تک اور ہاتھ ڈاڑھی تک کسی چیز کو چھوتا تھا نہ کسی چیز کو پکڑتا تھا۔ میں نے عطا سے دریافت کیا انھوں نے یہ بھی بتلایا تھا کہ اس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی تاخیر فرمائی تھی۔ اس نے کہا میں نہیں جانتا پھر عطا نے کہا میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ اس وقت نماز پڑھوں جس وقت اس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی تھی خواہ میں امام ہوں یا تنہا، اگر تم کو خود اتنی دیر بار گزرے یا تم امام ہو اور لوگوں کو اتنی دیر گراں گزرے تو متوسط وقت میں نماز پڑھ لیا کرو نہ جلدی نہ دیر سے۔

۱۳۵۲ - حَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ يَحْيَى اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ نَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤَخِّرُ صَلٰوةَ الْعِشَآءِ الْاٰخِرَةِ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز دیر سے پڑھا کرتے تھے۔

۱۳۵۳ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَاَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَا نَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الصَّلَوٰتِ نَحْوًا مِّنْ صَلٰوتِكُمْ وَكَانَ يُؤَخِّرُ الْعَتَمَةَ بَعْدَ صَلٰوتِكُمْ شَيْئًا وَكَانَ يُخِفُّ الصَّلٰوةَ وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ كَامِلٍ يُخَفِّفُ۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہی اوقات میں نماز پڑھا کرتے تھے جن میں تم پڑھتے ہو البتہ عشاء کی نماز تاخیر سے پڑھتے تھے اور آپ نماز میں تخفیف کرتے تھے۔

۱۳۵۴ - وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ زُهَيْرٌ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ اَبِيْ لَبِيْدٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَغْلِبَنَّكُمُ الْاَعْرَابُ عَلٰى اسْمِ صَلٰوتِكُمْ اَلَا اِنَّهَا الْعِشَآءُ وَهُمْ يُعْتِمُوْنَ بِالْاِبِلِ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا تمہاری نماز کے نام پر گنوار غالب نہ آجائیں (اعرابی عشاء کی نماز کو عتمہ کہتے تھے، عتمہ اندھیرا چھا جانے کو کہتے ہیں۔ ـــــ سعیدی) سنو یہ نماز عشاء ہے اور وہ اس وقت دیر کرکے دودھ دوہتے ہیں۔ (اس لیے عتمہ کہتے ہیں)۔

۱۳۵۵ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيْعٌ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ لَبِيْدٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَغْلِبَنَّكُمُ الْاَعْرَابُ عَلٰى اسْمِ صَلٰوتِكُمُ الْعِشَآءِ فَاِنَّهَا فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ الْعِشَآءُ وَاِنَّهَا تُعْتِمُ بِحِلَابِ الْاِبِلِ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دیہاتی لوگ عشاء کی نماز کے نام میں تم پر غالب نہ آجائیں کیونکہ یہ اللہ کی کتاب میں "عشاء" ہے اور وہ تاخیر سے اونٹوں کا دودھ دوہتے ہیں۔ (اس لیے عتمہ کہتے ہیں۔ سعیدی) ـــــ

عشاء کے وقت میں مذاہب اربعہ

عشاء کا وقت شفق کی سفیدی غائب ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اور طلوع فجر تک باقی رہتا ہے[1] امام ابوحنیفہ[2] اور امام احمد بن حنبل[3] کے نزدیک باب مذکور

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر متوفی ۵۹۳ھ۔ ہدایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۱۹۶ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] " " " ہدایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۲۰۰ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[3] علامہ ابوعبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۱۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

اور آئندہ باب کی احادیث کی بنا پر عشاء کی نماز کو تہائی رات تک مؤخر کر کے پڑھنا مستحب ہے۔ امام مالک بن انس رحمہ اللہ اور امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ کا بھی ایک قول یہی ہے، حضرت عائشہ نے ایک روایت میں فرمایا رات کا اکثر حصہ گزر چکا تھا آپ کا یہ قول مبالغہ پر محمول ہے نصف شب کے بعد عشاء کی نماز میں تاخیر کرنے کا استحباب کسی کا بھی مذہب نہیں ہے۔ [۲]

آپ کی امت پر شفقت اور رعایت

اس باب کی احادیث میں بار بار گذرا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میری امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں عشاء کی نماز اسی وقت پڑھتا اور اس سے پہلے وضو کے ابواب میں یہ احادیث گزر چکی ہیں کہ اگر مجھے مسلمانوں پر دشوار نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔[۳] اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین راتیں تراویح پڑھائیں چوتھی رات صحابہ کرام تراویح کے شوق میں اس قدر آئے کہ مسجد تنگ پڑ گئی (آپ تراویح پڑھانے کے لیے نہ آئے) حتیٰ کہ صبح کی نماز پڑھانے تشریف لائے۔ نماز پڑھانے کے بعد آپ صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے، کلمہ شہادت پڑھا، اس کے بعد فرمایا: اما بعد فانہ لم یخف علی مکانکم ولکنی خشیت ان تفترض علیکم فتعجزوا عنھا۔[۴] (تراویح کے لیے تمہارا اشتیاق مجھ سے مخفی نہیں ہے لیکن مجھے خوف ہے کہ کہیں تم پر تراویح فرض نہ ہو جائے اور تم اس کے ادا کرنے سے عاجز ہو جاؤ) ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کی رعایت کس قدر مطلوب تھی وہ عزیز علیہ ما عنتم (توبہ: ۱۲۸) "جو کام تمہارے لیے مشکل ہیں وہ ان پر بھاری ہیں" کا مصداق تھے بلکہ دیکھا جائے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم نکموں اور ناکارہ لوگوں کی ہی رعایت مطلوب تھی کیونکہ صحابہ کرام تو عبادت کے میدان میں بے قابو ہو کر دوڑتے تھے، اور متعدد احادیث میں ہے کہ سرکار ان کو زیادہ عبادت کرنے سے روکتے تھے بسا اوقات ناراض ہوتے تھے اگر سرکار تراویح پڑھاتے رہتے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی دلی مراد بر آتی انہیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں بیش از بیش تراویح پڑھنے کا شرف حاصل ہوتا اور انہیں اجر آخرت حاصل کرنے کا زیادہ سے زیادہ موقع نصیب ہوتا لیکن سرکار کو صحابہ کرام کے شرف اور اجر کی بہ نسبت ہم نکموں کی تکلیف اور مشقت کا زیادہ خیال تھا کہیں ایسا نہ ہو کہ صحابہ تو عزت و کرامت کی بازی لے جائیں اور بعد کے لوگ تراویح فرض ہونے سے معصیت کی وادی میں گر جائیں۔ آپ نے ان کا نہیں ہمارا خیال رکھا! دیکھیں ہم آپ کا کتنا خیال رکھتے ہیں! آپ کو ہماری رعایت اس قدر عزیز تھی ہم آپ کی کتنی رعایت کرتے ہیں، وہ جو رات بھر قیام کر کے ہمارے لیے دعائے مغفرت کرتے، پائے مبارک پر ورم آ جاتا، رات بھر آنکھوں سے جھڑی لگی رہتی یہی کہتے کہتے رات گزر جاتی "ان تعذبھم فانھم عبادک و ان تغفر لھم فانک انت العزیز الحکیم" (مائدہ: ۱۱۸)۔ ان کی اس محبت، شفقت، رحمت اور مشقت اٹھانے کا ہم کیا صلہ دے رہے ہیں۔ آپ کی سیرت اور سنن کو اپنانا آج ہم نے اپنے لیے باعث فخر بنایا ہوا ہے یا سبب ننگ و عار!

---

[۱] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ صحیح مسلم ج ا ص ۲۲۸ مطبوعہ نور محمد کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔
[۲] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ صحیح مسلم ج ا ص ۲۲۸ مطبوعہ نور محمد کراچی ״ ״
[۳] ۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ا ص ۱۲۸ مطبوعہ نور محمد کراچی ״ ״
[۴] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ صحیح بخاری ج ا ص ۲۶۹ مطبوعہ نور محمد کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ۔

یہ بات ان لوگوں کی سمجھ میں نہیں آئے گی جو ڈاڑھی رکھنے میں کراہت محسوس کرتے ہیں اور ڈاڑھی منڈوانے میں خوشی اور فخر محسوس کرتے ہیں جو ٹخنوں سے اونچے لباس کو رجعت پسندی اور عورتوں کے پردہ کو غلامی سے تعبیر کرتے ہیں اور تمام اسلامی آداب معاشرت کو مُلّا کے ڈھکوسلے گردانتے ہیں۔!

سرکار جب راتوں کو اُٹھ کے رو رو کر امت کے لیے دعا کرتے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ گریہ وزاری دیکھی نہ گئی جبرئیل کو بھیجا جاؤ جا کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پوچھو تمہیں کیا چیز رلاتی ہے۔ جبرئیل نے آکر اپنے رب کا پیغام سنایا۔ سرکار نے امت کی مغفرت کے لیے پریشانی بیان کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبرئیل! جا کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کہو: انا سنرضیك فی امتك ولا نسوءك "ہم تم کو تمہاری امت کے مسئلہ میں راضی کر دیں گے اور رنجیدہ ہونے نہیں دیں گے[1]۔" اللہ اللہ! وہ رب ہو کر ان کے آنسو نہیں دیکھ سکتا! انھیں غمگین نہیں دیکھ سکتا!! ہم خود کو ان کے غلام کہلا کے کیونکر ان کی آنکھوں میں اشکوں کا سیلاب گوارہ کر لیتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے وصال کے بعد قبر میں آپ پر امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور یہ بھی ہے کہ ہماری بداعمالیوں کو دیکھ کر آپ غمگین ہوتے ہیں[2]۔ مکہ اور طائف کے مشرکوں نے تو آپ کو صرف زندگی میں اذیت دی تھی ہم اپنی بداعمالیوں سے آج تک آپ کو قبر میں رُلا رہے ہیں۔

منصبِ رسالت اور تشریع احکام

اس باب کی احادیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب شریعت مقرر کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شارع بنا کر بھیجا ہے آپ جس چیز کو چاہیں فرض کر دیں اور جس کو چاہیں حرام کر دیں البتہ یہ بات ضروری ہے کہ آپ کا چاہنا کبھی اللہ تعالیٰ کی مشیئت کے خلاف نہیں ہوتا بلکہ آپ وہی چاہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔

اس باب کی احادیث میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا اگر میری امت پر دشوار نہ ہوتا تو میں عشاء کی نماز کو اس وقت تک مؤخر کر دیتا (بعض روایات میں تہائی رات تک بھی فرمایا ہے) اسی طرح فرمایا اگر مسلمانوں پر دشوار نہ ہوتا تو میں ہر نماز کے لیے مسواک کا حکم دیتا۔ ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ عشاء کی نماز کے مؤخر کرنے یا مسواک فرض کرنے سے آپ کو صرف امت کی دشواری مانع تھی ورنہ چاہتے تو ایسا کر دیتے۔

قرآن کریم کی درج ذیل آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے احکام کی مشروعیت آپ کو مفوض فرما دی تھی

۱۔ یحل لهم الطیبات ویحرم علیهم الخبائث۔ (اعراف: ۱۵۷)
(رسول) مسلمانوں کے لیے پاک چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو حرام کرتے ہیں۔

۲۔ وما اتاکم الرسول فخذوه وما نهاکم عنه فانتهوا۔ (حشر: ۷)
رسول جو حکم تم کو دیں اس کو قبول کرو اور جس چیز سے تم کو روکیں اس سے رک جاؤ۔

۳۔ وما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی الله ورسوله امرا ان یکون لهم الخیرة من امرهم۔ (احزاب: ۳۶)
کسی مؤمن مرد اور مؤمن عورت کو اللہ اور رسول کے حکم دینے کے بعد اس حکم پر عمل (کرنے یا نہ کرنے) کا اختیار نہیں ہے۔

---

[1] امام مسلم بن حجاج القشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۳ مطبوعہ نور محمد کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ
[2] علی متقی ہندی بن حسام الدین ہندی برہان پوری متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۵ ص ۷۱-۴۷۰ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ الخامسۃ ۱۴۰۵ھ

۱۳۴۱ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ اَنَا شُعَيْبُ بْنُ اِسْحٰقَ الدِّمَشْقِيُّ قَالَ نَا الْاَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبُو النَّجَاشِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ رَافِعُ بْنُ خَدِيْجٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي الْمَغْرِبَ بِنَحْوِهٖ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ذکر کی گئی ہے۔

مغرب کے وقت میں مذاہب اربعہ

امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک مغرب کی نماز کا وقت سورج غروب ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اور شفق غائب ہونے کے بعد مغرب کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ شفق غروب آفتاب کے بعد سرخی کا نام ہے یا اس سرخی کے غائب ہونے کے بعد جو سفیدی ظاہر ہوتی ہے اس کا نام شفق ہے۔ ائمہ ثلاثہ، امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک سرخی کا نام شفق ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک سفیدی کا نام شفق ہے اور سفیدی غائب ہونے کے بعد جب مکمل اندھیرا چھا جاتا ہے تو عشاء کا وقت شروع ہوتا ہے [1]

ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا شفق سرخی ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اٰخر وقت المغرب اذا اسود الافق ''مغرب کا آخری وقت اس وقت ہوتا ہے جب افق سیاہ ہو جائے'' [2] اور افق پر سیاہی، سفیدی غائب ہونے کے بعد پھیلتی ہے۔

علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی هذه الصلوة حین یسود الافق۔ [3]

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ سیاہی پھیلنے کے بعد عشاء کی نماز پڑھتے تھے۔

ایک اور دلیل یہ ہے:

عن النعمان بن بشیر قال انا اعلم بهذه الصلوة صلوة العشاء الآخرة کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلیها لسقوط القمر لثالثة۔ [4]

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں تمام لوگوں کی بہ نسبت عشاء کے وقت کو زیادہ جانتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز اس وقت پڑھا کرتے تھے جب تیسری رات کا چاند ڈوب جاتا تھا۔

اور تیسری رات کا چاند افق کی سفیدی غائب ہونے کے بعد غروب ہوتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مغرب کا وقت سفیدی غائب ہونے تک رہتا ہے نیز کسی حدیث سے ثابت نہیں کہ آپ نے کبھی سفیدی کے وقت عشاء کی نماز پڑھی ہو البتہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ مغرب کی نماز پڑھنے میں تعجیل مستحب ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے میری امت ہمیشہ خیر سے رہے گی جب تک وہ مغرب کی نماز میں ستاروں کے جالی دار بننے تک تاخیر نہ کرے۔ [5]

---

۱ ۔ علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ۔ مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۲۳۱ مطبوعہ دارالفکر بیروت

۲ ۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر متوفی ۵۹۳ھ۔ ہدایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۱۹۶ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

۳ ۔ علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۲۳۱ مطبوعہ دارالفکر بیروت۔

۴ ۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ۔ سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۶۰ مطبوعہ مجتبائی دہلی۔

۵ ۔ 〃

رسول اللہ کما حرم اللہ الا لا یحل لکم الحمار الاھلی ولا کل ذی ناب من السباع ولا لقطۃ معاھد الا ان یستغنی عنھا صاحبھا ومن نزل بقوم فعلیھم ان یقروہ فان لم یقروہ فلہ ان یعقبھم بمثل قراہ۔[۱]

حرام قرار دیا وہ ایسا ہی ہے جیسے اس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہو سنو! تمہارے لیے پالتو گدھے حلال نہیں ہیں اور نہ پھاڑنے والے درندے نہ ذمی کی گری ہوئی چیز الا یہ کہ اس کا مالک اس چیز سے مستغنی ہو اور جو شخص کسی قوم کے ہاں مہمان ہو ان پر اس کی ضیافت لازم ہے اگر وہ اس کی ضیافت نہ کریں تو وہ ان سے بقدر ضیافت تاوان وصول کر سکتا ہے۔[۲]

قرآن کریم اور حدیث شریف کی روشنی میں ایسے بے شمار احکام ہیں جو صرف زبان رسالت سے مشروع ہوئے ہیں۔ نماز کی ہیئت کذائی اور اس کی ترتیب و تفصیل، زکوٰۃ، عشر اور قربانی کے تمام احکام اور آداب، حج و عمرہ کے تمام ارکان اور سنن جہاد کے تمام احکام قرآن کریم نے بیان نہیں کیے ہیں یہ تمام احکام آپ نے مشروع فرمائے ہیں۔ علاوہ ازیں جو احکام اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان میں بھی تخصیص اور استثناء کا اختیار عطا فرمایا، مثلاً اللہ تعالیٰ نے دو گواہوں کا قاعدہ بیان فرمایا لیکن آپ نے خزیمہ بن ثابت انصاری کی گواہی کو دو گواہوں کے قائم مقام فرمایا، قرآن کریم نے حالت جنگ میں نماز کو (چار کی جگہ دو رکعات) کرنے کی رخصت دی ہے لیکن آپ نے اس کو حالت امن کے سفر میں بھی عام کر دیا، قرآن مجید نے ہر نماز کو اس کے وقت میں پڑھنے کا حکم دیا لیکن آپ نے عرفات میں عصر کو ظہر کے وقت میں اور مزدلفہ میں مغرب کو عشاء کے وقت میں مشروع کر دیا۔ قرآن مجید نے ہر مسلمان کو چار نکاح کی اجازت دی لیکن آپ نے حضرت علی کو حیات فاطمہ (رضی اللہ عنہا) میں دوسرے نکاح سے روک دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر بیٹی کو اس کے باپ کے ترکہ سے نصف میراث عطا کی ہے ازواج کو اولاد کی موجودگی میں آٹھواں حصہ دیا ہے چچا کو عصبہ بنایا ہے لیکن آپ کی ہدایت کے مطابق آپ کے ترکہ سے آپ کے کسی وارث نے حصہ نہیں پایا ——— ان مثالوں کے بیان کرنے سے العیاذ باللہ یہ ظاہر کرنا مقصود نہیں ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے احکام کے مقابلہ میں اپنے احکام نافذ کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں متوازی اور مستقل شارع تھے نہیں! بلکہ یہ بتلانا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو محض پیغام رساں اور ایلچی بنا کر نہیں بھیجا تھا، آپ اللہ تعالیٰ کے سفیر محض نہیں، اس کی مرضی اور مشیئت کے نمائندے تھے، اسرار الوہیت کے محرم اور مزاج خداوندی کے شناسا تھے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اذن سے شارع بنا کر بھیجا تھا اور آپ کا بنایا ہوا ہر قانون اور قاعدہ رضائے الٰہی کا مظہر تھا! یونہی تو نہیں کہہ دیا تھا!

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ (نساء : ۸۰)

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کر لی

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

وقد اقام اللہ مقام نفسہ فی امرہ ونھیہ واخبارہ وبیانہ۔[۳]

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے امر اور نہی، اخبار اور بیان میں اپنا قائم مقام بنا کر بھیجا ہے۔

۱۔ شیخ ولی الدین عراقی متوفی ۷۴۲ھ مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۹ مطبوعہ اصح المطابع دہلی۔

۲۔ میزبان سے بقدر ضیافت تاوان وصول کرنے کا حکم ایک خاص صورت میں ہے جب مجاہدین کسی بستی میں جہاد کیلئے جائیں یا جب مہمان حالت اضطرار میں ہو۔

۳۔ شیخ ابن تیمیہ الحرانی متوفی ۷۲۸ھ۔ الصارم المسلول ج ۱ ص ۴۱، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

مدینہ کے منافقین رسول اللہ کو دھوکا دیتے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا یخادعون اللہ (بقرہ: ۹) یہ اللہ کو دھوکا دیتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخرت کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا واللہ یرید الاخرۃ (انفال: ۶۸) اللہ آخرت کا ارادہ کرتا ہے، آپ نے اصحاب عقبہ سے جنت کے عوض ان کے مالوں اور جانوں کو خریدا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین اموالھم وانفسھم بان لھم الجنۃ۔ (توبہ: ۱۱۱) "اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے جنت کے بدلہ میں ان کے مالوں اور جانوں کو خرید لیا" صحابہ نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ (فتح: ۱۰) جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ آپ کا ہاتھ صحابہ کے ہاتھوں پر ہو تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ید اللہ فوق ایدیھم (فتح: ۱۰)

خلاصہ یہ کہ آپکی اطاعت اللہ کی اطاعت، آپ کا ارادہ اللہ کا ارادہ، آپکو ایذاء دینا اللہ کو ایذاء دینا، آپ کا خریدنا اللہ کا خریدنا اور آپ کا بیچنا اللہ کا بیچنا ہے۔

حق یہ ہے کہ آپ کائنات میں اللہ تعالیٰ کے نائب مطلق ہیں پھر آپ کے شارع ہونے میں اور احکام آپ کی طرف مفوض ہونے میں کسی کو کیا کلام ہو سکتا ہے البتہ فرق مراتب ضروری ہے۔

علامہ شعرانی فرماتے ہیں:

فان ما فرضہ اللہ تعالیٰ اشد مما فرضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ذات نفسہ۔[۱]

جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دیا وہ اس سے زیادہ اہم ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے فرض قرار دیا۔

علامہ شعرانی کی اس عبارت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شارع ہونے کا واضح اور کافی ثبوت ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

احکام مفوض است بآں حضرت ہر چہ خواہد کند و ہر چہ خواہد نکند ہر کرا خواہد تخصیص نماید۔[۲]

احکام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مفوض ہیں جو چاہیں حکم دیں جو چاہیں نہ دیں اور جس کو جس حکم سے چاہیں خاص فرمائیں۔

اس مسئلہ پر مفصل اور مکمل بحث کے لیے ہماری کتاب توضیح البیان کا مطالعہ فرمائیے!

احادیث میں تطبیق اس باب کی احادیث میں عشاء کی نماز کو عتمہ کہنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ عتمہ کے معنی اندھیرا ہیں اور نماز نور ہے اس پر سوال ہوتا ہے کہ احادیث صحیحہ میں عشاء کو عتمہ کہا گیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لو یعلمون ما فی العتمۃ والفجر" [۳] "کاش یہ لوگ جانتے کہ عتمہ اور فجر میں کتنا اجر ہے" اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اطلاق بیان جواز کے لیے ہے تاکہ معلوم ہو کہ آپ نے جو اس سے منع فرمایا ہے وہ نہی تنزیہی ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ

---

[۱] علامہ عبدالوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ میزان الشریعت الکبریٰ ج ۱ ص ۱۴۴ مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ قاہرہ مصر ۱۳۵۹ھ

[۲] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ۔ اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۱۴۳ مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ بارنہم

[۳] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۸۰ مطبوعہ نور محمد کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ۔

خطاب ان لوگوں کے اعتبار سے ہے جو عشاء کو عتمہ کے نام سے جانتے تھے۔

باب ۲۲۵ استحباب التبكير بالصبح في أول وقتها وهو التغليس وبيان قدر القراءة فيها

صبح کی نماز جلد پڑھنا اور اس میں قرأت کی مقدار

۱۳۵۶ - حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة وعمرو الناقد وزهير بن حرب كلهم عن سفيان قال عمرو ثنا سفيان بن عيينة عن الزهري عن عروة عن عائشة رضي الله عنها أن نساء المؤمنات كن يصلين الصبح مع النبي صلى الله عليه وسلم ثم يرجعن متلفعات بمروطهن لا يعرفهن أحد.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مسلمانوں کی عورتیں صبح کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ پڑھتی تھیں، پھر اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی واپس آتی تھیں۔ دراں حالیکہ انہیں کوئی نہیں پہچانتا تھا۔

۱۳۵۷ - وحدثني حرملة بن يحيى قال أنا ابن وهب قال أخبرني يونس عن ابن شهاب أخبره قال أخبرني عروة بن الزبير أن عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم قالت لقد كان نساء من المؤمنات يشهدن الفجر مع رسول الله صلى الله عليه وسلم متلفعات بمروطهن ثم ينقلبن إلى بيوتهن وما يعرفن من تغليس رسول الله صلى الله عليه وسلم بالصلوة.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مسلمان عورتیں اپنی چادروں میں لپٹی ہوئیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کی نماز میں حاضر ہوتی تھیں، پھر اپنے گھروں کو لوٹ جاتی تھیں اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منہ اندھیرے نماز پڑھتے تھے اس لیے انہیں کوئی پہچانتا نہیں تھا۔

۱۳۵۸ - وحدثنا نصر بن علي الجهضمي وإسحق بن موسى الأنصاري قالا نا معن عن مالك عن يحيى بن سعيد عن عمرة عن عائشة رضي الله عنها قالت إن كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ليصلي الصبح فينصرف النساء متلفعات بمروطهن ما يعرفن من الغلس وقال الأنصاري في روايته متلففات.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھاتے تھے اور عورتیں اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی واپس جاتی تھیں وہ اندھیرے کی بنا پر پہچانی نہیں جاتی تھیں۔

۱۳۵۹ - حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة قال نا غندر عن شعبة ح وحدثنا محمد بن مثنى وابن بشار قالا نا محمد بن جعفر ثنا شعبة عن سعد بن

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حجاج مدینہ منورہ آیا تو ہم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے نمازوں کے متعلق دریافت کیا، انھوں نے فرمایا...

إِبْرَاهِيمَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ لَمَّا قَدِمَ الْحَجَّاجُ الْمَدِينَةَ فَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ نَقِيَّةٌ وَالْمَغْرِبَ إِذَا وَجَبَتْ وَالْعِشَاءَ أَحْيَانًا يُؤَخِّرُهَا وَأَحْيَانًا يُعَجِّلُ كَانَ إِذَا رَآهُمْ قَدِ اجْتَمَعُوا عَجَّلَ وَإِذَا رَآهُمْ قَدْ أَبْطَئُوا أَخَّرَ وَالصُّبْحَ كَانُوا أَوْ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيهَا بِغَلَسٍ.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز دوپہر کے وقت پڑھا کرتے تھے، عصر اس وقت پڑھتے جب آفتاب سفید ہوتا (یعنی پیلا نہ پڑا ہوتا) مغرب غروب آفتاب کے بعد پڑھتے، عشاء میں کبھی تاخیر کرتے اور کبھی جلدی پڑھتے، اگر لوگ (جلدی) جمع ہوجاتے تو جلدی پڑھتے اور اگر لوگ دیر سے آتے تو دیر سے پڑھتے اور صبح کی نماز منہ اندھیرے پڑھتے تھے۔

۱۳۶۰ - وَحَدَّثَنَاهُ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدٍ سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْحَسَنِ ابْنِ عَلِيٍّ قَالَ كَانَ الْحَجَّاجُ يُؤَخِّرُ الصَّلَوَاتِ فَسَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا بِمِثْلِ حَدِيثِ غُنْدَرٍ.

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حجاج نمازوں میں تاخیر کرتا تھا۔ ہم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا باقی روایت حسب سابق ہے۔

۱۳۶۱ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي سَيَّارُ بْنُ سَلَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يَسْأَلُ أَبَا بَرْزَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُلْتُ آنْتَ سَمِعْتَهُ قَالَ فَقَالَ كَأَنَّمَا أَسْمَعُكَ السَّاعَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يَسْأَلُهُ عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ لَا يُبَالِي بَعْضَ تَأْخِيرِهَا قَالَ يَعْنِي الْعِشَاءَ إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ وَلَا يُحِبُّ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيثَ بَعْدَهَا قَالَ شُعْبَةُ ثُمَّ لَقِيتُهُ بَعْدُ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ وَكَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ حِينَ تَزُولُ الشَّمْسُ وَالْعَصْرَ حِينَ يَذْهَبُ الرَّجُلُ إِلَى أَقْصَى الْمَدِينَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ قَالَ وَالْمَغْرِبَ لَا أَدْرِي أَيَّ حِينٍ ذَكَرَ قَالَ ثُمَّ لَقِيتُهُ بَعْدُ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ وَكَانَ يُصَلِّي الصُّبْحَ فَيَنْصَرِفُ الرَّجُلُ فَيَنْظُرُ إِلَى وَجْهِ جَلِيسِهِ الَّذِي يَعْرِفُ فَيَعْرِفُهُ قَالَ وَكَانَ يَقْرَأُ فِيهَا بِالسِّتِّينَ إِلَى الْمِائَةِ.

شعبہ کہتے ہیں کہ سیار بن سلامہ نے مجھے خبر دی انھوں نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے سنا انھوں نے حضرت ابوبرزہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں سوال کیا شعبہ نے کہا کیا تم نے خود اپنے والد سے سنا تھا؟ انھوں نے کہا گویا کہ میں اس وقت بھی سن رہا ہوں انھوں نے کہا میں نے خود سنا میرے والد نے حضرت ابوبرزہ سے حضور کی نماز کے بارے میں سوال کیا حضرت ابوبرزہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز کو آدھی رات تک موخر کرنے کی پروا نہیں کرتے تھے اور نماز سے پہلے سونے اور نماز کے بعد باتیں کرنے کو ناپسند فرماتے تھے (شعبہ کہتے ہیں میں سیار کے والد سے پھر ملا اور ان سے اوقات نماز کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے بتایا کہ آپ آفتاب ڈھل جانے کے بعد ظہر کی نماز پڑھتے تھے اور عصر اس وقت پڑھتے تھے جب آدمی مدینہ کے آخری حصہ تک چلا جاتا تھا اور سورج باقی رہتا تھا (سیار کے والد کہتے ہیں مجھے یاد نہیں ابوبرزہ نے مغرب کے وقت کے بارے میں کیا بتایا تھا)۔ شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے ان سے پھر ملاقات کی اور دریافت کیا تو کہا صبح کی نماز ایسے وقت پڑھتے تھے کہ آدمی اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شناسا شخص کو پہچان لیتا تھا اور اس میں آپ ساٹھ سے لیکر سو آیتوں تک پڑھتے تھے۔

۱۳۶۲ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ سَيَّارِ بْنِ سَلَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا بَرْزَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُبَالِيْ بَعْضَ تَاْخِيْرِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ اِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ وَكَانَ لَا يُحِبُّ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَلَا الْحَدِيْثَ بَعْدَهَا قَالَ شُعْبَةُ ثُمَّ لَقِيْتُهٗ مَرَّةً اُخْرٰى فَقَالَ اَوْ ثُلُثِ اللَّيْلِ.

حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آدھی رات تک عشاء کی نماز مؤخر کرنے کی پروا نہیں کرتے تھے اور عشاء سے پہلے سونے کو اور اس کے بعد باتوں کو ناپسند کرتے۔ تھے ایک اور موقع پر حضرت ابوبرزہ نے تہائی رات تک تاخیر کا ذکر کیا۔

۱۳۶۳ - حَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا سُوَيْدُ بْنُ عَمْرٍو الْكَلْبِيُّ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ سَيَّارِ بْنِ سَلَامَةَ اَبِي الْمِنْهَالِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا بَرْزَةَ الْاَسْلَمِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤَخِّرُ الْعِشَآءَ اِلٰى ثُلُثِ اللَّيْلِ وَيَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيْثَ بَعْدَهَا وَكَانَ يَقْرَاُ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ مِنَ الْمِائَةِ اِلَى السِّتِّيْنَ وَكَانَ يَنْصَرِفُ حِيْنَ يَعْرِفُ بَعْضُنَا وَجْهَ بَعْضٍ.

حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز تہائی رات تک مؤخر کرتے تھے اور عشاء کی نماز سے پہلے سونے اور اس کے بعد باتیں کرنے کو ناپسند کرتے تھے، اور صبح کی نماز میں سو سے لیکر ساٹھ آیتوں تک پڑھتے تھے اور صبح کی نماز سے اس وقت فارغ ہوتے تھے کہ (اجالے کی وجہ سے) ہم میں سے ایک شخص دوسرے کو پہچان لیتا تھا۔

فجر کے مستحب وقت میں مذاہب ائمہ

فجر کی نماز کا وقت بالاتفاق صبح صادق کے طلوع سے طلوع آفتاب تک رہتا ہے، البتہ امام مالک[1]، امام شافعی[2] اور امام احمد بن حنبل[3] کے نزدیک منہ اندھیرے فجر کی نماز پڑھنا مستحب ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ[4] کے نزدیک فجر روشن ہونے کے بعد نماز فجر پڑھنا مستحب ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دلیل اس باب کی وہ احادیث ہیں جن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منہ اندھیرے نماز پڑھتے تھے اور اندھیرے کی وجہ سے نمازی ایک دوسرے کو نہیں پہچانتے تھے، امام اعظم کی طرف سے ان احادیث کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان جواز کے لیے فجر کے اول وقت میں بھی نماز پڑھائی ہے۔ تاہم افضل یہ ہے کہ صبح روشن ہونے کے بعد نماز فجر پڑھی جائے کیونکہ اسی باب میں حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب نمازی (روشنی کی وجہ سے) ایک دوسرے

---

[1] علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ۔ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۲۱۸ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۲۳۰ مطبوعہ مکتبہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[3] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ۔ مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۲۳۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

[4] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر حنفی متوفی ۵۹۳ھ۔ ہدایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۱۹۰ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

کو پہچان لیتے تھے اور یہ روایت اس لیے راجح ہے کہ متعدد احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز اس وقت پڑھنے کا حکم دیا ہے جب سفیدی پھیل جائے، سطور ذیل میں درج احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) عن رافع بن خدیج قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر۔[۱]

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح روشن کر کے پڑھو کیونکہ اس میں زیادہ اجر ہے۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ اس حدیث کے جواب میں کہتے ہیں کہ اسفار کا معنی یہ ہے کہ فجر کا وقت متحقق ہو جائے اور اس میں شک نہ رہے، امام ابن ہمام نے اس جواب پر رد کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر اسفار کا معنی فجر کے وقت کا تحقق ہو تو حدیث شریف کا معنی یہ ہوگا کہ فجر کا وقت متحقق ہونے کے بعد نماز پڑھنے سے زیادہ اجر ملتا ہے جو اس بات کو مستلزم ہے کہ اگر وقت سے پہلے فجر پڑھ لی جائے تو پھر بھی اجر ملیگا اور یہ بداہۃً باطل ہے۔[۲]

(۲) عن رافع بن خدیج قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصبحوا بالصبح فانہ اعظم لاجورکم او اعظم للاجر۔[۳]

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فجر کی نماز صبح کے وقت پڑھو کیونکہ اس میں زیادہ اجر ہے۔

(۳) عن محمود بن لبید عن رجال من قومہ من الانصار ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما اسفرتم بالصبح فانہ اعظم بالاجر۔[۴]

محمود بن لبید اپنی قوم کے لوگوں سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح کی نماز روشن کر کے پڑھنے سے زیادہ اجر ملتا ہے۔

(۴) عن ابی طریف انہ کان شاھدا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین حاصر الطائف فکان یصلی بنا صلوٰۃ الفجر حتی لو ان انسانا رمی بنبلہ ابصر مواقع نبلہ۔[۵]

حضرت ابو طریف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں (وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طائف کے قلعہ میں حاضر تھے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صبح کی نماز اس وقت پڑھائی کہ اگر کوئی انسان تیر پھینکتا تو وہ اپنے تیر گرنے کی جگہ دیکھ سکتا تھا۔

(۵) عن ابراھیم قال ما اجتمع اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم علی شیء ما اجتمعوا علی التنویر۔[۶]

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے جتنا صبح کی نماز روشن کر کے پڑھنے میں اتفاق کیا ہے کسی مسئلہ میں نہیں کیا!

---

[۱] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۴۹ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[۲] امام کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ فتح القدیر ج ۱ ص ۱۹۸، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
[۳] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۶۱ مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور طبع دوم ۱۴۰۵ھ
[۴] امام ابو عبد الرحمان نسائی متوفی ۳۰۳ھ سنن نسائی ج ۱ ص ۵۸ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[۵] امام ابو جعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۰۵ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۴ھ
[۶] ″ ″ ″ ج ۱ ص ۱۰۹ ″ ″ ″

عشاء کے بعد باتیں کرنا

اس باب کی بعض احادیث میں عشاء کی نماز کے بعد باتیں کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اس سے مراد بیکار اور فضول باتیں ہیں، جن میں کوئی مصلحت نہ ہو لیکن جن باتوں میں کوئی مصلحت ہو وہ جائز ہیں، جیسے علم دین کے کسی مسئلہ میں مذاکرہ اور مباحثہ کرنا، دینی جلسوں میں مشغولیت، اسکول اور کالج کی پڑھائی، مطالعہ کتب، نیک لوگوں کے واقعات کا بیان، اپنی اہلیہ اور بچوں سے انس کے لیے گفتگو، مہمانوں سے اور مسافروں سے بات چیت، لوگوں کی فلاح وبہبود کے لیے بات چیت، اچھے کام میں کسی کی سفارش، بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا، ان میں سے بعض امور کے جواز میں احادیث صحیحہ وارد ہیں۔ البتہ عشاء کے بعد ناول پڑھنا، فلم دیکھنا اور گانے سننا جائز نہیں ہیں ——— عشاء کے بعد باتیں کرنے کو اس لیے ناپسند فرمایا کہ زیادہ دیر جاگنے کی وجہ سے مبادا فجر کی نماز رہ جائے اور عشاء سے پہلے سونے کو اس لیے ناپسند فرمایا ہے کہ کہیں عشاء کی نماز رہ جائے۔

بَابٌ ۲۲۶ كَرَاهَةِ تَاخِيرِ الصَّلٰوةِ عَنْ وَقْتِهَا الْمُخْتَارِ وَمَا يَفْعَلُهُ الْمَامُومُ إِذَا أَخَّرَهَا الْإِمَامُ

مستحب وقت سے مؤخر کر کے نماز پڑھانا مکروہ ہے ایسی صورت میں مقتدیوں کا حکم

۱۳۶۴ - حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ وَأَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَا نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ أَنْتَ إِذَا كَانَتْ عَلَيْكَ أُمَرَاءُ يُؤَخِّرُونَ الصَّلٰوةَ عَنْ وَقْتِهَا أَوْ يُمِيتُونَ الصَّلٰوةَ عَنْ وَقْتِهَا قَالَ قُلْتُ فَمَا تَأْمُرُنِي قَالَ صَلِّ الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا فَإِنْ أَدْرَكْتَهَا مَعَهُمْ فَصَلِّ فَإِنَّهَا لَكَ نَافِلَةٌ لَمْ يَذْكُرْ خَلَفٌ عَنْ وَقْتِهَا

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: "جب تم پر ایسے حاکم مسلط ہو جائیں جو نماز کو (مستحب) وقت سے مؤخر کر کے پڑھیں یا فرمایا نماز کے (مستحب) وقت کو ختم کر کے پڑھیں تو تم کیا کرو گے؟ میں نے عرض کیا جو آپ ارشاد فرمائیں! آپ نے فرمایا تم اپنے وقت پر نماز پڑھ لیا کرو پھر اگر ان کے ساتھ نماز پاؤ تو وہ بھی پڑھ لینا کیونکہ وہ تمہارے لیے نفل ہو جائیگی (خلف نے عن وقتها کا لفظ نہیں بیان کیا۔)

WWW.NAFSEISLAM.COM

۱۳۶۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا ذَرٍّ إِنَّهُ سَيَكُونُ بَعْدِي أُمَرَاءُ يُمِيتُونَ الصَّلٰوةَ فَصَلِّ الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا فَإِنْ صَلَّيْتَ لِوَقْتِهَا كَانَتْ لَكَ نَافِلَةً وَإِلَّا كُنْتَ قَدْ أَحْرَزْتَ صَلٰوتَكَ۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: "میرے بعد ایسے حاکم آئیں گے جو نماز کو (مستحب) وقت گزار کر پڑھیں گے تم نماز کو وقت پر پڑھنا، اگر تم نے نماز وقت پر پڑھ لی ہے تو ان کے ساتھ نفل ہو جائے گی اور اگر تم نے ان کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تو تم اپنی نماز تو پڑھ ہی چکے ہو۔"

۱۳۶۶ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میرے

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ اَبِيْ عِمْرَانَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِنَّ خَلِيْلِيْ اَوْصَانِيْ اَنْ اَسْمَعَ وَاُطِيْعَ وَاِنْ كَانَ عَبْدًا مُجَدَّعَ الْاَطْرَافِ وَاَنْ اُصَلِّيَ الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا فَاِنْ اَدْرَكْتَ الْقَوْمَ وَقَدْ صَلَّوْا كُنْتَ قَدْ اَحْرَزْتَ صَلٰوتَكَ وَاِلَّا كَانَتْ لَكَ نَافِلَةً۔

۱۳۶۷- وَحَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ بُدَيْلٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الْعَالِيَةِ يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ اَبِيْ ذَرٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَرَبَ فَخِذِيْ كَيْفَ اَنْتَ اِذَا بَقِيْتَ فِيْ قَوْمٍ يُؤَخِّرُوْنَ الصَّلٰوةَ عَنْ وَقْتِهَا قَالَ مَا تَاْمُرُ قَالَ صَلِّ الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا ثُمَّ اذْهَبْ لِحَاجَتِكَ فَاِنْ اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ وَاَنْتَ فِي الْمَسْجِدِ فَصَلِّ۔

۱۳۶۸- وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ اَبِي الْعَالِيَةِ الْبَرَّاءِ قَالَ اَخَّرَ ابْنُ زِيَادٍ الصَّلٰوةَ فَجَاءَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الصَّامِتِ فَاَلْقَيْتُ لَهٗ كُرْسِيًّا فَجَلَسَ عَلَيْهِ فَذَكَرْتُ لَهٗ صَنِيْعَ ابْنِ زِيَادٍ فَعَضَّ عَلٰى شَفَتِهٖ وَضَرَبَ فَخِذِيْ وَقَالَ اِنِّيْ سَاَلْتُ اَبَا ذَرٍّ كَمَا سَاَلْتَنِيْ فَضَرَبَ فَخِذِيْ كَمَا ضَرَبْتُ فَخِذَكَ وَقَالَ اِنِّيْ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا سَاَلْتَنِيْ فَضَرَبَ فَخِذِيْ كَمَا ضَرَبْتُ فَخِذَكَ وَقَالَ صَلِّ الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا فَاِنْ اَدْرَكَتْكَ الصَّلٰوةُ مَعَهُمْ فَصَلِّ وَلَا تَقُلْ اِنِّيْ قَدْ صَلَّيْتُ فَلَا اُصَلِّيْ۔

خلیل (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے وصیت کی ہے کہ میں (حکام کے احکام) سنوں اور ان کی اطاعت کروں خواہ وہ ہاتھ پیر کٹا غلام ہو، اور یہ کہ میں نماز کو اس کے وقت پر پڑھوں آپ نے فرمایا اگر یہ لوگ نماز پڑھ چکے تو تم اپنی نماز ادا کر چکے ہو، ورنہ ان کے ساتھ تمہاری نماز نفل ہو جائیگی۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری ران پر ہاتھ مارا اور فرمایا جب تم ایسے لوگوں میں رہ جاؤ گے جو وقت گزار کر نماز پڑھیں گے تو تم کیا کرو گے؟ میں نے عرض کیا جو آپ حکم فرمائیں آپ نے فرمایا تم وقت پر اپنی نماز پڑھ کر اپنے کام پر چلے جانا، اس کے بعد اگر جماعت کھڑی ہو اور تم مسجد میں ہو تو نماز پڑھ لینا۔

ابوالعالیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ابن زیاد نے نماز میں دیر کر دی، اتفاقاً میرے پاس حضرت عبداللہ بن صامت رضی اللہ عنہ تشریف لائے میں نے ان کے لیے کرسی پیش کی وہ اس پر بیٹھ گئے، میں نے ان سے عبداللہ بن زیاد کی نماز میں تاخیر کا ذکر کیا انھوں نے اپنے ہونٹ بھینچے اور میری ران پر ہاتھ مارا اور کہا میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے یہی سوال کیا تھا انھوں نے میری ران پر ایسے ہی ہاتھ مارا تھا جیسے میں نے تمہاری ران پر ہاتھ مارا ہے اور کہا کہ میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سوال کیا تھا جس طرح تم نے مجھ سے سوال کیا ہے اور آپ نے بھی میری ران پر ایسے ہی ہاتھ مارا تھا جیسے میں نے تمہاری ران پر ہاتھ مارا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا تھا "نماز اپنے وقت پر پڑھو پھر اگر ان کے ساتھ نماز مل جائے تو ان کے ساتھ بھی

١٣٦٩- وحدثنا عاصم بن النضر التيمي قال نا خالد بن الحارث قال نا شعبة عن أبي نعامة عن عبد الله بن الصامت عن أبي ذر رضي الله عنه قال كيف أنتم أو قال كيف أنت إذا بقيت في قوم يؤخرون الصلوة عن وقتها فصل الصلوة لوقتها ثم إن أقيمت الصلوة فصل معهم فإنها زيادة خير۔

حضرت عبداللہ بن صامت بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم ان لوگوں میں رہو گے جو نماز دیر سے پڑھتے ہیں! تم نماز کو اپنے وقت میں پڑھ لینا پھر اگر جماعت کھڑی ہو تو ان کے ساتھ بھی پڑھ لینا کیونکہ اس میں زیادہ خیر ہے۔

١٣٧٠- وحدثني أبو غسان المسمعي قال نا معاذ وهو ابن هشام قال حدثني أبي عن مطر عن أبي العالية البراء قال قلت لعبد الله بن الصامت رضي الله عنه نصلي يوم الجمعة خلف أمراء فيؤخرون الصلوة قال فضرب فخذي ضربة أوجعتني وقال سألت أبا ذر عن ذلك فضرب فخذي وقال سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ذلك فقال صلوا الصلوة لوقتها واجعلوا صلوتكم معهم نافلة قال وقال عبد الله ذكر لي أن النبي صلى الله عليه وسلم ضرب فخذ أبي ذر۔

ابوالعالیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہم جمعہ کے دن حکام کی اقتداء میں نماز پڑھتے ہیں وہ نماز کو آخری وقت میں ادا کرتے ہیں۔ ابوالعالیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے میری ران پر اتنی زور سے ہاتھ مارا کہ مجھے درد ہونے لگا اور کہا کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے یہی دریافت کیا تو انھوں نے بھی میری ران پر مارا اور کہا کہ میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی بات دریافت کی تھی تو آپ نے فرمایا تم (مسنون) وقت میں نماز پڑھا کرو اور جماعت کے ساتھ نماز کو بطور نفل پڑھ لیا کرو، راوی کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ نے مجھے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت ابوذر کی ران پر ہاتھ مارا تھا۔

نماز میں تعجیل اس باب کی احادیث میں نماز کو مستحب وقت میں پڑھنے کی تاکید فرمائی ہے اور یہ کہ اگر ائمہ نماز کو مستحب وقت گزرنے کے بعد تاخیر سے پڑھیں تو اپنی نماز وقت پر پڑھ لی جائے اور بعد میں ائمہ کے ساتھ بھی نماز پڑھ لی جائے۔ اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے کہ ان میں فرض کون سی نماز ہوگی۔ امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ پہلی نماز نفل اور دوسری فرض ہوگی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک پہلی نماز فرض ہوگی اور دوسری نفل، اس باب کی احادیث امام ابوحنیفہ کے مسلک کی مؤید ہیں۔ چونکہ دوسری احادیث سے فجر اور عصر کے بعد نفل پڑھنے کی ممانعت ثابت ہے اور تین رکعت نفل مشروع نہیں ہیں اس لیے اس حدیث کے مطابق صرف ظہر اور عشاء میں ہی حکام کے ساتھ دوبارہ بطور نفل کے نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ شافعی تمام نمازوں میں دوبارہ نماز پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں[1] ان پر وہ احادیث حجت ہیں جن میں فجر اور عصر کے بعد نوافل سے آپ نے منع فرمایا ہے اور دلیل محرم مبیح پر مقدم

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ٦٧٦ھ شرح مسلم ج ۱ ص ٢٣١ مطبوعہ نور محمد کراچی ١٣٧٥ھ۔

ہوتی ہے ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حتی الامکان حکام کی اطاعت کی جائے جب تک کہ وہ کسی معصیت کا حکم نہ دیں۔

حکام کی اطاعت اس باب کی ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ اگر کوئی اعضاء بریدہ غلام بھی حاکم ہو تو اس کی اطاعت کی جائے۔ اس پر سوال ہے کہ حاکم بنانے کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ آزاد اور سلیم الاعضاء ہو پھر اعضاء بریدہ غلام کی اطاعت کا کیا معنی ہے۔ علامہ نووی نے اس کے دو جواب دیے ہیں ایک یہ کہ اگر حاکم کو منتخب کرنے کا موقع ہو تو آزاد اور سلیم الاعضاء ہی کو حاکم بنایا جائے لیکن یہاں اس صورت کا بیان ہے کہ جب کوئی غلام یا اعضاء بریدہ بزور اور جبراً حاکم بن جائے اور بتایا گیا ہے کہ غیر معصیت میں اس کی اطاعت بھی لازم ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ آزاد وغیرہ کی شرط خلیفہ کے لیے ہے عام حکام کے لیے نہیں ہے اور یہاں حکام سے مراد خلیفہ کے نامزد کردہ حکام ہیں۔

باب ۲۲ فَضْلِ صَلٰوةِ الْجَمَاعَةِ وَبَيَانِ التَّشْدِيْدِ فِي التَّخَلُّفِ عَنْهَا وَاَنَّهَا فَرْضُ كِفَايَةٍ

نماز با جماعت پڑھنے کی تاکید اور اس کے فرض کفایہ ہونے کا بیان

۱۳۷۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوةِ اَحَدِكُمْ وَحْدَهٗ بِخَمْسَةٍ وَّعِشْرِيْنَ جُزْءًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا با جماعت نماز پڑھنا تمہارے تنہا پڑھنے سے پچیس گنا افضل ہے۔

۱۳۷۲ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ الْاَعْلٰى عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَفْضُلُ صَلٰوةُ الْجَمِيْعِ عَلٰى صَلٰوةِ الرَّجُلِ وَحْدَهٗ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً قَالَ وَتَجْتَمِعُ مَلٰٓئِكَةُ اللَّيْلِ وَمَلٰٓئِكَةُ النَّهَارِ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِقْرَءُوْٓا اِنْ شِئْتُمْ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا با جماعت نماز پڑھنا تنہا پڑھنے سے پچیس گنا افضل ہے اور فرمایا رات اور دن کے فرشتے فجر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں اور تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو (ترجمہ) فجر میں قرآن کی تلاوت پر (فرشتے) حاضر کیے جاتے ہیں۔

۱۳۷۳ - وَحَدَّثَنِيْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اِسْحٰقَ قَالَ نَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدٌ وَّاَبُوْ سَلَمَةَ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بِمِثْلِ حَدِيْثِ عَبْدِ الْاَعْلٰى

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

عَنْ مَعْمَرٍ اِلَّا اَنَّهٗ قَالَ بِخَمْسٍ وَّعِشْرِيْنَ جُزْءًا۔

۱۳۷۴ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ قَالَ نَا اَفْلَحُ عَنْ اَبِيْ بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ سُلَيْمَانَ الْاَغَرِّ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ تَعْدِلُ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ مِنْ صَلٰوةِ الْفَذِّ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا با جماعت نماز تنہا شخص کی پچیس نمازوں کے برابر ہے۔

۱۳۷۵ - حَدَّثَنِيْ هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَا نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ عُمَرُ بْنُ عَطَاءِ بْنِ اَبِي الْخُوَارِ اَنَّهٗ بَيْنَا هُوَ جَالِسٌ مَعَ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ اِذْ مَرَّ بِهِمَا اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ خَتَنُ زَيْدِ بْنِ زَبَّانَ مَوْلَى الْجُهَنِيِّيْنَ فَدَعَاهُ نَافِعٌ فَقَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةٌ مَعَ الْاِمَامِ اَفْضَلُ مِنْ خَمْسٍ وَّعِشْرِيْنَ صَلٰوةً يُصَلِّيْهَا وَحْدَهٗ۔

عمر بن عطاء بیان کرتے ہیں کہ میں نافع بن جبیر بن مطعم کے پاس بیٹھا ہوا تھا ناگاہ وہاں سے ابو عبداللہ کا گذر ہوا نافع نے انہیں بلایا اور کہا میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام کے ساتھ نماز پڑھنا تنہا پچیس نمازیں پڑھنے سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

۱۳۷۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوةِ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا، تنہا نماز پڑھنے سے ستائیس درجہ افضل ہے۔

۱۳۷۷ - وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَا نَا يَحْيٰى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ اَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةُ الرَّجُلِ فِي الْجَمَاعَةِ تَزِيْدُ عَلٰى صَلٰوتِهٖ وَحْدَهٗ سَبْعًا وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی شخص کا جماعت کیساتھ نماز پڑھنا تنہا نماز پڑھنے سے ستائیس درجہ فضیلت رکھتا ہے۔

۱۳۷۸ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَا نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ اَبِيْهِ بِضْعًا وَّعِشْرِيْنَ وَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ فِيْ رِوَايَتِهٖ سَبْعًا وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً۔

ایک اور سند کے ساتھ ابن نمیر نے بیس اور کچھ درجہ کہا اور ابوبکر نے ستائیس درجہ۔

۱۳۷۹ - وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا ابْنُ اَبِيْ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

فُدَيْكٍ قَالَ اَنَا الضَّحَّاكُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بِضْعًا وَّعِشْرِيْنَ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیس اور کچھ زیادہ۔

۱۳۸۰- وَحَدَّثَنِيْ عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدَ نَاسًا فِيْ بَعْضِ الصَّلَوَاتِ فَقَالَ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ رَجُلًا يُّصَلِّيْ بِالنَّاسِ ثُمَّ اُخَالِفَ اِلٰى رِجَالٍ يَّتَخَلَّفُوْنَ عَنْهَا فَاٰمُرَ بِهِمْ فَيُحَرِّقُوْا عَلَيْهِمْ بِحُزَمِ الْحَطَبِ بُيُوْتَهُمْ وَلَوْ عَلِمَ اَحَدُهُمْ اَنَّهٗ يَجِدُ عَظْمًا سَمِيْنًا لَشَهِدَهَا يَعْنِيْ صَلٰوةَ الْعِشَاءِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو نماز میں نہیں پایا تو فرمایا میں نے ارادہ کیا کہ ایک شخص کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے، پھر میں ان لوگوں کی طرف جاؤں جو نماز میں نہیں آئے اور لکڑیاں جمع کرا کے ان کے گھروں میں آگ لگانے کا حکم دوں (ان لوگوں کا یہ حال ہے کہ) اگر کسی کو یہ معلوم ہو جائے کہ ان کو ایک پر از گوشت ہڈی ملے گی تو یہ اس نماز (یعنی عشاء) میں ضرور آئیں گے۔

۱۳۸۱- حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا الْاَعْمَشُ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لَهُمَا قَالَا نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَثْقَلَ صَلٰوةٍ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ صَلٰوةُ الْعِشَاءِ وَصَلٰوةُ الْفَجْرِ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِيْهِمَا لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا وَلَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ بِالصَّلٰوةِ فَتُقَامَ ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًا فَيُصَلِّيَ بِالنَّاسِ ثُمَّ اَنْطَلِقَ مَعِيْ بِرِجَالٍ مَّعَهُمْ حُزَمٌ مِّنْ حَطَبٍ اِلٰى قَوْمٍ لَّا يَشْهَدُوْنَ الصَّلٰوةَ فَاُحَرِّقَ عَلَيْهِمْ بُيُوْتَهُمْ بِالنَّارِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافقین پر سب سے زیادہ دشوار، عشاء اور فجر کی نماز ہے، اگر ان لوگوں کو ان نمازوں کا ثواب معلوم ہو جائے تو یہ ان نمازوں کو پڑھنے ضرور آئیں گے خواہ انھیں گھٹنوں کے بل چل کر آنا پڑے، میں نے ارادہ کیا تھا کہ ایک شخص کو نماز پڑھانے کا حکم دوں پھر چند لوگوں کے ساتھ لکڑیوں کا گٹھا لے کر ان لوگوں کے پاس جاؤں جو جماعت میں نہیں آتے اور ان کے گھروں کو آگ لگا دوں۔

۱۳۸۲- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ اَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ فِتْيَانِيْ اَنْ يَّسْتَعِدُّوْا لِيْ بِحُزَمٍ مِّنْ حَطَبٍ ثُمَّ اٰمُرَ رَجُلًا يُّصَلِّيْ بِالنَّاسِ ثُمَّ تُحَرَّقُ بُيُوْتٌ عَلٰى مَنْ فِيْهَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے ارادہ کیا کہ اپنے جوانوں کو لکڑیاں اکٹھی کرنے کا حکم دوں پھر ایک شخص سے جماعت کرانے کے لیے کہوں پھر ان لوگوں سمیت (جو جماعت میں نہیں آتے) ان کے گھروں میں آگ لگا دوں۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

۱۳۸۳- وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ وَكِيعٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهِ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۳۸۴- وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يُونُسَ قَالَ نَا زُهَيْرٌ قَالَ نَا أَبُو إِسْحٰقَ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ سَمِعَهُ مِنْهُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِقَوْمٍ يَتَخَلَّفُونَ عَنِ الْجُمُعَةِ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ رَجُلًا يُصَلِّي بِالنَّاسِ ثُمَّ أُحَرِّقَ عَلَى رِجَالٍ يَتَخَلَّفُونَ عَنِ الْجُمُعَةِ بُيُوتَهُمْ.

ف: اس جگہ جمعہ سے مراد جماعت ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ میں حاضر نہ ہونے والوں کے بارے میں فرمایا میں نے ارادہ کیا کہ ایک شخص کو جماعت کرانے کا حکم دوں پھر ان لوگوں کے گھروں میں آگ لگا دوں جو جمعہ میں نہیں آتے۔

۱۳۸۵- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَسُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ وَيَعْقُوبُ الدَّوْرَقِيُّ كُلُّهُمْ عَنْ مَرْوَانَ الْفَزَارِيِّ قَالَ قُتَيْبَةُ نَا الْفَزَارِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ الْأَصَمِّ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ الْأَصَمِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ أَعْمٰى فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّهُ لَيْسَ لِي قَائِدٌ يَقُودُنِي إِلَى الْمَسْجِدِ فَسَأَلَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُرَخِّصَ لَهُ فَيُصَلِّيَ فِي بَيْتِهِ فَرَخَّصَ لَهُ فَلَمَّا وَلّٰى دَعَاهُ فَقَالَ هَلْ تَسْمَعُ النِّدَاءَ بِالصَّلٰوةِ فَقَالَ نَعَمْ قَالَ فَأَجِبْ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک نابینا شخص حاضر ہوا اور عرض کیا، یا رسول اللہ! مجھے مسجد تک پہنچانے والا کوئی نہیں ہے، اس شخص نے یہ درخواست اس لیے کی تھی کہ اسے گھر میں نماز پڑھنے کی رخصت مل جائے، آپ نے اسے اجازت دیدی، اس کے جانے کے بعد آپ نے اسے بلایا اور فرمایا کیا تم اذان کی آواز سنتے ہو؟ اس نے عرض کیا جی! آپ نے فرمایا تو پھر تم اذان پر لبیک کہو (یعنی مسجد میں آکر نماز پڑھو)۔

ف: یہ سائل حضرت عبداللہ بن ام مکتوم تھے جیسا کہ ابو داؤد کی روایت میں تصریح ہے۔ (نووی)

۱۳۸۶- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِيُّ قَالَ نَا زَكَرِيَّا بْنُ أَبِي زَائِدَةَ قَالَ نَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَقَدْ رَأَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنِ الصَّلٰوةِ إِلَّا مُنَافِقٌ قَدْ عُلِمَ نِفَاقُهُ أَوْ مَرِيضٌ إِنْ كَانَ الْمَرِيضُ لَيَمْشِي بَيْنَ رَجُلَيْنِ حَتّٰى يَأْتِيَ الصَّلٰوةَ وَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَنَا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم سمجھتے تھے کہ جماعت چھوڑنے والا شخص یا تو منافق ہوتا تھا جس کا نفاق معروف ہو یا بیمار، بلکہ بیمار بھی دو شخصوں کے کاندھوں کا سہارا لے کر مسجد میں نماز پڑھنے آتا تھا، اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سنن ہدیٰ کی تعلیم دی ہے اور ان میں سے یہ بھی سنت مؤکدہ ہے کہ جس مسجد میں اذان ہوتی ہو اس

سُنَنَ الْهُدٰى وَاِنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى الصَّلٰوةُ فِى الْمَسْجِدِ الَّذِىْ يُؤَذَّنُ فِيْهِ۔

١٣٨٧- وَحَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ قَالَ نَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ عَنْ اَبِى الْعُمَيْسِ عَنْ عَلِىِّ بْنِ الْاَقْمَرِ عَنْ اَبِى الْاَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِىَ اللهُ عَنْهُ قَالَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَلْقَى اللهَ غَدًا مُسْلِمًا فَلْيُحَافِظْ عَلٰى هٰؤُلَاۗءِ الصَّلَوٰتِ حَيْثُ يُنَادٰى بِهِنَّ فَاِنَّ اللهَ شَرَعَ لِنَبِيِّكُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُنَنَ الْهُدٰى وَاِنَّهُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى وَلَوْ اَنَّكُمْ صَلَّيْتُمْ فِىْ بُيُوْتِكُمْ كَمَا يُصَلِّىْ هٰذَا الْمُتَخَلِّفُ فِىْ بَيْتِهٖ لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ وَمَا مِنْ رَجُلٍ يَتَطَهَّرُ فَيُحْسِنُ الطُّهُوْرَ ثُمَّ يَعْمِدُ اِلٰى مَسْجِدٍ مِنْ هٰذِهِ الْمَسَاجِدِ اِلَّا كَتَبَ اللهُ لَهٗ بِكُلِّ خُطْوَةٍ يَخْطُوْهَا حَسَنَةً وَيَرْفَعُهٗ بِهَا دَرَجَةً وَيَحُطُّ عَنْهُ بِهَا سَيِّئَةً وَلَقَدْ رَاَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا اِلَّا مُنَافِقٌ مَعْلُوْمُ النِّفَاقِ وَلَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يُؤْتٰى بِهٖ يُهَادٰى بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتّٰى يُقَامَ فِى الصَّفِّ۔

١٣٨٨- حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ قَالَ نَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ الْمُهَاجِرِ عَنْ اَبِى الشَّعْثَاۗءِ قَالَ كُنَّا قُعُوْدًا فِى الْمَسْجِدِ مَعَ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللهُ عَنْهُ فَاَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْمَسْجِدِ يَمْشِىْ فَاَتْبَعَهٗ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللهُ عَنْهُ بَصَرَهٗ حَتّٰى خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَقَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللهُ عَنْهُ اَمَّا هٰذَا فَقَدْ عَصٰى اَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

١٣٨٩- وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِىْ عُمَرَ الْمَكِّىُّ قَالَ نَا سُفْيَانُ هُوَ ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ اَشْعَثَ بْنِ اَبِى الشَّعْثَاۗءِ الْمُحَارِبِىِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ

ہیں اگر جماعت کے ساتھ نماز پڑھی جائے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص کو حالت اسلام میں کل اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شوق ہو اس پر لازم ہے کہ جس جگہ اذان دی جاتی ہے وہاں ان نمازوں کی حفاظت کرے، اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سنن ہدیٰ مشروع فرمائی ہیں اور یہ (جماعت سے نماز پڑھنا) سنت مؤکدہ ہے اور اگر تم نے گھروں میں نماز پڑھی جیسا کہ یہ تارک جماعت پڑھتا ہے تو تم اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنت چھوڑ دو گے اور اگر تم نے اپنے نبی کی سنت چھوڑ دی تو گمراہ ہو جاؤ گے جو شخص اچھی طرح وضو کر کے ان مساجد میں جانے کا قصد کرتا ہو تو لاریب اللہ تعالیٰ اس کے ہر قدم کے بدلہ میں ایک نیکی عطا فرماتا ہے، ایک درجہ بلند کرتا ہے اور ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔ ہم یہ سمجھتے تھے کہ جماعت کو چھوڑنے والا صرف منافق ہوتا ہے جس کا نفاق معروف ہو اور ایک شخص دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں لایا جاتا اور اس کو صف میں کھڑا کر دیا جاتا۔

ابو الشعثاء کہتے ہیں کہ ہم مسجد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، اس وقت مؤذن نے اذان دی اور ایک شخص مسجد سے اٹھ کر جانے لگا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی نگاہ اس کا تعاقب کرتی رہی حتیٰ کہ وہ مسجد سے نکل گیا پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس شخص نے حضرت ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی ہے۔

ابو الشعثاء محاربی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو اذان کے بعد مسجد سے جاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا اس شخص نے ابو القاسم (صلی اللہ علیہ وسلم)

أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَرَأَى رَجُلًا يَجْتَازُ الْمَسْجِدَ خَارِجًا بَعْدَ الْأَذَانِ فَقَالَ أَمَّا هٰذَا فَقَدْ عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ۔

کی حکم عدولی کی ہے۔

ف: اگر کوئی عذر شرعی ہو تو اذان کے بعد مسجد سے جا سکتا ہے ورنہ بغیر نماز پڑھے جانا مکروہ تحریمی ہے۔

۱۳۹۰- حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ سَلَمَةَ الْمَخْزُومِيُّ قَالَ أَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ وَهُوَ ابْنُ زِيَادٍ قَالَ نَا عُثْمَانُ بْنُ حَكِيمٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي عَمْرَةَ قَالَ دَخَلَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ الْمَسْجِدَ بَعْدَ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ فَقَعَدَ وَحْدَهُ فَقَعَدْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ يَا ابْنَ أَخِي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِي جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا قَامَ نِصْفَ اللَّيْلِ وَمَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فِي جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا صَلَّى اللَّيْلَ كُلَّهُ۔

عبد الرحمٰن بن ابی عمرہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مغرب کی نماز کے بعد مسجد میں آئے اور تنہا بیٹھ گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ انھوں نے فرمایا۔ اے بھتیجے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے عشاء کی نماز با جماعت پڑھی تو گویا اس نے نصف رات قیام کیا اور جس نے صبح کی نماز با جماعت پڑھی تو گویا اس نے تمام رات قیام کیا (یعنی نوافل پڑھتے ہوئے رات گذاری)۔

۱۳۹۱- وَحَدَّثَنِيهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَسَدِيُّ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ جَمِيعًا عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي سَهْلٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۱۳۹۲- حَدَّثَنِي نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ قَالَ نَا بِشْرٌ يَعْنِي ابْنَ مُفَضَّلٍ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ سَمِعْتُ جُنْدَبَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فَهُوَ فِي ذِمَّةِ اللّٰهِ فَلَا يَطْلُبَنَّكُمُ اللّٰهُ فِي ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ نُدْرِكْهُ فَيَكُبَّهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ۔

حضرت جندب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے صبح کی نماز پڑھی وہ اللہ کی ذمہ داری میں ہے اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں خلل ڈالا، اللہ تعالیٰ اس کو اوندھے منہ جہنم میں ڈال دیگا۔

۱۳۹۳- وَحَدَّثَنِيهِ يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ قَالَ نَا إِسْمٰعِيلُ عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ سَمِعْتُ جُنْدَبًا الْقَسْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى صَلٰوةَ الصُّبْحِ فَهُوَ فِي ذِمَّةِ اللّٰهِ فَلَا يَطْلُبَنَّكُمُ اللّٰهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ فَإِنَّهُ مَنْ يَطْلُبْهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ

حضرت جندب قسری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں جس شخص نے صبح کی نماز پڑھی وہ اللہ تعالیٰ کی امان میں ہے۔ پس کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی امان میں خلل نہ ڈالے اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی امان میں خلل ڈالا، اللہ تعالیٰ اس کو اوندھے منہ جہنم کی آگ میں ڈال دیگا۔

يُدْرِكُهُ ثُمَّ يَكُبَّهُ عَلَى وَجْهِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ.

۱۳۹۴- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ جُنْدُبِ ابْنِ سُفْيَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا وَلَمْ يَذْكُرْ فَيَكُبَّهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے لیکن اس میں اوندھے منہ جہنم میں ڈالنے کا ذکر نہیں ہے۔

جماعت کی فضیلت اور اہمیت

اس باب کی احادیث میں جماعت کی فضیلت اور اہمیت کو بیان کیا گیا ہے جماعت کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ میدان جنگ میں بھی مسلمانوں کو ایک امام کی اقتداء میں جماعت سے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اور فرمایا ہے کہ ایک گروہ دشمن کے سامنے کھڑا رہے اور ایک گروہ امام کی اقتداء میں نماز پڑھے قرآن کریم میں ہے۔

واذا کنت فیھم فاقمت لھم الصلوۃ فلتقم طائفۃ منھم معک ولیاخذوا اسلحتھم فاذا سجدوا فلیکونوا من ورائکم ولتات طائفۃ اخری لم یصلوا فلیصلوا معک ولیاخذوا حذرھم و اسلحتھم۔ الآیۃ (النساء: ۱۰۲)

جب آپ ان میں موجود ہوں تو ان کو نماز کی امامت کرائیں، ان کی ایک جماعت ہتھیاروں سمیت آپ کے ساتھ نماز پڑھے ایک رکعت پڑھنے کے بعد وہ پیچھے چلے جائیں اور دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی تھی وہ آکر آپ کے ساتھ نماز پڑھے اور وہ بھی نماز میں اپنے ہتھیار ساتھ رکھیں۔

جب میدان جنگ اور حالت خوف میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم ہے تو حالت امن میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا کسقدر اہم ہوگا۔

عن ابی الدرداء قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما من ثلثۃ فی قریۃ ولا بدو لا تقام فیھم الصلوۃ الا قد استحوذ علیھم الشیطان فعلیک بالجماعۃ فانما یاکل الذئب القاصیۃ [1]

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس بستی یا جنگل میں تین شخص ہوں اور جماعت سے نہ پڑھیں وہ لوگ شیطان سے مغلوب ہیں پس تم جماعت (سے نماز) کو لازم کر لو کیونکہ تنہا بھیڑ کو بھیڑیا کھا جاتا ہے۔

اسی وجہ سے احناف [2] اور شوافع [3] کے نزدیک اگر کسی بستی کے لوگ باجماعت نماز نہ پڑھیں تو ان سے قتال کیا جائیگا۔ اور کسی عذر شرعی کے بغیر جماعت ترک کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سمع المنادی فلم یمنعہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اذان

۱۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۸۰ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ

۲۔ علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری جز ۵ ص ۱۶۲ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

۳۔ الشیخ محمد الشربینی الخطیب الشافعی من قرن العاشر مغنی المحتاج ج ۱ ص ۲۲۹ دار احیاء التراث بیروت۔

من اتباعہ عذر قالوا وما العذر قال خوف او مرض لم تقبل منہ الصلوٰۃ التی صلی ۔[۱]

سنی اور بغیر عذر کے جماعت سے نماز نہ پڑھی اس کی پڑھی ہوئی نماز قبول نہیں ہوگی۔ صحابہ نے پوچھا عذر کیا ہے آپ نے فرمایا خوف یا مرض۔

ابو سلیمان دارانی کہتے ہیں جس شخص کی جماعت اس کے کسی گناہ کی وجہ سے فوت ہوتی تھی ،سلف صالحین اس شخص کی تین دن تک تعزیت کرتے تھے اور جس کی تکبیرۂ اولی فوت ہو جاتی تھی ، اور جس کی جماعت رہ جاتی تھی اس کی سات دن تک تعزیت کرتے تھے ۔[۲]

جماعت میں مذاہب امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ اور داؤد ظاہری کے نزدیک جماعت فرض عین ہے اور بغیر جماعت کے نماز جائز نہیں ہے ۔[۳] ان کی دلیل بخاری اور مسلم کی وہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت سے نماز نہ پڑھنے والوں کا گھر جلانے کا ارادہ فرمایا اور ابن ماجہ اور ابو داؤد کی وہ حدیث ہے جس میں آپ نے فرمایا بلا عذر بغیر جماعت کے نماز قبول نہیں ہوتی یہ دلیل اولاً اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اس میں خبر واحد سے فرضیت پر استدلال کیا گیا ہے اور وہ ظنی الثبوت ہوتی ہے اور فرضیت کے لیے قطعی الثبوت قطعی الدلالۃ دلیل کی ضرورت ہوتی ہے ۔ ثانیاً اس لیے کہ بخاری اور مسلم کی جس حدیث میں جماعت سے نماز نہ پڑھنے والوں کے گھر جلانے کے ارادہ کا ذکر کیا گیا ہے اس کی لزوم اور فرضیت پر دلالت کئی وجوہ سے مخدوش ہے اولاً اس لیے کہ آپ کا یہ قصد منافقین کے بارے میں تھا ثانیاً اس لیے کہ اگر جماعت سے نماز پڑھنا فرض عین ہوتا تو آپ کسی اور کو امام بنا کر خود جماعت ترک نہ فرماتے۔ ثالثاً اس لیے کہ بخاری اور مسلم کی حدیث میں ہے کہ جماعت سے نماز کا ثواب تنہا پڑھنے کی بہ نسبت ستائیس گنا زیادہ ہوتا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تنہا پڑھنے سے بھی نماز ادا ہو جاتی ہے اگر جماعت فرض عین ہوتی تو تنہا نماز پڑھنا جائز ہی نہ ہوتا۔ رابعاً، حضرت یزید بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے موقع پر ساتھ تھا میں نے آپ کے ساتھ مسجد خیف میں صبح کی نماز پڑھی نماز ادا کرنے کے بعد آپ نے قوم کے آخر میں دو شخصوں کو دیکھا جنھوں نے نماز نہیں پڑھی تھی ۔ آپ نے فرمایا انھیں بلا کر لاؤ انھیں لایا گیا درآں حالیکہ خوف کی وجہ سے ان کی گردن کی رگیں لرز رہی تھیں۔ آپ نے پوچھا تمہیں ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے کیا چیز مانع تھی ؟ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے اپنی قیام گاہ میں پہلے نماز پڑھ لی تھی ۔ آپ نے فرمایا ایسا نہ کیا کرو ، جب تم نے اپنی قیام گاہ میں نماز پڑھ لی ہو اور پھر مسجد میں جماعت کو پاؤ تو جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لیا کرو وہ تمہارے لیے نفل ہو جائیگی[۴] ـــــ اگر جماعت فرض عین ہوتی تو آپ فرما دیتے تمہاری نماز نہیں ہوئی ۔ خامساً محمود بن ربیع انصاری بیان کرتے ہیں حضرت عتبان بن مالک انصاری ایک مسجد میں نماز پڑھاتے تھے ۔ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا بارش اور سیلاب کی وجہ سے میں مسجد میں نہیں جا سکتا (ان کی آنکھوں میں تکلیف بھی تھی) آپ

۱۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ ۔ سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۸۱ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ

۲۔ الشیخ محمد الشربینی الخطیب من علماء قرن العاشر ۔ مغنی المحتاج ج ۱ ص ۲۲۸ دار احیاء التراث بیروت ۔

۳۔ علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ ۔ مغنی ابن قدامہ ج ۲ ص ۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

۴۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ ۔ جامع ترمذی ص ۵۹ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۔

میرے گھر آکر نماز پڑھا دیں تاکہ میں اس جگہ نماز پڑھ لیا کروں۔ آپ نے ان کے گھر آکر نماز پڑھا دی [1] اس طرح آپ نے انھیں بلا جماعت نماز پڑھنے کی اجازت دے دی۔ سادساً اگر جماعت فرض ہوتی تو جمعہ کی طرح عام نمازوں کے لیے بھی جماعت کو شرط قرار دیا جاتا۔ سابعاً جماعت کو فرض عین ماننا قرآن مجید پر زیادتی ہے کیونکہ قرآن مجید نے مطلقاً نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے جماعت کا ذکر نہیں کیا۔ امام احمد بن حنبل کی دوسری دلیل حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ بلا عذر بغیر جماعت کے نماز مقبول نہیں ہوتی، اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں قبول کامل کی نفی ہے۔ علاوہ ازیں یہ خبر واحد ہے اور ان دلائل سے معارض ہے جو ابھی گذر چکے ہیں۔

امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ کے نزدیک جماعت فرض کفایہ ہے [2]۔ ان کی دلیل ابوداؤد اور نسائی کی وہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس بستی یا جنگل میں تین شخص ہوں اور وہ جماعت سے نماز نہ پڑھیں تو وہ شیطان سے مغلوب ہیں تم جماعت کو لازم کر لو کیونکہ تنہا بھیڑ کو بھیڑیا کھا جاتا ہے [3]۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سنن کی حدیث ہے اور صحیحین یعنی بخاری اور مسلم کی حدیث کے مقابلہ میں مرجوح ہے جس سے فرض کفایہ کی نفی ہوتی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کھڑی کرانے کے بعد ان لوگوں کے گھر جلانے کا ارادہ کیا جنھوں نے نماز جماعت سے نہیں پڑھی تھی اور فرض کفایہ کا قاعدہ یہ ہے کہ بعض کے ادا کرنے سے اس کی فرضیت دوسروں سے ساقط ہو جاتی ہے اگر جماعت فرض کفایہ ہوتی تو جب بعض لوگوں نے جماعت سے نماز پڑھ لی تھی تو آپ ان دوسرے لوگوں کے گھر جلانے کا ارادہ نہ فرماتے جنھوں نے جماعت سے نماز نہیں پڑھی تھی کیونکہ بعض لوگوں کے جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لینے سے ان سے فرضیت ساقط ہو گئی تھی۔

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ [4] اور امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ کے نزدیک جماعت سنت مؤکدہ ہے [5] اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علمنا سنن الهدى، وان من سنن الهدى الصلوٰة فی المسجد الذی یؤذن فیہ۔ [6] "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سنن ہدیٰ (سنت مؤکدہ) کی تعلیم دی ہے اور سنن ہدیٰ میں سے یہ بھی ہے کہ جس مسجد میں اذان دی گئی ہو اس میں نماز پڑھی جائے"۔ نیز حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا: ولو انکم صلیتم فی بیوتکم کما یصلی هذا المتخلف فی بیتہ لترکتم سنة نبیکم ولو ترکتم سنة نبیکم لضللتم۔ [7] "اگر تم نے جماعت چھوڑنے

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ ۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۶۰ ملخصاً مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ۔

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ۔ شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۱ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۳۷۵ھ

[3] امام عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ سنن نسائی ج ۱ ص ۸۶ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[4] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر حنفی متوفی ۵۹۳ھ۔ ہدایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۲۹۹ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[5] ابوالولید ابن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۰۲ مطبوعہ دارالفکر بیروت۔

[6] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۲ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، ۱۳۷۵ھ۔

[7] " " " " " " "

والے اس شخص کی طرح اپنے گھروں میں نماز پڑھی تو تم اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنت مؤکدہ کے تارک ہو جاؤ گے اور اگر تم نے اپنے نبی کی سنت ترک کر دی تو تم گمراہ ہو جاؤ گے۔" اس حدیث میں اس بات پر واضح دلالت ہے کہ جماعت سے نماز پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔

احادیث میں تطبیق

اس باب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جماعت سے نماز پڑھنے کا اجر پچیس گنا زیادہ ہے، اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ جماعت کا اجر ستائیس گنا زیادہ ہے بظاہر ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہے اس کا ایک جواب یہ ہے کہ آپ پر احکام بتدریج نازل ہوتے رہے ہیں اس لیے ہوسکتا ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے پچیس گنا اجر عطا فرمایا ہو اور بعد میں اجر زیادہ کر کے ستائیس گنا کر دیا ہو۔ دوسرا جواب یہ ہے ہوسکتا ہے کہ بعض جگہوں کی برکت یا بعض نمازیوں کے خلوص نیت، خضوع، خشوع اور عبادت میں مشقت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ زیادہ اجر عطا فرما کر ستائیس گنا فرما دے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ عشاء اور صبح میں چونکہ آپ نے زیادہ اجر بیان فرمایا ہے کہ عشاء کی نماز باجماعت پڑھنے سے نصف شب اور صبح کی نماز باجماعت پڑھنے سے تمام شب عبادت کا اجر ملتا ہے اس لیے ہوسکتا ہے کہ ستائیس گنا اجر کا تعلق عشاء اور فجر کی جماعت کے ساتھ ہو اور پچیس گنے کا تعلق باقی نمازوں کے ساتھ ہو۔

جماعت کے فوائد

جماعت سے نماز پڑھنے کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اگر انسان تنہا نماز پڑھے تو نہ جانے قبول ہو یا نہ ہو لیکن جب جماعت کے ساتھ نماز پڑھے گا تو نمازیوں میں اگر اللہ کا کوئی مقبول بندہ ہوا تو اللہ تعالیٰ کے کرم سے یہ غیر متصور ہے کہ وہ اس مقبول بندہ کی نماز قبول کرے اور اسی کے ساتھ پڑھی ہوئی دوسرے نکمے اور ناکارہ لوگوں کی نمازوں کو رد کر دے لہٰذا جب اللہ تعالیٰ اپنے نیک اور صالح بندے کی نماز قبول فرمائیگا تو اس کے ساتھ ہم الیسوں کی نماز قبول فرمائیگا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی ایک جماعت اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے والے بندوں کی تلاش کے لیے مقرر کی ہے جب وہ کسی جگہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والوں کو دیکھتے ہیں تو وہاں بیٹھ جاتے ہیں اور بعض، بعض کو پروں سے آسمان تک گھیر لیتے ہیں۔ پھر وہ منتشر ہو کر آسمان کی طرف جاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے سوال فرماتا ہے (در آں حالیکہ وہ ان سے زیادہ جانتا ہے) تم کہاں سے آئے ہو؟ فرشتے عرض کرتے ہیں تیرے ان بندوں کے پاس سے آئے ہیں جو زمین پر تیری تسبیح تکبیر اور توحید بیان کرتے تھے اور تیرا شکر ادا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ مجھ سے کس چیز کا سوال کرتے تھے؟ فرشتے کہتے ہیں وہ تجھ سے تیری جنت کا سوال کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کیا انھوں نے میری جنت دیکھی ہے۔ فرشتے کہتے ہیں نہیں یارب! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ میری جنت دیکھ لیتے تو! فرشتے کہتے ہیں وہ تجھ سے پناہ طلب کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کس چیز سے میری پناہ طلب کرتے تھے، فرشتے عرض کرتے ہیں تیری نار سے یارب! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا انھوں نے میری نار کو دیکھا ہے فرشتے کہتے ہیں نہیں یارب! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر وہ میری نار کو دیکھ لیتے تو! فرشتے عرض کرتے ہیں وہ تجھ سے مغفرت طلب کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے ان کو بخش دیا، اور جو کچھ انھوں نے مانگا وہ عطا کر دیا اور جس چیز سے انھوں نے پناہ مانگی ان کو پناہ دے دی۔ فرشتے کہتے ہیں ان میں ایک گناہ گار بندہ تھا جو یونہی گزرتے ہوئے ان کے ساتھ بیٹھ گیا تھا۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرمائے گا "وله غفرت هم القوم لا يشقى بهم جليسهم"[۱] "میں نے اس کو بھی بخش دیا کیونکہ جو اس قوم کے

[۱] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ۔ صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۴ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۳۷۵ھ

ساتھ بیٹھا ہوا ہو وہ بھی محروم نہیں ہوتا؟ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ کریمانہ عادت ہے کہ وہ اپنے مقبول بندوں کے طفیل ناکارہ لوگوں کو بھی نواز دیتا ہے اس لیے جماعت سے نماز پڑھنے کا یہ فائدہ ہے کہ اگر نمازیوں میں کوئی مرد صالح ہوا تو اس کے طفیل باقی نمازیوں کی نماز بھی شرف قبول پائے گی، امام رازی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص دس چیزوں کو ایک سودے میں خرید لے اور ان دس میں کوئی چیز عیب والی ہو تو یہ نہیں ہو سکتا کہ ان دس میں سے ایک چیز واپس کر دے اور نو رکھ لے کیونکہ اس نے ان دس چیزوں کو الگ الگ نہیں ایک ساتھ خریدا ہے یا تو وہ دس کو واپس کرے گا یا دس کی دس رکھ لیگا۔ اسی طرح ایک تکبیر تحریمہ کے ساتھ جب سب لوگوں نے نماز پڑھی ہے تو یا سب کی نمازیں رد ہونگی یا سب کی قبول! اور جب ان میں کسی نیک بندہ کی نماز قبول ہو گی تو اس کے طفیل باقیوں کی نماز بھی قبول ہو جائے گی [1]۔

جماعت سے نماز پڑھنے کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ جماعت کی وجہ سے نماز میں نظم اور وحدت قائم رہتی ہے اللہ تعالیٰ واحد ہے اور اس نے مسلمانوں کی تمام عبادات میں وحدت کو قائم رکھا ہے۔ تیس روزے بندوں سے رکھوانے تھے ان روزوں کو منتشر اور متفرق ایام میں بھی فرض کیا جا سکتا تھا لیکن اس طرح کوئی مسلمان روزہ سے ہوتا اور کوئی روزہ سے نہ ہوتا اس لیے ایک معین مہینہ میں تیس روزے فرض کیئے تاکہ تمام مسلمان ایک معین وقت میں کھائیں اور ایک معین وقت میں کھانا چھوڑ دیں۔ عرفات میں قیام اور کعبہ کا طواف کسی غیر معین دن بھی ہو سکتا تھا لیکن نو ذوالحجہ کو حج فرض کیا تاکہ تمام روئے زمین کے مسلمان ایک دن عرفات میں قیام کریں اور ایک دن کعبہ کا طواف کریں۔ یہی حال قربانی کا ہے۔ اسی طرح پانچ معین اوقات میں جماعت کے ساتھ نماز مشروع کی تاکہ ایک آبادی کے تمام مسلمان ایک وقت اور ایک جگہ جمع ہو کر اکٹھے نماز پڑھیں اور جماعت کے سبب مسلمانوں کی جمعیت اور وحدت قائم رہے اور مسلمانوں کے ہر عمل سے اللہ تعالیٰ کی وحدت کا ظہور ہو۔

جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے مسلمانوں کے معاشرتی فوائد بھی ہیں، جب سب مسلمان ملتے ہیں تو ایک دوسرے کے حالات سے آگاہ ہوتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ فلاں شخص کو فلاں چیز کی ضرورت ہے، فلاں شخص فلاں کام کر سکتا ہے، فلاں شخص بیمار ہے اور جب محلہ کے تمام لوگ باجماعت نماز پڑھیں گے تو ایک پاکیزہ سوسائٹی ابھر آئے گی اور جو شخص بے نمازی ہو گا اس کے اندر خود بخود نمازی بننے کا شوق پیدا ہو جائیگا۔

جب مسلمان نماز پڑھنے کے لیے وضو کر کے مسجد میں آتا ہے تو ہر قدم پر اس کا ایک درجہ بلند ہوتا ہے ایک گناہ معاف ہوتا ہے اور ایک نیکی ملتی ہے، راستہ میں اسے دوسرے مسلمانوں کو سلام کرنے اور نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کا موقع ملتا ہے۔ راستہ میں اگر تکلیف دہ چیز ہو تو اس کو ہٹانے کا موقع نصیب ہوتا ہے۔ کسی سائل کی حاجت پوری کر سکتا ہے مسجد میں داخل ہونے سے پہلے اللھم افتح لی ابواب رحمتک۔ کی دعا پڑھے گا جتنی دیر مسجد میں رہے گا اعتکاف اور اللہ تعالیٰ کی ضیافت حاصل کرنے کی نیت کرے گا، برائی سے بچا رہیگا۔ جب تک نماز کے انتظار میں رہے گا نماز کا ثواب ملتا رہے گا فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے رہیں گے۔ وعظ اور نصیحت، ذکر اذکار حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور استغفار کرنے کا موقع نصیب ہو گا اور اللھم انی اسئلک من فضلک۔ کے کلمات سے واپس ہو گا۔

---

[1] امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ۔ تفسیر کبیر ج ۱ ص ۱۲۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

بَابُ ۲۲۸ الرُّخْصَةِ فِي التَّخَلُّفِ عَنِ الْجَمَاعَةِ لِعُذْرٍ

۱۳۹۵ حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيبِيُّ قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ اَنَّ مَحْمُودَ بْنَ الرَّبِيعِ الْاَنْصَارِيَّ حَدَّثَهُ اَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الْاَنْصَارِ اَنَّهُ اَتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اِنِّي قَدْ اَنْكَرْتُ بَصَرِي وَاَنَا اُصَلِّي لِقَوْمِي وَاِذَا كَانَتِ الْاَمْطَارُ سَالَ الْوَادِي الَّذِي بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ وَلَمْ اَسْتَطِعْ اَنْ آتِيَ مَسْجِدَهُمْ فَاُصَلِّيَ لَهُمْ وَدِدْتُ اَنَّكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ تَاْتِي فَتُصَلِّي فِي مُصَلًّى اَتَّخِذُهُ مُصَلًّى قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَفْعَلُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ قَالَ عِتْبَانُ فَغَدَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حِينَ ارْتَفَعَ النَّهَارُ فَاسْتَاْذَنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَذِنْتُ لَهُ فَلَمْ يَجْلِسْ حَتَّى دَخَلَ الْبَيْتَ ثُمَّ قَالَ اَيْنَ تُحِبُّ اَنْ اُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ قَالَ فَاَشَرْتُ اِلَى نَاحِيَةٍ مِنَ الْبَيْتِ فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَبَّرَ فَقُمْنَا وَرَاءَهُ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ قَالَ وَحَبَسْنَاهُ عَلَى خَزِيرٍ صَنَعْنَاهُ لَهُ قَالَ فَثَابَ رِجَالٌ مِنْ اَهْلِ الدَّارِ حَوْلَنَا حَتَّى اجْتَمَعَ فِي الْبَيْتِ رِجَالٌ ذُوُو عَدَدٍ فَقَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ اَيْنَ مَالِكُ بْنُ الدُّخْشُنِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ ذٰلِكَ مُنَافِقٌ لَا يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُلْ لَهُ ذٰلِكَ اَلَا تَرَاهُ قَدْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يُرِيدُ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ قَالَ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّمَا نَرَى وَجْهَهُ وَنَصِيحَتَهُ لِلْمُنَافِقِينَ قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ

عذر کی بناء پر جماعت ترک کرنے کی رخصت

حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور غزوہ بدر میں شریک ہوئے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ! میری نظر کمزور ہو گئی ہے اور میں اپنی قوم کی امامت کرتا ہوں۔ جب بارشیں ہوتی ہیں تو میرے اور ان کے درمیان نالہ بہنے لگتا ہے جس کی وجہ سے میں ان کی مسجد میں نماز پڑھانے نہیں جا سکتا۔ یا رسول اللہ! میری خواہش ہے کہ آپ میرے گھر تشریف لائیں اور کسی جگہ پر نماز پڑھ لیں تاکہ میں اس جگہ کو مصلیٰ بنا لوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انشاء اللہ میں ایسا ہی کروں گا"۔ حضرت عتبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگلے دن صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ تشریف لائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت طلب کی اور میں نے آپ کو بلا لیا۔ آپ گھر میں داخل ہونے کے بعد بیٹھے نہیں، فرمایا تم کیا چاہتے ہو! میں کس جگہ نماز پڑھوں۔ حضرت عتبان کہتے ہیں کہ میں نے مکان کی ایک سمت اشارہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر تکبیر کہی اور ہم سب آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ آپ نے دو رکعات نماز پڑھا کر سلام پھیر دیا۔ حضرت عتبان کہتے ہیں کہ ہم نے آپ کے لیے قیمہ کا کھانا پکا رکھا تھا اسے کھلانے کے لیے آپ کو روک لیا (آپ کی زیارت کے سبب) محلہ کے تمام لوگ گھر میں آگئے اور کسی کہنے والے نے کہا مالک بن دخشن کہاں ہے کسی اور نے جواب دیا وہ منافق ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت نہیں کرتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے ایسا نہ کہو کیا تم نہیں جانتے کہ اس نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے لا الٰہ الا اللہ کہا ہے۔ حاضرین نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جاننے والے ہیں۔ کسی شخص نے کہا ہم اس کو

اللّٰہَ قَدْ حَرَّمَ عَلَی النَّارِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یَبْتَغِیْ بِذٰلِکَ وَجْہَ اللّٰہِ قَالَ ابْنُ شِہَابٍ ثُمَّ سَاَلْتُ الْحُصَیْنَ بْنَ مُحَمَّدٍ الْاَنْصَارِیَّ وَھُوَ اَحَدُ بَنِیْ سَالِمٍ وَھُوَ مِنْ سَرَاتِہِمْ عَنْ حَدِیْثِ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِیْعِ فَصَدَّقَہٗ بِذٰلِکَ۔

١٣٩٦- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ قَالَ اَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِیِّ قَالَ حَدَّثَنِیْ مَحْمُوْدُ بْنُ الرَّبِیْعِ عَنْ عِتْبَانَ ابْنِ مَالِكٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَسَاقَ الْحَدِیْثَ بِمَعْنٰی حَدِیْثِ یُوْنُسَ غَیْرَ اَنَّہٗ قَالَ فَقَالَ رَجُلٌ اَیْنَ مَالِكُ بْنُ الدُّخْشُنِ اَوِ الدُّخَیْشِنِ وَزَادَ فِی الْحَدِیْثِ قَالَ مَحْمُوْدٌ فَحَدَّثْتُ بِہٰذَا الْحَدِیْثِ نَفَرًا فِیْہِمْ اَبُوْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیُّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَقَالَ مَا اَظُنُّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا قُلْتَ قَالَ فَحَلَفْتُ اِنْ رَجَعْتُ اِلٰی عِتْبَانَ اَنْ اَسْاَلَہٗ قَالَ فَرَجَعْتُ اِلَیْہِ فَوَجَدْتُّہٗ شَیْخًا كَبِیْرًا قَدْ ذَھَبَ بَصَرُہٗ وَھُوَ اِمَامُ قَوْمِہٖ فَجَلَسْتُ اِلٰی جَنْبِہٖ فَسَاَلْتُہٗ عَنْ ھٰذَا الْحَدِیْثِ فَحَدَّثَنِیْہِ كَمَا حَدَّثَنِیْہِ اَوَّلَ مَرَّةٍ قَالَ الزُّهْرِیُّ ثُمَّ نَزَلَتْ بَعْدَ ذٰلِكَ فَرَائِضُ وَاُمُوْرٌ نَرٰی اَنَّ الْاَمْرَ انْتَهٰی اِلَیْہَا فَمَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ لَّا یَغْتَرَّ فَلَا یَغْتَرَّ۔

١٣٩٧- وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ اَنَا الْوَلِیْدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْاَوْزَاعِیِّ قَالَ حَدَّثَنِی الزُّهْرِیُّ عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِیْعِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اِنِّیْ لَاَعْقِلُ

منافقین کے ساتھ ملتے جلتے دیکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے (کلمہ) لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ۔ پڑھا ہو اللہ تعالیٰ نے اس پر جہنم کی آگ حرام کر دی ہے۔ ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ پھر میں نے بنو سالم کے سردار حصین بن محمد سے محمود بن ربیع کی اس روایت کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے اس کی تصدیق کر دی۔

حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ باقی حدیث حسب سابق ہے اور یہ زیادتی ہے کہ ایک شخص نے کہا مالک بن دخشن یا دخیشن کہاں ہے۔ حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث ایک ایسی جماعت میں بیان کی جس میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ انھوں نے کہا میرا خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات نہیں فرمائی ہو گی! (یعنی لا الٰہ الا اللہ پڑھنے سے جہنم کا حرام ہونا) حضرت محمود کہتے ہیں پھر میں نے قسم کھائی کہ جا کر حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے اس کی تصدیق کروں گا۔ میں جب ان کے پاس پہنچا تو وہ انتہائی بوڑھے ہو چکے تھے اور ان کی بینائی جاتی رہی تھی اور وہ اس وقت بھی اپنی قوم کے امام تھے۔ میں ان کے پہلو میں جا کر بیٹھ گیا اور ان سے یہی حدیث دریافت کی۔ انھوں نے مجھ سے وہ حدیث پہلے کی طرح بیان کر دی۔ زہری کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد بہت سی چیزیں فرض ہوئیں اور بہت سے احکام نازل ہوئے اور دین مکمل ہو گیا۔ پس جو شخص دھوکا کھانا نہ چاہتا ہو وہ دھوکا نہ کھائے (کہ فرائض ادا کیے بغیر محض کلمہ پڑھنے سے جنت میں چلا جائے گا۔) (سعیدی)

حضرت محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ کلی کرنا یاد ہے جو آپ نے ہمارے مکان کے ڈول سے کی تھی۔ حضرت محمود بیان کرتے

مَجَّةً مَجَّهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ دَلْوٍ فِيْ دَارِنَا قَالَ مَحْمُوْدٌ فَحَدَّثَنِيْ عِتْبَانُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ بَصَرِيْ قَدْ سَاءَ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ اِلٰى قَوْلِهٖ فَصَلّٰى بِنَا رَكْعَتَيْنِ وَحَبَسْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى جَشِيْشَةٍ صَنَعْنَاهَا لَهٗ وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهٗ مِنْ زِيَادَةِ يُوْنُسَ وَمَعْمَرٍ۔

ہیں کہ مجھ سے حضرت عتبان بن مالک (رضی اللہ عنہ) نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری نظر کمزور ہو گئی ہے پھر حدیث سابق یہاں تک بیان کی کہ آپ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی اور ہم نے کھانا کھلانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روک لیا جو ہم نے آپ کے لیے تیار کیا تھا، اور اس کے بعد کی زیادتی جو معمر اور یونس نے ذکر کی ہے بیان نہیں کی۔

احادیث میں تطبیق

اس باب کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ گھر میں کسی جگہ کو نماز کے لیے خاص کر لینا جائز ہے۔ سنن ابوداؤد میں مسجد کی کسی جگہ کو معین کر لینے سے منع فرمایا گیا ہے اسلیے اگر کوئی گھر میں بھی جگہ معین کرنے پر سوال کرے تو اس کا جواب یہ ہے کہ سنن ابوداؤد کی روایت اس صورت پر محمول ہے جب جگہ معین کرنے میں ریا کاری ہو یا کسی کو ضرر لاحق ہو، دوسرا تعارض یہ ہے کہ اس باب کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مہمان کسی کے گھر جا کر امامت کرا سکتا ہے۔ حالانکہ ابوعطیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ ہماری اس مسجد میں آئے اور نماز کی اقامت کہی گئی، ہم نے عرض کیا آپ نماز پڑھائیں انھوں نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھائے اور میں عنقریب اپنے نماز نہ پڑھانے کی وجہ بیان کروں گا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا جو شخص کسی قوم کی زیارت کے لیے جائے وہ ان کی امامت نہ کرے اور انہی میں سے کوئی شخص نماز پڑھائے لہ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ میزبان کی اجازت کے بغیر مہمان کو اس کے مصلی پر آ کر نماز نہیں پڑھانی چاہیے۔ ہاں اگر مہمان اجازت دے تو پھر جائز ہے۔ حضرت مالک بن حویرث نے ظاہر حدیث پر عمل کیا تھا بخلاف اس حدیث کے کیونکہ حضرت عتبان رضی اللہ عنہ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا ہی اسی لیے تھا کہ آپ گھر کی کسی جگہ نماز پڑھا کر اسے وہ عزت بخش دیں جو بیت المعمور کو بھی حاصل نہیں اور اگر بالفرض حضرت مالک بن حویرث کی روایت اپنے ظاہر اور عموم پر ہوتی تب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عام مسلمانوں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا بھلا حضرت عتبان اس کو کیسے گوارہ کرتے کہ وہ بغیر کسی عذر کے سرکار کے آگے امام بن جائیں، جبکہ آپ کی اقتدا میں نماز پڑھنا تو وہ عزت اور کرامت ہے جو حضرات انبیاء علیہم السلام کے لیے بھی باعث رشک ہو تو بجا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلوں کے حال پر آگاہی

اس حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ جب ابن دخشن کو کسی شخص نے منافق بتایا اور کہا وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں کرتا تو آپ نے فرمایا الیسا مت کہو کیا تم نہیں جانتے کہ اس نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے لا الٰہ الا اللہ کہا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے دلوں کا حال جانتے ہیں آپ جانتے تھے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور یہ اس کے دل کی بات تھی اور آپ یہ بھی جانتے تھے کہ اس نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے کلمہ پڑھا ہے اور یہ بھی اس کے دل کی بات تھی!

لہ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ ابوداؤد ج ۱ ص ۸۸ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور بار دوم، ۱۴۰۵ھ

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں عبد اللہ نامی ایک شخص جس کا لقب حمار تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسایا کرتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو شراب نوشی کی بنا پر حد لگائی دوبارہ پھر اس کو آپ کے حکم سے حد لگائی گئی قوم میں سے ایک شخص نے کہا اللہ کی اس پر لعنت ہو، اس پر کتنی مرتبہ حد لگائی گئی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس پر لعنت مت کرو بخدا! تم نہیں جانتے یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے! [1] اور محبت وہ چیز ہے جو دل میں چھپی ہوتی ہے، لگتا ہے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی بصیرت عطا فرمائی تھی کہ آپ دلوں کا حال پڑھ لیتے تھے۔

انسان تو الگ رہے آپ تو پتھروں کے دل کا حال بھی جان لیتے تھے۔ حدیث شریف میں ہے "فلما رای احد قال ھذا جبل یحبنا و نحبہ" [2] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب احد کو دیکھتے تو فرماتے یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے ہم اس سے محبت کرتے ہیں!

کلمہ کے اجزاء کی تحقیق اور اس کا حکم

کلمہ کے دو جز ہیں توحید اور رسالت، (لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ) اور یہ کلمہ پڑھے بغیر انسان مسلمان ہوتا ہے نہ جنت کا مستحق ہوتا ہے نہ اس پر دوزخ کی آگ حرام ہوتی ہے لیکن اس حدیث میں آپ نے فرمایا جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے لا الٰہ الا اللہ کہا اللہ تعالیٰ نے اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دی ہے، یہاں آپ نے محمد رسول اللہ کا ذکر نہیں فرمایا اس کا ایک جواب یہ ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کلمہ طیبہ کے لیے علَم (نام) بن گیا ہے جیسے الحمد سورہ فاتحہ اور قل ھو اللہ سورہ اخلاص کے لیے علم بن گئے ہیں اگر کوئی شخص کہے ایک دفعہ الحمد اور تین دفعہ قل پڑھ لو تو اس سے مراد صرف الحمد اور قل نہیں پوری سورہ فاتحہ اور پوری سورہ اخلاص مراد ہوتی ہیں، اسی طرح لا الٰہ الا اللہ سے مراد پورا کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں جز بول کر کل مراد لیا ہے۔ جیسے ہم اپنے عرف میں چائے کہتے ہیں اور اس سے مراد صرف پتی نہیں بلکہ پتی پانی دودھ اور میٹھے کا مرکب ہوتا ہے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کہنے اور ماننے کا مطلب یہ ہے کہ جیسا ہے ویسا کہو اور مانو اگر کوئی شخص لا الٰہ الا اللہ کہے اور اللہ تعالیٰ کو العیاذ باللہ عالم اور قادر نہ مانے تو اس نے اللہ تعالیٰ کو نہیں مانا کیونکہ اللہ تعالیٰ تو عالم اور قادر ہے اسی طرح جس شخص نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور آپ کو اللہ تعالیٰ کا رسول نہ مانا اس نے اللہ تعالیٰ کو نہ مانا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ وہ شخص لا الٰہ الا اللہ۔ کا قائل کب قرار دیا جائے گا جو اللہ تعالیٰ کے فرمان محمد رسول اللہ (فتح: ۲۹) کی تکذیب کرتا ہو اس لیے لا الٰہ الا اللہ کہنا در حقیقت تب صحیح ہوگا جب محمد رسول اللہ بھی کہتا اور مانتا ہو۔

اہل علم کی ضیافت طبع کے لیے عرض ہے۔ کلمہ طیبہ میں دو جملے ہیں لا الٰہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ عربی قواعد کے مطابق اگر دو جملوں میں من وجہ اتحاد اور من وجہ تغایر ہو تو ان کے درمیان حرف عطف لایا جاتا ہے اور اگر ان

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۰۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ ھ

[2] " " " صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۰۰

ہیں کمال فصل ہو جیسے قال ابو حنیفہ رحمہ اللہ (کیونکہ پہلا جملہ خبریہ اور دوسرا انشائیہ ہے اور خبر اور انشاء میں کمال فصل ہے) تو عطف نہیں لاتے یا کمال وصل ہو پھر بھی حرف عطف نہیں لاتے جیسے ذٰلک الکتٰب لاریب فیہ ھُدی للمتقین یہ تین جملے ہیں اور تینوں میں کمال وصل ہے (اس کی تفصیل تفسیر بیضاوی میں ملاحظہ فرمائیں) اس لیے ان کے درمیان حرف عطف نہیں لایا گیا۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں جو حرف عطف نہیں لایا گیا اس کی وجہ یہ تو نہیں ہو سکتی کہ ان کے درمیان کمال فصل اور تباین ہے اس لیے لا محالہ کہنا پڑے گا ان کے درمیان حرف عطف نہ لانے کی وجہ کمال وصل ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ثم دنا فتدلی فکان قاب قوسین او ادنٰی ۔ (نجم: ۸،۹) "پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اتر آیا پس اس جلوہ اور محبوب میں کمان کے دو سرے دل یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔" نیز فرمایا: واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ ۔ (توبہ: ۶۲) "اللہ اور اس کا رسول اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ اس کو راضی کرو۔" اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ضمیر واحد لا کر یہ ظاہر کیا کہ اللہ اور رسول کی رضا الگ الگ نہیں ہے۔ ان کا راضی ہونا الگ ہے نہ ناراض ہونا۔ نیز فرمایا: وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی (انفال: ۱۷) آپ نے کنکریاں نہیں پھینکیں جب آپ نے کنکریاں پھینکیں تھیں لیکن وہ کنکریاں اللہ تعالیٰ نے پھینکیں تھیں ـــــ کنکریاں پھینکنا آپ کا فعل تھا لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ ہمارا فعل ہے۔

رہا یہ کہ کیا صرف کلمہ پڑھنے سے نجات ہو جائے گی جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کلمہ پڑھنے والے پر دوزخ کا دوام اور خلود بہرحال حرام ہو جائے گا اور جس شخص نے اخلاص سے کلمہ پڑھا اور کلمے کے تقاضوں پر عمل کیا اس پر جہنم میں دخول بھی حرام ہو جائے گا۔ ابن شہاب زہری نے اسی معنی پر تنبیہہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ حدیث کے ان ظاہری الفاظ سے دھوکا کھا کر کوئی شخص عمل کرنا نہ چھوڑ دے۔

مبتدعین اور گمراہوں سے میل جول

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گمراہ اور بے دین فرقوں سے میل جول میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بتلایا گیا کہ ابن دخشن کا منافقین سے ملنا جلنا ہے تو آپ نے اس پر انکار نہیں فرمایا البتہ دیگر دلائل سے یہ قید لگانا ضروری گیا ہے کہ گمراہ اور مبتدعین سے محبت کے ساتھ میل جول رکھنا حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار" (ہود: ۱۱۳) "ظالموں سے میلان نہ رکھو کہیں تمہیں بھی آگ نہ جلائے" اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس دعا کی تلقین فرمائی نخلع و نترک من یفجرک "جو تیرا نافرمان ہے ہم اس سے قطع تعلق کرتے ہیں" اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین (انعام: ۶۸) "پتا چل جانے کے بعد ظالموں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا نہ رکھو" اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وقد نزل علیکم فی الکتٰب ان اذا سمعتم اٰیٰت اللہ یکفر بہا ویستھزا بہا فلا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلھم" (نساء: ۱۴۰) "اور اللہ تعالیٰ نے تم پر کتاب میں یہ حکم نازل فرمایا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا کفر اور ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے تو ان لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو جب تک کہ وہ کسی اور بات میں مشغول نہ ہو جائیں ورنہ تم بھی ان کی طرح ہو جاؤ

گئے" اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جب کفار یا گمراہ لوگ اسلامی عقائد کے خلاف باتیں کریں تو ان میں بیٹھنا حرام ہے اور جب وہ ایسی باتیں نہ کریں تو ان میں بیٹھنا جائز ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ محبت اور خیر خواہی کے ساتھ بے دینوں سے تعلق رکھنا اور ملنا جلنا ممنوع ہے۔ اور اس وقت جب وہ اسلامی عقائد کے خلاف باتیں کر رہے ہوں ان میں خاموشی کے ساتھ بیٹھنا حرام ہے، ان صورتوں کے علاوہ ان سے محض معاملہ کرنا اور کسی دینی یا دنیاوی ضرورت سے ملنا جلنا جائز ہے۔

حدیث سے حاصل شدہ بقیہ احکام

اس باب کی احادیث کا اہم فائدہ یہ ہے کہ عذر شرعی کی بناء پر جماعت ترک کر کے گھر میں نماز پڑھنا جائز ہے مثلاً جب کوئی شخص معذور ہو اور بغیر کسی سہارے کے مسجد میں نہ جا سکے، یا وہ کمزوری یا بیماری کی بناء پر امام کے قیام اور رکوع کا ساتھ نہ دے سکے یا اس کو سلسل البول کا مرض ہو اور مسجد کے ملوث یا نجاست ہونے کا خدشہ ہو یا کسی قسم کا خوف لاحق ہو یا اندھیرا اور بارش کا سامنا ہو۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نابینا کی امامت جائز ہے اور یہ کہ گھر میں نوافل پڑھنا جائز ہے، نوافل کی جماعت جائز ہے، گھر میں مسجد بنانا جائز ہے (لیکن یہ فقہی مسجد نہیں ہے یعنی اس میں نماز پڑھنے سے مسجد کا ثواب نہیں ملیگا) اور یہ کہ گھر کی مسجد مالک کی ملک سے خارج نہیں ہوتی، اور یہ کہ جس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہو اس کا مقام اور مرتبہ عام جگہ کی طرح نہیں ہے اور اس جگہ سے برکت حاصل کرنے کے لیے وہاں نماز پڑھنا جائز ہے اسی طرح دیگر صالحین امت کا حکم ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق عظیم اور آپ کی تواضع اور انکسار کہ ایک خادم کے بلانے پر تشریف لے آئے اور پھر بھی اجازت طلب کی، حضرت ابوبکر صدیق سے آپ کی محبت کہ ہر مرحلہ میں ساتھ رکھا کیونکہ حضرت عتبان نے آپ کو بلایا تھا اور آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی ساتھ لائے، اسی طرح صالحین امت کو جب لوگ برکت کے لیے بلائیں تو انہیں جانا چاہیے، اس میں عہد کو پورا کرنا ہے۔ دن میں نفل کی دو رکعت پڑھنے کا ثبوت ہے، اس میں علماء کی تنظیم اور ان کی ضیافت ہے حاکم کے سامنے کسی کی دینی خرابی کی شکایت ہے اور حاکم کا صحیح محمل بیان کرنا ہے، کسی بزرگ کی زیارت کے لیے اہل محلہ کا جمع ہونا ہے جیسے آپ کی زیارت کے لیے صحابہ جمع ہو گئے تھے اور علماء سے استفادہ کا ثبوت ہے اور یہ کہ جب کسی بے قصور کی کوئی شخص مذمت کرے تو اس کی برأت بیان کرنی چاہیے جیسے آپ نے مالک بن دخشن کا دفاع کیا، وغیرذلك من الفوائد۔

باب ۲۲۹ جَوَازِ الْجَمَاعَةِ فِي النَّافِلَةِ وَالصَّلٰوةِ عَلٰى حَصِيْرٍ وَخُمْرَةٍ وَثَوْبٍ وَغَيْرِهِمَا مِنَ الطَّاهِرَاتِ

جماعت کے ساتھ نوافل پڑھنے اور پاک چٹائی وغیرہ پر نماز پڑھنے کا جواز

۱۳۹۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ جَدَّتَهٗ مُلَيْكَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا دَعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَتْهُ فَأَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ قُوْمُوْا فَأُصَلِّيَ لَكُمْ قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقُمْتُ إِلٰى حَصِيْرٍ لَنَا قَدِ اسْوَدَّ مِنْ طُوْلِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی دادی حضرت ملیکہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کھانا پکا کر دعوت کی، کھانا کھانے کے بعد آپ نے فرمایا چلو میں تم کو نماز پڑھا دوں، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں ایک چٹائی لے کر آیا جو کثرت استعمال کی وجہ سے سیاہ ہو چکی تھی میں نے اس کو پانی سے دھویا،

مَا لَبِسَ فَنَضَحْتُهُ بِمَاءٍ فَقَامَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَفَفْتُ أَنَا وَالْيَتِيمُ وَرَاءَهُ وَالْعَجُوزُ مِنْ وَرَائِنَا فَصَلَّى لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ ------ انْصَرَفَ۔

پھر اس چٹائی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور میں اور یتیم آپ کے پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہوئے اور بڑھیا ہمارے پیچھے تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو دو رکعت نماز پڑھانے کے بعد تشریف لے گئے۔

۱۳۹۹ - وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ وَأَبُو الرَّبِيعِ كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الْوَارِثِ قَالَ شَيْبَانُ نَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ النَّاسِ خُلُقًا فَرُبَّمَا تَحْضُرُ الصَّلٰوةُ وَهُوَ فِي بَيْتِنَا قَالَ فَيَأْمُرُ بِالْبِسَاطِ الَّذِي تَحْتَهُ فَيُكْنَسُ ثُمَّ يُنْضَحُ ثُمَّ يَؤُمُّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَقُومُ خَلْفَهُ فَيُصَلِّي بِنَا قَالَ وَكَانَ بِسَاطُهُمْ مِنْ جَرِيدِ النَّخْلِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے اعلیٰ اور احسن اخلاق کے مالک تھے، بعض اوقات آپ ہمارے گھر میں تشریف فرما ہوتے تھے اور نماز کا وقت آجاتا تھا، تو جس چٹائی پر بیٹھے ہوئے ہوتے تھے اس کو اٹھانے کا حکم دیتے۔ اس کو صاف کر کے پانی سے دھویا جاتا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھاتے اور ہم آپ کے پیچھے کھڑے ہو جاتے اور چٹائی کھجور کے پتوں کی ہوتی تھی۔

۱۴۰۰ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا وَمَا هُوَ إِلَّا أَنَا وَأُمِّي وَأُمُّ حَرَامٍ خَالَتِي فَقَالَ قُومُوا فَلِأُصَلِّيَ بِكُمْ فِي غَيْرِ وَقْتِ صَلٰوةٍ فَصَلَّى بِنَا فَقَالَ رَجُلٌ لِثَابِتٍ أَيْنَ جَعَلَ أَنَسًا مِنْهُ قَالَ جَعَلَهُ عَلَى يَمِينِهِ ثُمَّ دَعَا لَنَا أَهْلَ الْبَيْتِ بِكُلِّ خَيْرٍ مِنْ خَيْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَقَالَتْ أُمِّي يَا رَسُولَ اللّٰهِ خُوَيْدِمُكَ ادْعُ اللّٰهَ لَهُ قَالَ فَدَعَا لِي بِكُلِّ خَيْرٍ وَكَانَ فِي آخِرِ مَا دَعَا لِي بِهِ أَنْ قَالَ اللّٰهُمَّ أَكْثِرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ وَبَارِكْ لَهُ فِيهِ۔

حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے اور گھر میں صرف میں، میری ماں اور خالہ ام حرام تھیں، آپ نے فرمایا اٹھو میں تمہیں نماز پڑھاؤں حالانکہ وہ کسی فرض نماز کا وقت نہیں تھا (ایک شخص نے ثابت سے پوچھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس کو کس جگہ کھڑا کیا تھا۔ ثابت نے بتایا اپنی دائیں جانب) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم گھر والوں کے لیے دنیا اور آخرت کی ہر فلاح کے لیے دعا فرمائی۔ میری ماں نے کہا، یا رسول اللہ! انس آپ کا چھوٹا سا خادم ہے اس کے لیے خصوصی دعا فرمائیے، آپ نے میرے لیے ہر خیر کی دعا کی اور اخیر میں فرمایا" اے اللہ! اس کے مال اور اولاد میں کثرت اور برکت عطا فرما۔

۱۴۰۱ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُخْتَارِ سَمِعَ مُوسَى بْنَ أَنَسٍ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اور ان کی ماں یا خالہ کو نماز پڑھائی اور بتایا کہ مجھے آپ نے دائیں جانب

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِهٖ وَبِاُمِّهٖ اَوْ خَالَتِهٖ قَالَ فَاَقَامَنِيْ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَاَقَامَ الْمَرْاَةَ خَلْفَنَا۔

کھڑا کیا اور عورت کو ہمارے پیچھے۔

۱۴۰۲ - وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنِيْهِ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ قَالَا نَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۴۰۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيْمِيُّ قَالَ اَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ كِلَاهُمَا عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَدَّادٍ قَالَ حَدَّثَتْنِيْ مَيْمُوْنَةُ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ وَاَنَا حِذَاءَهٗ وَرُبَّمَا اَصَابَنِيْ ثَوْبُهٗ اِذَا سَجَدَ وَكَانَ يُصَلِّيْ عَلٰى خُمْرَةٍ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ام المومنین سیدتنا حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے برابر کھڑے ہو کر نماز پڑھتے اور بعض اوقات سجدہ کرتے وقت آپ کا لباس مجھ سے ٹکراتا۔ آپ جانماز پر نماز پڑھا کرتے تھے۔

۱۴۰۴ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنِيْ سُوَيْدُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ جَمِيْعًا عَنِ الْاَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ اَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ قَالَ نَا الْاَعْمَشُ عَنْ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَا اَبُوْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيُّ اَنَّهٗ دَخَلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَهٗ يُصَلِّيْ عَلٰى حَصِيْرٍ يَسْجُدُ عَلَيْهِ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا آپ چٹائی پر نماز پڑھ رہے تھے اور اسی پر سجدہ کرتے تھے۔

تشریح اس باب کی احادیث کا اہم فائدہ یہ ہے کہ جماعت کے ساتھ نوافل پڑھنا جائز ہے اور گھر میں جماعت کرانا جائز ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز تواضع اور انکسار کی وجہ سے زمین پر نماز پڑھنے کا حکم دیتے تھے ورنہ چٹائی پر نماز پڑھنا بھی جائز ہے۔ اس حدیث میں اہل علم کی ضیافت کا ثبوت ہے اور یہ کہ دعوت کا قبول کرنا مشروع ہے۔ اہل خانہ کا علماء اور صالحین سے برکت حاصل کرنا اور ان سے گھر میں نماز پڑھوانا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر نماز پڑھائی اس سے یہ مقصد بھی تھا کہ عورتیں آپ کی نماز کے افعال کو دیکھ لیں اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک نمازی ہو تو امام کے دائیں جانب کھڑا ہو اور دو نمازی ہوں تو امام کے پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہوں۔ اس مسئلہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مشہور اختلاف ہے جس کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے عورتوں کو ہر حال میں پچھلی صف

ہیں بچوں کے پیچھے کھڑا ہونا چاہیے۔ ان احادیث میں اس بات کا بھی ثبوت ہے کہ علماء اور صالحین سے خیر و برکت کی دعا کرانی چاہیے جیسے حضرت انس کی ماں نے حضرت انس کے لیے سرکار سے دعا کرائی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو مقبولیت کی عزت عطا فرمائی کیونکہ آپ کی دعا سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے سو سے زیادہ بچے ہوئے اور ان کا باغ سال میں دو بار پھل دیتا تھا اس میں یہ بھی ثبوت ہے کہ اہل فضل جب کسی جگہ ضیافت پر جائیں تو اہل خانہ کے لیے دعا کریں ـــــــ ان احادیث میں یہ بھی ہے کہ بعض اوقات آپ نے فرض نماز گھر میں جماعت کے ساتھ پڑھی ہے اور آپ کی تواضع اور انکسار کا بیان ہے کہ آپ جس چٹائی پر تشریف فرما ہوتے اسی پر نماز پڑھ لیتے۔

بَابٌ ۲۳ فَضْلِ الصَّلٰوةِ الْمَكْتُوْبَةِ فِيْ جَمَاعَةٍ وَفَضْلِ انْتِظَارِ الصَّلٰوةِ وَكَثْرَةِ الْخُطَا اِلَى الْمَسَاجِدِ وَفَضْلِ الْمَشْيِ اِلَيْهَا

۱۴۰۵ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ جَمِيْعًا عَنْ اَبِيْ مُعَاوِيَةَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الرَّجُلِ فِيْ جَمَاعَةٍ تَزِيْدُ عَلٰى صَلٰوتِهٖ فِيْ بَيْتِهٖ وَصَلٰوتِهٖ فِيْ سُوْقِهٖ بِضْعًا وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً وَذٰلِكَ اَنَّ اَحَدَهُمْ اِذَا تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْٓءَ ثُمَّ اَتَى الْمَسْجِدَ لَا يَنْهَزُهٗ اِلَّا الصَّلٰوةُ لَا يُرِيْدُ اِلَّا الصَّلٰوةَ فَلَمْ يَخْطُ خَطْوَةً اِلَّا رُفِعَ لَهٗ بِهَا دَرَجَةٌ وَحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةٌ حَتّٰى يَدْخُلَ الْمَسْجِدَ فَاِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ كَانَ فِي الصَّلٰوةِ مَا كَانَتِ الصَّلٰوةُ هِيَ تَحْبِسُهٗ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُصَلُّوْنَ عَلٰى اَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِيْ مَجْلِسِهِ الَّذِيْ صَلّٰى فِيْهِ يَقُوْلُوْنَ اللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ اللّٰهُمَّ تُبْ عَلَيْهِ مَا لَمْ يُؤْذِ مَا لَمْ يُحْدِثْ فِيْهِ۔

۱۴۰۶۔ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ عَمْرٍو الْاَشْعَثِيُّ قَالَ اَنَا عَبْثَرٌ ح وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارِ بْنِ الرَّيَّانِ قَالَ نَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ كُلُّهُمْ عَنِ الْاَعْمَشِ فِيْ

نماز باجماعت ادا کرنے، نماز کا انتظار کرنے اور مسجد میں دور سے آنے کی فضیلت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا، گھر اور بازار میں نماز پڑھنے کی بہ نسبت بیس سے زیادہ درجہ فضیلت رکھتا ہے، کیونکہ جب تم میں سے کوئی شخص صرف نماز پڑھنے کے لیے اچھی طرح وضو کر کے مسجد میں جاتا ہے تو مسجد میں پہنچنے تک اس کے ہر قدم کے بدلہ میں ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے اور ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے، مسجد میں داخل ہونے کے بعد وہ جتنی دیر نماز کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہے اس کو نماز میں شمار کیا جاتا ہے اور فرشتے تمہارے لیے اس وقت تک دعا کرتے رہتے ہیں جب تک تم میں سے کوئی شخص نماز کی جگہ بیٹھا رہتا ہے، جب تک وہ شخص وضو توڑ کر فرشتوں کو ایذا نہ دے۔ فرشتے کہتے رہتے ہیں یا اللہ! اس پر رحم فرما، یا اللہ اس کو بخش دے، یا اللہ! اس کی توبہ قبول فرما۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

هٰذَا الْاِسْنَادِ بِمِثْلِ مَعْنَاهُ۔

۱۴۰۷ - حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ قَالَ نَا سُفْیَانُ عَنْ اَیُّوْبَ السَّخْتِیَانِیِّ عَنِ ابْنِ سِیْرِیْنَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ تُصَلِّیْ عَلٰی اَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِیْ مَجْلِسِهٖ تَقُوْلُ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ اللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ مَا لَمْ یُحْدِثْ وَاَحَدُكُمْ فِیْ صَلٰوةٍ مَا كَانَتِ الصَّلٰوةُ تَحْبِسُهٗ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھنے کی جگہ بیٹھا رہے اور وضو نہ توڑے اس کا نماز ہی میں شمار ہوتا ہے اور فرشتے اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں ”اے اللہ! اس کو بخش دے، اے اللہ! اس پر رحم فرما۔“

۱۴۰۸ - وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا بَهْزٌ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَزَالُ الْعَبْدُ فِیْ صَلٰوةٍ مَا كَانَ فِیْ مُصَلَّاهُ یَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ وَتَقُوْلُ الْمَلٰٓئِكَةُ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ اللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ حَتّٰی یَنْصَرِفَ اَوْ یُحْدِثَ قُلْتُ مَا یُحْدِثُ قَالَ یَفْسُوْ اَوْ یَضْرِطُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ کا اس وقت تک نماز میں شمار ہوتا ہے جب تک وہ جانماز پر بیٹھا نماز کا انتظار کرتا رہتا ہے اور فرشتے دعا کرتے ہیں یا اللہ! اس کو بخش دے، اس پر رحم فرما، حتیٰ کہ وہ شخص اٹھ کر چلا جائے یا وضو توڑ دے۔ رافع کہتے ہیں میں نے حضرت ابوہریرہ سے پوچھا وضو توڑنے سے کیا مراد ہے؟ انھوں نے کہا ریح خارج کر دے۔

۱۴۰۹ - حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ قَرَاْتُ عَلٰی مَالِكٍ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَزَالُ اَحَدُكُمْ فِیْ صَلٰوةٍ مَا دَامَتِ الصَّلٰوةُ تَحْبِسُهٗ لَا یَمْنَعُهٗ اَنْ یَّنْقَلِبَ اِلٰٓی اَهْلِهٖ اِلَّا الصَّلٰوةُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک تم میں سے کوئی شخص نماز کے انتظار میں رہتا ہے اور نماز کے علاوہ کوئی اور چیز اسے گھر جانے سے مانع نہیں ہوتی اس کا نماز ہی میں شمار ہوتا ہے۔

۱۴۱۰ - وَحَدَّثَنِیْ حَرْمَلَةُ بْنُ یَحْیٰی قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ ح وَحَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِیُّ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ یُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ هُرْمُزَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَحَدُكُمْ مَا قَعَدَ یَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ فِیْ صَلٰوةٍ مَا لَمْ یُحْدِثْ تَدْعُوْ لَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ اللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک تم میں سے کوئی شخص نماز کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہے اور وضو نہیں توڑتا فرشتے اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں یا اللہ! اس کو بخش دے! یا اللہ! اس پر رحم فرما!

WWW.NAFSEISLAM.COM

۱۴۱۱ - وحدثنا محمد بن رافع قال نا عبد الرزاق قال نا معمر عن همام بن منبه عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم بنحو هذا۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۱۴۱۲ - حدثنا عبد الله بن براد الاشعری و ابو کریب قالا نا ابو اسامة عن برید عن ابی بردة عن ابی موسی رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان اعظم الناس اجرا فی الصلوة ابعدهم الیها ممشی فابعدهم والذی ینتظر الصلوة حتی یصلیها مع الامام اعظم اجرا من الذی یصلیها ثم ینام قال وفی روایة ابی کریب حتی یصلیها مع الامام فی الجماعة۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں میں سب سے زیادہ نماز کا اجر اس شخص کو ملتا ہے جو سب سے زیادہ دور سے نماز پڑھنے آئے اس کے بعد اسے اجر ملتا ہے جو اس کے بعد دور سے آنیوالا ہو، جو شخص امام کے ساتھ نماز پڑھنے کا انتظار کرے اس کا اجر اس سے زیادہ ہے جو اپنی نماز پڑھ کر سو جائے اور ابو کریب کی روایت میں باجماعت نماز پڑھنے کا ذکر ہے۔

۱۴۱۳ - حدثنا یحیی بن یحیی قال انا عبثر عن سلیمان التیمی عن ابی عثمان النهدی عن ابی بن کعب قال کان رجل لا اعلم رجلا ابعد من المسجد منه وکان لا تخطئه صلوة قال فقیل له او قلت له لو اشتریت حمارا ترکبه فی الظلماء وفی الرمضاء قال ما یسرنی ان منزلی الی جنب المسجد انی ارید ان یکتب لی ممشای الی المسجد ورجوعی اذا رجعت الی اهلی فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم قد جمع الله لك ذلك كله۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک شخص کو جانتا ہوں جس کا گھر مسجد سے سب سے زیادہ دور تھا اور اس کی نماز کبھی قضاء نہیں ہوتی تھی۔ میں نے اسے مشورہ دیا کہ دراز گوش خرید لو جس پر سوار ہو کر دھوپ اور اندھیرے میں آسانی سے آسکو۔ اس نے کہا اگر میرا گھر مسجد کے پہلو میں ہوتا تو یہ میرے لیے کوئی خوشی کی بات نہ تھی، میری نیت یہ ہے کہ گھر سے مسجد تک میرے آنا جانا لکھا جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے یہ تمام (ثواب) تمہارے لیے جمع کر دیا ہے۔

۱۴۱۴ - وحدثنا محمد بن عبد الاعلی قال نا المعتمر بن سلیمان ح وحدثنا اسحق بن ابراهیم قال انا جریر کلاهما عن التیمی بهذا الاسناد نحوه۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۱۴۱۵ - وحدثنا محمد بن ابی بکر المقدمی قال نا عباد بن عباد قال نا عاصم عن ابی عثمان عن ابی بن کعب قال کان رجل من الانصار

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک انصاری کا گھر مدینہ میں سب سے زیادہ دور تھا اور ان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی نماز قضا نہیں ہوتی

بيته أقصى بيت في المدينة فكان لا تخطئه الصلوة مع رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فتوجعنا له فقلت له يا فلان لو أنك اشتريت حمارا يقيك من الرمضاء ويقيك من هوام الأرض قال أم والله ما أحب أن بيتي مطنب ببيت محمد صلى الله عليه وسلم قال فحملت به حملا حتى أتيت نبي الله صلى الله عليه وسلم فأخبرته قال فدعاه فقال له مثل ذلك وذكر له أنه يرجو في أثره الأجر فقال له النبي صلى الله عليه وسلم إن لك ما احتسبت۔

تھی حضرت ابی کہتے ہیں ہمیں ان کی تکلیف کا احساس ہوا، میں نے ان سے کہا، اے فلاں! کاش تم ایک دراز گوش خرید لیتے جو تمہیں دھوپ اور حشرات الارض سے بچاتا۔ انھوں نے کہا خدا کی قسم مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میرا گھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے قریب ہوتا۔ مجھے ان کی یہ بات ناگوار گزری میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر آپ کو اس واقعہ سے مطلع کیا۔ آپ نے اس کو بلوایا اس نے آکر یہی بیان کیا اور کہا میں اپنے آنے جانے کے اجر کی امید رکھتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں وہی اجر ملیگا جس کی تم نے نیت کی ہے۔

۱۴۱۶ - حدثنا سعيد بن عمرو الأشعثي ومحمد بن أبي عمر كلاهما عن ابن عيينة ح وحدثنا سعيد بن أزهر الواسطي قال نا وكيع قال نا أبي كلهم عن عاصم بهذا الإسناد نحوه۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۱۴۱۷ - حدثنا حجاج بن الشاعر قال نا روح بن عبادة قال نا زكريا بن إسحق قال نا أبو الزبير قال سمعت جابر بن عبد الله قال كانت ديارنا نائية من المسجد فأردنا أن نبيع بيوتنا فنقرب من المسجد فنهانا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال إن لكم بكل خطوة درجة۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہمارے گھر مسجد سے دور تھے ہم نے ارادہ کیا کہ اپنے گھر بیچ کر مسجد کے قریب گھر خرید لیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا اور فرمایا تمہارے ہر قدم کے عوض ایک درجہ ہے۔

۱۴۱۸ - حدثنا محمد بن مثنى قال نا عبد الصمد بن عبد الوارث قال سمعت أبي يحدث قال حدثني الجريري عن أبي نضرة عن جابر بن عبد الله رضي الله عنهما قال خلت البقاع حول المسجد فأراد بنو سلمة أن ينتقلوا قرب المسجد فبلغ ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال لهم إنه بلغني أنكم تريدون أن تنتقلوا قرب المسجد قالوا نعم يا رسول الله قد أردنا ذلك فقال يا بني سلمة دياركم تكتب آثاركم دياركم

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مسجد کے قریب کچھ جگہ خالی ہوئی تو بنو سلمہ نے ارادہ کیا کہ مسجد کے قریب منتقل ہوجائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے ان سے فرمایا مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم مسجد کے قریب منتقل ہونا چاہتے ہو۔ انھوں نے کہا جی، یارسول اللہ! ہمارا یہی ارادہ ہے۔ آپ نے فرمایا اے بنو سلمہ! اپنے گھروں میں رہو تمہارے قدموں کے نشان لکھے جاتے ہیں (دوبارہ فرمایا) اپنے گھروں میں رہو تمہارے قدموں کے نشان لکھے جاتے ہیں۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

تُكْتَبُ آثَارُكُمْ۔

١٤١٩ - حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ النَّضْرِ التَّيْمِيُّ قَالَ نَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ كَهْمَسًا يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ أَرَادَ بَنُو سَلِمَةَ أَنْ يَتَحَوَّلُوا إِلَى قُرْبِ الْمَسْجِدِ قَالَ وَالْبِقَاعُ خَالِيَةٌ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا بَنِي سَلِمَةَ دِيَارَكُمْ تُكْتَبُ آثَارُكُمْ فَقَالُوا مَا كَانَ يَسُرُّنَا أَنَّا كُنَّا تَحَوَّلْنَا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مسجد کے ساتھ جگہ خالی تھی تو بنو سلمہ نے مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو فرمایا اے بنو سلمہ! اپنے گھروں میں رہو، تمہارے قدموں کے نشان لکھے جاتے ہیں۔ انہوں نے کہا پھر ہمیں منتقل ہونے کی خواہش نہ رہی۔

١٤٢٠ - حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ أَنَا زَكَرِيَّا بْنُ عَدِيٍّ قَالَ أَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ يَعْنِي ابْنَ عَمْرٍو عَنْ زَيْدِ ابْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَطَهَّرَ فِي بَيْتِهِ ثُمَّ مَشَى إِلَى بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللّٰهِ لِيَقْضِيَ فَرِيضَةً مِنْ فَرَائِضِ اللّٰهِ كَانَتْ خَطْوَتَاهُ إِحْدَاهُمَا تَحُطُّ خَطِيئَةً وَالْأُخْرَى تَرْفَعُ دَرَجَةً۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے گھر میں وضو کرے پھر اللہ تعالیٰ کے کسی گھر میں کوئی فریضہ ادا کرنے کے لیے جائے تو اس کے ہر ایک قدم کے بدلہ ایک گناہ معاف ہوگا اور دوسرے قدم سے ایک درجہ بلند ہوگا۔

١٤٢١ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ وَقَالَ قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا بَكْرٌ يَعْنِي ابْنَ مُضَرَ كِلَاهُمَا عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَفِي حَدِيثِ بَكْرٍ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهَرًا بِبَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ هَلْ يَبْقَى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ قَالُوا لَا يَبْقَى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ قَالَ فَذٰلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ يَمْحُو اللّٰهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بتاؤ! اگر تم میں سے کسی کے دروازہ پر ایک دریا ہو جس میں وہ ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرے تو کیا اس (کے بدن) پر کچھ میل باقی رہے گا؟! صحابہ نے عرض کیا اس میں بالکل میل باقی نہیں رہے گا آپ نے فرمایا پانچ نمازوں کی ایسی ہی مثال ہے اللہ تعالیٰ ان کے سبب گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

١٤٢٢ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں پانچ نمازوں کی مثال اس وسیع اور رواں دریا کی طرح ہے جو تم میں سے کسی ایک کے دروازہ پر ہو اور وہ ہر روز پانچ مرتبہ اس دریا سے

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الصَّلَوٰتِ الْخَمْسِ كَمَثَلِ نَهْرٍ جَارٍ غَمْرٍ عَلٰى بَابِ اَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ قَالَ قَالَ الْحَسَنُ وَمَا يُبْقِىْ ذٰلِكَ مِنَ الدَّرَنِ۔

غسل کرتا ہو، راوی حسن نے کہا پھر اس کے بدن پر بالکل میل نہیں رہے گا

۱۴۲۳۔ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِىْ شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُوْنَ قَالَ اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ غَدَا اِلَى الْمَسَاجِدِ اَوْ رَاحَ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهٗ فِى الْجَنَّةِ نُزُلًا كُلَّمَا غَدَا اَوْ رَاحَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص صبح یا شام کو مسجد میں آتا ہے اللہ تعالیٰ نے جنت میں اس کے لیے صبح یا شام کی ضیافت تیار کر رکھی ہے۔

کثرت جماعت اور فرشتوں کا استغفار

بظاہر ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر جماعت کا ثواب انفرادی نماز سے زیادہ ہوتا ہے لیکن حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کسی شخص کا ایک آدمی کے ساتھ نماز پڑھنا تنہا نماز پڑھنے سے افضل ہے اور دو آدمیوں کے ساتھ نماز پڑھنا ایک آدمی کے ساتھ نماز پڑھنے سے افضل ہے اور جماعت میں جس قدر زیادہ لوگ ہوں گے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسقدر زیادہ پسندیدہ ہے[1]۔ ان احادیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو شخص مسجد میں نماز کے انتظار میں جب تک باوضو بیٹھا رہتا ہے فرشتے اس کے لیے بخشش کی دعا کرتے رہتے ہیں اور فرشتوں کی دعا دو وجہ سے اقرب الی الاجابتہ ہے ایک اس وجہ سے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی معصیت نہیں کرتے لایعصون اللّٰہ ما امرھم و یفعلون ما یؤمرون۔ (تحریم: ۶) "وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو انھیں کہا جاتا ہے" اور جو اللہ تعالیٰ کا کہنا نہیں موڑتے اللہ تعالیٰ بھی ان کی دعائیں رد نہیں فرماتا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ امام رازی نے ایک حدیث کی روشنی میں بیان کیا کہ دوسروں کے لیے جو دعا کی جائے وہ قبول ہوتی ہے اس وجہ سے بھی فرشتے ہمارے لیے جو دعا کریں گے اس کی قبولیت زیادہ متوقع ہے۔ اس لیے فرشتوں کی اس دعا کو حاصل کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ کوشش کرنی چاہیے۔

قریب والی مسجد کا حق

ان احادیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ دور سے آکر مسجد میں نماز پڑھنے کا زیادہ ثواب ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی شخص اپنے قریب کی مسجد کو چھوڑ کر دور کی مسجد میں نماز پڑھنے جائے کیونکہ جو قریب مسجد ہے اس کا نمازی پر زیادہ حق ہے۔

پانچ نمازوں سے گناہوں کا دھلنا

ان احادیث میں یہ بھی ہے کہ پانچ نمازیں پڑھنا ایسا ہے جیسے دن میں پانچ بار غسل کرنا ہے اور جس طرح دن میں پانچ بار غسل کرنے سے بدن پر بالکل میل نہیں رہتا اسی طرح دن میں پانچ نمازیں پڑھنے سے کوئی گناہ باقی نہیں رہتا۔ اس پر سوال یہ ہے کہ دوسری حدیث میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ نمازیں ان کے درمیان ہونے والے گناہوں کا کفارہ ہیں جب تک کبائر کا ارتکاب نہ کرے[2] اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازوں سے صرف

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۸۲، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ۔

[2] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۳۷۵ھ۔

صغائر معاف ہوتے ہیں جبکہ اس باب کی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ پانچ نمازوں سے صغائر اور کبائر دونوں معاف ہو جاتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ صغائر کے ارتکاب سے ظاہری بدن پر میل جم جاتا ہے اور کبائر کے ارتکاب سے باطن بدن پر میل جم جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "کلا بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون" (مطففین: ۱۴) "ہرگز نہیں بلکہ ان کے کرتوتوں نے ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے" صغائر کا زنگ نمازوں سے دھل جاتا ہے اور کبائر کا زنگ، یا توبہ سے دھلتا ہے یا شفاعت سے یا محض فضل الٰہی سے۔

باب ۲۳۱ فَضْلِ الْجُلُوْسِ فِیْ مُصَلَّاہُ بَعْدَ الصُّبْحِ وَفَضْلِ الْمَسَاجِدِ

صبح کی نماز کے بعد اپنی جگہ پر بیٹھے رہنے کی اور مسجدوں کی فضیلت

۱۴۲۴- وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ یُوْنُسَ قَالَ نَا زُہَیْرٌ قَالَ نَا سِمَاکُ بْنُ حَرْبٍ ح وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی وَاللَّفْظُ لَہٗ قَالَ نَا اَبُوْ خَیْثَمَۃَ عَنْ سِمَاکِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ قُلْتُ لِجَابِرِ بْنِ سَمُرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَکُنْتَ تُجَالِسُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ کَثِیْرًا کَانَ لَا یَقُوْمُ مِنْ مُصَلَّاہُ الَّذِیْ یُصَلِّیْ فِیْہِ الصُّبْحَ اَوِ الْغَدَاۃَ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَاِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ قَامَ وَکَانُوْا یَتَحَدَّثُوْنَ فَیَاْخُذُوْنَ فِیْ اَمْرِ الْجَاہِلِیَّۃِ فَیَضْحَکُوْنَ وَیَتَبَسَّمُ۔

سماک بن حرب بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھتے تھے، انھوں نے کہا ہاں! بہت، آپ جس جگہ صبح کی نماز پڑھتے تھے طلوع آفتاب سے پہلے وہاں سے نہیں اٹھتے تھے۔ طلوع آفتاب کے بعد وہاں سے اٹھتے درآں حالیکہ لوگ آپس میں باتیں کرتے زمانہ جاہلیت کا تذکرہ کر کے ہنستے تھے اور آپ بھی مسکرا دیتے تھے۔

۱۴۲۵- وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ قَالَ نَا وَکِیْعٌ عَنْ سُفْیَانَ قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ عَنْ زَکَرِیَّا کِلَاہُمَا عَنْ سِمَاکٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا صَلَّی الْفَجْرَ جَلَسَ فِیْ مُصَلَّاہُ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ حَسَنًا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھنے کے بعد اپنے مصلی پر بیٹھے رہتے حتیٰ کہ سورج اچھی طرح نکل آتا۔

۱۴۲۶- وَحَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ وَاَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ قَالَا نَا اَبُو الْاَحْوَصِ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنّٰی وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَۃُ کِلَاہُمَا عَنْ سِمَاکٍ بِہٰذَا الْاِسْنَادِ وَلَمْ یَقُوْلَا حَسَنًا۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۱۴۲۷- وَحَدَّثَنَا ہَارُوْنُ بْنُ مَعْرُوْفٍ وَاِسْحٰقُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ قَالَا نَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي ذُبَابٍ فِي رِوَايَةِ هَارُونَ وَفِي حَدِيثِ الْأَنْصَارِيِّ حَدَّثَنِي الْحَارِثُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ مِهْرَانَ مَوْلَى أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَحَبُّ الْبِلَادِ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مَسَاجِدُهَا وَ أَبْغَضُ الْبِلَادِ إِلَى اللّٰهِ تَعَالَى أَسْوَاقُهَا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ ترین جگہ مساجد ہیں اور سب سے زیادہ ناپسند جگہ بازار ہیں۔

بازاروں کا ناپسندیدہ ہونا

مسجد میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے اور اس کے احکام کی اطاعت کی جاتی ہے اس لیے مسجد کا پسندیدہ جگہ ہونا واضح ہے اور بازاروں میں بالعموم ذکرِ الٰہی سے اعراض، جھوٹ، جھوٹی قسمیں، وعدہ خلافی، ملاوٹ، دھوکا، سود اور انواع و اقسام کی بے ایمانی کی جاتی ہے۔ نمازوں کے اوقات میں کھلے عام خرید و فروخت ہوتی رہتی ہے اور مختلف قسم کی نافرمانی ہوتی رہتی ہے۔ اس لیے یہ جگہیں اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔ الا یہ کہ جو بازار اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے خالی ہو اور اوقات نماز میں بازار بند کر کے مساجد میں جا کر نمازوں کا اہتمام کیا جائے۔

بَابُ ۲۳۲ مَنْ أَحَقُّ بِالْإِمَامَةِ

امامت کا مستحق

۱۴۲۸ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانُوا ثَلَاثَةً فَلْيَؤُمَّهُمْ أَحَدُهُمْ وَأَحَقُّهُمْ بِالْإِمَامَةِ أَقْرَأُهُمْ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تین نمازی ہوں تو ان میں سے ایک امامت کرے، اور امام بننے کا زیادہ مستحق وہ شخص ہے جسے قرآن کا زیادہ علم ہو۔

۱۴۲۹ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا يَحْيَى ابْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ قَالَ نَا مُعَاذٌ وَهُوَ ابْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي كُلُّهُمْ عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۱۴۳۰ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا سَالِمُ بْنُ نُوحٍ ح وَحَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ عِيسٰى قَالَ نَا ابْنُ

ایک دیگر سند بھی اس کی مثل منقول ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

الْمُبَارَكِ جَمِيعًا عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

ف: اس حدیث میں تین آدمیوں میں سے ایک کو امام بننے کا حکم دیا ہے اور حدیث نمبر ۱۴۳۶ میں دو آدمی ہوں تو جماعت کا حکم دیا ہے اور احادیث سے یہی راجح ہے۔

۱۴۳۱- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي خَالِدٍ قَالَ نَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِسْمٰعِيلَ بْنِ رَجَاءٍ عَنْ أَوْسِ بْنِ ضَمْعَجٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ فَإِنْ كَانُوا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَأَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ فَإِنْ كَانُوا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً فَإِنْ كَانُوا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ سِلْمًا وَلَا يَؤُمَّنَّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِي سُلْطَانِهِ وَلَا يَقْعُدْ فِي بَيْتِهِ عَلَى تَكْرِمَتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ قَالَ الْأَشَجُّ فِي رِوَايَتِهِ مَكَانَ سِلْمًا سِنًّا.

حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قوم کی امامت وہ شخص کرے جس کو سب سے زیادہ قرآن کا علم ہو، اگر قرآن مجید کے علم میں سب برابر ہوں تو پھر وہ امامت کرے جس کو حدیث کا سب سے زیادہ علم ہو اور اگر علم حدیث میں سب برابر ہوں تو جس شخص نے سب سے پہلے ہجرت کی ہو اور اگر ہجرت میں بھی سب برابر ہوں تو جو سب سے پہلے اسلام لایا ہو اور کوئی شخص کسی مقرر شدہ امام کے ہوتے ہوئے امامت نہ کرائے اور کسی کی مسند پر بلا اجازت نہ بیٹھے۔

۱۴۳۲- وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ قَالَ أَنَا جَرِيرٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا الْأَشَجُّ قَالَ نَا ابْنُ فُضَيْلٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

۱۴۳۳- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ مُثَنَّى نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ رَجَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ أَوْسَ بْنَ ضَمْعَجٍ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا مَسْعُودٍ يَقُولُ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ وَأَقْدَمُهُمْ قِرَاءَةً فَإِنْ كَانَتْ قِرَاءَتُهُمْ سَوَاءً فَلْيَؤُمَّهُمْ أَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً فَإِنْ كَانُوا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَلْيَؤُمَّهُمْ أَكْبَرُهُمْ سِنًّا

حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قوم کی امامت وہ شخص کرے جو کتاب اللہ کا سب سے زیادہ علم رکھتا ہو اور سب سے اچھی قراءت کرتا ہو اور اگر ان کی قراءت مساوی ہو تو وہ شخص امامت کرے جس نے ان میں سب سے پہلے ہجرت کی ہو اور اگر ہجرت میں سب مساوی ہوں تو وہ شخص امامت کرے جس کی عمر سب سے زیادہ ہو۔ کسی کے گھر اور اس کی حکومت میں کوئی شخص امام نہ بنے،

وَلَا يَؤُمَّنَّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِي أَهْلِهِ وَلَا فِي سُلْطَانِهِ وَلَا يَجْلِسُ عَلَى تَكْرِمَتِهِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ لَهُ أَوْ بِإِذْنِهِ ـ

اور نہ کسی کی اجازت کے بغیر اس کی مسند پر بیٹھے۔

۱۴۳۴ ـ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ أَتَيْنَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ شَبَبَةٌ مُتَقَارِبُونَ فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِينَ لَيْلَةً وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِيمًا رَقِيقًا فَظَنَّ أَنَّا قَدِ اشْتَقْنَا أَهْلَنَا فَسَأَلَنَا عَمَّنْ تَرَكْنَا مِنْ أَهْلِنَا فَأَخْبَرْنَاهُ فَقَالَ ارْجِعُوا إِلَى أَهْلِيكُمْ فَأَقِيمُوا فِيهِمْ وَعَلِّمُوهُمْ وَمُرُوهُمْ فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ ثُمَّ لِيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ ـ

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم، ہم عمر نوجوان، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے پاس بیس دن ٹھہرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت شفیق اور مہربان تھے آپ کو خیال ہوا کہ ہمیں گھر کی یاد ستا رہی ہوگی۔ آپ نے ہم سے پوچھا کہ تم گھر میں کن عزیزوں کو چھوڑ آئے ہو؟ ہم نے آپ کو بتلایا تو آپ نے فرمایا اپنے اہل و عیال کے پاس جاؤ اور وہیں ٹھہرو اور انھیں دین سکھاؤ اور جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے ایک شخص اذان دے اور جو بڑا ہو وہ امامت کرائے۔

۱۴۳۵ ـ وَحَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ وَخَلَفُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ نَا حَمَّادٌ عَنْ أَيُّوبَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ ح وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ أَيُّوبَ قَالَ قَالَ لِي أَبُو قِلَابَةَ نَا مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ أَبُو سُلَيْمَانَ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَاسٍ وَنَحْنُ شَبَبَةٌ مُتَقَارِبُونَ وَاقْتَصَّا جَمِيعًا الْحَدِيثَ بِنَحْوِ حَدِيثِ ابْنِ عُلَيَّةَ ـ

حضرت مالک بن حویرث بیان کرتے ہیں کہ میں کچھ لوگوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جب ہم نوجوان تھے۔ بقیہ حدیث مثل سابق ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

۱۴۳۶ ـ وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ أَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَصَاحِبٌ لِي فَلَمَّا أَرَدْنَا الْإِقْفَالَ مِنْ عِنْدِهِ قَالَ لَنَا إِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوةُ فَأَذِّنَا ثُمَّ أَقِيمَا وَلْيَؤُمَّكُمَا أَكْبَرُكُمَا ـ

حضرت مالک بن حویرث بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرا ساتھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جب ہم نے واپس جانے کا ارادہ کیا تو آپ نے ہم سے فرمایا جب نماز کا وقت آئے تو تم اذان دینا اور اقامت کہنا اور جو تم میں سے بڑا ہو وہ امامت کرائے۔

۱۴۳۷ ـ وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ قَالَ نَا حَفْصٌ يَعْنِي ابْنَ غِيَاثٍ قَالَ نَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے جس میں یہ زیادتی ہے کہ وہ دونوں قرأت میں برابر تھے۔

بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَزَادَ قَالَ الْحَذَّاءُ وَكَانَا مُتَقَارِبَيْنِ فِي الْقِرَاءَةِ۔

امامت کی فضیلت

امامت اذان سے افضل ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں ایک مرتبہ اذان دی ہے اور حالت عذر کے علاوہ ساری عمر امامت فرمائی ہے نیز آپ نے امامت کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا: "من صلی خلف عالم تقی کانما صلی خلف النبی[1]" "جس شخص نے پرہیزگار عالم دین کی اقتداء میں نماز پڑھی اس نے گویا نبی کی اقتداء میں نماز پڑھی"۔ علاوہ ازیں تمام خلفاء راشدین نے اپنے عہد خلافت میں امامت فرمائی ہے۔

قاری یا عالم میں کون امامت کا مستحق ہے

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ امامت کے لیے قاری کو مقدم کرنا چاہیے یا عالم دین کو، امام احمد بن حنبل قاری کو مقدم کرنے کے قائل ہیں[2] اور امام اعظم ابوحنیفہ[3]، امام شافعی[4] اور امام مالک[5] عالم دین کو مقدم کرنے کے قائل ہیں۔ امام احمد بن حنبل کی دلیل یہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "احقھم بالامامۃ اقرءھم[6]" "امامت کا سب سے زیادہ مستحق وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ قاری ہو"۔ ائمہ ثلاثہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ قاری سے مراد وہ شخص نہیں جو قرآن مجید کو تجوید اور عمدگی سے پڑھتا ہو بلکہ قاری سے مراد وہ شخص ہے جو قرآن کا علم رکھتا ہو لہٰذا یہ حدیث ائمہ ثلاثہ ہی کی دلیل ہے۔ ائمہ ثلاثہ کی دوسری دلیل یہ ہے کہ صحابہ میں سب سے عمدہ قرأت کرنے والے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تھے اور سب سے بڑے عالم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی کے مقابلہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امام بنایا اور آپ کا یہ عمل اس حدیث کی عملی تفسیر ہے کہ جو سب سے بڑا عالم ہو اس کو امام بنایا جائے۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ قرأت کا تعلق نماز کے صرف ایک رکن کے ساتھ ہے اور نماز کے باقی تمام ارکان، واجبات، سنن، آداب، نماز کے مفسدات اور مکروہات ان تمام چیزوں کا تعلق علم دین سے ہے بلکہ قرأت میں بھی بعض دفعہ ایسی الجھنیں پیش آجاتی ہیں جن کو صرف عالم دین ہی حل کر سکتا ہے، اس لیے نماز میں امام، عالم دین ہی کو بنانا چاہیے۔

فاسق کی امامت کی تحقیق اور مذاہب ائمہ

جو شخص علی الاعلان گناہ کبیرہ مثلاً شراب نوشی، زنا کاری اور سود خوری کا مرتکب ہو یا خلق خدا پر ظلم کرتا ہو ایسا شخص اصطلاح فقہ میں فاسق

---

1. علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ ردالمحتار ج ۱ ص ۳۲۵ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ
2. علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ۔ مغنی ابن قدامہ ج ۲ ص ۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ
3. علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر متوفی ۵۹۳ھ۔ ہدایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۳۰۱ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔
4. علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ۔ شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۶ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۳۷۵ھ
5. علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ۔ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۳۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
6. امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ۔

معلن کہلاتا ہے، ایسے شخص کو امام بنانا حرام ہے کیونکہ فاسق کی تنظیم شرعاً حرام ہے لیکن اگر ایسا شخص جبراً امام بن جائے تو اس کی اقتداء میں جمعہ پڑھنا جائز ہے۔ کیونکہ جمعہ کے لیے جماعت شرط ہے اور یہ بھی اس صورت میں ہے جبکہ شہر میں صرف ایک جگہ جمعہ ہوتا ہو اور اگر شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہوتا ہو اور فاسق معلن کے علاوہ صالح امام بھی جمعہ پڑھاتے ہوں تو پھر انہی کی اقتداء میں جمعہ پڑھنا واجب ہے اور فاسق کی اقتداء میں جمعہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر کسی کو مجبور کر دیا جائے تو پھر جائز ہے۔

یہ حکم اس فسق پر ہے جو قطعی الثبوت اور غیر مؤول ہو جیسے قتل، چوری، جوا، انگور کی شراب اور زنا وغیرہ کا ارتکاب اور جو فسق ظنی ہے جیسے ربا بالفضل[١]، مزابنہ[٢]، محاقلہ[٣] اور نجش[٤] وغیرہ یا جو فسق مؤول ہے جیسے انگور کے علاوہ دیگر اجناس کی شراب بھنگ، اور نبیذ وغیرہ کا ارتکاب۔ یہ فسق کی وہ اقسام ہیں کہ ان کے مرتکب کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے۔

امام احمد بن حنبل اور امام مالک کے نزدیک فاسق معلن کی اقتداء میں نماز جائز نہیں ہے۔ بعض احناف کے نزدیک بھی فاسق کی اقتداء میں نماز جائز نہیں۔ امام شافعی اور اکثر احناف کے نزدیک جائز ہے۔

علامہ ابن قدامہ، امام احمد بن حنبل کا مذہب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال ابوداؤد سالت احمد وقیل لہ اذا کان الامام یسکر قال لا تصل خلفہ البتۃ وسالہ رجل قال صلیت خلف رجل ثم علمت انہ یسکر اعیدہ؟ قال نعم اعد۔[٥]

ابوداؤد کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے پوچھا جب امام نشہ کرتا ہو تو؟ فرمایا اس کی اقتداء میں ہرگز نماز نہ پڑھو۔ ایک اور شخص نے سوال کیا میں نے ایک شخص کی اقتداء میں نماز پڑھی پھر مجھے علم ہوا کہ وہ امام نشہ کرتا ہے کیا میں نماز دہراؤں؟ فرمایا ہاں۔

علامہ بابرتی، امام مالک کا مذہب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال مالک لا تجوز الصلوۃ خلفہ لانہ لما ظہر منہ الخیانۃ فی الامور الدینیۃ لا یؤتمن فی اہم الامور۔[٦]

امام مالک کہتے ہیں کہ فاسق کی اقتداء میں نماز جائز نہیں کیونکہ جب اس سے امور دینیہ میں خیانت ظاہر ہو گئی تو ان میں سے زیادہ اہم امر میں اس پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

بعض احناف، فاسق کی امامت اور اقتداء کو ناجائز اور مکروہ تحریمی قرار دیتے ہیں، علامہ عینی فرماتے ہیں:

١۔ ربا بالفضل سود کی وہ قسم ہے جس میں جنس کے بدلہ میں جنس علی الفور زیادتی کے ساتھ لی جائے چونکہ اسکی حرمت خبر واحد سے ثابت ہے اسلیئے یہ حرمت ظنی ہے۔

٢۔ مزابنہ: درخت پر لگے پھلوں کی اندازہ سے بیع یہ از روئے حدیث حرام ہے۔

٣۔ محاقلہ: غلہ کی کھیت پر اندازہ سے بیع یہ بھی حدیث سے حرام ہے۔

٤۔ نجش: کسی کو دھوکا دیکر چیز فروخت کرنا۔ اس کی حرمت بھی حدیث سے ثابت ہے۔

٥۔ علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ٦٢٠ھ مغنی ابن قدامہ ج ٢ ص ١٥، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ١٤٠٥ھ

٦۔ علامہ اکمل الدین بابرتی حنفی ٧٨٦ھ۔ عنایہ علی ہامش فتح القدیر ج ١ ص ٣٠٤ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

واما الفاسق بجوارحہ کالزانی وشارب الخمر فزعم ابن الحبیب ان من صلی خلف من یشرب الخمر یعید ابدا الا ان یکون والیا[1]

فاسق معلن مثلاً شرابی یا زانی کے بارے میں ابن الحبیب کہتے ہیں جو شخص اس کی اقتداء میں نماز پڑھے وہ ہمیشہ نماز دہرائے الا یہ کہ امام حاکم ہو۔

علامہ زیلعی فرماتے ہیں:

والفاجر اذا تعذر منعہ یصلی الجمعۃ خلفہ وفی غیرھا ینتقل الی مسجد آخر[2]

فاسق کو جب امامت سے ہٹانا مشکل ہو تو جمعہ اسکے پیچھے پڑھے اور جمعہ کے علاوہ کسی اور مسجد میں نماز پڑھے۔

علامہ شرنبلالی فرماتے ہیں:

وکرہ امامۃ الفاسق العالم لعدم اھتمامہ بالدین فتجب اھانتہ شرعا فلا یعظم بتقدیمہ للامامۃ واذا تعذر منعہ ینتقل عنہ الی غیر مسجدہ للجمعۃ وغیرھا وان لم یقم الجمعۃ الا ھو تصلی معہ[3]

فاسق عالم کی امامت مکروہ (تحریمی) ہے کیونکہ وہ دین کا اہتمام نہیں کرتا اس لیے اس کی اہانت شرعاً واجب ہے لہٰذا اس کو امام بنا کر اس کی تعظیم نہ کی جائے، اگر اس کو مسجد سے ہٹانا دشوار ہو تو جمعہ اور دیگر نمازوں کے لیے کسی اور مسجد میں چلا جائے اور اگر صرف وہی جمعہ پڑھاتا ہو تو پڑھ لے

اس عبارت کی شرح میں علامہ طحطاوی فرماتے ہیں:

مفادہ کون الکراھۃ فی الفاسق تحریمیۃ۔[4]

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ فاسق کی امامت اور اقتداء مکروہ تحریمی ہے

علامہ حلبی فرماتے ہیں:

لو قدموا فاسقا یاثمون بناء علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم[5]

اگر لوگوں نے فاسق کو امام بنایا تو گناہ گار ہوں گے کیونکہ اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔

علامہ کردری فرماتے ہیں:

ویکرہ الاقتداء بمن عرف باکل الربا امام الفاسق یوم الجمعۃ ولم یکن منعہ قال بعضھم یقتدی بہ ولا تترک الجمعۃ بامامتہ[6]

جو شخص سود خوری میں مشہور ہو اس کی اقتداء مکروہ ہے فاسق جمعہ پڑھائے اور اس کو ہٹانا ممکن نہ ہو تو بعض فقہاء نے کہا کہ اس کی اقتداء کرے اور اسکی امامت کی وجہ سے جمعہ ترک نہ کرے۔

علامہ شربینی امام شافعی کا مذہب ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

تکرہ الصلوۃ خلفہ وانما صحت لما رواہ

فاسق کی اقتداء میں نماز مکروہ (تنزیہی) ہے اور جواز اسلئے ہے کہ بخاری

---

[1] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ — عمدۃ القاری جز ۵ ص ۲۳۲ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

[2] علامہ فخر الدین عثمان بن علی زیلعی متوفی ۷۴۳ھ — تبیین الحقائق ج ۱ ص ۱۳۵ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

[3] علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ — مراقی الفلاح علی ہامش طحطاوی ص ۱۸۱ مطبوعہ مطبع مصطفی البابی مصر ۱۳۵۶ھ

[4] علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ، حاشیۃ الطحطاوی ص ۱۸۱ مطبوعہ مطبع مصطفی البابی، مصر ۱۳۵۶ھ

[5] علامہ ابراہیم بن محمد حلبی متوفی ۹۵۶ھ — غنیۃ المستملی ص ۴۷۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی

[6] علامہ محمد بن شہاب ابن بزاز کردری متوفی ۸۲۷ھ۔ فتاوی بزازیہ علی ہامش الہندیہ ج ۴ ص ۵۵ مطبوعہ مطبع بولاق مصر۔

الشیخان ان ابن عمر کان یصلی خلف الحجاج قال الامام الشافعی وکفی بہ فاسقاً والمبتدع الذی لا یکفر ببدعتہ کالفاسق بل اولی لان اعتقاد المبتدع لا یفارقہ بخلاف الفاسق [1]

اور مسلم میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما حجاج کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے۔ امام شافعی فرماتے ہیں اس کا فاسق ہونا کافی ہے اور وہ بدعتی جس کی بدعت کفر تک نہیں پہنچی وہ فاسق کی طرح ہے بلکہ فاسق بدعتی سے اولیٰ ہے کیونکہ فاسق کے برخلاف بدعتی کا اعتقاد اس سے الگ نہیں ہوتا۔

اکثر احناف جو فاسق کی اقتداء اور اس کی امامت کے جواز کے قائل ہیں ان کی بھی یہی دلیل ہے۔ (مبسوط ج ۱ ص ۴۰)۔

بعض صحابہ کرام نے جو ظالم یا فاسق حکام کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے وہ خوف ضرر پر محمول ہے۔ علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں:

وفعل الصحابة محمول على انهم خافوا الضرر بترك الصلوٰة معهم فقد روينا عن عطاء و سعيد بن جبير انهما كانا في المسجد والحجاج يخطب فصليا بالايماء وانما فعلا ذلك لخوفهما على انفسهما ان صليا على وجه يعلم بهما [2]

صحابہ (ظالم حکمرانوں کی اقتداء میں) نماز اس وجہ سے پڑھتے تھے کہ ان کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کی بناء پر انہیں ضرر کا اندیشہ تھا کیونکہ عطا اور سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ حجاج کے خطبہ کے دوران وہ اشارے سے نماز پڑھ رہے تھے کیونکہ اگر وہ علی الاعلان نماز پڑھتے تو انھیں اپنی جان کا خوف تھا۔

اور ملا علی قاری رحمہ الباری فرماتے ہیں:

فانه لاشك انهم كانوا خائفين من نحو يزيد والحجاج وزياد، ولم يكن يتمشى الخروج على ارباب العناد بل كان يترتب عليه من امور الفساد ولذا كان ابن عمر رضى الله عنه يمنع ابن الزبير وينهاه عن دعوى الخلافة مع انه كان احق واولى بها من امراء الجور بلا خلاف [3]

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ صحابہ کرام، یزید، حجاج اور زیاد ایسے حکمرانوں سے خائف تھے اور ان ظالموں کے خلاف تحریک چلانے سے انھیں امت میں قتل اور خونریزی کا اندیشہ تھا۔ اسی سبب سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو دعوائے خلافت سے باز رکھتے تھے حالانکہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما ان ظالم حکام کے مقابلہ میں بلاشبہ خلافت کے زیادہ حقدار تھے۔

اور یہ بھی ثابت ہے کہ فساق کے پیچھے نماز پڑھنے کے بعد صحابہ کرام نماز دہرایا کرتے تھے۔ حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں:

WWW.NAFSEISLAM.COM

وكان ابن مسعود وغيره يصلون خلف الوليد بن عقبة بن ابي معيط وكان يشرب الخمر حتى انه صلى بهم الصبح مرة اربعا ثم قال: ازيدكم، فقال ابن مسعود ما زلنا معك منذ اليوم

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ ولید بن عقبہ بن ابی معیط کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے۔ وہ شراب پیتا تھا حتیٰ کہ ایک دن اس نے صبح کی نماز چار رکعات پڑھا دی پھر کہنے لگا: کیا اور زیادہ پڑھاؤں؟ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم ہمیشہ تمہارے ساتھ زیادہ نماز

---

[1] علامہ محمد قزوینی الخطیب من علماء القرن العاشر — مغنی المحتاج ج ۱ ص ۲۴۲ مطبوعہ دار احیاء التراث بیروت۔

[2] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ — مغنی ابن قدامہ ج ۲ ص ۱۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[3] علامہ علی بن سلطان القاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ — شرح فقہ اکبر ص ۱۴۸ مطبوعہ مطبعۃ مصطفی البابی مصر طبع ثالث ۱۳۷۵ھ

فی زیادۃ[1] پڑھتے ہیں (یعنی نماز پڑھ کر دہراتے ہیں۔

(سعیدی)۔

جیسا کہ سطور بالا میں ذکر کیا گیا کہ جمہور کے نزدیک فاسق معلن کی اقتداء میں بلاجبر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے جب کہ وہ فسق قطعی اور غیر مؤول کا مرتکب ہو اس کی دلیل یہ ہے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار۔ (ہود: ۱۱۳)

ظالموں کی طرف میلان نہ رکھو ورنہ تم کو بھی جہنم کی آگ جلائے گی۔

جب ظالموں سے میل جول پر جہنم کی وعید ہے تو ان کو نماز میں امام بنانا یا بلا حرج ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا بدرجہ اولیٰ اس وعید کا مصداق ہے (العیاذ باللہ!)

نیز فرمایا:

ولا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین۔ (انعام: ۶۸)

معلوم ہونے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔

جو شخص علانیہ اللہ تعالیٰ کے فرائض اور واجبات کے خلاف کرے، محرمات قطعیہ کا ارتکاب کرے اور خلق خدا پر ظلم کرے اس کے ظالم ہونے میں کیا شک ہے اور جب اللہ تعالیٰ نے ظالموں کے پاس بیٹھنے سے بھی منع فرمادیا ہے تو ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا بدرجہ اولیٰ ممنوع ہوگا۔

اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوران خطبہ فرمایا۔

الا لا تؤمن امرأۃ رجلا ولا یؤم اعرابی مهاجرا ولا یؤم فاجر مومنا الا ان یقهره بسلطان یخاف سیفه وسوطه[2]

سنو! کوئی عورت مرد کی امامت نہ کرے، نہ دیہاتی مہاجر کی امامت کرے، نہ فاسق مومن کی امامت کرے سوا اس کے کہ وہ حاکم کی تلوار اور اس کے کوڑوں سے ڈرتا ہو۔

یہ حدیث جمہور کے مسلک پر واضح نص ہے کہ اضطرار، مجبوری اور جان کے خوف کے سوا فاسق کی اقتداء میں نماز جائز نہیں ہے۔ بعض لوگ حدیث مذکور ذیل سے فاسق کی امامت کے جواز پر استدلال کرتے ہیں۔

عن ابی هریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم الجهاد واجب علیکم مع کل امیر برا کان او فاجرا والصلوۃ واجبة علیکم خلف کل مسلم برا کان او فاجرا وان عمل الکبائر والصلوۃ واجبة علی کل مسلم برا کان او فاجرا وان عمل الکبائر[3]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر امیر کے ساتھ تمہیں جہاد کرنا واجب ہے خواہ نیک ہو یا بد ہر چند وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو۔ ہر مسلمان کے پیچھے نماز پڑھنا تم پر واجب ہے خواہ نیک ہو یا بد ہر چند وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو اور ہر مسلمان کی نماز جنازہ پڑھنا تم پر واجب ہے، خواہ وہ نیک ہو یا بد اگرچہ وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو۔

---

[1] علامہ علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ شرح فقہ اکبر ص ۷، مطبوعہ مطبعۃ مصطفیٰ البابی مصر طبع ثالث ۱۳۷۵ھ۔

[2] امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۷۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[3] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ۔ سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۳۴۳ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ۔

اس حدیث سے استدلال کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ حدیث جسقدر اسانید سے مروی ہے وہ سب ضعیف ہیں۔ علامہ زیلعی فرماتے ہیں کہ امام ابوداؤد نے یہ حدیث عن مکحول عن ابی ھریرۃ روایت کی ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ مکحول کا حضرت ابوہریرہ سے سماع ثابت نہیں ہے لہٰذا یہ حدیث منقطع ہے۔ امام دارقطنی نے اس کو جس سند سے روایت کیا ہے اس میں معاویہ بن صالح ہے اس کا بھی حضرت ابوہریرہ سے سماع نہیں اس کے علاوہ یہ ضعیف بھی ہے۔ امام دارقطنی نے اس حدیث کو عن عبداللہ بن محمد بن یحیی بن عروۃ عن ابی صالح السمان عن ابی ھریرۃ روایت کیا ہے، علامہ ابن جوزی نے علل متناہیہ میں عبداللہ کو معلول قرار دیا۔ ابوحاتم نے کہا یہ متروک الحدیث ہے۔ ابن حبان نے کہا اس کی روایت لکھنا جائز نہیں۔ علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل سے اس حدیث کے بارے میں استفسار کیا گیا تو فرمایا ہم نے اس کو نہیں سنا [1]۔

علامہ سخاوی فرماتے ہیں:

سنن ابوداؤد اور بیہقی کی روایت کے تمام طرق اور اسانید میں مکحول ہے جس کی روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقطع ہے۔ دارقطنی نے الحارث عن علی، علقمۃ والاسود عن ابن مسعود اور ابوالدرداء کی سند سے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور یہ تمام طرق واہی اور ضعیف ہیں۔ متعدد محدثین نے اس کی تصریح کی ہے اور علل ابن جوزی میں بھی اس کا ذکر ہے [2]۔

برسبیل تنزل اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس میں جس فاسق کی اقتداء کے وجوب کا ذکر ہے۔ اس فاسق سے مراد وہ فاسق ہے جس کا فسق ظنی اور مؤول ہو تاکہ یہ حدیث قرآن کریم اور دیگر احادیث کے معارض نہ ہو۔

رہا وہ فاسق جس کا فسق مستور ہو، اس پر کراہت کا حکم نہیں لگایا جا سکتا کیونکہ شریعت کا حکم ظاہر پر ہے اور اس کا فسق ظاہر نہیں ہے۔

آج کل کچھ مساجد میں بعض ائمہ کی ڈاڑھی ایک مشت سے کم ہوتی ہے ہر چند کہ ایک مشت سے ڈاڑھی کم رکھنا غیر مستحسن ہے [3] لیکن ان کو فاسق معلن قرار دینا اور ان کی امامت کو مکروہ تحریمی اور ان کی اقتداء میں نماز کو واجب الاعادہ قرار دینا قطعاً باطل ہے، خصوصاً اس صورت میں جبکہ اکثر فقہاء احناف فسق قطعی اور غیر مؤول کے مرتکب کی اقتداء میں نماز کو مکروہ تنزیہی قرار دیتے ہیں اور یہ کہ ان کی اقتداء میں جماعت کا ثواب مل جاتا ہے اور اکیلے نماز پڑھنے سے ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا بہتر ہے۔ قاضی خاں نے لکھا ہے کہ جو شخص سود خوری اور فسق میں مشہور ہو، امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک اس کی اقتداء میں نماز جائز اور مکروہ (تنزیہی) ہے۔ (فتاویٰ قاضی خاں علی ہامش الہندیہ ج ۱ ص ۹۱ مطبوعہ مصر)

---

[1] علامہ جمال الدین زیلعی حنفی متوفی ۷۶۲ھ۔ نصب الرایہ ج ۲ ص ۲۷ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور۔

[2] ابوالخیر شمس الدین السخاوی متوفی ۹۰۲ھ۔ المقاصد الحسنہ ص ۲۶۷ مطبوعہ مکتبۃ الخانجی مصر، ۱۳۷۵ھ۔

[3] جمہور علماء کی تصریح کے مطابق ایک مشت تک ڈاڑھی سنت ہے۔ (ہدایہ ج اول ص ۲۲۱) اور ملا علی قاری رحمہ اللہ نے قبضہ تک ڈاڑھی کو مستحب قرار دیا ہے (شرح مسند امام اعظم ص ۲۱۰) اور فسق سنت یا مستحب کے ترک کو نہیں۔ فرض کے ترک یا حرام کے ارتکاب کو کہتے ہیں۔ سنت کا ترک نہ کبیرہ ہے نہ صغیرہ بلکہ واجب کا ترک گناہ صغیرہ ہے (الملفوظ ج ۱ ص ۹۴۔ از فاضل بریلوی مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور)۔ بعض علماء نے قبضہ کو واجب قرار دیا ہے اور یہ دلیل دی ہے کہ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جزوا الشوارب وارخوا اللحی وخالفوا المجوس "مونچھیں کم کراؤ، ڈاڑھی بڑھاؤ اور مجوس کی مخالفت کرو" اور مجوس یا ڈاڑھی بالکل منڈاتے تھے یا قبضہ سے کم رکھتے تھے اس لیے (حاشیہ صفحہ ہذا آئندہ صفحہ پر دیکھیں)

علامہ سرخسی فرماتے ہیں:

قال ویجوز امامۃ الاعمی والاعرابی والعبد وولد الزناء والفاسق وغیرھم احب الی (الی ان قال) فنقول تقدیم الفاسق للامامۃ جائز عندنا ویکرہ[1]

امام محمد فرماتے ہیں نابینا، دیہاتی، غلام، ولد زنا اور فاسق کی امامت جائز ہے اور ان کے غیر کی امامت میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔ امام سرخسی فرماتے ہیں اسلیے ہم کہتے ہیں کہ فاسق کو امام بنانا ہمارے نزدیک جائز ہے اور مکروہ (تنزیہی) ہے۔

نوٹ: یاد رہے کہ مکروہ تحریمی جواز کے ساتھ جمع نہیں ہوتا۔ علامہ شامی فرماتے ہیں: الظاھر ان المراد المکروہ تنزیھا لان المکروہ تحریما ممتنع شرعا منعا لازما۔[2] "جائز" کا لفظ مکروہ کو شامل ہوتا ہے لیکن اس سے مراد

(حاشیہ صفحہ سابقہ) اس حدیث کا مطلب ہے کہ کل یا اکثر ڈاڑھی کاٹنے میں مجوس کی مخالفت کرو اور ایک مشت تک ڈاڑھی بڑھاؤ اور اس حکم کی علت مجوس کی مخالفت ہے (فتح القدیر ج ۲ ص ۲۷۰ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر) لیکن یہ استدلال اس لیے مخدوش ہے کہ حدیث شریف میں ہے: عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الیھود والنصارٰی لا تصبغ فخالفوا علیھم فاصبغوا۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہود اور نصاریٰ ڈاڑھی نہیں رنگتے ان کی مخالفت کرو اور ڈاڑھی کو رنگا کرو (کالے رنگ سے اجتناب کرکے سرخ یا عنابی رنگ میں رنگنا سنت ہے) —— سعیدی۔ (سنن نسائی ج ۲ ص ۲۳۹ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی) "عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیروا الشیب ولا تشبھوا بالیھود" سفید بالوں کو (رنگ سے) متغیر کرو اور یہود کی مشابہت نہ کرو" (جامع ترمذی ص ۲۶۶ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی) اگر مجوس کی مخالفت کی وجہ سے ڈاڑھی میں قبضہ واجب ہو سکتا ہے تو یہود اور نصاریٰ کی مخالفت کی وجہ سے ڈاڑھی کا رنگنا بھی واجب ہوگا کیونکہ مخالفت کی علت دونوں میں مشترک ہے۔ اس لیے بعض علماء کا قبضہ کے وجوب پر یہ استدلال درست نہیں ہے۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے حدیث واعفوا اللحٰی "ڈاڑھی بڑھاؤ" میں امر کے پیش نظر ڈاڑھی میں قبضہ کو واجب قرار دیا ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۲۱۲ مطبوعہ تیج کمار لکھنؤ) لیکن یہ استدلال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اگر ڈاڑھی کا بڑھانا واجب ہو تو اس کو کاٹنا بالکل جائز نہیں ہوگا حالانکہ ایک مشت کے بعد ڈاڑھی کاٹنا سب کے نزدیک جائز ہے بلکہ علامہ ابن ہمام نے اس کو واجب لکھا ہے (فتح القدیر ج ۲ ص ۲۷۰) اور حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ڈاڑھی کو طولاً عرضاً کاٹا کرتے تھے (جامع ترمذی ص ۳۹۴) اس کی مزید تفصیل ہم جلد اول میں سنن وضو کے باب میں بیان کر چکے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ بعض فقہاء نے ڈاڑھی میں قبضہ کو واجب قرار دیا ہے لیکن ان کا استدلال صحیح نہیں ہے ورنہ ابن ہمام کے قول پر قبضہ سے زائد ڈاڑھی میں رکھنے والے سب فاسق معلن قرار پائیں گے (العیاذ باللہ) اس لیے صحیح یہی ہے کہ ڈاڑھی میں قبضہ سنت ہے اس لیے اگر کوئی شخص ایک مشت سے کم ڈاڑھی رکھتا ہے تو وہ تارک سنت ہے فاسق نہیں ہے اور اس کی اقتداء میں نماز جائز ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ غلام رسول سعیدی (اس مسئلہ پر مفصل بحث ان شاء اللہ کتاب اللباس (جلد سادس) میں آرہی ہے۔)

---

[1] علامہ شمس الدین السرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ۔ المبسوط ج ۱ ص ۴۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۴۰۰ھ۔

[2] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ۔ رد المحتار ج ۱ ص ۱۱۲ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ۔

مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ مکروہ تحریمی وہ ہے جو نہی عام مقتنع ہو اور اس میں منع لازم ہو۔"

علامہ قاضی خاں فرماتے ہیں:

واما من سواھم یجوز الاقتدا بھم ویکرہ وکذا الاقتداء بمن کان معروفا باکل الربا و الفسق مروی ذلک عن ابی حنیفۃ وابی یوسف رحمھما اللہ تعالیٰ (الی ان قال) واذا صلی الرجل خلف فاسق او مبتدع یکون محرزا ثواب الجماعۃ۔[1]

جہمیہ، قدریہ، اور رافضی غالی وغیرہم کے سوا اقتداء جائز اور مکروہ ہے اسی طرح اس شخص کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز ہے جو سود خوری میں معروف ہو یا فاسق معلن ہو۔ یہ امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف رحمہما اللہ سے مروی ہے۔ جب کوئی شخص فاسق یا بدعتی کے پیچھے نماز پڑھے تو وہ جماعت کا ثواب پا لیتا ہے۔

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں:

ویکرہ الاقتداء بالمشھور باکل الربا۔[2]

جو شخص سود خوری میں مشہور ہو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

اس عبارت سے پہلے علامہ ابن ہمام نے محیط سے نقل کیا ہے جو شخص فاسق کی اقتداء میں نماز پڑھتا ہے اس کو جماعت کا ثواب مل جاتا ہے اور درایہ سے نقل کیا ہے کہ ہمارے اصحاب کہتے ہیں کہ جمعہ کے علاوہ فاسق کی اقتداء میں نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

افاد ان الصلوٰۃ خلفھما اولی من الانفراد۔[3]

بحر، نہر اور محیط کی عبارت کا مفاد یہ ہے کہ فاسق اور بدعتی کی اقتداء میں نماز پڑھنا اکیلے نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں:

فان قلت فما الافضلیۃ ان یصلی خلف ھؤلاء او الانفراد قیل اما فی حق الفاسق فالصلوٰۃ خلفہ اولی لما ذکر فی الفتاوی کما قدمناہ (الی ان قال) فالحاصل انہ یکرہ لھؤلاء التقدم ویکرہ الاقتداء بھم کراھۃ تنزیھیۃ فان امکن الصلوٰۃ

اگر تم سوال کرو کہ ان لوگوں کی اقتداء میں نماز پڑھنا افضل ہے یا تنہا نماز پڑھنا بہتر ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ فاسق کی اقتداء میں نماز پڑھنا بہر حال بہتر ہے۔ جیسا کہ ہم اس سے پہلے کتب فتاوی سے نقل کر چکے ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ ان لوگوں کا امام بننا اور ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے، اگر ان کے علاوہ کسی اور کی اقتداء

Nafse Islam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

[1] علامہ فخر الدین حسن بن منصور اوزجندی متوفی ۲۹۵ ھ۔ فتاوی قاضی خان علی ہامش الہندیہ ج ۱ ص ۹۲، ۹۱ مطبوعہ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

[2] علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ ھ۔ فتح القدیر ج ۱ ص ۳۰۴ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[3] علامہ سید ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ ردالمحتار ج ۱ ص ۵۲۵ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ

خلف غیرهم فهو افضل والا فالاقتداء اولی من الانفراد وینبغی ان یکون محل کراهة الاقتداء بهم عند وجود غیرهم والا فلا کراهة کما لا یخفی[1]

علامہ حصکفی فرماتے ہیں:

ویکره تنزیها امامة عبد (الی ان قال) وفاسق[2]

علامہ شامی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

(قوله ویکره تنزیها) لقوله فی الاصل امامة غیرهم احب الی بحر عن المجتبی والمعراج ثم قال فیکره لهم التقدم ویکره الاقتداء بهم تنزیها[3]

میں نماز پڑھنا ممکن ہو تو فبہا ورنہ تنہا نماز پڑھنے سے ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا اولیٰ ہے اور ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا اسوقت مکروہ ہے جب دوسروں کی اقتداء میں نماز پڑھنا میسر ہو ورنہ کوئی کراہت نہیں ہے۔

غلام اور فاسق وغیرہ کی امامت مکروہ تنزیہی ہے۔

علامہ حصکفی نے فاسق کی اقتداء کو مکروہ تنزیہی اسلیے قرار دیا ہے کہ امام محمد نے مبسوط میں فاسق کے غیر کی اقتداء کو مستحب قرار دیا ہے البحر الرائق نے مجتبیٰ اور معراج کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ فاسق وغیرہ کا امام ہونا اور ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے۔

حاصل بحث یہ ہے کہ جس شخص کا علانیہ فسق قطعی اور غیر مؤول ہو جیسے شراب اور زنا وغیرہ، بعض احناف اور امام مالک اور امام احمد کے مذہب کے پیش نظر ان کی اقتداء میں نماز نہ پڑھے اور جس کا فسق ظنی یا مؤول ہو اس کی اقتداء میں نماز پڑھ لے اور ڈاڑھی کتروانے والے اگرچہ تارک سنت ہیں تاہم وہ کسی اعتبار سے بھی فاسق نہیں ہیں ان کو فاسق معلن کہنے کی شریعت مطہرہ میں گنجائش نہیں ہے اس لیے بلاوجہ ایک مسلمان کی عزت مجروح نہیں کرنی چاہیے اور ڈاڑھی منڈانے والے فسق ظنی کے مرتکب ہیں اس لیے ان کی اقتداء میں نماز مکروہ تنزیہی ہے۔

باب ۲۳۳ اِسْتِحْبَابِ الْقُنُوْتِ فِیْ جَمِیْعِ الصَّلَوَاتِ إِذَا نَزَلَتْ بِالْمُسْلِمِیْنَ نَازِلَةٌ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰهِ وَاسْتِحْبَابِهٖ فِی الصُّبْحِ دَائِمًا وَبَیَانِ أَنَّ مَحَلَّهٗ بَعْدَ رَفْعِ الرَّأْسِ مِنَ الرُّکُوْعِ فِی الرَّکْعَةِ الْاٰخِیْرَةِ وَاسْتِحْبَابِ الْجَهْرِ بِهٖ

قنوت نازلہ پڑھنے کا محل اور اس کا استحباب

۱۴۳۸ - حَدَّثَنِیْ أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ یَحْیٰی قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ بْنُ یَزِیْدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِیْ سَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیَّبِ وَأَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّهُمَا سَمِعَا أَبَا هُرَیْرَةَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی قرأت سے فارغ ہو کر رکوع سے سر اٹھا کے فرماتے سمع الله لمن حمده ربنا ولك الحمد پھر کھڑے ہو کر یہ دعا پڑھتے (ترجمہ) اے اللہ!

---

[1]. علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ البحر الرائق ج ۱ ص ۳۴۹ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

[2]. علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ - در مختار علی ہامش الرد ج ۱ ص ۵۲۳ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

[3]. علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ رد المحتار ج ۱ ص ۵۲۳ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ حِيْنَ يَفْرُغُ مِنْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ مِنَ الْقِرَاءَةِ وَيُكَبِّرُ وَيَرْفَعُ رَأْسَهٗ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ يَقُولُ وَهُوَ قَائِمٌ اَللّٰهُمَّ نَجِّ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ وَعَيَّاشَ بْنَ اَبِيْ رَبِيْعَةَ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْاَتَكَ عَلٰى مُضَرَ وَاجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ كَسِنِيْ يُوْسُفَ اَللّٰهُمَّ الْعَنْ لِحْيَانَ وَرِعْلًا وَذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ثُمَّ بَلَغَنَا اَنَّهٗ تَرَكَ ذٰلِكَ لَمَّا نَزَلَ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ۔

ولید بن ولید، سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ابی ربیعہ اور کمزور مسلمانوں کو کفار سے نجات دے، اے اللہ! (قبیلہ) مضر کو سختی سے روند ڈال اور ان پر حضرت یوسف (علیہ السلام) کے زمانہ کی طرح قحط کے سال مسلط کر دے۔ اے اللہ! لحیان، رعل، ذکوان اور عصیہ پر لعنت فرما جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتے ہیں، پھر ہمیں پتا چلا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی!: ”لیس لك من الامر شئ او یتوب علیهم او یعذبهم فانهم ظلمون“ تو آپ نے اس دعا کو ترک فرما دیا۔

١٤٣٩- وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَا نَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى قَوْلِهٖ وَاجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ كَسِنِيْ يُوْسُفَ وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهٗ۔

ایک اور سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کسنی یوسف تک روایت کیا ہے اس کے بعد اور کچھ نہیں بیان کیا۔

١٤٤٠- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ قَالَ نَا الْوَلِيْدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ نَا الْاَوْزَاعِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُمْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ بَعْدَ الرَّكْعَةِ فِيْ صَلٰوةٍ شَهْرًا اِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ يَقُوْلُ فِيْ قُنُوْتِهٖ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ سَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ اَللّٰهُمَّ نَجِّ عَيَّاشَ بْنَ اَبِيْ رَبِيْعَةَ اَللّٰهُمَّ نَجِّ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْاَتَكَ عَلٰى مُضَرَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِيْنَ كَسِنِيْ يُوْسُفَ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ثُمَّ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكَ الدُّعَاءَ بَعْدُ فَقُلْتُ اُرٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ تَرَكَ الدُّعَاءَ لَهُمْ قَالَ فَقِيْلَ وَمَا تُرَاهُمْ قَدْ قَدِمُوْا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد ایک ماہ تک قنوت (نازلہ) پڑھی سمع اللہ لمن حمدہ۔ کہنے کے بعد کھڑے ہوکر دعا فرماتے: اے اللہ! ولید بن ولید کو نجات دے، اے اللہ! سلمہ بن ہشام کو نجات دے اے اللہ! عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات دے۔ اے اللہ! کمزور مسلمانوں کو نجات دے۔ اے اللہ! مضر کو سختی سے پامال کر دے۔ ان پر یوسف (علیہ السلام) کے زمانہ جیسی قحط سالی نازل فرما۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے دیکھا اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کرنی چھوڑ دی۔ مجھ سے کہا گیا کیا تم نہیں دیکھتے وہ لوگ تو (خدا کے سامنے) پہنچ ہو گئے۔

۱۴۴۱- وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ نَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا هُوَ يُصَلِّي الْعِشَاءَ إِذْ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ ثُمَّ قَالَ قَبْلَ أَنْ يَسْجُدَ اللّٰهُمَّ نَجِّ عَيَّاشَ بْنَ أَبِي رَبِيعَةَ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ الْأَوْزَاعِيِّ إِلَى قَوْلِهِ كَسِنِي يُوسُفَ وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز میں سمع اللہ لمن حمدہ - کہہ کر سجدہ سے پہلے یہ دعا کی: اے اللہ! عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات دے، اس کے بعد کسنی یوسف تک اوزاعی کے مطابق روایت کیا اور اس کے بعد کچھ ذکر نہیں کیا۔

۱۴۴۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ نَا أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ وَاللّٰهِ لَأُقَرِّبَنَّ بِكُمْ صَلٰوةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقْنُتُ فِي الظُّهْرِ وَالْعِشَاءِ الْآخِرَةِ وَصَلٰوةِ الصُّبْحِ وَيَدْعُو لِلْمُؤْمِنِينَ وَيَلْعَنُ الْكُفَّارَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے قریب نماز پڑھاؤں گا، پھر انھوں نے ظہر، عشاء اور صبح کی نماز پڑھائی اور ان میں قنوت کیا یعنی مسلمانوں کے لیے دعا اور کفار پر لعنت کی۔

۱۴۴۳- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ دَعَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الَّذِينَ قَتَلُوا أَصْحَابَ بِئْرِ مَعُونَةَ ثَلَاثِينَ صَبَاحًا يَدْعُو عَلٰى رِعْلٍ وَذَكْوَانَ وَلِحْيَانَ وَعُصَيَّةَ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ قَالَ أَنَسٌ أَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي الَّذِينَ قُتِلُوا بِبِئْرِ مَعُونَةَ قُرْاٰنًا قَرَأْنَاهُ حَتّٰى نُسِخَ بَعْدُ أَنْ بَلِّغُوا قَوْمَنَا أَنْ قَدْ لَقِينَا رَبَّنَا فَرَضِيَ عَنَّا وَرَضِينَا عَنْهُ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس دن تک ان لوگوں کے لیے دعاء ضرر کی جنھوں نے اصحاب بیر معونہ کو شہید کر دیا تھا۔ آپ نے رعل، ذکوان، لحیان اور عصیہ کے خلاف دعاء ضرر کی جنھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تھی۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ جو صحابہ بیر معونہ میں شہید ہو گئے تھے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (ترجمہ) "ہماری قوم تک یہ پیغام پہنچا دو کہ ہم نے اپنے رب سے ملاقات کی وہ ہم سے راضی ہوا اور ہم اس سے راضی ہو گئے۔" ہم اس آیت کی تلاوت کرتے تھے بعد میں یہ آیت منسوخ ہو گئی۔

۱۴۴۴- وَحَدَّثَنِي عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا إِسْمٰعِيلُ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ قُلْتُ لِأَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ هَلْ قَنَتَ رَسُولُ اللّٰهِ

محمد کہتے ہیں میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں دعائے قنوت پڑھی ہے؟ انھوں نے کہا ہاں کچھ عرصہ تک رکوع کے بعد

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلٰوةِ الصُّبْحِ قَالَ نَعَمْ بَعْدَ الرُّكُوْعِ يَسِيْرًا۔

۱۴۴۵- وَحَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى وَاللَّفْظُ لِابْنِ مُعَاذٍ قَالَ حَدَّثَنِي الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ مِجْلَزٍ عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا بَعْدَ الرُّكُوْعِ فِيْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ يَدْعُوْ عَلٰى رِعْلٍ وَّذَكْوَانَ وَيَقُوْلُ عُصَيَّةُ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں ایک ماہ تک رکوع کے بعد رعل اور ذکوان کے خلاف دعائے ضرر فرمائی اور آپ نے فرمایا عصیہ نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ہے۔

۱۴۴۶- وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا بَهْزُ بْنُ اَسَدٍ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ قَالَ اَنَا اَنَسُ بْنُ سِيْرِيْنَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ شَهْرًا بَعْدَ الرُّكُوْعِ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ يَدْعُوْ عَلٰى بَنِيْ عُصَيَّةَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں ایک ماہ تک رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھی جس میں آپ نے عصیہ کے لیے دعاء ضرر فرمائی۔

۱۴۴۷- وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ سَاَلْتُهٗ عَنِ الْقُنُوْتِ قَبْلَ الرُّكُوْعِ اَوْ بَعْدَ الرُّكُوْعِ فَقَالَ قَبْلَ الرُّكُوْعِ قَالَ قُلْتُ فَاِنَّ نَاسًا يَزْعُمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ فَقَالَ اِنَّمَا قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا يَدْعُوْ عَلٰى اُنَاسٍ قَتَلُوْا اُنَاسًا مِّنْ اَصْحَابِهٖ يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّاءُ۔

عاصم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھی ہے یا رکوع کے بعد؟ انھوں نے بتایا رکوع سے پہلے۔ میں نے کہا کچھ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھی ہے۔ حضرت انس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک ماہ تک (رکوع کے بعد) قنوت پڑھی ہے جس میں ان لوگوں کے خلاف دعائے ضرر فرمائی جنھوں نے قراء صحابہ کو شہید کر دیا تھا۔

۱۴۴۸- حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمٍ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا يَّقُوْلُ مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ عَلٰى سَرِيَّةٍ مَّا وَجَدَ عَلَى السَّبْعِيْنَ الَّذِيْنَ اُصِيْبُوْا يَوْمَ بِئْرِ مَعُوْنَةَ كَانُوْا يُدْعَوْنَ الْقُرَّاءَ فَمَكَثَ شَهْرًا يَدْعُوْ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی لشکر کیلئے اتنا غمگین ہوتے نہیں دیکھا جتنا آپ ستر قراء صحابہ کے لیے غمگین ہوئے جو بیر معونہ کے دن شہید ہو گئے تھے، آپ ایک ماہ تک ان کے قاتلوں کے خلاف دعائے ضرر فرماتے رہے۔

عَلٰى قَتَلَتِهِمْ۔

۱۴۴۹- وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا حَفْصٌ وَ ابْنُ فُضَيْلٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَ مَرْوَانُ كُلُّهُمْ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ يَزِيْدُ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔ اور بعض راویوں نے بعض کی روایت پر زیادتی کی ہے۔

۱۴۵۰- وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا الْاَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ قَالَ اَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ شَهْرًا يَلْعَنُ رِعْلًا وَذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ عَصَوُا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک دعاء قنوت (نازلہ) پڑھی جس میں آپ رعل، ذکوان اور عصیہ پر لعنت بھیجتے تھے جنھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تھی۔

۱۴۵۱- وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا الْاَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ قَالَ اَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُوْسَى بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَنَسٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهٖ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی روایت ہے۔

۱۴۵۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ شَهْرًا يَدْعُوْ عَلٰى اَحْيَاءٍ مِنْ اَحْيَاءِ الْعَرَبِ ثُمَّ تَرَكَهٗ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک دعاء قنوت (نازلہ) پڑھی جس میں عرب کے کئی قبیلوں کے لیے دعاء ضرر فرمائی۔

۱۴۵۳- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ اَبِيْ لَيْلٰى قَالَ نَا الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْنُتُ فِي الصُّبْحِ وَالْمَغْرِبِ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح اور مغرب کی نماز میں قنوت (نازلہ) پڑھا کرتے تھے۔

۱۴۵۴- وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبِيْ لَيْلٰى عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْفَجْرِ وَالْمَغْرِبِ۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر اور مغرب میں قنوت (نازلہ) پڑھا کرتے تھے۔

۱۴۵۵- وَحَدَّثَنِيْ اَبُو الطَّاهِرِ اَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ الْمِصْرِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ عَنِ اللَّيْثِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ اَبِيْ اَنَسٍ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ خُفَافِ

خفاف بن ایما غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں فرمایا، اے اللہ! بنو لحیان، رعل، ذکوان اور عصیہ پر لعنت فرما جنھوں نے اللہ

ابْنِ اِيْمَاءِ الْغِفَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ صَلٰوةٍ اَللّٰهُمَّ الْعَنْ بَنِيْ لِحْيَانَ وَرِعْلًا وَذَكْوَانَ وَعُصَيَّةَ عَصَوُا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ غِفَارُ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا وَاَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ۔

اور اس کے رسول کی نافرمانی کی، اور (قبیلہ) غفار کی مغفرت فرما اور قبیلہ اسلم کو سلامت رکھ۔

۱۴۵۶- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالَ ابْنُ اَيُّوْبَ نَا اِسْمٰعِيْلُ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مُحَمَّدٌ وَهُوَ ابْنُ عَمْرٍو عَنْ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَرْمَلَةَ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ خُفَافٍ اَنَّهٗ قَالَ قَالَ خُفَافُ بْنُ اِيْمَاءٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ رَكَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ فَقَالَ غِفَارُ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا وَاَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ وَعُصَيَّةُ عَصَتِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اَللّٰهُمَّ الْعَنْ بَنِيْ لِحْيَانَ وَالْعَنْ رِعْلًا وَذَكْوَانَ ثُمَّ وَقَعَ سَاجِدًا قَالَ خُفَافٌ فَجُعِلَتْ لَعْنَةُ الْكَفَرَةِ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ۔

خفاف بن ایماء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کیا پھر رکوع سے سر اٹھا کر فرمایا (قبیلہ) غفار کی اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے اور (قبیلہ) اسلم کو اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ عصیہ نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ہے۔ اے اللہ! بنو لحیان پر لعنت کر اور رعل اور ذکوان پر لعنت کر پھر آپ نے سجدہ کیا۔ خفاف کہتے ہیں کہ کفار پر اسی وجہ سے لعنت کی جاتی ہے۔

۱۴۵۷- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَيُّوْبَ قَالَ نَا اِسْمٰعِيْلُ قَالَ وَاَخْبَرَنِيْهِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ حَرْمَلَةَ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الْاَسْقَعِ عَنْ خُفَافِ بْنِ اِيْمَاءٍ بِمِثْلِهٖ اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ يَقُلْ فَجُعِلَتْ لَعْنَةُ الْكَفَرَةِ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے مگر اس میں کفار پر اسی وجہ سے لعنت کیے جانے کا ذکر نہیں ہے۔

قنوت نازلہ

قنوت کے معنی دعا ہیں اور نازلہ سے مراد ہے نازل ہونے والی آفت اور مصیبت، اگر مسلمانوں پر خدانخواستہ کوئی مصیبت نازل ہو، مثلاً دشمن کا خوف ہو، قحط ہو، خشک سالی ہو، وبا ہو، طاعون ہو یا کوئی اور ضرر ظاہر ہو تو آخری رکعت میں رکوع کے بعد امام کھڑا ہو تسمیع کے بعد دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور جہری نماز میں باآواز بلند اس مصیبت کے دور ہونے کی اور مسلمانوں کے لیے کشادگی کی دعا کرے اور منقتدی امام کی دعا پر آمین کہیں اور اگر سری نماز ہو تو امام آہستہ دعا مانگے اور مسلمان اس وقت تک نماز میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں جب تک اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے مصیبت دور نہ کرے۔

قنوت نازلہ میں مذاہب

ظاہریہ (غیر مقلدین) کے نزدیک ہر فرض نماز میں قنوت نازلہ پڑھنا مستحسن ہے خواہ کوئی مصیبت نازل ہو یا نہ ہو[۱] اور خدانخواستہ مصیبت نازل ہونے کی صورت میں۔

امام شافعی کے نزدیک تمام فرائض میں قنوت نازلہ پڑھنا مستحب ہے۔ ورنہ نہیں[۲]

[۱]- شیخ ابو محمد علی بن حزم ظاہری متوفی ۴۵۶ھ محلی ج ۴ ص ۱۳۸ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۹ھ

[۲]- علامہ یحییٰ بن شرف نوادی شافعی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۲۳۷ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۳۷۵ھ

امام مالک کا صحیح قول یہ ہے کہ اس صورت میں تمام نمازوں میں قنوت نازلہ پڑھنا سنت ہے [۱]۔ اور امام احمد بن حنبل کا مسلک یہ ہے کہ ایسے حالات میں صرف صبح کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھے۔ [۲]

احناف کا مذہب احناف کثرھم اللہ کے نزدیک قنوت نازلہ کا پڑھنا منسوخ ہو گیا ہے اور اب کسی نماز میں قنوت نازلہ کا پڑھنا جائز نہیں ہے۔ علامہ سرخسی فرماتے ہیں:

قال ولا قنوت فی شیء من الصلوات سوی الوتر عندنا [۳]

امام محمد نے فرمایا، وتر کے سوا کسی نماز میں ہمارے نزدیک قنوت نہیں پڑھا جائیگا۔

علامہ کاسانی فرماتے ہیں:

ولنا ما روی ابن مسعود و جماعۃ من الصحابۃ رضی اللہ عنہم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قنت فی صلوۃ الفجر شہرا کان یدعو فی قنوتہ علی رعل و ذکوان ویقول اللھم اشدد وطأتک علی مضر واجعلھا علیھم سنین کسنی یوسف ثم ترکہ فکان منسوخا۔ [۴]

ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود اور دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ صبح کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھی جس میں آپ رعل اور ذکوان کے لیے دعا ضرر فرماتے تھے کہ اے اللہ! مضر کو سختی سے پامال کر دے اور ان پر حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ جیسا قحط نازل فرما پھر آپ نے قنوت پڑھنا ترک کر دیا اور یہ منسوخ ہو گیا۔

علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر فرماتے ہیں:

والقنوت مجتہد فیہ ولھما انہ منسوخ [۵]

قنوت (نازلہ) اجتہادی مسئلہ ہے امام ابو حنیفہ اور امام محمد فرماتے ہیں کہ یہ منسوخ ہو چکا ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

ومن الائمۃ الذین لا یرون بہ الامام ابو حنیفۃ وابو یوسف ومحمد وعبد اللہ بن المبارک [۶]

جو ائمہ قنوت نازلہ کو جائز نہیں قرار دیتے ہیں ان میں امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد اور امام عبد اللہ بن مبارک ہیں۔

امام طحاوی فرماتے ہیں:

۱۔ امام ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ۔ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۳۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

۲۔ علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۷۵۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

۳۔ علامہ شمس الدین سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ المبسوط ج ۱ ص ۱۶۵ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۰۰ھ

۴۔ علامہ ابو بکر بن مسعود الکاسانی الحنفی متوفی ۵۸۷ھ۔ بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۷۳ مطبوعہ ایچ، ایم، سعید، کراچی۔

۵۔ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر حنفی متوفی ۵۹۳ھ۔ ہدایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۳۷۶ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

۶۔ علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ۔ عمدۃ القاری جز ۷ ص ۲۲، ۲۳ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

لا ینبغی القنوت فی الفجر فی حال حرب ولا غیرہ قیاسا و نظرا علی ما ذکرنا من ذلک وھذا قول ابی حنیفۃ وابی یوسف و محمد رحمھم اللہ تعالٰی [۱]

صبح کی نماز میں قنوت نہیں پڑھنا چاہیے۔ حالت جنگ میں نہ حالت امن میں۔ یہی چیز دلائل سے ثابت ہے جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں اور یہی امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔

احناف کے دلائل

عن انس بن مالک قال قنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم شھرا یدعو علی رعل و ذکوان [۲]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک قنوت (نازلہ) پڑھی (قبیلہ) رعل اور ذکوان کے لیے دعا ضرر فرماتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب بیر معونہ کے مقتول ہونے کی بنا پر رعل اور ذکوان وغیرہ کے لیے ایک ماہ تک دعائے ضرر فرماتے رہے۔

ثم بلغنا انہ ترک ذلک لما انزل لیس لک من الامر شیئ او یتوب علیھم او یعذبھم فانھم ظلمون [۳] (آل عمران: ۱۲۸)

پھر ہمیں یہ حدیث پہنچی کہ جب قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ) آپ (ہدایت یا گمراہی) پیدا کرنے کے مالک نہیں ہیں یا ان کی توبہ قبول کرنے یا انہیں عذاب دینے کے، یہ لوگ یقیناً ظالم ہیں۔

بیر معونہ میں ستر قاریوں کی شہادت کا واقعہ غزوۂ اُحد کے چار ماہ بعد ۴ ہجری میں پیش آیا [۴]۔ اس وقت آپ نے ایک ماہ تک قنوت نازلہ (کفار کے لیے دعا ضرر) پڑھی، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو قنوت نازلہ پڑھنے سے روک دیا اور آپ نے قنوت نازلہ پڑھنا ترک کر دی۔ بیر معونہ کے بعد آپ چھ سال (حیات ظاہری کے ساتھ) زندہ رہے۔ کفار کے ساتھ متعدد حروب اور جنگیں پیش آئیں کئی بار مسلمان مشکلات اور پریشانیوں کا شکار ہوئے لیکن آپ نے قنوت نازلہ نہیں پڑھی، اگر قنوت نازلہ مشروع ہوتی تو آپ ضرور پڑھتے۔

عن الزھری قال قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابوبکر و عمر وھم لا یقنتون [۵]

زہری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر وصال کر گئے اور انہوں نے قنوت نازلہ نہیں پڑھی۔

۱۔ امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ ۔ شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۴۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور۔ ۱۴۰۴ھ

۲۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ ۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۳۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

۳۔ امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ ۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۷ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۳۷۵ھ

۴۔ علامہ ابو الفدا حافظ ابن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ ۔ البدایہ والنہایہ جزء ۴ ص ۷۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

۵۔ حافظ ابوبکر عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ ۔ مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۱۰۵ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۰ھ

امام ابوجعفر طحاوی فرماتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعود نے تمام عمر قنوت نازلہ نہیں پڑھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مسلمان زیادہ تر جنگوں میں مشغول رہے اور انھوں نے قنوت نازلہ نہیں پڑھی، حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ قنوت نازلہ کا انکار کرتے تھے، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما مختلف جنگوں میں مشغول رہنے کے باوجود قنوت نازلہ نہیں پڑھتے تھے۔ ان صحابہ کرام کا حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے اختلاف تھا کیونکہ یہ حضرات حالت جنگ میں قنوت نازلہ کو جائز قرار دیتے تھے۔ [۱]

بعض شارحین کا تسامح

ہم سطور سابقہ میں امام طحاوی اور علامہ عینی کے حوالوں سے بیان کر چکے ہیں کہ احناف کے نزدیک جنگ اور مصیبت کی حالت میں بھی کسی نماز میں قنوت نازلہ پڑھنی مشروع نہیں ہے لیکن حیرت ناک بات یہ ہے کہ شیخ انور شاہ کشمیری نے لکھا ہے کہ امام طحاوی اور علامہ عینی کہتے ہیں کہ احناف کے نزدیک قنوت نازلہ پڑھنا ثابت ہے۔ شیخ کشمیری لکھتے ہیں:

وتکلم الطحاوی فی قنوت النازلة ویتوهم النسخ من عبارته فلیترکه فان الشیخ العینی رحمه الله تعالی نقل عن الطحاوی ما یدل علی انها ثابتة عندنا ایضًا۔

امام طحاوی نے قنوت نازلہ میں بحث کی ہے اور ان کی عبارت سے نسخ کا وہم ہوتا ہے، اس کو چھوڑ دو کیونکہ شیخ عینی رحمہ اللہ نے امام طحاوی سے نقل کیا ہے کہ ہمارے نزدیک بھی قنوت نازلہ ثابت ہے۔ [۲]

امام طحاوی [۳] نے شرح معانی الآثار میں ص ۱۴۲ سے ص ۱۴۹ تک آٹھ صفحات میں قنوت نازلہ پر بحث کی ہے اور حضرت ابوہریرہ، حضرت [۴] ابن مسعود، حضرت عبدالرحمن [۵] بن ابی بکر رضی اللہ عنہم کی سند کے ساتھ صحیح روایت سے ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک ماہ قنوت نازلہ پڑھی پھر جب لیس لك من الامر شیء (آل عمران: ۱۲۸) نازل ہوئی تو آپ نے قنوت نازلہ ترک فرما دی اور پھر کبھی کسی نماز میں قنوت نازلہ نہیں پڑھی۔ حضرت ابوہریرہ جو قنوت نازلہ پڑھتے تھے ان کے بارے میں ثابت کیا ہے کہ ان تک نسخ نہیں پہنچا تھا [۶] اور حضرت عبداللہ [۷] بن عمر اور حضرت انس سے جو قنوت نازلہ پڑھنے کی روایات ہیں ان کے برخلاف دوسری معارض روایات سند کے ساتھ پیش کی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ قنوت نازلہ کے قائل نہیں [۸] تھے۔ البتہ حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت ابن عباس کے بارے میں تسلیم کیا ہے کہ وہ حالت جنگ میں قنوت نازلہ پڑھتے تھے لیکن

WWW.NAFSEISLAM.COM

۱۔ امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۴۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۴ھ

۲۔ شیخ محمد انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۲، ص ۳۰۲ مطبوعہ مطبع حجازی قاہرہ۔

۳۔ امام ابوجعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۴۲ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

۴۔ 〃　〃　〃　ج ۱ ص ۱۴۳　〃　〃

۵۔ 〃　〃　〃　ج ۱ ص ۱۴۲　〃　〃

۶۔ 〃　〃　〃　ج ۱ ص ۱۴۶　〃　〃

۷۔ 〃　〃　〃　ج ۱ ص ۱۴۵　〃　〃

۸۔ 〃　〃　〃　ج ۱ ص ۱۴۹　〃　〃

اس کے برخلاف حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت ابو درداء اور حضرت عمر کے دور میں عام مسلمانوں کے عمل سے ثابت کیا ہے کہ وہ حالتِ جنگ میں قنوت نازلہ نہیں پڑھتے تھے۔ [1]

ان تمام اختلافی نکات پر سند سے احادیث روایت کرنے کے بعد امام طحاوی آخر میں قیاس اور نظرِ صحیح سے قنوت نازلہ کا منسوخ ہونا بیان کرتے ہیں۔

ولم نعلم عن احد منهم انه قنت فی ظهر ولا عصر فی حال حرب ولا غیره فلما كانت هاتان الصلاتان لا قنوت فیهما فی حال الحرب وفی حال عدم الحرب وكانت الفجر والمغرب والعشاء لا قنوت فیهن فی حال الحرب ایضا وقد رأینا الوتر فیها القنوت عند اكثر الفقهاء فی سائر الدهر وعند خاص منهم فی لیلة النصف من شهر رمضان خاصة فكانوا جمیعا انما یقنتون لتلك الصلوٰة خاصة لا لحرب ولا لغیره فلما انتفى ان یكون القنوت فیما سواها یجب لعلة الصلوٰة خاصة لا لعلة غیرها انتفى ان یكون یجب بمعنى سوى ذلك فثبت بما ذكرنا انه لا ینبغى القنوت فی الفجر فی حال حرب ولا غیره قیاسا ونظرا على ما ذكرنا من ذلك وهذا قول ابی حنیفة وابی یوسف ومحمد رحمهم الله تعالى۔ [2]

ہم کو کسی صحابی سے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر کی نماز میں قنوت پڑھی ہو۔ نہ جنگ کی حالت میں نہ غیر حالتِ جنگ میں اور جب جنگ اور غیر جنگ دونوں حالتوں میں ان دونوں نمازوں میں قنوت نہیں ہے اور فجر، مغرب اور عشاء میں غیر حالِ جنگ میں قنوت ثابت نہیں ہے تو ثابت ہوا کہ ان نمازوں میں حالِ جنگ میں بھی قنوت نہیں ہوگی (کیونکہ تمام نمازیں ایک جیسی ہیں۔ سعیدی) اور وتر کے بارے میں اکثر فقہاء کا اتفاق ہے کہ وتر میں ہمیشہ قنوت پڑھی جاتی ہے، اور بعض فقہاء کہتے ہیں کہ وتر میں نصف رمضان میں قنوت پڑھی جاتی ہے پس تمام فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ حالتِ جنگ ہو یا غیر حالتِ جنگ وتر میں قنوت پڑھی جائیگی اور جب وتر کے غیر میں قنوت کی نفی ہو گئی تو معلوم ہوا کہ قنوت صرف نماز (وتر) کے سبب سے پڑھی جاتی ہے اس کا کوئی اور سبب نہیں ہے، ہمارے اس بیان سے ثابت ہو گیا کہ فجر کی نماز میں قنوت مناسب نہیں حالِ جنگ میں نہ غیر حالِ جنگ میں اور یہی امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا مسلک ہے۔

امام طحاوی کی پوری بحث اور خصوصاً اس عبارت میں صاف صراحت ہے کہ احناف کے نزدیک قنوت نازلہ منسوخ ہو چکی ہے اور اس کا پڑھنا مطلقاً مشروع نہیں رہا۔ ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ شیخ کشمیری نے یہ کیسے کہہ دیا کہ اس عبارت سے نسخ کا وہم ہوتا ہے۔ رہا شیخ کشمیری کا یہ کہنا کہ علامہ عینی نے امام طحاوی سے نقل کیا ہے ہمارے نزدیک قنوت نازلہ ثابت ہے یہ بھی غلط ہے۔ ہم علامہ عینی کی وہ عبارت پیش کر رہے ہیں جو انہوں نے امام طحاوی سے نقل کی ہے۔

قال الطحاوی حدثنا ابن ابی داؤد حدثنا المقدمی حدثنا ابو معشر حدثنا ابو حمزة عن ابراهیم

امام طحاوی (اپنی سند ذکر کر کے) کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک

---

[1] امام ابو جعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ۔ شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۴۹۔ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

[2] 〃　〃　〃　〃　〃

عن علقمة عن ابن مسعود قال قنت رسول الله صلى الله عليه وسلم شهرا يدعو على عصية وذكوان فلما ظهر عليهم ترك القنوت وكان ابن مسعود لا يقنت في صلوته ثم قال فهذا ابن مسعود يخبران قنوت رسول الله صلى الله عليه وسلم الذي كان يقنت انما كان من اجل من كان يدعو عليه وانه قد كان ترك ذلك فصار القنوت منسوخا فلم يكن هو من بعد رسول الله يقنت وكان احد من روى عنه صلى الله عليه وسلم ايضا عبد الله بن عمر ثم اخبران الله عز وجل نسخ ذلك (الى ان قال) فصار ذلك عند ابن عمر منسوخا۔ [۱]

ماہ قنوت نازلہ پڑھی جس میں آپ عصیہ اور ذکوان کے خلاف دعا کرتے تھے۔ پھر جب آپ ان پر غالب ہو گئے تو قنوت کو ترک فرما دیا اور حضرت ابن مسعود اپنی نماز میں قنوت نہیں پڑھتے تھے اور حضرت ابن مسعود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا ضرر کی بنا پر قنوت پڑھتے تھے اور آپ نے اس کو ترک کر دیا اور قنوت نازلہ منسوخ ہو گئی اس لیے وہ آپ کے بعد قنوت نہیں پڑھتے تھے، قنوت کے ایک راوی حضرت عبد اللہ ابن عمر ہیں وہ بھی یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو منسوخ کر دیا۔ لہٰذا قنوت نازلہ حضرت عبد اللہ بن عمر کے نزدیک بھی منسوخ ہے۔

علامہ عینی نے اور بھی مقامات پر امام طحاوی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ قنوت نازلہ منسوخ ہے [۲]

ان تصریحات سے ظاہر ہو گیا کہ شیخ کشمیری نے امام طحاوی اور علامہ عینی کے حوالوں سے جو کچھ لکھا ہے وہ صحیح نہیں ہے پھر شیخ بدر عالم میرٹھی نے بھی ان امالی کو ترتیب دیتے وقت غور نہیں کیا نہ اصل کتابوں کی طرف مراجعت کی ورنہ کم از کم وہ ہی تصحیح کر دیتے۔

اس سے بھی زیادہ حیرت ناک بات یہ ہے کہ شیخ عثمانی نے بھی اپنے استاذ کی اتباع میں امام طحاوی کی طرف عدم نسخ کا قول منسوب کر دیا اور مزید حیرت اس پر ہے کہ ایک عبارت بلا حوالہ امام طحاوی کی طرف منسوب کر دی لکھتے ہیں۔

قال الحافظ ابو جعفر الطحاوی انما لا يقنت عندنا في صلوة الفجر من غير بلية فان وقعت فتنة او بلية فلا بأس به فعله رسول الله صلى الله عليه وسلم [۳]

حافظ ابو جعفر طحاوی نے کہا ہے کہ ہمارے نزدیک غیر حالت مصیبت میں صبح کی نماز میں قنوت نہیں پڑھی جائے گی اگر کوئی فتنہ یا مصیبت نازل ہو تو کوئی حرج نہیں، رسول اللہ علیہ وسلم نے قنوت پڑھی ہے۔

شیخ سہارنپوری نے بھی یہی غلطی کی ہے وہ بھی لکھتے ہیں:

قال الحافظ ابو جعفر انما لا يقنت عندنا في صلوة الفجر من غير بلية فان وقعت فتنة او بلية فلا بأس به فعله رسول الله صلى الله عليه وسلم [۴]

حافظ ابو جعفر کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک غیر حال بلا میں فجر کی نماز میں قنوت نازلہ نہیں پڑھی جائیگی اگر کوئی فتنہ یا مصیبت نازل ہو تو کوئی حرج نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت پڑھی ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

۱۔ علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری ج ۶ ص ۷۲ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر

۲۔ " " ج ۷، ص ۲۳

۳۔ شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ فتح الملہم ج ۲ ص ۲۳۶ مطبوعہ مکتبۃ الحجازی کراچی

۴۔ شیخ خلیل احمد سہارنپوری متوفی ۱۳۴۶ھ بذل المجہود ج ۲ ص ۳۳۴ مطبوعہ مکتبہ قاسمیہ ملتان

قنوت نازلہ اجتہادی ہے

صحابہ کرام کی اکثریت قنوت نازلہ کی قائل نہیں تھی البتہ بعض صحابہ حالت جنگ میں قنوت نازلہ کے قائل تھے اسلئیے یہ مسئلہ اجتہادی ہے۔ ائمہ ثلاثہ قنوت نازلہ پڑھنے کے استحباب کے قائل ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ منسوخ ہو چکی ہے۔

متاخرین احناف

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ قنوت نازلہ پڑھنا شریعت مستمرہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قنوت نازلہ ترک کر دینے کی وجہ یہ تھی اللہ تعالیٰ نے لیس لک من الامر شیء۔ (آلِ عمران: ۱۲۸) فرما کر آپکو اس سے روک دیا تھا اور بعد میں مسلمانوں پر کوئی آفت نہیں آئی بعد میں جن صحابہ کرام نے قنوت نازلہ نہیں پڑھی اس کی بھی یہی وجہ تھی۔ اور بعض صحابہ نے حالتِ جنگ میں قنوت نازلہ پڑھی ہے۔ جس کی وجہ سے حالت جنگ میں قنوت نازلہ پڑھنا جائز ہے [1] علامہ شرنبلالی فرماتے ہیں کہ مصیبت کے وقت قنوت نازلہ پڑھنا دائمی شریعت ہے اور یہی ہمارا اور جمہور کا مذہب ہے [2] علامہ علائی فرماتے ہیں کہ جہری نمازوں میں قنوت نازلہ پڑھی جائے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سب نمازوں میں پڑھی جائے [3] اور علامہ شامی فرماتے ہیں کہ صرف صبح کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھی جائے [4]۔

متاخرین احناف نے جو کچھ فرمایا ہے وہ ان کا اجتہاد ہے صحیح بات یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگی صورتوں، مشکلات اور ابتلاء کے باوجود قنوت نازلہ پڑھنی ترک فرمادی، اس لیے اب یہ مشروع نہیں ہے اور یہی امام اعظم ابو حنیفہ اور امام محمد کا مذہب ہے۔ البتہ مصائب اور مشکلات میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور اس سے گڑگڑا کر دعا مانگنی چاہیے کفر کی شکست اور اسلام کی سربلندی کے لیے دعائیں مانگنی چاہئیں، اس پر نہ صرف یہ کہ سب کا اتفاق ہے بلکہ یہ بندے اور مسلمان کی بندگی اور اسلام کے اظہار کا ذریعہ ہے۔

زندہ کفار کے لیے لعنت کا عدم جواز

زندہ کافروں کے لیے موت اور ہلاکت کی دعا کرنا اور ان پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو دولت ایمان سے سرفراز فرمادے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قنوت نازلہ میں نام لے لے کر بعض کفار پر لعنت کرتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپکو منع فرمادیا۔ اور ان کفار کو نعمت اسلام سے مشرف فرمادیا

عن عبد الله بن عمر قال قال رسول الله صلی اللّٰه علیه وسلم یوم احد اللهم العن ابا سفیان اللهم العن الحارث بن هشام اللهم العن صفوان بن امیة قال فنزلت لیس لك من الامر شیء

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ اُحد کے دن فرمایا، اے اللہ! ابوسفیان پر لعنت کر، اے اللہ! حارث بن ہشام پر لعنت کر، اے اللہ! صفوان بن امیہ پر لعنت کر، اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت

---

[1] علامہ کمال ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ۔ فتح القدیر ج ۱، ص ۳۷۹ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

[2] علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ۔ مراقی الفلاح ص ۲۰۴ مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی حلبی مصر۔

[3] علامہ علاؤالدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ۔ درمختار علی ہامش رد المحتار ج ۱ ص ۶۲۸ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول۔

[4] علامہ سید ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ رد المحتار ج ۱ ص ۶۲۸ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول۔

[5] امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ۔ تفسیر کبیر ج ۳ ص ۴۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

ایضاً۔ علامہ سید محمود آلوسی بغدادی ۱۲۷۰ھ۔ روح المعانی ج ۴ ص ۴۹۔ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

او یتوب علیہم فتاب علیہم فحسن اسلامھم [1]

نازل فرمائی لیس لک من الامر شیء الآیۃ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کفار کی توبہ قبول فرمائی اور ان کو اسلام میں حسن عمل عطا فرمایا۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ابوسفیان نے اسلام کے خلاف بہت معرکے کیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بارہا اذیت پہنچائی۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر لعنت کرنے سے روک دیا اور ابوسفیان کو شرف اسلام سے بہرہ مند کیا پھر کسی اور کافر کے لیے لعنت کس طرح جائز ہو سکتی ہے اس لیے جب کفار سے جنگ ہو تو ان پر لعنت کی جائے نہ ان کی موت کی دعا کی جائے بلکہ اسلام کی سربلندی کفر کی شکست اور کفار کے لیے اسلام قبول کرنے کی دعائیں مانگی جائیں۔ فقہاء کہتے ہیں کہ ہزاروں کفار کو قتل کرنے سے ایک کافر کو مسلمان کرنا زیادہ افضل ہے۔ غزوۂ بدر میں مقید کفار کو قتل نہ کرنا بھی اس کی تائید کرتا ہے۔

قنوت فجر میں مذاہب

امام شافعی کے نزدیک صبح کی نماز میں دائما قنوت پڑھنا مستحب ہے [2]۔ امام مالک کے نزدیک صبح کی نماز میں دائما قنوت پڑھنا سنت ہے [3]۔ امام احمد بن حنبل [4] اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ کے نزدیک قنوت پڑھنا صبح کی نماز میں مشروع ہے نہ کسی اور فرض نماز میں البتہ وتر میں قنوت پڑھنا مشروع ہے [5]۔ امام ابوحنیفہ اور امام احمد بن حنبل کی دلیل حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک صبح کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھی اس کے بعد ترک فرمادی [6]۔ اس سے ثابت ہوا کہ صبح کی نماز میں دائما قنوت پڑھنا مشروع نہیں ہے۔ علامہ نووی اور علامہ خطابی نے اس حدیث کے جواب میں کہا ہے کہ حدیث شریف میں جو قنوت ترک کرنے کا ذکر ہے اس سے رعل اور ذکوان وغیرہ مخصوص قبائل کے خلاف دعاء ضرر کا ترک مراد ہے نہ یہ کہ آپ نے مطلقاً دعاء ضرر ترک فرمادی تھی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں فجر کے علاوہ باقی چار نمازوں میں قنوت کا ترک مراد ہے۔ علامہ عینی نے ان جوابات کو رد کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ قول بلا دلیل ہے اور محض ہٹ دھرمی ہے۔ حدیث شریف میں جس قنوت کا پہلے ذکر کیا گیا ہے بعد میں اسی کا ترک بیان کیا گیا ہے۔ اور پہلے فجر کی نماز میں قنوت کا ذکر ہے اس لیے بعد میں فجر کی نماز میں قنوت کا ترک ذکر کیا گیا ہے۔ نیز اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں دیگر قبائل کے خلاف صبح کی نماز میں دعاء ضرر فرمائی تھی تو کسی حدیث میں اس کا ذکر ہونا چاہیے تھا حالانکہ کسی حدیث میں واقعہ بیر معونہ کے بعد کسی قبیلہ پر دعاء ضرر کا ذکر نہیں ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

شافعیہ اور مالکیہ کا استدلال اور اس کا جواب

شافعیہ اور مالکیہ فجر کی نماز میں دائما قنوت پڑھنے کو مستحب قرار دیتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے:-

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۴۳۴ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔
[2] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۷ مطبوعہ " " "
[3] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۳۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔
[4] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۴۴۹ مطبوعہ دارالفکر بیروت۔
[5] شمس الدین سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ المبسوط ج ۱ ص ۱۶۵ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت۔
[6] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۷ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

عبد الرزاق عن ابی جعفر عن الربیع بن انس عن انس بن مالک قال، ما زال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقنت فی الفجر حتی فارق الدنیا [1]

عبد الرزاق از ابو جعفر از ربیع بن انس از انس بن مالک وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں ہمیشہ قنوت پڑھتے رہے حتیٰ کہ دنیا سے تشریف لے گئے۔

اس حدیث کا ایک جواب یہ ہے کہ:

علامہ زیلعی اس حدیث کی سند پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں: علامہ ابن جوزی نے کتاب التحقیق اور علل متناہیہ میں اس حدیث کو ضعیف قرار دیا اور کہا یہ حدیث صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی ہے ابو جعفر جس کا نام عیسیٰ بن ماہان ہے۔ ابن مدینی نے کہا وہ مختلط تھا۔ یحییٰ نے کہا وہ غلطی کرتا تھا، احمد بن حنبل نے کہا وہ حدیث میں قوی نہیں ہے، ابو زرعہ نے کہا کہ وہ بہت وہمی تھا۔ ابن حبان نے کہا وہ مشاہیر سے منکر روایات بیان کرنے میں منفرد تھا [2]۔ لہٰذا سند کے اس شدید ضعف کی وجہ سے یہ حدیث لائق استدلال نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے معارض اس حدیث کی بہ نسبت قوی اور صحیح احادیث ہیں۔ خود حضرت انس بیان کرتے ہیں:

انما قنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شھرا [3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک ماہ قنوت نازلہ پڑھی ہے۔

ابو حنیفہ عن حماد عن ابراھیم عن علقمہ عن ابن مسعود ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یقنت فی الفجر قط الا شھرا واحدا لم یر قبل ذلک ولا بعدہ یدعو علی ناس من المشرکین [4]

ابو حنیفہ از حماد از ابراہیم از علقمہ از ابن مسعود، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ کے سوا کبھی صبح کی نماز میں قنوت نہیں پڑھی، آپ کو صبح کی نماز میں قنوت پڑھتے ہوئے نہ کبھی اس سے پہلے دیکھا نہ بعد میں۔ آپ قنوت میں مشرکین کے خلاف دعا ضرر کرتے تھے۔

امام طبرانی معجم میں اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

غالب بن فرقد الطحان قال، کنت عند انس بن مالک شھرین، فلم یقنت فی صلوۃ الغداۃ [5]

غالب بن فرقد بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس دو ماہ رہا اور انھوں نے کبھی صبح کی نماز میں قنوت نہیں پڑھی۔

عن ابی الشعثاء قال سألت ابن عمر عن القنوت فی الفجر فقال ما شعرت ان احدا

ابو الشعثاء بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے فجر کی نماز میں قنوت کے بارے میں پوچھا انھوں

---

[1]۔ امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ　　مصنف عبد الرزاق ج ۳ ص ۱۱۰ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت۔

[2]۔ حافظ جمال الدین عبد اللہ بن یوسف زیلعی متوفی ۷۶۲ھ۔　　نصب الرایہ ج ۲ ص ۱۳۲ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور

[3] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ　　صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۷ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[4] امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ　　مسند امام اعظم (مترجم) ص ۱۴۵ مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی۔

ایضاً۔ امام ابو جعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ　　شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۴۴ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

[5]۔ حافظ جمال الدین عبد اللہ بن یوسف زیلعی متوفی ۷۶۲ھ۔ نصب الرایہ ج ۲ ص ۱۳۱ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور

یفعلہ [1]

نے فرمایا میں نہیں سمجھتا کہ کوئی ایسا کرتا ہوگا۔

عن ابی نجیح قال سألت سالم بن عبد اللہ هل کان عمر بن الخطاب یقنت فی الصبح؟ قال لا انما هو شیء احدثه الناس بعد۔ [2]

ابونجیح کہتے ہیں میں نے سالم بن عبداللہ سے پوچھا کیا حضرت عمر بن الخطاب صبح کی نماز میں قنوت پڑھتے تھے؟ کہا نہیں! یہ بعد کے لوگوں کی بدعت ہے۔ [3]

مالکیہ اور شافعیہ نے جو حضرت انس کی حدیث بیان کی ہے کہ آپ ہمیشہ صبح کی نماز میں قنوت پڑھتے رہے اس کا تیسرا جواب یہ ہے کہ علامہ ابن ہمام اس کو درایۃً رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ صبح کی نماز میں قنوت پڑھی ہوتی تو یہ واقعہ بے شمار صحابہ کرام نے دیکھا ہوتا اور متعدد اسانید اور طرق سے یہ واقعہ روایت کیا جاتا۔ حالانکہ ابوجعفر ایسے ضعیف راوی کے سوا یہ واقعہ کسی سند سے مروی نہیں ہے۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ آپ صبح کی نماز میں ہمیشہ قنوت پڑھا کرتے تھے۔ اور لفظ قنوت کے کئی معانی ہیں۔ شافعیہ کا استدلال تب مکمل ہوگا جب یہاں قنوت بمعنی دعا ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ قنوت یہاں کسی اور معنی میں ہو اس صورت میں ان کی دلیل ساقط ہو جائیگی۔

علامہ فیروز آبادی لکھتے ہیں:

القنوت بالضم الطاعة والسکوت والدعاء والقیام فی الصلوٰۃ والامساك عن الکلام و اقنت دعا علی عدوه واطال القیام فی صلوٰته وادام الحج واطال الغزو وتواضع للہ تعالیٰ [4]

القنوت کا معنی اطاعت، سکوت، دعا، نماز میں قیام اور نماز میں خاموش رہنا ہے۔ اقنت کے معنی ہیں دشمن کے خلاف دعا کی، نماز میں لمبا قیام کیا، ہمیشہ حج کیا، جہاد میں زیادہ دیر مشغول رہا اور اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع کی۔

قرآن کریم کی مذکورہ ذیل آیات اور احادیث میں قنوت بمعنی طول قیام استعمال کیا گیا ہے۔

امن هو قانت اناء الّیل (زمر: ۹) کیا وہ شخص جو رات کے حصوں میں لمبا قیام کرتا ہے۔

قوموا للہ قانتین۔ (البقرہ: ۲۳۸) اللہ تعالیٰ کے لیے لمبا قیام کیا کرو۔

اس آیت میں چونکہ نفس قیام قوموا سے مراد ہے اس لیے قانتین میں طول قیام مراد لینا اولیٰ ہے تاکہ تاسیس حاصل ہو۔

حدیث شریف میں ہے:

افضل الصلوات القنوت [5] افضل نماز وہ ہے جس میں لمبا قیام ہو۔

ان دلائل کی بنا پر حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بر تقدیر صحت "قنوت" طول قیام کے معنی میں ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ صبح کی نماز میں لمبا قیام کرتے رہے حتیٰ کہ دنیا سے تشریف لے گئے۔

---

[1] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ ھ، مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۱۰۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت۔

[2] " " " " ج ۳ ص ۱۰۸
ایضاً - امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۵ ھ، جامع ترمذی ص ۸۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[3] اس موضوع پر مزید احادیث ہم فیض الباری اور فتح الملہم کے تسامح میں ذکر کر چکے ہیں، وہاں ملاحظہ کریں (سعیدی)۔

[4] علامہ محمد مجدالدین فیروز آبادی، قاموس ج ۲ ص ۹۸، مطبوعہ مطبع منشی نولکشور

[5] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹، جامع ترمذی ص ۸۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

لیس لك من الامر شیء کی تحقیق

لیس لك من الامر شیء (آلِ عمران: ۱۲۸) کی روشنی میں بعض اہلِ تنقیص کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احد کے کفار یا بیر معونہ کے کفار کے خلاف جو دعا کی تھی وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے تھی یا از خود کی تھی؟ اگر آپ نے یہ دعا از خود کی تو یہ آپ کی شان کے لائق نہیں ہے اگر اللہ تعالیٰ کی اجازت سے کی تھی تو پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس دعا سے کیوں روک دیا اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کوئی کام بغیر وحی الٰہی کے نہیں کرتے۔ قرآن کریم میں ہے ان اتبع الا ما یوحی الی (احقاف: ۹) "(آپ کہہ دیجئے) میں صرف وحی کی پیروی کرتا ہوں"۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ آپ کوئی کام بغیر وحی کے نہیں کرتے تھے۔ لہٰذا آپ کا بیر معونہ یا غزوۂ احد کے کفار کے خلاف دعا ضرر کرنا بھی وحی کی اتباع میں تھا۔ رہا یہ امر کہ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے منع کیوں فرمایا اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت میں ایسی بہت سی نظائر ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ایک امر کو مشروع کیا اور پھر اس سے روک دیا جس کو نسخ سے تعبیر کرتے ہیں۔ مثلاً پہلے کفار کے ساتھ نرمی اور درگذر کا حکم دیا بعد میں ان سے قتال کا حکم دیا، شراب اور جوئے کو پہلے مباح رکھا پھر ان سے روک دیا علیٰ ہذا القیاس یہ معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے بیر معونہ یا غزوۂ احد کے کفار کی شورش اور ظلم و جور پر سزا دینے کے لیے کفار کے خلاف دعا ضرر کو مشروع کیا اور چونکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ ان میں سے بعض لوگ اسلام لے آئیں گے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے خلاف لعنت کی دعا کرنے سے روک دیا۔ یہاں پر یہ شبہ نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول نہیں فرمائی اور یہ آپ کی عظمت اور شانِ محبوبیت کے خلاف ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ لعنت کے ظاہری الفاظ سے مراد بالکلیہ رحمت سے دور کر دینا اور ان کی دنیا اور آخرت دونوں کو برباد کر دینا نہیں ہے بلکہ ان کو کچھ سزا دینا مراد ہے یا تمام کفار کو ملعون قرار دینا مراد نہیں تھا بلکہ ان میں سے بعض افراد کو ملعون قرار دینا مراد تھا لہٰذا کچھ کافر کفر پر ہلاک ہو گئے تھے اور آپ کی دعا قبولیت سے مشرف ہو گئی، رہا یہ سوال کہ بہر حال کفار کے خلاف دعا ضرر کرنا آپ کے رحمۃ للعالمین ہونے کے خلاف ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے اپنی ذات پر تکلیف پہنچنے کے موقع پر کبھی دعا ضرر نہیں کی آپ نے جب بھی کفار کے خلاف دعا ضرر کی اس وقت کی جب کفار نے عبادات یا مسلمانوں کو ضرر پہنچایا۔

بعض اہلِ تنقیص اس آیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیارات کی نفی کرتے ہیں کہ آپ کسی چیز کے مالک اور مختار نہیں تھے یہ نظریہ بالکل باطل ہے۔ اس آیت میں آپ سے توبہ کے پیدا کرنے یا عذاب دینے کی نفی ہے یعنی یہ آپ کا کام نہیں کہ لوگوں کے دلوں میں توبہ پیدا کر دیں اور ان کی توبہ قبول کر لیں یا ان کو عذاب دیں۔ یہ تمام معاملات اللہ تعالیٰ ہی کو زیبا ہیں۔

اس آیت کی تحقیق میں ہم نے جو کچھ لکھا ہے اس میں سے محققین نے بعض کی صراحت اور بعض کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

یعنی لا یقدر ان یجبرھم علی التوبۃ ولا یمنعھم عنھا ولا ان یعفو عنھم فان الامور	آپ ان کو توبہ کے لیے مجبور کرنے پر قادر ہیں نہ توبہ سے روکنے پر عذاب دینے پر قادر ہیں نہ معاف کرنے

كلها بيد الله [1]

علامہ اسماعیل حقی حنفی فرماتے ہیں:

والمعنى ان الله مالك امرهم على الاطلاق فاما ان يهلكهم او يكبتهم او يتوب عليهم ان اسلموا او يعذبهم تعذيبا شديدا اخرويا ان اصروا وليس لك من امرهم شيء [2]

امام رازی شافعی فرماتے ہیں:

ثم اختلفوا فی ان المنع من اللعن لای معنی کان منهم من قال الحکمة فيه انه تعالى ربما علم من حال الكفار انه يتوب او ان لم يتب لكنه علم انه سيولد منه ولد يكون مسلما برا تقيا وكل من كان كذلك فان اللائق برحمة الله تعالى ان يمهله فی الدنيا وان يصرف عنه الافات الى ان يتوب او الى ان يحصل ذلك الولد فاذا حصل دعاء الرسول عليهم بالاهلاك فان قبلت دعوته فات هذا المقصود وان لم تقبل دعوته كان ذلك كالاستخفاف بالرسول صلى الله عليه وسلم، فلاجل هذا المعنى منعه الله تعالى من اللعن وامره بان يفوض الكل الى علم الله تعالى [3]

علامہ قرطبی مالکی فرماتے ہیں:

وقيل استاذن فی ان يدعو فی استيصالهم فلما نزلت هذه الاية علم ان منهم من يسلم وقد امن كثير منهم خالد بن وليد وعمرو بن

پر یہ تمام امور اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔

آیت کا معنی یہ ہے کہ کفار کے معاملات کا اللہ تعالیٰ علی الاطلاق مالک ہے خواہ انھیں ہلاک کر دے یا سزا دے اسلام لانے پر ان کی توبہ قبول کرے یا اسلام نہ لانے پر ان کو عذاب اخروی دے، آپ ان معاملات کے مالک نہیں ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو لعنت کرنے سے روکا گیا۔ اس کا سبب بیان کرنے میں اختلاف ہے بعض علماء نے کہا اس میں حکمت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ مقرر تھا کہ ان میں سے بعض کفار توبہ کریں گے اور بعض نے اگر خود توبہ نہ کی تو ان کے ہاں مسلمان صالح اولاد پیدا ہوگی اور جن کا یہ حال ہو ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے شایانِ شان یہ ہے کہ ان کو دنیا میں مہلت دے اور ان سے آفات دور کر دے حتیٰ کہ وہ توبہ کر لیں یا وہ اولاد پیدا ہو جائے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے خلاف دعا ضرر کرتے رہتے اور آپ کی دعا قبول ہو جاتی تو یہ مقصد فوت ہو جاتا، اور اگر دعا قبول نہ ہوتی تو یہ آپ کی شان میں کمی کا موجب تھا۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کفار پر لعنت کرنے سے روک دیا اور یہ حکم دیا کہ آپ کل معاملات علم الٰہی کے سپرد کر دیں۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

کہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کی تباہی کے لیے دعا کرنے کی اجازت چاہی تھی تو یہ آیت نازل ہوئی اور پھر آپ نے جان لیا کہ ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو مسلمان

۱۔ علامہ سید محمود آلوسی حنفی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ روح المعانی ج ۴ ص ۵۰ مطبوعہ دار احیاء التراث بیروت۔

۲۔ علامہ اسماعیل حقی حنفی بروسی متوفی ۱۱۳۷ھ روح البیان ج ۲ ص ۹۱ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ۔

۳۔ امام فخر الدین رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ تفسیر کبیر ج ۳ ص ۴۰۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

ہو جائیں گے اور ان میں سے بہت سے کافر مسلمان ہو گئے جیسے العاص و عکرمۃ بن ابی جہل وغیرھم[1]
خالد بن ولید، عمرو بن العاص اور عکرمہ بن ابی جہل وغیرہ۔

علامہ قرطبی نے قیل کے ساتھ جو روایت بیان کی ہے وہ غلط ہے کیونکہ احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ آپ ایک ماہ تک صبح کی نماز میں کفار پر لعنت کرتے رہے اور اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آپ نے لعنت ترک کر دی اور پھر کبھی قنوت نازلہ نہیں پڑھی۔

امام رازی نے جو یہ بیان کیا ہے کہ اگر آپ کی دعا قبول نہ ہوتی تو یہ آپ کی شان میں کمی کا موجب تھا اس پر اگر یہ شبہ ہو کہ ان میں سے بعض کافر تو بہرحال مسلمان ہو گئے جیسے حضرت ابوسفیان اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما وغیرہ اس سے لازم آیا کہ آپ کی دعا قبول نہیں ہوئی اور یہ آپ کی شان میں کمی کا موہم یا موجب ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ دعا کا قبول نہ ہونا اس وقت متحقق ہوتا کہ آپ ان کے خلاف دعا کر رہے ہوتے اور اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کر کے انہیں شرف اسلام عطا کر دیتا۔ اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ کو ان کے خلاف ہلاکت کی دعا کرنے سے روک دیا تاکہ آپ کی دعا کی عدم قبولیت ثابت نہ ہو اور اس میں یہ بھی اشارہ کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ان لوگوں کا اسلام مقرر اور ثابت تھا اور یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ آپ ان کے خلاف دعا ہلاکت کر رہے ہوتے اور اللہ تعالیٰ انہیں اسلام سے نواز دیتا اور نہ علم الٰہی کے خلاف ہی واقع ہو سکتا ہے تو اے محبوب تم ان کے خلاف دعا نہ کرو کیونکہ اگر تم دعا کرتے رہے تو ہم ان کو ہلاک کر دیں گے اور یہ ہمارے علم اور تقدیر کے خلاف ہے۔ اس آیت کی تحقیق پر میں کئی دن غور کرتا رہا بالآخر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ تحقیق منکشف کر دی اگر یہ حق ہے تو اسی کی طرف سے ہے اور اگر حق نہیں تو اللہ اور رسول ان مطالب سے بری ہیں۔

اصحاب بیر معونہ ابن سعد بیان کرتے ہیں کہ ابو براء عامر بن مالک بن جعفر کلابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ پیش کیا آپ نے اس کا ہدیہ قبول نہیں کیا اور اس پر اسلام پیش کیا وہ مسلمان نہیں ہوا اور اسلام سے بیزار بھی نہیں ہوا اور کہنے لگا یا محمد! کاش آپ صحابہ کو اہل نجد کے پاس بھیج دیں مجھے امید ہے کہ وہ دعوت اسلام کو قبول کر لیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اندیشہ ہے کہ نجدی، صحابہ کو ہلاک کر دیں گے، عامر نے کہا میں ضامن ہوں انہیں کوئی شخص تکلیف نہیں پہنچائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ ستر قاری بھیج دیئے۔ یہ لوگ رات بھر نفل پڑھتے تھے۔ صبح کو لکڑیاں اور پانی تلاش کر کے لاتے اور سرکار کے حجرہ میں پہنچا دیتے آپ نے ان ستر قاریوں پر منذر بن عمرو کو امیر بنایا اور ان سب کو روانہ کر دیا۔ جب یہ لوگ بیر معونہ پہنچے تو انہوں نے حرام بن ملحان کے ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب دیگر دشمن خدا عامر بن طفیل کے پاس بھیجا، جب وہ اس کے پاس گئے تو اس نے خط دیکھے بغیر ان پر حملہ کر کے انہیں شہید کر دیا، پھر عصیہ، ذکوان اور رعل کے قبائل مل کر ان ستر قاریوں پر حملہ آور ہوئے اور یہ تمام قراء ان سے مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے سوا کعب بن زید کے ان میں کچھ رمق حیات باقی تھی اس لیے نجدیوں نے انہیں چھوڑ دیا وہ بعد میں زندہ رہے اور غزوہ خندق میں شہید ہو گئے[2] یہ واقعہ غزوہ احد کے چار ماہ

---

[1] علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد انصاری مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ الجامع الاحکام القرآن ج ۴ ص ۹۹ مطبوعہ اشارات ناصر خسرو طہران۔

[2] علامہ محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ الطبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۵۱ مطبوعہ دار صادر، بیروت، ۱۳۸۸ھ۔

ایضاً۔ علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۸،۱۹ - مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر

بعد صفر ۴ ہجری میں پیش آیا۔[1]

علم رسالت پر اعتراض کا جواب

بعض اہل تنقیص کہتے ہیں کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل ہوتا تو آپ عامر کے مطالبہ پر ستر صحابہ کو نجد نہ بھیجتے اور اگر باوجود علم کے آپ نے ان کو بھیجا تو آپ پر العیاذ باللہ الزام آئے گا کہ آپ نے جان بوجھ کر انہیں موت کی طرف دھکیل دیا۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل نجد کی اسلام دشمنی کا علم تھا تبھی آپ نے فرمایا تھا انی اخشی علیھم اھل نجد (مجھے اندیشہ ہے کہ نجدی صحابہ کو ہلاک کر دیں گے) اور باوجود اس کے کہ آپ کو ان کی شہادت کا علم تھا۔ آپ نے اہل نجد کے مطالبہ تبلیغ پر انہیں نجد بھیج دیا تاکہ کل قیامت کے دن وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہم نے تو قبول اسلام کے لیے تیرے نبی سے مبلغ مانگے تھے انہوں نے نہیں بھیجے، نیز آپ نے یہ تعلیم دی کہ جان کے خوف سے تبلیغ سے نہیں رکنا چاہیے، اگر جان کے خوف سے تبلیغ چھوڑنا جائز ہوتا تو جہاد اصلاً مشروع نہیں ہوتا کیونکہ اس بات کا ہر شخص کو یقین ہوتا ہے کہ جہاد میں کچھ نہ کچھ مسلمان یقیناً شہید ہو جائیں گے اور جان کے خوف سے جہاد نہ کرنا نامردانگی ہے نہ مسلمانی! نیز جو موت شہادت کی صورت میں حاصل ہو وہ ایسی عظیم نعمت ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، میری تمنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں۔ پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں۔[2] دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ کا علم تدریجی ہے اگر اس وقت علم نہیں تھا تو بعد میں اللہ تعالیٰ نے عطا فرما دیا

منکرین حدیث کے اعتراض کا جواب

اس باب کی حدیث نمبر ۱۴۴۳ میں ہے۔

عن انس بن مالک قال دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الذین قتلوا اصحاب بئر معونۃ ثلاثین صباحا یدعو علی رعل و ذکوان ولحیان وعصیۃ عصت اللہ ورسولہ قال انس انزل اللہ تعالی فی الذین قتلوا ببئر معونۃ قرانا قرانا ہ حتی نسخ بعد ان بلغوا قومنا ان قد لقینا ربنا فرضی عنا ورضینا عنہ۔[3]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیس دن ان لوگوں کے خلاف دعا ضرر فرماتے رہے جنہوں نے اصحاب بیر معونہ کو قتل کیا تھا، آپ رعل، ذکوان، لحیان اور عصیہ کے خلاف دعا کرتے رہے، جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تھی، حضرت انس کہتے ہیں جو لوگ بیر معونہ میں شہید ہو گئے تھے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کی یہ آیت نازل فرمائی ان بلغوا قومنا ان قد لقینا ربنا فرضی عنا و رضینا عنہ۔ (ہماری قوم تک یہ پیغام پہنچا دو کہ ہم نے اپنے رب سے ملاقات کی وہ ہم سے راضی ہوا ہم اس

---

[1] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۸ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر

[2] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۹۲ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[3] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۷ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۳۷۵ھ۔

سے راضی ہو گئے) ہم اس آیت کی تلاوت کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو منسوخ کر دیا۔

ڈاکٹر برق اس حدیث پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اگر یہ آیت واقعی نازل ہوئی تھی تو مسلمان کی حوصلہ افزائی کے لیے اس کا باقی رہنا لازمی تھا قرآن شریف میں غزوات اور اس قسم کے دیگر واقعات کے متعلق بیسیوں آیات نازل ہوئیں جو بعینہٖ محفوظ ہیں اور ان میں سے ایک حرف بھی منسوخ نہیں ہوا۔ اس آیت میں کیا بات تھی کہ پہلے اتری اور پھر منسوخ کر دی گئی، کیا ہم تنسیخ کی وجہ یہ سمجھیں کہ شہداء اس تعریف کے قابل نہ تھے یا اس آیت کو قرآن میں باقی رکھنے سے آئندہ نسلوں پر کوئی بُرا اثر پڑتا تھا؟ چونکہ تنسیخ کی کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی اور چونکہ اس قسم کی احادیث سے قرآن کریم کی قطعیت پر چوٹ پڑتی ہے، اس لیے ہمارے پاس محفوظ ترین راستہ یہی ہے کہ ہم اس قسم کی تمام احادیث کو ناقابلِ اعتماد قرار دیں (الیٰ ان قال) میری ذاتی رائے یہ ہے کہ دشمنانِ اسلام ایک خاص سازش کے تحت اس قسم کی احادیث معتبر راویوں کے نام سے وضع کرتے رہے تاکہ مسلمان کا ایمان قرآن کے متعلق متزلزل ہو جائے اور چونکہ ائمہ حدیث صرف اسناد کو دیکھتے تھے اس لیے مسلم جیسے محقق بھی اس چال کا شکار ہو گئے۔[1]

تحویل قبلہ کی بحث میں ہم نسخ کی تفصیل اور تحقیق بیان کر چکے ہیں، ڈاکٹر برق کے جواب دینے کے لیے کچھ مزید گذارش کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

ما ننسخ من اية او ننسها نات بخير منها او مثلها۔ (البقرہ: ۱۰۶) ہم جس آیت کو منسوخ کر دیتے ہیں یا اس کو بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس کی مثل آیت نازل فرما دیتے ہیں۔

اس آیت سے اصولی طور پر نسخ کا ثبوت ہو گیا اور چونکہ نسخ عام ہے اس لیے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آیت کی تلاوت قائم رہے۔ اور اس کا حکم منسوخ کر دیا جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آیت کی تلاوت بھی منسوخ کر دی جائے جیسا کہ زیر بحث آیت میں ہے۔

دوسری بات اصولی طور پر یہ جان لینی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال معلل بالاغراض نہیں ہوتے۔ مثلاً کیا کوئی شخص بتا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم کے انیس فرشتے کیوں مقرر کیے۔ رسل ملائکہ چار کیوں پیدا کیے زیادہ پیدا کر دیتا تو کیا حرج تھا۔! آسمان سات کیوں بنائے کم و بیش کیوں نہیں بنائے تکوینی نظام کو جن اسباب کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مربوط کیا ہے اس نظام کو دوسرے اسباب کے ساتھ کیوں نہ متعلق کیا، اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی جو عمر طبعی مقرر کی ہے اس سے کم یا زیادہ کیوں نہ رکھی!۔ جنات ہمیں دیکھتے ہیں ہم انہیں نہیں دیکھتے اس کا الٹ کیوں نہ کر دیا۔ انبیاء علیہم السلام اور رسل عظام جتنے بھیجے اس سے کم یا زیادہ کیوں نہیں بھیجے۔ بیوہ کی عدت پہلے ایک سال رکھی تھی والذين يتوفون منكم و يذرون ازواجا وصية لازواجهم متاعا الى الحول غير اخراج ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ (البقرہ: ۲۴۰) بعد میں اس آیت کا حکم منسوخ کر کے چار ماہ دس دن عدت کیوں رکھ دی "والذين يتوفون منكم و يذرون ازواجا يتربصن بانفسهن اربعة اشهر و عشرا" (البقرہ: ۲۳۴) اگر یہ عدت چار ماہ دس دن سے کم یا زیادہ ہو جاتی تو کیا حرج تھا۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے ایک مسلمان کو دس کافروں سے لڑنے کا مکلف کیا: ان يكن منكم عشرون صابرون يغلبوا مائتين وان يكن منكم مائة يغلبوا الفا

---

[1] ڈاکٹر غلام جیلانی برق دو اسلام ص ۱۸۰۔ ۱۷۹ مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۵۰ء

من الذین کفروا بانھم قوم لا یفقھون۔ (انفال:۶۵)

کیا اللہ تعالیٰ پہلے نہیں جانتا تھا کہ ایک مسلمان دس کافروں سے نہیں لڑ سکتا اگر جانتا تھا تو پہلے دس کافروں سے لڑنے کا حکم کیوں دیا؟ مطلقہ عورت کی مدت تین حیض رکھی ہے۔ والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء۔ (بقرہ: ۲۲۸) تین حیض سے کم یا زیادہ کیوں نہیں رکھی اگر مقصد برأت رحم ہے تو وہ ایک حیض سے بھی پورا ہو سکتا ہے۔ نکاح کے انعقاد کے لیے عورت کی اجازت ضروری ہے تو طلاق میں اس کی اجازت کا دخل کیوں نہیں رکھا اور صرف مرد کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ کیوں رکھی۔ بیدہ عقدۃ النکاح (بقرہ: ۲۳۷) کیا عورت اللہ تعالیٰ کی مخلوق نہیں ہے۔ فجر کی دو، ظہر، عصر اور عشاء کی چار اور مغرب کی تین رکعات کیوں رکھی ہیں ان میں کم و بیش کیوں نہیں کیا۔ ایلاء کی مدت چار ماہ کیوں رکھی ہے۔ للذین یؤلون من نسائھم تربص اربعۃ اشھر۔ (بقرہ: ۲۲۶) چار ماہ سے کم یا زیادہ مدت کیوں نہیں رکھی۔ اسی طرح وہ احکام شرعیہ جن کا صرف قرآن کریم میں ذکر ہے۔ ان پر بے شمار ایسے سوالات کیے جا سکتے ہیں جن کا محض عقل سے کوئی حل نہیں پیش کیا جا سکتا اور ان کے جواب میں صرف یہی کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال معلل بالاغراض نہیں ہوتے وہ جو چاہے شریعت بنائے جو چاہے کرے وہ کسی بات پر جواب دہ نہیں ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کے لائق ہے جو مالک، علی الاطلاق ہے جس کی شان ہے۔

ویفعل اللہ ما یشاء۔ (ابراہیم: ۲۷) اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔

فعال لما یرید۔ (بروج: ۱۶) اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ سب کرنے والا ہے۔

لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون۔ (انبیاء: ۲۳) اللہ تعالیٰ کسی فعل پر جواب دہ نہیں ہے اور بندوں سے ان کے افعال کا سوال کیا جائے گا۔

لہٰذا ڈاکٹر برق کا یہ قول قطعاً لایعنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو باقی کیوں نہیں رکھا کیا یہ شہداء اس تعریف کے لائق نہ تھے یا اس سے آئندہ نسلوں پر کوئی برا اثر پڑتا تھا۔ ڈاکٹر برق کا یہ اعتراض بھی لایعنی ہے کہ اس قسم کی احادیث قرآن کریم کی قطعیت میں شبہ ڈالتی ہیں بلکہ حق یہ ہے کہ اس قسم کی احادیث سے قرآن کریم کی تائید ہوتی ہے کیونکہ قرآن کریم میں ہے "ہم جن آیات کو منسوخ کرتے ہیں یا جن کو بھلا دیتے ہیں ان سے بہتر یا ان کی مثل لے آتے ہیں (بقرہ: ۱۰۶) اور یہاں ایسا ہی ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو منسوخ کر دیا اور اس کی مثل شہداء کی فضیلت میں دیگر آیات نازل فرمادیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

سنقرئک فلا تنسیٰ الا ما شاء اللہ۔ (اعلیٰ: ۷،۶) ہم آپ کو قرآن پڑھائیں گے پس آپ نہیں بھولیں گے مگر جن آیات کو اللہ تعالیٰ (بھلانا) چاہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ آیات نازل فرمائیں اور پھر انکو لوگوں کے دلوں سے محو کر دیا اس کی تائید بھی احادیث سے ہوتی ہے کیونکہ حدیث میں آتا ہے حضرت ابوموسیٰ بیان کرتے ہیں کہ فلاں سورت طول اور شدت میں سورۂ توبہ کے برابر تھی اور اس کا کافی حصہ بھلا دیا گیا (مسلم)[1] باقی وہ منسوخ التلاوت آیات جن کا ذکر احادیث میں ہے ان کو اب قرآن نہیں قرار دیا جا سکتا کیونکہ قرآن نقل متواتر سے ثابت ہے اور یہ اخبار آحاد ہیں اس لیے قرآن کریم کی قطعیت پر کوئی شبہ وارد نہیں ہو سکتا۔

۱؎ علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ روح المعانی ج ۱ ص ۳۵۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

بَابُ ۲۳۴ قَضَاءِ الصَّلٰوةِ الْفَائِتَةِ وَاسْتِحْبَابِ تَعْجِيلِ قَضَائِهَا

۱۴۵۸ - حَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التُّجِيبِيُّ قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ قَفَلَ مِنْ غَزْوَةِ خَيْبَرَ سَارَ لَيْلَةً حَتّٰى اِذَا اَدْرَكَهُ الْكَرٰى عَرَّسَ وَقَالَ لِبِلَالٍ اِكْلَاْ لَنَا اللَّيْلَ فَصَلّٰى بِلَالٌ مَا قُدِّرَ لَهُ وَنَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهُ فَلَمَّا تَقَارَبَ الْفَجْرُ اسْتَنَدَ بِلَالٌ اِلٰى رَاحِلَتِهِ مُوَاجِهَ الْفَجْرِ فَغَلَبَتْ بِلَالًا عَيْنَاهُ وَهُوَ مُسْتَنِدٌ اِلٰى رَاحِلَتِهِ فَلَمْ يَسْتَيْقِظْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا بِلَالٌ وَلَا اَحَدٌ مِنْ اَصْحَابِهِ حَتّٰى ضَرَبَتْهُمُ الشَّمْسُ فَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلَهُمُ اسْتِيقَاظًا فَفَزِعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَيْ بِلَالُ فَقَالَ بِلَالٌ اَخَذَ بِنَفْسِي الَّذِي اَخَذَ بِاَبِي اَنْتَ وَاُمِّي يَا رَسُولَ اللّٰهِ بِنَفْسِكَ فَقَالَ اقْتَادُوا فَاقْتَادُوا رَوَاحِلَهُمْ شَيْئًا ثُمَّ تَوَضَّاَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَمَرَ بِلَالًا فَاَقَامَ الصَّلٰوةَ فَصَلّٰى بِهِمُ الصُّبْحَ فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ قَالَ مَنْ نَسِيَ الصَّلٰوةَ فَلْيُصَلِّهَا اِذَا ذَكَرَهَا فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِي قَالَ يُونُسُ وَكَانَ ابْنُ شِهَابٍ يَقْرَاُهَا لِلذِّكْرٰى۔

۱۴۵۹ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَيَعْقُوبُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ كِلَاهُمَا عَنْ يَحْيٰى قَالَ ابْنُ حَاتِمٍ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ كَيْسَانَ قَالَ نَا اَبُو حَازِمٍ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ عَرَّسْنَا مَعَ

قضاء نمازوں کی جلد ادائیگی کا استحباب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خیبر سے واپسی میں ساری رات سفر کرتے رہے حتیٰ کہ اخیر شب کے وقت آپ پر نیند کا غلبہ ہوا، آپ اس وقت ٹھہر گئے اور حضرت بلال سے فرمایا: تم آج رات ہماری حفاظت کرو۔ حضرت بلال بقدر استطاعت نوافل پڑھتے رہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی صحابہ سو گئے۔ فجر کے قریب حضرت بلال نے مطلع فجر کی طرف متوجہ ہو کر اپنی اونٹنی سے ٹیک لگالی اور انہیں نیند آگئی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھلی نہ حضرت بلال کی نہ کسی اور صحابی کی یہاں تک کہ ان پر دھوپ آگئی۔ سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے (اور دھوپ دیکھ کر) گھبرا گئے اور فرمایا اے بلال! حضرت بلال نے کہا یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں میری روح کو بھی اسی ذات نے خوابیدہ کر دیا تھا جس نے آپ کی روح کریم کو سلا دیا تھا۔ آپ نے فرمایا یہاں سے کوچ کرو۔ تھوڑی دیر چلنے کے بعد آپ نے وضو فرمایا اور حضرت بلال کو (اذان اور) اقامت کا حکم دیا۔ انھوں نے اقامت کہی، اور آپ نے صحابہ کو (قضاء) نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص جب نماز بھول جائے تو نماز یاد آتے ہی پڑھے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (ترجمہ) "میری یاد کے لیے نماز قائم کرو" راوی یونس بیان کرتے ہیں کہ ابن شہاب اس آیت کو لِلذِّكْرٰى پڑھا کرتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اخیر شب میں قیام پذیر ہوئے اور ہم میں سے کوئی شخص بیدار نہیں ہوا حتیٰ کہ سورج طلوع ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر شخص

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ نَسْتَيْقِظْ حَتّٰى طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَأْخُذْ كُلُّ رَجُلٍ بِرَأْسِ رَاحِلَتِهٖ فَإِنَّ هٰذَا مَنْزِلٌ حَضَرَنَا فِيْهِ الشَّيْطَانُ قَالَ فَفَعَلْنَا ثُمَّ دَعَا بِالْمَآءِ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَقَالَ يَعْقُوْبُ ثُمَّ صَلّٰى سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ أُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَصَلَّى الْغَدَاةَ ۔

۱۴۶۰ ۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوْخٍ قَالَ نَا سُلَيْمٰنُ يَعْنِي ابْنَ الْمُغِيْرَةِ قَالَ نَا ثَابِتٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِيْ رَبَاحٍ عَنْ أَبِيْ قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّكُمْ تَسِيْرُوْنَ عَشِيَّتَكُمْ وَلَيْلَتَكُمْ وَتَأْتُوْنَ الْمَآءَ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ غَدًا فَانْطَلَقَ النَّاسُ لَا يَلْوِيْ أَحَدٌ عَلٰى أَحَدٍ قَالَ أَبُوْ قَتَادَةَ فَبَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِيْرُ حَتَّى ابْهَارَّ اللَّيْلُ وَأَنَا إِلٰى جَنْبِهٖ قَالَ فَنَعَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَالَ عَنْ رَاحِلَتِهٖ فَأَتَيْتُهٗ فَدَعَمْتُهٗ مِنْ غَيْرِ أَنْ أُوْقِظَهٗ حَتَّى اعْتَدَلَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ قَالَ ثُمَّ سَارَ حَتّٰى تَهَوَّرَ اللَّيْلُ مَالَ عَنْ رَاحِلَتِهٖ قَالَ فَدَعَمْتُهٗ مِنْ غَيْرِ أَنْ أُوْقِظَهٗ حَتَّى اعْتَدَلَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ قَالَ ثُمَّ سَارَ حَتّٰى إِذَا كَانَ مِنْ اٰخِرِ السَّحَرِ مَالَ مَيْلَةً هِيَ أَشَدُّ مِنَ الْمَيْلَتَيْنِ الْأُوْلَيَيْنِ حَتّٰى كَادَ يَنْجَفِلُ فَأَتَيْتُهٗ فَدَعَمْتُهٗ فَرَفَعَ رَأْسَهٗ فَقَالَ مَنْ هٰذَا قُلْتُ أَبُوْ قَتَادَةَ قَالَ مَتٰى كَانَ هٰذَا مَسِيْرَكَ مِنِّيْ قُلْتُ مَا زَالَ هٰذَا مَسِيْرِيْ مُنْذُ اللَّيْلَةِ قَالَ حَفِظَكَ اللّٰهُ بِمَا حَفِظْتَ بِهٖ نَبِيَّهٗ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَرَانَا نَخْفٰى عَلَى النَّاسِ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَرٰى مِنْ أَحَدٍ قُلْتُ هٰذَا رَاكِبٌ ثُمَّ قُلْتُ هٰذَا رَاكِبٌ اٰخَرُ حَتَّى اجْتَمَعْنَا فَكُنَّا سَبْعَةَ رَكْبٍ قَالَ فَمَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الطَّرِيْقِ فَوَضَعَ رَأْسَهٗ ثُمَّ قَالَ احْفَظُوْا عَلَيْنَا صَلٰوتَنَا فَكَانَ

اپنی سواری کی لگام پکڑ کر یہاں سے روانہ ہو جائے کیونکہ جس جگہ ہم ٹھہرے تھے وہاں شیطان (کا اثر) ہے، ہم نے ایسا ہی کیا پھر آپ نے پانی منگا کر وضو کیا اور دو رکعت نماز (فجر کی سنتیں) پڑھی پھر نماز کی اقامت کہی گئی اور آپ نے فجر کی نماز (قضا کر کے) پڑھائی۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (غزوۂ خیبر سے لوٹتے وقت) ہم سے فرمایا کہ تم دوپہر سے لیکر رات تک سفر کرو گے اور کل صبح ان شاء اللہ پانی پر پہنچو گے، لوگ ایک دوسرے کی طرف توجہ ہوئے بغیر سفر کرتے رہے حتیٰ کہ آدھی رات ہو گئی اس وقت میں آپ کے پہلو میں تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اونگھ آنے لگی جب آپ اپنی سواری پر جھکے تو میں نے جگائے بغیر آپ کو سہارا دیا، حتیٰ کہ آپ سیدھے ہو کر سواری پر بیٹھ گئے پھر چلتے رہے یہاں تک کہ رات ڈھل گئی پھر آپ سواری پر جھک گئے تو میں نے جگائے بغیر آپکو سہارا دیا حتیٰ کہ آپ سیدھے ہو کر سواری پر بیٹھ گئے۔ یہاں تک کہ اخیر شب کا عمل ہو گیا آپ پھر سواری پر پہلی دو بار سے زیادہ جھک گئے قریب تھا کہ آپ گر پڑتے میں نے آپ کو سہارا دیا۔ آپ نے سر اقدس اٹھا کر پوچھا تم کون ہو؟ میں نے عرض کیا ابوقتادہ! آپ نے پوچھا تم کب سے میرے ساتھ چل رہے ہو؟ میں نے عرض کیا میں پوری رات اسی طرح آپ کے ساتھ چلتا رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہاری اسی طرح حفاظت کرے جس طرح تم نے اس کے نبی کی حفاظت کی ہے۔! پھر فرمایا تم دیکھ رہے ہو کہ ہم لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہیں اور پوچھا کیا تمہیں کوئی شخص نظر آ رہا ہے؟ میں نے عرض کیا ایک سوار ہے پھر میں نے کہا ایک اور سوار بھی ہے یہاں تک کہ ہم سات سوار جمع ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راستہ سے ایک کنارے ہو گئے اور اپنا سر رکھ لیا اور فرمایا تم لوگ (جاگ کر) ہماری نماز (فجر) کا خیال رکھنا پھر سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار

اول من استيقظ رسول الله صلى الله عليه وسلم والشمس في ظهره قال فقمنا فزعين ثم قال اركبوا فركبنا فسرنا حتى إذا ارتفعت الشمس نزل ثم دعا بميضأة كانت معي فيها شيء من ماء قال فتوضأ منها وضوءا دون وضوء قال وبقي فيها شيء من ماء ثم قال لأبي قتادة احفظ علينا ميضأتك فسيكون لها نبأ ثم أذن بلال بالصلاة فصلى رسول الله صلى الله عليه وسلم ركعتين ثم صلى الغداة فصنع كما يصنع كل يوم قال وركب رسول الله صلى الله عليه وسلم وركبنا معه قال فجعل بعضنا يهمس إلى بعض ما كفارة ما صنعنا بتفريطنا في صلاتنا ثم قال أما لكم في أسوة ثم قال أما إنه ليس في النوم تفريط إنما التفريط على من لم يصل الصلاة حتى يجيء وقت الصلاة الأخرى فمن فعل ذلك فليصلها حين ينتبه لها فإذا كان الغد فليصلها عند وقتها ثم قال ما ترون الناس صنعوا قال ثم قال أصبح الناس فقدوا نبيهم فقال أبو بكر وعمر رضي الله عنهما رسول الله صلى الله عليه وسلم بعدكم لم يكن ليخلفكم وقال الناس إن رسول الله صلى الله عليه وسلم بين أيديكم فإن يطيعوا أبا بكر وعمر رضي الله عنهما يرشدوا قال فانتهينا إلى الناس حين امتد النهار وحمي كل شيء وهم يقولون يا رسول الله هلكنا عطشنا فقال لا هلك عليكم ثم قال أطلقوا لي غمري قال ودعا بالميضأة فجعل رسول الله صلى الله عليه وسلم يصب وأبو قتادة يسقيهم فلم يعد أن رأى الناس ماء في الميضأة تكابوا عليها فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم أحسنوا الملأ كلكم سيروى

ہوئے در آں حالیکہ آفتاب آپ کی پیٹھ پر آچکا تھا پھر ہم لوگ بھی گھبرا کر اٹھ پڑے۔ آپ نے فرمایا چلو سوار ہو کر یہاں سے نکل چلو ہم چل پڑے جب سورج بلند ہو گیا تو آپ سواری سے اترے اور میرے پاس جو وضو کا برتن تھا منگوایا۔ اس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ آپ نے عام اوقات کی بہ نسبت کم مرتبہ پانی ڈال کر اس برتن سے وضو کیا پھر آپ نے حضرت ابو قتادہ سے فرمایا اس برتن کی حفاظت کرنا عنقریب اس میں ایک عجیب خبر ظاہر ہو گی، پھر حضرت بلال نے اذان کہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز (سنت فجر) پڑھی اور صحابہ کو صبح کی (فرض) نماز اسی طرح پڑھائی جسطرح پہلے پڑھایا کرتے تھے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ سوار ہو گئے درآں حالیکہ ہم میں سے ہر شخص ایک دوسرے سے سرگوشی کر رہا تھا کہ آج جو نماز ہم سے قضا ہو گئی ہے اس کا کیا کفارہ ہو گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہارے لیے میری زندگی میں نمونہ نہیں پھر فرمایا کہ نیند میں کوئی تقصیر نہیں ہے تقصیر اس صورت میں ہے جب کوئی شخص (جاگتے ہیں) نماز نہ پڑھے حتیٰ کہ دوسری نماز کا وقت آجائے، جس کسی کو یہ صورت پیش آئے وہ بیدار ہونے کے بعد نماز پڑھ لے اور دوسرے دن نماز اپنے وقت پر پڑھے۔ پھر فرمایا تمہارا کیا خیال ہے؛ لوگوں نے کیا کیا ہو گا؟ پھر خود ہی فرمایا کہ لوگوں نے صبح کے وقت اپنے نبی کو نہیں دیکھا۔ ابو بکر، اور عمر (رضی اللہ عنہما) نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے پیچھے ہیں۔ وہ تمہیں چھوڑنے والے نہیں ہیں۔ دوسرے لوگوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے آگے ہیں! اگر لوگ ابو بکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) کی بات مان لیتے تو بہتر ہوتا۔ پھر ہم ان لوگوں کے پاس اس وقت پہنچے جب دن چڑھ چکا تھا اور ہر چیز گرم ہو گئی تھی، سب لوگ کہنے لگے یا رسول اللہ! ہم تو پیاس سے ہلاک ہو گئے۔ آپ نے فرمایا تم ہلاک نہیں ہو گے، پھر

قَالَ فَفَعَلُوا فَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُبُّ وَأَسْقِيهِمْ حَتَّى مَا بَقِيَ غَيْرِي وَغَيْرُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثُمَّ صَبَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِي اشْرَبْ فَقُلْتُ لَا أَشْرَبُ حَتَّى تَشْرَبَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ إِنَّ سَاقِيَ الْقَوْمِ آخِرُهُمْ شُرْبًا قَالَ فَشَرِبْتُ وَشَرِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَأَتَى النَّاسُ الْمَاءَ جَامِّينَ رِوَاءً قَالَ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَبَاحٍ إِنِّي لَأُحَدِّثُ هَذَا الْحَدِيثَ فِي مَسْجِدِ الْجَامِعِ إِذْ قَالَ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ انْظُرْ أَيُّهَا الْفَتَى كَيْفَ تُحَدِّثُ فَإِنِّي أَحَدُ الرَّكْبِ تِلْكَ اللَّيْلَةَ قَالَ فَقُلْتُ أَنْتَ أَعْلَمُ بِالْحَدِيثِ فَقَالَ مِمَّنْ أَنْتَ قُلْتُ مِنَ الْأَنْصَارِ قَالَ حَدِّثْ فَأَنْتُمْ أَعْلَمُ بِحَدِيثِكُمْ قَالَ فَحَدَّثْتُ الْقَوْمَ فَقَالَ عِمْرَانُ لَقَدْ شَهِدْتُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ وَمَا شَعَرْتُ أَنَّ أَحَدًا حَفِظَهُ كَمَا حَفِظْتُهُ.

١٣٦١ - وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ صَخْرٍ الدَّارِمِيُّ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ قَالَ نَا سَلْمُ بْنُ زَرِيرٍ الْعُطَارِدِيُّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا رَجَاءٍ الْعُطَارِدِيَّ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ مَعَ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا برتن منگوایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس برتن سے پانی انڈیلنا شروع کیا اور حضرت ابو قتادہ لوگوں کو پانی پلانے لگے۔ لوگوں نے جب دیکھا کہ پانی صرف ایک برتن میں ہے تو سب اس برتن پر ٹوٹ پڑے۔ آپ نے فرمایا اطمینان کے ساتھ پانی پیو تم سب سیر ہو جاؤ گے! پھر لوگ مطمئن ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی انڈیلتے رہے اور میں پانی پلاتا رہا یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے اور صرف میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باقی رہ گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی انڈیلا اور مجھ سے فرمایا پیو! میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب تک آپ پانی نہیں پئیں گے میں نہیں پیوں گا۔ آپ نے فرمایا قوم کو پانی پلانے والا سب سے آخر میں پیتا ہے چنانچہ میں نے پانی پی لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پانی پیا۔ پھر سب لوگ پانی تک آسودگی سے پہنچ گئے، راوی کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن رباح نے کہا میں جامع مسجد میں لوگوں سے یہی حدیث، بیان کیا کرتا تھا حضرت عمران بن حصین نے کہا: اے نوجوان سوچ کیا کہہ رہے ہو؟ کیونکہ اس رات کے سواروں میں میں بھی شامل تھا میں نے کہا پھر تو آپ اس حدیث سے بخوبی واقف ہوں گے، انھوں نے پوچھا: تم کس قبیلہ سے ہو؟ میں نے کہا میں انصار میں سے ہوں۔ انھوں نے کہا پھر تو تم اپنی حدیثوں کو زیادہ جانتے ہو! پھر جب میں نے لوگوں کے سامنے پوری روایت بیان کی تو حضرت عمران بن حصین نے کہا میں بھی اس رات موجود تھا لیکن تم نے جس طرح اس واقعہ کو یاد رکھا ہے میں نہیں سمجھتا کہ کسی اور نے بھی اس طرح یاد رکھا ہوگا۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ ایک رات ہم سفر کر رہے تھے جب اخیر شب کا عمل ہوا تو ہم سواریوں سے اترے اور ہماری آنکھ لگ گئی (ہم سوتے رہے) حتی کہ دھوپ نکل آئی۔ سب سے پہلے حضرت ابو بکر بیدار ہوئے۔

وَسَلَّمَ فِي مَسِيرٍ لَهُ فَأَدْلَجْنَا لَيْلَتَنَا حَتَّى إِذَا كَانَ فِي وَجْهِ الصُّبْحِ عَرَّسْنَا فَغَلَبَتْنَا أَعْيُنُنَا حَتَّى بَزَغَتِ الشَّمْسُ قَالَ فَكَانَ أَوَّلُ مَنِ اسْتَيْقَظَ مِنَّا أَبُو بَكْرٍ وَكُنَّا لَا نُوقِظُ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَنَامِهِ إِذَا نَامَ حَتَّى يَسْتَيْقِظَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَامَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يُكَبِّرُ وَيَرْفَعُ صَوْتَهُ حَتَّى اسْتَيْقَظَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَفَعَ رَأْسَهُ وَرَأَى الشَّمْسَ قَدْ بَزَغَتْ قَالَ ارْتَحِلُوا فَسَارَ بِنَا حَتَّى إِذَا ابْيَضَّتِ الشَّمْسُ نَزَلَ فَصَلَّى بِنَا الْغَدَاةَ فَاعْتَزَلَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ لَمْ يُصَلِّ مَعَنَا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا فُلَانُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تُصَلِّيَ مَعَنَا قَالَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ أَصَابَتْنِي جَنَابَةٌ فَأَمَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَيَمَّمَ بِالصَّعِيدِ فَصَلَّى ثُمَّ عَجَّلَنِي فِي رَكْبٍ بَيْنَ يَدَيْهِ نَطْلُبُ الْمَاءَ وَقَدْ عَطِشْنَا عَطَشًا شَدِيدًا فَبَيْنَمَا نَحْنُ نَسِيرُ إِذَا نَحْنُ بِامْرَأَةٍ سَادِلَةٍ رِجْلَيْهَا بَيْنَ مَزَادَتَيْنِ فَقُلْنَا لَهَا أَيْنَ الْمَاءُ فَقَالَتْ أَيْهَاهْ أَيْهَاهْ لَا مَاءَ لَكُمْ قُلْنَا فَكَمْ بَيْنَ أَهْلِكِ وَبَيْنَ الْمَاءِ قَالَتْ مَسِيرَةُ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ قُلْنَا انْطَلِقِي إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ وَمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ نُمَلِّكْهَا مِنْ أَمْرِهَا شَيْئًا حَتَّى انْطَلَقْنَا بِهَا فَاسْتَقْبَلْنَا بِهَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهَا فَأَخْبَرَتْهُ مِثْلَ الَّذِي

ہماری عادت تھی کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت تک بیدار نہیں کرتے تھے جب تک آپ خود بیدار نہ ہوں لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ قوی اور بلند آواز شخص تھے انہوں نے بیدار ہو کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہو کر با آواز بلند اللہ اکبر کہنا شروع کر دیا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو گئے۔ آپ نے اپنا سر اقدس اٹھا کر سورج کی طرف دیکھا کہ وہ نکل چکا ہے تو آپ نے فرمایا یہاں سے کوچ کرو۔ ہمارے ساتھ آپ بھی روانہ ہوئے، یہاں تک کہ جب دھوپ پھیل گئی تو آپ نے ہمارے ساتھ صبح کی نماز پڑھی۔ ایک شخص جماعت سے علیحدہ رہا اور اس نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے اس سے پوچھا کہ تم نے ہمارے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھی؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے جنابت لاحق ہو گئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پاک مٹی سے تیمم کرنے کا حکم دیا، اس نے تیمم کر کے نماز پڑھی، پھر آپ نے چند سواروں کے ساتھ مجھے پانی کی تلاش میں بھیجا، اس وقت ہم سخت پیاس کی حالت میں جا رہے تھے، ناگاہ ہم نے ایک عورت کو دیکھا جو اپنے دونوں پیر لٹکائے ہوئے دو مشکیزے رکھے ہوئے سواری پر جا رہی تھی، ہم نے اس سے پوچھا پانی کہاں ہے؟ اس نے کہا پانی بہت دور ہے تمہیں نہیں مل سکتا، ہم نے پوچھا تمہارے گھر سے پانی کتنی دور ہے، وہ کہنے لگی ایک دن کا راستہ ہے ہم نے اس سے کہا: تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلو، وہ کہنے لگی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کون ہیں؟ پھر ہمارے پاس اس کو زبردستی لے جانے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اسکے احوال پوچھے تو اس نے وہی باتیں بتائیں جو ہمیں بتا چکی تھی نیز اس نے یہ بھی کہا کہ ______ اور اس کے کئی یتیم بچے ہیں، آپ نے اس کی سواری کو بٹھانے

أَخْبَرَتْنَا وَأَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا مُؤْتِمَةٌ لَهَا صِبْيَانٌ أَيْتَامٌ فَأَمَرَ بِرَاوِيَتِهَا فَأُنِيخَتْ فَمَجَّ فِي الْعَزْلاَوَيْنِ الْعُلْيَاوَيْنِ ثُمَّ بَعَثَ بِرَاوِيَتِهَا فَشَرِبْنَا وَنَحْنُ أَرْبَعُونَ رَجُلاً عِطَاشًا حَتَّى رَوِينَا وَمَلأْنَا كُلَّ قِرْبَةٍ مَعَنَا وَإِدَاوَةٍ وَغَسَّلْنَا صَاحِبَنَا غَيْرَ أَنَّا لَمْ نَسْقِ بَعِيرًا وَهِيَ تَكَادُ تَنْضَرِجُ مِنَ الْمَاءِ يَعْنِي الْمَزَادَتَيْنِ ثُمَّ قَالَ هَاتُوا مَا كَانَ عِنْدَكُمْ فَجَمَعْنَا لَهَا مِنْ كِسَرٍ وَتَمْرٍ وَصَرَّ لَهَا صُرَّةً فَقَالَ لَهَا اذْهَبِي فَأَطْعِمِي هَذَا عِيَالَكِ وَاعْلَمِي أَنَّا لَمْ نَرْزَأْ مِنْ مَائِكِ شَيْئًا فَلَمَّا أَتَتْ أَهْلَهَا قَالَتْ لَقَدْ لَقِيتُ أَسْحَرَ الْبَشَرِ أَوْ إِنَّهُ لَنَبِيٌّ كَمَا زَعَمَ كَانَ مِنْ أَمْرِهِ ذَيْتَ وَذَيْتَ فَهَدَى اللَّهُ ذَاكَ الصِّرْمَ بِتِلْكَ الْمَرْأَةِ فَأَسْلَمَتْ وَأَسْلَمُوا۔

۱۴۶۲- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ أَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ قَالَ نَا عَوْفُ بْنُ أَبِي جَمِيلَةَ الأَعْرَابِيُّ عَنْ أَبِي رَجَاءٍ الْعُطَارِدِيِّ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَسَرَيْنَا لَيْلَةً حَتَّى إِذَا كَانَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ قُبَيْلَ الصُّبْحِ وَقَعْنَا تِلْكَ الْوَقْعَةَ الَّتِي لاَ وَقْعَةَ عِنْدَ الْمُسَافِرِ أَحْلَى مِنْهَا فَمَا أَيْقَظَنَا إِلاَّ حَرُّ الشَّمْسِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِنَحْوِ حَدِيثِ أَسْلَمِ بْنِ زَرِيرٍ وَزَادَ وَنَقَصَ وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَرَأَى مَا أَصَابَ النَّاسَ وَكَانَ أَجْوَفَ جَلِيدًا فَكَبَّرَ وَرَفَعَ صَوْتَهُ بِالتَّكْبِيرِ

کا حکم دیا، سواری بٹھا دی گئی۔ آپ نے اسکے مشکیزوں میں کلی کی پھر سواری کو کھڑا کر دیا پھر ہم سب نے اس مشکیزہ سے پانی پیا، ہم چالیس پیاسے آدمی تھے جو سب سیر ہو گئے اور ہم نے اپنی سب مشکیں اور برتن بھی بھر لیے اور ہمارے جس ساتھی کو جنابت لاحق تھی اس کو غسل بھی کرا دیا گیا، مگر کسی اونٹ کو پانی نہیں پلایا اور اس کے مشکیزے اسی طرح پانی سے بھرے ہوئے تھے، پھر آپ نے ہم سے فرمایا تمہارے پاس جو کچھ ہے وہ لے آؤ، ہم لوگ بہت سے روٹی کے ٹکڑے اور کھجوریں لے آئے آپ نے ان سب کو ایک تھیلی میں باندھ کر اس عورت سے فرمایا یہ چیزیں لے جاؤ اور اپنے بچوں کو کھلاؤ، اور یہ سمجھ لو کہ ہم نے تمہارے پانی سے کچھ کمی نہیں کی ہے وہ عورت اپنے گھر پہنچ کر کہنے لگی آج میں انسانوں میں سے سب سے بڑے جادوگر سے مل کر آئی، یا پھر وہ شخص اپنے دعوے کے مطابق نبی ہے آج اس کے ہاتھ پر ایسے ایسے نشانات ظاہر ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی وجہ سے اس ساری بستی کو ہدایت عطا کی وہ عورت خود بھی مسلمان ہوئی اور اس کی بستی والے بھی مسلمان ہو گئے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے صبح کے قریب آخری شب میں ہم لیٹ گئے اور اس وقت کسی شخص کو بھی آرام سے زیادہ کوئی چیز عزیز نہیں تھی، پھر ہمیں دھوپ کی گرمی کے علاوہ اور کسی چیز نے بیدار نہیں کیا، ایک اور روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب بیدار ہوئے اور انہوں نے لوگوں کی یہ حالت دیکھی (اور وہ بلند آواز اور قوی شخص تھے) تو انہوں نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہنا شروع کر دیا۔ حتّٰی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو گئے، لوگوں نے اپنا حال بیان کرنا شروع کیا، آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں، یہاں سے چل پڑو۔

حَتّٰی اسْتَیْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِشِدَّةِ صَوْتِہٖ فَلَمَّا اسْتَیْقَظَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَکَوْا اِلَیْہِ الَّذِیْ اَصَابَہُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا ضَیْرَ ارْتَحِلُوْا وَاقْتَصَّ الْحَدِیْثَ۔

۱۴۶۳۔ حَدَّثَنَا ھُدْبَۃُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ نَا ھَمَّامٌ قَالَ نَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَسِیَ صَلٰوةً فَلْیُصَلِّھَا اِذَا ذَکَرَھَا لَا کَفَّارَةَ لَھَا اِلَّا ذٰلِکَ قَالَ قَتَادَةُ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِکْرِیْ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے تو جس وقت یاد آ جائے (اوقات مکروہہ کے علاوہ) اس وقت پڑھے یہی اس کا کفارہ ہے۔ قتادہ نے وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِکْرِیْ والی آیت پڑھی۔

۱۴۶۴۔ وَحَدَّثَنَاہُ یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی وَسَعِیْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَقُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ جَمِیْعًا عَنْ اَبِیْ عَوَانَۃَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِہٖ وَلَمْ یَذْکُرْ لَا کَفَّارَةَ لَھَا اِلَّا ذٰلِکَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت حسب سابق منقول ہے مگر اس میں کفارہ کا تذکرہ نہیں ہے۔

۱۴۶۵۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی قَالَ نَا عَبْدُ الْاَعْلٰی قَالَ نَا سَعِیْدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ نَبِیُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ نَسِیَ صَلٰوةً اَوْ نَامَ عَنْھَا فَکَفَّارَتُھَا اَنْ یُّصَلِّیَھَا اِذَا ذَکَرَھَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی نماز کو بھول جائے یا سو جائے اس کا یہی کفارہ ہے کہ جب یاد آئے پڑھے۔

۱۴۶۶۔ وَحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِیٍّ الْجَھْضَمِیُّ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ قَالَ نَا الْمُثَنّٰی عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا رَقَدَ اَحَدُکُمْ عَنِ الصَّلٰوةِ اَوْ غَفَلَ عَنْھَا فَلْیُصَلِّھَا اِذَا ذَکَرَھَا فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِکْرِیْ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نیند کی وجہ سے کسی شخص کی نماز رہ جائے یا غفلت سے نماز قضا ہو جائے تو اسے یاد آنے پر نماز پڑھ لینا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (ترجمہ) میری یاد کے لیے نماز پڑھو!

قلب رسالت کے بیدار رہنے کی تحقیق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا عائشۃ ان عینی تنامان ولا ینام قلبی،[1] اے عائشہ میری آنکھیں سو جاتی ہیں اور دل

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

بیدار رہتا ہے۔" اس حدیث کی بنیاد پر یہ سوال قائم ہوتا ہے کہ جب آپ کا دل بیدار تھا تو غزوۂ خیبر سے واپسی کے موقعہ پر رات کے آخری حصہ میں سونے کے بعد آپ کی آنکھ کیوں نہیں کھلی۔ علامہ نووی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ آپ کا دل یادِ الٰہی میں بیدار تھا لیکن فجر کے وقت کو دیکھنے کا تعلق آنکھوں سے ہے اور وہ نیند میں تھیں یعنی قلب جو معقولات اور انوار و تجلیات کا مرکز اور منبع ہے وہ بیدار تھا اور محسوسات اور مبصرات کے ادراک کا تعلق آنکھوں سے ہے وہ محوِ خواب تھیں۔ علامہ عینی اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غالب احوال میں دل جاگتا رہتا تھا لیکن کبھی کبھی آپ پر عام انسانوں کی طرح نیند وارد ہوتی تھی جس میں دل بھی محوِ خواب ہوتا تھا، اور یہ ایسے ہی احوال میں سے ہے۔ کیونکہ ایک موقعہ پر آپ نے فرمایا ان اللہ قبض ارواحنا۔ "اللہ تعالیٰ نے ہماری روحیں قبض کر لی تھیں" [1] ایک اور حدیث میں فرمایا لو شاء اللہ لا یقظنا "اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہمیں بیدار کر دیتا" [2] تیسرا جواب یہ ہے کہ دل جاگنے کا مطلب یہ ہے کہ جب آپ کی آنکھیں سوتی تھیں تو نیند قلب پر مستغرق نہیں ہوتی تھی۔ حتیٰ کہ وضو ٹوٹ جائے کیونکہ حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ آپ سو جاتے تھے لوگ آپ کے خراٹے سنتے تھے اس کے بعد بلال کی اذان سن کر بغیر وضو کے نماز پڑھانے چلے جاتے۔ [3] چوتھا جواب یہ ہے کہ دل اس لیے جاگتا رہتا ہے کہ نیند میں بھی آپ پر وحی نازل ہوتی ہے اور آپ کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں لہٰذا دل کی بیداری کا معاملہ صرف وحی ربّانی سے رابطہ ہے فجر کے طلوع اور عدم طلوع کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

واقعہ تعریس کی تعداد

لیلۃ التعریس (آخر شب میں قیام) کا واقعہ (جس میں لوگوں کی نماز فجر قضا ہوئی) ایک بار واقع ہوا یا متعدد بار۔ علامہ اصیلی نے حتمی طور پر بیان کیا کہ یہ واقعہ ایک بار پیش آیا قاضی عیاض نے اس کا رد کیا اور کہا حضرت ابوقتادہ کا بیان کردہ واقعہ حضرت عمران بن حصین کے بیان کردہ واقعہ سے مغائر ہے کیونکہ حضرت ابوقتادہ کے بیان کردہ واقعہ میں حضرت ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند کے وقت ساتھ نہیں تھے اور حضرت عمران بن حصین کی روایت میں ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر بیدار ہوئے پھر حضرت عمر بیدار ہوئے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیدار کیا۔ پہلا واقعہ خیبر سے واپسی کا ہے اور دوسرا واقعہ غزوۂ تبوک کا ہے اس کی تصریح مصنف عبدالرزاق میں بھی ہے۔ قاضی ابوبکر بن عربی کہتے ہیں کہ یہ تین واقعات ہیں پہلا واقعہ وہ ہے جس میں آپ کی نیند کے وقت حضرت ابوبکر اور عمر نہ تھے۔ دوسرا واقعہ وہ ہے جس میں یہ دونوں حضرات تھے اور تیسرا واقعہ وہ ہے جس میں حضرت ابوبکر اور بلال تھے۔ [4]

آثار شر اور خیر کے ثمرات اور اوقات منہیہ میں مذاہب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو اس جگہ سے کوچ کا حکم دیا جس جگہ ان کی نماز قضا ہو گئی تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ اس جگہ شیطان کا اثر تھا اس سے معلوم ہوا کہ جس جگہ شیطان کا اثر ہو یا جہاں آثار معصیت ہوں وہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرنی چاہیے۔ اسی پر قیاس کر کے احناف کہتے ہیں کہ جس وقت میں شیطان کا اثر ہو جیسے طلوع، استوا اور غروب کے اوقات

---

[1] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری ج ۴ ص ۵۸ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر

[2] " " " "

[3] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ شمائل ترمذی ص ۵۸۸ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۸ مطبوعہ ادارہ الطباعۃ المنیریہ مصر

ثلاثہ ہیں۔ اس وقت بھی کوئی عبادت نہیں کرنا چاہیے حتیٰ کہ قضاء نماز بھی نہیں پڑھنا چاہیے [1]

دلیل یہ ہے:

عن عقبۃ بن عامر قال، ثلاث ساعات کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینھانا ان نصلی فیھن او نقبر فیھا موتانا حین تطلع الشمس بازغۃ حتی ترتفع وحین یقوم قائم الظھیرۃ حتی تمیل وحین تضیف الشمس للغروب حتی تغرب [2]

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تین وقتوں میں فرض نماز پڑھنے اور نماز جنازہ پڑھنے سے منع کر دیا، طلوع آفتاب کے وقت حتیٰ کہ سورج بلند ہو جائے اور جب سورج استواء (سر کے اوپر) پر ہو حتیٰ کہ اس سے زائل ہو جائے اور جب سورج ڈوبنے لگتا ہے حتیٰ کہ غروب ہو جائے۔

امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ ان اوقات ثلاثہ میں صرف فرض ادا کرنا منع ہے نوافل اور قضاء نمازیں پڑھنا جائز ہیں [3] اس کے برخلاف امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً نماز پڑھنے سے منع فرمادیا ہے خواہ وہ فرض نماز ہو یا نفل، قضاء ہو یا ادا، مکہ میں ہو یا مدینہ میں۔

ان اوقات میں قضا نماز پڑھنے پر ائمہ ثلاثہ کی دلیل یہ ہے:

عن ابی قتادۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیس فی النوم تفریط انما التفریط فی الیقظۃ فاذا نسی احدکم صلوۃ او نام عنھا فلیصلھا اذا ذکرھا [4]

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیند میں کوئی قصور نہیں ہے، قصور بیداری میں ہے، تم میں سے جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے یا سو جائے تو جب نماز یاد آئے اس کو پڑھ لے۔

اس حدیث کے پیش نظر ائمہ ثلاثہ یہ کہتے ہیں کہ اگر کسی شخص کو قضا نماز ان اوقات ثلاثہ میں یاد آئے تو اس حدیث کے مطابق پڑھ لینا چاہیے۔ علامہ شمس الدین سرخسی اس کے جواب میں فرماتے ہیں اگر ایسا ہوتا تو لیلۃ التعریس میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور آپ کو یاد آیا کہ فجر کی نماز قضاء ہوگئی ہے تو آپ اسی وقت ادا کر لیتے لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا، بلکہ صحابہ کرام کو وہاں سے روانہ ہونے کا حکم دیا کہ وہ جگہ شیطان کا ٹھکانا ہے آپ کے اس عمل سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ جس وقت قضاء نماز یاد آئے اسی وقت نماز پڑھنا ضروری نہیں ہے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ جس جگہ آثار شیطان ہوں وہاں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے تو جس وقت میں آثار شیطان ہوں وہاں بھی نماز پڑھنا ناجائز ہوگا۔ [5]

اس حدیث کی روشنی میں یہ معلوم ہوا کہ جس جگہ یا جس وقت میں آثار شیطان ہوں وہاں عبادت کرنا منع ہے کہ اس جگہ کی

---

[1] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ المبسوط ج ۱ ص ۱۵۱ مطبوعہ دار المعرفت بیروت الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

[2] امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ۔ سنن نسائی ج ۱ ص ۵۹ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی۔

[3] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ۔ مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۴۴۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت مطبوعہ الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ،

[4] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ۔ جامع ترمذی ص ۵۲ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[5] علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ المبسوط ج ۱ ص ۱۵۱ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

عبادت میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی شامل نہیں ہوتی تو جو لوگ فسق و فجور اور اللہ تعالیٰ کے احکام سے بغاوت کرتے ہوں ان کے درمیان رہنا کس طرح اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا موجب ہوگا اور اس بات کو یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ جس جگہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے آثار ہوں جیسے مساجد، کعبہ، مسجد نبوی، مقربین الٰہیہ کے مزارات کے نزدیک مساجد وغیرہ، وہاں عبادت کرنا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا سبب ہوگا اللہ تعالیٰ نے یونہی تو نہیں فرمادیا تھا: واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی (بقرہ: ۱۲۵) "جس جگہ کو پائے ابراہیم کے ساتھ نسبت ہے اسے اپنی نماز کی جگہ بنالو!" کیونکہ جہاں اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے ہوتے ہیں وہاں دن رات اس کی رحمت برستی ہے جب تم اس جگہ عبادت کرو گے تو تم پر بھی اس رحمت کے کچھ چھینٹے پڑ جائیں گے، اسی طرح مدفن اور قبر ہر جگہ بنائی جا سکتی ہے لیکن نیک لوگوں کے قرب میں دفن ہونے کے کچھ اور ثمرات ہوتے ہیں، جس نیک شخص پر قبر میں اللہ تعالیٰ کی رحمتیں سایہ افگن ہوں اس کے قریب کوئی شخص مدفون ہو اور اس کو ان رحمتوں سے حصہ نہ ملے یہ اس کی شان کریمی کے خلاف ہے ہر چند کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بذات خود اس پایہ کے تھے کہ جس جگہ دفن ہو جاتے وہیں رحمتوں کی برسات ہو جاتی لیکن اس کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت عزرائیل سے کہا جب میں کثیب احمر کے پاس پہنچ جاؤں تب میری روح قبض کرنا۔[1] کیونکہ وہاں دیگر انبیاء علیہم السلام کی قبریں ہیں اور نیکوں کے ساتھ دفن ہونے سے نیکوں کی برکات مل جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی تو ہمیں اس دعا کی تلقین نہیں کی وتوفنا مع الابرار (آل عمران: ۱۹۳) "نیکوں کے ساتھ ہم پر وفات طاری کرنا"

احادیث میں تطبیق

حضرت ابوہریرہ کی روایت میں قضاء فجر کے لیے صرف اقامت پڑھنے کا ذکر ہے اور حضرت ابوقتادہ کی روایت میں قضاء فجر کے لیے اذان کا بھی ثبوت ہے۔ اصل یہی ہے کہ قضاء نماز کے لیے بھی اذان مسنون ہے۔ حضرت ابوہریرہ کی روایت میں جو اذان کا ذکر نہیں ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اذان نہیں دی گئی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ راوی اذان کا ذکر بھول گیا ہو یا اسے اذان کا علم نہ ہو۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ الگ الگ واقعات ہیں ہو سکتا ہے حضرت ابوہریرہ جس واقعہ کی روایت کر رہے ہیں اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان جواز کے لیے اذان نہ دلوائی ہو یا یہ بتلانے کے لیے کہ اذان سفر میں حضر کی طرح مسنون نہیں ہے۔ یا اس لیے کہ کسی شخص کو سفر میں اذان کے وجوب کا وہم نہ ہو۔

قضا نمازوں کی اذان میں مذاہب

امام ابوحنیفہ متوفی ۱۵۰ھ[2] اور امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ قضاء نمازوں کے لیے اذان کے قائل ہیں۔[3] اور امام مالک متوفی ۱۷۹ھ[4] اور امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ قول جدید میں قضاء نمازوں کے لیے اذان کے قائل نہیں ہیں[5] امام ابوحنیفہ کی دلیل حضرت ابوقتادہ کی روایت ہے۔

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۸۱ھ

[2] علامہ شمس الدین سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱ ص ۱۳۶ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۹۸ھ۔

[3] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ۔ مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۲۵۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ۔

[4] علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ۔ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

[5] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ۔ المنہاج مع المغنی ج ۱ ص ۱۳۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

اور امام مالک حضرت ابوہریرہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں، قضا نمازوں میں جو ائمہ اذان کے قائل نہیں ہیں وہ اقامت کے قائل ہیں۔ حضرت ابوقتادہ اور حضرت ابوہریرہ کی روایات گزر چکی ہیں۔

حضور سے نماز فجر قضا ہونے کی وجوہات

اس حدیث کی وجہ سے بعض ملحد قسم کے لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ جب خود جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم دن چڑھنے تک سوتے رہتے تھے اور صبح کی نماز قضا ہو جاتی تھی تو اگر ہم لوگ بھی دیر تک سوتے رہیں اور نماز قضا ہو جائے تو کون سی بڑی بات ہے اس کا ایک جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز فجر نیند کی وجہ سے رہ گئی اس میں آپ پر کسی طرح سے طعن کی وجہ نہیں ہے اول تو اس لیے کہ آپ نے رات بھر سو کر نہیں گزاری اخیر شب تک سفر کرتے رہے اور جب تقاضاء بشری سے نیند کا غلبہ ہوا اور آپ سواری پر بار بار جھکنے لگے اور آرام کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا تب آپ آرام کیلئے لیٹے پھر بھی آپ نے یہ انتظام کیا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی ڈیوٹی لگا دی کہ وہ جاگ کر پہرہ دیتے رہیں اور جب فجر طلوع ہو تو جگا دیں لیکن سفر کی تھکاوٹ کی وجہ سے حضرت بلال کو بھی نیند آ گئی اور سورج نکل آیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہیں ہماری حیات اور کارگاہ حیات کے تمام شعبوں کے لیے نمونہ ہے اور ہمیں شاہراہ حیات کے ہر موڑ پر آپ کی اتباع اور اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اگر نیند کے سبب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز فجر قضا نہ ہوتی تو آپ کو تو کوئی فرق نہ پڑتا لیکن نیند کی وجہ سے قضا ہونے والی ہماری نمازیں کس کے دامن میں پناہ لیتیں، ہمیں کیسے معلوم ہوتا سفر میں جس جگہ نماز قضا ہو وہاں سے دور جا کر قضا نماز پڑھنی چاہیے اور یہ کیسے پتا چلتا کہ قضا نماز یاد آتے ہی اس کو فوراً پڑھنا واجب نہیں ہے بلکہ اس جگہ یا اس وقت میں شیطانی اثر ہو تو نماز مؤخر کر کے پڑھی جائے، قضا نماز کے لیے اذان بھی کہی جائے اور اقامت بھی اور اگر ایک جماعت کی نماز قضا ہو تو وہ اس نماز کی قضا بھی باجماعت کریں، یہ اور اس جیسے اور بہت سے مسائل آپ کی نماز قضا ہونے کے ساتھ لپٹے ہوئے تھے۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ آپ کی نماز قضا نہ ہوتی اور آپ زبانی ہمیں مسائل تعلیم فرما دیتے اس صورت میں ہمیں آپ کی اطاعت تو حاصل ہوتی، اتباع نصیب نہ ہوتی۔ یاد رکھیے نبی (علیہ السلام) کی بعثت کا اصل مقصد یہ ہے کہ آپ تمام مسائل شرعیہ پر عمل کر کے دکھائیں اور امت کے لیے ہر عمل کا اسوہ اور نمونہ مہیا کریں ورنہ اللہ تعالیٰ تمام احکام شرعیہ پر مشتمل صرف ایک مفصل کتاب بھیج دیتا۔ نبی (علیہ السلام) کو مبعوث ہی نہ فرماتا اسی لیے یہ نہیں فرمایا: قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعوا القرآن "اگر تم اللہ کی محبت کے دعوی دار ہو تو قرآن کی پیروی کرو" بلکہ فرمایا: قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی (آل عمران: ۳۱) "اگر تم اللہ کی محبت کے عویدار ہو تو میری پیروی کرو"۔ یاد رکھیے کسی عمل کی اس وقت تک کوئی قدر و قیمت نہیں ہے، اللہ کی بارگاہ میں کوئی فضیلت نہیں ہے۔ جب تک اس عمل کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کر نہ لیا ہو! دیکھیے کعبہ میں آپ کے نماز پڑھنے سے پہلے کعبہ بھی تھا لیکن اجر اسقدر زیادہ نہ تھا۔ ایک نماز کا ایک ہی اجر ہوتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ میں نماز پڑھ لی تو ایک نماز کا اجر بڑھا کر اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ گنا زیادہ کر دیا، مسجد اقصیٰ میں لاکھوں نبیوں نے آکر نمازیں پڑھیں مگر اجر زیادہ نہیں ہوا۔ شب اسراء کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں ایک نماز کیا پڑھی اس کی کایا پلٹ گئی، قسمت چمک گئی اس کے در و دیوار کا مول بڑھ گیا اب اس میں ایک نماز پڑھ لو تو پچاس ہزار نمازوں کا اجر ملتا ہے۔ رمضان کی ستائیسویں شب پہلے بھی آتی تھی لیکن لیلۃ القدر نہیں تھی، اس رات میں قطار در قطار فرشتے نہیں اترتے تھے خیر من الف شھر نہیں تھی، یہ آپ کی برکت تھی، آپ کا فیضان اور آپ کا وسیلہ تھا۔ جس نے رمضان کی ایک رات کا مرتبہ اسقدر بڑھا دیا کہ

اس رات کے عبادت گذاروں کو سلام کرنے کیلئے آسمانوں سے جبرائیل اترتے ہیں، یہ ساری برکتیں، یہ ساری عظمتیں آپ کی اتباع اور آپ کی اقتداء سے ملی ہیں، احکام شرعیہ کا کوئی حکم ہو اس کی عظمتیں آپ کی اتباع سے وابستہ ہیں۔ ارکانِ دین کے ہر رکن کی معراج آپ کی اقتداء سے پیوستہ ہے، نمونہ دیا ہی اس لیے جاتا ہے کہ بنانے والا اس نمونہ کے مطابق چیز بنائیگا تو وہ چیز مقبول ہوگی ورنہ نہیں اور رحمت الٰہی نہیں چاہتی تھی کہ مسلمان کا کوئی عمل مقبول ہونے سے رہ جائے اسلیئے انسانی زندگی میں پیش آنیوالے ہر عمل اور احکام شرعیہ سے متعلق ہر حکم کے لیے آپ کی زندگی میں نمونہ رکھ دیا۔ آپ کی نیند سے صبح کی نماز کیا قضاء ہوئی مسلمانوں پر رحمت کے دروازے کھل گئے! پھر یہ کتنا ستم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جس عمل سے ہمارے لیے اس قدر اجر و ثواب، رحمتیں، عظمتیں اور برکتیں ملی ہوں، قبولیت اعمال کی سند اور ضمانت حاصل ہوئی ہو اس عمل کو ہدفِ طعن اور نشانہ تنقید بنا لیا جائے۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ بسا اوقات کسی چیز کا ظاہر کے اعتبار سے ایک حکم ہوتا ہے اور حقیقت کے اعتبار سے ایک اور حکم ہوتا ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں ایک جگہ فرماتا ہے: عصی آدم ربہ فغوی (طٰہٰ: ۱۲۱) "آدم نے اپنے رب کی معصیت اور غوایت کی"؛ دوسری جگہ فرماتا ہے: فنسی ولم نجد لہ عزما (طٰہٰ: ۱۱۵) "آدم بھول گئے اور ہم نے (معصیت کے لیے) ان کا کوئی ارادہ نہ پایا"۔ حضرت آدم علیہ السلام کے دانہ گندم کھانے کو اللہ تعالیٰ ایک جگہ عصیان (نافرمانی) اور دوسری جگہ نسیان (بھول) فرماتا ہے اور بھول کر جو کام کیا جائے وہ گناہ معصیت اور عصیان نہیں ہوتا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا یہ کام گناہ بھی ہو اور گناہ نہ بھی ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ظاہر کے اعتبار سے یہ کام گناہ اور نافرمانی تھا۔ کیونکہ آپ نے بہرحال دانہ گندم کھایا تھا اس لیے عصی آدم ربہ فغوی فرمایا اور حقیقتاً گناہ نہیں تھا کیونکہ آپ نے معصیت کے قصد اور ارادے سے نہیں بھول کر دانہ گندم کھایا تھا اس لیے فرمایا: "فنسی ولم نجد لہ عزما"

خلاصہ یہ کہ یہ فعل ظاہر کے اعتبار سے گناہ ہے حقیقت کے اعتبار سے گناہ نہیں ہے اسی طرح لیلۃ التعریس کے موقع پر آپ نے دن چڑھنے کے بعد جو نماز پڑھی وہ ظاہر کے اعتبار سے قضا ہے اور حقیقت کے اعتبار سے ادا ہے۔ کیونکہ قرآن کریم میں ہے: ان اتبع الا ما یوحی الی (یونس: ۱۵) "(آپ کہہ دیجئے) کہ میں وحی الٰہی کے سوا کسی چیز کی پیروی نہیں کرتا"۔ یعنی آپ کا ہر کام اتباع وحی سے ہوتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے لیے اس دن نماز فجر پڑھنے کا وہی وقت مقرر تھا جس وقت میں آپ نے وہ نماز پڑھی اس لیے یہ بظاہر قضا تھی اور حقیقتاً ادا تھی۔ ھذا ما ذھب الیہ نظری وللناس فیما یعشقون مذاھب۔

مقامِ مصطفیٰ بعض معاصرین نے لکھا ہے کہ اگر یہ سوال ہو کہ سرورِ کائنات کا دل بیدار رہتا ہے اگرچہ آنکھیں سو جائیں تو اس وادی میں آپ سے صبح کی نماز کیسے فوت گئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ "لیلۃ التعریس" میں آپ کی نماز کا فوت ہو جانا نیند کی حالت میں آپ کو نسیان ہونے کا باعث تھا جیسے بیداری کی حالت میں نسیان کی وجہ سے نماز فوت ہو جاتی ہے [1]۔ یہ جواب سراسر غیر معقول ہے۔ علمی اصطلاح میں نسیان کا استعمال کبھی نیند کے لیے نہیں ہوتا، نسیان ذہن کی توجہ اور استحضار کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ صورت علمیہ حافظہ سے نکل جائے تو نسیان ہے اور حافظہ میں ہو اور ذہن اس کی طرف متوجہ نہ ہو تو سہو ہے۔ اور یہ کیفیت اس وقت پیدا ہوگی جب انسان جاگ رہا ہو نیند کی

---

[1] مولانا غلام رسول رضوی۔ تفہیم البخاری ج ۱ ص ۳۴۵ مطبوعہ مکتبہ نبویہ رضویہ فیصل آباد، بار اول۔

حالت میں ذہن کی توجہ یا عدم توجہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور قلب کے بیدار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ تجلیات الٰہیہ کی جلوہ گاہ بنا رہتا ہے یا نیند کی حالت میں جو خواب دکھائے جاتے ہیں وہ محفوظ رہتے ہیں کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں۔ البتہ اس جواب کی تصحیح اس طرح کی جا سکتی ہے کہ حالتِ نیند میں بھی آپ کا دل یادِ الٰہی میں مشغول رہتا ہے اور جب آپ کا دل بالکلیہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو کائنات سے توجہ ہٹ جاتی ہے پھر ایسے میں طلوعِ فجر کی طرف توجہ کیسے ہوتی اور نماز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضور کا نام ہے اسلئے کہا جا سکتا ہے کہ آپ اسوقت بھی نماز ہی میں تھے لطف کی بات یہ ہے کہ ہم جب ادا نماز پڑھتے ہیں تو عام طور پر ہمارا دل دنیا میں مشغول ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر نہیں ہوتا اور سرکار کی جس حال میں نماز بظاہر قضا تھی آپ کا دل اس وقت بھی حضرت احدیت میں موجود اور مستغرق تھا جن کی قضا کی یہ کیفیت ہے ان کی ادا کا کیا عالم ہوگا!

سنتوں کی قضا میں مذاہب ائمہ

امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۰۴ھ کے نزدیک اس حدیث کے پیش نظر صبح اور دیگر نمازوں کی سنتوں کی قضا پڑھنا مستحب ہے [۱] امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ کا بھی یہی مسلک ہے [۲]، امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ کے نزدیک صبح کی سنتوں کی قضا پڑھنا مستحب ہے اور باقی فرائض کی سنن مؤکدات کی قضاء پڑھنا مباح ہے [۳]۔ امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ اور امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم متوفی ۱۸۳ھ کا مسلک ہے کہ کسی سنت کی قضا نہ پڑھے البتہ احناف میں سے امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ فرماتے ہیں کہ صرف صبح کی سنتوں کی قضا زوال سے پہلے پڑھ سکتا ہے وہ اس مسئلہ کو باب مذکور کی حدیث لیلۃ التعریس سے مستنبط کرتے ہیں۔ [۴]

سنن مؤکدات کی قضا پر لیلۃ التعریس کے علاوہ ائمہ ثلاثہ کی دلیل یہ حدیث بھی ہے۔

عن عقبۃ بن مکرم العمی البصری نا عمرو بن عاصم نا ھمام عن قتادۃ عن النضر بن انس عن بشیر بن نھیک عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یصل رکعتی الفجر فلیصلھما بعد ما تطلع الشمس۔ [۵]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے صبح کی دو سنتیں نہیں پڑھیں وہ سورج طلوع ہونے کے بعد ان کو پڑھے۔

ائمہ ثلاثہ کے دلائل کا جواب

ائمہ ثلاثہ کے دلائل کی بنیاد دو حدیثوں پر ہے ایک لیلۃ التعریس کی حدیث اور دوسری ترمذی شریف کی مذکورۃ الصدر حدیث۔ لیلۃ التعریس والی حدیث کا جواب یہ ہے کہ اولاً تو اس میں سنت کی قضا فرض کے ساتھ ہے بحث ان سنتوں کی قضا میں ہے جس میں صرف سنتیں فوت ہوئی ہوں ان کی قضا مشروع نہیں ہے کیونکہ سنن فرائض کے تابع ہیں ان کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں، اگر صرف سنتوں

WWW.NAFSEISLAM.COM

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ۔ شرح مسلم ج ۱ ص ۲۳۹ مطبوعہ نور محمد کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

۲۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن خلفہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ۔ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۳۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

۳۔ علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ متوفی ۶۲۰ھ۔ مغنی ابن قدامہ ج ۱ ص ۵۵۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ

۴۔ علامہ شمس الدین سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ۔ المبسوط ج ۱ ص ۱۶۱ مطبوعہ دار المعرفت بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ

۵۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ۔ جامع ترمذی ص ۸۸ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

کی قضا کی جائے تو وہ تابع نہیں رہیں گی بلکہ اصل کے قائم مقام ہو جائیں گی۔ ثانیاً سنن، نوافل کے حکم میں ہیں اگر ان کی قضا مشروع ہو تو وہ حکماً فرض یا واجب ہو جائیں گی کیونکہ قضا اس چیز کی مشروع ہوتی ہے جس کا کرنا لازم ہو، اور حدیث ترمذی کا اولاً جواب یہ ہے کہ اس سے سنتوں کی قضا کا جواز ثابت ہوتا ہے اور احناف کی حدیث (جس کو ہم ان شاء اللہ ابھی پیش کریں گے) سے عدم جواز ثابت ہوتا ہے اور یہ اصول ہے کہ جب جواز اور عدم جواز میں تعارض ہو تو ترجیح عدم جواز کو ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ روایت مرجوح ہے۔ ثانیاً یہ روایت منکر ہے اس لیے لائق استدلال نہیں ہے۔ خود امام ترمذی اس حدیث کی سند کے ایک راوی عمرو بن عاصم کے بارے میں فرماتے ہیں:

ولا نعلم احدا روی هذا الحدیث عن همام بهذا الاسناد نحو هذا الا عمرو بن عاصم الکلابی والمعروف من حدیث قتادة عن النضر بن انس عن بشیر بن نهیک عن ابی هریرة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من ادرک رکعة من صلوة الصبح قبل ان تطلع الشمس فقد ادرک الصبح۔ [1]

عمرو بن عاصم کے علاوہ ہمیں کسی راوی کا علم نہیں جس نے ہمام سے اس سند کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہو۔ اس سند کے ساتھ جو معروف روایت ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں جس شخص نے طلوع شمس سے پہلے فجر کی ایک رکعت کو پا لیا اس نے فجر (کی فرضیت) کو پا لیا۔

اہل علم پر مخفی نہیں ہے کہ معروف، منکر کے مقابلہ میں حدیث کی اصطلاح ہے۔ امام ترمذی نے جب اس حدیث کے مقابلہ میں حضرت ابو ہریرہ کی مذکورہ روایت کو معروف قرار دیا تو یہ روایت منکر قرار پائی کیونکہ ہمام کے شاگردوں میں سے عمرو بن عاصم کے سوا سند مذکور کے ساتھ کسی نے اس حدیث کو روایت نہیں کیا لہٰذا یہ روایت منکر ہونے کے علاوہ معلل بھی ہے۔

علامہ خطیب بغدادی عمرو بن عاصم کے بارے میں لکھتے ہیں:

حدثنا ابو عبید محمد بن علی الاجری قال سالت اباداؤد عن عمرو بن عاصم الکلابی فقال لا انشط لحدیث قال بندار لولا فرقی من آل عمرو بن عاصم لترکت حدیثہ۔ [2]

ابو عبید کہتے ہیں میں نے ابو داؤد سے عمرو بن عاصم کلابی کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا میں اس سے حدیث روایت کرنے پر خوش نہیں ہوں، بندار نے کہا اگر میرا آل عمرو بن عاصم سے امتیاز نہ ہوتا تو میں اس سے روایت کو ترک کر دیتا۔

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں:

قال الاجری سالت اباداؤد عنہ وعن الحوضی فی همام فقدم الحوضی۔ [3]

آجری کہتے ہیں کہ میں نے ابو داؤد سے عمرو بن عاصم اور حوضی کی ہمام سے روایت کے بارے میں سوال کیا انہوں نے حوضی کی روایت کو ترجیح دی۔

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ　　جامع ترمذی ص ۸۸ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[2] حافظ ابو بکر علی بن احمد خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ　　تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۲۰۳ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ

[3] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ　　تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۵۸ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۲۶ھ

WWW.NAFSEISLAM.COM

احناف کی دلیل

عن ام سلمة قالت صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم العصر ثم دخل بيتي فصلى ركعتين فقلت يا رسول الله صليت صلاة لم تكن تصليها فقال قدم على مال فشغلني عن الركعتين كنت اركعهما بعد الظهر فصليتهما الآن فقلت يا رسول الله افنقضيهما اذا فاتتا قال لا [1]

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھنے کے بعد میرے گھر تشریف لائے اور دو رکعت نماز پڑھی۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ نے (اس وقت) وہ نماز پڑھی ہے جو آپ پہلے نہیں پڑھتے تھے، آپ نے فرمایا میرے پاس مال آیا تھا جس میں مشغولیت کی وجہ سے میں ظہر کے بعد کی دو سنتیں نہیں پڑھ سکا ان کو میں نے اب پڑھا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر ہم سے یہ سنتیں فوت ہو جائیں تو کیا ہم بھی ان کو قضا کر لیا کریں آپ نے فرمایا، نہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنتوں کی قضا امت پر مشروع نہیں کی اور آپ نے جو ظہر کی سنتوں کی قضا فرمائی یہ آپ کی خصوصیت تھی اور یہی احناف کثرہم اللہ کا مسلک ہے۔

علم رسالت

امام غزالی علم نبوت پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فكما ان العقل طور من اطوار الآدمي يحصل فيه عين يبصر بها انواعا من المعقولات والحواس معزولة عنها فالنبوة ايضا عبارة عن طور يحصل فيه عين لها نور يظهر في نورها الغيب وامور لا يدركها العقل [2]

جس طرح عقل انسان کے لیے ایک قسم کی قوت ہے جس میں ایک ایسی آنکھ ہے جو ان معقولات کو دیکھ لیتی ہے جنہیں حواس نہیں دیکھ سکتے اسی طرح نبوت میں ایک ایسا نور ہوتا ہے جس سے نبی پر غیب ظاہر ہو جاتا ہے اور وہ امور منکشف ہو جاتے ہیں جن کا عقل ادراک نہیں کر سکتی۔

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی قوت اور صفت حاصل تھی جس سے آپ غیب کو جان لیتے تھے اسی وجہ سے آپ نے اس حدیث میں بہت سے امور غیبیہ بیان فرمائے، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ آپ نے حضرت ابو قتادہ کو پہلے بتا دیا تھا کہ اس برتن میں (عجیب) خبر ظاہر ہو گی چنانچہ اس برتن کا تھوڑا سا پانی کثیر صحابہ کو کافی ہو گیا، دوسرا یہ کہ جب صحابہ نے کہا کہ یہ تھوڑا سا پانی ہمیں کیسے کافی ہو گیا تو آپ نے فرمایا تم سب اس پانی سے سیراب ہو جاؤ گے اور ایسا ہی ہوا تیسرا یہ کہ آپ نے حضرت ابو قتادہ کو پہلے بتا دیا تھا کہ ابو بکر اور عمر کیا کہہ رہے ہیں اور عام لوگ کیا کہہ رہے ہیں چوتھا یہ کہ کسی کو پتا نہ تھا کہ آگے پانی ملے گا یا نہیں نہ وہاں پانی کے کوئی آثار تھے لیکن آپ نے علم نبوت سے پہلے بتا دیا کہ دوپہر اور رات کے بعد تم کو پانی مل جائے گا۔[3]

---

[1] ۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ۔ مسند احمد بن حنبل ج ۶ ص ۳۱۵، المکتب الاسلامی بیروت الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۸ھ۔

[2] ۔ امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ المنقذ من الضلال ص ۵۵، مطبوعہ ہیئۃ الاوقاف لاہور الطبعۃ الاولی ۱۴۰۵ھ۔

[3] ۔ علامہ یحیی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۴۰، نور محمد کارخانہ تجارت کراچی، الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۷۵ھ۔

بعض لوگ علم رسالت پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل ہوتا تو سونے سے پہلے جان لیتے کہ اگر میں سو گیا تو نماز فجر قضا ہو جائیگی۔ حضرت بلال کو بھی نیند آجائیگی اور تمام صحابہ کی نماز قضا ہو جائیگی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دور تھا نہ آپ کا رابطہ اللہ تعالیٰ سے منقطع تھا پھر کیوں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بات سے مطلع نہیں کیا؟ اور آپ کو سونے سے منع کیوں نہ کر دیا، حدیث شریف میں ہے کہ:

عن ابی سعید الخدری قال بینما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی باصحابہ اذ خلع نعلیہ فوضعھما عن یسارہ فلما رای القوم ذلک القوا نعالھم فلما قضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاتہ قال ما حملکم علی القائکم نعالکم قالوا رأیناک القیت نعلیک فالقینا نعالنا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان جبرئیل علیہ السلام اتانی فاخبرنی ان فیھا قذرًا او اذی فلیمسحہ ولیصل فیھا[1]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو نماز پڑھاتے ہوئے اچانک اپنی نعلین اتار دیں اور ان کو بائیں جانب رکھ دیا۔ صحابہ نے یہ دیکھا تو انھوں نے بھی اپنی جوتیاں اتار دیں نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تم نے جوتیاں کیوں اتار دی تھیں؟ انھوں نے عرض کیا ہم نے آپ کو نعلین اتارتے دیکھا تو ہم نے بھی اپنی جوتیاں اتار دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ابھی جبرائیل نے آکر خبر دی کہ ان میں (معمولی) نجاست لگی ہوئی ہے اس کو رگڑ کر (صاف کر کے) ان کے ساتھ نماز پڑھ لو۔

غور کیجئے جب آپ کی نعل مبارک میں معمولی سی نجاست تھی جس سے نماز فاسد نہیں ہوتی (ورنہ نماز دہراتے) تو اس کی خاطر اللہ تعالیٰ نے عین حالت نماز میں جبرائیل کو بھیج کر آپ کو مطلع کیا جب اتنی معمولی سی بات کے لیے اللہ تعالیٰ جبرائیل کو بھیج دیتا ہے تو اتنی اہم بات کے لیے جبرائیل کو کیوں نہیں بھیجا جس کے نتیجہ میں تمام صحابہ سمیت آپ کی نماز قضا ہو گئی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ بسا اوقات ایک چیز کا علم ہوتا ہے اور اس سے توجہ ہٹ جاتی ہے، شیخ خلیل احمد لکھتے ہیں: ہاں کسی جزوی حادثہ حقیر کا حضرت کو اس لیے معلوم نہ ہونا کہ آپ نے اس کی جانب توجہ نہ فرمائی۔ آپ کے اعلم ہونے میں کسی قسم کا کوئی نقصان پیدا نہیں کر سکتا[2]۔

اس سے معلوم ہوا کہ علماء دیوبند کے ہاں بھی یہ امر مسلم ہے کہ بسا اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی چیز کا علم ہوتا ہے لیکن آپ کی توجہ اس چیز سے ہٹ جاتی ہے یا اللہ اپنی بعض حکمتوں کو پورا کرنے کے لیے آپ کی توجہ اس چیز سے ہٹا دیتا ہے اور آپ سے نماز فجر کے قضا ہونے میں جو حکمتیں تھیں ان میں سے بعض کا بیان آچکا ہے اور بعض کا ذکر عنقریب آئے گا۔ علم رسالت کی مکمل تحقیق ہم نے اپنی کتاب "مقام ولایت و نبوت" میں کر دی ہے۔

دلائل الوہیت و نبوت

لیلۃ التعریس کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر متعدد معجزات ظاہر فرمائے جن سے آپ کی نبوت کی تصدیق ہوتی ہے از انجملہ یہ

---

[1] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۹۵ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۰۵ھ

[2] شیخ خلیل احمد انبیٹھوی سہارنپوری متوفی ۱۳۴۶ھ، المہند علی المفند ص ۲۵، مطبوعہ کتب خانہ دیوبند۔

ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکیزہ کا منہ کھول کر اسمیں کلی کیا کہ مشکیزہ کو سیل رواں بنادیا چالیس صحابہ نے اس سے وضو کیا، پانی پیا، پانی کے تمام برتن بھر لیے جنبی آدمی نے غسل کر لیا اور مشکیزہ اسی طرح بھرا رہا۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس برتن سے پانی لے کر وضو کیا تھا دن چڑھے تمام صحابہ کو پیاس لگی تو آپ نے وہی برتن منگوایا اور اس چھوٹے سے برتن میں آپ کا ہاتھ کیا لگا چالیس صحابہ اس سے پانی پی کر سیر ہوگئے!

یہاں ایک بات قابلِ غور ہے کہ آپ کی کلی پانی کے مشکیزہ میں پڑی تو اللہ تعالیٰ نے اس پانی میں زیادتی کر دی اسی طرح وضو کے جس برتن میں تھوڑا سا پانی تھا آپ نے اس کو ہاتھ لگایا تو اللہ تعالیٰ نے اس میں زیادتی پیدا کر دی تو مشکیزہ اور کم پانی والے برتن کی کیا ضرورت تھی آپ یونہی خالی برتن کو انڈیلتے اور اس سے پانی گرنا شروع ہو جاتا یا مشکیزہ میں کلی کرتے یا لعاب دہن ڈالتے اور اس سے پانی نکلنا شروع ہو جاتا۔ جواب یہ ہے کہ ایسا بھی ہو سکتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ عادۃً ایسا نہیں کرتا تاکہ عدم سے وجود میں لانے کا فعل ظاہری طور پر بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص رہے یوں تو ہر فعل کا اللہ تعالیٰ خالق ہے خواہ وہ ہمارے افعال ہوں یا انبیاء علیہم السلام کے معجزات لیکن بظاہر ان افعال کا تعلق ہمارے اور انبیاء کرام کے ساتھ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ عدم سے وجود میں لانے کی صفت جسے خلق اور ایجاد کہتے ہیں اس کا تعلق کسی طور سے بندوں کیساتھ نہ ہو اور اس صفت میں کسی اعتبار سے بھی اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ہو سکے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب مسئلہ قدرت پر ہم نے مقام ولایت و نبوت میں مفصل بحث کی ہے۔

بعض شارحین کا تسامح

ایک سوال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کافر عورت کے ساتھ اتنی رعایت کیوں فرمائی کہ اس کا مشکیزہ اور سواری بھی واپس کی اور اس کو تمام صحابہ سے کھانے کی چیزیں بھی دلائیں۔ علامہ کرمانی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ آپ کو اس کے اسلام کی توقع تھی[5] اور یہ بات بھی جواب میں کہی جا سکتی ہے کہ اگر کافر کسی کے ساتھ حسنِ سلوک کرے تو مسلمان جواباً حسنِ سلوک کرنے کا زیادہ حقدار ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی بات پر تنبیہہ کرنے کے لیے اس کافر عورت کے ساتھ حسن سلوک کیا۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ آپ نے اس کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں تصرف کیوں کیا؟۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کافر حربی کی جان اور مال مباح ہے نیز ضرورت اور اضطرار کی وجہ سے ممنوع چیزیں بھی مباح ہو جاتی ہیں۔ علامہ عینی نے لکھا ہے کہ کافر پر محض غلبہ حاصل کرنے سے ان کی عورتیں اور بچے غلام اور مباح ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا جب حضرت عمران بن حصین اور ان کے ساتھیوں نے اس عورت پر غلبہ پا لیا تو وہ لونڈی بن گئی[6]۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ محض کسی کافر کو پکڑ لینے سے وہ غلام نہیں بن جاتا اور نہ کسی کافر عورت کو پکڑنے سے وہ لونڈی بنتی ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے جب کفار سے جنگ ہو اور میدانِ جنگ میں کافر مرد یا کافر عورت قید ہوں تو وہ غلام اور لونڈی بن جاتے ہیں اور یہاں ایسا نہیں تھا۔ اس مسئلہ کی مکمل اور مفصل تحقیق ان شاء اللہ ہم اس کے مقام پر کریں گے۔

کثیر نمازوں کی قضا کا طریقہ

جس شخص نے بلوغت کے کافی عرصہ بعد نماز پڑھنا شروع کی ہو یا کبھی نماز پڑھتا ہو اور کبھی چھوڑ دیتا ہو اور اس کے کئی سالوں کی نمازیں ہوں اس پر لازم ہے کہ بقائے حیات سے متعلقہ ضروری کاموں کے علاوہ سب کام چھوڑ کر نمازوں کی قضا کرنا شروع کر دے اور اس وقت تک قضا نمازیں ادا

---

[5] علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ، تحقیق الکواکب الدراری المشہور بالکرمانی شرح البخاری ج ۳ ص ۲۲۶ دار احیاء التراث العربی بیروت الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۱ھ

[6] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ۔ عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۳ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر۔

کرتا رہے جب تک اس کے ظن غالب کے مطابق وہ نمازیں ادا نہ ہو جائیں اور اگر اس دوران اس کو موت نے آلیا تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید ہے کہ اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ومن یخرج من بیتہ مھاجرا الی اللہ و رسولہ ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللہ وکان اللہ غفورا رحیما۔ (النساء: ۱۰۰)

جو شخص اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کے لیے نکلے پھر اس کو (راستہ میں) موت آئے تو اللہ تعالیٰ پر اس کا اجر ثابت ہو گیا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

اور اگر کوئی شخص ایسا نہ کر سکے تو اس سے کم درجہ یہ ہے کہ ہر نماز کے ساتھ ایک یا دو قضا نمازیں پڑھتا رہے اور اس طرح نیت کرے مثلاً میں اپنی سب سے پچھلی ظہر کو ادا کرنے کی نیت کرتا ہوں جس کا میں نے وقت پایا اور ادا نہیں کی، ہر قضاء نماز کی اسی طرح نیت کرے۔

قضاء عمری

بعض ان پڑھ لوگوں میں مشہور ہے کہ رمضان کے آخری جمعہ کو ایک دن کی پانچ نمازیں وتر سمیت پڑھ لی جائیں تو ساری عمر کی قضا نمازیں ادا ہو جاتی ہیں اور اس کو قضاء عمری کہتے ہیں۔ یہ قطعاً باطل ہے۔ رمضان کی خصوصیت، فضیلت اور اجر و ثواب کی زیادتی ایک الگ بات ہے لیکن ایک دن کی قضا نمازیں پڑھنے سے ایک دن کی نمازیں ہی ادا ہوں گی ساری عمر کی ادا نہیں ہوں گی۔

مزید مسائل

(۱) بزرگوں کو ادب سے جگانا چاہیے جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہو کر با آواز بلند اللہ اکبر کہا۔ (۲) کسی بڑے شیخ صوفی، مرشد، عالم یا والدین کو نماز کے لیے جگانا بے ادبی نہیں ہے کیونکہ حضرت عمر نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جگایا (۳) کسی عبادت کے فوت ہو جانے پر اظہار افسوس کرنا چاہیے۔ جیسے نماز کے فوت ہونے پر صحابہ نے افسوس کیا۔ (۴) نیند کی وجہ سے نماز قضاء ہو جائے تو کوئی گناہ نہیں ہے کیونکہ آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں (۵) جنبی کو اگر پانی نہ ملے تو وہ تیمم کر کے نماز پڑھے جیسا کہ آپ نے اس صحابی سے فرمایا (۶) جو شخص مسلمانوں کے ساتھ با جماعت نماز نہ پڑھے اس سے باز پرس کرنا چاہیے اگر اس کا کوئی عذر شرعی ہو تو اس کو قبول کر کے اس کے ساتھ شفقت اور محبت کے ساتھ پیش آنا چاہیے جیسا کہ آپ نے جنبی صحابی سے نماز نہ پڑھنے کے بارے میں دریافت فرمایا۔ (۷) قضا نماز ادا کرنی واجب ہے۔ (۸) قضا نماز کی ادائیگی میں بشرط عذر تاخیر گناہ نہیں ہے (۹) جس علاقہ میں فتنہ ہو اور دین پر عمل کرنے میں خطرہ ہو تو اس علاقہ سے کسی اور جگہ چلا جائے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ سے کوچ کا حکم دیا جہاں شیطان کا اثر تھا (۱۰) وضو یا پیاس کی وجہ سے پانی کو بالعوض حاصل کرنا جائز ہے جیسا کہ اس عورت کو پانی کے بدلہ میں کچھ عطا کیا (۱۱) پیاسے آدمی کی ضرورت کو جنبی کے غسل کی حاجت پر مقدم کیا جائے گا کیونکہ پہلے پیاسوں کو پانی پلایا گیا (۱۲) مالکین سے بغیر ذکر کے ہبہ کرنا جائز ہے کیونکہ کچھ کہے بغیر اس عورت سے پانی لیا اور اس کو چیزیں دیں (۱۳) ضرورت شرعیہ کی بناء پر اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں ملنا جائز ہے بشرطیکہ گناہ کا ڈر نہ ہو کیونکہ حضرت عمران بن حصین اور ان کے ساتھیوں نے تنہائی میں اس عورت سے ملاقات کی (۱۴) ضرورت کی بناء پر مشرکین کے برتنوں کا استعمال جائز ہے جبکہ ان کی نجاست کا گمان نہ ہو کیونکہ آپ نے کافر عورت کے مشکیزے سے پانی لیا۔ (۱۵) اضطرار کی صورت میں مال غیر لینا جائز ہے کیونکہ پیاس کی شدت سے آپ نے اس عورت سے پانی لیا (۱۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں صحابہ کے اجتہاد کا جواز کیونکہ ایک صحابی اپنے اجتہاد سے جنابت کے سبب آپ کے ساتھ جماعت میں شامل نہیں ہوا (۱۷) اجتہادی خطاء پر سرزنش نہیں ہوتی کیونکہ آپ نے اس صحابی کو تیمم کر کے نماز نہ پڑھنے

پر ملامت نہیں کی (۱۸) غفلت اور استخفاف نہ ہو تو قضا نماز کی تاخیر میں کوئی حرج نہیں (۱۹) رات بھر سفر کرنے کا جواز، جیسا صحابہ نے کیا۔ (۲۰) مصیبت اور تکلیف کے وقت قوم کا امام سے شکایت کرنے کا جواز کیونکہ صحابہ نے حضور سے پیاس کی شکایت کی۔ (۲۱) نیند کے غلبہ کے سبب صبح کے قریب شب کو سونے کا جواز اور یہی اس حدیث میں نمایاں بات ہے۔

Nafse Islam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کِتَابُ صَلٰوةِ الْمُسَافِرِيْنَ وَقَصْرِهَا

مسافرین کی نماز اور قصر کے احکام

١٤٦٧ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ فُرِضَتِ الصَّلٰوةُ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ فَأُقِرَّتْ صَلٰوةُ السَّفَرِ وَزِيْدَ فِي صَلٰوةِ الْحَضَرِ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ صدیقہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: کہ سفر اور حضر میں نماز دو، دو رکعت فرض ہوئی تھی، سفر میں نماز اپنے حال پر قائم رکھی گئی اور حضر میں زیادہ کر دی گئی۔

١٤٦٨ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ فَرَضَ اللّٰهُ الصَّلٰوةَ حِيْنَ فَرَضَهَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ أَتَمَّهَا فِي الْحَضَرِ فَأُقِرَّتْ صَلٰوةُ السَّفَرِ عَلَى الْفَرِيْضَةِ الْأُوْلٰى۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں جب اللہ تعالیٰ نے نماز فرض کی تو دو رکعت فرض کی تھی پھر حضر میں نماز پوری کر دی گئی اور سفر میں فرضیت سابقہ پر قائم رکھی گئی۔

١٤٦٩ - وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ أَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ الصَّلٰوةَ أَوَّلَ مَا فُرِضَتْ رَكْعَتَيْنِ فَأُقِرَّتْ صَلٰوةُ السَّفَرِ وَأُتِمَّتْ صَلٰوةُ الْحَضَرِ قَالَ الزُّهْرِيُّ فَقُلْتُ لِعُرْوَةَ مَا بَالُ عَائِشَةَ تُتِمُّ فِي السَّفَرِ قَالَ إِنَّهَا تَأَوَّلَتْ كَمَا تَأَوَّلَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ابتداء میں نماز دو رکعت فرض کی گئی تھی۔ سفر کی نماز برقرار رکھی گئی اور حضر میں نماز پوری کر دی گئی (راوی کہتے ہیں) میں نے عروہ سے دریافت کیا پھر حضرت عائشہ سفر میں پوری نماز کیوں پڑھتی ہیں۔ انھوں نے بتایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی وہی تاویل کی جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کی تھی۔

١٤٧٠ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ

یعلیٰ بن امیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے (ترجمہ) اگر تم نماز میں

WWW.NAFSEISLAM.COM

إِسْحٰقُ اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرُوْنَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اِدْرِيْسَ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ عَمَّارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بَابَيْهِ عَنْ يَعْلَى بْنِ اُمَيَّةَ قَالَ قُلْتُ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَقَدْ اَمِنَ النَّاسُ فَقَالَ عَجِبْتُ مِمَّا عَجِبْتَ مِنْهُ فَسَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ صَدَقَةٌ تَصَدَّقَ اللّٰهُ بِهَا عَلَيْكُمْ فَاقْبَلُوْا صَدَقَتَهٗ۔

قصر کرلو (یعنی چار کی جگہ دو پڑھ لو) تو کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ تم کو کافروں سے جنگ کا اندیشہ ہو۔ اور اب تو امن ہے (یعنی پھر سفر میں قصر کیوں پڑھتے ہیں؟) حضرت عمر نے فرمایا مجھے بھی اس بات پر تعجب ہوا تھا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے (سفر میں تخفیف نماز کا) صدقہ کیا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے صدقہ کے قبول کرو۔

۱۴۷۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِيْ بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَ نَا يَحْيٰى عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ عَمَّارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بَابَيْهِ عَنْ يَعْلَى بْنِ اُمَيَّةَ قَالَ قُلْتُ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِمِثْلِ حَدِيْثِ ابْنِ اِدْرِيْسَ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۴۷۲ - حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ يَحْيٰى وَسَعِيْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ وَاَبُو الرَّبِيْعِ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ يَحْيٰى اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرُوْنَ نَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْاَخْنَسِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ فَرَضَ اللّٰهُ الصَّلٰوةَ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّكُمْ فِي الْحَضَرِ اَرْبَعًا وَّفِي السَّفَرِ رَكْعَتَيْنِ وَفِي الْخَوْفِ رَكْعَةً۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے حضر میں چار، سفر میں دو اور جہاد میں ایک رکعت نماز فرض کی ہے۔

۱۴۷۳ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ جَمِيْعًا عَنْ قَاسِمِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ عَمْرٌو نَا قَاسِمُ بْنُ مَالِكٍ الْمُزَنِيُّ قَالَ نَا اَيُّوْبُ بْنُ عَائِذٍ الطَّائِيُّ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْاَخْنَسِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى فَرَضَ الصَّلٰوةَ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمُسَافِرِ رَكْعَتَيْنِ وَعَلَى الْمُقِيْمِ اَرْبَعًا وَفِي الْخَوْفِ رَكْعَةً۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان سے مسافر پر دو، مقیم پر چار اور جہاد میں ایک رکعت نماز فرض کی ہے۔

۱۴۷۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ مُوْسَى بْنِ سَلَمَةَ الْهُذَلِيِّ قَالَ

ہذلی کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا اگر مجھے مکہ میں تنہا نماز پڑھنی پڑھے تو کیسے پڑھوں؟ انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت دو رکعت

سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ كَيْفَ أُصَلِّي إِذَا كُنْتُ بِمَكَّةَ إِذَا لَمْ أُصَلِّ مَعَ الْإِمَامِ فَقَالَ رَكْعَتَيْنِ سُنَّةَ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

نماز ہے۔

۱۴۷۵- **وَحَدَّثَنَاهُ** مُحَمَّدُ بْنُ مِنْهَالٍ الضَّرِيرُ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ نَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ نَا أَبِي جَمِيعًا عَنْ قَتَادَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۱۴۷۶- **حَدَّثَنَا** عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ قَالَ نَا عِيسَى بْنُ حَفْصِ بْنِ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ صَحِبْتُ ابْنَ عُمَرَ فِي طَرِيقِ مَكَّةَ قَالَ فَصَلَّى لَنَا الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ أَقْبَلَ وَأَقْبَلْنَا مَعَهُ حَتَّى جَاءَ رَحْلَهُ وَجَلَسَ وَجَلَسْنَا مَعَهُ فَحَانَتْ مِنْهُ الْتِفَاتَةٌ نَحْوَ حَيْثُ صَلَّى فَرَأَى نَاسًا قِيَامًا فَقَالَ مَا يَصْنَعُ هَؤُلَاءِ قُلْتُ يُسَبِّحُونَ قَالَ لَوْ كُنْتُ مُسَبِّحًا أَتْمَمْتُ صَلَاتِي يَا ابْنَ أَخِي إِنِّي صَحِبْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ فَلَمْ يَزِدْ عَلَى رَكْعَتَيْنِ حَتَّى قَبَضَهُ اللهُ تَعَالَى وَصَحِبْتُ أَبَا بَكْرٍ فَلَمْ يَزِدْ عَلَى رَكْعَتَيْنِ حَتَّى قَبَضَهُ اللهُ تَعَالَى وَصَحِبْتُ عُمَرَ فَلَمْ يَزِدْ عَلَى رَكْعَتَيْنِ حَتَّى قَبَضَهُ اللهُ تَعَالَى وَصَحِبْتُ عُثْمَانَ فَلَمْ يَزِدْ عَلَى رَكْعَتَيْنِ حَتَّى قَبَضَهُ اللهُ وَقَدْ قَالَ اللهُ تَعَالَى لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

حضرت حفص بن عاصم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں سفر مکہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ہمراہ تھا، انھوں نے ہمیں دو رکعت ظہر پڑھائی پھر وہ اور ہم اپنی قیام گاہ پر آکر بیٹھ گئے اچانک حضرت عبداللہ بن عمر نے دیکھا لوگ نماز پڑھ رہے ہیں، پوچھا یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟۔ میں نے کہا یہ سنتیں پڑھ رہے ہیں! کہا اگر میں سنتیں پڑھتا تو فرض نماز پوری (چار رکعت) نہ پڑھ لیتا! اے بھتیجے میں سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہا ہوں، آپ نے تاحیات، سفر میں دو رکعات سے زیادہ نہیں پڑھیں۔ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بھی رہا انھوں نے بھی تاحیات (سفر میں) دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھیں اور میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بھی رہا انھوں نے بھی تاحیات (سفر میں) دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھیں اور میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی رہا ہوں۔ انھوں نے بھی (سفر میں) دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔

۱۴۷۷- **حَدَّثَنَا** قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ قَالَ مَرِضْتُ مَرَضًا فَجَاءَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَعُودُنِي قَالَ وَسَأَلْتُهُ عَنِ السُّبْحَةِ فِي السَّفَرِ فَقَالَ صَحِبْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت حفص بن عاصم رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں بیمار ہوا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما میری عیادت کے لیے آئے میں نے ان سے سفر میں سنتیں پڑھنے کے بارے میں پوچھا انھوں نے کہا میں سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہا ہوں۔ میں نے آپ کو

فِي السَّفَرِ فَمَا رَأَيْتُهُ يُسَبِّحُ وَلَوْ كُنْتُ مُسَبِّحًا لَأَتْمَمْتُ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ .

سنتیں پڑھتے نہیں دیکھا اور اگر میں سنتیں پڑھتا تو فرض پورے پڑھ لیتا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے ۔

۱۴۷۸ - حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ وَأَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالُوا نَا حَمَّادٌ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَيَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَا نَا إِسْمَاعِيلُ كِلَاهُمَا عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعًا وَصَلَّى الْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ .

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ظہر چار رکعت اور ذوالحلیفہ میں عصر دو رکعت پڑھیں ۔

۱۴۷۹ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ مَيْسَرَةَ سَمِعَا أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعًا وَصَلَّيْتُ مَعَهُ الْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ .

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ظہر چار رکعات پڑھیں اور میں نے آپ کے ساتھ ذوالحلیفہ میں عصر دو رکعات پڑھیں

۱۴۸۰ - وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ كِلَاهُمَا عَنْ غُنْدَرٍ قَالَ أَبُو بَكْرٍ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ غُنْدَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَزِيدَ الْهُنَائِيِّ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنْ قَصْرِ الصَّلٰوةِ فَقَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ مَسِيرَةَ ثَلَاثَةِ أَمْيَالٍ أَوْ ثَلَاثَةِ فَرَاسِخَ شُعْبَةُ الشَّاكُّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ .

یحییٰ بن یزید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نماز قصر کے بارے میں پوچھا انہوں نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین میل یا تین فرسخ کی مسافت میں سفر کرتے تو دو رکعت نماز پڑھتے ۔ میل اور فرسخ کے الفاظ میں شعبہ کو شک ہے ۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

۱۴۸۱ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ مَهْدِيٍّ قَالَ زُهَيْرٌ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُمَيْرٍ عَنْ حَبِيبِ بْنِ عَدِيٍّ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ شُرَحْبِيلَ بْنِ السِّمْطِ إِلٰى قَرْيَةٍ عَلٰى رَأْسِ سَبْعَةَ عَشَرَ أَوْ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ مِيلًا فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ فَقُلْتُ لَهُ فَقَالَ رَأَيْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ صَلَّى بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ فَقُلْتُ

جبیر بن نفیر بیان کرتے ہیں کہ میں شرحبیل بن سمط کے ساتھ سترہ یا اٹھارہ میل کی مسافت پر ایک بستی میں گیا تو انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی ۔ میں نے وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھی ۔ میں نے ان سے وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا میں وہی کرتا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے ہوئے دیکھا ہے ۔

لَهُ فَقَالَ إِنَّمَا أَفْعَلُ كَمَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُ۔

۱۴۸۲ - وَحَدَّثَنِيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ عَنِ ابْنِ السِّمْطِ وَلَمْ يُسَمِّ شُرَحْبِيْلَ وَقَالَ إِنَّهُ أَتٰى أَرْضًا يُقَالُ لَهُ دُوْمِيْنُ مِنْ حِمْصَ عَنْ رَأْسِ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ مِيْلًا۔

ایک اور روایت میں اس جگہ کا نام دومین اور مسافت، اٹھارہ میل بتلائی ہے۔

۱۴۸۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا هُشَيْمٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ إِلٰى مَكَّةَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى رَجَعَ قُلْتُ كَمْ أَقَامَ بِمَكَّةَ قَالَ عَشْرًا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مدینہ منورہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مکہ کی طرف گئے آپ دو دو رکعت نماز پڑھتے رہے، حتیٰ کہ واپس آگئے۔ میں نے پوچھا مکہ میں کتنے دن قیام کیا۔ کہا دس دن۔

۱۴۸۴ - وَحَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ قَالَ نَا أَبُوْ عَوَانَةَ ح وَحَدَّثَنَاهُ أَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا ابْنُ عُلَيَّةَ جَمِيْعًا عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ هُشَيْمٍ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۴۸۵ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي إِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُوْلُ خَرَجْنَا مِنَ الْمَدِيْنَةِ إِلَى الْحَجِّ ثُمَّ ذَكَرَ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی حضرت انس سے منقول ہے ہم حج کے ارادہ سے گئے اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

۱۴۸۶ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا أَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا أَبُوْ أُسَامَةَ جَمِيْعًا عَنِ الثَّوْرِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ وَلَمْ يَذْكُرِ الْحَجَّ۔

ایک اور سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث منقول ہے مگر اس روایت میں حج کا تذکرہ نہیں ہے۔

۱۴۸۷ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو وَهُوَ ابْنُ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ صَلّٰى صَلٰوةَ بِمِنًى وَغَيْرِهِ رَكْعَتَيْنِ وَأَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللهُ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر نے منیٰ وغیرہ میں دو رکعت نماز پڑھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کی ابتداء میں دو رکعت پڑھتے تھے اس کے بعد پوری چار رکعت پڑھنے لگے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

عَنْهُمْ رَكْعَتَيْنِ صَدْرًا مِنْ خِلَافَتِهِ ثُمَّ أَتَمَّهَا أَرْبَعًا.

۱۴۸۸- وَحَدَّثَنَاهُ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ جَمِيعًا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ بِمِنًى وَلَمْ يَقُلْ وَغَيْرِهِ.

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے مگر اس میں منیٰ کا ذکر ہے "وغیرہ" کا لفظ نہیں۔

۱۴۸۹- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ صَلّٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ وَأَبُو بَكْرٍ بَعْدَهُ وَعُمَرُ بَعْدَ أَبِي بَكْرٍ وَعُثْمَانُ صَدْرًا مِنْ خِلَافَتِهِ ثُمَّ إِنَّ عُثْمَانَ صَلّٰى بَعْدُ أَرْبَعًا فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا إِذَا صَلّٰى مَعَ الْإِمَامِ صَلّٰى أَرْبَعًا وَإِذَا صَلَّاهَا وَحْدَهُ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کی ابتداء میں دو رکعت نماز پڑھی اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چار رکعت نماز پڑھی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (سفر میں) امام کے ساتھ چار رکعت پڑھتے تھے اور جب تنہا نماز پڑھتے تو دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔

۱۴۹۰- وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ مُثَنّٰى وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا نَا يَحْيٰى وَهُوَ الْقَطَّانُ ح وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ ح وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ كُلُّهُمْ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ.

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۴۹۱- وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ خُبَيْبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ سَمِعَ حَفْصَ بْنَ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى صَلٰوةَ الْمُسَافِرِ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ ثَمَانِيَ سِنِينَ أَوْ قَالَ سِتَّ سِنِينَ قَالَ حَفْصٌ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يُصَلِّي بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ يَأْتِي فِرَاشَهُ فَقُلْتُ أَيْ عَمِّ لَوْ صَلَّيْتَ بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ قَالَ لَوْ فَعَلْتُ لَأَتْمَمْتُ الصَّلٰوةَ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے منیٰ میں قصر پڑھی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی چھ یا آٹھ سال تک قصر پڑھتے رہے، حفص کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما منیٰ میں دو رکعت پڑھتے تھے پھر اپنے بستر پر چلے جاتے تھے، میں نے کہا اے چچا! کاش آپ فرض کے بعد دو سنتیں بھی پڑھ لیتے۔ آپ نے فرمایا اگر میں سنتیں پڑھتا تو فرض نہ پورے پڑھ لیتا۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

۱۴۹۲ - وَحَدَّثَنَاهُ يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنًّى قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَا نَا شُعْبَةُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَقُولَا فِي الْحَدِيثِ بِمِنًى وَلَكِنْ قَالَ صَلَّى فِي السَّفَرِ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے مگر اس میں منیٰ کا ذکر نہیں ہے۔ لیکن انھوں نے کہا کہ سفر میں نماز پڑھی۔

۱۴۹۳ - حَدَّثَنَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ نَا إِبْرَاهِيمُ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ يَزِيدَ يَقُولُ صَلَّى بِنَا عُثْمَانُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِمِنًى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فَقِيلَ ذَلِكَ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَاسْتَرْجَعَ ثُمَّ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ وَصَلَّيْتُ مَعَ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ وَصَلَّيْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ فَلَيْتَ حَظِّي مِنْ أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ رَكْعَتَانِ مُتَقَبَّلَتَانِ۔

عبدالرحمٰن بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں ہمارے ساتھ چار رکعت نماز پڑھی جب یہ بات حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہی گئی تو انھوں نے فرمایا: "انا للہ وانا الیہ راجعون" پھر کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی۔ کاش میرے نصیب میں یہ ہو کہ چار کے بجائے دو رکعتیں مقبول ہو جائیں۔

۱۴۹۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا جَرِيرٌ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ وَابْنُ خَشْرَمٍ قَالَا نَا عِيسَى كُلُّهُمْ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

۱۴۹۵ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَقُتَيْبَةُ قَالَ يَحْيَى أَنَا وَقَالَ قُتَيْبَةُ نَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى آمَنَ مَا كَانَ النَّاسُ وَأَكْثَرَهُ رَكْعَتَيْنِ۔

حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منیٰ میں اسوقت دو رکعت نماز پڑھی جب اب سے زیادہ امن تھا۔

۱۴۹۶ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ يُونُسَ قَالَ نَا زُهَيْرٌ قَالَ نَا أَبُو إِسْحَقَ قَالَ حَدَّثَنِي حَارِثَةُ بْنُ وَهْبٍ الْخُزَاعِيُّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى وَالنَّاسُ أَكْثَرُ مَا كَانُوا فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ

حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے منیٰ میں اب کی بہ نسبت زیادہ لوگوں کے ساتھ آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر بھی دو رکعت نماز پڑھی۔ امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ حارثہ بن وہب خزاعی عبیداللہ بن عمر بن الخطاب

قَالَ مُسْلِمٌ حَارِثَۃُ بْنُ وَھْبِ الْخُزَاعِیُّ ھُوَ اَخُوْعُبَیْدِاللّٰہِ ابْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ لِاُمِّہٖ ۔
کے ماں کے شریک بھائی ہیں۔

قصر کے معنی

علامہ اصفہانی قصر کے معنی بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

قصر: خلاف الطول وقصر الصلوٰۃ جعلها قصیرۃ بترک بعض ارکانها ترخیصا قال فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ (الی غیر ذلک)[1]

قصر، طول کی ضد ہے، (یعنی چھوٹا) نماز کی قصر کا معنی یہ ہے کہ شرعی رخصت کی بناء پر اس کے بعض ارکان کم کر کے اس کو چھوٹا کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (ترجمہ) اگر تم نماز کو قصر کر کے پڑھو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

علامہ اصفہانی نے اس کے علاوہ اور بھی بہت سے قصر کے معانی بیان کیے ہیں۔

مسافر کا معنی

سفر کا ایک معنی کشف اور ظہور ہے۔ علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

قال الازھری: وسمی المسافر مسافرا لکشف قناع الکن عن وجهه، ومنازل الحضر عن مکانه، ومنزل الخفض عن نفسه وبروزه الی الارض الفضاء، وسمی السفر سفرا لانه یسفر عن وجوه المسافرین واخلاقهم فیظهر ما کان خافیا منه (الی ان قال) وفی الحدیث انه قال لاهل مکة عام الفتح یا اهل البلد صلوا اربعا فانا سفر۔[2]

ازہری نے بیان کیا کہ مسافر کو مسافر اس لیے کہتے ہیں کہ (سفر کی وجہ سے) اس کی شخصیت کے پوشیدہ پہلو ظاہر ہو جاتے ہیں اور راستے کی منازل اور جس جگہ وہ قیام کرتا ہے وہ جگہ اس پر منکشف ہوتی ہے اور نئی فضا اس پر ظاہر ہوتی ہے۔ اور سفر کو سفر اس لیے کہتے ہیں کہ سفر مسافر کی شخصیت اور سیرت کو لوگوں پر منکشف کر دیتا ہے اور اس کے کردار کے مخفی گوشے ظاہر ہو جاتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر فرمایا اے شہر والو! تم چار رکعت نماز پڑھو کیوں کہ میں مسافر ہوں۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

مسافت قصر میں مذاہب

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ: شیخ ابو سلیمان داؤد بن علی متوفی ۲۷۰ھ اور ان کے متبعین (غیر مقلدین) کے نزدیک قصر کے لیے مسافت متعین نہیں ہے حتیٰ کہ انھوں نے کہا کہ کوئی شخص شہر سے باہر نکل کر کسی باغ میں نماز پڑھے تو وہ بھی قصر کرے گا۔[3] مشہور غیر مقلد عالم

---

[1] علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ۔ المفردات ص ۴۰۵ مطبوعہ المکتبۃ المرتضویۃ ایران الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۴۲ھ

[2] علامہ ابن منظور جمال الدین مصری متوفی ۷۱۱ھ۔ لسان العرب ج ۴ ص ۳۶۸ مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران، ۱۴۰۵ھ

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ۔ شرح المہذب ج ۴ ص ۳۲۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص ایک میل کے سفر پر بھی جائے تو قصر کرے گا۔ (السراج الوہاج ج ۱ ص ۲۷۷) امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ کے نزدیک مسافت قصر متوسط رفتار سے ایک دن کی مسافت ہے [۱] امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ کے نزدیک مسافت قصر دو دن کی مسافت ہے۔ [۲]

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ کے نزدیک مسافت قصر دو دن کی مسافت ہے [۳] امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ کے نزدیک مسافت قصر متوسط رفتار سے تین دن کی مسافت ہے۔ [۴] امام محمد متوفی ۱۸۹ھ فرماتے ہیں:

قلت: ارأیت المسافر هل یقصر الصلوٰة فی اقل من ثلاثة ایام؟ قال لا قلت، فان سافر مسیرة ثلاثة ایام فصاعدا؟ قال یقصر الصلوٰة حین یخرج من مصره قلت ولم وقتّه ثلاثة ایام؟ قال لانه جاء اثر عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال: لا تسافر المرأة ثلاثة ایام الا ومعها ذو محرم فقست علی ذلک [۵]

میں نے امام ابوحنیفہ سے پوچھا کہ تین دن سے کم سفر میں مسافر قصر کر سکتا ہے؟ فرمایا نہیں! میں نے پوچھا اگر وہ تین دن یا اس سے زیادہ مسافت کا سفر کرے؟ فرمایا اپنے شہر سے نکلنے کے بعد قصر کرنا شروع کر دے۔ میں نے پوچھا: تین دن کے تعین کی کیا دلیل ہے؟ فرمایا حدیث شریف میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی عورت تین دن کا سفر محرم کے بغیر نہ کرے میں نے اس مسئلہ کو عورت کے سفر پر قیاس کیا ہے۔

تین ایام کی مسافت پر احناف کے دلائل

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے نماز قصر کرنے کے لیے شرعی سفر کی مدت تین دن کی مسافت بیان کی ہے۔ ان کے دلائل یہ ہیں:

عن ابن عمر ان النبی صلی الله علیه وسلم

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

۱۔ قاضی ابوالولید احمد بن رشد اندلسی مالکی متوفی ۵۹۵ھ بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۲۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

۲۔ علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۴۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔
ایضاً علامہ نووی اور علامہ ابن قدامہ نے لکھا ہے کہ امام مالک دو دن کی مسافت پر قصر کی اجازت دیتے ہیں لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ (سعیدی)

۳۔ شیخ ابو اسحاق شیرازی شافعی متوفی ۴۵۵ھ المہذب مع شرح المہذب ج ۴ ص ۳۲۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

۴۔ علامہ احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۲ ص ۴۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۵ھ۔

۵۔ امام ابوعبداللہ محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ المبسوط ج ۱ ص ۲۶۵ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی، ۱۳۸۶ھ

قال لا تسافر المرأۃ ثلثۃ ایام الا مع ذی محرم[1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی عورت بغیر محرم کے تین دن کا سفر نہ کرے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ شرعی احکام لاگو ہونے کی مدت تین دن کا سفر ہے، علامہ نووی نے اس دلیل پر اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث کے معارض وہ احادیث ہیں جن میں دو بلکہ ایک دن کے بلا محرم سفر سے بھی عورت کو منع فرمایا ہے[2] اس کا جواب یہ ہے کہ یہ احادیث مضطرب السند اور مضطرب المتن ہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ ضعیف السند بھی ہیں اس لیے ان احادیث کو معارضہ میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔

دو دن کی روایت یہ ہے:

عن عبد الملک و ھو ابن عمیر عن قزعۃ عن ابی سعید قال سمعت منہ حدیثا فاعجبنی (الی ان قال) نھی ان تسافر المرأۃ مسیرۃ یومین الا ومعھا زوجھا او ذو محرم[3]

حضرت ابو سعید بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاوند اور محرم کے بغیر عورت کو دو دن کے سفر سے منع فرمایا ہے۔

اس حدیث کی سند میں عبد الملک بن عمیر نام کا راوی ہے، علامہ ابن حجر عسقلانی اس کے بارے میں لکھتے ہیں: امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ عبد الملک بہت زیادہ مضطرب الحدیث ہے۔ میں نے اس کی پانچ سو احادیث دیکھی ہیں جن میں سے اکثر میں اس نے غلطی کی ہے۔ اسحٰق بن منصور کہتے ہیں کہ امام احمد نے اس کو بہت زیادہ ضعیف قرار دیا ہے۔ سماک نے کہا عبد الملک کے بارہ میں حفاظ کا اختلاف ہے۔ اسحٰق بن منصور نے کہا ابن معین اس کو مخلط قرار دیتے تھے۔ ابن قطبیہ نے کہا مرنے سے پہلے اس کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا۔ علامہ ابن حجر نے اس کو مدلس بھی قرار دیا ہے[4] علاوہ ازیں یہ حدیث غریب بھی ہے کیونکہ قزعہ کا اس متن کے ساتھ کوئی متابع نہیں ہے۔ نیز یہ حدیث مضطرب المتن بھی ہے کیونکہ امام مسلم نے سہم بن منجاب اور قتادہ دو ثقہ راویوں کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے اور ان میں تین دن مسافت کا ذکر ہے: عن سہم بن منجاب عن قزعۃ عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تسافر امرأۃ ثلاثا الا مع ذی محرم[5] (کوئی عورت بغیر محرم کے تین دن سفر نہ کرے) عن قتادۃ عن قزعۃ عن ابی سعید الخدری ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تسافر امرأۃ فوق ثلاث

---

[1] امام ابو عبد اللہ محمد اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۴۷ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ

ایضاً۔ امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۳۳، ۴۳۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ۔ شرح المہذب مع الشرح ج ۴ ص ۳۲۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۳۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ

[4] علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔ تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۴۱۲۔ ۴۱۱ مطبوعہ دائرۃ المعارف دکن الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۲۶ھ

[5] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۳۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ

لیال الا معہ ذی محرم[1] (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی عورت بغیر محرم کے تین دن سے زیادہ سفر نہ کرے)

امام مسلم نے حضرت ابو سعید خدری سے تین مختلف اسانید کے ساتھ تین روایات ذکر کی ہیں۔ ایک میں دو دن سفر سے منع فرمایا ہے، اور دو میں تین دن سفر سے منع فرمایا ہے۔ ظاہر ہے دونوں روایات صحیح نہیں ہو سکتیں، اب دیکھنا یہ ہے کہ کونسی روایت صحیح ہے جس روایت میں دو دن کے سفر سے منع فرمایا ہے وہ عبد الملک بن عمیر ایسے ضعیف مضطرب الحدیث اور مدلس راوی کی روایت ہے۔ اس لیے لامحالہ دوسری روایت کو ترجیح دی جائیگی اولاً اس لیے کہ وہ منجاب اور قتادہ ایسے دو ثقہ راویوں سے مروی ہے ثانیاً تفرد اور غرابت سے خالی ہے اور ثالثاً اس لیے کہ حضرت ابن عمر کی صحیح روایت کے مطابق ہے جس میں آپ نے بغیر محرم کے تین دن سفر سے منع فرمایا ہے۔

دوسرا معارضہ بخاری کی اس روایت سے ہے:

حدثنا آدم قال حدثنا ابن ابی ذئب قال حدثنا سعید المقبری عن ابی ھریرۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یحل لامراۃ تؤمن باللہ والیوم الآخر ان تسافر مسیرۃ یوم ولیلۃ لیس معھا حرمۃ[2]

آدم ابن ابی ذئب، سعید المقبری، ان کے والد حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتی ہے اس کے لیے ایک دن رات کا سفر بغیر محرم کے جائز نہیں ہے۔

امام مسلم نے بھی اس حدیث کو تین اسانید کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے[3] یہ حدیث بھی مضطرب السند اور مضطرب المتن ہے۔ سند کا اضطراب یہ ہے کہ ابن ابی ذئب اور لیث بن سعد، اس کو عن سعید المقبری عن ابیہ عن ابی ھریرۃ روایت کرتے ہیں اور یحیی بن ابی کثیر، سہیل اور مالک اس کو عن المقبری عن ابی ھریرۃ روایت کرتے ہیں۔ امام بخاری نے پہلی سند کو ترجیح دی اور امام دارقطنی نے دوسری سند کو ترجیح دی ہے[4]۔

اور متن میں اضطراب یہ ہے کہ امام مسلم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے: عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحل لامرأۃ ان تسافر ثلاثا الا ومعھا ذو محرم منھا[5] (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی عورت بغیر محرم کے تین دن سفر نہ کرے) تو اس صحیح حدیث کو کیوں نہ ترجیح دی جائے جو اضطراب فی السند والمتن دونوں سے خالی ہے اور حضرت عبد اللہ

---

[1] امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۳۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۷۵ھ۔

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۴۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ۔

[3] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۳۴-۴۳۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

[4] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔ فتح الباری ج ۲ ص ۵۶۸ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور طبعۃ ممتازہ ۱۴۰۱ھ

[5] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۳۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۷۵ھ۔

بن عمر اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم دونوں کی روایات کے مطابق ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم تینوں سے مروی ہے کہ کوئی عورت تین دن سے زیادہ بغیر محرم کے سفر نہ کرے۔ اور ایک دن اور دو دن کی روایات اضطراب اور ضعف کے علاوہ جس صحابی سے مروی ہیں اسی صحابی سے تین دن کی روایت بھی موجود ہے لہٰذا علامہ قرطبی کا ان روایات سے معارضہ قطعاً باطل اور مردود ہے۔

امام ابو حنیفہ کی دوسری دلیل یہ ہے کہ تواتر معنوی سے ثابت ہے۔ مسافر کے لیے موزوں پر مسح کی مدت تین دن تین راتیں ہے اس سے بھی ثابت ہوا کہ وہ سفر شرعی جس پر احکام شرعیہ مرتب ہوتے ہیں تین دن تین رات ہے لہٰذا قصر کے لیے بھی سفر کی مدت تین دن تین رات ہوگی احناف کے مسلک پر یہ احادیث دلالت کرتی ہیں۔

عن شریح بن ھانی قال اتیت عائشۃ اسئلھا عن المسح علی الخفین فقالت علیک بابن ابی طالب فاسئلہ فانہ کان یسافر مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسئلناہ فقال جعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثۃ ایام ولیالیھن للمسافر ویوما ولیلۃ للمقیم۔ [1]

شریح بن ہانی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر موزوں پر مسح کے بارے میں دریافت کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے پوچھو! کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں رہتے تھے۔ میں نے حضرت علی سے سوال کیا تو انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن تین راتیں مسافر کے لیے اور ایک دن ایک رات مقیم کے لیے مشروع فرمائی ہیں۔

امام طحاوی فرماتے ہیں:

قد تواترت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالتوقیت فی المسح علی الخفین للمسافر ثلاثۃ ایام ولیالیھا وللمقیم یوم ولیلۃ۔ [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر سے منقول ہے کہ مسافر کے لیے مسح کی مدت تین دن تین راتیں ہے اور مقیم کے ایک دن ایک رات۔

امام ابو حنیفہ کی تیسری دلیل یہ ہے:

WWW.NAFSEISLAM.COM

محمد قال اخبرنا سعید بن عبید الطائی عن علی بن ربیعۃ الوالبی قال سالت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما الی کم تقصر الصلوٰۃ؟ فقال اتعرف السوید؟ قال: قلت: لا قال ھی ثلاث لیال قواصد، فاذا خرجنا الیھا قصرنا الصلوٰۃ۔ [3]

محمد، سعید بن عبید الطائی، علی بن ربیعہ والبی کہتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کتنی مسافت کے بعد نماز قصر کی جائے فرمایا کیا تم سویدا (مدینہ کے قریب ایک جگہ ہے) کو جانتے ہو؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا یہ تین راتوں کی مسافت پر ہے۔ جب ہم وہاں تک سفر کرتے ہیں تو نماز قصر کرتے ہیں۔

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۳۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

[2] امام ابو جعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ۔ شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۵۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور بار دوم ۱۴۰۴ھ۔

[3] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ۔ کتاب الآثار ص ۲۹ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی۔ الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۷ھ۔

امام محمد نے اس حدیث کو سعید بن عبید طائی اور علی بن ربیعہ والبی سے روایت کیا ہے۔ ہم ان راویوں کے احوال تہذیب التہذیب سے نقل کر رہے ہیں جس سے اس حدیث کو تقویت پہنچے گی۔ سعید بن عبید طائی کے بارے میں علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

امام احمد اور ابن معین نے کہا کہ سعید بن عبید طائی ثقہ ہے۔ ابو حاتم نے کہا اس کی احادیث لکھی جائیں گی۔ ابو داؤد نے کہا کہ شعبہ ان سے ملاقات کی تمنا کرتے تھے۔ ابن حبان نے ان کا ثقات میں ذکر کیا۔ علامہ ابن حجر کہتے ہیں کہ عجلی یعقوب بن سفیان اور ابن نمیر وغیرہم نے ان کی توثیق کی ہے۔[۱]

علی بن ربیعہ والبی کے بارے میں علامہ ابن حجر لکھتے ہیں:

ابن معین اور نسائی نے کہا یہ ثقہ ہیں۔ ابو حاتم نے کہا صالح الحدیث ہیں۔ ابن حبان نے ان کا ثقات تابعین میں ذکر کیا۔ ابن سعد نے کہا یہ معروف ثقہ ہیں۔ عجلی نے کہا یہ کوفی تابعی ثقہ ہیں اور ابن نمیر وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے۔[۲] خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث کے رجال صحیحین کے رجال سے زیادہ ثقہ ہیں۔

امام مالک کے دلائل

علامہ ابن رشد، امام مالک کے مسلک پر دلیل قائم کرتے ہوئے فرماتے ہیں: سفر میں مشقت کی وجہ سے نماز میں قصر کی اجازت دی گئی ہے اور ایک دن سفر کرنے کی وجہ سے بہر حال مشقت حاصل ہوتی ہے اس وجہ سے ایک دن کے سفر میں قصر کی رخصت حاصل ہوگی اور حدیث شریف میں بھی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان اللہ وضع عن المسافر الصوم وشطر الصلوٰۃ۔ "اللہ تعالیٰ نے مسافر سے روزہ اور آدھی نماز ساقط کر دی" لہٰذا جس شخص پر مسافر کا اطلاق کیا جائے گا اسے روزہ نہ رکھنے اور نماز قصر کرنے کی رخصت حاصل ہوگی۔[۳]

علامہ ابن رشد مالکی کی دلیل کا جواب

علامہ ابن رشد کے استدلال کا مرکزی نقطہ یہ ہے کہ ایک دن کے سفر کرنے والے پر بھی مسافر کا اطلاق ہوتا ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ مسافر پر قصر ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے معارض یہ احادیث ہیں:

عن ابی سعید ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا سافر فرسخا قصر الصلوٰۃ۔[۴]

حضرت ابو سعید بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک فرسخ سفر کرنے کے بعد قصر کرتے تھے۔

عن ابن عمر قال یقصر الصلوٰۃ فی مسیرۃ ثلاثۃ امیال۔[۵]

حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ تین میل سفر میں قصر کی جائیگی۔

۱۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔ تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۶۲ مطبوعہ دائرۃ المعارف دکن الطبعۃ الاولی ۱۳۲۶ھ

۲۔ 〃 〃 〃 〃 ج ۷ ص ۳۲۰ 〃 〃 〃

۳۔ قاضی ابو الولید احمد بن رشد اندلسی مالکی متوفی ۵۹۵ھ۔ بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۲۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

۴۔ حافظ ابو بکر عبد اللہ بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۴۳ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ

۵۔ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

سئل انس بن مالك عن قصر الصلوٰة قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا خرج مسيرة ثلاثة اميال او ثلاثة فراسخ [1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نماز میں قصر کے بارے میں پوچھا گیا تو کہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین میل یا تین فرسخ کا سفر کرتے تو قصر کرتے۔

اگر علامہ ابن رشد کی روایت کردہ حدیث [2] کا اعتبار کیا جائے تو کیا وجہ ہے کہ ان احادیث کا اعتبار نہ کیا جائے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حدیث شریف میں مسافر سے مراد وہ مسافر ہے جس پر احکام شرعی مرتب ہوں اور وہ تین دن کے سفر کا مسافر ہے جس کا ثبوت ہم عنقریب پیش کریں گے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی کے استدلال کا جواب

علامہ ابن قدامہ قصر کے لیے چار بُرد (سولہ فرسخ) مسافت ضروری قرار دیتے ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے:

واحتج اصحابنا بقول ابن عباس وابن عمر قال ابن عباس يا اهل مكة لا تقصروا فى ادنى من اربعة برد من عسفان الى مكة، قال الخطابى: هو اصح الروايتين عن ابن عمر [3]

ہمارے اصحاب نے حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر کے قول سے استدلال کیا ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اے اہل مکہ چار برد سے کم مسافت میں قصر نہ کرو (عسفان سے مکہ تک) علامہ خطابی نے کہا یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح ترین روایت ہے۔

علامہ خطابی کا اس روایت کو صحیح قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ یہ روایت سنن کبریٰ میں اس سند کے ساتھ مذکور ہے:

قد روى اسمعيل بن عياش عن عبد الوهاب بن مجاهد عن ابيه وعطاء بن ابى رباح عن ابن عباس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال يا اهل مكة لا تقصروا الصلوٰة فى ادنى من اربعة برد من مكة الى عسفان [4]

اس سند میں اسماعیل بن عیاش اور عبدالوہاب بن مجاہد دونوں شدید ترین ضعیف راوی ہیں۔ اسماعیل بن عیاش کے بارے میں علامہ خطیب بغدادی لکھتے ہیں: یحییٰ بن معین کہتے ہیں، میں ایک بار اسماعیل بن عیاش کے پاس گیا وہ ایک جوہری کے گھر کے چوبارہ میں بیٹھا احادیث بیان کر رہا تھا اور صرف دو آدمی اس کے پاس بیٹھے کتاب دیکھ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر میں واپس چلا گیا اور اس سے حدیث نہیں سنی۔ عبداللہ بن عثمان کہتے ہیں کہ میرے باپ نے بتایا کہ اسماعیل بن عیاش عراقیوں اور شامیوں کی روایات کو خلط ملط کر دیتا ہے۔ عبدالرحمان نے کہا میرے باپ نے بتایا کہ اسماعیل بن عیاش حدیث میں ضعیف ہے۔ امام نسائی نے کہا اسماعیل بن عیاش ضعیف ہے۔ عبدالرحمٰن بن یوسف بن خراش نے کہا اسماعیل بن عیاش ضعیف الحدیث ہے۔ [5]

---

[1] حافظ ابوبکر عبداللہ بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۴۳ مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی ۱۴۰۶ھ

[2] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ۔ سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۲۰ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی۔

[3] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۲ ص ۴۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ۔

[4] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ۔ سنن کبریٰ ج ۳ ص ۱۳۷ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

[5] حافظ ابوبکر علی بن احمد خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ۔ تاریخ بغداد ج ۶ ص ۲۲۷/۲۲۱ ملخصاً مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ۔

علامہ خزرجی اسماعیل بن عیاش کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ حجازیین سے روایت کرنے میں ضعیف تھا[1] اور یہ روایت حجازیین سے ہے۔

اس سند کا دوسرا راوی عبدالوہاب بن مجاہد ہے۔ علامہ ابن حجر اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں یہ لیس بشیء (کچھ بھی نہیں) اور ضعیف الحدیث ہے۔ ابن معین اور ابوحاتم نے کہا ضعیف ہے۔ امام نسائی نے کہا یہ غیر ثقہ ہے اس کی احادیث نہ لکھی جائیں۔ ابن عدی نے کہا اس کا کوئی متابع نہیں۔ یحییٰ بن معین نے اس کی روایات لکھنے سے منع کیا۔ امام دار قطنی نے کہا یہ لیس بشیء، اور ضعیف ہے۔ ازدی نے کہا اس سے حدیث روایت کرنا جائز نہیں ہے۔ ابن سعد نے کہا یہ حدیث میں ضعیف تھا۔ حاکم نے کہا موضوع احادیث روایت کرتا تھا ابن جوزی نے کہا اس کی روایات کو ترک کرنے پر اجماع ہو چکا ہے۔[2]

علامہ خزرجی، عبدالوہاب بن مجاہد کے بارے میں لکھتے ہیں:

ثوری نے اس کو جھوٹا قرار دیا اور ابوالحجاج نے کہا میں اس کی روایت سے واقف نہیں ہوں۔[3]

خود امام بیہقی نے اسماعیل بن عیاش اور عبدالوہاب بن مجاہد کی وجہ سے اس حدیث کو ناقابل استدلال قرار دیا ہے[4] علامہ نووی نے بھی اس کے ضعف کی بنا پر اس کو لائق استدلال نہیں سمجھا[5]۔

لہٰذا علامہ ابن قدامہ حنبلی نے جس حدیث کی بنیاد پر اپنا فقہی مسلک قائم کیا ہے وہ بہت کمزور ہے۔

علامہ نووی کا استدلال

امام شافعی دو دن کے سفر کو قصر کا سبب قرار دیتے ہیں اور ان کے نزدیک چار بُرُد کی مسافت دو دن میں طے ہوتی ہے۔ علامہ نووی مسلک شافعی پر استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

واحتج اصحابنا بروایۃ عطاء بن ابی رباح ان ابن عمر و ابن عباس کانا یصلیان رکعتین ویفطران فی اربعۃ برد فما فوق ذلک ورواہ البیہقی باسناد صحیح وذکرہ البخاری فی صحیحہ تعلیقا بصفۃ جزم۔[6]

ہمارے اصحاب کی دلیل عطاء بن ابی رباح کی یہ روایت ہے کہ حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس چار برد کی یا اس سے زیادہ کی مسافت پر قصر کرتے تھے اور روزہ نہیں رکھتے تھے۔ بیہقی نے اس حدیث کو صحیح سند کے ساتھ روایت کیا اور امام بخاری نے بھی اس کو صیغہ جزم کے ساتھ "تعلیقاً" روایت کیا ہے۔

برد، بریدہ کی جمع ہے بریدہ چار فرسخ کا ہوتا ہے اور ایک فرسخ تین میل شرعی کے برابر ہے یہ کل اڑتالیس شرعی میل

---

[1] امام صفی الدین احمد بن عبداللہ خزرجی — خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال ج ۱ ص ۹۲ مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل۔
[2] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھ — تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۴۵۳ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۲۶ھ
[3] امام صفی الدین احمد بن عبداللہ خزرجی — خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال ج ۲ ص ۱۸۷ مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل۔
[4] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ ھ۔ — سنن کبریٰ ج ۳ ص ۱۳۸ مطبوعہ نشر السنۃ، ملتان۔
[5] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ۔ — شرح المہذب مع شرح المہذب ج ۴ ص ۳۲۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔
[6] " " " " "

ہونگے۔ لہ حنابلہ اور شوافع کے نزدیک ۴ بُرد دو دن کی مسافت ہے ۔ ٢ه

علامہ نووی کی دلیل کا جواب

علامہ نووی نے جو بیہقی کے حوالہ سے حدیث پیش کی ہے اس میں یہ مذکور نہیں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا کہ چار بُرد کے بعد قصر کرو نہ آپ نے یہ فرمایا کہ مسافت چار بُرد کی ہے یہ صرف عطاء بن ابی رباح کی رائے ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابن عباس نے چار بُرد کے بعد قصر کی اور یہ رائے غلط بھی ہو سکتی ہے ثانیاً حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل اس حدیث کے معارض ہے۔

عن سالم ان ابن عمر کان یقصر الصلوٰۃ فی مسیرۃ الیوم التام ۔ ٣ه

سالم کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر پورا دن سفر کرنے کے بعد نماز قصر کرتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول بھی اس حدیث کے معارض ہے:

عن مجاھد عن ابن عباس قال اذا سافرت یوما الی العشاء فاتم الصلوٰۃ فان زدت فاقصر ۔ ٤ه

مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب تم صبح سے شام تک سفر کرو تو پوری نماز پڑھو اور اگر اس سے زیادہ سفر کرو تو قصر کرو۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ چار بُرد کے ۴۸ شرعی میل بنتے ہیں جیسا کہ مہذب اور شرح المہذب کے حوالہ سے گذر چکا ہے رہا یہ کہ ۴۸ میل دو دن میں طے کیے جاتے ہیں۔ یہ شافعیہ کی رائے ہے ہو سکتا ہے کہ ۴۸ میل کا سفر تین دن میں طے کیا جائے کیونکہ اعتبار پیدل سفر کرنے کا ہے اور مسلسل سفر کرنا مراد نہیں ہے بلکہ رات کو آرام کرنا، دن میں کھانا پکانا اور کھانا پانچوں وقت کی نمازیں پڑھنا ان تمام امور کا لحاظ اس سفر میں معتبر ہے تو ہو سکتا ہے کہ چار بُرد جو کہ سولہ فرسخ اور اڑتالیس میل کے برابر ہے ٥ه تین دن کی مسافت میں طے ہو پھر حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں رہے گا، علامہ عینی فرماتے ہیں:

عن محمد لم یرد وابه السیر لیلا ونھارا لانھم جعلوا النھار للسیر واللیل للاستراحۃ ولو سلك طریقا ھی مسیرۃ ثلاثۃ ایام وامکنه ان یصل الیھا فی یوم من طریق اخری قصر ثم قدروا ذلك بالفراسخ احد وعشرون فرسخا وقیل ثمانیۃ عشر وعلیه الفتوٰی وقیل خمسۃ عشر فرسخا والی ثلاثۃ ایام ذھب عثمان

امام محمد بیان کرتے ہیں کہ مسافت سفر میں یہ مراد نہیں ہے کہ دن رات سفر کرتے رہیں، کیونکہ دن سفر اور رات آرام کے لیے ہے اگر مسافر ایسے راستہ پر چلے جو تین دن کی مسافت کا ہو خواہ کسی اور راستہ سے اس مسافت کو ایک دن میں طے کرنا ممکن ہو قصر کرے۔ پھر تین دن کی مسافت کا فرسخ کی مقدار سے اندازہ کیا گیا ہے۔ بعض فقہاء نے اکیس فرسخ اندازہ کیا، بعض نے اٹھارہ فرسخ اور بعض نے پندرہ فرسخ، فتوی

لہ ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ٦٧٦ھ شرح المہذب مع شرح المہذب ج ۴ ص ٣٢٣، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔
٢ه ۔ شیخ ابو اسحاق شیرازی متوفی ۴۵۵ھ المہذب مع شرح المہذب ج ۴ ص ٣٢٢ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔
٣ه ۔ امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ٢١١ھ ۔ مصنف عبدالرزاق ج ٢ ص ٥٢٥، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ١٣٩٢ھ
٤ه ۔ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
٥ه ۔ شیخ ابو اسحاق شیرازی متوفی ۴۵۵ھ، المہذب مع شرح المہذب ج ۴ ص ٣٢٢، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

بن عفان وابن مسعود ...... ورواية عن عبد الله بن عمر[1]

اٹھارہ فرسخ پر ہے۔ حضرت عثمان بن عفان، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے تین دن مسافت کا اعتبار کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی ایک ایسی روایت منقول ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ شوافع اور حنابلہ کے نزدیک دو دن کا مدار سولہ فرسخ کی مسافت پر ہے اور احناف کا مفتیٰ بہ قول اٹھارہ فرسخ کا ہے جبکہ ایک قول پندرہ فرسخ کا بھی ہے۔ اس لیے ان اقوال میں کوئی خاص اور نمایاں فرق نہیں ہے۔ شوافع اور حنابلہ نے سولہ فرسخ کی مسافت کے لیے دو دنوں کا اندازہ کیا اور احناف نے تین دنوں کا تو یہ صرف رائے اور اجتہاد کا فرق ہے اور بنیادی طور پر یہ حدیث جس طرح شوافع اور حنابلہ کی مؤید ہے احناف کی بھی مؤید ہے۔

مسافت قصر کا اندازہ بحساب انگریزی میل وکلومیٹر

احناف کے نزدیک قصر کا موجب درحقیقت تین دن کا سفر ہے جس کو پیدل چل کر یا اونٹ پر سوار ہو کر انسانی تقاضوں کی تکمیل کے ساتھ پورا کیا جائے جیسا کہ ہم ابھی علامہ عینی کے حوالہ سے بیان کر چکے ہیں۔ متاخرین فقہاء کرام نے مسلمانوں کی سہولت کے لیے اندازہ کیا کہ اس اعتبار سے یہ مسافت کتنے فرسخ میں طے کی جائیگی۔ بعض فقہاء نے اس مسافت کو اکیس (۲۱) فرسخ قرار دیا، بعض نے پندرہ فرسخ قرار دیا اور مفتیٰ بہ اٹھارہ فرسخ کا قول ہے۔[2] بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ ساتھ مسافت کے پیمانے بھی بدلتے گئے اور پھر مسافت کو پہلے انگریزی میلوں اور بعد میں کلومیٹر سے ناپا جانے لگا لہٰذا عہد حاضر کے علماء نے مسافت قصر کا اندازہ انگریزی میلوں سے قائم کیا۔

اس سے پہلے کہ ہم انگریزی میل اور کلومیٹر کے اعتبار سے مسافت قصر کا ذکر کریں وہ قاعدہ بیان کرنا چاہتے ہیں جس سے فرسخ کی مسافت انگریزی میل اور کلومیٹر میں تبدیل کی جاتی ہے۔

فقہاء نے ذکر کیا ہے کہ ایک فرسخ، تین شرعی میل کا ہے اور ایک شرعی میل، چار ہزار ذراع (انگلیوں سے کہنی تک ہاتھ) کا ہوتا ہے[3] اور ایک متوسط ذراع ڈیڑھ فٹ یعنی نصف گز کا ہوتا ہے لہٰذا ایک شرعی میل دو ہزار گز کا قرار پایا اور اکیس فرسخ، تریسٹھ میل شرعی ہیں جو ایک لاکھ چھبیس ہزار گز یعنی اکہتر انگریزی میل چار فرلانگ ایک سو ساٹھ گز ہیں، اور یہ ایک سو پندرہ اعشاریہ ایک آٹھ نو (۱۱۵٫۱۸۹) کلومیٹر کے برابر ہیں۔ فقہاء کا دوسرا قول پندرہ فرسخ ہے، اور پندرہ

---

[1] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ۔ عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۱۹۔ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر۔

[2] علامہ جلال الدین خوارزمی کفایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۵ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، الطبعۃ الاولی ۱۳۹۹ھ

ایضاً۔ علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ بحر الرائق ج ۲ ص ۱۲۹ مطبوعہ مکتبہ حامدیہ کوئٹہ۔

ایضاً۔ علامہ ابراہیم حلبی متوفی ۹۵۶ھ غنیۃ المستملی ص ۵۹۸ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۳۴ھ

ایضاً۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ رد المحتار ج ۱ ص ۵۲۵۔ مطبوعہ مطبعۃ عثمانیہ استنبول۔

ایضاً۔ علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ۔ عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۱۹ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر۔

[3] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ منحۃ الخالق علی البحر الرائق ج ۱ ص ۱۲۹ مطبوعہ مکتبہ حامدیہ کوئٹہ۔

ایضاً ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، عالمگیری ج ۱ ص ۲۰ مطبوعہ مطبعۃ کبری بولاق مصر ۱۳۱۰ھ۔ (بقیہ حوالہ جات آئندہ صفحے پر ملاحظہ کریں)

فرسخ پینتالیس میل شرعی ہیں جو نوے ہزار گز یعنی اکیاون انگریزی میل، ایک فرلانگ بیس گز ہیں جو بیاسی اعشاریہ دو چھ آٹھ (۸۲،۲۶۸) کلومیٹر کے برابر ہیں، فقہاء کا تیسرا قول جو مفتیٰ بہ ہے وہ اٹھارہ فرسخ ہے اور اٹھارہ فرسخ چوّن میل شرعی ہیں جو ایک لاکھ آٹھ ہزار گز یعنی اکسٹھ انگریزی میل دو فرلانگ بیس گز ہیں اور یہ اٹھانوے اعشاریہ سات تین چار (۹۸،۷۳۴) کلومیٹر کے برابر ہے۔

اس اعتبار سے مفتیٰ بہ قول پر سفر شرعی اور قصر کے احکام اکسٹھ انگریزی میل دو فرلانگ بیس گز یا اٹھانوے اعشاریہ سات تین چار (۹۸،۷۳۴) کلومیٹر کی مسافت کے بعد شروع ہونگے۔ زمانہ قریب کے علماء نے بھی مسافت شرعیہ کو انگریزی میلوں کے حساب سے بیان کیا ہے لیکن کسی کا حساب بھی فقہاء کے مذکورہ قاعدہ کے موافق نہیں ہے۔

سید ابو الاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ کے نزدیک جس سفر میں پیدل یا اونٹ کی سواری سے تین دن صرف ہوں (یعنی تقریباً ۱۸ فرسنگ یا چوّن میل) اس میں قصر کیا جاسکتا ہے یہی رائے ابن عمر، ابن مسعود اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی ہے[۱]۔ سید ابو الاعلیٰ مودودی کی اس عبارت میں چوّن میل سے چوّن میل شرعی مراد ہیں۔ مودودی صاحب کو اس بات کی وضاحت کرنی چاہیے تھی اور بتلانا چاہیے تھا کہ چوّن میل شرعی اکسٹھ انگریزی میل کے برابر ہیں کیونکہ عام اردو پڑھے لکھے لوگ چوّن میل سے چوّن انگریزی میل ہی باور کریں گے۔

شیخ عزیز الرحمان لکھتے ہیں:

اس عبارت سے واضح ہوا کہ اصل مذہب حنفیہ کا یہ ہے کہ تین دن کا سفر ہو اور وہ جگہ جس کی طرف سفر کا ارادہ ہے تین منزل ہو، لیکن بہت سے مشائخ نے فراسخ کا اعتبار کیا ہے اور اس میں فتویٰ ائمہ خوارزم کا پندرہ فرسخ، یعنی اڑتالیس میل پر ہے، مگر آنکہ عبارت مذکورہ سے واضح ہے کہ اصل مذہب حنفیہ کا یہ ہے کہ تین منزل کا سفر ہو پس اگر حساب منازل کا سہل ہو تو اس کو دیکھا جاوے مگر چونکہ ہر ایک کو اعتبار منازل میں دشواری ہوتی ہے اس وجہ سے مشائخ نے کل منازل کی تحدید میلوں سے کر دی ہے جس میں تین قول ہیں جو اوپر معلوم ہوئے، میل کی مقدار شرعی ذراع سے چار ہزار ذراع لکھی ہے اور ذراع شرعی اس زمانہ کے گز کے حساب سے قریب دس گرہ کے ہوتا ہے۔ پس اس کے موافق میلوں کا حساب کر لیا جاوے، اور اڑتالیس میل کا اندازہ کر لیا جائے[۲]۔

شیخ عزیز الرحمٰن نے اس عبارت میں کئی غلطیاں کی ہیں اوّل یہ کہ پندرہ فرسخ، پینتالیس شرعی میل کا ہے کیونکہ تین میل کا ایک فرسخ ہوتا ہے اور انھوں نے اڑتالیس میل لکھے ہیں۔ دوم یہ کہ چونکہ انھوں نے میل کے ساتھ شرعی کی قید نہیں لگائی اس لیے عوام اردو داں لوگ اس کو انگریزی مروجہ میل پر محمول کریں گے۔ سوم یہ کہ انھوں نے ذراع شرعی دس گرہ قرار دیا ہے جو ڈیڑھ فٹ سے زیادہ ہے اس حساب سے شرعی مسافت اکسٹھ انگریزی میل سے متجاوز ہو جائے گی جبکہ وہ اڑتالیس انگریزی میل بیان

(گذشتہ صفحے کے حوالہ جات)

ایضاً۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ۔ فتح القدیر ج ۱ ص ۱۰۸ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۹ھ۔

ایضاً علامہ ابوبکر بن علی حداد متوفی ۸۰۰ھ۔ الجوہرۃ النیرۃ ج ۱ ص ۲۴ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

ایضاً علامہ فخر الدین زیلعی متوفی ۷۴۳ھ تبیین الحقائق ج ۱ ص ۳۰ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

[۱] سید ابو الاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ۔ تفہیم القرآن ج ۱ ص ۳۹۰ مطبوعہ مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور۔ چودھواں ایڈیشن جولائی ۱۹۷۷

[۲] شیخ عزیز الرحمان — فتاویٰ دار العلوم دیوبند ج ۱ ص ۲۸۵ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی بار اوّل ۱۳۹۶ھ۔
شیخ محمد شفیع متوفی ۱۳۹۶ھ

کرتے ہیں۔
مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں:

الغرض ثابت ہوا کہ قول راجح اور مختار اور معتمد یہی ہے کہ میل چار ہزار گز کا ہے جس میں گز متاخرین کا اعتبار کر کے چوبیس انگشت قرار دیا گیا ہے جو انگریزی گز سے نصف یعنی اٹھارہ انچ ہے (الی ان قال) اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ میل کے بارے میں قول مختار فقہاء کرام کا یہ ہے کہ چوبیس انگشت کے گز سے دو ہزار گز کا ایک میل شرعی ہوا کیونکہ چوبیس انگشت کا ذراع ایک ہاتھ یعنی ڈیڑھ فٹ یا اٹھارہ انچ کا ہے جیسا کہ ذراع کی تحقیق میں بحوالہ چکر درتی گذر گیا ہے (الی ان قال) اور مشائخ حنفیہ میں سے بعض نے اکیس فرسخ جس کے تریسٹھ میل ہوتے ہیں۔ بعض نے اٹھارہ فرسخ جس کے چون میل ہوتے ہیں اور بعض نے پندرہ فرسخ جس کے پینتالیس میل ہوتے ہیں مسافت قصر قرار دی ہے عمدۃ القاری میں اٹھارہ فرسخ کے قول پر فتویٰ نقل کیا ہے اور البحر الرائق میں بھی بحوالہ نہایہ اسی قول پر فتویٰ نقل کیا ہے۔ اور شامی اور بحر نے بحوالہ مجتبیٰ اکثر ائمہ خوارزم کا فتویٰ پندرہ فرسخ کی روایت پر ذکر کیا ہے۔ [۱]

مفتی محمد شفیع صاحب نے یہ جتنے اصول بیان کیے ہیں وہ سب صحیح ہیں لیکن ان اصولوں کی بنیاد پر جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ غلط ہے۔ لکھتے ہیں:

محققین علماء ہندوستان نے اڑتالیس (۴۸) میل انگریزی کو مسافت قصر قرار دے دیا ہے جو اقوال فقہاء مذکورین کے قریب قریب ہے اور اصل مدار اس کا اسی پر ہے کہ اتنی ہی مسافت تین دن تین رات میں پیادہ مسافر بآسانی طے کر سکتا ہے اور فقہاء حنفیہ کے مفتی بہ اقوال میں سے جو فتویٰ ائمہ خوارزم کا پندرہ فرسخ کا نقل کیا گیا ہے وہ تقریباً اسی کے بالکل مطابق ہے کیونکہ پندرہ فرسخ پینتالیس (۴۵) میل شرعی ہوتے ہیں اور شرعی میل انگریزی میل سے دو سو چالیس گز بڑا ہوتا ہے تو ۴۵ میل شرعی ۴۸ میل انگریزی سے کچھ زیادہ متفاوت نہیں رہتے [۲]۔ مفتی صاحب کا یہ لکھنا بھی غلط ہے کیونکہ ۴۵ میل شرعی اکاون انگریزی میل ایک فرلانگ بیس گز کے برابر ہیں۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

اگر اپنے مقام اقامت سے ۵۷ ۵/۸ میل کے فاصلے پر علی الاتصال جانا ہو کہ وہیں جانا مقصود ہے بیچ میں جانا مقصود نہیں اور وہاں پندرہ دن کامل ٹھہرنے کا قصد نہ ہو تو قصر کریں گے ورنہ پوری پڑھیں گے [۳]۔ اعلیٰ حضرت نے یہ نہیں بیان کیا کہ انھوں نے ۵۷ ۵/۸ میل کس ضابطہ اور قاعدہ سے مقرر کیے ہیں۔

---

[۱] مفتی محمد شفیع متوفی ۱۳۹۶ھ اوزان شرعیہ ص ۲۶ - ۲۳ ملخصاً مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی طبع جدید ۱۴۰۲ھ

[۲] مفتی محمد شفیع متوفی ۱۳۹۶ھ اوزان شرعیہ ص ۲۶، مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی طبع جدید شوال ۱۴۰۲ھ

[۳] اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ۔ فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۶۶۰ مطبوعہ سنی دار الاشاعت فیصل آباد بار دوم ۱۳۹۳ھ

علماء دیوبند نے مسافت قصر ۴۸ انگریزی میل قرار دی ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ:

ہمارے اساتذہ نے روزانہ بارہ کوس کا سفر یعنی سولہ میل انگریزی اختیار فرمایا ہے، کیونکہ روزانہ اگرچہ گھنٹہ سفر کے لیے مقرر کیے جاویں تو فی گھنٹہ دو کوس پیادہ آدمی متوسط چال سے طے کر لیتا ہے، اس اعتبار سے مسافت قصر ۴۸ میل یعنی ۳۶ کوس کو قرار دیا ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم مدلل ج ۴ ص ۴۹۲ - ۴۹۱)

۴۸ انگریزی میل کو ثابت کرنے کے لیے، یہ انتہائی عجیب طریقہ ہے، کھانے پینے، آرام، نمازوں کے اوقات اور رات کی نیند بھی نکال لی جائے تو ۲۴ چوبیس گھنٹوں میں سے سفر کے لیے یقیناً چھ گھنٹوں سے زیادہ وقت بچے گا۔ اور جو شخص سفر کرتا ہے وہ یقیناً دن رات میں سے سفر کے لیے چھ گھنٹوں سے زیادہ وقت نکالے گا اور متوسط اونٹ کی رفتار سے ایک انسان ایک دن میں یقیناً بیس میل سے زیادہ سفر کر سکتا ہے پھر جمہور فقہاء کے مطابق یہ قول کیوں نہ اختیار کیا جائے کہ مسافت قصر ۵۴ میل شرعی ہے جو اکسٹھ میل انگریزی اور چھ سو چالیس گز کے برابر ہے۔

مفتی محمد شفیع دیوبندی صاحب نے ۴۸ انگریزی میل کے ثبوت میں لکھا ہے کہ:

اور ۴۸ میل کی تعیین پر ایک حدیث سے بھی استدلال کیا گیا ہے جو دار قطنی نے حضرت عبد اللہ ابن عباس سے روایت کی کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یا اھل مکۃ لاتقصروا الصلوٰۃ فی ادنی من اربعۃ برد من مکۃ الی عسفان۔ اے اہل مکہ چار برید سے کم میں نماز کا قصر مت کرو جیسے مکہ سے عسفان تک۔

عمدۃ القاری ج ۳، ص ۵۳۱ (۹)

(اوزان شرعیہ ص ۲۶)

لیکن مفتی صاحب کا یہ استدلال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ ایک برید بارہ میل شرعی کا ہوتا ہے نہ کہ بارہ میل انگریزی کا۔ سترہ فروری ۱۹۸۸ء کو ایک علمی مجلس میں مذاکرہ کے دوران مفتی صاحب کے صاحبزادے مفتی محمد رفیع عثمانی نے بھی تسلیم کیا کہ یہ تسامح ہے اور ایک برید بارہ میل شرعی کا ہوتا ہے اور اس لحاظ سے مسافت قصر ۴۸ میل شرعی قرار پائے گی جو ۵۵ انگریزی میل ۹۶۰ گز کے برابر ہے۔ تاہم یہ روایت سنداً ضعیف ہے جیسا کہ مفتی صاحب نے بھی تصریح کی ہے اس لیے مدار سفر تین دن کی مسافت ہے، جس کو جمہور فقہاء نے ۵۴ شرعی میل کے برابر قرار دیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ متوسط قول ہے اور یہ اکسٹھ انگریزی میل اور چھ سو چالیس گز اور اٹھانوے اعشاریہ سات تین چار (۹۸.۷۳۴) کلو میٹر کے برابر ہے۔ علماء دیوبند کے ایک مستند عالم مفتی رشید احمد لکھتے ہیں:

اکثر مشائخ احناف نے ۱۸ فرسخ = ۵۴ میل شرعی = ۶۱ ۴/۱۱ میل انگریزی کو متوسط قول قرار دیکر اس پر فتویٰ دیا ہے۔ علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس قول کو مفتیٰ بہ لکھا ہے اور احتیاط بھی اسی میں ہے[1]

اس بحث کے اخیر میں مفتی محمد رفیع عثمانی نے مجھ سے کہا کہ اگر ہم اب مسافت قصر کو تبدیل کریں تو لوگ کہیں گے کہ ہماری پچھلی پڑھی ہوئی نمازوں کا کیا ہوگا؟ اس آخری دلیل کی بنا پر انہوں نے ۴۸ انگریزی میل ہی کو قائم رکھا۔

---

[1] ۔ احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۹۴، مطبوعہ، ایچ، ایم سعید کمپنی کراچی، طبع سوم، ۱۴۰۷ھ۔

مسافت کا تفصیلی خاکہ

شرعی مسافت جو موجب قصر ہے اس کے بارے میں فقہا متقدمین کے تین اقوال نقل کیئے گئے ہیں۔ انھیں اگر عہدِ حاضر کے مروج پیمانہ مسافت میں تبدیل کر دیا جائے تو اس کا تفصیلی خاکہ حسبِ ذیل ہو گا۔

نمبر شمار	مسافت قصر بحساب امیال شرعیہ	مسافت گزوں میں بحساب ۲۰۰۰ گز فی شرعی میل	مسافت بحساب انگریزی میل گز - فرلانگ - میل	مسافت بحساب کلومیٹر
۱	۴۵ میل	۹۰،۰۰۰	۴۰ - ۱ - ۵۱	۸۲،۲۶۸
۲	۵۴ میل یہ مفتی بہ قول ہے	۱۰۸،۰۰۰	۴۰ - ۳ - ۶۱	۹۸،۷۴۴
۳	۶۳ میل	۱۲۶،۰۰۰	۱۶۰ - ۴ - ۷۱	۱۱۵،۱۸۹

Nafse Islam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

قصر کی ابتداء اور انتہا

امام ابوحنیفہ[1]، امام مالک[2]، امام شافعی[3] اور امام احمد بن حنبل[4] کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو شخص سفر شرعی کا قصد کر کے شہر کی حدود سے نکل جائے گا اس کے لیے قصر ثابت ہو جائے گی اور جب واپس لوٹے گا تو شہر کی حدود شروع ہوتے ہی اس پر پوری نماز پڑھنا لازم ہوگا۔

مدت قصر

امام شافعی[5]، امام مالک[6] اور امام احمد[7] کے نزدیک مدت قصر چار روز تک ہے اگر کوئی شخص چار روز یا اس سے زیادہ قیام کا ارادہ کرے گا تو اس کو پوری نماز پڑھنی ہوگی اور امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک مدت قصر پندرہ دن تک ہے۔ اگر کوئی شخص پندرہ دن یا اس سے زیادہ قیام کا ارادہ کرے تو اس کو پوری نماز پڑھنی ہوگی[8]

ائمہ ثلاثہ کے دلائل

علامہ ابن قدامہ چار روز تک قصر پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اذا نوی اقامة اربعة ایام اتم وان نوی دونها قصر وهذا قول مالك والشافعي وابي ثور لان الثلاث حد القلة بدليل قول النبي صلی الله عليه وسلم يقيم المهاجر بعد قضاء نسكه ثلاثا[9] ولما اجلی عمر رضي الله عنه اهل الذمة ضرب لمن قدم منهم تاجرا ثلاثا فدل على ان الثلاث في حكم السفر وما زاد في حكم الاقامة[10]

جب کوئی شخص چار دن قیام کی نیت کرے تو پوری نماز پڑھے اور اگر اس سے کم دن ٹھہرنے کی نیت کرے تو قصر کرے، یہی امام شافعی، امام مالک اور ابوثور کا قول ہے کیونکہ تین قلت کی حد ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہاجرین ارکان حج ادا کرنے کے بعد تین دن مکہ میں ٹھہریں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ذمی تاجروں کو صرف تین دن قیام کی اجازت دی اس سے معلوم ہوا کہ تین دن حکم سفر ہے اور اس کے بعد حکم اقامت ہے۔

علامہ نووی[11] اور علامہ ابن رشد[12] نے بھی یہی دلیل بیان کی ہے

۱۔ امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، المبسوط ج ۱ ص ۲۶۵ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی۔
۲۔ قاضی ابوالولید ابن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۲۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الاولی
۳۔ علامہ ابوالقاسم محمد رافعی شافعی متوفی ۶۲۳ھ، فتح العزیز شرح الوجیز مع شرح المہذب ج ۴ ص ۴۳۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت
۴۔ علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۲ ص ۵۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت الطبعۃ الاولی ۱۴۰۵ھ
۵۔ علامہ یحیی بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب مع الشرح ج ۴ ص ۳۵۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت
۶۔ قاضی ابوالولید ابن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۲۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت الطبعۃ الاولی
۷۔ علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۲ ص ۶۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الاولی، ۱۴۰۵ھ
۸۔ امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، المبسوط ج ۱ ص ۲۶۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی۔
۹۔ امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۱۴۶ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔
۱۰۔ علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۲ ص ۶۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت الطبعۃ الاولی ۱۴۰۵ھ
۱۱۔ علامہ یحیی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب مع الشرح ج ۴ ص ۳۵۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت
۱۲۔ قاضی ابوالولید ابن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۲۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الاولی۔

ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات

پہلی بات تو یہ ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں قصر کرنے یا نہ کرنے کا ذکر نہیں ہے حالانکہ گفتگو قصر اور عدم قصر میں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین کو مکہ میں تین دن سے زیادہ ٹھہرنے کی اجازت اس لیے نہیں دی کہ مہاجرین کے شرف ہجرت میں کمی نہ آجائے اگر یہ قصر کا معاملہ ہوتا تو یوں فرماتے اگر تم تین دن سے زیادہ مکہ ٹھہرے تو تم کو پوری نماز پڑھنی پڑے گی۔ اسی طرح حضرت عمر نے ذمیوں کو تین دن سے زیادہ حرم مدینہ میں قیام کی اجازت اس لیے نہیں دی کہ مدینہ میں ان کا زیادہ قیام شرف مدینہ کی حرمت کے منافی ہے ورنہ ذمیوں کے حق میں قصر یا عدم قصر کا تصور ہی نہیں ہے۔ علاوہ ازیں صحیح حدیث سے دس دن تک سفر میں قصر ثابت ہے اور دس دن تک اقامت ثابت نہیں ہے۔

عن انس یقول خرجنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من المدینۃ الی مکۃ فکان یصلی رکعتین رکعتین حتی رجعنا الی المدینۃ قلت اقمتم بمکۃ شیئا قال اقمنا بھا عشرا۔ [1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے مدینہ گئے آپ دو رکعت نماز پڑھتے رہے حتیٰ کہ ہم مدینہ واپس آگئے۔ ابن اسحاق نے پوچھا تم نے مکہ میں کتنی مدت قیام کیا؟ کہا دس دن۔

یہ حدیث صراحۃً ائمہ ثلاثہ کے خلاف ہے اور امام ابوحنیفہ کے مسلک کی مؤید ہے۔

امام ابوحنیفہ کے دلائل

امام محمد فرماتے ہیں:

قلت ارأیت ان سافر ثلثۃ ایام فصاعدًا فقدم المصر الذی خرج الیہ ایتم الصلوٰۃ قال ان کان یرید ان یقیم فیہ خمسۃ عشر یوما اتم الصلوٰۃ وان کان لا یدری متی یخرج قصر الصلوٰۃ قلت ولم وقت خمسۃ عشر یوما؟ قال للاثر الذی جاء عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ [2]

میں نے امام ابوحنیفہ سے پوچھا اگر کوئی شخص تین دن یا اس سے زیادہ کی مسافت طے کر کے اسی شہر میں پہنچ جائے جس کے لیے اس نے سفر کیا تھا تو کیا وہ پوری نماز پڑھے گا؟ امام ابوحنیفہ نے فرمایا اگر اس کی نیت پندرہ دن قیام کی ہے تو نماز پوری پڑھے گا اور اگر اس کو پتا نہ ہو وہ کب تک قیام کرے گا تو قصر کرے۔ میں نے پوچھا: آپ نے پندرہ دن کس دلیل سے متعین کیے ہیں فرمایا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے۔

عن مجاھد یقول کان ابن عمر اذا قدم مکۃ فاراد ان یقیم خمس عشرۃ لیلۃ سرح ظھرہ فاتم الصلوٰۃ۔ [3]

مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب مکہ جاتے اور پندرہ دن قیام کا ارادہ کرتے تو اپنی پشت کھول دیتے اور پوری نماز پڑھتے۔

---

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۴۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۸۱ھ۔

[2] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ۔ المبسوط ج ۱ ص ۲۶۶، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی

[3] امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۱۱ھ۔ مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۵۳۳ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۰ھ

عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: اذا کنت مسافرا فوطنت نفسک علی اقامۃ خمسۃ عشر یوما فاتم الصلوٰۃ۔[1]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں جب تم مسافر ہو اور کسی جگہ پندرہ دن کے لیے وطن بنالو تو نماز پوری پڑھنا۔

عن مجاھد قال کان ابن عمر اذا اجمع علی اقامۃ خمس عشرۃ سرح ظھرہ و صلی اربعا۔[2]

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر جب پندرہ دن قیام کی نیت کرتے تو اپنی پشت کھول دیتے اور چار رکعت نماز پڑھتے۔

احناف نے آثارِ صحابہ کی روشنی میں پندرہ دن حدِ قصر بیان کی ہے اس پر ان احادیث سے معارضہ کیا جاتا ہے

عن ابن عباس قال اقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم تسع عشر بمکۃ یقصر فنحن اذا سافرنا تسعۃ عشر قصرنا وان زدنا اتممنا۔[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکّہ میں انیس دن قیام فرمایا اور قصر نماز پڑھتے رہے لہٰذا جب ہم انیس دن قیام کریں تو قصر کرتے ہیں اور اس سے زیادہ دن قیام کریں تو پوری نماز پڑھتے ہیں۔

عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقام سبع عشرۃ بمکۃ یقصر الصلوٰۃ قال ابن عباس ومن اقام سبع عشرۃ قصر ومن اقام اکثر اتم۔[4]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکّہ میں سترہ روز قیام کیا اور نماز قصر کرکے پڑھی۔ حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں جو شخص سترہ روز قیام کرے وہ نماز قصر کرے اور جو اس سے زیادہ قیام کرے وہ پوری نماز پڑھے۔

عن ابن عباس قال اقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمکۃ عام الفتح خمس عشرۃ یقصر الصلوٰۃ۔[5]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکّہ کے سال مکّہ میں پندرہ روز قیام کیا اور نماز قصر کرکے پڑھی۔

ان احادیث کا اوّلاً جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فتح مکّہ کے موقع پر قیام کی تین احادیث مروی ہیں اور تینوں متعارض اور مضطرب ہیں اور مضطرب روایات لائق استدلال ہوتی ہیں نہ قابلِ معارضہ، دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ روایات

---

[1] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ۔ کتاب الآثار ص ۳۸ مطبوعہ ادارۃ القرآن، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ

[2] امام عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۴۵۵، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ۔

[3] امام ابو عبد اللہ بن محمد اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۴۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ

[4] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ۔ سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۱۷۳، مطبوعہ مجتبائی پاکستان لاہور الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۵ھ

[5] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

ہمیں تب مضر ہوتیں جب ان میں یہ تصریح ہوتی کہ آپ نے پندرہ، سترہ یا انیس دن قیام کی نیت کی تھی اور پھر آپ قصر کرتے رہے۔ کیونکہ اگر پندرہ دن قیام کی نیت نہ ہو پھر قیام خواہ پندرہ سے زائد ہو جائے پھر بھی قصر پڑھی جاتی ہے۔

روایات میں تطبیق

صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ آپ نے مکہ میں دس دن قیام کیا اور ایک روایت میں ہے کہ انیس دن قیام کیا اور ابوداؤد کی ایک روایت میں سترہ اور ایک میں پندرہ دن قیام کا ذکر ہے ان روایات میں اس طرح تطبیق دی گئی ہے کہ حضرت انس کی جس روایت میں انیس دن کا ذکر ہے اس میں یوم دخول اور یوم خروج کو شامل کر لیا جاتا ہے اور پندرہ دن والی روایت کے بارے میں علامہ نووی نے تصریح کی ہے کہ وہ ابن اسحاق کی وجہ سے ضعیف ہے۔

وجوب قصر میں مذاہب

امام شافعی کے نزدیک سفر شرعی میں نماز پوری پڑھنا اور قصر کرنا دونوں جائز ہیں لیکن قصر کرنا افضل ہے[1]۔ امام مالک[2] اور امام احمد[3] کے نزدیک سفر شرعی میں قصر کرنا مباح ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک سفر شرعی میں قصر کرنا واجب ہے اور اس کا ترک گناہ ہے[4]۔

ائمہ ثلاثہ کے دلائل اور ان کے جوابات

ائمہ ثلاثہ کی ایک دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم میں ہے۔

واذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ۔	جب تم زمین پر سفر کرو تو نماز قصر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(نساء: ۱۰۱)

ائمہ ثلاثہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قصر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ قصر کرنا واجب نہیں مباح ہے، احناف اس دلیل کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اگر قصر کرنا مباح ہوتا تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا "اگر تم قصر نہ کرو تو کوئی حرج نہیں ہے" اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:

عن الزہری قال عروۃ سالت عائشۃ فقلت لھا ارأیت قول اللہ تعالیٰ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بھما فواللہ ما علی احد جناح ان لا یطوف بالصفا والمروۃ قالت بئسما قلت یا ابن اختی ان ھذہ لو کانت کما اولتھا علیہ کانت لا جناح علیہ ان لا	زہری بیان کرتے ہیں کہ عروہ نے بتایا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (ترجمہ) "صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں جو شخص بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے وہ اگر صفا اور مروہ میں سعی کرے تو کوئی حرج نہیں ہے"۔ اس اعتبار سے اگر کوئی شخص صفا اور مروہ میں سعی نہ کرے تو کوئی گناہ نہیں ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے میرے بھتیجے تم نے غلط سمجھا ہے

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ۔ شرح المہذب مع الشرح ج ۴ ص ۳۳۶، مطبوعہ دار الفکر، بیروت۔

[2] قاضی ابوالولید احمد بن رشد قرطبی مالکی متوفی ۵۹۵ھ۔ بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۲۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[3] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ۔ المغنی ج ۲ ص ۵۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ

[4] علامہ کمال ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ فتح القدیر ج ۲ ص ۵ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

یطوف بهما۔ لے

اگر ایسا ہی ہوتا جس طرح تم نے سمجھا ہے تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا اگر لوگ صفا اور مروہ میں طواف نہ کریں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

اور بر سبیل تنزل اگر اس میں اباحت ہے تو وہ قصر فی الاوصاف کی طرف راجع ہے کیونکہ جنگ کے خوف کے وقت قیام اور قعود کے وقت اشاروں سے بھی نماز پڑھنا جائز ہے۔

ائمہ ثلاثہ کی دوسری دلیل یہ ہے:

عن عائشة ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یقصر فی السفر و یتم و یفطر و یصوم رواه الدارقطنی والبیهقی وغیرهما۔ ٢ه

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں نماز قصر بھی کرتے تھے اور پوری بھی پڑھتے تھے روزہ رکھتے بھی تھے اور افطار بھی کرتے تھے (یعنی نہیں رکھتے تھے)

اس حدیث کی سند پر بحث کرتے ہوئے علامہ ابن الترکمانی فرماتے ہیں اس حدیث کی سند میں ایک راوی عمر بن ذر المرہبی ہے علامہ ابن جوزی اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ مرجئی اور ضعیف تھا۔ ایک اور سند سے یہ حدیث علاء بن زہیر عن عبد الرحمن عن عائشہ مروی ہے۔ علاء کے بارے میں ابن حبان فرماتے ہیں کہ وہ غیر ثابت احادیث ثقہ راویوں کی طرف منسوب کر دیتا تھا نیز ابن الترکمانی فرماتے ہیں یہ حدیث مضطرب الاسناد ہے اس لیے اس سے استدلال صحیح نہیں ہے ٣ه امام بیہقی نے اس حدیث کو عن عطاء عن عائشہ روایت کیا ہے۔ علامہ ابن حزم کہتے ہیں کہ عطاء سے اس حدیث کی روایت میں مغیرہ بن زیاد منفرد ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور نے اس کو عطاء سے روایت نہیں کیا۔ امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ یہ ضعیف راوی ہے اس کی ہر روایت منکر ہے ٤ه

علامہ ابن قیم جوزی اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وکان یقصر الرباعیة فیصلیها رکعتین من حین یخرج مسافرا الی ان یرجع الی المدینة ولم یثبت عنه انه اتم الرباعیة فی سفره البتة واما حدیث عائشة ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یقصر فی السفر ویتم ویفطر ویصوم فلا یصح وسمعت شیخ الاسلام ابن تیمیه یقول هو کذب علی رسول الله صلی الله علیه وسلم انتهی ۵ه

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں ہمیشہ چار رکعات والی نماز کو قصر کر کے دو رکعت پڑھا کرتے تھے، جب تک واپس مدینہ تشریف نہ لے آتے اور آپ سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہے کہ آپ نے سفر میں کبھی پوری نماز پڑھی ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو یہ مروی ہے کہ آپ سفر میں قصر بھی کرتے تھے اور پوری نماز بھی پڑھتے تھے اور روزہ رکھتے بھی تھے اور ترک بھی کرتے تھے وہ حدیث صحیح نہیں ہے میں نے شیخ ابن تیمیہ سے سنا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء ہے۔

لے۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۲۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی۔ الطبعة الثانیہ ۱۳۸۱ھ۔

٢ه۔ علامہ یحیی بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ۔ شرح المہذب مع الشرح ج ۴ ص ۳۴۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت

٣ه۔ علامہ علاء الدین ابن الترکمانی متوفی ۸۴۵ھ۔ الجوہر النقی علی ہامش البیہقی ج ۳ ص ۱۴۱ مطبوعہ نشر السنہ ملتان

٤ه۔ شیخ ابو محمد علی بن حزم متوفی ۴۵۶ھ۔ المحلی ج ۴ ص ۲۶۹ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر الطبعۃ الاولی ۱۳۴۸ھ

۵ه۔ علامہ شمس الدین ابن قیم متوفی ۷۵۱ھ۔ زاد المعاد علی ہامش الزرقانی ج ۲ ص ۱۸ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت۔ الطبعة الثانیة ۱۳۹۳ھ۔

علامہ شیرازی نے اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے:

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت خرجت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی عمرۃ رمضان فافطر وصمت وقصر واتممت فقلت یارسول اللہ افطرت وصمت وقصرت واتممت فقال احسنت یا عائشۃ[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان میں عمرہ کرنے گئی۔ آپ نے روزہ نہیں رکھا اور میں نے روزہ رکھا۔ آپ نے قصر نماز پڑھی اور میں نے پوری پڑھی۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے روزہ نہیں رکھا اور میں نے رکھا اور آپ نے نماز قصر کی اور میں نے نہیں کی۔ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! تم نے اچھا کیا۔

اس حدیث کی سند میں علاء بن زہیر ہے اور ابن حبان فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ راویوں سے غیر ثابت روایات ذکر کرتا ہے۔ اس لیے لائق استدلال نہیں ہے۔ نیز عبدالرحمان کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سماع بھی مختلف فیہ ہے علاوہ ازیں اس حدیث میں معنوی خرابی یہ ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ آپ نے رمضان میں عمرہ کیا حالانکہ آپ نے چار عمرے کیے اور ان میں سے کوئی بھی رمضان میں نہیں کیا سب ذوالقعدہ میں کیے اور پانچواں عمرہ جو حج کے ساتھ کیا تھا اس کا احرام ذوالقعدہ میں باندھا اور ادا ذوالحجہ میں کیا[2] علاوہ ازیں یہ احادیث جو ضعیف اسانید کے ساتھ مروی ہیں صحاح کی ان احادیث کے معارض ہیں۔

عن ابن عمر یقول صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکان لا یزید فی السفر علی رکعتین وابا بکر وعمر وعثمان کذلک[3]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی رفاقت میں رہا ہوں۔ ان حضرات نے سفر میں کبھی دو رکعات سے زیادہ نماز نہیں پڑھی۔

صحیح بخاری کی اس صحیح حدیث سے ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ سفر میں قصر کر کے پڑھا کرتے تھے لہٰذا اس کے مقابلہ میں دارقطنی اور بیہقی کی ضعیف السند روایات سے سفر میں پوری نماز پڑھنے پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

عن عائشۃ ان الصلوٰۃ اول ما فرضت رکعتین ثم اتمہا فی الحضر فاقرت صلوٰۃ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ابتداءً نماز دو دو رکعت فرض ہوئی تھی پھر حضر میں نماز پوری (چار رکعات)

---

[1] شیخ ابواسحاق شیرازی شافعی متوفی ۴۵۵ھ۔ المہذب مع الشروح ج ۴ ص ۳۳۴ مطبوعہ دارالفکر بیروت۔
[2] شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ نیل الاوطار ج ۴ ص ۱۱۸/۱۱۷ مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازہریہ، ازہر
[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۴۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ۔

السفر علی الفریضۃ الاولی۔ [1]

کی گئی اور سفر میں پہلی فرضیت (یعنی دو رکعت) پر باقی رکھی گئی۔

صحیح مسلم کی اس صحیح حدیث سے ثابت ہو گیا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک سفر میں دو رکعت نماز فرض تھی لہٰذا اس کے مقابلہ میں دار قطنی کی (جس کو مہذب میں ذکر کیا گیا ہے) ضعیف اور منکر روایت سے حضرت عائشہ کا پوری نماز پڑھنے کو ثابت کرنا صحیح نہیں ہے۔ احناف کی دلیل یہ ہے کہ تواتر معنوی سے ثابت ہے کہ سفر میں دو رکعات فرض ہیں اگر چار رکعات فرض ہوتیں تو بعد میں دو رکعت کی قضا کی جاتی جیسے سفر میں روزہ نہ رکھنے کی رخصت ہے مگر بعد میں روزہ کی قضا لازم ہے۔ اس وجہ سے احناف نے سفر میں قصر کو واجب قرار دیا ہے اس کی تائید شیخ ابن حزم کی اس روایت سے ہوتی ہے:

عن صفوان بن محرز قلت لابن عمر حدثنی عن صلوٰۃ السفر قال اتخشی ان تکذب علی قلت لا قال رکعتان من خالف السنۃ کفر۔ [2]

صفوان بن محرز بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر سے سفر کی نماز کے بارے میں سوال کیا انہوں نے فرمایا کیا تم کو مجھ پر غلط بیانی کا خدشہ ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا دو رکعات اور جس نے آپ کی سنت کی مخالفت کی، اس نے کفر کیا۔

منیٰ میں حضرت عثمان کے قصر نہ کرنے کی وجہ

ائمہ ثلاثہ اس بات سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ منیٰ میں پوری نماز پڑھا کرتے تھے جیسا کہ اس باب کی بعض احادیث میں وارد ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے بہت سے جوابات دیے گئے ہیں جن میں سے اکثر مخدوش ہیں (ان کی تفصیل عمدۃ القاری ج ۷، ص ۱۱۹ میں ہے) اس لیے ہم نے ان کو ترک کر دیا ہے۔ صحیح جواب یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں شادی کر لی تھی اور جو شخص جس جگہ شادی کر لے وہ بھی اس کا وطن ہو جاتا ہے اور وہاں اس کو پوری نماز پڑھنا لازم ہے، ملاحظہ کیجئے:

عن عبد الرحمٰن بن ابی ذباب عن ابیہ ان عثمان بن عفان صلی بمنی اربع رکعات فانکرہ الناس علیہ فقال یا ایھا الناس انی تأھلت بمکۃ منذ قدمت وانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من تأھل ببلد فیصل صلاۃ المقیم۔ [3]

ابو ذباب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان نے منیٰ میں چار رکعات پڑھیں لوگوں نے اس پر اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا: اے لوگو! میں نے مکہ میں آکر شادی کر لی ہے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے جس شخص نے کسی شہر میں شادی کی وہاں پوری نماز پڑھے۔

امام بیہقی نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند میں عکرمہ بن ابراہیم ہے اور یہ ضعیف ہے۔ علامہ ابن قیم اس کے جواب میں

---

[1] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۴۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۸۱ھ۔

[2] شیخ علی بن محمد بن حزم متوفی ۴۵۶ھ۔ المحلی ج ۴ ص ۲۷۰ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ مصر الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۴۸ھ۔

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ۔ مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۶۲ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۹۸ھ۔

لکھتے ہیں:

قال ابو البرکات ابن تیمیہ ویمکن المطالبۃ بسبب الضعف فان البخاری ذکرہ فی تاریخہ ولم یطعن فیہ وعادتہ ذکر الجرح والمجروحین وقد نص احمد وابن عباس قبلہ ان المسافر اذا تزوج لزمہ الاتمام وھذا قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی ومالک واصحابھما وھذا احسن ما اعتذر بہ عن عثمان[1]

ابو البرکات ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ وجہ ضعف بیان کیے بغیر ضعف کا اعتبار نہیں کیونکہ امام بخاری نے عکرمہ بن ابراہیم کا اپنی تاریخ میں خلاف عادت بغیر کسی طعن کے ذکر کیا ہے اور اس سے پہلے امام احمد اور حضرت ابن عباس نے تصریح کی ہے کہ مسافر جب کسی جگہ شادی کرلے تو اس جگہ اس کو پوری نماز پڑھنا لازم ہے۔ اور یہی امام ابوحنیفہ اور امام مالک اور ان کے اصحاب رحمہم اللہ کا قول ہے۔ اور یہ حضرت عثمان کی طرف سے بہترین جواب ہے۔

امام بیہقی کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ ابی ذباب اور حضرت عثمان کے درمیان ایک راوی چھوٹا ہوا ہے اس لیے یہ حدیث منقطع ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرون ثلاثہ کا انقطاع حکماً اتصال ہے۔ اس لیے اس اعتراض کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

دیگر دلائل کا جواب

بعض روایات میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی منیٰ میں پوری نماز پڑھتی تھیں اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے منیٰ میں اقامت کی نیت کرلی تھی۔ ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ مسافر مقیم کی اقتداء کرتا ہے تو پوری نماز پڑھتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے اس کی وجہ سفر نہیں ہے بلکہ مقیم کی اقتداء ہے اور دو رکعت زائد نفل ہیں لیکن نفل شروع کرنے کے بعد لازم ہو جاتے ہیں۔

وطن کی اقسام اور احکام

علامہ سرخسی فرماتے ہیں کہ وطن کی تین اقسام ہیں۔ وطن اصلی جس کو وطن قرار بھی کہتے ہیں، وطن مستعار اور وطن سکنیٰ۔ وطن اصلی وہ شہر ہے جہاں کوئی شخص پیدا ہوا یا جس شہر میں اس نے شادی کی۔ وطن مستعار وہ شہر ہے جہاں وہ پندرہ دن یا اس سے زائد ٹھہرنے کی نیت کرے۔ وطن سکنیٰ وہ جگہ ہے جہاں پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت کرے۔ وطن اصلی صرف وطن اصلی سے باطل ہوتا ہے مثلاً اپنی جائے پیدائش کو چھوڑ کر کسی اور شہر میں رہائش اختیار کرلے، اور وطن مستعار، وطن اصلی اور وطن مستعار دونوں سے باطل ہو جاتا ہے۔ مثلاً وطن مستعار سے سفر کر کے وطن اصلی چلا جائے یا کسی اور جگہ پندرہ دن قیام کے لیے چلا جائے پھر سابق وطن مستعار میں پندرہ دن سے کم رہائش کے لیے ٹھہرے تو قصر کرے گا۔ وطن اصلی اور وطن مستعار میں نماز پوری پڑھے گا۔ اور وطن سکنیٰ میں قصر کرے گا۔[2]

سفر معصیت کے احکام

احناف کے نزدیک نماز قصر کرنے کی رخصت ہر سفر کو شامل ہے خواہ سفر مباح ہو، مستحب ہو، واجب ہو یا سفر معصیت ہو کیونکہ جن دلائل میں قصر کی رخصت ثابت ہے ان میں کوئی تخصیص نہیں ہے۔ نیز اگر کوئی شخص کوئی گناہ کرنے کے لیے سفر کر رہا ہے تو نفس سفر تو معصیت نہیں ہے[3]

---

[1] علامہ شمس الدین ابن قیم متوفی ۷۵۱ھ، زاد المعاد علی ہامش الزرقانی ج ۲ ص ۲۶ مطبوعہ دار المعرفت بیروت الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۳ھ۔

[2] علامہ محمد بن احمد شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱ ص ۲۵۲ مطبوعہ دار المعرفت بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۰ھ

[3] علامہ کمال ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۲ ص ۱۹ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

اور امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک رخصت قصر سفر معصیت کو شامل نہیں ہے۔

سنن کا حکم

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سفر میں سنن مؤکدہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے[4]۔ اور احناف کے نزدیک روانگی اور سفر کی حالت میں نہ پڑھے اور رخصت پر عمل کرے البتہ صبح کی سنتیں پڑھے کیونکہ وہ واجب کے قریب ہیں اور جب حالت قیام میں ہو جیسے چند روز کے لیے کسی جگہ ٹھہرے تو سنن مؤکدات پڑھے[5]۔

کیا ہوائی جہاز سے کم وقت میں بغیر مشقت کے سفر کرنا رخصت قصر کے منافی ہے؟

بعض علماء کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص تین دن کی سفر کی مسافت کو ہوائی جہاز کے ذریعے چند گھنٹوں میں طے کر لیتا ہے تو چونکہ اس سفر میں اس کو مشقت نہیں ہوئی اس لیے وہ شرعاً مسافر نہیں ہے اور وہ پوری نماز پڑھے گا، بنا بریں کوئی عورت زوج اور محرم کے بغیر بذریعہ ہوائی جہاز پاکستان سے سعودی عرب کے لیے روانہ ہوئی تو یہ شرعاً جائز ہے کیونکہ ہوائی جہاز کے ذریعے یہ سفر دو تین گھنٹوں میں طے ہو جاتا ہے اور اس میں کوئی مشقت نہیں ہے اور سفر شرعی کی علت مشقت ہے اور اس کی تائید علامہ ابن ہمام کی ایک عبارت سے ہوتی ہے، جو حسب ذیل ہے:

"سفر شرعی میں تین دن چلنے کا اعتبار ہے اگر کوئی تیز رفتار شخص مثلاً ڈاکیا (یاد رہے کہ علامہ ابن ہمام اپنے زمانہ کے حالات کے اعتبار سے گفتگو کر رہے ہیں) ایک دن میں یہ مسافت طے کر لے تو وہ قصر بھی کرے گا اور افطار بھی کرے گا کیوں کہ اس کے حق میں رخصت کا سبب متحقق ہو گیا اور وہ ہے اونٹ کی رفتار سے یا پیادہ تین دن چلنا اور یہ بہت جگہ مذکور ہے اور یہ اس اشکال کو اور قوی کر دیتا ہے جو ہم نے بیان کیا ہے اور اس اشکال سے چھٹکارے کی یہی صورت ہے کہ یہ کہا جائے کہ جو مسافر تیز رفتاری سے تین دن کی مسافت کو ایک دن میں طے کر لیتا ہے اس کے لیے ایک دن میں قصر کرنا جائز نہیں ورنہ لازم آئیگا کہ اگر کوئی شخص بطور کرامت تین دن کی مسافت ایک منٹ میں طے کرے تو وہ بھی قصر کرے اور یہ بات بعید ہے کیونکہ اس سفر میں مشقت کا گمان نہیں ہے اور تین دن پیدل مسافت کی علت مشقت ہے"[6]۔

علامہ ابن ہمام کی اس عبارت کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی شخص ہوائی جہاز کے ذریعہ ڈیڑھ گھنٹہ میں لاہور سے کراچی پہنچ جاتا ہے یا ساڑھے تین گھنٹہ میں سعودی عرب پہنچ جاتا ہے تو وہ شرعاً مسافر نہیں ہو گا اور اس پر قصر لازم نہیں ہو گی کیونکہ اس سفر میں اس کو کوئی مشقت نہیں ہوئی نہ یہ تین دن کا سفر ہے لیکن یہ نظریہ متعدد وجوہ سے صحیح نہیں ہے
پہلی وجہ یہ ہے کہ آج کل ہوائی جہاز کا سفر عام ہے اور ہوائی جہاز کے ذریعے لوگ دس گھنٹہ میں لندن پہنچ جاتے ہیں۔

---

1 . قاضی ابو الولید محمد بن رشد متوفی ۵۹۵ ھ . بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۲۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت
2 . علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ . شرح المہذب مع الشرح ج ۴ ص ۳۴۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔
3 . علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ ھ المغنی ج ۲ ص ۱۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت الطبعۃ الاولی ۱۴۰۵ ھ
4 . " " " . المغنی ج ۲ ص ۶۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت الطبعۃ الاولی ۱۴۰۵ ھ۔
5 . علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ ھ . رد المحتار ج ۱ ص ۵۳۲، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ ھ۔
6 . علامہ ابن ہمام متوفی ۸۶۱ ھ فتح القدیر ج ۲ ص ۴، ۵، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

اور اس میں کوئی مشقت نہیں ہوتی، آرام دہ سیٹوں پر ایئر کنڈیشنڈ ماحول میں بیٹھ کر سفر ہوتا ہے اور انیس بیس گھنٹے میں ہوائی جہاز کے ذریعے لوگ امریکہ پہنچ جاتے ہیں اور اس سفر میں بھی کوئی مشقت نہیں ہے۔ الغرض ہوائی جہاز کے ذریعے زیادہ سے زیادہ ایک دن (چوبیس گھنٹے) میں انسان جہاں چاہے بغیر مشقت کے پہنچ سکتا ہے۔ اس طرح ہوائی جہاز کے ذریعے شرعی سفر بالکل ختم ہو جائے گا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ شرعی سفر کی بنیاد تین دن پر ہے نہ کہ مشقت پر بلکہ تین دن کی مسافت پر ہے اور بکثرت احادیث میں اس کی تصریح ہے:

عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یحل لامرأۃ یومن باللہ والیوم الآخر تسافر مسیرۃ ثلاث لیال الا ومعہا ذو محرم۔[1]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتی ہو اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ تین راتوں کی مسافت کا سفر بغیر محرم کے کرے۔

فقہاء اسلام نے تین روز کی مسافت کو اونٹ کی رفتار یا پیادہ رفتار پر محمول کیا ہے یعنی آدمی اونٹ پر سوار ہو کر یا اپنی متوسط رفتار کے ساتھ پیدل چل کر کھانے پینے، عبادت اور آرام کے معمول کے ساتھ جتنی مسافت تین دن اور تین رات میں طے کر سکے اس مسافت کا سفر شرعی ہے۔

ملک العلماء علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

انما قدرنا بسیر الابل ومشی الاقدام لانہ الوسط لان ابطأ السیر سیر العجلۃ واسرع السیر سیر الفرس والبرید فکان اوسط انواع السیر سیر الابل ومشی الاقدام وقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیر الامور اوسطہا ولان الاقل والاکثر یتجاذبان فیستقر الامر علی الوسط وعلی ہذا یخرج ما روی عن ابی حنیفۃ فیمن سار فی الماء یوما وذلک فی البر ثلاثۃ ایام انہ یقصر الصلوۃ لانہ لا عبرۃ للاسراع وکذا لو سار فی البر الی موضع فی یوم او یومین وانہ بسیر الابل والمشی المعتاد ثلاثۃ ایام یقصر

ہم نے اونٹ کی رفتار اور پا پیادہ رفتار کا اعتبار اس لیے کیا ہے کہ یہ درمیانی رفتار ہے کیونکہ سب سے سست رفتار بیل گاڑی کی ہے اور سب سے تیز رفتار گھوڑے کی اور ڈاکیے کی ہے اور درمیانی رفتار اونٹ کی اور پیدل کی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بہترین چیز درمیانی ہے نیز کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ میں تعارض ہے اس لیے اوسط کو معیار بنانا پڑے گا اسی اصول پر اس مسئلہ کی تخریج کی گئی ہے کہ امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص پانی میں ایک دن کا سفر کرے اور وہ مسافت خشکی میں تین دن کی مسافت کے برابر ہو تو وہ نماز کو قصر کرے گا کیونکہ تیز رفتاری کا کوئی اعتبار نہیں ہے اسی طرح اگر کوئی شخص خشکی میں کوئی مسافت ایک یا دو دن میں طے کرے اور اونٹ کی رفتار یا پیدل چلنے سے وہ مسافت تین دن میں طے کی جاتی ہو تو وہ نماز کو قصر کرے گا کیونکہ

[1] علامہ ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۳۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۷۵ھ۔

اعتبار السیر المعتاد وعلی ھذا اذا سافر فی الجبال والعقبات انہ یعتبر مسیرۃ ثلاثۃ ایام فیھا لا فی السھل فالحاصل ان التقدیر بمسیرۃ ثلاثۃ ایام او بالمراحل فی السھل والجبل والبر والبحر [1]

اعتبار پیدل چلنے کی معروف رفتار کا ہے اسی طرح اگر کوئی شخص پہاڑوں اور گھاٹیوں میں سفر کرے گا تو پہاڑوں اور گھاٹیوں میں تین دن کا اعتبار ہو گا۔ خلاصہ بحث یہ ہے کہ (سفر شرعی میں) تین دن کی مسافت کا اعتبار ہے یا تین مراحل کا (جس سفر کو مسافر ایک دن میں طے کرے اس کو مرحلہ کہتے ہیں) خواہ یہ سفر میدانی علاقے میں ہو یا پہاڑی علاقے میں، خشکی میں ہو یا سمندر میں۔

علامہ کاسانی کی عبارت سے یہ واضح ہو گیا کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک سفر میں تین دن کی عام اور معروف پیدل مسافت کا معیار ہے اور سمندر میں بھی اسی مسافت کا اعتبار ہو گا اور تیز رفتاری کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ یہ مسافت جمہور فقہاء کے نزدیک اٹھارہ فرسخ ہے اور یہی مفتیٰ بہ ہے جو کہ چوّن میل شرعی ہے اور چوّن میل شرعی اکسٹھ انگریزی میل اور چھ سو چالیس گز کے برابر ہیں اور یہ اٹھانوے اعشاریہ سات تین چار کلومیٹر کے برابر ہیں اور مفتیٰ بہ قول کے مطابق اکسٹھ میل کی مسافت کو عبور کرنے کے بعد قصر کے احکام لازم ہو جائیں گے خواہ یہ مسافت ٹرین سے عبور کی جائے، بحری جہاز سے یا ہوائی جہاز سے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ ہر چند کہ علامہ ابن ہمام نے یہ کہا ہے کہ اگر تین دن کی مسافت ڈاک یا ایک دن میں طے کر لے تو اس پر قصر نہیں ہونی چاہیے ورنہ لازم آئے گا کہ اگر صاحب کرامت ایک منٹ میں یہ مسافت طے کر لے تو اس پر قصر ہو حالانکہ اس کے سفر میں کوئی مشقت نہیں ہے اور قصر کی علت مشقت ہے تاہم جمہور فقہاء کی رائے علامہ ابن ہمام کے خلاف ہے ابھی ہم نے بدائع الصنائع کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر یہ مسافت پانی کے سفر میں ایک دن میں طے ہو جائے تو پھر بھی قصر ہے کیونکہ تیز رفتاری کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور خود علامہ کاسانی نے تصریح کی ہے کہ تین دن کی مسافت کا سفر کوئی شخص ایک دن یا دو دن میں طے کر لے پھر بھی اس پر قصر لازم ہے کیونکہ معیار متوسط پیدل رفتار سے تین دن کی مسافت ہے نہ کہ وقت کا۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

علامہ ذیلعی لکھتے ہیں:

قال اصحابنا اقل مسافۃ تتغیر فیھا الاحکام مسیرۃ ثلاثۃ ایام بسیر متوسط وھو سیر الابل ومشی الاقدام فی اقصر ایام السنۃ الی قولہ وذکر فی العیون عن ابی حنیفۃ انہ یعتبر مسیرۃ ثلاثۃ ایام فی البر وان

ہمارے فقہائے احناف کہتے ہیں وہ کم سے کم مسافت جس پر سفر کے احکام مرتب ہوتے ہیں متوسط پیدل رفتار سے سال کے سب سے چھوٹے دنوں میں سے تین دن چلنا ہے اور عیون میں امام ابوحنیفہ سے روایت ہے کہ خشکی میں تین دن کی مسافت معیار ہے خواہ وہ اس مسافت کو تیز رفتاری سے دو دن یا اس سے کم وقت میں طے

[1] علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۱ ص ۹۴ مطبوعہ ایچ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی ۱۴۰۰ھ۔

اسرع فی السیر وسار فی یومین او اقل [1]

کرے ۔

علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں:

وفی السراج الوھاج اذا کانت المسافۃ ثلاثۃ ایام بسیر المعتاد فسار الیھا علی البرید سیرا مسرعا او علی الفرس جریا حثیثا فوصل فی یومین قصر [2]

سراج وہاج میں ہے جب مسافت معروف رفتار کے ساتھ تین دن سے اگر کوئی ڈاکیہ تیز رفتاری سے یا کوئی شخص گھوڑے کو مہمیز لگا کر دو دن میں یہ مسافت تیز رفتاری سے طے کرے تو قصر کرے گا ۔

علامہ علائی لکھتے ہیں:

حتی لو اسرع فوصل فی یومین قصر [3]

حتیٰ کہ اگر مسافر تیز رفتاری سے دو دن میں پہنچ جائے تو قصر کرے ۔

علامہ شامی اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وظاھرہ انہ کذلک لو وصل الیہ فی زمن یسیر بکرامۃ لکن استبعدہ فی الفتح بانتفاء مظنۃ المشقۃ وھی العلۃ فی القصر [4]

علامہ علائی نے جو یہ لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ اس مسافت کو کرامت کے ذریعے بہت کم وقت طے کرے تب بھی قصر کرے گا اور یہ ایسا ہی ہے لیکن علامہ ابن ہمام نے اس کو بعید از قیاس قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ اس میں مشقت کی نفی کا گمان ہے اور یہی قصر کی علت ہے ۔

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں:

فلو اسرع بریدہ فقطع ما یقطع بالسیر الوسط فی ثلاثۃ ایام فی اقل منھا قصر وکما اذا سار فیھا سیرا خارقا للعادۃ وصرح فی التبیین انہ یکفی فی تقدیر المسافۃ بالمدۃ المذکورۃ بغلبۃ ولا یشترط الیقین [5]

اگر ڈاکیہ تیز رفتاری سے اس مسافت کو اس سے کم وقت میں طے کر لے جو معروف رفتار سے تین دن میں طے کی جاتی ہے ۔ تو وہ قصر کرے اسی طرح اگر کوئی شخص کرامت سے اس مسافت کو کم وقت میں طے کر لے تو وہ بھی قصر کریگا اور تبیین الحقائق میں تصریح ہے کہ اس مدت کا اندازہ کرنے کے لیے غلبہ ظن کافی ہے یقین کی ضرورت نہیں ۔

عالمگیری میں ہے :

WWW.NAFSEISLAM.COM

---

۱ ۔ علامہ عثمان بن علی زیلعی متوفی ۷۴۳ھ ، تبیین الحقائق ج ۱ ص ۲۰۹ ، ۲۱۰ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۔

۲ ۔ علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ ، البحر الرائق ج ۲ ص ۱۴۰ ، مطبوعہ مطبع علمیہ ، قاہرہ مصر ۱۳۱۱ھ ۔

۳ ۔ علامہ محمد علاؤ الدین متوفی ۱۰۸۸ھ ، درمختار علی ہامش الرد ، ج ۱ ص ۵۳۵ ، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۸ھ ،

۴ ۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ ۔ رد المحتار ج ۱ ص ۵۳۵　〃　〃　〃

۵ ۔ علامہ سید احمد طحطاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ ۔ حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۳۰ مطبوعہ المصطفیٰ البابی مصر ۱۳۵۶ھ

ولو کانت المسافۃ ثلاثا بالسیر المعتاد فسار الیھا بالفرس جریا حثیثا فوصل فی یومین او اقل قصر کذا فی الجوہرۃ النیرۃ [1]

اگر معروف رفتار سے مسافت تین دن ہو اور کوئی شخص تیز رفتار گھوڑے سے دو دن یا اس سے کم میں اس جگہ پہنچ جائے تو وہ قصر کرے گا۔ جوہرۃ النیرۃ میں بھی اسی طرح ہے۔

مذکورۃ الصدر حوالوں سے واضح ہو گیا کہ امام ابوحنیفہ متوفی ۱۵۰ھ۔ علامہ کاسانی متوفی ۵۸۷ھ علامہ زیلعی متوفی ۷۴۳ھ علامہ ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ علامہ علائی متوفی ۱۰۸۸ھ علامہ حداد متوفی ۸۰۰ھ علامہ طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ علامہ شامی متوفی ۱۲۵۲ھ ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، ان تمام فقہاء اسلام کے نزدیک سفر شرعی میں متوسط پیدل رفتار سے تین دن کی مسافت معتبر ہے۔ اور تیز رفتاری کا اعتبار نہیں ہے اور اگر کوئی شخص تیز رفتاری سے اس مسافت کو ایک دن یا اس سے بھی کم وقت میں طے کرلے تو وہ قصر کرے گا۔ علیٰ ہذا القیاس صاحب کرامت بھی اگر اس مسافت کو ایک منٹ میں طے کرلے تو وہ بھی قصر کرے گا اس مسئلہ میں صرف علامہ ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ کی رائے تمام فقہاء سے منفرد ہے اور ظاہر ہے کہ جمہور کے مقابلے میں ان کی رائے کا کوئی وزن نہیں ہے۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ علامہ ابن ہمام کا استدلال اس نظریہ پر مبنی ہے کہ قصر کی علت مشقت ہے اور اگر صاحب کرامت ایک منٹ میں یہ مسافت طے کرلے تو اس صورت میں اس کو کوئی مشقت نہیں ہوتی لہٰذا اس صورت میں قصر بھی نہیں ہونی چاہیے لیکن علامہ ابن ہمام کا یہ نظریہ درست نہیں ہے قصر کی علت مشقت نہیں بلکہ سفر ہے۔ صاحب ہدایہ اور فقہاء احناف نے قصر پر استدلال اس حدیث سے کیا ہے: یمسح المقیم کمال یوم ولیلۃ والمسافر ثلاثۃ ایام ولیالیھا۔۔۔ [2] اس حدیث میں تین دن مسح کرنے کی رخصت کا حکم مسافر پر لگایا گیا ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جب مشتق پر کوئی حکم لگایا جائے تو اس کا ماخذ اشتقاق اس حکم کی علت ہوتا ہے اور مسافر کا ماخذ اشتقاق سفر ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ مسافر کے لیے تین دن مسح کی رخصت کی علت سفر ہے۔ ہمارے اس بیان کی تائید علامہ عینی متوفی ۸۵۵ھ کی اس عبارت سے ہوتی ہے:

ان قولہ المسافر یقتضی ان السفر ھو العلۃ للقصر فکلما تحقق السفر تحقق المسح ثلاثۃ ایام ولیالیھن لقولہ تعالی الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ [3]

حدیث میں مسافر کا لفظ یہ تقاضا کرتا ہے کہ سفر ہی قصر کی علت ہے، پس جب بھی سفر متحقق ہو گا تین دن کی رخصت متحقق ہو گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول الزانیۃ والزانی میں زنا حد کی علت ہے۔

پانچویں وجہ یہ ہے کہ اگر بالفرض قصر کی علت مشقت بھی مان لی جائے تب بھی علامہ ابن ہمام کی یہ رائے صحیح نہیں ہے۔ چونکہ صاحب کرامت کو ایک منٹ میں یہ مسافت طے کرنے میں کوئی مشقت نہیں ہوئی اس لیے اس پر قصر نہیں ہے اس لیے

---

[1] ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ عالمگیری ج ۱ ص ۱۲۹ مطبوعہ مطبع امیریہ کبری بولاق مصر ۱۳۲۰ھ۔

[2] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج القشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۳۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولی ۱۳۷۵ھ

[3] علامہ بدرالدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، البنایہ ج ۱ ص ۹۵۷۔ مطبوعہ مطبع عالی لکھنؤ منشی نولکشور۔

کہ جس طرح قواعد شرعیہ کلی ہوتے ہیں اور بعض جزئیات کا خروج ان کے حکم کلی کے منافی نہیں ہوتا اسی طرح بعض جزئیات کا خروج علت کے حکم کلی کے منافی نہیں ہوتا مثلاً خمر (انگور کی شراب) کا حرام ہونا اتفاقی ہے، اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ حرمت خمر کی علت اس کا (نشہ آور) ہونا ہے۔ اب اگر کسی عادی شرابی کو خمر کے پینے سے نشہ نہ ہو یا ایک گھونٹ خمر پینے سے کسی کو نشہ نہ ہو تو اس سے علت اسکار کے حکم کلی ہونے میں کوئی فرق واقع نہیں ہوگا اور باوجود اس کے کہ اس خمر پینے والے کو نشہ نہیں ہوا حد لگادی جائے گی۔ بالکل اسی طرح اگر کسی صاحب کرامت نے بغیر مشقت کے تین دن کی مسافت ایک منٹ میں طے کرلی تو اس پر بھی قصر کے احکام لازم ہوں گے اور اس مخصوص صورت میں مشقت کے نہ پائے جانے سے مشقت کے علت ہونے میں کوئی فرق واقع نہیں ہوگا اور وہ بدستور قصر کی علت رہے گی۔ بعض اوقات سبب کو مسبب کے قائم مقام تصور کرلیا جاتا ہے۔ خواہ بعض صورتوں میں سبب کے پائے جانے کے باوجود مسبب نہ پایا جاتا ہو۔ زیر بحث مسئلہ میں سفر مشقت کے قائم مقام ہے اور اکثر صورتوں میں تمام تر آسائشوں کے باوجود سفر مشقت کا باعث ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود اگر کسی خاص موقع یا مواقع پر سفر باعث مشقت نہ بھی ہو تو اس صورت میں شریعت کا یہ بنیادی اصول مؤثر رہے گا کیوں کہ شرعی قواعد بالعموم کلی نہیں اکثری ہوتے ہیں مثلاً قاعدہ کلیہ ہے کہ وضوء کے چار فرائض ہیں لیکن جس کے دونوں پیر کٹے ہوئے ہیں اس کے حق میں وضوء کے تین فرض ہیں۔ مثلاً قاعدہ ہے کہ دن رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں لیکن بلغاریہ میں جہاں عشاء کا وقت آنے سے پہلے فجر ہو جاتی ہے، چار نمازیں فرض ہیں۔ اسلام کے پانچ ارکان ہیں لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد جب تمام مسلمان مالدار ہو جائیں گے اور کوئی زکوٰۃ لینے والا نہیں ہوگا تو اس وقت کسی پر ادائیگی زکوٰۃ فرض نہیں رہے گی۔ الغرض جس طرح بعض شرعی قواعد حقیقت میں اکثری ہوتے ہیں لیکن عرفاً ان کو قاعدہ کلیہ ہی قرار دیا جاتا ہے۔ بنابریں اگر سفر کی علت مشقت ہی قرار دی جائے پھر بھی یہ لازم نہیں آئے گا کہ اگر کسی خاص صورت میں مشقت نہ ہو تو قصر بھی نہ ہو بہرحال اوّل تو علامہ ابن ہمام کا قصر کو مشقت پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے۔ کیوں کہ قصر کی علت سفر ہے۔ اور اگر بالفرض صحیح بھی ہو تو اس سے یہ لازم نہیں ہے کہ جہاں مشقت نہ ہو وہاں قصر بھی نہ ہو لہٰذا جو مسلمان ہوائی جہاز سے اس مسافت کو عبور کریں ان پر قصر لازم ہے اور عورت بغیر محرم کے اس مسافت کو شرعاً عبور نہیں کر سکتی اس لیے بغیر زوج یا محرم کے اس کا حج پر جانا جائز نہیں ہے۔

چھٹی وجہ یہ ہے کہ:

یہ تمام بحث اس صورت میں ہے کہ عورت کے حج پر جانے کے مسئلے کو ان احادیث کی روشنی میں لیا جائے جن میں عورت کو بغیر زوج یا محرم کے تین دن کے سفر سے منع کیا گیا ہے لیکن اس مسئلہ میں بعض صریح احادیث ایسی بھی ہیں جن میں زوج یا محرم کے بغیر عورت کو براہ راست حج کرنے سے آپ نے منع فرمایا ہے پھر اس بحث کی ضرورت ہی نہیں رہتی کہ

......

ہوائی جہاز کے سفر میں چونکہ مشقت نہیں ہوتی اس لیے عورت بغیر زوج یا محرم کے حج پر جا سکتی ہے اور صاحب ہدایہ اور دیگر فقہاء احناف نے جہاں عورت کو زوج یا محرم کے بغیر حج کرنے سے منع کیا ہے وہاں یہی حدیث پیش کی ہے:

عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تحجن امرأة الا ومعها ذو محرم[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت بغیر محرم کے ہرگز حج نہ کرے۔

سنن دار قطنی میں یہ حدیث حضرت ابن عمر اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔

بَابُ ۲۳۵ الصَّلٰوةِ فِي الرِّحَالِ فِي الْمَطَرِ

بارش میں قیام گاہوں کے اندر نماز پڑھنے کا جواز

۱۴۹۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَذَّنَ بِالصَّلٰوةِ فِي لَيْلَةٍ ذَاتِ بَرْدٍ وَرِيْحٍ فَقَالَ اَلَا صَلُّوْا فِي الرِّحَالِ ثُمَّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْمُرُ الْمُؤَذِّنَ اِذَا كَانَتْ لَيْلَةٌ بَارِدَةٌ ذَاتُ مَطَرٍ يَقُوْلُ اَلَا صَلُّوْا فِي الرِّحَالِ۔

نافع بیان کرتے ہیں کہ ایک سرد رات کو جب ہوا چل رہی تھی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اذان دے کر فرمایا "سنو! قیام گاہوں میں نماز پڑھ لو" پھر کہا جب رات کو سردی اور بارش ہوتی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مؤذن کو یہ کہنے کا حکم دیتے۔ سنو! قیام گاہوں میں نماز پڑھ لو!

۱۴۹۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ نَادٰى بِالصَّلٰوةِ فِي لَيْلَةٍ ذَاتِ بَرْدٍ وَرِيْحٍ وَمَطَرٍ فَقَالَ فِي اٰخِرِ نِدَائِهٖ اَلَا صَلُّوْا فِي رِحَالِكُمْ اَلَا صَلُّوْا فِي الرِّحَالِ ثُمَّ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاْمُرُ الْمُؤَذِّنَ اِذَا كَانَتْ لَيْلَةٌ بَارِدَةٌ اَوْ ذَاتُ مَطَرٍ فِي السَّفَرِ اَنْ يَقُوْلَ اَلَا صَلُّوْا فِي رِحَالِكُمْ۔

نافع بیان کرتے ہیں ایک رات سردی اور آندھی تھی اور بارش ہو رہی تھی۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اذان دی اور آخر میں کہا سنو! اپنی قیام گاہوں میں نماز پڑھ لو۔ سنو! قیام گاہوں میں نماز پڑھ لو۔ پھر کہا جب سفر میں رات کو سردی یا بارش ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مؤذن کو یہ کہنے کا حکم دیتے سنو! اپنی قیام گاہوں میں نماز پڑھ لو۔

۱۴۹۹ - وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ضجنان میں اذان دے کر فرمایا: اپنی اپنی قیام گاہوں

[1] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دار قطنی مطبوعہ نشر السنہ ملتان۔

اَنَّہٗ نَادٰی بِالصَّلٰوۃِ بِضَجْنَانَ ثُمَّ ذَکَرَ بِمِثْلِہٖ وَ قَالَ اَلَا صَلُّوْا فِیْ رِحَالِکُمْ وَلَمْ یُعِدْ ثَانِیَۃً اَلَا صَلُّوْا فِی الرِّحَالِ مِنْ قَوْلِ ابْنِ عُمَرَ۔

میں نماز پڑھ لو۔

۱۵۰۰- حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ اَنَا اَبُوْ خَیْثَمَۃَ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ ح وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ یُوْنُسَ قَالَ نَا زُھَیْرٌ قَالَ نَا اَبُو الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ فَمُطِرْنَا فَقَالَ لِیُصَلِّ مَنْ شَآءَ مِنْکُمْ فِیْ رَحْلِہٖ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے جب بارش ہونے لگی تو آپ نے فرمایا تم میں سے جس کا دل چاہے اپنی قیام گاہ میں نماز پڑھ لے۔

۱۵۰۱- حَدَّثَنِیْ عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِیُّ قَالَ نَا اِسْمٰعِیْلُ عَنْ عَبْدِ الْحَمِیْدِ صَاحِبِ الزَّیَادِیِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ اَنَّہٗ قَالَ لِمُؤَذِّنِہٖ فِیْ یَوْمٍ مَطِیْرٍ اِذَا قُلْتَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ فَلَا تَقُلْ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ قُلْ صَلُّوْا فِیْ بُیُوْتِکُمْ قَالَ فَکَاَنَّ النَّاسَ اسْتَنْکَرُوْا ذٰلِکَ فَقَالَ اَتَعْجَبُوْنَ مِنْ ذَا قَدْ فَعَلَ ذَا مَنْ ھُوَ خَیْرٌ مِّنِّیْ اِنَّ الْجُمُعَۃَ عَزْمَۃٌ وَاِنِّیْ کَرِھْتُ اَنْ اُحْرِجَکُمْ فَتَمْشُوْا فِی الطِّیْنِ وَالدَّحْضِ۔

عبداللہ بن حارث بیان کرتے ہیں کہ بارش والے دن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے موذن سے فرمایا جب تم اشھد ان لا الہ الا اللہ۔ اشھد ان محمدا رسول اللہ کہہ چکو تو حی علی الصلوٰۃ کی جگہ صلوا فی بیوتکم (اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو) کہنا۔ لوگوں کو یہ نئی بات معلوم ہوئی تو آپ نے فرمایا تم اس پر تعجب کرتے ہو! یہ کلمات انھوں نے کہے ہیں جو مجھ سے بہتر تھے ہر چند کہ جماعت سے نماز پڑھنا سنت موکدہ ہے لیکن میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ تم کیچڑ اور پھسلن میں چل کر جاؤ۔

۱۵۰۲- وَحَدَّثَنِیْہِ اَبُوْ کَامِلٍ الْجَحْدَرِیُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ یَعْنِی ابْنَ زَیْدٍ عَنْ عَبْدِ الْحَمِیْدِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ الْحَارِثِ قَالَ خَطَبَنَا عَبْدُ اللّٰہِ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا فِیْ یَوْمٍ ذِیْ رَدْغٍ وَسَاقَ الْحَدِیْثَ بِمَعْنٰی حَدِیْثِ ابْنِ عُلَیَّۃَ وَلَمْ یَذْکُرِ الْجُمُعَۃَ وَقَالَ قَدْ فَعَلَہٗ مَنْ ھُوَ خَیْرٌ مِّنِّیْ یَعْنِی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَبُوْ کَامِلٍ نَا حَمَّادٌ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الْحَارِثِ بِنَحْوِہٖ۔

عبداللہ بن حارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کیچڑ اور پانی والے دن میں تقریر کی اس حدیث میں جماعت کا ذکر نہیں ہے جیسا کہ ابن علیہ کی روایت میں ہے اور یہ ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ مجھ سے بہتر یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کام کیا ہے۔

۱۵۰۳- وَحَدَّثَنِیْ اَبُو الرَّبِیْعِ الْعَتَکِیُّ ھُوَ الزَّھْرَانِیُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ یَعْنِی ابْنَ زَیْدٍ قَالَ نَا اَیُّوْبُ وَعَاصِمٌ الْاَحْوَلُ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ وَلَمْ یَذْکُرْ

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔ اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہیں کیا۔

فِي حَدِيثِهِ يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

۱۵۰۴ - وَحَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ أَنَا ابْنُ شُمَيْلٍ قَالَ أَنَا شُعْبَةُ قَالَ نَا عَبْدُ الْحَمِيدِ صَاحِبُ الزِّيَادِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ الْحَارِثِ قَالَ أَذَّنَ مُؤَذِّنُ ابْنِ عَبَّاسٍ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِي يَوْمٍ مَطِيرٍ فَذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ عُلَيَّةَ - قَالَ وَكَرِهْتُ أَنْ تَمْشُوا فِي الدَّحْضِ وَالزَّلَلِ.

عبداللہ بن حارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مؤذن نے جمعہ کے دن جب بارش ہو رہی تھی اذان دی اور حضرت ابن عباس نے کہا میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ تم کیچڑ اور پانی میں چلو

۱۵۰۵ - وَحَدَّثَنَاهُ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ نَا سَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ كِلَاهُمَا عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَمَرَ مُؤَذِّنَهُ فِي حَدِيثِ مَعْمَرٍ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ فِي يَوْمٍ مَطِيرٍ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ وَذَكَرَ فِي حَدِيثِ مَعْمَرٍ فَعَلَهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

عبداللہ بن عباس سے کچھ لفظی تغیر کے ساتھ حسب سابق روایت منقول ہے۔

۱۵۰۶ - وَحَدَّثَنَاهُ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ أَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِسْحٰقَ الْحَضْرَمِيُّ قَالَ نَا وُهَيْبٌ قَالَ نَا أَيُّوبُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ وُهَيْبٌ لَمْ يَسْمَعْهُ مِنْهُ قَالَ أَمَرَ ابْنُ عَبَّاسٍ مُؤَذِّنَهُ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ فِي يَوْمٍ مَطِيرٍ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمْ.

عبداللہ بن حارث بیان کرتے ہیں، حضرت ابن عباس نے جمعہ کے دن بارش میں اپنے مؤذن کو حکم دیا باقی حدیث حسب سابق ہے۔

رحل کا معنی اس باب کی احادیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش کے وقت اذان کے بعد مؤذن کو حکم دیا: "الا صلوا فی الرحال" (سنو! نماز گھروں میں پڑھو) کہے اس لیے ہم رحل کے معنی کی تحقیق بیان کرتے ہیں۔ علامہ ابن منظور فرماتے ہیں:

الرحل مرکب للبعیر و الناقۃ وجمعہ ارحل و رحال والرحل فی غیر ھذا منزل الرجل و مسکنہ و بیتہ و فی الحدیث اذا ابتلت النعال فالصلوۃ فی الرحال وقال ابن الاثیر فالصلوۃ فی الرحال یعنی الدور والمساکن

رَحل: اونٹ اور اونٹنی کے پالان کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع آرحل اور رحال آتی ہے۔ انسان کی قیام گاہ اور گھر کو بھی رحل کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے جب تمہاری جوتیاں بھیگ جائیں تو رحال میں نماز پڑھو! ابن اثیر نے کہا اس حدیث میں رحال گھر، مسکن اور قیام گاہ

والمنازل [1] کے معنی میں ہے۔

جماعت اور جمعہ سے رخصت

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بارش کے عذر کی بناء پر جماعت کو ترک کرنا جائز ہے اور شدید بارش کی وجہ سے جمعہ کو ترک کرنا بھی جائز ہے، علامہ بدر الدین عینی حنفی[2] اور علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی[3] نے کہا ہے کہ بارش کے عذر کی بناء پر جماعت کو ترک کرنا جائز ہے اور عام حالات میں جماعت سنت مؤکدہ ہے۔ علامہ وشتانی مالکی کہتے ہیں کہ شدید بارش کی بناء پر امام احمد کے نزدیک جمعہ کو ترک کرنا جائز ہے اور امام مالک کے دو قول ہیں ایک میں جواز اور دوسرے میں عدم جواز کا قول ہے [4]۔

الاصلوا فی الرحال

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ بارش کے وقت: الاصلوا فی الرحال کے کلمات حی علی الصلوٰۃ کی جگہ پڑھنے چاہئیں اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے قول سے پتا چلتا ہے کہ اذان کے بعد پڑھنے چاہئیں۔ علامہ عینی حنفی اور علامہ نووی شافعی کہتے ہیں کہ یہ دونوں امر جائز ہیں لیکن افضل یہ ہے کہ اذان کے بعد یہ کلمات کہے جائیں۔ علامہ وشتانی مالکی کے کلام سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے [5]۔

اذان کے درمیان کلام کا حکم

علامہ وشتانی مالکی کہتے ہیں کہ ان احادیث کے پیش نظر امام احمد بن حنبل نے اثناء اذان میں کلام کو (بلا کراہت) جائز قرار دیا ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک اذان کے درمیان کلام کرنا مکروہ ہے[6]۔ علامہ نووی شافعی نے اس مسئلہ پر مفصل گفتگو کی ہے لکھتے ہیں: ہمارے اصحاب کہتے ہیں کہ اذان کے کلمات اگر پے بہ پے کہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر اذان کے درمیان مؤذن تھوڑی دیر خاموش رہا تو اذان باطل نہیں ہو گی اور وہ خاموشی کے وقفہ کے بعد باقی اذان کہے گا اگر اذان کے درمیان مؤذن نے کلام کیا تو یہ بالاتفاق مکروہ ہے اگر اذان کے درمیان کوئی شخص اس کو سلام کرے یا اس کو چھینک آئے تو جواب نہ دے اور اگر جواب دیا تو ہر چند کہ یہ مکروہ نہیں ہے مگر خلاف اولیٰ ہے اگر اذان کے درمیان اس نے کسی نابینا شخص کو کنوئیں کے پاس گرنے کے قریب دیکھا یا دیکھا کہ سانپ، کسی غافل شخص کی طرف دوڑ رہا ہے تو اس پر ان کو خبردار کرنا واجب ہے اور بعد میں باقی اذان کہے گا اور جب کسی مصلحت کی وجہ سے اذان کے درمیان معمولی کلام کیا تو اذان باطل نہیں ہو گی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اثناء خطبہ میں کلام کیا ہے لہٰذا ضرورت کے وقت اذان میں کلام بطریق اولیٰ جائز ہو گا اور اگر اذان کے درمیان طویل کلام کیا یا طویل سکوت کیا یا سو گیا یا اس پر جنون یا بے ہوشی طاری ہو گئی تو اذان دہرانے

WWW.NAFSEISLAM.COM

---

[1] علامہ ابن منظور مصری متوفی ۷۱۱ھ لسان العرب ج ۱۱ ص ۲۶۵-۲۶۴ ملخصاً مطبوعہ نشر ادب الحوذۃ قم ایران، ۱۴۰۵ھ

[2] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۲۸ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر۔

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ۔ شرح مسلم ج ۱ ص ۲۴۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ

[4] علامہ ابو عبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۵۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

[5] علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۵ ص ۱۲۸، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر۔

[6] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ۔ شرح مسلم ج ۱ ص ۲۴۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ

[7] علامہ ابو عبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ۔ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۵۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[8] ″ ″ ″ ″

یا نہ دہرانے کے بارے میں فقہاء شافعیہ کے دو قول ہیں۔ علامہ رافعی نے کہا جب وقفہ طویل ہو تو ہر حال اذان دہرانا افضل ہے امام شافعی نے کتاب الام میں فرمایا جو چیزیں اذان میں مکروہ ہیں اقامت میں بھی مکروہ ہیں اور طویل وقفہ میں اذان کا دہرانا افضل ہے واجب نہیں ہے۔ [1]

بَابُ ٢٣٦ جَوَازِ صَلٰوةِ النَّافِلَةِ عَلَى الدَّآبَّةِ فِي السَّفَرِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ

سفر میں سواری پر نماز پڑھنے کا جواز

١٥٠٧ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِي قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي سُبْحَتَهٗ حَيْثُ مَا تَوَجَّهَتْ بِهٖ نَاقَتُهٗ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر نفل نماز پڑھا کرتے تھے خواہ اونٹنی کا منہ کسی طرف ہوتا۔

١٥٠٨ - وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ اَبُوْ خَالِدِ الْاَحْمَرُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنْ نَّافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي عَلٰى رَاحِلَتِهٖ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهٖ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر نماز پڑھا کرتے تھے خواہ اونٹنی کا منہ کسی طرف ہوتا۔

١٥٠٩ - وَحَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيْرِيُّ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ اَبِيْ سُلَيْمَانَ قَالَ نَا سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَهُوَ مُقْبِلٌ مِّنْ مَّكَّةَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ حَيْثُ كَانَ وَجْهُهٗ قَالَ وَفِيْهِ نَزَلَتْ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سواری پر نماز پڑھی خواہ اس کا منہ کسی طرف ہو، درآں حالیکہ آپ مکہ سے مدینہ کی طرف جا رہے تھے۔ اسی موقع پر یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ) "تم جس طرف منہ کرو گے اللہ ہی کی ذات ہے۔"

١٥١٠ - وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا ابْنُ الْمُبَارَكِ وَابْنُ اَبِيْ زَائِدَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ كُلُّهُمْ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَفِيْ حَدِيْثِ ابْنِ مُبَارَكٍ وَابْنِ اَبِيْ زَائِدَةَ ثُمَّ تَلَا ابْنُ عُمَرَ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ وَقَالَ فِيْ هٰذَا نَزَلَتْ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

١٥١١ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

[1] علامہ یحیٰی بن شرف نووی شافعی متوفی ٦٧٦ھ، شرح المہذب مع الشرح ج ۳، ص ۱۱۵۔ ۱۱۳ ملخصاً مطبوعہ دار الفکر بیروت

مَالِكٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلَى حِمَارٍ وَهُوَ مُوَجِّهٌ إِلَى خَيْبَرَ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دراز گوش پر نماز پڑھ رہے تھے دراں حالیکہ آپ کا منہ خیبر کی طرف تھا۔

۱۵۱۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهُ قَالَ كُنْتُ أَسِيرُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا بِطَرِيقِ مَكَّةَ قَالَ سَعِيدٌ فَلَمَّا خَشِيتُ الصُّبْحَ نَزَلْتُ فَأَوْتَرْتُ ثُمَّ أَدْرَكْتُهُ فَقَالَ لِي ابْنُ عُمَرَ أَيْنَ كُنْتَ فَقُلْتُ لَهُ خَشِيتُ الْفَجْرَ فَنَزَلْتُ فَأَوْتَرْتُ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ أَلَيْسَ لَكَ فِي رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسْوَةٌ فَقُلْتُ بَلَى وَاللّٰهِ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوتِرُ عَلَى الْبَعِيرِ۔

سعید بن یسار بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مکہ مکرمہ کے راستہ پہ جا رہا تھا جب فجر طلوع ہونے کا خدشہ ہوا تو میں نے سواری سے اتر کر وتر پڑھے اور پھر ان سے جا ملا۔ حضرت ابن عمر نے مجھ سے پوچھا: کہاں گئے تھے؟ میں نے کہا طلوع فجر کے خوف سے وتر پڑھے ہیں، حضرت ابن عمر نے کہا کیا تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نمونہ نہیں ہے؟! میں نے کہا بخدا کیوں نہیں؟ تب حضرت عمر نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ پر وتر کی نماز پڑھا کرتے تھے۔

۱۵۱۳۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ حَيْثُمَا تَوَجَّهَتْ بِهِ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِينَارٍ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پہ نماز پڑھتے تھے خواہ اس کا منہ کسی طرف ہو، عبداللہ بن دینار کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

۱۵۱۴۔ وَحَدَّثَنِي عِيسَى بْنُ حَمَّادٍ الْمِصْرِيُّ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوتِرُ عَلَى رَاحِلَتِهِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر وتر پڑھا کرتے تھے

۱۵۱۵۔ وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَبِّحُ عَلَى الرَّاحِلَةِ قِبَلَ أَيِّ وَجْهٍ تَوَجَّهَ وَيُوتِرُ عَلَيْهَا غَيْرَ أَنَّهُ لَا يُصَلِّي عَلَيْهَا الْمَكْتُوبَةَ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر نفل پڑھا کرتے تھے خواہ اس کا منہ کسی طرف ہو، اسی سواری پر وتر پڑھتے تھے مگر فرض نماز اس پر نہیں پڑھتے تھے۔

۱۵۱۶- وَحَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ وَحَرْمَلَةُ قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ أَبَاهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي السُّبْحَةَ بِاللَّيْلِ فِي السَّفَرِ عَلَى ظَهْرِ رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ۔

حضرت عامر بن ربیعہ بیان کرتے ہیں میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں رات کو اپنی سواری پر نفل پڑھا کرتے تھے خواہ سواری کا منہ کسی طرف ہو۔

۱۵۱۷- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ نَا هَمَّامٌ قَالَ نَا أَنَسُ بْنُ سِيرِينَ قَالَ تَلَقَّيْنَا أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حِينَ قَدِمَ الشَّامَ فَتَلَقَّيْنَاهُ بِعَيْنِ التَّمْرِ فَرَأَيْتُهُ يُصَلِّي عَلَى حِمَارٍ وَوَجْهُهُ ذَلِكَ الْجَانِبَ وَأَوْمَى هَمَّامٌ عَنْ يَسَارِ الْقِبْلَةِ فَقُلْتُ لَهُ رَأَيْتُكَ تُصَلِّي لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ قَالَ لَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ لَمْ أَفْعَلْهُ۔

انس بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ جب شام سے آئے تو عین التمر کے مقام پر ہم نے ان سے ملاقات کی، میں نے دیکھا کہ وہ دراز گوش پر نماز پڑھ رہے تھے اور اس کا منہ اس جانب تھا، (ہمام کہتے ہیں کہ اس کا منہ قبلہ کی بائیں جانب تھا) میں نے ان سے کہا کہ آپ قبلہ کو چھوڑ کے دوسری جانب منہ کر کے نماز پڑھ رہے تھے انھوں نے کہا اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو کبھی نہ کرتا۔

سواری پر نوافل کے جواز میں مذاہب

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں کہ ان احادیث کی وجہ سے سواری پر نفل پڑھنا جائز ہیں البتہ فرائض بغیر عذر صحیح کے سواری پر پڑھنا جائز نہیں ہیں [۱]۔ علامہ وشتانی لکھتے ہیں کہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک سفر شرعی میں سواری پر نفل پڑھنا جائز ہے خواہ سواری کا منہ کسی طرف ہو البتہ ابتداء میں سواری کا منہ قبلہ کی طرف ہو تو مستحسن ہے [۲] اور امام محمد فرماتے ہیں:

قلت ارءيت المسافر اذا اراد ان يصلي تطوعا وهو على دابته يسير كيف يصنع؟ قال يصلي على دابته حيث توجهت به تطوعا يومي ايماء ويجعل السجود اخفض من الركوع قلت فعلى اى الدواب كان اجزاه قال نعم۔

میں نے امام ابوحنیفہ سے پوچھا مجھے بتلائیے کہ جب اثنائے سفر میں مسافر چلتی ہوئی سواری پر نفل پڑھنے کا ارادہ کرے تو کیا وہ پڑھ سکتا ہے؟ امام نے فرمایا وہ اپنی سواری پر اشاروں سے نفل پڑھے اور سجدہ میں رکوع کی بہ نسبت زیادہ جھکے خواہ سواری کا منہ کسی طرف ہو۔ میں نے پوچھا خواہ کسی قسم کی سواری ہو وہ نفل پڑھ سکتا ہے! فرمایا ہاں۔

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ ائمہ اربعہ کے نزدیک ہر قسم کی سواری پر نفل پڑھنا جائز ہیں۔

---

[۱]۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۲۴۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

[۲]۔ علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ۔ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۵۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔

[۳]۔ امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ المبسوط ج ۱ ص ۲۹۵ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولیٰ۔

بحری جہاز پر نماز

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بحری جہاز میں فرض نماز باوجود قیام پر قدرت کے بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے اور امام ابو یوسف اور محمد کے نزدیک جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر قادر ہے تو بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اور قبلہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے اگر بعد میں جہاز قبلہ سے رخ بدلے تو وہ بھی اپنا رخ بدل لے۔ بحری جہاز پر نماز کے جواز میں حسب ذیل احادیث ہیں۔

عن یونس عن ابن سیرین قال خرجت مع انس الی بنی سیرین فی سفینۃ عظیمۃ قال فامنا فصلی بنا فیها جلوسا رکعتین ثم صلی بنا رکعتین اخراوین [1]

یونس بیان کرتے ہیں کہ ابن سیرین نے کہا میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ بحری جہاز پر بنو سیرین کی طرف گیا، حضرت انس نے بیٹھ کر ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی۔ اس کے بعد دو رکعت اور نماز پڑھائی۔

عن عبد اللہ بن ابی عتبۃ قال کنت مع جابر بن عبد اللہ وابی سعید الخدری وابی الدرداء واراہ ذکر اباھریرۃ فی سفینۃ فامنا الذی امنا قائما ولو شئنا ان نخرج لخرجنا [2]

عبد اللہ بن ابی عتبہ کہتے ہیں کہ میں حضرت جابر بن عبد اللہ، ابو سعید خدری، اور ابو درداء کے ساتھ کشتی میں تھا جس نے ہم کو کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھائی دراں حالیکہ اگر ہم کشتی سے نکل کر جانا چاہتے تو جا سکتے تھے۔ میرا گمان ہے کہ راوی نے ان میں ابو ہریرہ کا بھی ذکر کیا ہے۔

عن قتادۃ قال صل فی السفینۃ ولا تشق علی اصحابك [3]

قتادہ کہتے ہیں کہ کشتی میں نماز پڑھو اور اپنے ساتھیوں پر نماز دشوار نہ کرو۔ (یعنی بیٹھ کر پڑھو)

عن عطاء قال یصلون فی السفینۃ قیاما الا ان یخافوا ان یغرقوا فیصلون جلوسا یتبعون القبلۃ حیث ما زالت [4]

عطاء بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے سوائے اسکے کہ انھیں غرق ہونے کا خوف ہو، پھر بیٹھ کر نماز پڑھتے اور جیسے کشتی قبلہ سے ہٹتی وہ بھی ہٹتے رہتے۔

امام محمد فرماتے ہیں:

قلت ارایت مسافرا صلی الفریضۃ فی السفینۃ وهو یستطیع الخروج منها قال احب الی ان یخرج منها قلت فان لم یفعل؟ قال یجزیه قلت فان کانوا جماعۃ

میں نے امام ابو حنیفہ سے کہا مجھے بتائیے ایک مسافر کشتی میں فرض نماز پڑھتا ہے حالانکہ وہ کشتی سے نکل کر بھی نماز پڑھ سکتا ہے۔

امام ابو حنیفہ نے کہا میرے نزدیک مستحب یہ ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

[1] حافظ ابو بکر ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ ھ۔ المصنف ج ۲ ص ۲۶۶ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی۔ الطبعۃ الاولی ۱۴۰۶ ھ۔

[2] امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ ھ۔ المصنف ج ۲ ص ۵۸۲ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۳۹۲ ھ

[3] 〃 〃 ۔ المصنف ج ۲ ص ۵۸۱

[4] 〃 〃 المصنف ج ۲ ص ۵۸۱

فصلوا فیہا جماعۃ؟ قال یجزیہم۔ قلت فان صلوا فیہا قعودا وہم لایستطیعون القیام ویستطیعون الخروج من السفینۃ؟ قال یجزیہم قلت وکذلک لو کان امام وخلفہ قوم قعود ویصلی بہم؟ قال: نعم

کہ وہ کشتی سے نکل کر نماز پڑھے۔ میں نے پوچھا اگر وہ ایسا نہ کرے؟ فرمایا اسکی نماز ہوجائے گی میں نے پوچھا: اگر کشتی میں لوگ جماعت سے نماز پڑھیں؟ فرمایا ان کی جماعت ہوجائے گی۔ میں نے پوچھا اگر وہ کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھیں جبکہ وہ کھڑے ہوکر نماز پڑھنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں جبکہ وہ کشتی سے نکل کر نماز پڑھنے کی قدرت رکھتے ہوں؟ فرمایا انکی نماز ہوجائے گی میں نے پوچھا اگر اسی طرح جماعت کے ساتھ بیٹھ کر نماز پڑھیں فرمایا: ہاں۔

وھذا قول ابی حنیفۃ وقال ابو یوسف ومحمد: لا یجزیہم اذا کانوا یستطیعون القیام ان یصلوا قعودًا قلت ارأیت الرجل اذا صلی بالقوم فی سفینۃ وھی تدور فی الماء قال علیہم ان یتوجہوا الی القبلۃ کلما دارت السفینۃ بہم۔[1]

یہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے، اور امام ابو یوسف اور (امام) محمد کہتے ہیں جب وہ قیام کی طاقت رکھنے کے باوجود بیٹھ کر نماز پڑھیں توان کی نماز جائز نہیں ہے، میں نے پوچھا یہ بتلائیے کہ ایک شخص کشتی میں جماعت کرا رہا ہے اور کشتی پانی میں گھوم رہی ہے آپ نے فرمایا ان پر قبلہ کی طرف متوجہ رہنا لازم ہے کشتی کے ساتھ ساتھ وہ بھی گھومتے رہیں۔

امام ابوحنیفہ نے کشتی میں نماز کے بارے میں جتنے احکام بیان کیے ہیں ان سب کا ثبوت ان آثار صحابہ میں موجود ہے جن کا ذکر ہم نے مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبدالرزاق کے حوالہ سے کیا ہے صرف ایک بات وضاحت طلب رہ جاتی ہے کہ امام ابوحنیفہ قیام پر قدرت کے باوجود کشتی میں بیٹھ کر نماز کو جائز قرار دیتے ہیں جبکہ امام ابو یوسف اور امام محمد ایسی صورت میں قیام کو لازم قرار دیتے ہیں ہر چند کہ آثار صحابہ میں امام ابوحنیفہ کی تائید موجود ہے لیکن ہم امام ابوحنیفہ کے مؤقف کو مزید واضح کرنا چاہتے ہیں۔

امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول ظاہر قیاس پر مبنی ہے اور امام ابوحنیفہ کا قول استحسان پر مبنی ہے۔ وجہ استحسان یہ ہے کہ جو شخص کشتی میں کھڑا ہوتا ہے عام طور پر اس کے سر میں چکر آتا ہے اور حکم عام احوال کے مطابق لاگو کیا جاتا ہے شاذ اور نادر احوال پر حکم نہیں لگایا جاتا، جیسا کہ لیٹے ہوئے شخص کی نیند کو وضو ٹوٹنے کا سبب قرار دیا ہے کیونکہ عام طور پر ایسی صورت میں وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اسی طرح کنواری لڑکی کے سکوت کو حیا کے باعث رضا قرار دیا ہے کیونکہ عام طور پر ایسا ہی ہوتا ہے اگرچہ بعض جزئیات اس کے خلاف بھی ہوتی ہیں۔

ریل میں نماز

ائمہ اربعہ اور فقہا متقدمین کے زمانہ میں ریل گاڑی ایجاد نہیں ہوئی تھی، یہ بعد کی ایجاد ہے اس لیے ہمیں ریل گاڑی میں نماز کے مسئلہ کو سابقہ نظائر میں تلاش کرنا ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چوپایہ (اونٹنی یا کوئی اور سواری) پر فرض نہیں پڑھتے تھے اور نفل

---

[1] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ۔ المبسوط ج ۱ ص ۳۰۷،۳۰۶ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولی۔

پڑھتے تھے [1]۔ اور فقہاء اربعہ بھی اس بات پر متفق ہیں کہ چوپایہ پر نفل جائز ہیں اور فرض جائز نہیں اور کشتی پر فرض کے جواز میں ائمہ اربعہ متفق ہیں۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ کشتی پر فرض بالاجماع جائز ہے [2] اب دیکھنا یہ ہے کہ ریل کشتی کے حکم میں ہے یا چوپایہ کے۔ چوپایہ اور ریل میں ایک واضح اور بنیادی فرق یہ ہے کہ چوپایہ ذی روح اور ذی اختیار وارادہ ہے جبکہ ریل غیر ذی روح اور غیر ذی اختیار وارادہ ہے اس لحاظ سے ریل کشتی کے مشابہ ہے۔ اور بحری جہاز اور ریل میں یہ اُمور مشترک ہیں دونوں تیل اور سٹیم انجن سے چلتے ہیں۔ دونوں کا چلانے والا ڈرائیور ہے یعنی چوپایہ کی طرح ان کا از خود چلنا متصور نہیں ہے، فقہاء نے کشتی میں نماز کے جواز کی وجہ یہ بھی بیان کی ہے کہ کشتی میں کمرہ یا مکان کی طرح موضع قرار حاصل ہے اور چوپایہ میں موضع قرار حاصل نہیں ہے [3] اور کشتی کے چلنے سے کشتی میں سوار شخص کا عرفاً مکان اور جگہ تبدیل نہیں ہوتی۔ ریل میں بھی یہ دونوں وجہیں مشترک ہیں پھر ہمیں کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ ریل کو کشتی پر قیاس نہ کیا جائے اور ریل میں فرائض کے جواز کا حکم نہ عائد کیا جائے۔

ہر باشعور شخص جانتا ہے کہ اس زمانہ میں ریل سفر کا ایک معتاد اور معروف ذریعہ ہے جس سے ہر طبقہ کے لوگ استفادہ کرتے ہیں اور ریل کا سفر مسافروں کی منازل سفر کے اعتبار سے بعض اوقات چند گھنٹوں سے لیکر ایک یا دو دن سے زیادہ تک مسلسل جاری رہتا ہے اور اس سفر کے دوران کئی نمازوں کے اوقات آتے ہیں اس بات کو بھی سب جانتے ہیں کہ ہنگامی صورتِ حال کے علاوہ ریل کے اسٹیشن یعنی رُکنے کے مقامات اور اوقات معین ہوتے ہیں اور ایک ریل کے اوقاتِ کار کے ساتھ اس لائن پر چلنے والی متعدد ریلوں کی آمد و رفت کا نظام مربوط ہوتا ہے اور ان میں رد و بدل ہر شخص کے بس میں نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی شخص ہر مقام پر اور ہر وقت حسبِ منشاء نماز یا کسی اور مقصد کے لیے ریل کو رکوا سکتا ہے۔ بلکہ ناگزیر اور غیر معمولی حالات کے علاوہ ایسا کرنا قانوناً جرم ہے اور اگر کوئی شخص اپنی دانست میں انتہائی تقویٰ کا مظاہرہ کرتے ہوئے نماز ادا کرنے کے لیے چلتی گاڑی سے اتر کر نماز پڑھنا چاہے تو اسے سوائے خودکشی کے اور کوئی نام نہیں دیا جا سکتا۔ خلاصہ یہ کہ چلتی ہوئی ریل سے اتر کر نماز پڑھنے میں جان اور مال دونوں کی ہلاکت کا یقینی خطرہ ہے بعض اوقات، ایکسپریس ٹرین مسلسل دو سوا دو گھنٹہ تک دوڑتی رہتی ہے اور شالیمار ایسی ٹرینیں چار سے پانچ گھنٹہ تک مسلسل دوڑتی رہتی ہیں اور اس دوران بعض نمازوں کا وقت آکر نکل جاتا ہے کیونکہ فجر اور مغرب کا وقت بالعموم ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ ہوتا ہے اور ان کا وقت کسی موسم میں بھی ڈیڑھ گھنٹہ سے زیادہ نہیں ہوتا اور احناف کے مذہب پر عصر کا وقت بھی بالعموم ڈیڑھ گھنٹہ سے زیادہ نہیں ہوتا۔ اس دوران اگر مسافر نماز نہ پڑھیں تو فرض کے تارک قرار پائیں گے اور ان کو نماز سے روکنے والا "ارءیت الذی ینھی عبدا اذا صلّی" (علق: ۱۰) "بھلا اس شخص کو

---

[1]۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۴۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۰۵ھ

[2]۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۴۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۰۵ھ۔

[3]۔ علامہ شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۲ ص ۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۰ھ۔

ایضاً۔ ملک العلماء علاؤ الدین بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۱۰ مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید کراچی ۱۴۰۰ھ۔

ایضاً۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ۔ رد المحتار ج ۱ ص ۱۱۴ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

دیکھو جو (اللہ کے) بندے کو نماز پڑھنے سے روکتا ہے" کی وعید میں داخل ہونے کے خطرہ میں ہے۔

لہٰذا یہ مسئلہ علماء کے لیے غور طلب ہے کہ ایسی صورت میں ریل کو کشتی پر قیاس کرکے فرض نماز کی اجازت دیں یا ریل کو چوپایہ پر قیاس کرکے ریل میں فرض نماز کو ناجائز اور پڑھنے کے بعد واجب الاعادہ قرار دیں یا جان اور مال کی ہلاکت کے عذر کے پیش نظر فرض نماز کو جائز قرار دیں اور اعادہ لازم نہ کریں۔ ریل کو کشتی پر قیاس کرکے ہم گفتگو کر چکے اب ہم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اگر ریل کو چوپایہ پر بھی قیاس کیا جائے تب بھی جان اور مال کی ہلاکت کے عذر کی وجہ سے اس پر فرض نماز جائز ہے اور اعادہ لازم نہیں ہے۔ اور عذر واضح ہے کیونکہ جس وقت ٹرین تقریباً ایک سو کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑ رہی ہو اور نماز کے پورے وقت میں نہ رکتی ہو ایسے وقت میں ٹرین سے نماز پڑھنے کے لیے اترنا اپنے آپ کو ہلاک کرنے کے مترادف ہے۔ اور یہ بہت بڑا عذر ہے جبکہ اس سے بہت کم درجے کے عذر میں فقہاء نے چوپایہ پر نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے اور اعادہ لازم نہیں کیا ہے۔ اس مسئلہ کو فقہاء نے اس حدیث شریف سے مستنبط کیا ہے:۔

عَنْ عمرو بن عثمان بن یعلی بن مرۃ عن ابیہ عن جدہ انھم کانوا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فانتھوا الی مضیق فحضرت الصلوٰۃ فمطروا السماء من فوقھم والبلۃ من اسفل منھم فاذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو علی راحلتہ واقام فتقدم علی راحلتہ فصلی بھم یومی ایماء یجعل السجود اخفض من الرکوع وکذا روی عن انس بن مالک انہ صلی فی ماء وطین علی دابتہ والعمل علی ھذا عند اھل العلم وبہ یقول احمد و اسحٰق [1]

یعلی بن مرہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سفر میں گھر گئے نماز کا وقت آگیا آسمان سے بارش ہو رہی تھی اور نیچے زمین پر کیچڑ تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری پر اذان دی اور اقامت کہی پھر آپ اپنی سواری پر آگے بڑھ گئے اور صحابہ کرام آپ کے پیچھے سواریوں پر تھے۔ آپ نے سواری پر انھیں اشارہ سے نماز پڑھائی اور سجدہ میں رکوع سے زیادہ جھکتے تھے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ انھوں نے کیچڑ کی وجہ سے چوپایہ (سواری) پر نماز پڑھی۔ اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے اور امام احمد اور اسحٰق کا یہی مذہب ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے ترمذی اور اثرم کی روایت سے اس حدیث کا ذکر کیا ہے اور بتلایا ہے کہ امام احمد کے نزدیک کیچڑ کی وجہ سے چوپایہ پر فرض نماز جائز ہے۔ مزید لکھتے ہیں: قاضی ابو یعلی نے کہا میں نے ابو عبد اللہ دامغانی سے یہ مسئلہ پوچھا تو انھوں نے کہا کہ امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ کیچڑ اور بیماری کی وجہ سے چوپایہ پر نماز پڑھنا جائز ہے اور اصحاب شافعی کیچڑ اور مرض کی وجہ سے چوپایہ پر نماز کی اجازت نہیں دیتے اور امام مالک سے دونوں روایتیں ہیں [2]۔

خلاصہ یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ، امام احمد بن حنبل اور امام مالک ... کے نزدیک کیچڑ اور بیماری کی وجہ سے چوپایہ پر فرض نماز ہو سکتی ہے لہٰذا اگر ریل کو چوپایہ پر بھی قیاس کریں تب بھی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ریل پر فرض نماز جائز ہوگی کیونکہ ہلاکت کا عذر بہرحال کیچڑ اور بیماری سے زیادہ قوی ہے۔ جن اعذار کی وجہ سے چوپایہ پر نماز جائز ہے امام محمد رحمہ اللہ ان

---

[1] امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ۔ جامع ترمذی، ص ۸۶ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[2] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۱ ص ۲۴۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۵ھ۔

کا بیان کرتے ہیں:

قلت ارأیت ان صلی المکتوبۃ علی دابتہ؟ قال لا یجزیہ وعلیہ ان یعید قلت فان کان مریضا لا یستطیع النزول او کان یتخوف علی نفسہ من السباع وغیرھا قال یجزیہ[1]

میں نے امام ابو حنیفہ سے کہا یہ بتلائیے کہ اگر کوئی شخص چوپایہ پر فرض پڑھے؟ امام ابو حنیفہ نے فرمایا جائز نہیں اور اس پر اعادہ لازم ہے۔ میں نے کہا اگر وہ بیمار ہو اور خود سے نہ اتر سکتا ہو یا زمین پر نماز پڑھنے کے سبب اس کو درندوں یا کسی اور سے جان کا خطرہ ہو۔ امام ابو حنیفہ نے فرمایا اس کے لیے نماز پڑھنا جائز ہے۔

جب چوپایہ سے اترنے میں ہلاکت کا خطرہ ہو تو چوپایہ پر فرض پڑھ سکتا ہے اور اعادہ نہیں۔ اور چلتی ریل سے اترنے کی صورت میں ہلاکت کا یقین ہے تو اس میں فرض نماز بطریق اولیٰ جائز ہو گی اور اعادہ لازم نہیں ہو گا۔

علامہ شمس الدین سرخسی اعذار بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فقد جوز لھم الصلوٰۃ علی الدابۃ عند تعذر النزول بسبب المطر فکذٰلک بسبب الخوف من سبع او عدو ولان مواضع الضرورۃ مستثناۃ۔[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش کے سبب چوپایہ سے اترنے میں دشواری کی وجہ سے چوپایہ پر فرض جائز قرار دیے ہیں اسی طرح دشمن یا درندوں کے خوف کی وجہ سے چوپایہ پر فرض جائز ہیں اور اس لیے بھی کہ ضرورت کی وجہیں مستثنیٰ ہوتی ہیں۔

چلتی ہوئی ریل پر نماز پڑھنے کے جواز میں یہ عبارت بالکل ظاہر ہے کیونکہ چلتی ہوئی ریل سے اترنا بارش میں چوپایہ سے اترنے کی بہ نسبت زیادہ دشوار ہے۔

علامہ اوز جندی فرماتے ہیں:

ولا تجوز المکتوبۃ الا من عذر ومن الاعذار ان یخاف من نزول الدابۃ علی نفسہ او علی دابتہ من سبع او لص او کان فی طین وردغۃ لا یجد علی الارض موضعا یابسا او کانت الدابۃ جموحا لو نزل لا یمکنہ الرکوب الا بمعین او کان شیخا کبیرا لو نزل لا یمکنہ ان یرکب ولا یجد من یعینہ فتجوز الصلوٰۃ علی الدابۃ فی ھذہ

بغیر عذر کے چوپایہ پر فرض نماز پڑھنا جائز نہیں ہیں، اعذار یہ ہیں: چوپایہ سے اترنے میں اسے اپنی جان یا چوپایہ کی جان کا درندہ یا چور سے خطرہ ہو، یا زمین پر کیچڑ ہو اور خشک جگہ نہ پائے یا چوپایہ سرکش ہو اس سے اترنے کے بعد بغیر مددگار کے اس پر سوار نہ ہو سکتا ہو اور مددگار میسر نہ ہو، ان احوال میں چوپایہ پر نماز جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (ترجمہ) "اگر تمہیں خوف ہو تو پیادہ یا سوار ہو کر نماز پڑھو" اور سواری سے اترنے پر

[1] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، المبسوط ج ۱ ص ۲۹۵ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولیٰ۔

[2] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ المبسوط ج ۱ ص ۲۵۱ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۰ھ

الاحوال لقوله تعالى فان خفتم فرجالا او ركبانا ولا يلزمه الاعادة اذا قدر بمنزلة المريض اذا صلى بالايماء على الدابة وان كانت الدابة تسير[1]

قادر ہونے کے بعد اس پر نماز کا دہرانا لازم نہیں ہے. جیسا کہ مریض سواری پر اشاروں کے ساتھ نماز پڑھتا ہے خواہ چوپایہ اس حال میں چل رہا ہو.

عالمگیری نے کچھ مزید عذر بیان کیے ہیں:

ولا تجوز الصلوٰة على الدابة الا من عذر ومن الاعذار ان يخاف لو نزل على الدابة على نفسه او على ثيابه او دابته لصا او سبعا او عدوا او كانت الدابة جموحا لو نزل عنها لا يمكنه الركوب الا بمعين او كان شيخا كبيرا لا يمكنه ان يركب ولا يجد من يركبه او كان فى طين وردغة لا يجد على الارض مكانا يابسا هكذا فى المحيط ولا تلزمه الاعادة اذا استطاع النزول كذا فى السراج الوهاج[2]

بغیر عذر کے چوپایہ پر فرض نماز جائز نہیں ہے. اور اعذار یہ ہیں: چوپایہ سے اترنے میں اس کو اپنی جان، یا اپنے کپڑوں یا سواری کی جان کا چور، درندہ یا دشمن سے خطرہ ہو یا چوپایہ سرکش ہو اور اترنے کے بعد بغیر مددگار کے اس پر سوار نہ ہو سکتا ہو، یا بوڑھا ہو اور خود سے سوار نہ ہو سکتا ہو اور سوار کرانے والا نہ پائے، یا زمین پر کیچڑ ہو اور خشک جگہ نہ ہو، محیط میں اسی طرح ہے اور اترنے پر قادر ہونے کے بعد اس پر اعادہ لازم نہیں ہے اسی طرح سراج وہاج میں ہے.

قاضی خان اور عالمگیری کے علاوہ یہ اعذار علامہ کاسانی[3]، علامہ ابن ہمام[4]، علامہ بابرتی[5]، علامہ خوارزمی[6]، علامہ حلبی[7]، علامہ شامی[8] علامہ ابن نجیم[9]، علامہ حصکفی[10]، علامہ شرنبلالی[11]، علامہ طحطاوی[12]، علامہ شبلی[13]، علامہ ابن بزاز کردری[14] اور مولانا امجد علی[15] نے بھی بیان کیے ہیں.

---

1. علامہ حسن بن منصور اوزجندی متوفی ۵۹۲ھ. فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیہ ج ۱ ص ۱۶۰ مطبوعہ مطبع بولاق مصر، الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۱۰ھ
2. ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، عالمگیری ج ۱ ص ۱۴۳ مطبوعہ مطبع کبری بولاق مصر الطبعۃ الثانیہ، ۱۳۱۰ھ.
3. ملک العلماء علاؤ الدین بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۷ھ بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۰۹ مطبوعہ ایچ، ایم سعید کراچی، ۱۴۰۰ھ.
4. علامہ کمال ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ فتح القدیر ج ۱ ص ۴۰۳ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر.
5. علامہ محمد بن محمود بابرتی متوفی ۷۸۶ھ عنایہ علی ہامش فتح القدیر ج ۱ ص ۴۰۳ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
6. علامہ جلال الدین خوارزمی کفایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۴۰۳ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
7. علامہ ابراہیم حلبی متوفی ۹۵۶ھ، غنیۃ المستملی ص ۲۶۰-۲۶۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۳۳ھ.
8. علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ رد المحتار ج ۱ ص ۶۵۵ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ.
9. علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ. البحر الرائق ج ۲ ص ۶۳ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ.
10. علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ در مختار علی ہامش الرد ج ۱ ص ۶۵۶ مطبوعہ مطبعۃ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ.
11. علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ، مراقی الفلاح ص ۲۲۲ علی ہامش الطحطاوی ص ۲۲۲ مطبوعہ مطبع مصطفی البابی مصر الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۵۶ھ
12. علامہ احمد بن محمد الطحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ حاشیۃ الطحطاوی ص ۲۲۲ مطبوعہ مطبع مصطفےٰ البابی مصر، الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۵۶ھ.
13. شیخ شبلی حاشیہ الشبلی علی تبیین الحقائق ج ۱ ص ۱۷۷ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان.
14. علامہ محمد ابن بزاز کردری متوفی ۸۲۷ھ فتاوی بزازیہ علی ہامش الہندیہ ج ۴ ص ۶۰ مطبوعہ مطبعۃ کبری بولاق مصر الطبعۃ الثانیہ ۱۳۱۰ھ
15. مولانا امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ. بہار شریعت ج ۴ ص ۱۹. مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی.

فقہاء کرام کے ان کثیر حوالہ جات سے اظہر من الشمس ہو گیا کہ چلتی ہوئی ریل میں فرض نماز پڑھنا جائز ہے اور اعادہ لازم نہیں ہے

عذر من جہۃ العباد

بعض اکابرین نے چلتی ہوئی ریل کے مسئلہ پر بحث کی ہے۔ لکھتے ہیں:

اگر ریل روک لی جائے تو زمین ہی پر ٹھہرے گی اور مثل تخت ہو جائے گی۔ انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لیے روکی جاتی ہے اور نماز کے لیے نہیں تو عذر من جہۃ العباد ہوا اور ایسے منع کی حالت میں وہی حکم ہے کہ نماز پڑھ لے اور بعدِ زوالِ مانع اعادہ کرے۔

مولانا امجد علی نے بھی عذر من جہۃ العباد کی وجہ سے ریل میں پڑھی ہوئی نماز کو دہرانے کا حکم دیا ہے[1] مولانا امجد علی کی یہ عبارت اس قاعدہ پر موقوف ہے کہ اگر کسی کام کے نہ کرنے میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے عذر ہو تو اس میں رخصت ہو گی اور اگر مخلوق کی جانب سے عذر ہو تو رخصت نہیں ہو گی مثلاً اگر کوئی شخص بیماری کی وجہ سے کھڑا نہ ہو سکے تو اسے بیٹھ کر نماز پڑھنے کی اجازت ہے کیونکہ بیماری اللہ کی جانب سے ہے اور اگر کوئی شخص اس سے کہے اگر تم کھڑے ہوئے تو میں تم کو قتل کر دوں گا اور وہ اس وجہ سے کھڑا نہ ہو سکے تو شرعاً بیٹھ کر نماز پڑھنے کی رخصت نہیں ہے کیونکہ یہ عذر مخلوق کی وجہ سے ہے اگر بیٹھ کر نماز پڑھے گا تو اس کو نماز دہرانا ہو گی اور زیر بحث مسئلہ میں جب نماز کے وقت ریل تیز رفتاری سے چل رہی ہے اور وہ اس وجہ سے اتر کر نماز نہیں پڑھ سکتا تو شرعاً اس کو ریل میں نماز پڑھنے کی رخصت نہیں ہے کیونکہ ریل کا نہ رکنا ڈرائیور کی وجہ سے ہے اس لیے یہ عذر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں مخلوق کی وجہ سے ہے اگر ریل میں نماز پڑھے گا تو اس کو نماز دہرانا ہو گی۔

اس قاعدہ کی اصل کتاب و سنت اور ہمارے ائمہ کے اقوال میں نہیں ہے بلکہ کتاب و سنت اور اقوال ائمہ سے اس قاعدہ کا خلاف ثابت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فان خفتم فرجالا او رکبانا (بقرہ: ۲۳۹) اگر تم (دشمنوں سے) خوف زدہ ہو تو پیادہ یا سوار جس طرح بن پڑے (نماز پڑھو) میدان جنگ میں کفار کے خوف سے جب مسلمان پیادہ یا سوار نماز پڑھیں گے تو یہ عذر من جہت العباد (مخلوق کی وجہ سے) ہے۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے صلوٰۃ خوف کو مشروع فرمایا اور اعادہ لازم نہیں فرمایا۔

حدیث شریف میں ہے:

عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ و سلم و ان کانوا اکثر من ذلک فلیصلوا قیاما و رکبانا۔[2]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر دشمن اس سے زیادہ ہوں۔ (یعنی اتنی زیادہ تعداد میں ہوں کہ ان سے جان کا خطرہ محسوس ہو) تو قیام اور سواری کی حالت میں نماز پڑھو۔

عن ابن عمر قال فان کان خوف ھو اشد

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اگر خوف

---

[1] ۔ مولانا امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ۔ بہار شریعت ج ۴ ص ۱۹ مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی۔

[2] ۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۲۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۸۱ ھ۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

من ذلك صلوا رجالا قياما على اقدامهم او ركبانا مستقبلي القبلة او غير مستقبليها قال مالك قال نافع لا اری عبد الله بن عمر ذلك الا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم۔[1]

اس سے (امام کی اقتداء میں ایک رکعت نماز پڑھنے سے) بڑھ جائے تو پا پیادہ یا سوار ہو کر نماز پڑھو خواہ قبلہ کی طرف منہ ہو یا (مجبوری کی وجہ سے) نہ ہو۔ امام مالک نے کہا نافع کہتے ہیں میرا گمان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر ہی فرمائی ہے۔

ان احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہدایت کی ہے کہ اگر کفار کا خوف بڑھ جائے تو نہ صرف پا پیادہ یا سواری کی حالت میں نماز کی اجازت ہے بلکہ یہ بھی اجازت دی گئی ہے کہ اگر قبلہ کی طرف منہ نہ کر سکو پھر بھی نماز پڑھ لو اور یہ عذر مخلوق کی جانب سے ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصت دی ہے اور اعادہ نماز کا حکم نہیں دیا۔

احادیث کے بعد ائمہ حنفیہ کی تصریحات ملاحظہ فرمائیے، امام محمد فرماتے ہیں:

قلت ارایت رجلا یخاف العدو فلا یستطیع النزول عن دابته ایسعه ان یصلی علی دابته وھو یسیر حیث توجھت یومی ایماء ویجعل السجود اخفض من الرکوع قال نعم۔[2]

میں نے امام ابوحنیفہ سے کہا یہ بتلایئے کہ ایک شخص کو دشمن کا خوف ہو لہٰذا وہ سواری سے نہیں اتر سکتا کیا وہ چلتی ہوئی سواری پر اشاروں سے نماز پڑھ سکتا ہے درآں حالیکہ سجدہ میں رکوع سے زیادہ جھکے خواہ سواری کا منہ کسی طرف ہو؟ فرمایا: ہاں!

امام ابوحنیفہ کا یہ قول اس مطلب میں بالکل واضح ہے کہ مخلوق کی جانب سے عذر ہو پھر بھی رخصت حاصل ہوتی ہے اور اعادہ لازم نہیں ہے اور یہ چلتی ہوئی ریل میں بلا اعادہ نماز کے جواز پر واضح دلیل ہے:

اس قسم کے ایک اور مسئلہ میں امام محمد فرماتے ہیں:

قلت ارایت ان لم یکن معه ماء وکان معه رفیق له ماء فابی رفیقه ان یعطیه من الماء شیئا الا بثمن کثیر قال یتیمم ولا یشتری ان شاء قلت لم؟ قال ارایت لو قال صاحب الماء ابیعك لوضوئك من الماء ما یکفیك بالف درھم او اکثر من ذلك اکان یجب علیه ان یشتریه منه فلا یشتریه ولکنه یتیمم ویصلی۔

میں نے امام ابوحنیفہ سے کہا مجھے یہ بتلایئے کہ اگر مسافر کے پاس پانی نہ ہو اور اس کے ساتھی کے پاس پانی ہو اور وہ زیادہ قیمت لیے بغیر پانی دینے سے انکار کرے؟ امام ابوحنیفہ نے فرمایا تیمم کرے اور اگر چاہے تو نہ خریدے میں نے پوچھا کیوں؟ امام ابوحنیفہ نے فرمایا بتلاؤ اگر پانی والا کہے میں وضو کے لیے پانی ایک ہزار درہم یا اس سے زیادہ کے عوض فروخت کر دوں گا کیا اس پر پانی خریدنا واجب ہے؟ اس کے لیے جائز ہے کہ پانی نہ خریدے اور

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ

[2] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، المبسوط ج ۱ ص ۳۹۸ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولی

تیمم کرکے نماز پڑھ لے[1]۔

اس صورت میں وضو نہ کرنے کی وجہ پانی والے کا گراں قیمت پر پانی دینا ہے اور یہ عذر مخلوق کی جانب سے ہے اس کے باوجود امام ابو حنیفہ نے تیمم کی رخصت دی اور نماز کا اعادہ لازم نہیں کیا۔ صلٰوۃ خوف میں متاخرین فقہاء نے بھی اعادہ کو لازم نہیں کیا اور باوجود عذر من جہت العباد کے چلتی ہوئی سواری پر اشاروں سے نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے چنانچہ عالمگیری میں ہے:

فان اشتد الخوف صلوا رکبانا فرادی یومئون بالرکوع والسجود الی ای جهة شاءوا اذا لم یقدروا علی التوجه الی القبلة كذا فی الهداية واشتداد الخوف هنا ان لا یدعهم العدو بان یصلوا نازلين بل يهجموا هم بالمحاربة كذا فی الجوهرة النيرة - ولا يصلون بجماعة رکبانا الا ان يكون الامام والمقتدی علی دابة فيصح اقتداء المقتدی به واذا صلی بالايماء لم تلزمه الاعادة بعد زوال العذر فی الوقت وخارج الوقت[2]

اگر دشمن کا خوف زیادہ ہو تو اکیلے اکیلے سوار ہو کر نماز پڑھیں جس طرح چاہیں منہ کرکے اشارہ سے رکوع، سجود کرکے نماز پڑھیں جبکہ وہ قبلہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے پر قادر نہ ہوں (ہدایہ) اور خوف کی زیادتی یہ ہے کہ دشمن ان کو سواری سے اتر کر نماز نہ پڑھنے دے اور ان پر ٹوٹ پڑے (جوہرہ نیرہ) سواری پر باجماعت نماز اس وقت پڑھیں جب امام اور مقتدی دونوں سواری پر ہوں تب اقتداء صحیح ہوگی اور جب اشارے سے نماز پڑھی ہو تو عذر زائل ہونے کے بعد اس کا دہرانا لازم نہیں ہے وقت میں نہ اس کے بعد۔

عالمگیری سے جو ہم نے یہ اقتباس پیش کیا ہے یہ اس بات پر صاف اور روشن دلیل ہے کہ چلتی ہوئی ٹرین سے نہ اتر سکنے کے عذر کی بناء پر ٹرین میں فرض نماز پڑھنا جائز ہے اور اعادہ لازم نہیں ہے اور دوسری بات جو واضح طور پر ثابت ہے وہ یہ ہے کہ مخلوق کی وجہ سے عذر (من جهة العباد) کی بناء پر بھی نماز میں رخصت حاصل ہوتی ہے اور اس بات کی تصریح ہے کہ اعادہ لازم نہیں ہے اسی سلسلہ میں ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو!

عذر من جهة العباد پر بحث کرتے ہوئے علامہ شامی فرماتے ہیں:

وفی منية المصلی لو صلی بالایماء لخوف عدو او سبع او مرض او طين لا يعيد بالاجماع[3]

منیۃ المصلی میں ہے اگر کسی شخص نے دشمن یا درندہ سے خوف یا مرض یا کیچڑ کی بناء پر اشاروں سے نماز پڑھی تو وہ اس نماز کو بالاجماع نہیں دہرائے گا۔

کتاب وسنت کے بعد سب سے بڑی دلیل اجماع ہے اور اجماع سے ثابت ہے کہ دشمن کے خوف (اور یہ عذر من جهة العباد ہے) کی وجہ سے نماز اشارہ سے پڑھنے کی رخصت ہے۔ اور اعادہ نہیں ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

---

[1]۔ امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ۔ المبسوط ج ۱ ص ۱۱۱ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ۔

[2]۔ ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ۔ عالمگیری ج ۱ ص ۱۵۶ مطبوعہ مطبع کبری بولاق مصر، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۱۰ھ۔

[3]۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، منحۃ الخالق علی ہامش البحر ج ۱ ص ۱۴۲ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

لہٰذا کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت ہو گیا کہ عذر کی بناء پر رخصت دینے میں عذر من جانب اللہ اور من جانب العباد کے فرق کا قاعدہ قطعاً باطل اور بے بنیاد ہے۔

یہاں تو ہم نے اس اعتبار سے گفتگو کی تھی کہ عذر من جانب العباد کی وجہ سے رخصت نہ دینے کا قاعدہ باطل ہے، اگر ہم متاخرین کی اس اختراع اور وضع کو تسلیم کر لیں تب بھی ٹرین میں نماز کے دہرائے بغیر جواز پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ جنہوں نے یہ قاعدہ وضع کیا ہے انہوں نے ہی یہ تصریح بھی کر دی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عبادت کو اس کے اصل شرعی طریقہ سے کرنے پر ڈرائے اور دھمکائے تب یہ عذر من جانب العباد ہے اور اعادہ لازم ہے ورنہ نہیں۔ علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

وفی التجنیس رجل اراد ان یتوضأ فمنعه انسان عن ان یتوضأ بوعید قیل ینبغی ان یتیمم ویصلی ثم یعید الصلوٰۃ بعد ما زال عنه لان هذا عذر جاء من قبل العباد فلا یسقط فرض الوضوء عنه اھ فعلم منه ان العذر ان کان من قبل الله تعالیٰ لا تجب الاعادة وان کان من قبل العبد وجبت الاعادة ثم وقع الاختلاف فی الخوف من العدو هل هو من الله فلا تجب الاعادة او هو بسبب العبد فتجب الاعادة ذهب صاحب معراج الدرایة الی الاول وذهب صاحب النهایة الی الثانی والذی یظهر ترجیح ما فی النهایة لما قلناه من مسئلة منع السید عبده بوعید من الحبس والقتل فانه لیس فیه الا الخوف لا المنع الحسی وکذا ظاهر ما قدمناه عن التجنیس کما لا یخفی لکن قد یقال لا مخالفة بین ما فی النهایة والدرایة فان ما فی النهایة محمول علی ما اذا حصل وعید من العبد نشأ منه الخوف فکان هذا من قبل العباد وما فی الدرایة محمول علی ما اذا لم یحصل وعید من العبد اصلا بل حصل خوف منه فکان هذا من قبل الله تعالیٰ اذا لم یتقدمه وعید [5]

تجنیس میں ہے کہ ایک شخص نے وضو کا ارادہ کیا دوسرے شخص نے اس کو وضو کرنے پر ڈرایا دھمکایا۔ کہا گیا ہے کہ وہ شخص تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور عذر زائل ہونے کے بعد نماز دہرائے کیونکہ یہ عذر مخلوق کی وجہ سے متحقق ہوا۔ لہٰذا اس عذر کی وجہ سے وضو کی فرضیت ساقط نہیں ہو گی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اگر عذر من جانب اللہ ہو تو اعادہ لازم نہیں اور اگر عذر من جانب العباد ہو تو اعادہ لازم ہے، پھر اس بات میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ دشمن سے جو خوف لاحق ہوتا ہے وہ من اللہ ہے حتیٰ کہ اعادہ لازم نہ ہو یا من العباد حتیٰ کہ اعادہ لازم ہو صاحب معراج الدرایہ نے کہا کہ دشمن کا خوف من اللہ ہے اور صاحب النہایہ نے کہا من العباد ہے، بظاہر صاحب النہایہ کی بات وزنی ہے جیسا کہ ہم نے کہا تھا کہ کوئی شخص اپنے نوکر سے کہے کہ اگر تو نے وضو کیا تو تجھے قتل کر دوں گا یا قید کر دوں گا یہ حسی خوف ہے اور یہی صاحب تجنیس کی عبارت کا مفہوم ہے لیکن یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نہایہ اور درایہ میں کوئی تضاد نہیں ہے۔

کیونکہ نہایہ کی عبارت کا مفاد یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے شخص کو عبادت اصل طریقہ پر کرنے سے ڈرائے اور دھمکائے تو اس شخص سے خوف پیدا ہو گا اور یہ عذر من جانب العباد ہے اور درایہ کا مفہوم یہ ہے کہ دشمن بالکل دھمکی نہ دے نہ ڈرائے بلکہ یونہی اس سے خوف پیدا ہو اس صورت میں یہ عذر من اللہ ہو گا جبکہ اس سے پہلے کوئی دھمکی نہ ہو۔

۵۔ علامہ زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۱ ص ۱۴۲ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

علامہ شامی نے بھی اس بات سے اتفاق کیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عبادت کے اصل طریقہ سے کرنے پر دھمکی دے اور ڈرائے تب یہ عذر من العباد ہوگا ورنہ عذر من اللہ ہے اور کہا کہ حلیہ میں بھی یہی ہے اور صاحب نہر نے بھی اس کو قائم رکھا۔ اور علامہ علائی صاحب در مختار نے بھی اسی کی طرف اشارہ کیا پھر علامہ شامی نے اس کی تائید میں در مختار سے یہ جزئیہ پیش کیا:

وقدم الشارح فی الغسل ان المرأۃ بین رجال تتیمم وقدمنا ان الرجل کذلک وان الظاھر انہ لا اعادۃ علیہ ولا علیھا لان المانع شرعی وھو کشف العورۃ عند من لا یحل لہ رؤیتھا والمانع منہ الحیاء وخوف اللہ تعالٰی وھما من اللہ تعالٰی لا من قبل العباد[1]

شارح (صاحب در مختار) نے غسل کے مبحث میں بیان کیا ہے کہ اگر کسی عورت پر غسل فرض ہو اور وہ مردوں کے درمیان گھری ہوئی ہو (یعنی علیحدہ ہو کر نہانے کی جگہ نہ ہو) تو وہ تیمم کرے اسی طرح مرد بھی اگر مردوں کے درمیان ہو تو تیمم کرے اور یہ ظاہر ہے ان دونوں پر اعادہ نہیں ہے۔ کیونکہ غسل سے مانع شرعی موجود ہے کیونکہ غسل کی صورت میں ان لوگوں کے سامنے شرمگاہ کھولنی پڑے گی جن کے سامنے شرمگاہ کھولنا جائز نہیں ہے اور اس سے مانع حیاء اور اللہ تعالٰی کا خوف ہے اور یہ عذر من اللہ ہے من العباد نہیں ہے۔

فقہاء کی تصریحات سے یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی کہ عذر من جہۃ العباد اس وقت ہوتا ہے جب کوئی شخص اصل طریقہ پر عبادت کرنے سے ڈرائے اور دھمکائے اور چلتی ہوئی ٹرین سے اتر کر نماز پڑھنے پر چونکہ کسی شخص کی طرف سے ڈرانا یا دھمکانا متحقق نہیں ہوتا بلکہ مسافر حادثہ اور ہلاکت کے خطرہ اور خوف سے چلتی ہوئی ٹرین سے نہیں اترتا۔ لہٰذا یہ خوف بلاشبہ اللہ تعالٰی کا پیدا کردہ ہے اس لیے ٹرین میں نماز پڑھنا عذر من اللہ کی وجہ سے ہے عذر من العباد کی وجہ سے اصلاً نہیں ہے اس لیے ٹرین میں فرض نماز پڑھنا جائز ہے اور اعادہ لازم نہیں ہے۔

اس سے پہلے ہم نے قاضی خان، عالمگیری، طحطاوی اور متعدد فقہاء کے حوالوں سے ذکر کیا ہے کہ اگر کوئی شخص درندہ، دشمن یا چور اور ڈاکو کے خوف سے چلتی ہوئی سواری پر فرض نماز پڑھے تو جائز ہے اور اعادہ لازم نہیں ہے اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ان فقہاء نے اس خوف کو عذر من اللہ قرار دیا ہے عذر من جہۃ العباد قرار نہیں دیا اور یہ دلیل بعینہٖ چلتی ہوئی ٹرین میں فرض نماز پڑھنے پر منطبق ہوتی ہے۔ وللہ الحمد علی ذلک۔

ریل میں نماز پڑھنے کا طریقہ

جب ٹرین میں نماز کا وقت آجائے تو نماز پڑھنی چاہیے اور اگر نماز کے پورے وقت میں ٹرین نہیں رکتی تو ٹرین میں نماز پڑھنا فرض ہے اور اس کا ترک، فرض کا ترک اور گناہ کبیرہ کا ارتکاب ہے۔ مسافروں کو ٹرین میں سفر کے وقت قبلہ نما (جو آسانی سے مل جاتا ہے) رکھنا چاہیے اور اس سے قبلہ کی سمت متعین کریں ورنہ دن میں سورج کو دیکھ کر بھی قبلہ کی سمت معلوم ہو جاتی ہے اور قبلہ کی جانب کھڑے ہو کر نماز پڑھیں۔ میں نے زندگی میں ٹرین کا بارہا سفر کیا ہے اور الحمد للہ قبلہ کی جانب کھڑے ہو کر نماز پڑھی ہے۔ اکثر لوگوں

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ۔ رد المحتار ج ۱ ص ۱۷۱ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

کو دیکھا ہے وہ برتھ پر بیٹھ کر قبلہ کی طرف منہ کیے بغیر نماز پڑھتے ہیں یہ صحیح نہیں ہے۔ میں نے اس مسئلہ پر محض اخلاص اور خوف الٰہی سے مفصل اور سیر حاصل بحث کی ہے کیونکہ میں نے اکثر علماء اور دیندار لوگوں کو دیکھا کہ وہ اس شبہ سے ٹرین میں فرض کو ترک کر دیتے ہیں کہ ٹرین میں نماز نہیں ہوتی یا ناجائز ہے۔ میرا اس گفتگو سے یہی مقصد ہے کسی شخصیت پر تنقید یا اسے مجروح کرنا نہیں ہے اللہ تعالیٰ نیتوں کا حال جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو قبول فرمائے اور لوگ ٹرین میں دوران سفر فرض نماز کو ترک کرنا چھوڑ دیں ——— وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

ہوائی جہاز میں نماز

جن دلائل سے ٹرین میں فرض نماز پڑھنا ثابت ہے انہیں دلائل سے ہوائی جہاز میں نماز پڑھنا ثابت ہے بلکہ ہوائی جہاز میں وجہ جواز زیادہ قوی ہے کیونکہ ہوائی جہاز کی پرواز کے دوران نماز کے وقت اس سے اترنا قطعاً غیر متصور ہے بعض پروازوں میں بارہ بارہ گھنٹہ بلکہ اس سے بھی زیادہ جہاز پرواز کرتا رہتا ہے بہرحال جب نماز کے پورے وقت کے دوران جہاز پرواز کرتا ہے تو نماز کا پڑھنا فرض ہے اور اس کا ترک گناہ کبیرہ ہے۔ ہوائی جہاز میں اپنی سیٹ پر بیٹھ کر اشاروں سے رکوع سجود کرے اور سجود میں رکوع کی بہ نسبت زیادہ جھکے اور فرض نماز کو ترک نہ کرے۔

تنقیح

ٹرین اور طیارہ میں فرض نماز کے جواز پر ہمارا پہلا استدلال قرآن کریم سے ہے: فان خفتم فرجالا او رکبانا۔ (بقرہ: ۲۳۹) "اگر تم (دشمنوں سے) خوف زدہ ہو تو پیادہ یا سوار جس طرح بن پڑے (نماز پڑھو) چلتی ہوئی ٹرین اور طیارہ سے نماز کے وقت اترنے میں جان کا خوف ہے اور خوف کے وقت سواری پر اس آیت کی رو سے نماز جائز ہے۔ دوسرا استدلال ترمذی شریف کی حدیث سے ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیچڑ میں اترنے کی دشواری کی وجہ سے سواری پر نماز پڑھائی (حوالہ گذر چکا ہے)۔ تیسرا استدلال اجماع امت سے ہے کیونکہ خوف کی وجہ سے سواری پر نماز پڑھنے کے جواز اور بعد میں نہ لوٹانے پر امت کا اجماع ہے۔ (حوالہ گذر چکا ہے)۔ چوتھا استدلال قیاس سے ہے کیونکہ ہم نے ٹرین اور طیارہ کو اولاً کشتی پر قیاس کیا ہے اور ثانیاً چوپایہ پر ہر اعتبار سے ٹرین اور طیارہ پر نماز کا جواز اور فرضیت ثابت کی ہے۔ ——— وللہ الحمد علی ذلک۔

باب ۲۳ جَوَازِ الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ فِي السَّفَرِ سفر میں دو نمازوں کا جمع کرنا

۱۵۱۸- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَجِلَ بِهِ السَّيْرُ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (سفر میں) جب جلدی چلنا چاہتے تو مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھتے تھے۔

۱۵۱۹- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى قَالَ نَا يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَانَ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بَعْدَ أَنْ يَغِيبَ الشَّفَقُ وَيَقُولُ إِنَّ رَسُولَ

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو (سفر میں) جب جلد جانا مقصود ہوتا تو غروب شفق کے بعد مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھتے تھے۔ اور کہتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جب جلدی جانا مقصود

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا جَدَّ بِہِ السَّیْرُ جَمَعَ بَیْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ۔

ہوتا تھا تو مغرب اور عشاء کی نمازوں کو جمع کر کے پڑھتے تھے۔

۱۵۲۰- وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی وَقُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ وَاَبُوْبَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ کُلُّھُمْ عَنِ ابْنِ عُیَیْنَۃَ قَالَ عَمْرٌو نَا سُفْیَانُ عَنِ الزُّھْرِیِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَجْمَعُ بَیْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ اِذَا جَدَّ بِہِ السَّیْرُ۔

سالم کے والد (حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما) بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب جلد جانا مقصود ہوتا تو مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھتے۔

۱۵۲۱- وَحَدَّثَنِیْ حَرْمَلَۃُ بْنُ یَحْیٰی قَالَ نَا ابْنُ وَھْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِھَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ اَنَّ اَبَاہُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا عَجَّلَہُ السَّیْرُ فِی السَّفَرِ یُؤَخِّرُ صَلٰوۃَ الْمَغْرِبِ حَتّٰی یَجْمَعَ بَیْنَھَا وَبَیْنَ صَلٰوۃِ الْعِشَآءِ۔

سالم کے والد (حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما) بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر میں جب جلد جانا مطلوب ہوتا تو مغرب کی نماز کو مؤخر کر کے عشاء کے ساتھ جمع کر کے پڑھتے تھے۔

۱۵۲۲- وَحَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ نَا الْمُفَضَّلُ یَعْنِی ابْنَ فَضَالَۃَ عَنْ عُقَیْلٍ عَنِ ابْنِ شِھَابٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا ارْتَحَلَ قَبْلَ اَنْ تَزِیْغَ الشَّمْسُ اَخَّرَ الظُّھْرَ اِلٰی وَقْتِ الْعَصْرِ ثُمَّ نَزَلَ فَجَمَعَ بَیْنَھُمَا فَاِنْ زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَحِلَ صَلَّی الظُّھْرَ ثُمَّ رَکِبَ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب زوال آفتاب سے پہلے سفر کرتے تو ظہر کی نماز کو عصر تک مؤخر فرماتے پھر (سواری سے) اُتر کر دونوں نمازوں کو جمع کر کے پڑھتے، اور اگر آپ کی روانگی سے پہلے زوال آفتاب ہو جاتا تو روانگی سے پہلے ظہر کی نماز پڑھتے تھے۔

۱۵۲۳- وَحَدَّثَنِیْ عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا شَبَابَۃُ بْنُ سَوَّارٍ الْمَدَائِنِیُّ قَالَ نَا لَیْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عُقَیْلِ بْنِ خَالِدٍ عَنِ الزُّھْرِیِّ عَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اَنْ یَّجْمَعَ بَیْنَ الصَّلٰوتَیْنِ فِی السَّفَرِ اَخَّرَ الظُّھْرَ حَتّٰی یَدْخُلَ اَوَّلُ وَقْتِ الْعَصْرِ ثُمَّ یَجْمَعُ بَیْنَھُمَا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں دو نمازوں کو جمع کرنے کا ارادہ فرماتے تو ظہر میں اتنی تاخیر کرتے کہ عصر کا اوّل وقت آ جاتا پھر آپ دونوں نمازوں کو جمع کرتے تھے۔

۱۵۲۴- وَحَدَّثَنِیْ اَبُو الطَّاھِرِ وَعَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ قَالَا نَا ابْنُ وَھْبٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ جَابِرُ بْنُ اِسْمٰعِیْلَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر میں جلدی جانا مطلوب ہوتا تھا

عَنْ عُقَيْلِ بْنِ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَجِلَ عَلَيْهِ السَّفَرُ يُؤَخِّرُ الظُّهْرَ إِلَى أَوَّلِ وَقْتِ الْعَصْرِ فَيَجْمَعُ بَيْنَهُمَا وَيُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ حَتَّى يَجْمَعَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْعِشَاءِ حِينَ يَغِيبُ الشَّفَقُ.

تو ظہر کو عصر کے اول وقت تک مؤخر کرتے اور دو نمازوں کو جمع کرتے اور شفق غائب ہونے تک مغرب کو مؤخر کرتے پھر اسے اور عشاء کو جمع کرکے پڑھتے تھے۔

١٥٢٥ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيعًا وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ جَمِيعًا فِي غَيْرِ خَوْفٍ وَلَا سَفَرٍ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر خوف اور سفر کے ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کو جمع کرکے پڑھا۔

١٥٢٦ - وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ وَعَوْنُ بْنُ سَلَّامٍ جَمِيعًا عَنْ زُهَيْرٍ قَالَ ابْنُ يُونُسَ نَا زُهَيْرٌ قَالَ نَا أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيعًا بِالْمَدِينَةِ فِي غَيْرِ خَوْفٍ وَلَا سَفَرٍ قَالَ أَبُو الزُّبَيْرِ فَسَأَلْتُ سَعِيدًا لِمَ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا كَمَا سَأَلْتَنِي فَقَالَ أَرَادَ أَنْ لَا يُحْرِجَ أَحَدًا مِنْ أُمَّتِهِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں بغیر خوف اور سفر کے ظہر اور عصر کو جمع کرکے پڑھا۔ ابوالزبیر کہتے ہیں کہ میں نے سعید سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیوں کیا تھا؟ انھوں نے کہا میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی سوال کیا تھا تو انھوں نے فرمایا" تاکہ آپ کی امت کسی دشواری میں نہ مبتلا ہو۔

١٥٢٧ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ قَالَ نَا قُرَّةُ قَالَ نَا أَبُو الزُّبَيْرِ قَالَ نَا سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ بَيْنَ الصَّلٰوةِ فِي سَفْرَةٍ سَافَرَهَا فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ فَجَمَعَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ قَالَ سَعِيدٌ فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا حَمَلَهُ عَلَى ذٰلِكَ قَالَ أَرَادَ أَنْ لَا يُحْرِجَ أُمَّتَهُ.

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کے سفر میں دو نمازوں کو جمع فرمایا اور ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کو جمع کرکے پڑھا۔ سعید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کہ حضور نے ایسا کیوں کیا تھا؟ تو انھوں نے کہا تاکہ آپ کی امت دشواری میں نہ پڑے۔

١٥٢٨ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يُونُسَ قَالَ نَا زُهَيْرٌ قَالَ نَا أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ عَامِرٍ عَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک میں گئے تو آپ ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کو جمع کرکے پڑھتے تھے۔

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ فَكَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ جَمِيعًا وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ جَمِيعًا

١٥٢٩ - **حَدَّثَنَا** يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ قَالَ نَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ نَا أَبُو الزُّبَيْرِ قَالَ نَا عَامِرُ بْنُ وَاثِلَةَ أَبُو الطُّفَيْلِ قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ جَمَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَبَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ قَالَ فَقُلْتُ مَا حَمَلَهُ عَلَى ذٰلِكَ قَالَ فَقَالَ أَرَادَ أَنْ لَا يُحْرِجَ أُمَّتَهُ ۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک میں ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھا عامر (راوی حدیث) نے پوچھا حضور نے ایسا کیوں کیا تھا؟ حضرت معاذ نے کہا تاکہ آپ کی امت دشواری میں نہ پڑے۔

١٥٣٠ - **وَحَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ وَاللَّفْظُ لِأَبِي كُرَيْبٍ قَالَا نَا وَكِيعٌ كِلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَمَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِالْمَدِينَةِ فِي غَيْرِ خَوْفٍ وَلَا مَطَرٍ وَفِي حَدِيثِ وَكِيعٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا لِمَ فَعَلَ ذٰلِكَ قَالَ كَيْ لَا يُحْرِجَ أُمَّتَهُ وَفِي حَدِيثِ أَبِي مُعَاوِيَةَ قِيلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا مَا أَرَادَ إِلَى ذٰلِكَ قَالَ أَرَادَ أَنْ لَا يُحْرِجَ أُمَّتَهُ ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں بغیر خوف اور سفر کے ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھا۔ وکیع کی روایت میں ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ حضور نے ایسا کیوں کیا تھا؟ انھوں نے کہا تاکہ آپ کی امت دشواری میں نہ پڑے۔ ابو معاویہ کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس سے پوچھا گیا کہ اس سے آپ کا کیا ارادہ تھا؟ حضرت ابن عباس نے کہا تاکہ آپ کی امت دشواری میں نہ پڑے۔

١٥٣١ - **وَحَدَّثَنَا** أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرٍو عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانِيًا جَمِيعًا وَسَبْعًا جَمِيعًا قَالَ قُلْتُ يَا أَبَا الشَّعْثَاءِ أَظُنُّهُ أَخَّرَ الظُّهْرَ وَعَجَّلَ الْعَصْرَ وَأَخَّرَ الْمَغْرِبَ وَعَجَّلَ الْعِشَاءَ قَالَ وَأَنَا أَظُنُّ ذٰلِكَ ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آٹھ رکعتیں (ظہر و عصر) اور سات رکعتیں (مغرب و عشاء) اکٹھی پڑھی ہیں۔ راوی کہتے ہیں میں نے کہا اے ابو الشعثاء میرا گمان ہے کہ آپ نے ظہر کو مؤخر اور عصر کو مقدم کیا تھا اور مغرب کو مؤخر اور عشاء کو مقدم کیا تھا۔ ابو الشعثاء نے کہا میرا بھی یہی گمان ہے۔

١٥٣٢ - **حَدَّثَنَا** أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں سات اور آٹھ یعنی

زَیْدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلّٰی بِالْمَدِیْنَۃِ سَبْعًا وَّ ثَمَانِیًا الظُّھْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَآءَ۔

ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء اکٹھی پڑھیں۔

۱۵۳۳۔ حَدَّثَنَا اَبُو الرَّبِیْعِ الزَّھْرَانِیُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ عَنِ الزُّبَیْرِ بْنِ الْخِرِّیْتِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ شَقِیْقٍ قَالَ خَطَبَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا یَوْمًا بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَبَدَتِ النُّجُوْمُ وَجَعَلَ النَّاسُ یَقُوْلُوْنَ الصَّلٰوۃَ الصَّلٰوۃَ قَالَ فَجَآءَہٗ رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ تَمِیْمٍ لَّا یَفْتُرُ وَلَا یَنْثَنِیْ الصَّلٰوۃَ الصَّلٰوۃَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَتُعَلِّمُنِیْ بِالسُّنَّۃِ لَا اُمَّ لَکَ ثُمَّ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَمَعَ بَیْنَ الظُّھْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَآءِ قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ شَقِیْقٍ فَحَاکَ فِیْ صَدْرِیْ مِنْ ذٰلِکَ شَیْءٌ فَاَتَیْتُ اَبَا ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَسَاَلْتُہٗ فَصَدَّقَ مَقَالَتَہٗ۔

عبداللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں کہ ایک دن عصر کے بعد حضرت ابن عباس نے تقریر کی حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا اور ستارے نکل آئے لوگ کہنے لگے، نماز! نماز! پھر بنو تمیم کا ایک شخص آیا وہ بالکل خاموش نہ ہوتا تھا اور نماز نماز کہے جاتا تھا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تیری ماں مر جائے! تو مجھے سنت سکھلائے گا پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے آپ ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھتے تھے۔ عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ یہ بات مجھے کھٹک رہی تھی۔ میں نے جا کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ دریافت کیا تو انھوں نے حضرت ابن عباس کی حدیث کی تصدیق کر دی۔

۱۵۳۴۔ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِیْ عُمَرَ قَالَ نَا وَکِیْعٌ قَالَ نَا عِمْرَانُ بْنُ حُدَیْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ شَقِیْقٍ الْعُقَیْلِیِّ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِّابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا الصَّلٰوۃَ فَسَکَتَ ثُمَّ قَالَ الصَّلٰوۃَ فَسَکَتَ ثُمَّ قَالَ الصَّلٰوۃَ فَسَکَتَ ثُمَّ قَالَ لَا اُمَّ لَکَ اَتُعَلِّمُنَا بِالصَّلٰوۃِ کُنَّا نَجْمَعُ بَیْنَ الصَّلٰوتَیْنِ عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

عبداللہ بن شقیق عقیل کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: نماز! نماز۔ وہ خاموش رہے، ... اس نے پھر کہا نماز! آپ خاموش رہے، اس نے سہ بارہ کہا نماز! تو آپ چپ رہے: پھر فرمایا: تیری ماں مر جائے! کیا تو مجھے نماز کی تعلیم دے گا! ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھتے تھے۔

جمع بین الصلوٰتین میں مذاہب

امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ کے نزدیک سفر طویل جو موجب قصر ہے اس میں ظہر اور عصر کو ایک ساتھ اور مغرب اور عشاء کو ایک ساتھ جمع کر کے ایک وقت میں پڑھنا جائز ہے خواہ پہلی نماز کو دوسری نماز کے وقت میں پڑھیں یا دوسری نماز کو پہلی کے وقت میں پڑھیں اور جو سفر قصیر ہے اور موجب قصر نہیں، اس میں امام شافعی کے دو قول ہیں ایک یہ ہے کہ اس سفر میں بھی جمع بین الصلوٰتین جائز ہے کیونکہ یہ بھی سفر ہے اور اس میں بھی سواری پر نفل جائز ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ سفر قصیر میں دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس سفر میں روزہ ترک کرنا بھی جائز نہیں ہے علامہ شیرازی نے دوسرے قول کو صحیح قرار دیا ہے۔ [1]

[1] شیخ ابو اسحاق شیرازی شافعی متوفی ۴۵۵ھ۔ المہذب مع المجموع ج ۴ ص ۳۷۰ مطبوعہ دار الفکر، بیروت۔

امام شافعی کے نزدیک بارش کی وجہ سے بھی دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا جائز ہے لیکن اس طرح کہ پہلی نماز کے وقت میں دوسری نماز پڑھی جائے اور دوسری نماز کے وقت میں پہلی نماز پڑھنے کے بارے میں امام شافعی کے دو قول ہیں۔ املاء میں سفر پر قیاس کرتے ہوئے اس کو جائز قرار دیا ہے اور کتاب الام میں اس کو ناجائز قرار دیا ہے کیونکہ بعض اوقات دوسری نماز کا وقت آنے سے پہلے بارش رک جاتی ہے تو یہ جمع بغیر عذر ہوگا[1]۔ علامہ نووی کہتے ہیں کہ اس میں شرط یہ ہے کہ بارش اتنی شدید ہو کہ کپڑے بھیگ جائیں[2]۔ علامہ نووی نے بیان کیا ہے کہ امام شافعی کے نزدیک بارش کی وجہ سے جمعہ اور عصر کو بھی جمع کرنا جائز ہے۔[3]

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک مرض، آندھی، اندھیرا، خوف اور کیچڑ کی وجہ سے جمع بین الصلوٰتین جائز نہیں ہے مشہور مذہب یہی ہے البتہ علماء شافعیہ میں سے قاضی حسین اور ابو سلیمان خطابی نے مرض اور خوف کی وجہ سے ایک وقت میں دو نمازوں کے جمع کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔[4]

امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ کے نزدیک سفر شرعی میں جو موجب قصر ہے جمع بین الصلوٰتین جائز ہے خواہ جمع تقدیم ہو (دوسری نماز کو پہلی نماز کے وقت میں پڑھنا) خواہ جمع تاخیر ہو[5] (پہلی نماز کو دوسری نماز کے وقت میں پڑھنا) امام احمد کے نزدیک بارش کی وجہ سے مغرب اور عشاء کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا جائز ہے لیکن ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھنا جائز نہیں ہے[6] سخت ہوا اور اندھیری رات میں آندھی کی وجہ سے جمع بین الصلوٰتین میں امام احمد کے دو قول ہیں ایک جواز کا اور دوسرا عدم جواز کا[7] امام احمد کے نزدیک مرض کی وجہ سے بھی جمع بین الصلوٰتین جائز ہے البتہ شرط یہ ہے کہ اس مرض کی وجہ سے مریض میں ضعف اور کمزوری ہو[8] امام احمد نے بارش کی وجہ سے جو جمع بین الصلوٰتین کو جائز قرار دیا ہے۔ وہ اس شخص کے لیے ہے جو مسجد میں جا کر نماز پڑھے اور جو تنہا گھر میں نماز پڑھے اس کے بارے میں امام احمد کے دو قول ہیں ایک جواز کا دوسرا عدم جواز کا۔[9]

امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ کے نزدیک سفر میں جمع بین الصلوٰتین کے تین قول ہیں ایک عدم جواز کا دوسرا کراہت کا تیسرا یہ کہ اگر سفر میں جلد جانا مطلوب ہو تو جمع کرنا جائز ہے ورنہ نہیں[10]۔ مرض کی وجہ سے جمع بین الصلوٰتین میں امام مالک کے دو قول ہیں

---

[1] شیخ ابو اسحاق شیرازی شافعی متوفی ۴۵۵ھ۔ المہذب مع المجموع ج ۴ ص ۳۷۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب مع المجموع ج ۴ ص ۳۸۷ " "

[3] " " " " " ج ۴ ص ۳۸۳ " "

[4] " " " " " ج ۴ ص ۳۸۳ " "

[5] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۲ ص ۵۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ۔

[6] " " المغنی ج ۲ ص ۵۸ " "

[7] " " المغنی ج ۲ ص ۵۹ " "

[8] " " المغنی ج ۲ ص ۵۹ " "

[9] " " المغنی ج ۲ ص ۵۹ " "

[10] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۵۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

ایک یہ کہ اگر مرض کی وجہ سے عقل ماؤف ہونے کا خدشہ ہو تو جمع کرے ورنہ نہیں دوسرا یہ کہ جمع صوری کرے یعنی پہلی نماز کو اس کے آخری وقت میں اور دوسری نماز کو اول وقت میں پڑھے[1]، بارش کیچڑ اور اندھیرے کی وجہ سے امام مالک کے نزدیک مغرب اور عشاء کو جمع کر کے ایک وقت میں پڑھنا جائز ہے اور ظہر اور عصر کو جمع کرنے کی امام مالک اجازت نہیں دیتے[2] امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ کے نزدیک عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ کسی صورت میں دو نمازوں کو ایک وقت میں پڑھنا جائز نہیں ہے خواہ سفر ہو، مرض ہو، بارش ہو یا آندھی، اندھیرا، کیچڑ اور خوف ہو۔ امام محمد فرماتے ہیں:

قلت ارأيت هل يجمع بين الصلوتين الا في عرفة وجمع قال لا يجمع بين الصلوتين في وقت واحد في حضر ولا في سفر ما خلا عرفة ومزدلفة۔[3]

میں نے امام ابوحنیفہ سے کہا مجھے بتلائیں کیا عرفات اور مزدلفہ کے سوا جمع بین الصلوتین جائز ہے؟ امام ابوحنیفہ نے فرمایا عرفات اور مزدلفہ کے سوا دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنا سفر میں جائز ہے نہ حضر میں۔

قلت ارأيت الرجل المريض اذا اراد ان يجمع بين الصلوتين؟ قال فليؤخر الظهر حتى يأتي آخر وقتها ويقدم العصر في اول وقتها ولا يجمع بينهما في وقت واحد۔[4]

میں نے امام ابوحنیفہ سے کہا یہ بتلائیے کہ کیا بیمار شخص دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھ سکتا ہے فرمایا ظہر کو اس کے آخر وقت میں پڑھے اور عصر کو اس کے اول وقت میں پڑھے اور ایک نماز کے وقت میں دو نمازیں نہ پڑھے۔

ائمہ ثلاثہ کے دلائل اور ان کے جوابات

ائمہ ثلاثہ سفر کے دوران جمع حقیقی (یعنی ایک نماز کو دوسری نماز کے وقت میں پڑھنا) کے قائل ہیں اور ان کا استدلال مسلم شریف کی اس حدیث سے ہے:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو جب جلد جانا مقصود ہوتا تو غروب شفق کے بعد مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھتے۔[5]

علامہ نووی کہتے ہیں کہ یہ حدیث جمع حقیقی پر واضح دلیل ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما غروب شفق کے بعد مغرب کی نماز پڑھتے تھے حالانکہ اس وقت عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔[6]

احناف اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ چونکہ دوسرے قوی دلائل سے ایک نماز کو دوسری نماز کے وقت پڑھنا ناجائز اور گناہ ہے اس لیے یہ حدیث مؤول ہے اور اس کی تاویل یہ ہے کہ شفق سے مراد شفق کی سرخی ہے اور شفق کی سرخی غائب ہونے کے بعد اس وقت تک مغرب کا وقت باقی رہتا ہے جب تک کہ سفیدی غائب نہ ہو جائے (از روئے لغت شفق سرخی اور سفیدی

---

[1] علامہ ابو عبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ۔ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۵۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔
[2] ″ ″ ″ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۵۸
[3] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ، المبسوط ج ۱ ص ۱۷۴ مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، الطبعۃ الاولیٰ۔
[4] ″ ″ ″ المبسوط ج ۱ ص ۲۲۴
[5] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۴۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔
[6] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۴۵ ″ ″

دونوں میں مستعمل ہے) دوسری تاویل یہ ہے کہ شفق سے مراد کل شفق نہیں اکثر شفق ہے اور اس وقت تک مغرب کا وقت بنتا ہے جب تک کہ کل شفق غائب نہ ہوجائے بہرحال ہر تقدیر پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مغرب کی نماز مغرب کے وقت میں ہی پڑھی تھی۔

ائمہ ثلاثہ کا دوسرا استدلال اس حدیث سے ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب سفر میں جلد جانا مقصود ہوتا تو ظہر کو عصر کے اول وقت تک مؤخر کرتے اور دو نمازوں کو ایک ساتھ جمع کرکے پڑھتے اور شفق غائب ہونے تک مغرب کو مؤخر کرتے اور مغرب اور عشاء کو جمع کرکے ایک ساتھ پڑھتے[1] یہ حدیث بھی دوسرے دلائل (جن کا ذکر ان شاء اللہ عنقریب آرہا ہے) کی وجہ سے مؤول ہے اور اس کی تاویل یہ ہے کہ ظہر کو عصر کے اول وقت تک مؤخر کرتے اور مغرب کو شفق کے غائب ہونے کے قریب تک مؤخر کرتے لہٰذا آپ نے ظہر کو ظہر کے وقت میں اور مغرب کو مغرب کے وقت میں پڑھا ہے اور جمع حقیقی ثابت نہیں ہے۔

بارش میں جمع بین الصلوٰتین پر علامہ شیرازی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء بغیر خوف اور سفر کے جمع کرکے پڑھیں۔[1]

علامہ شیرازی کہتے ہیں کہ امام مالک نے کہا ہے بغیر خوف اور سفر کے جمع کرنا میرے گمان میں بارش کی وجہ سے تھا۔[2]

یہ استدلال بالکل بے جان ہے۔ ہمارے نزدیک یہ حدیث جمع صوری پر محمول ہے یعنی آپ نے ظہر اور مغرب کو آخری وقت میں اور عصر اور عشاء کو اول وقت میں پڑھا۔ علامہ ابن قدامہ نے بارش میں جمع بین الصلوٰتین پر اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ اثرم نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت کیا کہ بارش کے دن مغرب اور عشاء کو جمع کرکے پڑھنا امور سنت سے ہے۔[3]

ہمارے نزدیک بہ تقدیر صحت یہ اثر جمع صوری پر محمول ہے۔

مرض، آندھی اور اندھیرے میں جمع بین الصلوٰتین کرنا بلکہ نے سفر پر قیاس کیا ہے کیونکہ مرض اور آندھی وغیرہ میں سفر کی بہ نسبت زیادہ مشقت ہے۔[4]

احناف کی طرف سے جواب یہ ہے کہ جب سفر میں جمع حقیقی ثابت نہیں ہے تو اس پر قیاس کرکے مرض اور آندھی میں جمع کرنا بھی ثابت نہیں ہوگا۔

احناف کے دلائل

احناف جمع حقیقی یعنی ایک نماز کو دوسری نماز کے وقت میں پڑھنے کے قائل نہیں اور عرفات میں جو عصر کو ظہر کے وقت میں اور مزدلفہ میں مغرب کو عشاء کے وقت میں پڑھا جاتا ہے اس کو تواتر کی وجہ سے

WWW.NAFSEISLAM.COM

۱۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۴۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ

۲۔ شیخ ابواسحاق شیرازی شافعی متوفی ۴۵۵ھ، المہذب مع المجموع ج ۴ ص ۳۷۸ مطبوعہ دارالفکر، بیروت۔

۳۔ علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۲ ص ۵۸ مطبوعہ دارالفکر بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ

۴۔ " " " المغنی ج ۲، ص ۵۹

مستثنیٰ قرار دیتے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا۔ (النساء: ۱۰۳)

لاریب مسلمانوں پر نماز اوقات مقررہ میں فرض ہے۔

قرآن کریم کی یہ آیت اس مقصد میں صریح ہے کہ ہر نماز اپنے وقت میں فرض کی گئی ہے اور کوئی نماز شرعاً دوسری نماز کے وقت میں نہیں پڑھی جا سکتی اور قرآن کریم کی اس نص قطعی کے مقابلہ میں اخبار آحاد اگر غیر مؤول بھی ہوتیں تو ان کا اعتبار نہیں کیا جاتا چہ جائیکہ وہ مؤول ہوں۔ حسب ذیل احادیث صحیحہ بھی احناف کی دلیل ہیں:

عن عبد اللہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الصلوٰۃ لوقتها الا بجمع وعرفات۔[۱]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ ہمیشہ نماز اپنے وقت میں پڑھتے تھے۔

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ عرفات اور مزدلفہ کے سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو نمازوں کو ایک وقت میں نہیں پڑھتے تھے۔

عن ابی قتادۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما انہ لیس فی النوم تفریط انما التفریط علی من لم یصل الصلوٰۃ حتی یجیئ وقت الصلوٰۃ الاخری۔[۲]

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیند میں قصور اور کوتاہی نہیں ہے۔ قصور یہ ہے کہ کوئی شخص دوسری نماز کا وقت آنے تک پہلی نماز نہ پڑھے۔

اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ ایک فرض نماز کو دوسری فرض نماز تک مؤخر کرنا قصور اور کوتاہی ہے۔

عن ابی العالیۃ ان عمر کتب الی ابی موسیٰ! واعلم ان جمعا بین الصلوٰتین من الکبائر الا من عذر۔[۳]

ابو العالیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف مراسلہ بھیجا کہ بغیر عذر کے دو نمازوں کو جمع کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

عذر سے مراد عذر شرعی مثلاً نیند اور نسیان ہے۔

عن ابی موسیٰ قال الجمع بین الصلوٰتین من غیر عذر من الکبائر۔[۴]

حضرت ابو موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ بغیر عذر کے دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جمع حقیقی یعنی ایک فرض کے وقت میں دوسرا فرض پڑھنا گناہ کبیرہ ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

---

[۱] امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ۔ سنن نسائی ج ۲ ص ۴۶ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

ایضاً۔ امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ۔ المصنف ج ۲ ص ۵۵۱ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۰ھ

[۲] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

[۳] امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ۔ المصنف ج ۲ ص ۵۵۲ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۰ھ۔

[۴] امام ابو بکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ۔ المصنف ج ۲ ص ۴۵۹ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی۔ الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۶ھ۔

عن عائشۃ قالت کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی السفر یؤخر الظھر ویقدم العصر ویؤخر المغرب ویقدم العشاء ۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں ظہر کو مؤخر اور عصر کو مقدم کرتے اور مغرب کو مؤخر اور عشاء کو مقدم کرتے ۔

عن عبد اللّٰہ بن واقد ان مؤذن ابن عمر قال الصلوٰۃ قال سر سر حتی اذا کان قبل غیوب الشفق نزل فصلی المغرب ثم انتظر حتی غاب الشفق فصلی العشاء ثم قال ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان اذا عجل بہ امر صنع مثل الذی صنعت فسار فی ذلک الیوم واللیلۃ ۔[2]

عبداللہ بن واقد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے مؤذن نے کہا، نماز! حضرت ابن عمر نے کہا چلو چلو! حتیٰ کہ شفق غائب ہونے سے پہلے (سواری سے) اترے اور مغرب کی نماز پڑھی پھر شفق غائب ہونیکا انتظار کیا اور اس کے بعد عشاء کی نماز پڑھی پھر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب جلد جانا مقصود ہوتا تھا تو اسی طرح کیا کرتے تھے پھر اس دن اور رات بھر سفر کرتے رہے۔

ان احادیث سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں اگر دو نمازیں جمع کرتے تو صورۃً جمع کرتے تھے ۔ لہٰذا جن احادیث میں بظاہر یہ تصریح نہیں ہے وہ بھی اسی معنی پر محمول ہیں اور یہی احناف کا مذہب ہے ۔

عن الحسن ومحمد قالا ما نعلم من السنۃ الجمع بین الصلوتین فی حضر ولا سفر الا بین الظھر والعصر بعرفۃ وبین المغرب والعشاء بجمع ۔[3]

حسن اور محمد رحمہما اللہ کہتے ہیں ہمارے علم میں سنت یہی ہے کہ سفر اور حضر میں دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع نہیں کیا جاتا سوا اس کے کہ عرفہ میں ظہر اور عصر کو اور مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو جمع کرکے پڑھا جاتا ہے۔

یہ اثر مذہب احناف کے عین مطابق ہے :

مولانا امجد علی لکھتے ہیں : سفر مدینہ طیبہ میں بعض مرتبہ قافلہ ٹھہرنے کے باعث بہ مجبوری ظہر و عصر ملا کر پڑھنی ہوتی ہے اس لیے لازم ہے ظہر کے فرضوں سے فارغ ہونے سے پہلے ارادہ کرے کہ اسی وقت عصر پڑھوں گا اور فرض ظہر کے بعد فوراً عصر کی نماز پڑھے یہاں تک کہ بیچ میں ظہر کی سنتیں بھی نہ ہوں ۔ اسی طرح مغرب کے بعد عشاء بھی انہیں شرطوں سے جائز ہے اور اگر ایسا موقع ہو کہ عصر کے وقت ظہر یا عشاء کے وقت مغرب پڑھنی ہو تو صرف اتنی شرط ہے کہ ظہر اور مغرب کے وقت میں نکلنے سے پہلے ارادہ کرلے کہ ان کو عصر و عشاء کے ساتھ پڑھوں گا ۔[4]

مولانا امجد علی نے بغیر کسی حوالہ کے یہ لکھا ہے اس کا ہمیں کتب احناف میں سراغ نہیں مل سکا اور بظاہر یہ مذہب احناف کے خلاف ہے کوئی نماز اس کے وقت آنے سے پہلے نہیں ہوتی ۔ جمع بین الصلوٰتین ، عرفات اور مزدلفہ کے سوا کہیں جائز نہیں ہے ۔ ایسی صورت میں صحیح فتویٰ یہ تھا کہ عصر یا عشاء کا وقت آنے کے بعد سواری کے نہ ٹھہرنے کی صورت میں

1۔ امام ابوجعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۹۷، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۴ھ

2۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۷۱ مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۵ھ

3۔ امام ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ ھ المصنف ج ۲ ص ۴۵۹ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ

4۔ مولانا امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ ۔ بہار شریعت ج ۲ ص ۳۰ مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی ۔

سواری پر نماز پڑھ لی جائے اس پر دلائل ہم صفحات سابقہ میں ذکر کر چکے ہیں۔

بَابُ ۲۳۸ جَوَازِ الْاِنْصِرَافِ مِنَ الصَّلٰوۃِ عَنِ الْیَمِیْنِ وَالشِّمَالِ

نماز کے بعد دائیں بائیں پھرنے کا جواز

۱۵۳۵ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ قَالَ نَا اَبُوْ مُعَاوِیَۃَ وَوَکِیْعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ عُمَارَۃَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ لَا یَجْعَلَنَّ اَحَدُکُمْ لِلشَّیْطَانِ مِنْ نَّفْسِہٖ جُزْءًا لَا یَرٰی اِلَّا اَنَّ حَقًّا عَلَیْہِ اَنْ لَّا یَنْصَرِفَ اِلَّا عَنْ یَّمِیْنِہٖ اَکْثَرُ مَا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْصَرِفُ عَنْ شِمَالِہٖ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی ذات کو شیطان کا جزء نہ بنا دے اور یہ نہ گمان کرے کہ نماز کے بعد دائیں طرف ہی پھرا جاتا ہے۔ میں نے بہت دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بائیں جانب پھرتے بھی دیکھا ہے۔

۱۵۳۶ - حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ قَالَ اَنَا جَرِیْرٌ وَعِیْسَی بْنُ یُوْنُسَ ح وَحَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ اَنَا عِیْسٰی جَمِیْعًا عَنِ الْاَعْمَشِ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَہٗ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

۱۵۳۷ - وَحَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ نَا اَبُوْ عَوَانَۃَ عَنِ السُّدِّیِّ قَالَ سَاَلْتُ اَنَسًا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کَیْفَ اَنْصَرِفُ اِذَا صَلَّیْتُ عَنْ یَّمِیْنِیْ اَوْ عَنْ یَّسَارِیْ قَالَ اَمَّا اَنَا فَاَکْثَرُ مَا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَنْصَرِفُ عَنْ یَّمِیْنِہٖ۔

سدی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ میں نماز پڑھنے کے بعد کس طرف پھروں دائیں طرف یا بائیں طرف، حضرت انس نے کہا میں نے زیادہ تر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دائیں جانب پھرتے دیکھا ہے۔

۱۵۳۸ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَزُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا وَکِیْعٌ عَنْ سُفْیَانَ عَنِ السُّدِّیِّ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَنْصَرِفُ عَنْ یَّمِیْنِہٖ۔

سدی کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں طرف پھرا کرتے تھے۔

تطبیق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر بائیں جانب پھر کر بیٹھتے تھے۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر دائیں جانب پھر کر بیٹھتے تھے بظاہر ان دونوں روایتوں میں تعارض ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہر ایک راوی نے اپنا اپنا مشاہدہ بیان کیا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں طرح بیٹھتے تھے۔ اور دونوں امر جائز اور آپ کی سنت ہیں مگر چونکہ دوسری احادیث میں دائیں جانب کی فضیلت بیان کی گئی ہے اس لیے دائیں جانب افضل ہے۔

فرق مراتب قائم رکھنا دائیں جانب پھر کر بیٹھنا افضل ہے لیکن اگر کوئی شخص اس کو لازم اور واجب سمجھ لیتا ہے تو یہ گمراہی اور بدعت سیئہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو شیطان کا جزء قرار دیا ہے۔ اس حدیث سے یہ قاعدہ مستنبط ہوا کہ شریعت نے جس عبادت کا جو حکم بیان کیا ہے اس سے تجاوز

نہیں کرنا چاہیے۔ جو شخص اس حکم سے تجاوز کرتا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت بدل کر نئی شریعت بنا رہا ہے۔ ہمارے خیال میں اس سے بڑھ کر اور کوئی گمراہی نہیں ہے۔ فوت شدہ مسلمان کو ایصالِ ثواب کے لیے تیسرے، دسویں اور چالیسویں دن قرآن پاک کی تلاوت اور صدقہ خیرات کرنا ایک امر مستحب ہے اور لوگ اس کو مستحب سمجھ کر ہی کرتے ہیں ان امور کو ناجائز اور حرام کہنا شریعت میں دخل اندازی ہے۔ اسی طرح عمامہ باندھ کر نماز پڑھنا افضل ہے اور مستحب ہے اس کو لازم اور ضروری قرار دینا نئی شریعت بنانا ہے۔

واجب اور مستحب میں بطور علامت یہ فرق ہے کہ واجب کے تارک کو نہ کرنے پر ٹوکا جاتا ہے اور اسے ملامت کی جاتی ہے کہ تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا اور مستحب کے تارک کو ملامت نہیں کی جاتی نہ ہی نہ کرنے پر ٹوکا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی مستحب کام کے نہ کرنے پر ٹوک رہا ہے تو دوسرے لفظوں میں وہ اس مستحب کو واجب بنا رہا ہے۔ العیاذ باللہ!

البتہ بچوں اور طلبہ کو تعلیم و تربیت کے لیے امور مستحبہ کی تلقین کرنا اور نہ کرنے پر یاد دلانا جائز ہے۔

بَابُ ۲۳۹ اسْتِحْبَابِ يَمِيْنِ الْاِمَامِ

امام کے دائیں طرف کھڑے ہونے کا استحباب

۱۵۳۹- وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ ثَابِتِ بْنِ عُبَيْدٍ عَنِ ابْنِ الْبَرَاءِ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْبَبْنَا أَنْ نَكُونَ عَنْ يَمِينِهِ يُقْبِلُ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ قَالَ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ رَبِّ قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ أَوْ تَجْمَعُ عِبَادَكَ۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے تو آپ کے دائیں طرف کھڑے ہونے کو پسند کرتے تھے تاکہ ہم (پہلے) آپ کا چہرۂ انور دیکھیں۔ حضرت براء کہتے ہیں کہ میں نے سنا آپ فرما رہے تھے: "اے اللہ! حشر کے دن مجھے اپنے عذاب سے محفوظ رکھنا"۔

۱۵۴۰- وَحَدَّثَنَاهُ أَبُو كُرَيْبٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا وَكِيعٌ عَنْ مِسْعَرٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ يُقْبِلُ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

بَابُ ۲۴۰ كَرَاهَةِ الشُّرُوْعِ فِي نَافِلَةٍ بَعْدَ شُرُوْعِ الْمُؤَذِّنِ فِي إِقَامَةِ الصَّلٰوةِ

اقامت کے بعد نفل شروع کرنے کی ممانعت

۱۵۴۱- وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ وَرْقَاءَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب (فرض) نماز کی اقامت کہی جائے تو سوائے اس فرض کے اور کوئی نماز نہ پڑھی جائے۔

۱۵۴۲- وَحَدَّثَنِيهِ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَابْنُ رَافِعٍ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

قَالَا نَا شَبَابَةُ قَالَ حَدَّثَنِي وَرْقَاءُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

۱۵۴۳- وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ نَا رَوْحٌ قَالَ نَا زَكَرِيَّا ابْنُ إِسْحٰقَ قَالَ نَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ يَقُولُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا صَلٰوةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةُ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جماعت کھڑی ہو جائے تو سوا فرض نماز کے اور کوئی نماز نہ پڑھی جائے۔

۱۵۴۴- وَحَدَّثَنَاهُ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا زَكَرِيَّا ابْنُ إِسْحٰقَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

۱۵۴۵- وَحَدَّثَنَا حَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ أَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ قَالَ حَمَّادٌ ثُمَّ لَقِيتُ عَمْرًا فَحَدَّثَنِي بِهِ وَلَمْ يَرْفَعْهُ۔

حماد کہتے ہیں کہ میں عمرو سے ملا اور انھوں نے اس حدیث کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہیں کی (یعنی حدیث موقوف قرار دیا)۔

۱۵۴۶- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ قَالَ نَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَالِكِ بْنِ بُحَيْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِرَجُلٍ يُصَلِّي وَقَدْ أُقِيمَتْ صَلٰوةُ الصُّبْحِ فَكَلَّمَهُ بِشَيْءٍ لَا نَدْرِي مَا هُوَ فَلَمَّا انْصَرَفْنَا أَحَطْنَا نَقُولُ مَاذَا قَالَ لَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ لِي يُوشِكُ أَنْ يُصَلِّيَ أَحَدُكُمُ الصُّبْحَ أَرْبَعًا قَالَ الْقَعْنَبِيُّ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَالِكِ بْنِ بُحَيْنَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَبُو الْحُسَيْنِ وَقَوْلُهُ عَنْ أَبِيهِ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ خَطَأٌ۔

عبداللہ بن مالک بن بحینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گزرے درآں حالیکہ وہ نماز پڑھ رہا تھا اور نماز فجر کی اقامت ہو چکی تھی۔ آپ نے اس سے کچھ فرمایا جس کا ہمیں پتا نہیں چلا، نماز کے بعد ہم نے اُسے گھیر لیا اور پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے کیا فرمایا تھا۔ اس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اب تم میں سے کوئی شخص فجر کی چار رکعت پڑھنے لگا ہے! قعنبی نے کہا عبداللہ بن مالک بن بحینہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں امام مسلم نے فرمایا ہے کہ باپ کے واسطہ سے اس روایت میں خطاء ہے۔

۱۵۴۷- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ بُحَيْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ أُقِيمَتْ صَلٰوةُ الصُّبْحِ

ابن بحینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نماز فجر کی اقامت پڑھی گئی (اس وقت) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھا۔ درآں حالیکہ مؤذن اقامت کہہ رہا

فَرَاٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلًا یُّصَلِّیْ وَالْمُؤَذِّنُ یُقِیْمُ فَقَالَ اَتُصَلِّی الصُّبْحَ اَرْبَعًا۔

تھا، آپ نے فرمایا کیا تم صبح کی نماز چار رکعت پڑھتے ہو۔

۱۵۴۸۔ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ کَامِلٍ الْجَحْدَرِیُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ یَعْنِی ابْنَ زَیْدٍ ح وَحَدَّثَنِیْ حَامِدُ بْنُ عُمَرَ الْبَکْرَاوِیُّ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ یَعْنِی ابْنَ زِیَادٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَیْرٍ قَالَ نَا اَبُوْ مُعَاوِیَۃَ کُلُّھُمْ عَنْ عَاصِمٍ ح وَحَدَّثَنِیْ زُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لَہٗ قَالَ نَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِیَۃَ الْفَزَارِیُّ عَنْ عَاصِمٍ الْاَحْوَلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ سَرْجِسَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ دَخَلَ رَجُلٌ الْمَسْجِدَ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ صَلٰوۃِ الْغَدَاۃِ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ فِیْ جَانِبِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ دَخَلَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا سَلَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَا فُلَانُ بِاَیِّ الصَّلٰوتَیْنِ اعْتَدَدْتَ اَبِصَلٰوتِکَ وَحْدَکَ اَمْ بِصَلٰوتِکَ مَعَنَا۔

عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص مسجد میں آیا درآں حالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر پڑھ رہے تھے۔ اس شخص نے مسجد کے ایک کونے میں دو رکعت سنتیں پڑھیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں جماعت میں شریک ہوگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرنے کے بعد فرمایا: اے شخص! تم نے کون سی نماز کو فرض قرار دیا ہے؟ جو پہلے دو رکعت پڑھی تھیں وہ یا جو دو رکعت ہمارے ساتھ پڑھی ہیں؟

اقامت کے وقت سنت فجر پڑھنے کا حکم

اس باب کی احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ فجر کی اقامت کے وقت سنتیں پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور اس وقت سنتیں پڑھنے والے شخص کو فرض پڑھنے والا قرار دیا ہے اور اس میں یہ تنبیہ ہے جس وقت فرض پڑھے جارہے ہوں اس وقت فرض ہی پڑھنا چاہیے۔ اگر کوئی شخص پہلے سے مثلاً چار سنتیں پڑھ رہا ہو اور نماز کی اقامت ہوجائے تو سنت کا ایک دوگانہ مکمل کرکے سلام پھیر دے اور جماعت میں شامل ہوجائے اور دو رکعت سنت بعد میں قضا کرے۔ سنتوں میں اصل یہ ہے کہ گھر میں پڑھی جائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریقہ تھا۔ احادیث میں چونکہ صبح کی سنتوں کی بہت تاکید کی گئی ہے۔ اس لیے فقہاء نے اقامت فجر کے وقت بھی فجر کی سنتیں پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ بشرطیکہ فجر کی جماعت میں شامل ہونے سے نہ رہ جائے۔ علامہ نووی کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک، صبح کی سنتیں اس وقت تک پڑھ سکتا ہے جب تک، وہ دوسری رکعت میں شامل ہوسکتا ہو اور سفیان ثوری کہتے ہیں کہ جب تک، پہلی رکعت میں ملنے کا امکان ہو صبح کی سنتیں پڑھے اور امام شافعی اقامت کے وقت مطلقاً سنتیں پڑھنے سے منع کرتے ہیں[۱]۔ بظاہر اس حدیث سے امام شافعی کی تائید ہوتی ہے کیونکہ فجر کی سنتوں کی تاکید بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی اقامت فجر کے وقت سنتیں پڑھنے پر ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے۔ اس لیے اتباع حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ

[۱] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۴۷ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

اقامت فجر کے وقت سنت پڑھنا شروع نہ کرے (کیونکہ جن کے حکم سے سنتیں پڑھی جاتی ہیں وہ خود منع فرما رہے ہیں) اور اگر سنتیں پہلے سے شروع کی ہوئی ہیں تو جلد از جلد ختم کر کے جماعت میں شامل ہو جائے۔ علامہ وشتانی لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس شخص کو مارتے تھے جو اقامت فجر کے وقت سنتیں پڑھتا تھا کیونکہ سرکار نے اس سے منع کیا ہے۔[1]

یہ انتہائی غلط طریقہ مروج ہے کہ مسجد میں فجر کی جماعت کھڑی ہوتی ہے اور لوگ جماعت کی صفوں سے متصل کھڑے ہو کر سنتیں پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس میں ایک خرابی یہ ہے کہ امام باآواز بلند قرآن پڑھ رہا ہے جس کا سننا فرض ہے اور سنتوں میں مشغول شخص اس فرض کو ترک کر رہا ہے۔ دوسری خرابی یہ ہے کہ سنتوں میں مشغول شخص بظاہر فرض اور جماعت سے اعراض کر رہا ہے اور تیسری خرابی یہ ہے کہ اس کا یہ عمل اس باب کی احادیث کی مخالفت کو مستلزم ہے۔

احناف کا نظریہ اقامت فجر کے بعد جب نمازی کو یقین ہو کہ وہ فجر کی سنتیں پڑھنے کے بعد جماعت کی ایک رکعت پا سکتا ہے تو احناف کے نزدیک اس کو سنت فجر پڑھ لینی چاہئیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت فجر پڑھنے کی بہت زیادہ تاکید فرمائی ہے۔ احناف اپنے مسلک پر حسب ذیل آثار سے استدلال کرتے ہیں:

عن ابی مجلز قال دخلت المسجد فی صلوٰۃ الغداۃ مع ابن عمر وابن عباس والامام یصلی فاما ابن عمر فدخل فی الصف واما ابن عباس فصلی رکعتین ثم دخل مع الامام فلما سلم الامام قعد ابن عمر مکانہ حتی طلعت الشمس فقام فرکع رکعتین۔[2]

ابو مجلز بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز فجر کے لیے مسجد میں داخل ہوا درآں حالیکہ امام نماز پڑھا رہا تھا حضرت ابن عمر تو جماعت میں شامل ہو گئے اور حضرت ابن عباس نے دو رکعت سنت پڑھیں پھر جماعت میں شامل ہوئے امام کے سلام پھیرنے کے بعد حضرت ابن عمر اپنی جگہ بیٹھے رہے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا اس کے بعد حضرت ابن عمر نے دو رکعت سنت پڑھیں۔

عن ابی عبید اللہ عن ابی الدرداء انہ کان یدخل المسجد والناس صفوف فی صلوٰۃ الفجر فیصلی الرکعتین فی ناحیۃ المسجد ثم یدخل مع القوم فی الصلوٰۃ۔[3]

ابو عبید اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے درآں حالیکہ صبح کی جماعت کھڑی ہوئی تھی انہوں نے مسجد کے ایک کونے میں دو رکعت سنت پڑھیں پھر لوگوں کے ساتھ جماعت میں شامل ہوئے۔

علامہ سرخسی فرماتے ہیں:

---

[1] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ۔ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۶۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] امام ابو جعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ۔ شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۱۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۴ھ

[3] 〃 〃 شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۲۰ 〃 〃

قال اذا اخذ المؤذن فی الاقامۃ کرھت للرجل ان یتطوع لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقیمت الصلوٰۃ فلا صلوٰۃ الا المکتوبۃ الا رکعتی الفجر فانی لم اکرھھما وکذلک اذا انتھی الی المسجد وقد افتتح القوم صلوٰۃ الفجر یاتی برکعتی الفجر ان رجا ان یدرک مع الامام رکعۃ فی الجماعۃ [1]

امام محمد فرماتے ہیں جب مؤذن اقامت کہنا شروع کر دے تو سنتیں پڑھنا مکروہ ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، جب نماز کی اقامت ہو تو فرض کے سوا اور کوئی نماز نہ پڑھی جائے، امام محمد فرماتے ہیں سوا صبح کی سنتوں کے کیونکہ میں ان کو مکروہ نہیں قرار دیتا اسی طرح جب کوئی شخص مسجد میں پہنچے اور فجر کی جماعت کھڑی ہو چکی ہو تو اگر اس کو امید ہو کہ وہ امام کے ساتھ ایک رکعت پالے گا تو سنتیں پڑھ لے۔[2]

لفظ ابن کے ساتھ صفت کا قاعدہ

امام مسلم نے کہا عبداللہ بن مالک ابن بحینہ عن ابیہ میں خطا ہے کیونکہ صحیح نام یہ ہے۔ عبداللہ بن مالک بن القشب، بحینہ عبداللہ کی ماں کا نام ہے اور مالک ان کے باپ کا نام ہے اس نام کو پڑھنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ مالک کو تنوین کے ساتھ پڑھا جائے اور لکھنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ دوسرے بن کو ہمزہ کے ساتھ (ابن) لکھا جائے یہ نام اس طرح لکھا جائے گا عبداللہ بن مالک ابن بحینہ [3] کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب ایک علم کی صفت ابن ہو جو مضاف ہو۔ دوسرے علم کیطرف تو ابن کو ہمزہ کے ساتھ نہیں لکھتے اور صفت کے بعد پھر لفظ ابن جو مضاف ہو کسی علم کی طرف وہ پہلے علم کی صفت ہو تو ابن کو ہمزہ کے ساتھ لکھتے ہیں۔

بَابُ ۲۴۱ مَا يَقُوْلُ اِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ — مسجد میں داخل ہونے کی دعا

۱۵۴۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ اَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ اَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِي حُمَيْدٍ اَوْ عَنْ اَبِي اُسَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَقُلِ اللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَاِذَا خَرَجَ فَلْيَقُلِ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ قَالَ مُسْلِمٌ

حضرت ابواسید رضی اللہ عنہ یا ابوحمید بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو یہ دعا پڑھے (ترجمہ) اے اللہ میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور جب مسجد سے باہر آئے تو کہے (ترجمہ:) اے اللہ میں تیرے فضل سے سوال کرتا ہوں

---

[1] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ المبسوط ج ۱ ص ۱۶۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۰۰ھ

[2] علامہ سرخسی نے اثر ابن مسعود سے استدلال کیا ہے کیونکہ حضرت ابن مسعود نے مسجد کے ستون کے پیچھے کھڑے ہو کر صبح کی سنتیں پڑھیں حالانکہ اس وقت جماعت کھڑی ہوئی تھی۔

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۴۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۷۵ھ

سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ يَحْيَى يَقُولُ كَتَبْتُ هٰذَا الْحَدِيثَ مِنْ كِتَابِ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ وَقَالَ بَلَغَنِي أَنَّ يَحْيَى الْحِمَّانِيَّ يَقُولُ وَأَبِي أُسَيْدٍ.

۱۵۵۰- وَحَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ عُمَرَ الْبَكْرَاوِيُّ قَالَ نَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ نَا عُمَارَةُ بْنُ غَزِيَّةَ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ سُوَيْدٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَبِي حُمَيْدٍ أَوْ أَبِي أُسَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

فضل الٰہی کے معانی

مسجد میں داخل ہونے کے لیے آپ نے یہ دعا تعلیم کی "اللهم افتح لی ابواب رحمتك" اے اللہ میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے" تاکہ اللہ تعالیٰ کی عبادات کے دوران بندہ پر رحمت الٰہیہ کا فیضان ہو۔ عبادت میں للہیت، خضوع خشوع اور ذوق وشوق حاصل ہو اور مسجد سے باہر آتے وقت یہ دعا تعلیم فرمائی "اللھم انی اسئلك من فضلك" "اے اللہ! میں تجھ سے تیرے فضل کے سبب سوال کرتا ہوں"۔ اس دعا کا ایک مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! میں نے جو عبادت کی ہے میں تجھ سے اس عبادت کی بناء پر سوال نہیں کرتا بلکہ تیرے فضل کی بنا پر سوال کرتا ہوں دوسرا مطلب یہ ہے فضل کے معنی ہیں زائد، گویا کہ بندہ یہ کہتا ہے کہ اے اللہ! میں تجھ سے اور زیادہ عبادت کا سوال کرتا ہوں یعنی میں نے جو اب عبادت کی ہے اس سے سیر نہیں ہوا مجھے اس سے زیادہ عبادت کی توفیق اور طاقت عطا فرما تیسرا مطلب یہ ہے کہ فضل سے مراد دنیاوی منفعت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "فاذا قضيت الصلوٰة فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل الله (جمعہ: ۱۰)
"جب نماز ختم ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور (کاروبار میں) اللہ کے فضل کو تلاش کرو"۔

اسی نہج پر بندہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! میں تیری عبادت کر چکا اب کاروبار معیشت میں مجھے اپنا فضل عطا فرما۔

۲۴۲ بَابُ اسْتِحْبَابِ تَحِيَّةِ الْمَسْجِدِ بِرَكْعَتَيْنِ وَكَرَاهَةِ الْجُلُوسِ قَبْلَ صَلٰوتِهَا وَأَنَّهَا مَشْرُوعَةٌ فِي جَمِيعِ الْأَوْقَاتِ

تحیۃ المسجد

۱۵۵۱- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا نَا مَالِكٌ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ.

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں آئے تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ لے۔

۱۵۵۲- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ زَائِدَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد میں داخل ہوا درآں حالیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے

يَحْيَى الْاَنْصَارِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى ابْنِ حَبَّانَ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ بْنِ خَلْدَةَ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ اَبِي قَتَادَةَ صَاحِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ بَيْنَ ظَهْرَانَيِ النَّاسِ قَالَ فَجَلَسْتُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَرْكَعَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ تَجْلِسَ قَالَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَاَيْتُكَ جَالِسًا وَالنَّاسُ جُلُوْسٌ قَالَ فَاِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلَا يَجْلِسْ حَتّٰى يَرْكَعَ رَكْعَتَيْنِ۔

درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔ میں بھی بیٹھ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنے سے تم کو کس نے روکا تھا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے آپ کو اور لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا! فرمایا تم میں سے جب کوئی شخص مسجد میں آئے تو دو رکعت نماز پڑھنے سے پہلے نہ بیٹھے۔

تحیۃ المسجد کے احکام

مسجد میں داخل ہونے کے بعد مسجد کی تعظیم کے لیے دو رکعت نماز پڑھنا مستحب ہے اور اس کا ترک مکروہ تنزیہی ہے۔ احناف کے نزدیک جن اوقات میں نوافل یا مطلقاً نماز پڑھنا منع ہے۔ ان اوقات میں تحیۃ المسجد کی دو رکعت پڑھنا جائز نہیں ہے۔ صبح کی اذان کے بعد دو رکعت سنت کے علاوہ اور عصر کے بعد نفل پڑھنا ممنوع ہے اور اسی طرح طلوع شمس، استواء شمس اور غروب شمس کے اوقات میں نماز پڑھنا مطلقاً ممنوع ہے اس لیے ان اوقات میں تحیۃ المسجد پڑھنا جائز نہیں ہے[1] مالکیہ کا بھی یہی موقف ہے[2] ہر چند کہ تحیۃ المسجد کے امر میں عموم ہے لیکن اس کے مقابلہ میں ان اوقات کے اندر نہی میں بھی عموم ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب اباحت اور تحریم میں تعارض ہو تو ترجیح تحریم کو دی جاتی ہے۔

امام شافعی کے نزدیک ممنوعہ اوقات میں بھی تحیۃ المسجد پڑھنا مستحب ہے۔[3]

امام احمد بن حنبل کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں مشہور قول یہ ہے کہ ناجائز ہے اور ایک قول جواز کا ہے۔[4]

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ جب کعبہ میں داخل ہو تو تحیۃ المسجد پڑھنے سے پہلے طواف کرے۔ علامہ وشتانی نے لکھا ہے کہ جب مسجد نبوی میں داخل ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سلام عرض کرنے سے پہلے تحیۃ المسجد پڑھے[5] لیکن اہل محبت یہ کہتے ہیں کہ پہلے آپ کی بارگاہ میں سلام عرض کرے اور پھر تحیۃ المسجد پڑھے کیونکہ مسجد کے مقابلہ میں آپ کی تعظیم اہم اور مقدم ہے۔

علامہ علائی حنفی کہتے ہیں کہ مسجد میں داخل ہونے کے بعد فرض، سنت یا نفل کسی بھی نماز کے پڑھنے سے تحیۃ المسجد کی نماز ہو جاتی ہے کیونکہ مقصود مسجد کی تعظیم اور اس کا اکرام ہے اور وہ حاصل ہو گئی[6] لیکن علامہ شامی نے اس سے اختلاف کیا ہے اور کہا ہے

1۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۶۳۶، ۶۳۵، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ۔
2۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن یوسف سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ، مکمل اکمال الاکمال ج ۲ ص ۳۶۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔
3۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۶ھ
4۔ علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۴۳۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ،
5۔ علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۶۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت۔
6۔ علامہ علاء الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۹ھ، در مختار علی ہامش الرد ج ۱ ص ۶۳۵، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول۔

کہ جب تک مسجد کی تنظیم اور اکرام کے قصد اور نیت سے نماز نہیں پڑھے گا، تحیۃ المسجد کی نماز ادا نہیں ہوگی کیونکہ اعمال کے ثواب کا مدار نیت پر ہے[1] بخاری شریف میں ہے اعمال (کے ثواب) کا مدار نیت پر ہے[2]

بَابُ ۲۴۳ اِسْتِحْبَابِ رَكْعَتَيْنِ فِي الْمَسْجِدِ لِمَنْ قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ أَوَّلَ قُدُوْمِهٖ

مسافر کے وطن پہنچتے ہی مسجد میں دو رکعت پڑھنے کا استحباب

۱۵۵۳ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ جَوَّاسٍ الْحَنَفِيُّ أَبُوْ عَاصِمٍ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ لِيْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَيْنٌ فَقَضَانِيْ وَزَادَنِيْ وَدَخَلْتُ عَلَيْهِ الْمَسْجِدَ فَقَالَ لِيْ صَلِّ رَكْعَتَيْنِ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر میرا کچھ قرض تھا۔ آپ نے وہ قرض ادا کیا اور اصل سے کچھ زائد عطا فرمایا۔ میں مسجد میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے فرمایا دو رکعت نماز پڑھ لو۔

۱۵۵۴ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِيْ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَارِبٍ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ اشْتَرٰى مِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعِيْرًا فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ أَمَرَنِيْ أَنْ اٰتِيَ الْمَسْجِدَ فَأُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ایک اونٹ خریدا جب ہم مدینہ پہنچا تو مجھ سے فرمایا کہ مسجد میں جاکر دو رکعت نماز پڑھو۔

۱۵۵۵ - وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ يَعْنِي الثَّقَفِيَّ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ وَهْبِ ابْنِ كَيْسَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ خَرَجْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزَاةٍ فَأَبْطَأَ بِيْ جَمَلِيْ وَأَعْيَا ثُمَّ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلِيْ وَقَدِمْتُ بِالْغَدَاةِ فَجِئْتُ الْمَسْجِدَ فَوَجَدْتُّهٗ عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ قَالَ اَلْاٰنَ حِيْنَ قَدِمْتَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَدَعْ جَمَلَكَ وَادْخُلْ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ قَالَ فَدَخَلْتُ فَصَلَّيْتُ ثُمَّ رَجَعْتُ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں گیا، میرا اونٹ بہت آہستہ چلتا تھا اور چلنے سے تھک جاتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے پہلے پہنچ گئے اور میں ایک دن بعد پہنچا۔ جب میں مسجد میں داخل ہوا تو آپ کو مسجد کے دروازہ پر پایا، آپ نے فرمایا تم اب پہنچے ہو؟ میں نے عرض کیا: جی! آپ نے فرمایا اونٹ چھوڑ کر مسجد میں جاؤ اور دو رکعت نماز پڑھو۔ میں نے مسجد میں داخل ہو کر دو رکعت نماز پڑھی اور پھر واپس چلا گیا۔

۱۵۵۶ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا الضَّحَّاكُ

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ۔ درمختار علی ہامش الرد ج ۱ ص ۴۳۶، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ۔

[2] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۸۱ھ۔

يَعْنِي أَبَا عَاصِمٍ ح وَحَدَّثَنِي مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَا جَمِيعًا أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ شِهَابٍ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِيهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ وَعَنْ عَمِّهِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ كَعْبٍ عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَقْدَمُ مِنْ سَفَرٍ إِلَّا نَهَارًا فِي الضُّحٰى فَإِذَا قَدِمَ بَدَأَ بِالْمَسْجِدِ فَصَلّٰى فِيهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ جَلَسَ فِيهِ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے دن میں چاشت کے وقت ہی واپس لوٹتے تھے۔ پہلے دو رکعت نماز پڑھتے اور مسجد میں بیٹھتے۔

تشریح اس باب کی احادیث سے معلوم ہوا کہ سنت یہ ہے کہ کسی سفر سے واپس آنے کے بعد اپنے گھر جانے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے گھر (مسجد) میں حاضر ہو اور دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد اپنے گھر جائے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص مرجع عوام ہو وہ سفر سے واپس آنے کے بعد مسجد میں بیٹھ جائے تاکہ اس علاقہ کے لوگ اس سے بآسانی مل سکیں اور یہ پتا چلا کہ قرض لینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور پسندیدہ امر یہ ہے کہ مقروض جب قرض واپس کرے تو قرض دار کو اصل سے کچھ زائد رقم دے۔

صحیح بخاری میں یہ حدیث زیادہ تفصیل سے بیان کی گئی ہے: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں جا رہا تھا۔ میرا اونٹ بہت آہستہ چل رہا تھا اور چلتے چلتے تھک جاتا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا! اے جابر! میں نے عرض کیا جی! آپ نے فرمایا کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا میرا اونٹ آہستہ چلتا ہے اور تھک جاتا ہے اس وجہ سے میں لشکر سے پیچھے رہ گیا آپ نے سواری سے اتر کر میرے اونٹ پر ڈھال ماری، پھر مجھ سے فرمایا: اب اونٹ پر سوار ہو، میں اونٹ پر سوار ہوا اور میں نے دیکھا کہ اب وہ اونٹ اس قدر تیز چل رہا تھا کہ میں بار بار اس کو تیز رفتاری سے روکتا تھا کہ کہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نہ نکل جائے۔ (اثناء سفر میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تم نے شادی کر لی ہے؟ میں نے عرض کیا جی! فرمایا، کنواری سے یا بیوہ سے؟ میں نے کہا بیوہ سے۔ فرمایا، کنواری سے شادی کیوں نہ کی تم اس سے کھیلتے وہ تم سے کھیلتی!! میں نے عرض کیا میری کچھ بہنیں ہیں میں نے پسند کیا کہ میں ایسی عورت سے شادی کروں جو میری بہنوں کی کنگھی چوٹی کرے اور ان کی تربیت اور نگہداشت کرے! آپ نے فرمایا جب گھر جاؤ تو ہوشیاری سے جانا! پھر فرمایا کیا تم اپنا اونٹ فروخت کرو گے؟ میں نے عرض کیا جی۔ آپ نے مجھ سے وہ اونٹ چالیس درہم کا خرید لیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے پہلے پہنچ گئے اور میں دوسرے روز پہنچا۔ جب ہم مسجد میں پہنچے تو آپ کو مسجد کے دروازہ پر پایا۔ آپ نے فرمایا: اب پہنچے ہو! میں نے عرض کیا جی! آپ نے فرمایا اونٹ چھوڑ دو اور مسجد میں دو رکعت نماز پڑھو۔ میں نے مسجد میں آکر دو رکعت نماز پڑھی۔ آپ نے بلال کو حکم دیا کہ چالیس درہم وزن کر کے دے۔ بلال نے چالیس درہم وزن کر کے کچھ زیادہ دیے۔ میں پیٹھ موڑ کر واپس چلا گیا! آپ نے فرمایا جابر کو بلاؤ! میں نے دل میں سوچا کہ شاید اب اونٹ واپس کر دیں گے اور یہ مجھے سخت ناپسند تھا۔ آپ نے فرمایا: جاؤ اونٹ بھی لے لو اور قیمت بھی لے لو۔[1]

(حاشیہ صفحہ ہذا آئندہ صفحہ پر دیکھیں)

باب ۲۴۴ استحباب صلوٰۃ الضحٰی[1]

۱۵۵۷ - وحدثنا يحيى بن يحيى قال انا يزيد بن زريع عن سعيد الجريري عن عبد الله بن شقيق قال قلت لعائشة رضي الله عنها هل كان النبي صلى الله عليه وسلم يصلي الضحى قالت لا الا ان يجيء من مغيبه.

۱۵۵۸ - وحدثنا عبيد الله بن معاذ العنبري قال نا ابي قال نا كهمس بن الحسن القيسي عن عبد الله ابن شقيق قال قلت لعائشة اكان النبي صلى الله عليه وسلم يصلي الضحى قالت لا الا ان يجيء من مغيبه.

۱۵۵۹ - حدثنا يحيى بن يحيى قال قرأت على مالك عن ابن شهاب عن عروة عن عائشة رضي الله عنها انها قالت ما رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي سبحة الضحى قط واني لاسبحها وان كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ليدع العمل وهو يحب ان يعمل به خشية ان يعمل به الناس فيفرض عليهم.

۱۵۶۰ - حدثنا شيبان بن فروخ قال نا عبد الوارث قال نا يزيد يعني الرشك قال حدثتني معاذة انها سالت عائشة رضي الله عنها كم كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي صلوة الضحى قالت اربع ركعات ويزيد ما شاء.

۱۵۶۱ - حدثنا محمد بن مثنى وابن بشار قالا نا محمد بن جعفر قال نا شعبة عن يزيد بهذا الاسناد

نماز چاشت کا استحباب

عبد اللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز پڑھتے تھے؟ فرمایا، نہیں! الا یہ کہ آپ کسی سفر سے تشریف لائیں۔

عبد اللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز پڑھتے تھے؟ فرمایا نہیں! الا یہ کہ آپ کسی سفر سے واپس آئیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اور میں چاشت کی نماز پڑھتی ہوں، ہر گاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام کو کرنا پسند کرتے تھے۔ لیکن اس خدشہ سے نہیں کرتے تھے کہ آپ کو دیکھ کر مسلمان بھی وہ کام کرنے لگیں گے اور وہ کام ان پر فرض ہو جائے گا۔

معاذہ کہتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز چاشت کی کتنی رکعت پڑھا کرتے تھے۔ فرمایا چار رکعات اور جس قدر زیادہ پڑھنا چاہتے پڑھ لیتے تھے۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے مگر اس میں یہ ہے جس قدر اللہ چاہتا زیادہ پڑھ لیتے۔

(حاشیہ صفحہ سابقہ) ۱؎ امام ابو عبد اللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۸۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ۔

مِثْلَهُ وَقَالَ وَيَزِيدُ مَا شَاءَ اللّٰهُ.

۱۵۶۲- وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ نَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ عَنْ سَعِيدٍ قَالَ نَا قَتَادَةُ أَنَّ مُعَاذَةَ الْعَدَوِيَّةَ حَدَّثَتْهُمْ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحٰى أَرْبَعًا وَيَزِيدُ مَا شَاءَ اللّٰهُ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی چار رکعات پڑھتے تھے اور اللہ تعالیٰ جس قدر زیادہ چاہتا اتنی بڑھا لیتے تھے۔

۱۵۶۳- حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَابْنُ بَشَّارٍ جَمِيعًا عَنْ مُعَاذِ بْنِ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

۱۵۶۴- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى قَالَ مَا أَخْبَرَنِي أَحَدٌ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحٰى إِلَّا أُمُّ هَانِئٍ فَإِنَّهَا حَدَّثَتْ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ بَيْتَهَا يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ فَصَلّٰى ثَمَانِ رَكَعَاتٍ مَا رَأَيْتُهُ صَلّٰى صَلٰوةً قَطُّ أَخَفَّ مِنْهَا غَيْرَ أَنَّهُ كَانَ يُتِمُّ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ وَلَمْ يَذْكُرِ ابْنُ بَشَّارٍ فِي حَدِيثِهِ قَوْلَهُ قَطُّ.

عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ مجھے صرف حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے بتایا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔! انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن میرے گھر تشریف لائے اور آپ نے آٹھ رکعات اس قدر جلد پڑھیں کہ میں نے کبھی آپ کو اتنی جلدی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا لیکن آپ رکوع اور سجود مکمل طریقہ سے کرتے تھے۔ ابن بشار نے اپنی حدیث میں قط کا ذکر نہیں کیا۔

۱۵۶۵- وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ قَالَا نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّ أَبَاهُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الْحَارِثِ بْنِ نَوْفَلٍ قَالَ سَأَلْتُ وَحَرَصْتُ عَلٰى أَنْ أَجِدَ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ يُخْبِرُنِي أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَّحَ سُبْحَةَ الضُّحٰى فَلَمْ أَجِدْ أَحَدًا يُحَدِّثُنِي ذٰلِكَ غَيْرَ أُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْنِي أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتٰى بَعْدَ مَا ارْتَفَعَ النَّهَارُ يَوْمَ الْفَتْحِ فَأُتِيَ بِثَوْبٍ فَسُتِرَ عَلَيْهِ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ قَامَ فَرَكَعَ ثَمَانَ رَكَعَاتٍ

عبداللہ بن حارث کہتے ہیں کہ مجھے اس بات کی زبردست خواہش تھی کہ کوئی شخص مجھے یہ بتائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز کس طرح پڑھتے تھے لیکن مجھے صرف حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا نے اس بات کی خبر دی اور بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے روز دن چڑھنے کے بعد آئے اور کپڑا لاکر پردہ کیا گیا پھر آپ نے غسل کے بعد آٹھ رکعت پڑھیں۔ میں یہ نہیں کہہ سکتی کہ اس میں آپ نے قیام زیادہ لمبا کیا تھا یا رکوع زیادہ لمبا کیا تھا یا سجود، کیونکہ تمام ارکان برابر تھے اور اس سے پہلے اور بعد میں نے آپ کو کبھی چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

لَا اَدْرِیْ اَقِیَامُهٗ فِیْهَا اَطْوَلُ اَمْ رُکُوْعُهٗ اَمْ سُجُوْدُهٗ
كُلُّ ذٰلِكَ مِنْهُ مُتَقَارِبٌ قَالَتْ فَلَمْ اَرَهُ سَبَّحَهَا قَبْلُ
وَلَا بَعْدُ قَالَ الْمُرَادِیُّ عَنْ يُوْنُسَ وَلَمْ يَقُلْ اَخْبَرَنِیْ۔

۱۵۶۶- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى
مَالِكٍ عَنْ اَبِی النَّضْرِ اَنَّ اَبَا مُرَّةَ مَوْلٰى اُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ
اَبِیْ طَالِبٍ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَمِعَ اُمَّ هَانِئٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا
بِنْتَ اَبِیْ طَالِبٍ تَقُوْلُ ذَهَبْتُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُّهٗ يَغْتَسِلُ
وَفَاطِمَةُ ابْنَتُهٗ تَسْتُرُهٗ بِثَوْبٍ قَالَتْ فَسَلَّمْتُ
فَقَالَ مَنْ هٰذِهٖ قُلْتُ اُمُّ هَانِئٍ بِنْتُ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَ
مَرْحَبًا بِاُمِّ هَانِئٍ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهٖ قَامَ فَصَلّٰى ثَمَانَ
رَكَعَاتٍ مُلْتَحِفًا فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ فَلَمَّا انْصَرَفَ
قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ زَعَمَ ابْنُ اُمِّیْ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ
اَنَّهٗ قَاتِلٌ رَجُلًا اَجَرْتُهٗ فُلَانَ بْنَ هُبَيْرَةَ فَقَالَ
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَجَرْنَا مَنْ
اَجَرْتِ يَا اُمَّ هَانِئٍ قَالَتْ اُمُّ هَانِئٍ وَ
ذٰلِكَ ضُحًى۔

۱۵۶۷- وَحَدَّثَنِیْ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ نَا
مُعَلَّى بْنُ اَسَدٍ قَالَ نَا وُهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ
مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِیْ مُرَّةَ مَوْلٰى عَقِيْلٍ عَنْ اُمِّ هَانِئٍ
رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
صَلّٰى فِیْ بَيْتِهَا عَامَ الْفَتْحِ ثَمَانَ رَكَعَاتٍ فِیْ ثَوْبٍ قَدْ
خَالَفَ بَيْنَ طَرَفَيْهِ۔

۱۵۶۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَسْمَاءَ
الضُّبَعِیُّ قَالَ نَا مَهْدِیٌّ وَهُوَ ابْنُ مَيْمُوْنٍ قَالَ نَا
وَاصِلٌ مَوْلٰى ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عُقَيْلٍ عَنْ
يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ عَنْ اَبِی الْاَسْوَدِ الدِّيْلِیِّ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ
عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ يُصْبِحُ الرَّجُلُ

حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ فتح مکہ کے سال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ آپ غسل کر رہے تھے، اور آپ کی صاحبزادی سیدتنا حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک چادر تان کر آپ کا پردہ کیا ہوا تھا۔ میں نے آکر سلام کیا۔ آپ نے فرمایا یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا ام ہانی بنت ابی طالب۔ فرمایا ام ہانی کو مرحبا ہو۔ غسل سے فارغ ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ رکعت نماز پڑھی درآں حالیکہ آپ ایک کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو میں نے عرض کیا میرے ماں جائے علی بن ابی طالب ایک ایسے شخص کو قتل کرنے والے ہیں جس کو میں پناہ دے چکی ہوں اور وہ فلاں بن ہبیرہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ام ہانی جس کو تم نے پناہ دی اس کو ہم نے پناہ دی، حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ یہ نماز چاشت کی تھی۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ان کے گھر آٹھ رکعت نماز پڑھی۔ درآں حالیکہ آپ نے اپنے گرد ایک کپڑا لپیٹ رکھا تھا جس کی دونوں طرفیں مخالف جانب تھیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص صبح اٹھتا ہے تو اس کے ہر جوڑ پر صدقہ واجب ہوتا ہے اور اس کا ایک بار سبحان اللہ کہہ دینا صدقہ ہے۔ ایک بار الحمد للہ کہہ دینا صدقہ ہے ایک بار لا الٰہ الا اللہ کہہ دینا

عَلٰی کُلِّ سُلَامٰی مِنْ اَحَدِکُمْ صَدَقَۃٌ فَکُلُّ تَسْبِیْحَۃٍ صَدَقَۃٌ وَّکُلُّ تَحْمِیْدَۃٍ صَدَقَۃٌ وَّکُلُّ تَھْلِیْلَۃٍ صَدَقَۃٌ وَّکُلُّ تَکْبِیْرَۃٍ صَدَقَۃٌ وَّاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَۃٌ وَّنَھْیٌ عَنِ الْمُنْکَرِ صَدَقَۃٌ وَّیُجْزِیُٔ مِنْ کُلِّ ذٰلِکَ رَکْعَتَانِ یَرْکَعُھُمَا مِنَ الضُّحٰی

صدقہ ہے ایک بار اللہ اکبر کہہ دینا صدقہ ہے۔ کسی شخص کو نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے، کسی کو برائی سے روک دینا صدقہ ہے اور چاشت کی نماز پڑھ لینا ان تمام امور سے کفایت کر جاتا ہے۔

۱۵۶۹ - وَحَدَّثَنَا شَیْبَانُ بْنُ فَرُّوْخَ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ نَا اَبُو التَّیَّاحِ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ عُثْمَانَ النَّھْدِیُّ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ اَوْصَانِیْ خَلِیْلِیْ بِثَلٰثٍ بِصِیَامِ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ مِّنْ کُلِّ شَھْرٍ وَّرَکْعَتَیِ الضُّحٰی وَاَنْ اُوْتِرَ قَبْلَ اَنْ اَرْقُدَ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے خلیل نے مجھے تین چیزوں کی وصیت کی، ہر ماہ تین روزے رکھنے کی، دو رکعت نماز چاشت کی، اور سونے سے پہلے وتر پڑھنے کی۔

۱۵۷۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَۃُ عَنْ عَبَّاسٍ الْجُرَیْرِیِّ وَاَبِیْ شِمْرٍ الضُّبَعِیِّ قَالَا سَمِعْنَا اَبَا عُثْمَانَ النَّھْدِیَّ یُحَدِّثُ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِہٖ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

۱۵۷۱ - وَحَدَّثَنِیْ سُلَیْمَانُ بْنُ مَعْبَدٍ قَالَ نَا مُعَلَّی بْنُ اَسَدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ مُخْتَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ الدَّانَاجِ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ رَافِعِ الصَّائِغُ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا ھُرَیْرَۃَ قَالَ اَوْصَانِیْ خَلِیْلِیْ اَبُو الْقَاسِمِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثٍ فَذَکَرَ مِثْلَ حَدِیْثِ اَبِیْ عُثْمَانَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے جس میں یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا میرے خلیل ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تین چیزوں کی وصیت کی ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

۱۵۷۲ - وَحَدَّثَنِیْ ھَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَا نَا ابْنُ اَبِیْ فُدَیْکٍ عَنِ الضَّحَّاکِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ حُنَیْنٍ عَنْ اَبِیْ مُرَّۃَ مَوْلٰی اُمِّ ھَانِیٍٔ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ اَوْصَانِیْ حَبِیْبِیْ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثٍ لَنْ اَدَعَھُنَّ مَا عِشْتُ بِصِیَامِ ثَلَاثَۃِ اَیَّامٍ مِّنْ کُلِّ شَھْرٍ وَّصَلٰوۃِ الضُّحٰی وَبِاَنْ لَّا اَنَامَ حَتّٰی اُوْتِرَ۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایسی تین چیزوں کی وصیت کی ہے جن کو میں تاحیات نہیں چھوڑوں گا۔ ہر ماہ تین روزے، چاشت کی نماز اور سونے سے پہلے وتر پڑھنا۔

چاشت کا وقت

علامہ طیبی کہتے ہیں کہ سورج بلند ہونے کے بعد دن کے ابتدائی حصہ کو چاشت کہتے ہیں

ملا علی قاری کہتے ہیں کہ زوال سے پہلے دن کے ابتدائی چوتھے حصے کو چاشت کہتے ہیں[1] مثلاً اگر بارہ گھنٹہ کا دن ہے تو طلوع آفتاب کے تین گھنٹے بعد چاشت کا وقت ہوگا۔

چاشت کی نماز میں روایات متعارض ہیں اور یہ تعارض ثبوت اور تعداد دونوں کے اعتبار سے ہوتا ہے۔

چاشت کی نماز میں بلحاظ ثبوت کے تطبیق

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت میں یہ ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کی نماز پڑھتے ہوئے بالکل نہیں دیکھا۔ ایک روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف سفر سے واپسی کے موقع پر چاشت کی نماز پڑھتے تھے۔ ایک روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ چار رکعت چاشت پڑھتے تھے اور جس قدر زیادہ چاہتے پڑھ لیتے۔ اس تعارض کا اوّلاً جواب یہ ہے کہ جب کسی واقعہ کے بارے میں ثبوت اور نفی کی روایات ہوں تو ثبوت کی روایات کو ترجیح دی جاتی ہے۔ ثانیاً یہ کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جن روایات میں چاشت پڑھنے کی نفی بیان کی ہے وہ نفی ان کے مشاہدہ کے اعتبار سے ہے اور جن روایات میں انھوں نے سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑھنے کی خبر دی ہے۔ وہ کسی اور صحابی یا صحابیہ یا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خبر دینے کی وجہ سے ہے، ثالثاً جن روایات میں حضرت عائشہ نے نماز چاشت پڑھنے کی نفی بیان کی، وہ دوام اور مواظبت کے اعتبار سے ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز چاشت کی نماز نہیں پڑھتے تھے۔ رابعاً لوگوں میں چاشت کی نماز آٹھ رکعت معروف ہوگئی، حضرت عائشہ نے اس معروف طریقہ کی نفی کی ہے کیونکہ آپ چاشت کی نماز چار رکعت بھی پڑھتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے چاشت کی نماز سے جو اپنے علم کی نفی کی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ کی باری آٹھ دن کے بعد آتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ نماز مسجد میں پڑھتے تھے یا سفر میں پڑھتے تھے جس کی وجہ سے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑھنے کا علم نہیں ہوسکا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ بھی منقول ہے کہ انھوں نے مسجد میں چاشت کی نماز پڑھنے کو بدعت قرار دیا ہے اور منقول ہے کہ حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود چاشت کی نماز نہیں پڑھتے تھے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان حضرات کو یہ خدشہ تھا کہ اگر ہر روز التزام کے ساتھ چاشت کی نماز مسجد میں پڑھی گئی تو لوگ اس کو فرض کے مشابہ قرار دے لیں گے۔[2]

چاشت کی نماز میں بلحاظ عدد کے تطبیق

عدد کے لحاظ سے بھی ان روایات میں تعارض ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز چاشت چار رکعات پڑھتے تھے۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ آپ نے چاشت کی نماز آٹھ رکعات پڑھیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے چاشت کی نماز دو رکعت پڑھیں، طبری نے روایت کیا ہے کہ آپ نے چاشت کی نماز پہلے دو رکعت پڑھیں، پھر چار رکعت پھر چھ رکعت، پھر آٹھ رکعت۔ بعض ضعیف روایات میں بارہ رکعات کا

[1] علامہ علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقاۃ ج ۳ ص ۱۹۸ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

[2] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۶۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

بھی ذکر ہے۔

ان متعارض روایات میں تطبیق اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز چاشت کی متعدد رکعات پڑھی ہیں تاکہ امت کو عمل کرنے میں آسانی اور سہولت ہو اور ہر راوی نے اپنا مشاہدہ بیان کیا ہے۔

حضرت ام ہانی کی روایت کے فوائد

حضرت ام ہانی کا نام فاختہ تھا لیکن وہ اپنی کنیت سے مشہور ہو گئیں، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص وضو یا غسل کر رہا ہو اس کو سلام کرنا جائز ہے کیونکہ حضرت امّ ہانی رضی اللہ عنہا نے سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل کی حالت میں سلام کیا۔ البتہ جو شخص قضاءِ حاجت میں مشغول ہو اس کو سلام کرنا جائز نہیں ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غسل کرنے والے کا گفتگو کرنا جائز ہے۔ کیونکہ آپ نے حالت اغتسال میں حضرت امّ ہانی سے کلام کیا بعض فقہاء نے یہ فرق کیا ہے کہ جو غسل طہارت کے لیے ہو اس میں کلام نہ کرے اور جو غسل تنظیف اور بدن کو صاف کرنے کے لیے ہو اس میں کلام کرنا جائز ہے آپ کا یہ غسل تنظیف کے لیے تھا کیونکہ بعض احادیث میں یہ تصریح ہے کہ آپ کے چہرہ پر گرد و غبار تھا تو آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو پانی لانے کے لیے فرمایا۔ حضرت امّ ہانی نے حضرت علی کو بھائی کہنے کی بجائے ماں جایا کہا کیونکہ ماں جایا کا لفظ اس بات کو مستلزم ہے کہ ماں میں مشارکت کی وجہ سے شفقت اور رحمت کے اظہار کا زیادہ داعیہ اور باعث ہو۔

رکعات نوافل میں مذاہب

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ایک رکعت نفل پڑھنا بھی جائز ہے لیکن ان کے نزدیک افضل یہ ہے کہ دن اور رات میں دو دو رکعت نفل پڑھے جائیں[1] امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک نفل صرف دو دو رکعت ہی پڑھے جا سکتے ہیں[2]۔ امام احمد بن حنبل کے نزدیک ایک رکعت نفل جائز نہیں رات کے نوافل دو رکعت سے زیادہ ایک سلام کے ساتھ پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ سنن ابوداؤد میں ہے صلوٰۃ اللیل مثنی مثنی ''رات کو نماز دو دو رکعت پڑھو'' اور دن کو دو دو رکعت نماز پڑھنا افضل ہے لیکن اگر دن میں ایک سلام کے ساتھ چار رکعت نفل بھی پڑھ لیے تو جائز ہے، اگر دن یا رات میں چھ نفل ایک سلام کے ساتھ پڑھے تو یہ فعل مکروہ ہے لیکن نماز ہو جائے گی[3] امام ابوحنیفہ کے نزدیک دن میں ایک سلام کے ساتھ چار رکعت سے زیادہ پڑھنا مکروہ ہے اور رات میں ایک سلام کے ساتھ آٹھ رکعت سے زیادہ پڑھنا مکروہ ہے دن اور رات میں ایک سلام کے ساتھ چار رکعت پڑھنا افضل ہے امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک رات اور دن میں دو دو رکعت پڑھنا افضل ہے اور بعض مشائخ نے اسی پر فتویٰ دیا ہے[4]۔ صاحبین کی دلیل سنن ابوداؤد کی حدیث ہے: صلوٰۃ اللیل مثنی مثنی ''رات کی نماز دو دو رکعت کر کے پڑھو اور امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ حدیث ہے جس کو ابوسلمہ نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے۔

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ ھ شرح المہذب ج ۴ ص ۵۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت

[2] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ ھ۔ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۶۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[3] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۴۳۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ۔

[4] علامہ علاء الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ۔ در مختار علیٰ ہامش الرد ج ۱ ص ۴۳۲ مطبوعہ مطبعۃ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

عَن ابی سلمۃ بن عبد الرحمن انہ اخبرہ انہ سأل عائشۃ کیف کانت صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان فقالت ما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ یصلی اربعاً فلا تسأل عن حسنہن وطولہن ثم یصلی اربعاً فلا تسأل عن حسنہن وطولہن ثم یصلی ثلثا قالت عائشۃ فقلت یارسول اللہ اتنام قبل ان توتر فقال یاعائشۃ ان عینی تنامان ولا ینام قلبی [1]

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں کس طرح نماز پڑھتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ آپ چار رکعات نماز پڑھتے ان کے حسن اور طول کی بات نہ پوچھو، پھر چار رکعات نماز پڑھتے اور یہ نہ پوچھو کہ ان کا حسن اور طول کیسا تھا۔ پھر تین رکعت (وتر) پڑھتے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں! فرمایا: اے عائشہ! میری آنکھیں محو خواب ہوتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔

احناف کے نزدیک ایک رکعت نماز جائز نہیں ہے۔

عورت کے امان دینے میں مذاہب

حدیث نمبر ۱۵۶۶ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام ہانی کی ابن ہبیرہ کی دی ہوئی امان نافذ کر دی۔ یہاں فقہاء نے اس نکتہ پر بحث کی ہے کہ عورت اگر کسی شخص کو امان دیدے تو کیا صرف اس کے امان دینے سے امان نافذ ہو جاتی ہے ——— یا یہ امان امام کی اجازت پر موقوف ہے اگر وہ امان کو برقرار رکھے تو امان ہو گی ورنہ نہیں۔ علامہ وشتانی مالکی لکھتے ہیں کہ جمہور علماء نے اس حدیث کی بناء پر عورت کی امان کو جائز قرار دیا ہے اور ابن ماجشون نے اس مسئلہ میں جمہور علماء کی مخالفت کی ہے [2]۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ امام شافعی اور دیگر ائمہ کے نزدیک، قیامت تک برپا ہونے والے جہاد میں عورت کی دی ہوئی امان نافذ ہو جائے گی اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک عورت کی دی ہوئی امان امام کی صوابدید پر موقوف ہے۔ وہ اگر اس امان کو برقرار رکھے گا تو امان برقرار رہے گی ورنہ نہیں [3]

باب ۲۴۵ اِسْتِحْبَابِ رَكْعَتَيْ سُنَّةِ الْفَجْرِ وَ الْحَثِّ عَلَيْهِمَا

سنت فجر کا استحباب اور تاکید

۱۵۷۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ

حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں

---

[1] امام ابوعبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ ھ۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ ھ

[2] علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ ھ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۶۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت۔

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ ھ۔ شرح مسلم ج ۱ ص ۲۴۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ ھ

عَلٰی مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا اَنَّ حَفْصَةَ اُمَّ الْمُؤْمِنِیْنَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهَا اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ مِنَ الْاَذَانِ لِصَلٰوةِ الصُّبْحِ وَبَدَا الصُّبْحُ رَكَعَ رَكْعَتَیْنِ خَفِیْفَتَیْنِ قَبْلَ اَنْ تُقَامَ الصَّلٰوةُ۔

کہ جب مؤذن اذان دے کر خاموش ہو جاتا، اور فجر ظاہر ہو جاتی، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقامت سے پہلے دو رکعت سنت فجر مختصر طریقہ پر پڑھتے۔

۱۵۷۴- وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی وَقُتَیْبَةُ وَابْنُ رُمْحٍ عَنِ اللَّیْثِ بْنِ سَعْدٍ ح وَحَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا اِسْمٰعِیْلُ عَنْ اَیُّوْبَ كُلُّهُمْ عَنْ نَافِعٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ كَمَا قَالَ مَالِكٌ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

۱۵۷۵- وَحَدَّثَنِیْ اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ زَیْدِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ سَمِعْتُ نَافِعًا یُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ لَا یُصَلِّیْ اِلَّا رَكْعَتَیْنِ خَفِیْفَتَیْنِ۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طلوع فجر کے بعد دو خفیف رکعت (سنت فجر) کے علاوہ اور کوئی نماز نہیں پڑھتے تھے۔

۱۵۷۶- وَحَدَّثَنَاهُ اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ اَنَا النَّضْرُ قَالَ نَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

۱۵۷۷- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ قَالَ نَا سُفْیَانُ عَنْ عَمْرٍو عَنِ الزُّهْرِیِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ اَخْبَرَتْنِیْ حَفْصَةُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا اَضَاءَ لَهُ الْفَجْرُ صَلّٰی رَكْعَتَیْنِ۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب فجر روشن ہو جاتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت نماز پڑھتے

۱۵۷۸- حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَیْمَانَ قَالَ نَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ رَكْعَتَیِ الْفَجْرِ اِذَا سَمِعَ الْاَذَانَ وَیُخَفِّفُهُمَا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذان سننے کے بعد فجر کی دو سنتیں تخفیف کے ساتھ پڑھتے۔

۱۵۷۹- وَحَدَّثَنِیْهِ عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ نَا عَلِیٌّ یَعْنِی ابْنَ مُسْهِرٍ ح وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ كُرَیْبٍ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ ح وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرٍ وَاَبُوْ كُرَیْبٍ وَابْنُ نُمَیْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ نُمَیْرٍ ح وَحَدَّثَنَاهُ عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا

ایک اور سند سے بھی یہی روایت ہے اس میں طلوع فجر کا ذکر ہے۔

وَكِيعٌ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَفِي حَدِيثِ أَبِي أُسَامَةَ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ.

۱۵۸۰ - وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى قَالَ نَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ هِشَامٍ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ بَيْنَ النِّدَاءِ وَالْإِقَامَةِ مِنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی اذان اور اقامت کے درمیان دو رکعت (سنت فجر) پڑھتے تھے۔

۱۵۸۱ - وَحَدَّثَنَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُ سَمِعَ عَمْرَةَ تُحَدِّثُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا كَانَتْ تَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَيُخَفِّفُ حَتّٰى إِنِّي أَقُولُ هَلْ قَرَأَ فِيهِمَا بِأُمِّ الْقُرْاٰنِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت سنت فجر اس قدر تخفیف کے ساتھ پڑھتے تھے کہ میں دل میں سوچتی تھی پتا نہیں آپ نے سورہ فاتحہ پڑھی بھی ہے یا نہیں!۔

۱۵۸۲ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَنْصَارِيِّ سَمِعَ عَمْرَةَ بِنْتَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ أَقُولُ هَلْ يَقْرَأُ فِيهِمَا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طلوع فجر کے بعد دو رکعت سنت فجر پڑھتے اور میں سوچتی کہ کیا آپ نے ان میں سورہ فاتحہ پڑھی ہو گی!۔

۱۵۸۳ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَطَاءٌ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ عَلٰى شَيْءٍ مِنَ النَّوَافِلِ أَشَدَّ مُعَاهَدَةً مِنْهُ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الصُّبْحِ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنت فجر سے زیادہ کسی نفل کی حفاظت اور التزام نہیں کرتے تھے۔

۱۵۸۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ جَمِيعًا عَنْ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ نَا حَفْصٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَيْءٍ مِنَ النَّوَافِلِ أَسْرَعَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی نفل اس قدر سرعت کے ساتھ پڑھتے نہیں دیکھا جس قدر سرعت کے ساتھ آپ سنت فجر پڑھتے تھے۔

مِنْهُ اِلَى الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ۔

۱۵۸۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْغُبَرِيُّ قَالَ نَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ اَوْفٰى عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنت فجر پڑھنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

۱۵۸۶ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ قَالَ نَا مُعْتَمِرٌ قَالَ قَالَ اَبِيْ نَا قَتَادَةُ عَنْ زُرَارَةَ عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ فِيْ شَاْنِ الرَّكْعَتَيْنِ عِنْدَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ لَهُمَا اَحَبُّ اِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا جَمِيْعًا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طلوع فجر کے بعد دو رکعت (سنت فجر) پڑھنا میرے نزدیک تمام دنیا سے زیادہ بہتر ہے۔

۱۵۸۷ - حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَابْنُ اَبِيْ عُمَرَ قَالَا نَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَنْ يَزِيْدَ وَهُوَ ابْنُ كَيْسَانَ عَنْ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَاَ فِيْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی دو رکعات (سنت فجر) میں قل یآیہا الکافرون اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ پڑھیں۔

۱۵۸۸ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا الْفَزَارِيُّ يَعْنِيْ مَرْوَانَ بْنَ مُعَاوِيَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيْمٍ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ بْنُ يَسَارٍ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَاُ فِيْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فِي الْاُوْلٰى مِنْهُمَا قُوْلُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْنَا الْاٰيَةَ الَّتِيْ فِي الْبَقَرَةِ وَفِي الْاٰخِرَةِ مِنْهُمَا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنت فجر کی پہلی رکعت میں سورۂ بقرہ میں سے قُوْلُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ۔ پڑھتے اور دوسری رکعت میں اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ۔ پڑھتے۔

۱۵۸۹ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا اَبُوْ خَالِدٍ الْاَحْمَرُ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيْمٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَاُ فِيْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ قُوْلُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَالَّتِيْ فِيْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنت فجر میں قولوا امنا باللہ وما انزل الینا اور آل عمران کی یہ آیت پڑھتے تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

اٰلِ عمران تعالوا الی کلمۃٍ سوآءٍ بیننا و بینکم الاٰیۃ ۔

۱۵۹۰ ۔ حَدَّثَنِیْ عَلِیُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ اَنَا عِیْسَی بْنُ یُوْنُسَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حَکِیْمٍ فِیْ ھٰذَا الْاِسْنَادِ بِمِثْلِ حَدِیْثِ مَرْوَانَ الْفَزَارِیِّ ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

احکام شرعیہ کی اقسام

علامہ شامی فرماتے ہیں کہ احکام شرعیہ کی چار قسمیں ہیں ۔ فرض، واجب، سنت اور نفل ۔ جس کام کا کرنا ضروری ہو اور نہ کرنا ممنوع ہو اگر اسکے لزوم اور ثبوت پر دلالت قطعی ہے تو فرض ہے اور اگر لزوم پر دلالت یا ثبوت ظنی ہو تو واجب ہے اور اگر اس کام کا کرنا مطلوب ہو اور نہ کرنا ممنوع نہ ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا خلفاء راشدین نے اس کام کو ہمیشہ کیا ہو تو وہ سنت ہے ورنہ نفل اور مستحب ہے ۔ سنت کا معنی ہے الطریقۃ المسلوکۃ فی الدین" یعنی عبادت کرنے کا طریقہ پھر سنت کی دو قسمیں ہیں سنن ہدی جن کو سنن مؤکدہ بھی کہتے ہیں ۔ اور سنن زوائد، سنن ہدی (موکدہ) وہ ہیں جن کا ترک اساءت (برائی) اور کراہیت کا موجب ہو جیسے جماعت، اذان اور اقامت اور سنن زوائد وہ ہیں جن کا ترک اساءت اور کراہیت کا موجب نہ ہو جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست و برخاست اور لباس پہننے کا طریقہ' علامہ شامی نے سنن زوائد کی یہ تعریف بھی کی ہے کہ جس کام کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور عادت ہمیشہ کیا ہو اور کبھی کبھی ترک بھی کر دیا ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت اور رکوع اور سجود کے طول کو بھی سنن زوائد میں شمار کیا ہے اور سنن ہدی (سنن مؤکدہ) کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ واجب کے قریب ہیں اور ان کا تارک گمراہ ہے کیونکہ سنن مؤکدات کے ترک میں دین کا استخفاف ہے اور نفل کے بارے میں علامہ شامی نے لکھا ہے کہ یہ وہ کام ہے جس کا کرنا مستحب ہو اور نہ کرنا اساءت نہ ہو ۔

اگر سنن زوائد کو الگ حکم مان لیا جائے تو پانچ احکام شرعیہ ہو جاتے ہیں ۔ فرض، واجب، سنت مؤکدہ، سنت زائدہ (غیر مؤکدہ) نفل (مستحب) اور پانچ احکام ان کے مقابل ہیں: حرام، مکروہ تحریمی اساءت، مکروہ تنزیہی، خلاف اولیٰ اس طرح دس احکام شرعیہ ہو گئے اور ایک مباح ہے جس کام کا کرنا اور نہ کرنا دونوں برابر ہوں اگر اس کو بھی حکم مان لیا جائے تو گیارہ احکام شرعیہ ہیں ۔

فرض کا انکار کفر اور ترک موجب عذاب ہے واجب کا انکار کفر نہیں گمراہی ہے اور اس کا ترک موجب عذاب ہے اسی طرح حرام کا انکار کفر اور اس کا ارتکاب موجب عذاب ہے اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب کفر نہیں مگر اس کا ارتکاب موجب عذاب ہے، سنت مؤکدہ کا ترک اور اساءت، کا ارتکاب اگر نادراً ہو تو موجب کراہیت اور ملامت ہے اور دائماً ہو تو موجب عذاب ہے اور مستحب کا ترک یا خلاف اولیٰ کا ارتکاب موجب ملامت نہیں ہے اور مباح کا کرنا اور نہ کرنا دونوں برابر ہیں [1]

سنت کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

علامہ ابن اثیر جذری لکھتے ہیں:

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۹۵، ۹۷، ۵۰ ۷۷، ملخصاً مطبوعہ مطبعۃ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

وقد تکرر فی الحدیث ذکر السنۃ وماتصرف منها والاصل فیه الطریقۃ والسیرۃ واذا اطلقت فی الشرع فانما یراد به ما امر به النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونهی عنه وندب الیه قولاً وفعلاً مما لم ینطق به الکتاب العزیز ولهذا یقالُ فی ادلۃ الشرع الکتاب والسنۃ ای القرآن والحدیث وَ فی الحدیث انما انسی لاسنّ ای انما ادفع الی النسیان لاسوق الناس بالهدایۃ الی الطریق المستقیم وابین لهم ما یحتاجون ان یفعلوا اذا عرض لهم النسیان ومنه حدیث انه نزل المحصب ولم یسنه ای لم یجعله سنۃ یعمل بها وقد یفعل الشئی لسبب خاص فلایعم غیرہ وقد یفعل لِمعنی فیزول ذلک المعنی ویبقی الفعل علی حاله متبعا کقصر الصلوٰۃ فی السفر للخوف ثم استمر القصر مع عدم الخوف ومنه حدیث ابن عباس رمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولیس بسنۃ ای لم یسنه فعله لکافۃ الامۃ ولکن لسبب خاص وهو ان یری المشرکین قوۃ اصحابه وهذا مذهب ابن عباس وغیرہ یری ان الرمل فی طواف القدوم لسنۃ ۔ لہ

احادیث میں سُنّت اور اس کے مشتقات کا ذکر متعدد بار آیا ہے، سنت لغت میں طریقہ اور سیرت کو کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں سنت سے مراد وہ کام ہیں جن کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے یا جن سے روکا ہے اور جن کاموں کو از روئے قول اور فعل مستحب قرار دیا ہے اور یہ کام اس زمرہ سے ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے اسی لیے کہا جاتا ہے کہ دلائل شرعیہ کتاب اور سنت ہیں یعنی قرآن اور حدیث، حدیث شریف میں ہے میں بھلا دیا جاتا ہوں تاکہ تمہارے لیے سنت قائم ہو یعنی مجھ پر نسیان اس لیے طاری کیا جاتا ہے تاکہ میں لوگوں کو طریق مستقیم کی رہنمائی کروں اور یہ بتلاؤں کہ جب ان پر نسیان طاری ہو تو وہ کیا کریں اور اسی معنی میں حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وادی محصب میں اترے اور اس کو سنت نہیں کیا یعنی لوگوں کے عمل کے لیے مشروع نہیں کیا، کبھی آپ کوئی کام کسی سبب خاص سے کرتے اور دوسرے لوگوں کے لیے اس کو مشروع نہیں کرتے۔ کبھی کسی سبب سے کوئی کام کرتے اور سبب کے زائل ہونے کے بعد بھی اس کام کو مشروع رکھتے، جیسے پہلے نماز کو قصر کرنا سفر میں خوف کی وجہ سے تھا بعد میں خوف نہ ہونے کی شکل میں بھی سفر میں قصر کو قائم رکھا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمل کیا اور اس کو سنت نہیں قرار دیا، یعنی تمام امت کے عمل کے لیے اس کو قائم نہیں رکھا کیونکہ یہ ایک خاص سبب کی وجہ سے تھا وہ یہ تھا کہ مشرکین کو اپنے اصحاب کی قوت دکھائیں لیکن یہ صرف حضرت ابن عباس کا نظریہ ہے باقی ائمہ طواف قدوم میں رمل کو سنت قرار دیتے ہیں

علامہ ابن منظور نے بھی سنت کی تعریف میں بعینہٖ یہی عبارت نقل کی ہے۔ ٢ہ

لہ علامہ مجد الدین محمد ابن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ نہایہ ج ۲ ص ۴۱۰ ۔ ۴۰۹ مطبوعہ مؤسسۃ اسماعیلیان قم ایران چاپ چہارم ۱۳۶۴ھ۔

ٹہ علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ لسان العرب ج ۳ ص ۲۲۶ مطبوعہ نشر ادب الحوذۃ قم ایران، ۱۴۰۵ھ۔

طلوع فجر کے بعد نوافل میں مذاہب

اس باب کی حدیث (۱۵۰۵) میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طلوع فجر کے بعد دو رکعت سنت فجر کے علاوہ کوئی اور (نفلی) نماز نہیں پڑھتے تھے۔ اس حدیث کی بنیاد پر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ طلوع فجر کے بعد طلوع شمس تک دو رکعت سنت فجر کے علاوہ کوئی اور نماز نہ پڑھے [۱] کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نفلی نماز پڑھنا بہت مرغوب تھا۔ اس کے باوجود آپ نے طلوع فجر کے بعد دو رکعت سنت فجر کے علاوہ کوئی نفلی نماز نہیں پڑھی اور کسی کام کے داعیہ اور باعث ہونے کے باوجود شارع علیہ السلام کا اس کو نہ کرنا اس کی ممانعت کی دلیل ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے اس مسئلہ میں تین قول ہیں ایک قول احناف کی طرح یہ ہے کہ طلوع فجر کے بعد سنت فجر کے علاوہ کوئی اور نفل پڑھنا جائز نہیں ہے دوسرا قول یہ ہے کہ سنت فجر پڑھ لینے کے بعد نفل پڑھنے میں کوئی کراہیت نہیں ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ فجر کے فرض پڑھ لینے کے بعد نفل پڑھنے میں کوئی کراہیت نہیں ہے۔ علامہ نووی نے لکھا ہے کہ شوافع کے نزدیک صحیح قول یہی ہے [۲] لیکن شوافع کا یہ صحیح قول احادیث صحیحہ کے خلاف ہے۔

عن ابن عباس قال شهد عندی رجال مرضیون وارضاهم عندی عمر ان النبی صلی الله علیه وسلم نهی عن الصلوة بعد الصبح حتی تشرق الشمس وبعد العصر حتی تغرب۔ [۳]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میرے سامنے میرے پسندیدہ لوگوں نے شہادت دی اور سب سے زیادہ پسندیدہ حضرت عمر تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے حتیٰ کہ سورج چمکنے لگے اور عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے۔

امام مالک رحمہ اللہ کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ طلوع فجر کے بعد سنت فجر کے سوا نفل پڑھنا جائز نہیں ہے دوسرا قول یہ ہے کہ صبح کے فرض پڑھنے سے پہلے نفل پڑھ سکتا ہے [۴] امام احمد بن حنبل کے نزدیک اگر کسی شخص سے تہجد کے نوافل رہ گئے ہوں تو وہ طلوع فجر کے بعد پڑھ سکتا ہے اور اگر کسی شخص سے سنت فجر رہ گئی ہو تو وہ فجر کے فرض کے بعد قضا پڑھ سکتا ہے لیکن مختار یہ ہے کہ سورج نکلنے کے بعد پڑھے [۵] طلوع فجر کے بعد تہجد کے نوافل پڑھنا حضرت حفصہ کی روایت کے خلاف ہے جس کو مسلم نے ذکر کیا ہے اور نماز فجر کے بعد سنتوں کی قضا حضرت ابن عباس کی روایت کے خلاف ہے جس کو ہم نے بخاری کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔

---

۱ ـ علامہ شمس الدین محمد بن احمد متوفی ۴۸۳ھ المبسوط ج ۱ ص ۱۵۰ مطبوعہ دار المعرفت بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۰ھ۔
۲ ـ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۵۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔
۳ ـ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۸۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ۔
۴ ـ علامہ ابو عبد اللہ وشتانی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۶۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔
۵ ـ علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ مطبوعہ دار الفکر بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ۔

وقت سے پہلے اذان

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ بعض احناف ان احادیث سے اس بات پر استدلال کرتے ہیں کہ طلوع فجر سے پہلے فجر کی اذان دینا جائز نہیں ہے اور ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ فجر کے وقت سے پہلے فجر کی اذان دینا جائز ہے کیونکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ رات کو اعلان کرتے تھے کہ کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ ابن ام مکتوم اذان دیں اور اس باب کی احادیث میں اذان سے مراد اذان ثانی ہے [1]۔

علامہ نووی نے جو حضرت بلال کی اذان کا حوالہ دیا ہے اور جو الفاظ نقل کیے ہیں وہ الفاظ خود اس بات کو ظاہر کر رہے ہیں کہ حضرت بلال نماز کے لیے اذان نہیں دیتے تھے بلکہ لوگوں کو نیند سے جگانے کے لیے اور سحری کھانے کے لیے اعلان کرتے تھے اس عنوان کی مفصل بحث، ہم باب ۱۴۰ اذان کی ابتداء میں کر چکے ہیں نیز علامہ نووی کا اس اذان کو اذان ثانی پر محمول کرنا چونکہ بلا دلیل ہے اس لیے غیر مسموع ہے۔ علامہ دشتانی لکھتے ہیں کہ امام مالک کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں۔ اشہب سے روایت ہے کہ طلوع فجر سے پہلے سنتیں پڑھنا جائز ہے اگر پڑھ لیں تو دہرائے گا اور ابن حبیب سے منقول ہے کہ طلوع فجر سے پہلے سنتیں پڑھ لیں تو نہیں دہرائے گا [2]۔ ابن حبیب کے اس قول کو رد کرنے کے لیے اس باب کی احادیث کافی ہیں، امام احمد بن حنبل کے نزدیک فجر کے علاوہ اور کوئی اذان وقت سے پہلے دینا جائز نہیں ہے کیونکہ اذان نماز کے وقت کا اعلان ہے۔ اگر قبل از وقت، اذان دی گئی تو یہ مقصد فوت ہو جائیگا [3] امام احمد نے جو دلیل باقی نمازوں میں قبل از وقت، اذان کے عدم جواز پر قائم کی ہے بعینہٖ وہ فجر کی قبل از وقت اذان میں بھی جاری ہوتی ہے۔ امام احمد بھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان سے استدلال کرتے ہیں لیکن یہ استدلال اس لیے صحیح نہیں ہے کہ حضرت، بلال صرف رمضان میں اذان دیتے تھے اور بخاری شریف میں یہ تصریح ہے کہ ان کی اذان اس لیے ہوتی تھی کہ سونے والا سحری کے لیے جاگ پڑے اور جو تہجد میں مشغول ہے وہ سحری کی طرف متوجہ ہو۔ اس عنوان کی مفصل بحث باب: ۱۴۰ اذان کی ابتداء میں ملاحظہ فرمائیں۔

باب ۲۴۶ فَضْلِ السُّنَنِ الرَّاتِبَةِ وَبَيَانِ عَدَدِهِنَّ — سنن مؤکدہ کی فضیلت اور ان کی تعداد

۱۵۹۱- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبُو خَالِدٍ يَعْنِي سُلَيْمَانَ بْنَ حَيَّانَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَوْسٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَنْبَسَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ بِحَدِيثٍ يَتَسَارُّ إِلَيْهِ قَالَ سَمِعْتُ أُمَّ حَبِيبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا

عمرو بن اوس بیان کرتے ہیں کہ عنبسہ بن ابی سفیان نے اپنے مرض الموت میں مجھ سے ایسی حدیث بیان کی جس کو سن کر خوشی ہوگی انھوں نے ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ جس شخص نے دن رات میں بارہ رکعات پڑھیں، اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنایا جائیگا۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ

[1] علامہ یحیی بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۲۵۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔
[2] علامہ ابو عبد اللہ دشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۶۸، دار الکتب العلمیہ بیروت
[3] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۱ ص ۲۴۶ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۴۰۵ھ۔

تَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ صَلّٰى اثْنَتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً فِيْ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ بُنِيَ لَهٗ بِهِنَّ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ قَالَتْ اُمُّ حَبِيْبَةَ فَمَا تَرَكْتُهُنَّ مُنْذُ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ عَنْبَسَةُ مَا تَرَكْتُهُنَّ مُنْذُ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ وَقَالَ عَمْرُو بْنُ اَوْسٍ مَا تَرَكْتُهُنَّ مُنْذُ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ عَنْبَسَةَ وَقَالَ النُّعْمَانُ بْنُ سَالِمٍ مَا تَرَكْتُهُنَّ مُنْذُ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ عَمْرِو بْنِ اَوْسٍ۔

علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے میں نے ان رکعات کو ترک نہیں کیا، عنبسہ کہتے ہیں کہ جب سے میں نے حضرت ام حبیبہ سے یہ حدیث سنی ہے میں نے ان رکعات کو ترک نہیں کیا۔ عمرو بن اوس کہتے ہیں کہ جب سے میں نے عنبسہ سے یہ حدیث سنی ہے میں نے ان رکعات کو ترک نہیں کیا اور نعمان بن سالم کہتے کہتے ہیں کہ جب سے میں نے عمرو بن اوس سے یہ حدیث سنی ہے ان رکعات کو ترک نہیں کیا۔

۱۵۹۲۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ غَسَّانَ الْمِسْمَعِيُّ قَالَ نَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ نَا دَاوٗدُ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَالِمٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مَنْ صَلّٰى فِيْ يَوْمٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ سَجْدَةً تَطَوُّعًا بُنِيَ لَهٗ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ۔

اسی سند کے ساتھ نعمان بن سالم نے کہا جس شخص نے ایک دن میں یہ بارہ سنن پڑھیں اس کے لیے جنت میں گھر بنایا جائے گا۔

۱۵۹۳۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ اَوْسٍ عَنْ عَنْبَسَةَ بْنِ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ عَبْدٍ مُّسْلِمٍ يُّصَلِّيْ لِلّٰهِ كُلَّ يَوْمٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً تَطَوُّعًا غَيْرَ فَرِيْضَةٍ اِلَّا بَنَى اللّٰهُ لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ اَوْ اِلَّا بُنِيَ لَهٗ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ قَالَتْ اُمُّ حَبِيْبَةَ فَمَا بَرِحْتُ اُصَلِّيْهِنَّ بَعْدُ وَقَالَ عَنْبَسَةُ مَا بَرِحْتُ اُصَلِّيْهِنَّ بَعْدُ وَقَالَ عَمْرٌو مَا بَرِحْتُ اُصَلِّيْهِنَّ بَعْدُ وَقَالَ النُّعْمَانُ مِثْلَ ذٰلِكَ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان بندہ ہر روز اللہ تعالیٰ کے لیے بارہ رکعات نفل (سنت) پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا؛ یا فرمایا اس کے لیے جنت میں گھر بنایا جائیگا۔ حضرت ام حبیبہ فرماتی ہیں میں اس دن سے ہمیشہ یہ سنتیں پڑھتی ہوں۔ اسی طرح باقی راویوں نے بھی کہا۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

۱۵۹۴۔ وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ بِشْرٍ وَّعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ هَاشِمٍ الْعَبْدِيُّ قَالَا نَا بَهْزٌ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ النُّعْمَانُ بْنُ سَالِمٍ اَخْبَرَنِيْ قَالَ سَمِعْتُ عَمْرَو بْنَ اَوْسٍ يُّحَدِّثُ عَنْ عَنْبَسَةَ عَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بندہ مسلم کامل وضو کرے پھر اللہ تعالیٰ کے لیے ہر دن .... باقی حدیث حسب سابق ہے۔

اللہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ تَوَضَّأَ فَأَسْبَغَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ صَلَّى لِلّٰهِ كُلَّ يَوْمٍ فَذَكَرَ بِمِثْلِهِ ۔

۱۵۹۵ ۔ وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَا نَا يَحْيٰى وَهُوَ ابْنُ سَعِيْدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ أَخْبَرَنِيْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُوْ أُسَامَةَ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ الظُّهْرِ سَجْدَتَيْنِ وَبَعْدَهَا سَجْدَتَيْنِ وَبَعْدَ الْمَغْرِبِ سَجْدَتَيْنِ وَبَعْدَ الْعِشَاءِ سَجْدَتَيْنِ وَبَعْدَ الْجُمُعَةِ سَجْدَتَيْنِ فَأَمَّا الْمَغْرِبُ وَالْعِشَاءُ وَالْجُمُعَةُ فَصَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ بَيْتِهِ ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو رکعت ظہر سے پہلے اور دو رکعت ظہر کے بعد پڑھیں اور دو رکعت مغرب کے بعد، دو رکعت عشاء کے بعد اور دو رکعت جمعہ کے بعد پڑھیں۔ بہرحال مغرب، عشاء اور جمعہ کی سنتیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے گھر میں پڑھیں۔

فرائض کے ساتھ سنن مؤکدہ کے دلائل

ائمہ اربعہ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ دن اور رات میں بارہ رکعات سنت مؤکدہ ہیں۔ دو رکعت فجر سے پہلے، چار ظہر سے پہلے اور دو رکعت ظہر کے بعد، دو رکعت مغرب کے بعد اور دو رکعت عشاء کے بعد۔

فجر سے پہلے دو رکعت کے ثبوت میں باب سابق میں متعدد احادیث گذر چکی ہیں۔ ظہر کی سنتوں پر یہ حدیث دلیل ہے:

عن علی قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی قبل الظہر اربعا وبعدھا رکعتین۔[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار اور ظہر کے بعد دو رکعت پڑھا کرتے تھے۔

مغرب کے بعد دو رکعت کا ذکر اس باب کی حدیث نمبر ۱۵۹۵ میں ہے جس میں یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو رکعت مغرب کے بعد پڑھیں اور اسی حدیث میں عشاء کے بعد دو رکعت کا بھی ذکر ہے۔

عصر سے پہلے چار رکعت نماز سنت غیر مؤکدہ ہے:

عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال رحم اللہ امرأ صلی قبل العصر اربعا۔[2]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو عصر سے پہلے چار رکعت پڑھتا ہے۔

---

[1] امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۸۸ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] جامع ترمذی ص ۸۹ 〃 〃 〃

WWW.NAFSEISLAM.COM

عشاء سے پہلے دو رکعت سنت غیر مؤکدہ پر اس حدیث سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔

عن عبد الله بن الزبیر ان النبی صلی الله علیه وسلم قال ما من صلوٰة مکتوبة الا بین یدیها رکعتان۔ [1]

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر فرض نماز سے پہلے دو رکعت نماز ہے

بعض فقہاء عشاء سے پہلے چار رکعت سنت غیر مؤکدہ پر اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

عن عبد الله ابن المغفل قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : بین کل اذانین صلوٰة مرتین لمن شاء۔ [2]

حضرت عبد اللہ بن مغفل بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بار فرمایا ہر اذان اور اقامت کے درمیان ایک نماز ہے جو چاہے۔

علامہ حلبی فرماتے ہیں:

واما الاربع قبلها فلم یذکر فی خصوصها حدیث لکن یستدل له بعموم مارواه الجماعة من حدیث عبد الله بن مغفل انه علیه السلام قال بین کل اذانین صلوٰة [3]

عشاء سے پہلے چار سنتوں کے بارے میں بالخصوص حدیث وارد نہیں ہے البتہ حضرت عبد اللہ بن مغفل کی اس حدیث سے استدلال کیا جا سکتا ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر اذان اور اقامت کے درمیان نماز ہے۔

مغرب سے پہلے دو رکعت

علامہ نووی فرماتے ہیں کہ نماز سے پہلے اور بعد سنتیں پڑھنے میں ہمارے اصحاب شافعیہ کا کوئی اختلاف نہیں ہے البتہ مغرب سے پہلے دو رکعت سنت پڑھنے میں شوافع کے دو قول ہیں۔ ایک قول میں مغرب سے پہلے دو رکعت سنت پڑھنے کو غیر مستحب قرار دیا ہے اور دوسرے قول میں مستحب قرار دیا ہے اور یہی قول صحیح ہے کیونکہ حضرت عبد اللہ بن مغفل سے مروی ہے کہ ہر اذان اور اقامت کے درمیان نماز ہے نیز بخاری اور مسلم میں حدیث ہے کہ صحابہ کرام مغرب کی اذان کے بعد ستونوں کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے [4]

احناف کے دلائل

احناف مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھنے کے قائل نہیں ہیں ان کے دلائل یہ ہیں:

حافظ زیلعی کتاب الآثار کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں:

عن حماد بن ابی سلیمان انه سأل ابراهیم النخعی عن الصلوٰة قبل المغرب قال : فنهاه عنها وقال ان رسول الله صلی

حماد بن ابی سلیمان نے ابراہیم نخعی سے مغرب سے پہلے نماز پڑھنے کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے منع کیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر اور عمر مغرب

---

[1] امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ ھ، سنن دار قطنی ج ۱ ص ۲۶۷ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

[2] " " " سنن دار قطنی ج ۱ ص ۲۶۶

[3] علامہ ابراہیم حلبی متوفی ۹۵۶ ھ غنیۃ المستملی ۳۷۰ - ۳۶۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی۔

[4] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ ھ۔ شرح مسلم ج ۱ ص ۲۵۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۷۵ ھ

اللہ علیہ وسلم وابابکر وعمر لم یکونوا یصلونھا۔[1]

حافظ زیلعی طبرانی کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں:

عن جابر قال سألنا نساء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھل رایتن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی الرکعتین قبل المغرب فقلن: لا، غیر ان ام سلمۃ قالت صلاھما عندی مرۃ فسالتہ ماھذہ الصلوٰۃ؟ فقال نسیت الرکعتین قبل العصر فصلیتھما الآن۔[2]

عن طاؤس قال سئل ابن عمر عن الرکعتین قبل المغرب فقال ما رایت احدا علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلیھما۔[3]

عن بریدہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان عند کل اذانین رکعتین ما خلا صلوٰۃ المغرب۔[4]

سے پہلے نماز نہیں پڑھتے تھے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج سے پوچھا، کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھتے دیکھا ہے انھوں نے کہا نہیں البتہ حضرت ام سلمہ نے فرمایا ایک دن میرے پاس آپ نے مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھیں میں نے پوچھا یہ کون سی نماز ہے تو فرمایا میں عصر سے پہلے دو رکعت پڑھنا بھول گیا تھا ان کو اب پڑھا ہے۔

طاؤس کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے قبل از مغرب دو رکعت پڑھنے کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ ان دو رکعتوں کو پڑھتا ہو۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر اذان اور اقامت کے درمیان دو رکعت نماز ہے ماسوا مغرب کی نماز کے۔

جمعہ کی سنتیں

جمعہ سے پہلے چار رکعت سنت ہیں اور جمعہ کے بعد چھ رکعت سنت ہیں بایں طور کہ چار رکعت کے بعد سلام پھیر کر دو رکعت سنت پڑھی جائیں۔ حسب ذیل احادیث سے جمعہ کی سنتوں پر استدلال کیا جاتا ہے۔

عن قتادۃ ان ابن مسعود کان یصلی قبل الجمعۃ اربع رکعات وبعدھا اربع رکعات قال ابو اسحاق وکان علی یصلی بعد الجمعۃ ست رکعات۔[5]

عن ابی عبد الرحمان السلمی قال:

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد چار رکعت پڑھتے تھے ابو اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جمعہ کے بعد چھ رکعت پڑھتے تھے۔

ابو عبد الرحمان بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن

---

[1] ۔ حافظ جمال الدین زیلعی متوفی ۷۶۲ ھ، نصب الرایہ ج ۲ ص ۱۴۱ مطبوعہ مجلس علمی ڈابھیل، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۵۷ ھ۔

[2] ۔ " " " " " "

[3] ۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۱۸۲ مطبوعہ مطبع مجتبائی، لاہور الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۵ ھ۔

[4] ۔ امام علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ ھ، سنن دار قطنی ج ۱ ص ۲۶۴ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[5] ۔ امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ ھ المصنف ج ۳ ص ۲۴۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۰ ھ۔

کان عبد اللہ یامرنا ان نصلی قبل الجمعۃ اربعا وبعدھا اربعا حتی جاءنا علی فامرنا ان نصلی بعدھا رکعتین ثم اربعا۔[1]

مسعود رضی اللہ عنہ ہمیں جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد چار سنتیں پڑھنے کا حکم دیتے حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور ہمیں حکم دیا کہ جمعہ کے بعد پہلے دو اور پھر چار سنتیں پڑھیں

علامہ سرخسی فرماتے ہیں:

وفی حدیث ابن عمر رضی اللہ عنھما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یتطوع قبل الجمعۃ اربع رکعات واختلفوا بعدھا قال ابن مسعود رضی اللہ عنہ اربعا وبہ اخذ ابوحنیفۃ ومحمد رحمھما اللہ تعالی لحدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان مصلیا بعد الجمعۃ فلیصل اربع رکعات وقال علی رضی اللہ عنہ یصلی بعدھا ستا اربعا ثم رکعتین وبہ اخذ ابویوسف رحمہ اللہ وقال عمر رکعتین ثم اربعا فمن الناس من رجح قول عمر بالقیاس علی التطوع بعد الظھر وابویوسف رحمہ اللہ اخذ بقول علی رضی اللہ عنہ فقال یبدء بالاربع لکیلا یکون متطوعا بعد الفرض مثلھا۔[2]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ سے پہلے چار رکعت پڑھا کرتے تھے اور جمعہ کے بعد کی سنتوں میں اختلاف ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ چار رکعت کہتے تھے۔ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کا اسی پر عمل ہے۔ کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کے بعد نماز پڑھے وہ چار رکعت نماز پڑھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جمعہ کے بعد چھ رکعت نماز پڑھتے تھے پہلے چار رکعت اس کے بعد دو رکعت۔ امام ابو یوسف کا اسی پر عمل ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلے دو اور پھر چار رکعت نماز پڑھتے تھے۔ بعض علماء نے ظہر کے بعد کی سنتوں پر قیاس کرتے ہوئے حضرت عمر کے قول کو ترجیح دی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول کو ترجیح دی اور کہا کہ جمعہ کے بعد پہلے چار رکعت پڑھے تاکہ ایک فرض کے بعد اس کی مثل نفل پڑھنا لازم نہ آئے۔

ہر چند کہ علامہ سرخسی نے یہ ذکر کیا ہے کہ حضرت علی نے جمعہ کے بعد پہلے چار اور پھر دو رکعت پڑھے لیکن ہم نے جب کتب حدیث کا تتبع کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی جو روایات سامنے آئیں ان میں پہلے دو رکعت اور پھر چار رکعت کا ذکر ہے، مصنف عبد الرزاق میں اس طرح کی متعدد روایات ہیں ہم نے ایک کا ذکر کر دیا ہے دیگر کتب حدیث سے مزید احادیث ملاحظہ فرمائیں:

عن عطاء قال کان ابن عمر اذا صلی الجمعۃ صلی بعدھا ست رکعات رکعتین ثم اربعا[3]

عطاء کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جمعہ کے بعد چھ رکعات پڑھتے تھے پہلے دو رکعت پھر چار رکعت

1۔ امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ ھ، المصنف ج ۳ ص ۲۴۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت الطبعۃ الاولی ۱۳۹۰ھ۔

2۔ علامہ شمس الدین بن محمد بن احمد متوفی ۴۸۳، المبسوط ج ۱ ص ۱۵۷، مطبوعہ دار المعرفت بیروت الطبعۃ الاولی ۱۴۰۰ھ

3۔ حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۲ ص ۱۳۲ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولی، ۱۴۰۶ھ۔

عن علی بن ابی طالب انہ امران یصلی بعد الجمعۃ رکعتین ثم اربعا[1]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ جمعہ کے بعد پہلے دو رکعتیں پڑھی جائیں پھر چار۔

روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یصلی بعد الجمعۃ رکعتین فی بیتہ وابن عمر بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی فی المسجد بعد الجمعۃ رکعتین وصلی بعد الرکعتین اربعا[2]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ جمعہ کے دن اپنے گھر میں دو رکعت پڑھتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابن عمر جمعہ کے بعد مسجد میں پہلے دو رکعت پڑھتے پھر چار۔

عن ابی اسحاق قال صلیت مع ابن عمر یوم الجمعۃ فلما سلم قام فصلی رکعتین ثم قام فصلی اربع رکعات[3]

ابو اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر کے ساتھ نماز پڑھی انھوں نے سلام پھیرنے کے بعد پہلے دو رکعت نماز پڑھی پھر چار رکعت۔

عن عبد الرحمان السلمی قال قدم علینا عبد اللہ فکان یصلی بعد الجمعۃ اربعا فقدم بعدہ علی فکان اذا صلی الجمعۃ صلی بعدھا رکعتین واربعا[4]

عبد الرحمان سلمی بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس حضرت عبد اللہ بن مسعود آئے وہ جمعہ کے بعد چار سنتیں پڑھتے تھے۔ ان کے بعد حضرت علی تشریف لائے اور جمعہ پڑھنے کے بعد دو اور چار رکعت (سنت) نماز پڑھی۔

امام طحاوی نے حضرت ابن عمر اور حضرت علی کی جو روایات ذکر کی ہیں وہ یہی ہیں کہ جمعہ کے بعد پہلے دو اور پھر چار رکعت پڑھے پھر ذکر کیا ہے کہ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ جمعہ کے بعد پہلے چار رکعت پڑھے پھر دو کیونکہ اگر جمعہ کے بعد پہلے دو رکعت پڑھیں تو یہ سنت فرض کے مشابہ ہو جائے گی کیونکہ دو رکعت جمعہ فرض ہے اس کے بعد اگر دو رکعت سنت پڑھی گئی تو سنت اور فرض مشابہ ہو جائیں گے اس مشابہت کو دور کرنے کے لیے جمعہ کے بعد پہلے چار رکعت پڑھے پھر دو رکعت لیکن علامہ شمس الدین سرخسی نے اس دلیل کو رد کر دیا ہے فرماتے ہیں:

وھذا لیس بقوی فان الجمعۃ بمنزلۃ اربع رکعات لان الخطبۃ شطر الصلوٰۃ[5]

امام ابو یوسف کی یہ دلیل قوی نہیں ہے کیونکہ نماز جمعہ چار رکعات کے حکم میں ہے اس لیے کہ خطبہ نصف نماز ہے

بہر حال ہمارے فقہاء نے امام ابو یوسف کے قول کو ترجیح دی ہے۔ علامہ ابن نجیم نے ذخیرہ، تجنیس، بدائع اور منیۃ المصلی کے حوالے سے لکھا ہے کہ جمعہ کے بعد پہلے چار اور پھر دو رکعت نماز پڑھے[6]

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۱۰۱ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

[2] " " "

[3] امام ابو جعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۹۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۴ھ

[4] " " "

[5] علامہ محمد بن احمد شمس الدین سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱ ص ۱۵۷، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۰ھ

[6] علامہ ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ البحر الرائق ج ۲ ص ۴۹ مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۶۹ھ۔

ہمارا خیال یہ ہے کہ علامہ شمس الدین نے حضرت علی سے جو پہلے چار اور پھر دو رکعت نماز کو روایت کیا ہے اس میں ان سے تسامح ہوا ہے کیونکہ تمام امہات کتب حدیث میں حضرت علی اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے جمعہ کے بعد پہلے دو رکعت اور پھر چار رکعت کی روایت ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ جب بقول علامہ سرخسی امام ابو یوسف کی دلیل قوی نہیں ہے تو آثار صحابہ کے مطابق جمعہ کے بعد پہلے دو رکعت اور پھر چار رکعت نماز پڑھنی چاہیے۔

علامہ ابن قیم نے لکھا ہے کہ مالکیہ، حنابلہ اور بعض اصحاب شافعی جمعہ سے پہلے سنت پڑھنے کے قائل نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ جمعہ کو عید پر قیاس کرتے ہیں اور جس طرح عید سے پہلے نماز نہیں ہے جمعہ سے پہلے بھی نہیں ہے۔[1] ہم نے اس بحث کے شروع میں جمعہ کی نماز سے پہلے چار رکعت کے ثبوت میں مصنف عبد الرزاق سے دو حدیثیں ذکر کی ہیں یہ حدیثیں ان حضرات پر حجت ہیں اور ان کے قیاس کے مقابلہ میں حدیث پر عمل کرنا زیادہ قرین قیاس ہے۔

بَابُ ۲۴۷ جَوَازِ النَّافِلَةِ قَآئِمًا وَّقَاعِدًا وَّفِعْلِ بَعْضِ الرَّكْعَةِ قَآئِمًا وَّبَعْضِهَا قَاعِدًا

۱۵۹۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ نَا هُشَيْمٌ عَنْ خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَطَوُّعِهٖ فَقَالَتْ كَانَ يُصَلِّيْ فِيْ بَيْتِيْ قَبْلَ الظُّهْرِ اَرْبَعًا ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّيْ بِالنَّاسِ ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ الْمَغْرِبَ ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ وَيُصَلِّيْ بِالنَّاسِ الْعِشَآءَ وَيَدْخُلُ بَيْتِيْ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ تِسْعَ رَكَعَاتٍ فِيْهِنَّ الْوِتْرُ وَكَانَ يُصَلِّيْ لَيْلًا طَوِيْلًا قَائِمًا وَلَيْلًا طَوِيْلًا قَاعِدًا وَكَانَ اِذَا قَرَاَ وَهُوَ قَآئِمٌ رَكَعَ وَسَجَدَ وَهُوَ قَآئِمٌ وَاِذَا قَرَاَ قَاعِدًا رَكَعَ وَسَجَدَ وَهُوَ قَاعِدٌ وَكَانَ اِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ۔

نوافل پڑھنے کا طریقہ

عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نوافل کے بارے میں دریافت کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار رکعت میرے گھر میں ادا فرماتے، پھر حجرہ سے تشریف لے جا کر لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھاتے پھر گھر آکر دو رکعت نماز پڑھتے۔ لوگوں کو مغرب کی نماز پڑھاتے پھر گھر آکر دو رکعت نماز پڑھتے، لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھاتے پھر میرے حجرہ میں آکر دو رکعت نماز پڑھتے۔ رات کو اٹھ کر وتر سمیت نو رکعات پڑھتے، رات کو لمبا قیام اور لمبا قعود کرتے، جب کھڑے ہو کر قرأت کرتے تو رکوع سجود بھی قیام کی حالت میں کرتے اور جب بیٹھ کر قرأت کرتے تو رکوع اور سجود بھی بیٹھ کر کرتے، اور طلوع فجر کے بعد دو رکعت پڑھتے۔

۱۵۹۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا حَمَّادٌ عَنْ بُدَيْلٍ وَاَيُّوْبَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لمبی رات تک قیام کرتے، جب کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تو کھڑے ہو کر رکوع کرتے اور جب بیٹھ کر

---

[1] علامہ ابن قیم جوزی متوفی ۷۵۱ھ، زاد المعاد ج ۱ ص ۱۱۹ - ۱۱۸ ملخصاً مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۶۹ھ۔

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ لَیْلًا طَوِیْلًا فَاِذَا صَلّٰی قَآئِمًا رَکَعَ قَآئِمًا وَاِذَا صَلّٰی قَاعِدًا رَکَعَ قَاعِدًا

۱۵۹۸ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰی قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَۃُ عَنْ بُدَیْلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ شَقِیْقٍ قَالَ کُنْتُ شَاکِیًا بِفَارِسَ فَکُنْتُ اُصَلِّیْ قَاعِدًا فَسَاَلْتُ عَنْ ذٰلِکَ عَآئِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا فَقَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ لَیْلًا طَوِیْلًا قَاعِدًا فَذَکَرَ الْحَدِیْثَ۔

۱۵۹۹ - حَدَّثَنَا اَبُوْبَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ مُعَاذٍ عَنْ حُمَیْدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ شَقِیْقٍ الْعُقَیْلِیِّ قَالَ سَاَلْتُ عَآئِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا عَنْ صَلٰوۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِاللَّیْلِ فَقَالَتْ کَانَ یُصَلِّیْ لَیْلًا طَوِیْلًا قَآئِمًا وَلَیْلًا طَوِیْلًا قَاعِدًا وَکَانَ اِذَا قَرَاَ قَآئِمًا رَکَعَ قَآئِمًا وَاِذَا قَرَاَ قَاعِدًا رَکَعَ قَاعِدًا۔

۱۶۰۰ - وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ نَا اَبُوْمُعَاوِیَۃَ عَنْ ھِشَامِ بْنِ حَسَّانٍ عَنِ ابْنِ سِیْرِیْنَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ شَقِیْقٍ الْعُقَیْلِیِّ قَالَ سَاَلْنَا عَآئِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا عَنْ صَلٰوۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُکْثِرُ الصَّلٰوۃَ قَآئِمًا وَّقَاعِدًا فَاِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ قَآئِمًا رَکَعَ قَآئِمًا وَاِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ قَاعِدًا رَکَعَ قَاعِدًا۔

۱۶۰۱ - وَحَدَّثَنِیْ اَبُوالرَّبِیْعِ الزَّھْرَانِیُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ یَعْنِی ابْنَ زَیْدٍ ح وَحَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِیْعِ قَالَ نَا مَھْدِیُّ بْنُ مَیْمُوْنٍ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْبَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ قَالَ نَا وَکِیْعٌ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْکُرَیْبٍ قَالَ نَا ابْنُ نُمَیْرٍ جَمِیْعًا عَنْ ھِشَامِ بْنِ عُرْوَۃَ ح وَحَدَّثَنِیْ زُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لَہٗ قَالَ نَا یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ عَنْ ھِشَامٍ

نماز پڑھتے تو بیٹھ کر رکوع کرتے۔

حضرت عبداللہ بن شقیق بیان کرتے ہیں کہ میں ملک فارس میں بیمار ہو گیا اس سبب سے بیٹھ کر نماز پڑھتا تھا۔ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ مسئلہ پوچھا تو انھوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات گئے تک بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔ پھر حسب سابق حدیث بیان کی۔

عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کے بارے میں پوچھا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو دیر تک کھڑے ہو کر نماز پڑھتے اور دیر تک بیٹھ کر نماز پڑھتے اور جب کھڑے ہو کر قرأت کرتے تو رکوع بھی کھڑے ہو کر کرتے اور جب بیٹھ کر قرأت کرتے تو رکوع بھی بیٹھ کر کرتے۔

عبداللہ بن شقیق عقیلی بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں دریافت کیا۔ انھوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔ جب آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھنا شروع کرتے تو رکوع بھی کھڑے ہو کر کرتے اور جب بیٹھ کر نماز پڑھتے تو رکوع بھی بیٹھ کر کرتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی رات میں بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا، حتّٰی کہ جب آپ سن رسیدہ ہو گئے تو بیٹھ کر نماز پڑھتے۔ اور جب سورت کی تیس یا چالیس آیات باقی رہ جاتیں تو کھڑے ہو کر قرآن پڑھنا شروع کر دیتے اور پھر کھڑے ہو کر رکوع کرتے۔

بن عروة قال اخبرني ابي عن عائشة رضي الله عنها قالت ما رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ في شيء من صلوة الليل جالسا حتى اذا كبر قرأ جالسا حتى اذا بقي عليه من السورة ثلثون او اربعون اية قام فقرأهن ثم ركع ۔

١٦٠٢ - وحدثنا يحيى بن يحيى قال قرأت على مالك عن عبد الله بن يزيد وابي النضر عن ابي سلمة بن عبد الرحمن عن عائشة رضي الله عنها ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يصلي جالسا فيقرأ وهو جالس فاذا بقي من قراءته قدر ما يكون ثلثين او اربعين اية قام فقرأ وهو قائم ثم سجد ثم يفعل في الركعة الثانية مثل ذلك ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نماز میں) بیٹھ کر قرأت کرتے اور جب آپ کی قرأت سے تیس چالیس کے لگ بھگ آیات رہ جاتیں تو آپ کھڑے ہو کر قرأت کرتے۔ اور رکوع اور سجود کرتے اور دوسری رکعت میں پھر اسی طرح کرتے۔

١٦٠٣ - وحدثنا ابو بكر بن ابي شيبة واسحق بن ابراهيم قال ابو بكر نا اسمعيل بن علية عن الوليد بن ابي هشام عن ابي بكر بن محمد عن عمرة عن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ وهو قاعد فاذا اراد ان يركع قام قدر ما يقرأ انسان اربعين اية ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں بیٹھ کر قرأت کرتے اور جب آپ رکوع کرنے کا ارادہ کرتے تو اتنی دیر کے لیے کھڑے ہو جاتے جتنی دیر میں انسان چالیس آیات پڑھ لیتا ہے۔

١٦٠٤ - وحدثنا ابن نمير قال نا محمد بن بشر قال نا محمد بن عمرو قال حدثني محمد بن ابراهيم عن علقمة بن وقاص قال قلت لعائشة كيف كان يصنع رسول الله صلى الله عليه وسلم في الركعتين وهو جالس قالت كان يقرأ فيهما فاذا اراد ان يركع قام فركع ۔

علقمہ بن وقاص کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت بیٹھ کر کس طرح پڑھتے تھے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ آپ دو رکعتوں میں بیٹھ کر قرأت کرتے اور جب رکوع کا ارادہ فرماتے تو کھڑے ہو جاتے پھر رکوع کرتے۔

١٦٠٥ - وحدثنا يحيى بن يحيى قال انا يزيد بن زريع عن سعيد الجريري عن عبد الله بن شقيق قال قلت لعائشة رضي الله عنها هل كان النبي صلى الله عليه وسلم يصلي وهو قاعد قالت نعم بعد ما حطمه الناس ۔

عبد اللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔ فرمایا ہاں جب لوگوں کے افکار نے آپ کو بوڑھا کر دیا تھا۔

۱۶۰۶- وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا كَهْمَسٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ فَذَكَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

ایک اور روایت بھی اس سند سے منقول ہے۔

۱۶۰۷- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَهَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَا نَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي عُثْمَانُ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَمُتْ حَتّٰى كَانَ كَثِيرًا مِنْ صَلٰوتِهِ وَهُوَ جَالِسٌ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصال سے پہلے بکثرت بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔

۱۶۰۸- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَحَسَنٌ الْحُلْوَانِيُّ كِلَاهُمَا عَنْ زَيْدٍ قَالَ حَسَنٌ نَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ قَالَ حَدَّثَنِي الضَّحَّاكُ بْنُ عُثْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا بَدَّنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَقُلَ كَانَ أَكْثَرُ صَلٰوتِهِ جَالِسًا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن بھاری اور بوجھل ہو گیا تو آپ بکثرت بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔

۱۶۰۹- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ عَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ أَبِي وَدَاعَةَ السَّهْمِيِّ عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِي سُبْحَتِهِ قَاعِدًا حَتّٰى كَانَ قَبْلَ وَفَاتِهِ بِعَامٍ فَكَانَ يُصَلِّي فِي سُبْحَتِهِ قَاعِدًا وَكَانَ يَقْرَأُ بِالسُّورَةِ فَيُرَتِّلُهَا حَتّٰى تَكُونَ أَطْوَلَ مِنْ أَطْوَلَ مِنْهَا۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصال سے صرف ایک سال پہلے بیٹھ کر نوافل پڑھتے تھے، اور نوافل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑی سے بڑی سورت ترتیل سے پڑھتے تھے۔

۱۶۱۰- وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالَا أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرٰهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ جَمِيعًا عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّهُمَا قَالَا بِعَامٍ وَاحِدٍ أَوِ اثْنَيْنِ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے مگر اس میں وصال سے ایک یا دو سال پہلے کا ذکر ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

۱۶۱۱ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوْسٰى عَنْ حَسَنِ ابْنِ صَالِحٍ عَنْ سِمَاكٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ جَابِرُ بْنُ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَمُتْ حَتّٰى صَلّٰى قَاعِدًا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال سے پہلے بیٹھ کر نماز پڑھی ہے۔

۱۶۱۲ - حَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ اَبِيْ يَحْيٰى عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ حُدِّثْتُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةُ الرَّجُلِ قَاعِدًا نِصْفُ الصَّلٰوةِ قَالَ فَاَتَيْتُهٗ فَوَجَدْتُّهٗ يُصَلِّيْ جَالِسًا فَوَضَعْتُ يَدِيْ عَلٰى رَاْسِهٖ فَقَالَ مَا لَكَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو قُلْتُ حُدِّثْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ قُلْتَ صَلٰوةُ الرَّجُلِ قَاعِدًا عَلٰى نِصْفِ الصَّلٰوةِ وَاَنْتَ تُصَلِّيْ قَاعِدًا قَالَ اَجَلْ وَلٰكِنِّيْ لَسْتُ كَاَحَدٍ مِّنْكُمْ۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث سنی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بیٹھ کر نماز پڑھنے کا آدھا اجر ہوتا ہے، ایک دن میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کو بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا میں نے اپنا ہاتھ آپ کے سر اقدس پر رکھا، آپ نے فرمایا اے عبد اللہ بن عمرو کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے کا آدھا اجر ہوتا ہے، حالانکہ آپ خود بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہیں! آپ نے فرمایا ہاں لیکن میں تم جیسا کب ہوں۔

۱۶۱۳ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَابْنُ مُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ جَمِيْعًا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ كِلَاهُمَا عَنْ مَنْصُوْرٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَفِيْ رِوَايَةِ شُعْبَةَ عَنْ اَبِيْ يَحْيَى الْاَعْرَجِ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

سنن اور نوافل کا گھر میں پڑھنا

اس باب کی پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سنن مؤکدہ اور نوافل میں اصل اور سنت یہ ہے کہ گھر میں پڑھے جائیں، جمہور کا یہی مسلک ہے، البتہ امام مالک یہ فرماتے ہیں کہ دن کی سنن مؤکدہ مسجد میں پڑھی جائیں اور رات کی گھر میں[۱] لیکن احادیث سے امام مالک کے مسلک کی تائید نہیں ہوتی جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صریح فرمان ہے۔ فان خیر صلوٰۃ المرء فی بیتہ الا المکتوبۃ[۲]۔ "مرد کی سب سے افضل نماز فرائض کے علاوہ نمازوں کو گھر میں پڑھنا ہے۔" نیز فرمایا اجعلوا فی بیوتکم من صلوٰتکم ولا تتخذوھا قبورا[۳]۔ "اپنے گھروں میں بھی

۱ - علامہ ابو عبد اللہ وشتانی متوفی ۸۲۸ھ۔ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۷۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

۲ - امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲۰۳ مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۵ھ

۳ - " " " "

نماز پڑھا کرو اور گھروں کو قبرستان نہ بناؤ"۔ بنو اشہل کی مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کی نماز پڑھ کر دیکھا لوگ مسجد میں سنتیں پڑھ رہے ہیں تو آپ نے فرمایا: ھٰذہ صلوٰۃ البیوت [1] "یہ گھر میں پڑھی جانے والی نماز ہے"۔

نوافل کی حکمت

نوافل کے مشروع کرنے میں حکمت یہ ہے کہ اگر فرائض کی ادائیگی میں کوئی کمی ہو تو اس کی تلافی نوافل سے ہو جائے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن بندہ کے جس عمل کا سب سے پہلے حساب لیا جائیگا وہ نماز ہے اگر اس کا حساب ٹھیک ہوگا تو وہ کامیاب اور کامران ہو گا اگر نمازوں کا حساب فاسد ہوگیا تو وہ ناکام اور نامراد ہو گا اگر اس کے فرائض میں کچھ کمی ہو گی تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا دیکھو میرے اس بندہ کی کچھ نفلی نماز ہے جس سے اس کے فرائض کی کمی کا تدارک ہو جائے اور باقی تمام اعمال کا حساب بھی اسی نہج پر ہو گا [2]۔ اس کے علاوہ حکمت یہ ہے کہ فرض سے پہلے نفل پڑھ کر اسے نماز کا شغف ہو جائے اور نماز کے ساتھ انس ہو جائے اور پوری توجہ اور ذوق وشوق سے فرائض ادا کر سکے۔

بیٹھ کر نوافل پڑھنے کا جواز

جمہور ائمہ کے نزدیک سنن مؤکدہ اور ہر قسم کے نفل قیام پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر پڑھنے جائز ہیں اور یہ بھی جائز ہے کہ پہلے بیٹھ کر نماز پڑھنا شروع کرے اور پھر کھڑا ہو جائے یا پہلے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا شروع کرے اور پھر بیٹھ جائے۔ البتہ صبح کی دو رکعت سنت مؤکدہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں اس کو قیام پر قدرت کے باوصف بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں ہے [3]۔ اگر کوئی شخص قیام نہیں کر سکتا اور عذر کی وجہ سے سنن اور نوافل بیٹھ کر پڑھتا ہے تو اس کے ثواب میں کمی نہیں ہو گی اور اگر قیام پر قدرت کے باوجود سنن اور نوافل بیٹھ کر پڑھتا ہے تو اسکو آدھا ثواب ہوگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بیٹھ کر نفل پڑھے تھے یہ آپ کی خصوصیت تھی علامہ نواوی اور دوسرے علماء نے لکھا ہے کہ آپ قیام پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر نماز پڑھیں تو آپ کے ثواب میں کمی نہیں ہوتی تھی [4] بعض لوگ اس پر قیاس کر کے عشاء کی نماز میں وتر کے بعد عمداً بیٹھ کر نفل پڑھتے ہیں اگرچہ یہ عمل جائز ہے لیکن اس میں نصف ثواب ہے۔

فرائض میں اگر قیام پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر نماز پڑھے گا تو نماز نہیں ہو گی کیونکہ فرائض میں قیام فرض ہے۔

۲۴۸
بَابُ صَلٰوۃِ اللَّیْلِ وَعَدَدِ رَکَعَاتِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی اللَّیْلِ وَاَنَّ الْوِتْرَ رَکْعَۃٌ

تہجد کی رکعات کی تعداد اور وتر کا بیان

۱۶۱۴- وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ قَرَاْتُ عَلٰی مَالِکٍ عَنِ ابْنِ شِہَابٍ عَنْ عُرْوَۃَ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ رات کو گیارہ رکعت پڑھتے تھے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۸۴، مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۵ھ

[2] شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ مشکوٰۃ ص ۱۱۷ مطبوعہ اصح المطابع دہلی ۱۳۷۷ھ

[3] علامہ حسن بن عمار متوفی ۱۰۶۹ھ، مراقی الفلاح ص ۱۴۲ مطبوعہ مصطفی البابی واولادہ مصر، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۵۶ھ

ایضاً۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۱ ص ۶۳۲ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

[4] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۲۵۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ

اللّٰہُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ بِاللَّيْلِ اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُوْتِرُ مِنْهَا بِوَاحِدَةٍ فَاِذَا فَرَغَ مِنْهَا اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ حَتّٰى يَاْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ.

ایک رکعت کیساتھ تعداد رکعت کو طاق بنا لیتے، نماز سے فارغ ہونے کے بعد دائیں کروٹ لیٹ جاتے حتٰی کہ آپ کے پاس مؤذن آتا پھر آپ دو رکعت مختصراً پڑھتے.

۱۶۱۵- وَحَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَآئِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْمَا بَيْنَ اَنْ يَّفْرُغَ مِنْ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ وَهِيَ الَّتِيْ يَدْعُو النَّاسُ الْعَتَمَةَ اِلَى الْفَجْرِ اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَيُوْتِرُ بِوَاحِدَةٍ فَاِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ مِنْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَتَبَيَّنَ لَهُ الْفَجْرُ وَجَآءَهُ الْمُؤَذِّنُ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْاَيْمَنِ حَتّٰى يَاْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلْاِقَامَةِ.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز (جس کو لوگ عتمہ کہتے ہیں) سے فجر تک گیارہ رکعت پڑھتے، ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے اور (آخر میں) ایک رکعت کے ساتھ ان رکعات کو وتر (طاق) بنا لیتے. جب مؤذن اذان دینے کے بعد خاموش ہو جاتا اور آپ پر صبح کا وقت منکشف ہو جاتا اور مؤذن (اطلاع کے لیے) آپ کے پاس آتا تو آپ کھڑے ہو کر مختصراً دو رکعت نماز (سنت، فجر) پڑھتے پھر دائیں کروٹ لیٹ جاتے حتٰی کہ مؤذن آپ کے پاس اقامت کے لیے آتا۔

۱۶۱۶- وَحَدَّثَنَاهُ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَسَاقَ حَرْمَلَةُ الْحَدِيْثَ بِمِثْلِهِ غَيْرَ اَنَّهُ لَمْ يَذْكُرْ وَتَبَيَّنَ لَهُ الْفَجْرُ وَجَآءَهُ الْمُؤَذِّنُ وَلَمْ يَذْكُرِ الْاِقَامَةَ وَسَائِرُ الْحَدِيْثِ بِمِثْلِ حَدِيْثِ عَمْرٍو سَوَآءً.

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے.
البتہ حرملہ نے یہ ذکر نہیں کیا کہ فجر ظاہر ہو گئی اور آپ کے پاس مؤذن آیا اور نہ اقامت کا ذکر کیا۔

۱۶۱۷- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً يُوْتِرُ مِنْ ذٰلِكَ بِخَمْسٍ لَا يَجْلِسُ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا فِيْ اٰخِرِهَا.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعت پڑھتے اور پانچ رکعت وتر پڑھتے اور صرف آخر میں بیٹھتے.

۱۶۱۸- وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ ح وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے.

وَكِيعٌ وَاَبُو اُسَامَةَ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

١٦١٩- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ عِرَاكٍ عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ ثَلَاثَ عَشَرَةَ رَكْعَةً بِرَكْعَتَيِ الْفَجْرِ۔

١٦٢٠- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّهُ سَاَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا كَيْفَ كَانَتْ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَمَضَانَ قَالَتْ مَا كَانَ يَزِيْدُ فِيْ رَمَضَانَ وَلَا فِيْ غَيْرِهٖ عَلٰى اِحْدٰى عَشَرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّيْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْاَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّيْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْاَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّيْ ثَلَاثًا فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوْتِرَ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ اِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ۔

١٦٢١- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا ابْنُ اَبِيْ عَدِيٍّ قَالَ نَا هِشَامٌ عَنْ يَحْيٰى عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ قَالَ سَاَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كَانَ يُصَلِّيْ ثَلَاثَ عَشَرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّيْ ثَمَانَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ يُوْتِرُ ثُمَّ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَرْكَعَ قَامَ فَرَكَعَ ثُمَّ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ بَيْنَ النِّدَاءِ وَالْاِقَامَةِ مِنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ۔

١٦٢٢- وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ نَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَلَمَةَ ح وَحَدَّثَنِيْ يَحْيَى بْنُ بِشْرٍ الْحَرِيْرِيُّ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ يَعْنِي ابْنَ سَلَامٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی دو رکعت (سنت) سمیت تیرہ رکعت پڑھتے تھے۔

ابوسلمہ بن عبدالرحمن بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں کس طرح نماز پڑھتے تھے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رمضان ہو یا غیر رمضان، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے چار رکعت نماز پڑھتے اور اس نماز کے حسن اور طول کی بات مت پوچھو! پھر چار رکعت نماز پڑھتے اور ان کے حسن اور طول کی بات مت پوچھو! اس کے بعد تین رکعت (وتر) پڑھتے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ وتر سے پہلے سوجاتے ہیں؟ فرمایا: اے عائشہ! میری آنکھیں سوجاتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔

ابوسلمہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں دریافت کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ رکعت پڑھتے تھے، آٹھ رکعت پڑھنے کے بعد وتر پڑھتے، پھر دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے، جب رکوع کا ارادہ فرماتے تو کھڑے ہو کر رکوع کرتے، پھر صبح کی اذان اور اقامت کے درمیان دو رکعت پڑھتے۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔ مگر اس میں وتر سمیت نو رکعت کا ذکر ہے۔

كَثِيرٍ قَالَ اَخْبَرَنِي اَبُوْ سَلَمَةَ اَنَّهٗ سَاَلَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهٖ غَيْرَ اَنَّ فِيْ حَدِيْثِهِمَا تِسْعَ رَكَعَاتٍ قَائِمًا يُوْتِرُ مِنْهُنَّ۔

۱۶۲۳- حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ لَبِيْدٍ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا سَلَمَةَ قَالَ اَتَيْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقُلْتُ اَيْ اُمَّهْ اَخْبِرِيْنِيْ عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كَانَتْ صَلٰوتُهٗ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ وَغَيْرِهٖ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً بِاللَّيْلِ مِنْهَا رَكْعَتَا الْفَجْرِ۔

ابو سلمہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے ماں! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں تبلائیے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا رمضان ہو یا غیر رمضان آپ رات کو سنت فجر سمیت تیرہ رکعت پڑھتے تھے۔

۱۶۲۴- حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا حَنْظَلَةُ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا تَقُوْلُ كَانَتْ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ عَشْرَ رَكَعَاتٍ وَيُوْتِرُ بِسَجْدَةٍ وَيَرْكَعُ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَتِلْكَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو دس رکعت پڑھتے اور ایک رکعت پڑھ کر نماز کو وتر (طاق) کرتے اور دو رکعت (سنت) فجر پڑھتے یہ کل تیرہ رکعات ہیں۔

۱۶۲۵- وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ نَا زُهَيْرٌ قَالَ نَا اَبُوْ اِسْحٰقَ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا اَبُوْ خَيْثَمَةَ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ قَالَ سَاَلْتُ الْاَسْوَدَ بْنَ يَزِيْدَ عَمَّا حَدَّثَتْهُ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ يَنَامُ اَوَّلَ اللَّيْلِ وَيُحْيِيْ اٰخِرَهٗ ثُمَّ اِنْ كَانَتْ لَهٗ حَاجَةٌ اِلٰى اَهْلِهٖ قَضٰى حَاجَتَهٗ ثُمَّ يَنَامُ فَاِذَا كَانَ عِنْدَ النِّدَآءِ الْاَوَّلِ قَالَتْ وَثَبَ فَلَا وَاللّٰهِ مَا قَالَتْ قَامَ فَاَفَاضَ عَلَيْهِ الْمَآءَ وَلَا وَاللّٰهِ مَا قَالَتِ اغْتَسَلَ وَاَنَا اَعْلَمُ مَا تُرِيْدُ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ جُنُبًا تَوَضَّاَ وُضُوْءَ الرَّجُلِ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ صَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ۔

ابو اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے اسود بن یزید سے کہا مجھے وہ حدیث بتلاؤ جس میں تم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں پوچھا تھا۔ انھوں نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے اوّل حصہ میں سو جاتے اور آخر حصہ میں بیدار ہوتے پھر اگر آپ کو اپنی زوجہ سے کوئی ضرورت ہوتی تو اسے پورا فرماتے اس کے بعد سو جاتے، اور جب پہلی اذان ہوتی تو اُٹھ جاتے بخدا حضرت عائشہ نے یہ نہیں فرمایا کہ اپنے اوپر پانی ڈالتے اور نہ قسم بخدا یہ فرمایا کہ آپ غسل کرتے اور میں خوب جانتا ہوں کہ آپ کا ارادہ کیا تھا، اگر آپ جنبی نہ ہوتے تو نماز کا وضو کرتے پھر دو رکعت نماز پڑھتے۔

۱۶۲۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ قَالَ نَا عَمَّارُ بْنُ رُزَيْقٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ حَتَّى يَكُونَ آخِرُ صَلَاتِهِ الْوِتْرَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اُٹھ کر نماز پڑھتے اور آخر میں وتر پڑھتے۔

۱۶۲۷۔ حَدَّثَنِي هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ قَالَ نَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَشْعَثَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنْ عَمَلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كَانَ يُحِبُّ الدَّائِمَ قَالَ قُلْتُ أَيَّ حِينٍ كَانَ يُصَلِّي فَقَالَتْ كَانَ إِذَا سَمِعَ الصَّارِخَ قَامَ فَصَلَّى۔

مسروق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل (کی مقدار) کے بارے میں سوال کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دائمی عمل کو پسند کرتے تھے۔ میں نے پوچھا کہ آپ کس وقت نماز پڑھتے تھے، فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرغ کی بانگ سنتے تو کھڑے ہو کر نماز پڑھتے۔

۱۶۲۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا ابْنُ بِشْرٍ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا أَلْفَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّحَرُ الْأَعْلَى فِي بَيْتِي أَوْ عِنْدِي إِلَّا نَائِمًا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے آخری حصہ میں اپنے گھر میں یا اپنے نزدیک سوتا ہوا پایا۔

۱۶۲۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَنَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَإِنْ كُنْتُ مُسْتَيْقِظَةً حَدَّثَنِي وَإِلَّا اضْطَجَعَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی دو رکعت (سنت فجر) پڑھنے کے بعد اگر میں جاگتی ہوتی تو مجھ سے باتیں کرتے ورنہ لیٹ جاتے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

۱۶۳۰۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ زِيَادِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ عَتَّابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح روایت منقول ہے۔

۱۶۳۱۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ تَمِيمِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نماز پڑھتے جب آپ وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو مجھ سے فرماتے اے عائشہ اُٹھ کر وتر

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ مِنَ اللَّیْلِ فَاِذَا اَوْتَرَ قَالَ قُوْمِیْ فَاَوْتِرِیْ یَا عَائِشَۃُ۔

پڑھ لو۔

۱۶۲۲ - وَحَدَّثَنِیْ هَارُوْنُ بْنُ سَعِیْدِ الْاَیْلِیُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ سُلَیْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ رَبِیْعَةَ بْنِ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یُصَلِّیْ صَلٰوتَهٗ بِاللَّیْلِ وَهِیَ مُعْتَرِضَةٌ بَیْنَ یَدَیْهِ فَاِذَا بَقِیَ الْوِتْرُ اَیْقَظَهَا فَاَوْتَرَتْ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نماز پڑھتے، اور حضرت عائشہ حضور کے سامنے عرض کی جانب لیٹی ہوتی تھیں جب آپ کے وتر باقی رہ جاتے تو آپ حضرت عائشہ کو جگا دیتے، پھر حضرت عائشہ وتر پڑھتیں۔

۱۶۲۳ - حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ اَنَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَةَ عَنْ اَبِیْ یَعْفُوْرٍ وَاسْمُهٗ وَاقِدٌ وَلَقَبُهٗ وَقْدَانُ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَاَبُوْ كُرَیْبٍ قَالَا نَا اَبُوْ مُعَاوِیَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ كِلَاهُمَا عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ مِنْ كُلِّ اللَّیْلِ قَدْ اَوْتَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَانْتَهٰی وِتْرُهٗ اِلَی السَّحَرِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے ہر حصہ میں وتر پڑھے ہیں اور فجر تک آپ کے وتر پہنچ گئے۔

۱۶۲۴ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ وَزُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا وَكِیْعٌ عَنْ سُفْیَانَ عَنْ اَبِیْ حُصَیْنٍ عَنْ یَحْیَی بْنِ وَثَّابٍ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مِنْ كُلِّ اللَّیْلِ قَدْ اَوْتَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَوَّلِ اللَّیْلِ وَاَوْسَطِهٖ وَاٰخِرِهٖ فَانْتَهٰی وِتْرُهٗ اِلَی السَّحَرِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے اول، اوسط، آخر ہر حصہ میں وتر پڑھے ہیں اور آپ کے وتر فجر تک پہنچ گئے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

۱۶۲۵ - حَدَّثَنِیْ عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ نَا حَسَّانُ قَاضِیْ كِرْمَانَ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ مَسْرُوْقٍ عَنْ اَبِی الضُّحٰی عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُلَّ اللَّیْلِ قَدْ اَوْتَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَانْتَهٰی وِتْرُهٗ اِلٰی اٰخِرِ اللَّیْلِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے ہر حصہ میں وتر پڑھے ہیں حتیٰ کہ آپ کے وتر رات کے آخری حصہ تک پہنچ گئے۔

۱۶۲۶ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّی الْعَنَزِیُّ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ عَدِیٍّ عَنْ سَعِیْدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ اَنَّ سَعْدَ بْنَ هِشَامِ بْنِ عَامِرٍ اَرَادَ اَنْ یَّغْزُوَ فِیْ

زرارہ بیان کرتے ہیں کہ سعد بن ہشام بن عامر نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کا ارادہ کیا تو مدینہ میں آگئے اور انہوں نے مدینہ میں اپنی زمین بیچنے کا قصد کیا تاکہ اس

سَبِيلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَقَدِمَ الْمَدِينَةَ فَأَرَادَ أَنْ يَبِيعَ عَقَارًا بِهَا فَيَجْعَلَهُ فِي السِّلَاحِ وَالْكُرَاعِ وَيُجَاهِدَ الرُّومَ حَتّٰى يَمُوتَ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ لَقِيَ أُنَاسًا مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ فَنَهَوْهُ عَنْ ذٰلِكَ وَأَخْبَرُوهُ أَنَّ رَهْطًا سِتَّةً أَرَادُوا ذٰلِكَ فِي حَيَاةِ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَهَاهُمْ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَيْسَ لَكُمْ فِيَّ أُسْوَةٌ فَلَمَّا حَدَّثُوهُ بِذٰلِكَ رَاجَعَ امْرَأَتَهُ وَقَدْ كَانَ طَلَّقَهَا وَأَشْهَدَ عَلٰى رَجْعَتِهَا فَأَتَى ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَسَأَلَهُ عَنْ وِتْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَلَا أَدُلُّكَ عَلٰى أَعْلَمِ أَهْلِ الْأَرْضِ بِوِتْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَالَ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَأْتِهَا فَسَلْهَا ثُمَّ ائْتِنِي فَأَخْبِرْنِي بِرَدِّهَا عَلَيْكَ فَانْطَلَقْتُ إِلَيْهَا فَأَتَيْتُ عَلٰى حَكِيمِ بْنِ أَفْلَحَ فَاسْتَلْحَقْتُهُ إِلَيْهَا فَقَالَ مَا أَنَا بِقَارِبِهَا لِأَنِّي نَهَيْتُهَا أَنْ تَقُولَ فِي هَاتَيْنِ الشِّيعَتَيْنِ شَيْئًا فَأَبَتْ فِيهِمَا إِلَّا مُضِيًّا قَالَ فَأَقْسَمْتُ عَلَيْهِ فَجَاءَ فَانْطَلَقْنَا إِلٰى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَاسْتَأْذَنَّا عَلَيْهَا فَأَذِنَتْ لَنَا فَدَخَلْنَا عَلَيْهَا فَقَالَتْ أَحَكِيمٌ فَعَرَفَتْهُ فَقَالَ نَعَمْ فَقَالَتْ مَنْ مَعَكَ قَالَ سَعْدُ بْنُ هِشَامٍ قَالَتْ مَنْ هِشَامٌ قَالَ ابْنُ عَامِرٍ فَتَرَحَّمَتْ عَلَيْهِ وَقَالَتْ خَيْرًا قَالَ قَتَادَةُ وَكَانَ أُصِيبَ يَوْمَ أُحُدٍ فَقُلْتُ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ أَنْبِئِينِي عَنْ خُلُقِ رَسُولِ اللّٰهِ قَالَتْ أَلَسْتَ تَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ قُلْتُ بَلٰى قَالَتْ فَإِنَّ خُلُقَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ الْقُرْاٰنَ قَالَ فَهَمَمْتُ أَنْ أَقُومَ وَلَا أَسْأَلَ أَحَدًا عَنْ شَيْءٍ حَتّٰى أَمُوتَ ثُمَّ بَدَا لِي فَقُلْتُ أَنْبِئِينِي عَنْ قِيَامِ

سے ہتھیار اور گھوڑے وغیرہ خرید لیں اور تاحیات رومیوں سے جہاد کریں۔ مدینہ آکر انھوں نے جب مدینہ کے کچھ لوگوں سے ملاقات کی تو انھوں نے سعد کو اس اقدام سے منع کیا اور بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چھ صحابہ نے یہی ارادہ کیا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس اقدام سے باز رکھا اور فرمایا کیا تمہارے لیے میری زندگی میں نمونہ نہیں ہے جب اہل مدینہ نے سعد سے یہ حدیث بیان کی تو انھوں نے اپنی اس زوجہ سے رجوع کر لیا جس کو وہ پہلے طلاق دے چکے تھے اور اپنے رجوع پر لوگوں کو گواہ کر لیا پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گئے اور ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کے بارے میں سوال کیا حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں وہ شخص نہ بتاؤں جو روئے زمین پر سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کو جانتا ہے۔ سعد نے کہا وہ کون ہیں، فرمایا: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا! ان کے پاس جاؤ اور ان سے سوال کرو، پھر میرے پاس آکر مجھے بھی ان کا جواب بتانا، سعد کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ کی طرف روانہ ہوا اور حکیم بن افلح کے پاس گیا اور کہا کہ مجھے حضرت عائشہ کے پاس لے چلو، انھوں نے کہا کہ میں حضرت عائشہ کے پاس نہیں جاؤں گا کیونکہ میں نے ان کو ان دو گروہوں (قصاص عثمان کے طالبین اور حضرت علی) کے درمیان مداخلت سے روکا تھا تو آپ نہیں مانیں اور چلی گئیں۔ سعد کہتے ہیں کہ میں نے حکیم کو (چلنے کے لیے) قسم دی پس وہ چل پڑے اور ہم دونوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف گئے، ہم نے آپ سے حاضر ہونے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے اجازت دیدی، ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے حکیم کو پہچان کر فرمایا: "کیا حکیم ہو؟"، انھوں نے کہا ہاں فرمایا تمہارے ساتھ کون ہے؟ انھوں نے کہا سعد بن ہشام! فرمایا کون ہشام؟ حکیم نے کہا عامر کا بیٹا! حضرت عائشہ نے عامر کے لیے رحم کی دعا کی اور کلمات خیر کہے۔ قتادہ

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اَلَسْتَ
تَقْرَاُ يَا اَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُلْتُ بَلٰى قَالَ فَاِنَّ اللّٰهَ
عَزَّ وَجَلَّ افْتَرَضَ قِيَامَ اللَّيْلِ فِيْ اَوَّلِ هٰذِهِ
السُّوْرَةِ فَقَامَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَاَصْحَابُهٗ حَوْلًا وَاَمْسَكَ اللّٰهُ تَعَالٰى خَاتِمَتَهَا
اثْنَيْ عَشَرَ شَهْرًا فِي السَّمَآءِ حَتّٰى اَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَ
جَلَّ فِيْ اٰخِرِ هٰذِهِ السُّوْرَةِ التَّخْفِيْفَ فَصَارَ
قِيَامُ اللَّيْلِ تَطَوُّعًا بَعْدَ فَرِيْضَةٍ قَالَ
قُلْتُ يَا اُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْبِئِيْنِيْ عَنْ
وِتْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَتْ كُنَّا نُعِدُّ لَهٗ سِوَاكَهٗ وَطَهُوْرَهٗ
فَيَبْعَثُهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مَا شَآءَ اَنْ
يَّبْعَثَهٗ مِنَ اللَّيْلِ فَيَتَسَوَّكُ وَيَتَوَضَّاُ
وَيُصَلِّيْ تِسْعَ رَكَعَاتٍ لَا يَجْلِسُ فِيْهَا
اِلَّا فِي الثَّامِنَةِ فَيَذْكُرُ اللّٰهَ وَيَحْمَدُهٗ
وَيَدْعُوْهُ ثُمَّ يَنْهَضُ وَلَا يُسَلِّمُ
ثُمَّ يَقُوْمُ فَيُصَلِّي التَّاسِعَةَ ثُمَّ يَقْعُدُ
فَيَذْكُرُ اللّٰهَ وَيَحْمَدُهٗ وَيَدْعُوْهُ ثُمَّ
يُسَلِّمُ تَسْلِيْمًا يُسْمِعُنَا ثُمَّ يُصَلِّيْ
رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ مَا يُسَلِّمُ وَهُوَ قَاعِدٌ
فَتِلْكَ اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يَا بُنَيَّ
فَلَمَّا اَسَنَّ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَاَخَذَهُ اللَّحْمُ اَوْتَرَ بِسَبْعٍ
وَصَنَعَ مِثْلَ صَنِيْعِهِ الْاَوَّلِ فَتِلْكَ تِسْعٌ
يَا بُنَيَّ وَكَانَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ اِذَا صَلّٰى صَلٰوةً اَحَبَّ اَنْ
يُّدَاوِمَ عَلَيْهَا وَكَانَ اِذَا غَلَبَهٗ
نَوْمٌ اَوْ وَجَعٌ عَنْ قِيَامِ اللَّيْلِ صَلّٰى
مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً وَلَا

(راوی) بیان کرتے ہیں کہ عامر غزوہ اُحد میں شہید ہو گئے تھے میں نے کہا اے ام المؤمنین! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں بتلائیے۔ آپ نے فرمایا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں! فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن ہی تو ہے، سعد نے کہا میں نے اٹھنے کا ارادہ کیا اور سوچا آئندہ مرتے دم تک کسی سے سوال نہیں کروں گا پھر مجھے خیال آیا تو پوچھا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (نماز میں) قیام کے بارے میں بتلائیے؟ آپ نے فرمایا کیا تم یاایّھا المزمل نہیں پڑھتے۔ میں نے عرض کیا کیوں نہیں! آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے شروع میں آپ پر رات کا قیام فرض کیا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب ایک سال تک رات کو قیام کرتے رہے، اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے آخری حصہ کو بارہ ماہ تک آسمان پر روکے رکھا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے آخر میں تخفیف نازل فرمائی پھر رات کا قیام فرضیت کے بعد نفل ہو گیا۔ سعد کہتے ہیں میں نے عرض کیا اے ام المؤمنین مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کے بارے میں بتلائیے۔ آپ نے فرمایا: ہم حضور کے لیے مسواک اور وضو کا پانی تیار رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ رات کو جب چاہتا آپ کو اٹھا دیتا۔ آپ مسواک کرتے وضو کرتے اور نو رکعت نماز پڑھتے جن میں سے آپ صرف آٹھویں رکعت میں بیٹھتے پھر اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی حمد کرتے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے پھر کھڑے ہوتے اور سلام نہ پھیرتے اور کھڑے ہو کر نویں رکعت پڑھتے، پھر بیٹھ جاتے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی حمد کرتے اور اس سے دعا مانگتے پھر اس کے بعد بلند آواز سے سلام پھیرتے اور ہمیں سلام کی آواز سناتے سلام پھیرنے کے بعد بیٹھ کر دو رکعت نماز پڑھتے، اے میرے بیٹے یہ گیارہ رکعات ہیں۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمر رسیدہ ہو گئے اور آپ کا بدن مبارک بھاری

أَعْلَمُ نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ الْقُرْآنَ كُلَّهُ فِي لَيْلَةٍ وَلَا صَلَّى لَيْلَةً إِلَى الصُّبْحِ وَلَا صَامَ شَهْرًا كَامِلًا غَيْرَ رَمَضَانَ قَالَ فَانْطَلَقْتُ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَحَدَّثْتُهُ بِحَدِيثِهَا فَقَالَ صَدَقَتْ وَلَوْ كُنْتُ أَقْرَبُهَا أَوْ أَدْخُلُ عَلَيْهَا لَأَتَيْتُهَا حَتّٰى تُشَافِهَنِي بِهِ قَالَ قُلْتُ لَوْ عَلِمْتُ أَنَّكَ لَا تَدْخُلُ عَلَيْهَا مَا حَدَّثْتُكَ حَدِيثَهَا۔

ہو گیا تو سات رکعت وتر (طاق) حسب سابق پڑھتے، تو لے بیٹے! یہ نو رکعت ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ جب کوئی کام کرتے تو اس پر مداومت کرتے، اور جب کبھی آپ پر نیند یا درد کا غلبہ ہوتا اور رات کو نہ اٹھ سکتے تو دن میں بارہ رکعت پڑھتے، اور میرے علم میں یہ نہیں ہے کہ کبھی آپ نے ایک رات میں پورا قرآن کریم پڑھا ہو اور نہ کبھی آپ نے ساری رات صبح تک نماز پڑھی اور نہ رمضان کے علاوہ پورے ماہ روزے رکھے، سعد کہتے ہیں میں حضرت ابن عباس کے پاس گیا اور انھیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سنائی۔ حضرت ابن عباس نے کہا حضرت عائشہ نے سچ فرمایا اگر میں ان کے قریب ہوتا یا میں بھی حاضر ہوتا تو آپ سے بالمشافہ یہ حدیث سنتا۔ سعد نے کہا اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ آپ حضرت عائشہ کے پاس نہیں جاتے تو میں آپ کو یہ حدیث نہ سناتا۔

۱۶۳۷- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفٰى عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثُمَّ انْطَلَقَ إِلَى الْمَدِينَةِ لِيَبِيعَ عَقَارَهُ فَذَكَرَ نَحْوَهُ۔

زرارہ بن اوفی بیان کرتے ہیں کہ سعد بن ہشام نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور مدینہ منورہ میں اپنی زمین بیچنے آئے اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔

۱۶۳۸- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ نَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ قَالَ نَا قَتَادَةُ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفٰى عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ قَالَ انْطَلَقْتُ إِلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ فَسَأَلْتُهُ عَنِ الْوِتْرِ وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِقِصَّتِهِ وَقَالَ فِيهِ قَالَتْ مَنْ هِشَامٌ قُلْتُ ابْنُ عَامِرٍ قَالَتْ نِعْمَ الْمَرْءُ كَانَ عَامِرًا أُصِيبَ يَوْمَ أُحُدٍ۔

سعد بن ہشام بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا اور ان سے وتر کے متعلق دریافت کیا اس کے بعد پوری حدیث ہے اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت عائشہ نے فرمایا، ہشام کون ہے؟ میں نے کہا ابن عامر، وہ بولیں وہ بہترین شخص تھے اور عامر غزوۂ احد میں شہید ہوئے تھے۔

۱۶۳۹- وَحَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ كِلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفٰى أَنَّ سَعْدَ ابْنَ

زرارہ بن اوفی بیان کرتے ہیں کہ سعد بن ہشام ان کے پڑوسی تھے، انھوں نے تبلایا کہ انھوں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے اور سابقہ روایت کی طرح پورا واقعہ

هِشَامٍ كَانَ جَارًا لَهُ فَأَخْبَرَهُ أَنَّهُ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ وَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ بِمَعْنَى حَدِيثِ سَعِيدٍ وَفِيهِ قَالَتْ مَنْ هِشَامٌ قَالَ ابْنُ عَامِرٍ قَالَتْ نِعْمَ الْمَرْءُ كَانَ أُصِيبَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ وَفِيهِ فَقَالَ حَكِيمُ ابْنُ أَفْلَحَ أَمَا إِنِّي لَوْ عَلِمْتُ أَنَّكَ لَا تَدْخُلُ عَلَيْهَا مَا أَنْبَأْتُكَ بِحَدِيثِهَا۔

بیان کیا اور اس میں یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے کہا کون سا ہشام؟ انھوں نے کہا عامر کا بیٹا، حضرت عائشہ نے کہا کہ عامر بہت اچھا شخص تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ اُحد میں شہید ہوگیا اور اس میں یہ بھی ہے کہ حکیم بن افلح نے کہا اگر مجھے پہلے علم ہوتا کہ تم حضرت عائشہ کے پاس نہیں جاتے تو میں تم کو یہ حدیث نہ بیان کرتا۔

۱۶۴۰ - **وَحَدَّثَنَا** سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ جَمِيعًا عَنْ أَبِي عَوَانَةَ قَالَ سَعِيدٌ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا فَاتَتْهُ الصَّلٰوةُ مِنَ اللَّيْلِ مِنْ وَجَعٍ أَوْ غَيْرِهِ صَلَّى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً۔

سعد بن ہشام کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ درد یا کسی اور وجہ سے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تہجد کی نماز رہ جاتی تو آپ دن میں بارہ رکعت پڑھتے۔

۱۶۴۱ - **وَحَدَّثَنَا** عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ أَنَا عِيسَى وَهُوَ ابْنُ يُونُسَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ ابْنِ أَوْفَى عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا عَمِلَ عَمَلًا أَثْبَتَهُ وَكَانَ إِذَا نَامَ مِنَ اللَّيْلِ أَوْ مَرِضَ صَلَّى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً قَالَتْ وَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ لَيْلَةً حَتَّى الصَّبَاحِ وَمَا صَامَ مُتَتَابِعًا إِلَّا رَمَضَانَ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی کام کرتے تو اس پر ہمیشگی کرتے اور اگر کبھی آپ رات کو سو جاتے یا آپ کو درد ہوتا تو دن میں بارہ رکعت پڑھتے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ ساری رات صبح تک نماز پڑھتے رہے ہوں اور نہ کبھی یہ دیکھا کہ رمضان کے سوا آپ نے کسی ماہ پورے مہینہ کے روزے رکھے ہوں۔

۱۶۴۲ - **حَدَّثَنَا** هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ قَالَ نَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ ح وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ وَحَرْمَلَةُ قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ وَعُبَيْدِ اللَّهِ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَخْبَرَاهُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص سے اس کا رات کا کوئی معمول یا اس کا کوئی حصہ رہ جائے اور اس کو وہ فجر اور ظہر کی نمازوں کے درمیان ادا کرے تو اس کے اعمال نامہ میں وہ عمل رات ہی کا لکھا جائے گا۔

عَنْهُ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِهٖ اَوْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ فَقَرَاَهٗ فِيْمَا بَيْنَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَصَلٰوةِ الظُّهْرِ كُتِبَ لَهٗ كَاَنَّمَا قَرَاَهٗ مِنَ اللَّيْلِ۔

١٦٤٣- حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَا نَا اِسْمٰعِيْلُ وَهُوَ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ اَيُّوْبَ عَنِ الْقَاسِمِ الشَّيْبَانِيِّ اَنَّ زَيْدَ بْنَ اَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ رَاٰى قَوْمًا يُصَلُّوْنَ مِنَ الضُّحٰى فَقَالَ اَمَا لَقَدْ عَلِمُوْا اَنَّ الصَّلٰوةَ فِيْ غَيْرِ هٰذِهِ السَّاعَةِ اَفْضَلُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةُ الْاَوَّابِيْنَ حِيْنَ تَرْمَضُ الْفِصَالُ۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ لوگوں کو چاشت کی نماز پڑھتے دیکھا تو کہا یہ لوگ خوب جانتے ہیں کہ نماز اس وقت کے علاوہ دوسرے وقت میں پڑھنا افضل ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا توبہ کرنے والوں کی نماز اس وقت ہوتی ہے جب اونٹ کے بچوں کے کھر دھوپ میں گرم ریت پر چلنے سے گرم ہو جائیں۔

١٦٤٤- وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَا الْقَاسِمُ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ زَيْدِ بْنِ الْاَرْقَمِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَهْلِ قُبَاءٍ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ فَقَالَ صَلٰوةُ الْاَوَّابِيْنَ اِذَا رَمِضَتِ الْفِصَالُ۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل قباء کے پاس گئے وہ لوگ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے آپ نے فرمایا توبہ کرنیوالوں کی نماز اس وقت ہوتی ہے جب اونٹ کے بچوں کے پیر گرم ہونے لگیں۔

١٦٤٥- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ نَافِعٍ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلٰوةِ اللَّيْلِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى فَاِذَا خَشِيَ اَحَدُكُمُ الصُّبْحَ صَلّٰى رَكْعَةً وَّاحِدَةً تُوْتِرُ لَهٗ مَا قَدْ صَلّٰى۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رات کی نماز کے بارے میں سوال کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کی نماز دو دو رکعت ہے، جب تم میں سے کسی شخص کو (طلوع) فجر کا خوف ہو تو (آخری دوگانہ کے ساتھ ملاکر) ایک رکعت پڑھ لے تو وہ اس کی تمام رکعات کو وتر (طاق) کر دیگی۔

١٦٤٦- حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ زُهَيْرٌ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ نَا سُفْيَانُ قَالَ نَا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے رات کی نماز (تہجد) کے بارے میں پوچھا، آپ نے فرمایا دو دو رکعت پڑھو اور جب (طلوع) فجر کا خوف ہو ایک رکعت پڑھ کر (نمازوں کو) وتر (طاق) کر لو۔

عَمْرٌو عَنْ طَاؤسٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ح وَحَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَلٰوةِ اللَّيْلِ فَقَالَ مَثْنٰى مَثْنٰى فَإِذَا خَشِيتَ الصُّبْحَ فَأَوْتِرْ بِرَكْعَةٍ۔

۱۶۴۷- وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرٌو أَنَّ ابْنَ شِهَابٍ حَدَّثَهُ أَنَّ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَحُمَيْدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ حَدَّثَاهُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَيْفَ صَلٰوةُ اللَّيْلِ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى فَإِذَا خِفْتَ الصُّبْحَ فَأَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ۔

حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر سوال کیا یا رسول اللہ! رات کی نماز (تہجد) کس طرح پڑھی جاتی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کی نماز دو دو رکعت ہے، جب صبح ہونے کا خوف ہو تو ایک رکعت کے ذریعہ ان کو وتر (طاق) کر لو۔

۱۶۴۸- وَحَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ قَالَ نَا أَيُّوبُ وَبُدَيْلٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ السَّائِلِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ كَيْفَ صَلٰوةُ اللَّيْلِ قَالَ مَثْنٰى مَثْنٰى فَإِذَا خَشِيتَ الصُّبْحَ فَصَلِّ رَكْعَةً وَاجْعَلْ آخِرَ صَلٰوتِكَ وِتْرًا ثُمَّ سَأَلَهُ رَجُلٌ عَلٰى رَأْسِ الْحَوْلِ وَأَنَا بِذٰلِكَ الْمَكَانِ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا أَدْرِي هُوَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ أَوْ رَجُلٌ آخَرُ فَقَالَ لَهُ مِثْلَ ذٰلِكَ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رات کی نماز (تہجد) کے بارے میں دریافت کیا در آں حالیکہ میں سائل اور آپ کے درمیان تھا۔ آپ نے فرمایا دو دو رکعت کر کے نماز پڑھو اور جب صبح ہونے کا خطرہ ہو تو (آخری دوگانہ کے ساتھ) ایک رکعت پڑھ کر نماز کو وتر کر لو، پھر ایک شخص نے ایک سال کے بعد سوال کیا اور میں اس وقت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسی جگہ تھا۔ مجھے پتہ نہیں کہ یہ سائل وہی پہلے والا تھا یا کوئی اور تھا بہر حال آپ نے اس کو حسب سابق جواب دیا۔

۱۶۴۹- وَحَدَّثَنِي أَبُو كَامِلٍ قَالَ نَا حَمَّادٌ قَالَ نَا أَيُّوبُ وَبُدَيْلٌ وَعِمْرَانُ بْنُ حُدَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيقٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْغُبَرِيُّ قَالَ نَا حَمَّادٌ قَالَ نَا أَيُّوبُ وَالزُّبَيْرُ بْنُ الْخِرِّيتِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيقٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ اس روایت میں یہ نہیں ہے کہ اس نے سال ختم ہونے پر یا اس کے بعد سوال کیا۔

رضی اللہ عنہما قال سال رجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکر بمثلہ ولیس فی حدیثہما ثم سالہ رجل علی راس الحول وما بعدہ۔

۱۶۵۰۔ حدثنا ہارون بن معروف وسریج بن یونس وابو کریب جمیعا عن ابن ابی زائدۃ قال ہارون نا ابن ابی زائدۃ قال اخبرنی عاصم الاحول عن عبد اللہ بن شقیق عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال بادروا الصبح بالوتر۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح ہونے سے پہلے وتر پڑھ لیا کرو۔

۱۶۵۱۔ حدثنا قتیبۃ بن سعید قال نا لیث ح وحدثنا ابن رمح قال انا اللیث عن نافع ان ابن عمر رضی اللہ عنہما قال من صلی من اللیل فلیجعل آخر صلوتہ وترا فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یامر ذلک۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا جو شخص رات کو نماز (تہجد) پڑھے وہ وتر کو نماز کے آخر میں پڑھے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہی حکم دیتے تھے۔

۱۶۵۲۔ وحدثنا ابو بکر بن ابی شیبۃ قال نا ابو اسامۃ ح وحدثنا ابن نمیر قال نا ابی ح وحدثنی زہیر بن حرب وابن مثنی قالا نا یحیی کلہم عن عبید اللہ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اجعلوا آخر صلوتکم باللیل وترا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی رات کی نماز میں وتر کو آخر میں پڑھا کرو۔

۱۶۵۳۔ حدثنی ہارون بن عبد اللہ قال نا حجاج بن محمد قال قال ابن جریج اخبرنی نافع ان ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کان یقول من صلی من اللیل فلیجعل آخر صلوتہ وترا قبل الصبح کذلک کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یامرہم۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں جو شخص رات کو اٹھ کر نماز پڑھے وہ وتر صبح ہونے سے پہلے آخر میں پڑھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں اسی طرح حکم دیتے تھے۔

۱۶۵۴۔ حدثنا شیبان بن فروخ قال نا عبد الوارث عن ابی التیاح قال حدثنی ابو مجلز عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وتر رات کی نماز کے آخری دوگانہ سے ملی ہوئی ایک رکعت ہے۔

وَسَلَّمَ الْوِتْرُ رَكْعَةٌ مِّنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ -

۱۶۵۵ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ مُثَنّٰى نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَبِيْ مِجْلَزٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْوِتْرُ رَكْعَةٌ مِّنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ -

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وتر رات کی نماز (کے آخری دوگانہ سے مل ہوئی) ایک رکعت ہے۔

۱۶۵۶ - وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ نَا هَمَّامٌ قَالَ نَا قَتَادَةُ عَنْ اَبِيْ مِجْلَزٍ قَالَ سَاَلْتُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الْوِتْرِ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ رَكْعَةٌ مِّنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ وَسَاَلْتُ ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ رَكْعَةٌ مِّنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ -

ابو مجلز کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وتر کے بارے میں دریافت کیا، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وتر رات کے آخر میں ایک رکعت (ملانے کے سبب سے) ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وتر رات کے آخر میں ایک رکعت (کے ملانے کے سبب) ہے

۱۶۵۷ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ كُرَيْبٍ وَهَارُوْنُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَا نَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ كَثِيْرٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَدَّثَهُمْ اَنَّ رَجُلًا نَادٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ اُوْتِرُ صَلٰوةَ اللَّيْلِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى فَلْيُصَلِّ مَثْنٰى مَثْنٰى فَاِنْ اَحَسَّ اَنْ يُّصْبِحَ سَجَدَ سَجْدَةً فَاَوْتَرَتْ لَهٗ مَا صَلّٰى قَالَ اَبُوْ كُرَيْبٍ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَلَمْ يَقُلِ ابْنُ عُمَرَ -

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز دی درآں حالیکہ آپ مسجد میں تھے اس نے پوچھا یارسول اللہ میں اپنی رات کی نماز کو وتر (طاق) کیسے کروں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص رات کو نماز پڑھے وہ دو دو رکعت پڑھے اور جب صبح ہونے کا خیال ہو تو (آخری دوگانہ کے ساتھ) ایک رکعت پڑھے۔ اس کی تمام رکعات وتر (طاق) ہوجائیں گی۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

۱۶۵۸ - وَحَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ هِشَامٍ وَاَبُوْ كَامِلٍ قَالَا نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قُلْتُ اَرَاَيْتَ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْغَدَاةِ اُطِيْلُ فِيْهِمَا الْقِرَاءَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى وَيُوْتِرُ بِرَكْعَةٍ قَالَ قُلْتُ اِنِّيْ

انس بن سیرین نے کہا میں نے حضرت ابن عمر سے کہا مجھے ان دو رکعتوں کے بارے میں بتلائیے جو میں صبح کی نماز سے پہلے پڑھتا ہوں کیا میں ان میں لمبی قرأت کروں، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو دو دو رکعت پڑھتے تھے اور ایک رکعت (کے ضم) کے ساتھ ان نمازوں کو وتر (طاق) کرتے تھے۔ انھوں نے کہا میں آپ سے اس کے متعلق نہیں پوچھ رہا، حضرت ابن عمر نے کہا تم بہت سخت ہو کیا تم مجھے (پوری) حدیث بیان کرنے نہیں دیتے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رات کو دو، دو رکعت پڑھتے آخری رکعت سے ان رکعات کو وتر کرتے اور فجر کے فرض سے

لَسْتُ عَنْ هٰذَا اَسْاَلُكَ قَالَ اِنَّكَ لَضَخْمٌ اَلَا تَدَعُنِيْ اَسْتَقْرِءُ لَكَ الْحَدِيْثَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى وَيُوْتِرُ بِرَكْعَةٍ وَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ كَاَنَّ الْاَذَانَ بِاُذُنَيْهِ قَالَ خَلَفٌ اَرَاَيْتَ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ وَلَمْ يَذْكُرْ صَلٰوةً۔

پہلے دو رکعت پڑھتے تھے درآں حالیکہ آپ کے کانوں میں اذان کی آواز آرہی ہوتی، خلف نے اپنی روایت میں "مجھے دو رکعت کے بارہ میں بتلائیے" کا ذکر کیا ہے اور نماز کا ذکر نہیں کیا۔

۱۶۵۹۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ اَنَسِ بْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ سَاَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا بِمِثْلِهٖ وَزَادَ يُوْتِرُ بِرَكْعَةٍ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ وَفِيْهِ فَقَالَ بَهْ بَهْ اِنَّكَ لَضَخْمٌ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے مگر اس میں اضافہ ہے ٹھہرو ٹھہرو تم موٹے آدمی ہو۔

۱۶۶۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ حُرَيْثٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى فَاِذَا رَاَيْتَ اَنَّ الصُّبْحَ يُدْرِكُكَ فَاَوْتِرْ بِوَاحِدَةٍ فَقِيْلَ لِابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا مَا مَثْنٰى مَثْنٰى قَالَ اَنْ تُسَلِّمَ فِيْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات کی نماز (تہجد) دو دو رکعت ہے۔ جب تم دیکھو صبح ہو رہی ہے تو ایک رکعت (ملاکر) ان کو وتر کرلو۔ حضرت ابن عمر سے پوچھا گیا کہ دو دو رکعت کا کیا مطلب ہے تو انھوں نے فرمایا ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیر دو۔

۱۶۶۱۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَوْتِرُوْا قَبْلَ اَنْ تُصْبِحُوْا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح ہونے سے پہلے وتر پڑھ لو۔

۱۶۶۲۔ وَحَدَّثَنِيْ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ شَيْبَانَ عَنْ يَحْيٰى قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْ نَضْرَةَ الْعَوْفِيُّ اَنَّ اَبَا سَعِيْدٍ اَخْبَرَهُمْ اَنَّهُمْ سَاَلُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِتْرِ فَقَالَ اَوْتِرُوْا قَبْلَ اَنْ تُصْبِحُوْا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وتر کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا صبح ہونے سے پہلے وتر پڑھ لو۔

۱۶۶۳۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول

حفص وابو معاویۃ عن الاعمش عن ابی سفیان عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من خاف ان لا یقوم من اخر اللیل فلیوتر اولہ ومن طمع ان یقوم اخرہ فلیوتر اخر اللیل فان صلوۃ اخر اللیل مشھودۃ وذلک افضل وقال ابو معاویۃ محضورۃ۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو یہ خدشہ ہو کہ وہ رات کے پچھلے پہر نہیں اٹھ سکے گا وہ اول رات وتر پڑھ لے اور جس شخص کو رات کے آخری حصہ میں اٹھنے کا شوق ہو وہ رات کے آخری حصہ میں وتر پڑھے کیونکہ اخیر شب کی نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور یہ افضل ہے۔

۱۶۶۴۔ **وحدثنی** سلمۃ بن شبیب قال نا الحسن بن اعین قال نا معقل وھو ابن عبید اللہ عن ابی الزبیر عن جابر قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ایکم خاف ان لا یقوم من اخر اللیل فلیوتر ثم لیرقد ومن وثق بقیام من اللیل فلیوتر من اخرہ فان قراءۃ اخر اللیل محضورۃ وذلک افضل۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جس شخص کو یہ خدشہ ہو کہ وہ رات کے پچھلے پہر نہیں اٹھ سکے گا وہ وتر پڑھ کر سویا کرے اور جس شخص کو رات کے اٹھنے پر اعتماد ہو وہ رات کے پچھلے پہر وتر پڑھے کیونکہ رات کے اخیر کی قراءت کے لیے فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور یہ افضل ہے۔

۱۶۶۵۔ **حدثنا** عبد بن حمید قال نا ابو عاصم قال انا ابن جریج قال اخبرنی ابو الزبیر عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الصلوۃ طول القنوت۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ نماز زیادہ فضیلت والی ہے جس میں لمبا قیام ہو۔

۱۶۶۶۔ **وحدثنا** ابو بکر بن ابی شیبۃ وابو کریب قالا نا ابو معاویۃ قال نا الاعمش عن ابی سفیان عن جابر قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای الصلوۃ افضل قال طول القنوت قال ابو بکر نا ابو معاویۃ عن الاعمش۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کون سی نماز زیادہ افضل ہے آپ نے فرمایا جس نماز میں لمبا قیام ہو۔

۱۶۶۷۔ **وحدثنا** عثمان بن ابی شیبۃ قال نا جریر عن الاعمش عن ابی سفیان عن جابر رضی اللہ عنہ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان فی اللیل لساعۃ لا یوافقھا رجل مسلم یسال اللہ خیرا من امر الدنیا والاخرۃ الا اعطاہ ایاہ وذلک فی کل لیلۃ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات میں ایک لمحہ ایسا آتا ہے جس میں بندہ مسلم اللہ تعالیٰ سے دنیا اور آخرت کی جس خیر کا سوال کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو وہ عطا کر دیتا ہے اور یہ لمحہ ہر رات میں آتا ہے۔

۱۶۶۸۔ **وحدثنی** سلمۃ بن شبیب قال نا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

الحسن بن اعین قال نا معقل عن ابی الزبیر عن جابر رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان من اللیل ساعۃ لا یوافقہا عبد مسلم سأل اللہ خیرا الا اعطاہ ایاہ۔

۱۶۶۹۔ حدثنا یحیی بن یحیی قال قرأت علی مالک عن ابن شہاب عن ابی عبد اللہ الاغر و عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمن عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یتنزل ربنا تبارک وتعالی کل لیلۃ الی السماء الدنیا حین یبقی ثلث اللیل الاخر فیقول من یدعونی فاستجیب لہ ومن یسألنی فاعطیہ ومن یستغفرنی فاغفر لہ۔

۱۶۷۰۔ وحدثنا قتیبۃ بن سعید قال نا یعقوب وھو ابن عبد الرحمن القاری عن سہیل عن ابیہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ینزل اللہ تبارک و تعالی الی السماء الدنیا کل لیلۃ حین یمضی ثلث اللیل الاول فیقول انا الملک من ذا الذی یدعونی فاستجیب لہ من ذا الذی یسألنی فاعطیہ من ذا الذی یستغفرنی فاغفر لہ فلا یزال کذلک حتی یضیء الفجر۔

۱۶۷۱۔ حدثنا اسحق بن منصور قال نا ابو المغیرۃ قال نا الاوزاعی قال نا یحیی قال نا ابو سلمۃ بن عبد الرحمن عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا مضی شطر اللیل او ثلثاہ ینزل اللہ تبارک و تعالی الی السماء الدنیا فیقول ھل من سائل یعطی ھل من داع یستجاب لہ ھل من مستغفر یغفر لہ حتی ینفجر الصبح۔

۱۶۷۲۔ حدثنی حجاج بن الشاعر قال نا

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات میں ایک ایسا لمحہ آتا ہے جس لمحہ کو پانے کے بعد بندہ مسلم اللہ تعالیٰ سے جو سوال کرے اللہ تعالیٰ عطا فرما دیتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات کے آخری تہائی حصہ میں آسمان دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور فرماتا ہے کوئی ہے جو مجھ سے دعا مانگے اور میں اس کی دعا قبول کروں۔ کوئی ہے جو مجھ سے سوال کرے اور میں اس کو عطا کروں۔ کوئی ہے! جو مجھ سے بخشش طلب کرے اور میں اس کو بخش دوں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ ہر رات کے پہلے تہائی حصہ کے گزرنے کے بعد آسمان دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور فرماتا ہے۔ میں بادشاہ ہوں کوئی ہے جو مجھ سے دعا مانگے اور میں اس کی دعا کو قبول کروں کوئی ہے! جو مجھ سے سوال کرے اور میں اس کو عطا کروں! کوئی ہے! جو مجھ سے بخشش طلب کرے اور میں اسے بخش دوں۔ اللہ تعالیٰ یونہی فرماتا رہتا ہے حتیٰ کہ فجر روشن ہو جاتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رات کا نصف یا اس کے دو تہائی حصے گذر جاتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ آسمان دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور فرماتا ہے ہے کوئی مانگنے والا جس کو میں عطا کروں۔ ہے کوئی دعا کرنے والا جس کی دعا کو میں قبول کروں ہے کوئی بخشش طلب کرنے والا جس کو میں بخش دوں حتیٰ کہ صبح ہو جاتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

مُخَاضِرٌ اَبُو الْمُوَرِّعِ قَالَ نَا سَعْدُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ اَخْبَرَنِي ابْنُ مَرْجَانَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْزِلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِي السَّمَآءِ الدُّنْيَا لِشَطْرِ اللَّيْلِ اَوْ لِثُلُثِ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ فَيَقُولُ مَنْ يَدْعُونِي فَاَسْتَجِيبَ لَهٗ اَوْ يَسْاَلُنِي فَاُعْطِيَهٗ ثُمَّ يَقُولُ مَنْ يُقْرِضُ غَيْرَ عَدِيمٍ وَلَا ظَلُومٍ قَالَ مُسْلِمٌ ابْنُ مَرْجَانَةَ هُوَ سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَمَرْجَانَةُ اُمُّهٗ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ نصف یا تہائی رات گزر جانے کے بعد آسمان دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور فرماتا ہے! کوئی ہے جو مجھ سے دعا مانگے اور میں اس کی دعا قبول کروں یا مجھ سے سوال کرے اور میں اس کو عطا کروں۔ پھر فرماتا ہے اس ذات کو کون قرض دے گا جو نہ کبھی فنا ہوگی نہ کسی پر ظلم کرے گی۔

۱۶۷۳- وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْاَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ سَعِيدٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَزَادَ ثُمَّ يَبْسُطُ يَدَيْهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَقُولُ مَنْ يُقْرِضُ غَيْرَ عَدُومٍ وَلَا ظَلُومٍ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھ پھیلا کر فرماتا ہے اس کو کون قرض دے گا جو نہ کبھی فنا ہوگا اور نہ کبھی ظلم کریگا۔

۱۶۷۴- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ وَاَبُو بَكْرٍ ابْنَا اَبِي شَيْبَةَ وَاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ وَاللَّفْظُ لِابْنَيْ اَبِي شَيْبَةَ قَالَ اِسْحٰقُ اَنَا وَقَالَ الْاٰخَرَانِ نَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ عَنِ الْاَغَرِّ اَبِي مُسْلِمٍ يَرْوِيهِ عَنْ اَبِي سَعِيدٍ وَاَبِي هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُمْهِلُ حَتّٰى اِذَا ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ الْاَوَّلُ نَزَلَ اِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا فَيَقُولُ هَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ هَلْ مِنْ تَائِبٍ هَلْ مِنْ سَائِلٍ هَلْ مِنْ دَاعٍ حَتّٰى يَنْفَجِرَ الْفَجْرُ۔

حضرت ابو سعید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ مہلت دیئے رہتا ہے حتیٰ کہ جب رات کا پہلا تہائی حصہ گزر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور فرماتا ہے کوئی بخشش طلب کرنے والا ہے! کوئی توبہ کرنے والا ہے! کوئی سوال کرنے والا ہے! کوئی دعا کرنے والا ہے! حتیٰ کہ فجر کی پو پھوٹ پڑتی ہے۔

۱۶۷۵- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ غَيْرَ اَنَّ حَدِيثَ مَنْصُورٍ اَتَمُّ وَاَكْثَرُ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے مگر پہلی روایت مکمل اور مفصل ہے۔

تہجد کی روایات میں تطبیق

سعد بن ہشام نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد میں نو رکعات پڑھتے تھے، اور عروہ نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر سمیت تہجد میں گیارہ رکعت پڑھتے تھے اور مؤذن کے آنے کے بعد دو رکعت سنت فجر پڑھتے تھے ہشام بن عروہ کی سند میں عروہ حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ سنت فجر سمیت تیرہ رکعت پڑھتے تھے۔ حضرت عائشہ

سے ایک روایت یہ ہے کہ رمضان ہو یا غیر رمضان، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ دو بار چار چار رکعت پڑھتے اس کے بعد تین رکعت وتر پڑھتے، حضرت عائشہ سے ایک روایت یہ ہے کہ آپ تیرہ رکعات پڑھتے تھے۔ پہلے آٹھ رکعات پڑھتے پھر تین رکعت وتر پڑھتے پھر بیٹھ کر دو رکعت پڑھتے۔ ایک اور روایت میں حضرت عائشہ نے اس کی تفصیل کی اور فرمایا ان میں دو رکعت سنت فجر تھیں۔ امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو سات اور نو رکعات پڑھتے تھے۔ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد میں تیرہ رکعات پڑھتے تھے اور طلوع فجر کے بعد دو رکعت سنت فجر پڑھتے تھے اور خالد بن زید کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشمول سنت فجر تیرہ رکعات پڑھتے تھے۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان روایات میں اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ، حضرت ابن عباس اور حضرت خالد بن زید رضی اللہ عنہم نے اپنے اپنے مشاہدے کے مطابق رکعات تہجد کو روایت کیا ہے۔ رہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اپنی روایات میں اختلاف، تو وہ یا تو راویوں کے اختلاف کی وجہ سے ہے یا اس وجہ سے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مختلف مواقع پر مختلف رکعات کا مشاہدہ کیا ہے، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کا اغلب معمول بشمول وتر گیارہ رکعت ہو اور بعض اوقات آپ نے زیادہ سے زیادہ بشمول سنت فجر اور وتر پندرہ رکعات پڑھی ہوں اور کم از کم وتر سمیت سات رکعت پڑھی ہوں اور رکعات تہجد میں کمی اور زیادتی کا باعث نیند، دیگر مصروفیت اور مرض اور تکلیف کے سبب وقت میں کمی اور زیادتی کی وجہ سے ہو، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اوائل میں آپ نے زیادہ رکعات پڑھی ہوں اور سن رسیدہ ہونے کے بعد کم رکعات پڑھی ہوں کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب آپ سن رسیدہ ہو گئے تو رات کو سات رکعت پڑھتے تھے[1]۔

تہجد کا حکم اس باب کی حدیث نمبر ۱۶۳۶ میں زرارہ کی روایت ہے کہ سعد بن ہشام بن عامر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تہجد کے بارے میں سوال کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا تم "یا ایھا المزمل" نہیں پڑھتے؟ میں نے کہا کیوں نہیں! آپ نے فرمایا اس سورت کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے آپ پر رات کا قیام فرض کیا تھا لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب ایک سال تک رات کو نماز پڑھتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے آخری حصہ کو بارہ ماہ تک آسمان پر روکے رکھا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے آخر میں تخفیف نازل فرمائی پھر رات کا قیام (تہجد کی نماز) فرض ہونے کے بعد نفل ہو گیا[2]۔

علامہ قرطبی اس مسئلہ کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ کیا تہجد کی نماز صرف آپ پر فرض تھی یا آپ پر اور انبیاء سابقین پر بھی فرض تھی، یا آپ پر اور آپ کی امت دونوں پر فرض تھی۔ یہ تین اقوال ہیں۔ پہلا قول حضرت سعید بن جبیر کا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا خطاب خصوصیت سے آپ کی طرف متوجہ ہے۔ دوسرا قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے کہ تہجد کی نماز آپ پر اور انبیاء سابقین پر

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۵۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۷۵ھ۔

[2] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ

فرض تھی۔ تیسرا قول حضرت عائشہ کا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی اس قول کو اختیار کیا ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں زرارہ بن اوفی کی سند سے سعد بن ہشام بن عامر کی حضرت عائشہ سے روایت ہے لہ (حدیث مذکور الصدر نمبر ۱۶۳۶۔ از سعیدی)

علامہ قرطبی مزید لکھتے ہیں:

تہجد کے ناسخ میں بھی علماء کا اختلاف ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اس کا ناسخ یہ آیت ہے:

ان ربك يعلم انك تقوم ادنى من ثلثي اليل ونصفه وثلثه وطائفة من الذين معك ط والله يقدر اليل والنهار علم ان لن تحصوه فتاب عليكم فاقرءوا ما تيسر من القرآن ط علم ان سيكون منكم مرضى و اخرون يضربون في الارض يبتغون من فضل الله و اخرون يقاتلون في سبيل الله فاقرءوا ما تيسر منه لا واقيموا الصلوة و اتوا الزكوة واقرضوا الله قرضا حسنا ط (مزمل: ۲۰)

لاریب تمہارا رب جانتا ہے کہ تم کبھی دو تہائی رات کے قریب قیام کرتے ہو، کبھی نصف شب تک اور کبھی تہائی شب تک۔ اور تمہارے ساتھیوں کی ایک جماعت بھی۔ دن اور رات کو اللہ مقدر فرماتا ہے اسے معلوم ہے کہ تم سے اس کا شمار نہ ہو سکے گا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول فرمائی۔ پس نماز میں جس قدر سہولت سے قرآن پڑھ سکو پڑھ لو۔ اسے معلوم ہے کہ عنقریب تم میں سے کچھ بیمار ہوں گے اور کچھ اللہ کا فضل تلاش کرنے کے لیے زمین میں سفر کریں گے اور کچھ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے تو جس قدر قرآن آسانی کے ساتھ پڑھ سکو پڑھو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کو قرض حسن دو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ تہجد کی فرضیت "علم ان سيكون منكم مرضى" سے منسوخ ہے اور ایک اور قول میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، امام شافعی، مقاتل اور ابن کیسان سے مروی ہے کہ پانچ نمازوں کے فرض ہونے کے بعد تہجد کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔ ٹہ

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ومن اليل فتهجد به نافلة لك۔ اور رات کو تہجد پڑھیے یہ آپ کے لیے نفل ہے۔

(بنی اسرائیل: ۷۹)

نفل کا لغوی معنی زیادتی ہے اور اصطلاح شرع میں وہ کام ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہ دیا ہو بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے اپنی طرف سے کرے اس کا کرنا کار ثواب ہے اور نہ کرنا باعث مواخذہ نہیں ہے۔ اگر اس آیت میں نفل لغوی معنی میں ہو تو اس آیت کا معنی ہو گا رات کو اٹھ کر تہجد پڑھیے یہ خاص آپ کے لیے زیادہ ہے اس اعتبار سے تہجد کی نماز صرف آپ پر فرض ہو گی اور اگر نفل اصطلاحی معنی میں ہو تو آیت کا معنی یہ ہو گا یہ آپ کے لیے نفل ہے علامہ قرطبی ان دونوں معنوں پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لہ۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی متوفی ۶۷۱ھ، الجامع لاحکام القرآن جز ۱۹ ص ۳۴ مطبوعہ دار الکتب العربی قاہرہ، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۷ھ
ٹہ۔ " " " ، الجامع لاحکام القرآن جز ۱۹ ص ۳۰

قوله تعالى: نافلة لك اى كرامة لك قاله مقاتل واختلف العلماء فى تخصيص النبى صلى الله عليه وسلم بالذكر دون امته فقيل كانت صلوٰة الليل فريضة عليه لقوله: نافلة لك اى فريضة زائدة على الفريضة الموظفة على الامة، قلت فى هذا التأويل بعد لوجهين احدهما تسمية الفرض بالنفل، وذلك مجاز لا حقيقة الثانى قوله صلى الله عليه وسلم خمس صلوات فرضهن على العباد وقوله تعالى هن خمس وهن خمسون لا يبدل القول لدى وهذا نص فكيف يقال افترض عليه صلوٰة زائدة على الخمس هذا ما لا يصح[1]

مقاتل نے کہا کہ اس آیت میں نافلة کا لفظ کرامت کے معنی میں ہے۔ علماء کا اس بات کی توجیہہ میں اختلاف ہے کہ اس آیت میں بالخصوص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیوں کیا گیا ہے اور آپ کی امت کا کیوں نہیں کیا گیا، بعض نے کہا آپ پر تہجد کی نماز فرض تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: نافلة لك - یعنی آپ پر تہجد ایک زائد فریضہ ہے جو آپ کی اُمّت پر فرض نہیں ہے میں کہتا ہوں کہ یہ توجیہہ دو وجہوں سے بعید ہے اولاً اس لیے کہ اس توجیہہ میں فرض پر نفل کا اطلاق ہے اور یہ مجاز ہے حقیقت نہیں، دوم اس لیے کہ آپ نے فرمایا بندوں پر پانچ نمازیں فرض ہیں اور حدیث قدسی ہے کہ یہ پانچ نمازیں ہیں اور پچاس (باعتبار اجر) ہیں میرے قول میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی، اور یہ نص صریح ہے پھر کیسے کہا جا سکتا ہے کہ آپ پر پانچ نمازوں سے زیادہ فرض ہیں۔ یہ قول صحیح نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

فوجب طلب الدليل من السنة على احد المعنيين فوجدنا سنة النبى صلى الله عليه وسلم ان لا واجب من الصلوات الا الخمس الى قوله وفى تفسير ابن عباس قم الليل يعنى قم الليل كله الا قليلا منه فاشتد ذلك على النبى صلى الله عليه وسلم وعلى اصحابه فقاموا الليل كله حتى انتفخت اقدامهم وذلك قبل الصلوٰت الخمس ففعلوا ذلك سنة فانزل الله ناسختها فقال علم ان لن تحصوه يعنى قيام الليل من الثلث والنصف وكان هذا قبل ان تفرض الصلوٰت الخمس فلما فرضت

ہم پر واجب ہے کہ ہم دو معنوں میں سے کسی ایک معنی کی تائید کیلئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی طرف رجوع کریں۔ ہم نے دیکھا کہ آپ کی سنت سے ثابت ہے کہ پانچ نمازوں کے علاوہ اور کوئی نماز واجب نہیں ہے۔ تفسیر ابن عباس میں ہے "قم الیل" کا معنی ہے قلیل حصّہ کے سوا ساری رات قیام کرو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب پر یہ امر دشوار تھا وہ ساری رات قیام کرتے یہاں تک کہ ان کے پاؤں سُوج جاتے وہ ایک سال تک رات کو قیام کرتے رہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس حکم کا ناسخ نازل فرمایا اور فرمایا "اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ تم سے رات کا شمار نہ ہو سکے گا"۔ یعنی تم نصف یا تہائی شب قیام نہیں کر سکو گے۔" یہ پانچ نمازوں کی فرضیت سے پہلے کا واقعہ ہے اور جب پانچ نمازیں فرض

[1] علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۷۱ھ، الجامع لاحکام القرآن جز ۱۰، ص ۳۰۸، مطبوعہ دار الکتاب العربی قاہرہ الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۷ھ

الخمس نسخت هذه كما نسخت الزكاة كل صدقة وصوم رمضان كل صوم[1]

ہو گئیں تو تہجد کی فرضیت منسوخ ہو گئی، جیسے زکوٰۃ کی فرضیت نے ہر قسم کے صدقہ کی فرضیت کو منسوخ کر دیا اور رمضان کے روزوں نے ہر قسم کے روزوں کی فرضیت کو منسوخ کر دیا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی کی بھی یہی تحقیق ہے۔ فرماتے ہیں:

ثم نسخ فرض ذلك بالصلوات الخمس[2]

پھر تہجد کی فرضیت پانچ نمازوں سے منسوخ کر دی گئی۔

جب تہجد آپ اور اُمت دونوں کے لیے فرض تھی تو قرآن کریم میں یہ کیوں فرمایا: نافلة لك "خاص آپ کے لیے نفل ہے"۔ علامہ عینی اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وذكر فى كونه نافلة ان الله تعالى غفر له من ذنوبه ما تقدم وما تأخر فكل طاعة يأتى بها سوى المكتوبة تكون زيادة فى كثرة الثواب فلهذا اسمى نافلة بخلاف الامة فان لهم ذنوبا محتاجة الى الكفارات فثبت ان هذه الطاعات انما تكون زوائد ونوافل فى حق سيدنا رسول الله صلى الله عليه وسلم لا فى حق غيره[3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تہجد کے نفل ہونے کی خصوصیت کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی مغفرت کا اعلان کر دیا ہے اس لیے آپ فرائض کے سوا جو بھی عبادت کرتے ہیں وہ صرف ثواب میں زیادتی کے لیے ہوتی ہے اس لیے تہجد بالخصوص آپ کے لیے نفل ہے بخلاف امت کے کیونکہ ان کے بہت سے گناہ ہیں جنکے کفارہ کے لیے وہ نفلی عبادت کے محتاج ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ ان عبادت کا نوافل اور زوائد ہونا صرف سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے کسی اور کے حق میں نہیں۔

علامہ آلوسی نے بھی یہ توجیہہ ذکر کی ہے[4] ان کے علاوہ علامہ عسقلانی نے بھی یہ توجیہہ ذکر کی ہے اور لکھا ہے:

روى الطبرى عن ابن عباس ان النافلة للنبى صلى الله عليه وسلم خاصة لانه امر بقيام الليل وكتب عليه دون امته واسناده ضعيف۔[5]

طبری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ تہجد کی نماز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے زائد تھی۔ کیونکہ صرف آپ کو قیام لیل کا حکم دیا گیا اور صرف آپ پر تہجد کی نماز فرض کی گئی آپ کی امت پر تہجد نہیں فرض کی گئی۔ اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

امام رازی نے تفسیر کبیر میں نافلة کی دو تفسیریں ذکر کی ہیں۔ صرف آپ پر تہجد کی فرضیت زیادہ تھی نہ آپ کی اُمت

1۔ علامہ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۷، ص ۱۸۹، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، مصر۔

2۔ علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲، فتح الباری ج ۳ ص ۲۴ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، طبعۃ ممتازۃ ۱۴۰۱ھ۔

3۔ علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ۔ عمدۃ القاری ج ۷، ص ۱۶۵، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر۔

4۔ علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ۔ روح المعانی جز ۱۵ ص ۱۳۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

5۔ علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔ فتح الباری ج ۳ ص ۳ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، طبعۃ ممتازۃ ۱۴۰۱ھ۔

پر اور یہ کہ تہجد کی نماز صرف آپ کے لیے نفل تھی اور آپ کے ساتھ نفل کی خصوصیت کی وہی توجیہ کی ہے جس کو ہم علامہ عینی سے نقل کر چکے ہیں اور دونوں معنوں میں سے کسی کو دوسرے پر راجح نہیں قرار دیا[1]۔ علامہ ابوسعود نے بھی ایسا ہی کیا ہے[2] علامہ کرمانی کی عبارت سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ وہ فرضیت کے قائل ہیں[3]۔

علامہ نووی زیر بحث حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

ھذا ظاھرہ انہ صار تطوعا فی حق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاما الامۃ فھو تطوع فی حقھم بالاجماع واما النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاختلفوا فی نسخہ فی حقہ والاصح عندنا نسخہ[4]

اس حدیث سے ظاہر ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں تہجد نفل ہے اور اُمّت کے حق میں تہجد کے نفل ہونے میں اجماع ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں تہجد کی فرضیت کے منسوخ ہونے میں اختلاف ہے۔ ہمارے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ آپ کے حق میں تہجد کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔

علامہ وشتانی مالکی فرماتے ہیں:

وقیل کان فرضا فی حقہ صلی اللہ علیہ وسلم فقط واختلف القائلون بالفرض فالاکثرون علی انہ نسخ وھو دلیل قول عائشۃ[5]

کہا گیا ہے کہ تہجد صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی اور فرض کے قائلین کا فرضیت کے منسوخ ہونے میں اختلاف ہے اور اکثرین کا مختار یہ ہے کہ آپ کے حق میں تہجد کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔ حضرت عائشہ کے قول سے یہی ثابت ہے۔

ہماری تحقیق یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تہجد فرض نہیں تھی۔ ان دلائل کے علاوہ جو مذکور الصدر عبارات علماء میں گزر چکے ہیں صاف اور واضح دلیل یہ ہے کہ فرضیت اس دلیل سے ثابت ہوتی ہے جو ثبوتاً اور دلالۃً قطعی ہو اور یہاں لزوم اور فرضیت پر دلالت قطعی نہیں ہے کیونکہ نافلۃ کا ایک معنی زائدہ ہے یعنی آپ پر تہجد کی فرضیت زائد ہے جس سے فرضیت ثابت کی گئی ہے جبکہ نافلۃ کا دوسرا معنی جو کہ نفل کا حقیقی معنی ہے وہ بھی اس آیت میں بلا تکبر تسلیم کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تہجد آپ کے لیے نفل ہے اور جب اس کے دو معنی مراد ہیں اور ان میں سے ایک معنی فرضیت کے منافی ہے تو اس کی فرضیت پر دلالت قطعی نہیں رہی لہٰذا آپ پر تہجد کا فرض ہونا ثابت نہیں ہوا۔

وتر کے حکم میں مذاہب ائمہ

علامہ وشتانی مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الوتر عند مالک سنۃ مؤکدۃ[6]

امام مالک کے نزدیک وتر سنت مؤکدہ ہے۔

---

[1] امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ۔ تفسیر کبیر ج ۵ ص ۳۰۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

[2] علامہ ابوسعود حنفی تفسیر ابوسعود علی ہامش الکبیر ج ۶ ص ۲۵۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

[3] علامہ محمد بن یوسف کرمانی متوفی ۷۸۶ھ، تحقیق الکواکب الدراری ج ۶ ص ۱۸۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۰۱ھ

[4] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۲۵۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۷۵ھ۔

[5] علامہ ابوعبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۸۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[6] 〃 〃 〃 ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۷۹

علامہ نووی شافعی فرماتے ہیں:

الوتر سنۃ عندنا بلاخلاف ۱؎

ہمارے نزدیک وتر کے سنت ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:

وھو سنۃ مؤکدۃ قال احمد من ترک الوتر عمدا فھو رجل سوء ولا ینبغی ان تقبل لہ شھادۃ واراد المبالغۃ فی تاکیدہ لما قد ورد فیہ من الاحادیث فی الامر بہ ۲؎

وتر ہمارے نزدیک سنت مؤکدہ ہے امام احمد نے فرمایا جس شخص نے عمداً وتر ترک کیا، وہ برا شخص ہے۔ اس کی شہادت نہیں قبول کرنی چاہیے، علامہ ابن قدامہ کہتے ہیں کہ امام احمد نے وتر کی تاکید میں مبالغہ کا ارادہ کیا ہے کیونکہ احادیث میں وتر پڑھنے کا حکم وارد ہوا ہے۔

علامہ سرخسی حنفی فرماتے ہیں:

ہمارے نزدیک اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ وتر کی نماز تمام سنتوں سے زیادہ قوی ہے حتیٰ کہ اگر صرف وتر کی نماز پڑھنے سے رہ جائے تو اس کی قضا کی جاتی ہے کیا تمہیں یہ نہیں معلوم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ التعریس میں وتر کی قضاء پڑھنے سے ابتداء کی تھی اور جس روایت میں ہے کہ صبح کے بعد وتر کی نماز نہیں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ صبح کی نماز تک، وتر کو مؤخر نہ کرو اس کی قضاء سے منع کرنا مقصود نہیں ہے۔ نماز فجر کے بعد طلوع شمس سے پہلے بھی وتر کی قضاء پڑھی جاتی ہے یہ چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وتر سنتوں سے زیادہ قوی ہے اور فرائض سے کم ہے کیونکہ وتر کے منکر کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور نہ وتر کے لیے اذان دی جائے گی اور رمضان کے علاوہ وتر کی جماعت بھی مشروع نہیں ہے اس کے سوا اختلاف ہے۔ حماد بن زید، امام ابوحنیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ وتر فرض ہے اور یوسف بن خالد سمتی نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے کہ وتر واجب ہے اور امام اعظم کا یہی ظاہر مذہب ہے اور اسد بن عمرو نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے کہ وتر سنت مؤکدہ ہے اور یہی امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ حدیث اعرابی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کو تعلیم دی کہ دن اور رات میں پانچ نمازیں ہیں۔ اعرابی نے پوچھا کیا ان کے سوا بھی مجھ پر کوئی نماز ہے فرمایا نہیں! الا یہ کہ تم نفل پڑھو ۳؎ اور مروی ہے کہ ابو محمد نام کے ایک انصاری شخص نے کہا کہ وتر فرض ہے جب یہ بات حضرت عبادہ بن صامت تک پہنچی تو انہوں نے اس کا رد کیا اور فرمایا ابو محمد نے جھوٹ بولا میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں ۴؎ اور حضرت علی نے فرمایا وتر سنت ہے لازم نہیں ہے ۵؎ اور قرآن مجید میں بھی اس کی طرف اشارہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

۱؎ - علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ شرح المہذب مع المجموع ج ۴ ص ۱۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

۲؎ - علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۱ ص ۴۵۳ - ۴۵۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ

۳؎ - امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۰ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۷۵ھ۔

۴؎ - امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۱ مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۰۵ھ۔

۵؎ - امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ المصنف ج ۳ ص ۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۰ھ۔

حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطی اور وسطی (درمیانی نماز) اسی وقت متحقق ہو گی جب فرائض کا عدد پانچ ہو، اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ حضرت ابو بصرۃ الغفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لاریب اللہ تعالیٰ نے تم پر ایک نماز زیادہ کر دی ہے سنو! وہ وتر ہے اس کو عشاء سے لیکر طلوع فجر تک پڑھا کرو [1]۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وتر کا وجوب باقی فرائض کے بعد مقرر ہوا کیونکہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ایک نماز زیادہ کی ہے اور زیادہ کرنے کی نسبت، اپنی طرف نہیں اللہ تعالیٰ کی طرف کی ہے جبکہ سنتوں کی اضافت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوتی ہے اور زیادتی کا تحقق بھی واجبات میں ہوتا ہے کیونکہ واجبات کا عدد معین ہوتا ہے اور نوافل کی کوئی گنتی شمار اور انتہا نہیں ہوتی، اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا مغرب کی طرح وتر کی تین رکعات ہیں اور ایک روایت میں ہے رات کے وتر، دن کے وتر کی طرح ہیں [2] اور دن کے وتر (مغرب کی نماز ——— از سعیدی) واجب ہیں لہٰذا رات کے وتر بھی واجب قرار پائیں گے۔ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم کا اتفاق ہے کہ تراویح کی مقدار بیس رکعات ہیں کیونکہ دن اور رات کے واجبات کی تعداد بھی بیس رکعت ہے اور دن اور رات کے واجبات کی تعداد بیس رکعت بھی ہو گی ——— جب وتر کو واجب قرار دیکر دیگر واجبات میں شامل کیا جائے البتہ وتر کا وجوب چونکہ ظنی دلیل سے ثابت ہوا ہے اس لیے اس کے منکر کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور باقی فرائض سے اس کا مرتبہ کم ہو گا اور اس پر فرض کا اطلاق نہیں ہو گا بہر حال فرض صرف پانچ نمازیں ہیں جیسا کہ سابقہ روایات میں مذکور ہے اور فرائض اور واجبات میں ہمارے نزدیک، فرق ظاہر ہے۔ [3]

وجوب وتر پر احناف کے مزید دلائل

عن ابی ایوب، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: الوتر حق واجب الحدیث [4]

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وتر حق واجب ہے۔

علامہ ابو طیب اس حدیث کی سند کے بارے میں فرماتے ہیں:

رواتہ کلھم ثقات قال الحافظ حدیث ابو ایوب اخرجہ ابو داؤد و النسائی والدارقطنی فی العلل و البیھقی وغیر

اس حدیث کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں، حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ اس حدیث کو ابو داؤد، نسائی اور دارقطنی نے علل میں بیان کیا ہے اور بیہقی اور دیگر محدثین

---

[1] امام ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ ھ المصنف ج ۲ ص ۲۹۷، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۶ ھ۔

نوٹ:۔ علامہ سرخسی نے یہ حدیث حضرت ابو بصرہ سے روایت کی ہے، مصنف ابن شیبہ اور مصنف عبدالرزاق طبرانی مسند احمد اور حاکم میں یہ حدیث عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ہے۔ (از سعیدی)۔

[2] امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ ھ، المصنف ج ۳ ص ۱۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ ھ۔

[3] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ ھ، المبسوط ج ۱ ص ۱۵۶۔۱۵۵ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۰۰ ھ

[4] امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ ھ، سنن دارقطنی ج ۲ ص ۲۲۔ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

واحد و قفه، وهو الصواب [1]

نے اس کو موقوف قرار دیا ہے اور یہی صحیح ہے۔

عن خارجة بن حذافة العدوی قال خرج علینا رسول الله صلی الله علیه وسلم صلوٰة الغداة فقال لقد امرکم الله اللیلة بصلوٰة هی خیر لکم من حمر النعم قال قلت وما هی یا رسول الله قال الوتر فیما بین صلوٰة العشاء الی طلوع الفجر [2]

خارجہ بن حذافۃ العدوی بیان کرتے ہیں کہ صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے آج رات ایک نماز کو زیادہ فرمایا ہے جو تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون سی نماز ہے، فرمایا وتر (جس کا وقت) عشاء کی نماز سے لے کر طلوع فجر تک ہے۔

کسی چیز میں زیادتی ہمیشہ اس چیز کی جنس سے ہوتی ہے اس لیے پانچ فرائض میں وتر کی زیادتی اس بات کو مستلزم ہے کہ وتر بھی فرض ہو لیکن، چونکہ یہ اخبار آحاد اور ظنی دلائل سے ثابت ہے اس لیے واجب قرار پائے گا۔

عن ابی بصرة الغفاری یقول سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ان الله زادکم صلوٰة وهی الوتر فصلوها بین صلوٰة العشاء الی صلوٰة الصبح [3]

ابو بصرہ غفاری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ایک نماز زیادہ کردی ہے اور وہ وتر ہے اس کو عشاء سے لے کر صبح کے وقت تک پڑھو!

اس حدیث کو ایک اور سند کے ساتھ بھی امام احمد[4] اور امام ہیثمی[5] نے بیان کیا ہے۔

اس حدیث سے بھی اولاً استدلال اس وجہ سے ہے کہ کسی چیز میں زیادتی اس کی جنس سے ہوتی ہے اور ثانیاً اس وجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر پڑھنے کا امر فرمایا ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے۔ اور احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر رہ جانے کی صورت میں اس کی قضاء کا حکم دیا ہے اور یہ وتر کے واجب ہونے کی واضح دلیل ہے کیونکہ قضاء واجب کی ہوتی ہے سنت یا نفل کی نہیں ہوتی۔

عن ابی سعید قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من نام عن وتره او نسیه فلیصله اذا ذکره۔

حضرت ابو سعید بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص وتر سے سو جائے یا وتر پڑھنا بھول جائے تو جس وقت یاد آئے وتر پڑھ لے۔

یہ حدیث جامع ترمذی (ص ۹۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی) میں بھی ہے اور سنن ابن ماجہ ص ۸۳) میں بھی ہے۔

---

[1] علامہ محمد شمس الحق عظیم آبادی۔ التعلیق المغنی علی دار قطنی ج ۲ ص ۲۳، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[2] حافظ ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۲ ص ۲۹۷، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۴۰۶ھ۔

[3] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ مسند احمد بن حنبل ج ۶ ص ۳۹۷، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۳۹۰ھ۔

[4] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲۰۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور، الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۰۵ھ۔

[5] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ۔ مسند احمد بن حنبل ج ۶ ص ۷، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۳۹۰ھ

[6] حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ۔ مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۳۹، مطبوعہ المکتبۃ القدسی قاہرہ، الطبعۃ الاولی ۱۳۵۳ھ۔

ائمہ ثلاثہ کے دلائل کا جواب

ائمہ ثلاثہ کے بعض دلائل کا جواب علامہ سرخسی کی عبارت میں گذر چکا ہے ان کی ایک اور اہم دلیل یہ ہے کہ بعض احادیث میں سواری پر وتر پڑھنے کا ذکر ہے اور سواری پر فرض یا واجب نہیں پڑھے جاتے نفل پڑھے جاتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ وتر نفل ہیں۔

عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوتر علی البعیر[1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پر وتر پڑھے۔

اس کے دو جواب ہیں اول یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل وتر کو واجب قرار دینے سے پہلے کا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کسی عذر کی بناء پر آپ نے سواری پر وتر پڑھے ہوں جیسا کہ ترمذی اور ابو داؤد میں ہے کہ آپ نے کیچڑ کے عذر کی بناء پر فرض سواری پر پڑھے کیونکہ آپ سے ثابت ہے کہ آپ سواری سے اتر کر وتر پڑھا کرتے تھے۔

عن ابن عمر انہ کان یصلی علی راحلتہ ویوتر بالارض ویزعم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یفعل کذلک۔[2]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سواری پر نماز پڑھتے اور وتر اتر کر زمین پر پڑھتے تھے اور وہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جس طرح سواری پر وتر پڑھنا مروی ہے اسی طرح ان سے یہ بھی مروی ہے کہ وہ سواری سے اتر کر وتر پڑھتے تھے (عنقریب باحوالہ ذکر آ رہا ہے) اور جب ایک صحابی سے یہ دونوں فعل مروی ہیں تو احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ ان احادیث پر عمل کیا جائے جن کی رُو سے سواری پر وتر جائز نہیں کیونکہ اصول میں مقرر ہے کہ حلت اور حرمت میں تعارض ہو تو جانب حرمت کو ترجیح ہوتی ہے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث انہیں بھی مفید نہیں ہے۔ کیونکہ شوافع کا مسلک ہے کہ وتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھے اور امت کے لیے سنت تھے۔

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

ان الوتر واجب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وان کان سنۃ فی حق الامۃ۔[3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وتر واجب ہیں، اگرچہ امت کے حق میں سنت ہیں۔

شرح معانی الآثار کے حوالے سے ہم بیان کر چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواری سے اتر کر وتر پڑھتے تھے اس کے علاوہ حسب ذیل آثار سے بھی ثابت ہے کہ بلاعذر سواری پر وتر پڑھنا جائز نہیں ہے۔

عن القاسم بن محمد ان عمر کان یوتر

قاسم بن محمد بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

---

[1] امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۳۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

[2] امام ابو جعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۴۹ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۰۴ھ

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب مع المجموع ج ۴ ص ۲۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

بالارض ۔ ۱؎

(سواری سے اُتر کر) زمین پر وتر پڑھا کرتے تھے۔

عن سعید بن جبیر ان ابن عمر کان اذا اراد ان یوتر نزل عن راحلتہ فاوتر بالارض ۔ ۲؎

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو سواری سے اترتے اور زمین پر وتر پڑھتے۔

امام احمد نے بھی اسی سند کے ساتھ یہ روایت ذکر کی ہے مگر اس میں یہ اضافہ ہے: ان ابن عمر کان یصلی علی راحلتہ تطوعا فاذا اراد ان یوتر ۔ ۳؎

عن ابن عون قال سألت القاسم عن رجل یوتر علی راحلتہ فقال زعموا ان عمر کان یوتر بالارض ۔ ۴؎

ابن عون کہتے ہیں کہ میں نے قاسم سے سواری پر وتر پڑھنے کے بارے میں پوچھا انھوں نے کہا صحابہ کہتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ زمین پر وتر پڑھتے تھے۔

عن بکر ان ابن عمر کان اذا اراد ان یوتر نزل فاوتر بالارض ۔ ۵؎

بکر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو زمین پر وتر پڑھتے۔

عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ قال کان یصلی علی راحلتہ فاذا اراد ان یوتر نزل فاوتر ۔ ۶؎

عروہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سواری پر نماز پڑھتے تھے۔ جب وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو سواری سے اُتر کر وتر پڑھتے

رکعات وتر میں مذاہب ائمہ

قاضی ابن رشد مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فان مالکا رحمہ اللہ استحب ان یوتر بثلاث یفصل بینھا بسلام الی قولہ فالوتر عندہ علی الحقیقۃ اما ان یکون رکعۃ واحدۃ ولکن من شرطھا ان یتقدمھا شفع واما ان یری ان الوتر المامور بہ ھو یشتمل علی شفع و وتر فانہ اذا زید علی الشفع

امام مالک کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ تین رکعت وتر پڑھے جائیں اور ان رکعات میں سلام کے ساتھ فصل کیا جائے۔ امام مالک کے نزدیک حقیقت میں وتر ایک رکعت ہے یا ایک رکعت پڑھی جائے اور اس سے پہلے ایک دوگانہ ہو یا ان کے نزدیک جس وتر کا حکم دیا گیا ہے وہ جفت اور طاق رکعات پر مشتمل ہے، جب بھی کسی دوگانہ کے

۱؎۔ حافظ عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۲ ص ۵۷۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۹۰ھ۔

۲؎۔ " " "

۳؎۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، المسند ج ۲ ص ۴، مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت، الطبعۃ اولیٰ، ۱۳۲۶ھ۔

۴؎۔ حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۲ ص ۳۰۳، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ۔

۵؎۔ " " "

۶؎۔ " " "

وتر صار الکل وترا [1]

علامہ نووی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الوتر سنۃ عندنا بلا خلاف واقلہ رکعۃ بلا خلاف وادنی کمالہ ثلاث رکعات واکمل منہ خمس ثم سبع ثم تسع ثم احدی عشرۃ وھی اکثرہ علی المشہور فی المذھب [2]

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:

ان احمد قال انا نذھب فی الوتر الی رکعۃ وان اوتر بثلاث او اکثر فلا باس [3]

علامہ سرخسی حنفی فرماتے ہیں:

ان الوتر ثلاث رکعات لا یسلم الا فی اٰخرھن عندنا الی قولہ ولنا حدیث عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کما روینا فی صفۃ قیام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم یوتر بثلاث وبعث ابن مسعود رضی اللہ عنہ امہ لتراقب وتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکرت انہ اوتر بثلاث رکعات قرأ فی الاولی سبح اسم ربک الاعلی وفی الثانیۃ قل یا ایھا الکافرون وفی الثالثۃ قل ھو اللہ احد وقنت قبل الرکوع وھکذا ذکر ابن عباس رضی اللہ عنہما حین بات عند خالتہ میمونۃ لیراقب وتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولما

بعد ایک رکعت پڑھ لی جائے گی تو وتر ہو جائیں گے۔

ہمارے نزدیک وتر بالاتفاق سنت ہے اور کم از کم وتر بالاتفاق ایک رکعت ہے، اور کم از کم درجہ کمال تین رکعت ہیں، پھر اس سے کامل پانچ پھر سات پھر نو پھر گیارہ رکعت ہیں اور بنا بر شہرت یہ وتر کی سب سے زیادہ رکعات ہیں (یعنی گیارہ رکعات)

امام احمد بن حنبل نے فرمایا وتر میں ہمارا مذہب ایک رکعت ہے اور اگر تین یا زیادہ رکعات پڑھیں پھر بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

وتر میں تین رکعات ہیں جن میں، ہمارے نزدیک صرف آخری رکعت کے بعد سلام پھیرا جائے گا۔ ہماری دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث ہے جس کو ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت قیام میں بیان کر چکے ہیں اس میں ہے کہ آپ آٹھ رکعت پڑھنے کے بعد تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کے مشاہدہ کے لیے بھیجا تو انھوں نے آکر بتایا کہ حضور نے تین رکعت وتر پڑھے پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلی پڑھی، دوسری میں قل یا ایھا الکافرون تیسری میں قل ھو اللہ احد۔ اور رکوع میں جانے سے پہلے دعائے قنوت پڑھی۔ اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ذکر کیا۔ جب انھوں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ کے

---

[1] قاضی ابو الولید محمد بن رشد اندلسی مالکی متوفی ۵۹۵ھ۔ بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۴۵-۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔
[2] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ۔ شرح المہذب مع الشرح ج ۴ ص ۱۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔
[3] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۱ ص ۴۴۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الاولی ۱۴۰۵ھ۔

رای عمر رضی اللہ عنہ سعدا یوتر برکعۃ فقال ماھذا البتیراء۔

وانما قال ذٰلک لان الوتر اشتھر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھٰی عن البتیراء وقال ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ واللہ ما اجزأت رکعۃ قط ولانہ لوجاز الاکتفاء برکعۃ فی شیٔ من الصلوات لدخل فی الفجر قصر بسبب السفر۔ [2]

ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کے مشاہدہ کے لیے رات گذاری اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد کو ایک رکعت وتر پڑھتے دیکھا تو فرمایا یہ تم کیسی دم بریدہ نماز پڑھتے ہو یا تو دوگانہ نماز پڑھو ورنہ میں تم کو سزا دوں گا،

حضرت عمر نے یہ بات اس وجہ سے کہی تھی کہ یہ بات مشہور تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دم بریدہ (ایک رکعت) نماز سے منع فرمایا تھا۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا قسم بخدا میں ایک رکعت نماز کو ہرگز کافی نہیں سمجھتا نیز اگر ایک رکعت نماز مشروع ہوتی تو سفر کی وجہ سے فجر کی نماز کو قصر کرکے ایک رکعت نماز پڑھنا جائز ہوتا۔

تین رکعت وتر پر احناف کے دلائل

ائمہ ثلاثہ اس بات پر متفق ہیں کہ ایک رکعت نماز وتر پڑھنا جائز ہے اور احناف کے نزدیک ایک رکعت نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ دلائل یہ ہیں:

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھٰی عن البتیراء ان یصلی الرجل واحدۃ یوتر بھا۔ [3]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دم بریدہ نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے یعنی کوئی شخص ایک رکعت وتر پڑھے

اس حدیث کی سند میں ایک راوی ہے عثمان بن محمد بن ربیعہ، عقیلی نے کہا ان کی احادیث میں وہم ہوتا تھا۔ ابن الترکمانی فرماتے ہیں عقیلی کے سوا متقدمین میں سے کسی نے عثمان بن محمد بن ربیعہ پر جرح نہیں کی اور ان کی جرح بھی معمولی ہے۔ حاکم نے مستدرک میں ان کی روایات جمع کی ہیں [3] علامہ ابن حجر نے تصریح کی ہے کہ اس حدیث کے باقی راوی ثقہ ہیں [4]۔

عن محمد بن کعب القرظی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھٰی عن البتیراء۔ [5]

محمد بن کعب قرظی بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دم کٹی (ایک رکعت) نماز سے منع فرمایا ہے۔

ہر چند کہ عراقی نے اس حدیث کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے لیکن چونکہ یہ حدیث دیگر طرق اور اسانید سے موید ہے

ا۔ مبسوط میں یہ لفظ ما اخوت چھپا ہوا ہے اور صحیح ما اجزأت ہے۔ ۱۲ ۔ از سعیدی۔

۲۔ احمد شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ، المبسوط ج ۱ ص ۱۶۴ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۰ھ۔

۳۔ اس حدیث کو علامہ زیلعی نے نصب الرایہ ج ۲ ص ۱۲۰، حافظ ابن حجر نے درایۃ ج ۱ ص ۱۱۴ اور علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۷ ص ۴ پر بیان کیا ہے۔

۳۔ علامہ علاؤ الدین ابن علی ابن الترکمانی متوفی ۸۴۵ھ الجوہر النقی علی ہامش السنن الکبریٰ ج ۳ ص ۲۴ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

۴۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، لسان المیزان ج ۴ ص ۱۵۲ مطبوعہ دائرۃ المعارف دکن، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۳۰ھ۔

۵۔ شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، نیل الاوطار مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازہریہ، طبعہ جدیدۃ ۱۳۹۸ھ۔

اس لیے اس سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔

عن ابن مسعود ما اجزأت رکعۃ واحدۃ قط[1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک رکعت وتر کو ہرگز کافی نہیں سمجھتا۔

ہر چند کہ یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے لیکن چونکہ یہ بات قیاس اور رائے سے نہیں کہی جا سکتی اس لیے یہ حدیث حکماً مرفوع ہے۔

عن ابراھیم قال بلغ ابن مسعود ان سعدا یوتر برکعۃ فقال ما اجزأت رکعۃ قط۔[2]

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت سعد ایک رکعت وتر پڑھتے ہیں تو حضرت ابن مسعود نے فرمایا میں ایک رکعت کو ہرگز کافی نہیں قرار دیتا۔

علامہ ہیثمی نے اس حدیث کی سند کو حسن قرار دیا ہے[3]۔

مذکور الصدر احادیث اور آثار سے یہ امر واضح ہو گیا کہ ایک رکعت نماز وتر پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اور تین رکعت وتر پر احناف کے یہ دلائل ہیں:

اس باب کی حدیث نمبر ۱۶۲۰ میں ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے جس میں تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے، متن حدیث یہ ہے:

ثم یصلی ثلاثا فقالت عائشۃ فقلت یا رسول اللہ اتنام قبل ان توتر فقال یا عائشۃ ان عینی تنامان ولا ینام قلبی[4]

(تہجد پڑھنے کے بعد) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت (وتر) پڑھتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں فرمایا اے عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔

اس حدیث کو امام بخاری نے بھی ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن سے روایت کیا ہے[5]۔ اس حدیث کو امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے[6]۔

عن عبد العزیز بن جریج قال سألت عائشۃ بای شیء کان یوتر رسول اللہ صلی

عبد العزیز بن جریج بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[1] امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹، موطا امام محمد ص ۱۴۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی۔
[2] حافظ نور الدین الھیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۴۹، مطبوعہ المکتبۃ القدسی قاہرہ، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۵۳ھ۔
[3] " " " " " "
[4] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔
[5] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ
[6] امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۱۷۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

اللہ علیہ وسلم قالت کان یقرأ فی الاولی بسبح اسم ربک الاعلی و فی الثانیۃ بقل یاایھا الکفرون و فی الثالثۃ بقل ھو اللہ احد و المعوذتین۔[۱]

وتر میں کیا پڑھتے تھے، حضرت عائشہ نے فرمایا پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلی پڑھتے تھے دوسری میں قل یا ایھا الکافرون اور تیسری رکعت میں قل ھو اللہ احد، اور معوذتین پڑھتے تھے۔

امام ابوداؤد نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔[۲]

بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی اور ابوداؤد کی روایات سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

ہر چند کہ ائمہ ثلاثہ بھی تین رکعت وتر کو جائز قرار دیتے ہیں لیکن وہ دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے ہیں پھر ایک رکعت کے بعد دوبارہ سلام پھیرتے ہیں جبکہ احادیث سے اس کا خلاف ثابت ہے۔

عن ابی بن کعب قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی الوتر بسبح اسم ربک الاعلی و فی الرکعۃ الثانیۃ بقل یاایھا الکافرون و فی الثالثۃ بقل ھو اللہ احد و لا یسلم الا فی اٰخرھن۔[۳]

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں سبح اسم ربک الاعلی پڑھتے اور دوسری رکعت میں قل یا ایھا الکافرون اور تیسری رکعت میں قل ھو اللہ احد پڑھتے اور سلام صرف آخر میں پھیرتے تھے۔

دو رکعت کے بعد سلام نہ پھیرنے والی اس روایت کو علامہ نووی نے بھی صحیح قرار دیا ہے لکھتے ہیں:

حدیث عائشۃ رضی اللہ عنھا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یسلم فی رکعتی الوتر رواہ النسائی باسناد حسن و رواہ البیھقی فی السنن الکبیرۃ باسناد صحیح۔[۴]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی دو رکعتوں کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے اس کو نسائی نے سند حسن اور بیہقی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

عن الحسن قال اجمع المسلمون علی ان الوتر ثلاث لا یسلم الا فی اٰخرھن۔[۵]

حسن بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ وتر تین رکعات ہیں اور اس کی صرف آخری رکعت کے بعد سلام پھیرا جاتا ہے۔

---

[۱] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۹۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔
[۲] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۱، مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۵ھ۔
[۳] امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۱۷۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔
[۴] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۴ ص ۱۸-۱۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔
[۵] حافظ ابوبکر ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ المصنف ج ۲ ص ۲۹۴ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولی ۱۴۰۶ھ۔

عن ثابت عن انس انه اوتر بثلاث لم يسلم الا فى آخرهن[1]

ثابت بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے تین رکعت نماز وتر پڑھی اور صرف آخر میں سلام پھیرا۔

عن ابى اسحاق قال كان اصحاب على واصحاب عبد الله لا يسلمون فى ركعتى الوتر[2]

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے اصحاب وتر کی دو رکعت کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔

عن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يسلم فى ركعتى الوتر[3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی دو رکعتوں کے بعد سلام نہیں پھیرتے تھے۔

عن الحسن قال، كان ابى بن كعب يوتر بثلاث لا يسلم الا فى الثالثة مثل المغرب[4]

حسن بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب تین رکعت وتر پڑھتے تھے اور مغرب کی نماز کی طرح تین رکعت کے بعد سلام پھیرتے تھے۔

ائمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات

تین رکعت نماز وتر پر ائمہ ثلاثہ کی طرف سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حدیث شریف میں تین رکعت نماز وتر پڑھنے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ اس سے مغرب کی نماز کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے۔

عن ابى هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال، لا توتروا بثلاث اوتروا بخمس او سبع ولا تشبهوا بصلوٰة المغرب[5]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین رکعت وتر مت پڑھو، پانچ یا سات رکعت وتر پڑھو اور وتر کو مغرب کی نماز کے مشابہ نہ کرو۔

اس اعتراض کے تین جواب ہیں اوّل یہ کہ یہ حدیث ائمہ ثلاثہ کے بھی منافی ہے کیونکہ تین رکعت وتر کو وہ بھی جائز قرار دیتے ہیں اور مالکیہ کے نزدیک تین رکعت پڑھنا اولیٰ ہے جیسا کہ ہم بیان مذاہب میں تصریح کر چکے ہیں بلکہ علامہ نواوی شافعی نے ایک سلام کے ساتھ بلا فصل تین رکعت پڑھنے کو افضل قرار دیا ہے لکھتے ہیں:

واذا اراد الاتيان بثلاث ركعات ففى الافضل اوجه الى قوله ان وصل بتسليمة

جب کوئی شخص تین رکعت نماز وتر پڑھنے کا ارادہ کرے تو اس میں اختلاف ہے کہ افضل طریقہ کیا ہے ایک

---

[1] حافظ ابو بکر ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ ھ، المصنف ج ۲ ص ۲۹۲، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ ھ۔

[2] 〃 〃 〃 المصنف ج ۲ ص ۲۹۵ - ۲۹۴

[3] 〃 〃 〃 المصنف ج ۲ ص ۲۹۵

[4] حافظ عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ ھ، المصنف ج ۳ ص ۲۶ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۰ ھ۔

[5] حافظ علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ ھ، سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۵، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

واحدۃ افضل قال الشیخ ابو زید المروزی للخروج من الخلاف فان ابا حنیفۃ رحمہ اللہ لا یصح المفصولۃ [۱]

قول یہ ہے کہ ایک سلام کے ساتھ تین رکعات بلافصل پڑھنا افضل ہے۔ شیخ ابوزید مروزی نے کہا اس صورت میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے اختلاف نہیں رہے گا کیونکہ وہ فصل کے ساتھ وتر کو صحیح نہیں قرار دیتے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ان احادیث کے معارض اور خلاف ہے جو اس سے زیادہ ثقہ، قوی اور صحیح کتب میں موجود ہیں کیوں کہ بخاری، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبدالرزاق سے ہم تین رکعت وتر کے ثبوت میں احادیث نقل کر چکے ہیں بلکہ مصنف ابن ابی شیبہ سے تین رکعات وتر پر مسلمانوں کا اجماع بھی نقل کر چکے ہیں، لہٰذا سنن دارقطنی کی اس روایت کو ساقط الاعتبار قرار دیا جائیگا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ خود سنن دارقطنی میں اس کے خلاف روایت موجود ہے۔

عن عبد اللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر اللیل ثلاث کوتر النہار صلوٰۃ المغرب [۲]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کے وتر کی تین رکعات ہیں جیسے دن کے وتر مغرب کی تین رکعات ہیں۔

اور امام عبدالرزاق روایت کرتے ہیں:

عن ثابت عن انس انہ اوتر بثلاث مثل المغرب [۳]

ثابت بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مغرب کی طرح تین رکعت وتر پڑھے۔

جن روایات میں فصل اور دو سلاموں کے ساتھ وتر پڑھنے کا ذکر آیا ہے وہ سب ان احادیث صحیحہ اور اجماع مسلمین سے منسوخ اور متروک ہیں کیوں کہ ہم مصنف ابن ابی شیبہ سے باحوالہ نقل کر چکے ہیں کہ ایک سلام کے ساتھ بلافصل تین رکعت وتر پر مسلمانوں کا اجماع ہو چکا ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

ایک رکعت وتر پر استدلال کا جواب

عن عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی باللیل احدی عشرۃ رکعۃ یوتر منہا بواحدۃ [۴]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو گیارہ رکعات پڑھتے تھے ایک رکعت کے ساتھ (ان رکعات کو) وتر (طاق) کرتے تھے۔

---

[۱] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ ھ، شرح المہذب ج ۴ ص ۱۳ - مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[۲] حافظ علی بن عمر دار قطنی متوفی ۳۸۵ ھ - سنن دار قطنی ج ۲ ص ۲۸ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[۳] حافظ عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ ھ - المصنف ج ۳ ص ۲۶ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۹۰ ھ

[۴] صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۷۵ ھ

اس مضمون کی متعدد روایات ہیں جن سے ائمہ ثلاثہ ایک رکعت وتر پر استدلال کرتے ہیں۔ احناف کے نزدیک ایسی تمام روایات اس معنی پر محمول ہیں کہ یہ ایک رکعت دوگانہ سے ملی ہوئی ہوتی تھی وجہ حمل یہی ہے کہ ایک رکعت نماز پڑھنا ممنوع ہے اس پر دلائل گذر چکے ہیں۔

قنوت وتر میں مذاہب

امام مالک کے نزدیک وتر میں قنوت پڑھنا ممنوع ہے۔ علامہ ابن رشد مالکی فرماتے ہیں:

واما اختلافهم فی القنوت فیه فذهب ابوحنيفة واصحابه الی انه يقنت فيه ومنعه مالك واجازه الشافعی [1]

بہرحال وتر کے اندر قنوت پڑھنے میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب فرماتے ہیں وتر میں قنوت پڑھے اور امام مالک منع کرتے ہیں اور امام شافعی نے اجازت دی ہے۔

علامہ نووی شافعی فرماتے ہیں:

فی موضع القنوت فی الوتر الوجه الصحيح المشهور بعد الركوع ونص عليه الشافعی رحمه الله [2]

وتر میں قنوت پڑھنے کے کئی قول ہیں صحیح اور مشہور یہ ہے کہ رکوع کے بعد پڑھے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے اسی کی تصریح کی ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:

ويقنت بعد الركوع نص عليه احمد الی قوله لما روی حميد قال سئل انس عن القنوت فی صلوٰة الصبح فقال كنا نقنت قبل الركوع وبعده [3]

رکوع کے بعد قنوت پڑھے، امام احمد نے اس کی تصریح کی ہے۔ کیونکہ حمید نے بیان کیا ہے کہ حضرت انس سے صبح کی نماز میں قنوت کی کیفیت کو پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا ہم رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد دونوں طرح قنوت کرتے تھے۔

علامہ سرخسی حنفی فرماتے ہیں:

يقنت قبل الركوع عندنا لما روينا من الآثار ولان القنوت فی معنی القرأة فان قوله اللهم انا نستعينك مكتوب فی مصحف ابی وابن مسعود فی سورتين فالقرأة قبل الركوع فكذلك القنوت عند

ہمارے نزدیک رکوع سے پہلے قنوت کرے جیسا کہ ہم آثار صحابہ سے نقل کر چکے ہیں کیونکہ قنوت حکماً قرأت ہے اس لیے کہ نمازی کا قول اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ حضرت ابی اور حضرت ابن مسعود کے مصحف میں دو سورتوں میں لکھا ہوا ہے اور جبکہ قرأت

---

[1] قاضی ابوالولید محمد بن رشد متوفی ۵۹۵ھ۔ بدایۃ المجتہد ج ا ص ۱۴۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[2] علامہ یحیٰی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ شرح المہذب ج ۴ ص ۱۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[3] علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ۔ المغنی ج ا ص ۴۴۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ۔

الشافعی رحمہ اللہ تعالٰی بعد الرکوع و لا اثر لہ فی قنوت الوتر فی ذٰلک انما الاثر فی القنوت فی صلوٰۃ الفجر فقاس بہ القنوت فی الوتر [1]

رکوع سے پہلے ہے تو قنوت بھی رکوع سے پہلے ہوگا، امام شافعی رکوع کے بعد قنوت پڑھنے کا قول کرتے ہیں۔ اور اس پر ان کے پاس کوئی حدیث نہیں ہے انھوں نے وتر کے قنوت کو نماز فجر کے قنوت پر قیاس کیا ہے۔

قنوت بعد از رکوع پر شوافع اور حنابلہ کے دلائل

اس سے پہلے ہم مغنی ابن قدامہ کے حوالہ سے نقل کر چکے ہیں کہ امام احمد قنوت فجر پر قیاس کر کے قنوت وتر کو بھی بعد از رکوع قرار دیتے ہیں۔

علامہ نووی نے بھی اس مسئلہ کو قنوت فجر پر قیاس کیا ہے لکھتے ہیں:

وقد سبقت ادلۃ المسئلۃ فی قنوت الصبح [2]

قنوت صبح میں اس مسئلہ پر دلائل گزر چکے ہیں۔

قنوت قبل از رکوع پر احناف کے دلائل

عن عاصم قال سئلت انس بن مالک عن القنوت فقال قد کان القنوت قلت قبل الرکوع او بعدہ قال قبلہ [3] الحدیث۔

عاصم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے قنوت کے بارے میں پوچھا۔ انھوں نے فرمایا قنوت ثابت ہے۔ میں نے پوچھا رکوع سے پہلے یا بعد، فرمایا رکوع سے پہلے۔

عن ابی بن کعب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قنت فی الوتر قبل الرکوع [4]

حضرت ابی بن کعب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں:

فرای عبد اللہ بن مسعود القنوت فی الوتر فی السنۃ کلھا واختار القنوت قبل الرکوع [5]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تمام سال قنوت مشروع قرار دیتے تھے اور ان کا مسلک تھا کہ رکوع سے پہلے قنوت پڑھا جائے۔

عن ابی بن کعب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یوتر بثلث رکعات

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

---

[1] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ۔ المبسوط ج ۱ ص ۱۶۴/۱۶۵ مطبوعہ دار المعرفت بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۰ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۴ ص ۲۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[3] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۳۶ مطبع نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ

[4] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۰۲، مطبع مجتبائی لاہور، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۵ھ۔

[5] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ۔ جامع ترمذی ص ۹۳، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

كان يقرأ فی الاولیٰ بسبح اسم ربك الاعلیٰ وفی الثانية بقل يا ايها الكافرون وفی الثالثة بقل هو الله احد ويقنت قبل الركوع۔[1]

پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلیٰ پڑھتے دوسری میں قل یا ایہا الکافرون اور تیسری میں قل ھو اللہ احد۔ پڑھتے اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے۔

اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے[2]

عن علقمة عن عبد الله ان النبی صلى الله عليه وسلم كان يقنت فی الوتر قبل الركوع[3]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

عن الاسود بن يزيد ان ابن عمر قنت فی الوتر قبل الركوع[4]

اسود بن یزید کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نے وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھی

عن علقمة ان ابن مسعود واصحاب النبی صلى الله عليه وسلم كانوا يقنتون فی الوتر قبل الركوع[5]

علقمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود اور دیگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

ان احادیث اور آثار کے علاوہ دیگر کتب احادیث میں بھی بکثرت احادیث و آثار ہیں جن کو ہم نے طوالت کی وجہ سے ذکر نہیں کیا، امام شافعی اور امام احمد نے قیاس کی بنا پر ان تمام احادیث اور آثار کو رد کر دیا اور امام مالک نے بھی وتر میں قنوت کا انکار کر کے بکثرت احادیث و آثار کو مسترد کر دیا۔

قنوت وتر کا محل

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ہمارا مشہور مذہب یہ ہے کہ رمضان کے آخری نصف میں وتر کے اندر قنوت پڑھنا مستحب ہے۔ ابن منذر، ابی بن کعب، ابن عمر، ابن سیرین، زہری، یحییٰ بن وثاب، امام شافعی اور امام احمد کا یہی قول ہے اور حضرت ابن مسعود، حسن بصری، نخعی، اسحاق، اور ابو داؤد کا قول یہ ہے کہ پورے سال وتر میں قنوت پڑھا جائے امام ابو حنیفہ کا بھی یہی مسلک ہے، امام احمد اور امام شافعی سے بھی ایک روایت میں یہی منقول ہے۔[6]

شافعیہ کا مذہب یہی ہے جیسا کہ علامہ نووی نے نقل کیا ہے، البتہ امام احمد بن حنبل کا مذہب علامہ نووی نے صحیح نقل نہیں کیا۔ امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ پورے سال وتر میں قنوت کو پڑھنا چاہیے۔ البتہ ایک قول شوافع کی طرح ہے علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں:

---

[1] امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ۔ سنن نسائی ج ۱ ص ۱۷۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت، کتب کراچی۔
[2] امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۸۳۔ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔
[3] حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۲ ص ۳۰۲، مطبوعہ ادارۃ القرآن الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ
[4] حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۲ ص ۳۰۲، مطبوعہ ادارۃ القرآن، ۱۴۰۶ھ۔
[5]
[6] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۴ ص ۲۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

ان القنوت مسنون فی الوتر فی الرکعۃ الواحدۃ فی جمیع السنۃ هذا المنصوص عند اصحابنا الی قوله وعن احمد روایۃ اخری انه لایقنت الا فی النصف الاخیر من رمضان الی قوله والروایۃ الاولی هی المختارۃ عند اکثر الاصحاب[1]

ایک رکعت وتر میں ہمارے نزدیک قنوت پڑھنا سارا سال مستحب ہے۔ ہمارے اصحاب نے اسی چیز کی صراحت کی ہے۔ امام احمد کا ایک قول یہ بھی ہے کہ رمضان کے نصف اخیر کے اندر وتر میں قنوت پڑھا جائے لیکن ہمارے اکثر اصحاب کے نزدیک پہلا قول مختار ہے۔

امام مالک کا مذہب بھی علامہ نووی نے صحیح نقل نہیں کیا کیونکہ امام مالک وتر میں قنوت پڑھنے سے منع کرتے تھے۔[2] جیسا کہ اس سے پہلے گذر چکا ہے۔

احادیث اور آثار میں مطلقاً وتر کے اندر قنوت پڑھنے کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ اپنے عموم اور اطلاق کے اعتبار سے مالکیہ اور شافعیہ پر حجت ہیں۔

کان خلقه القران کی تشریح

اس باب کی حدیث نمبر ۱۶۳۶ میں ہے کہ سعد بن ہشام بن عامر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ اے ام المومنین مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں بتلائیے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے۔ سعد کہتے ہیں میں نے عرض کیا کیوں نہیں! حضرت عائشہ نے فرمایا یہ قرآن مجید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق ہی تو ہے۔[3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خُلق کو قرآن مجید قرار دیا ہے۔ اس کی تشریح کے لیے خلق کا معنی سمجھنا ضروری ہے۔ علامہ راغب اصفہانی فرماتے ہیں:

خص الخَلق بالهیئات والاشکال والصور المدرکة بالبصر، وخص الخُلق بالقوی والسجایا المدرکة بالبصیرة قال تعالی وانك لعلی خلق عظیم وقری ان هذا الا خلق الاولین والخلاق ما اکتسبه الانسان من الفضیلة بخلقه قال تعالی وما له فی الاخرة من خلاق[4]

خَلق کا اطلاق ظاہری بناوٹ اور اس شکل و صورت کے ساتھ خاص ہے جس کو آنکھوں سے دیکھا جا سکے اور خُلق کا اطلاق ان باطنی قوتوں اور اوصاف کے ساتھ خاص ہے جن کو بصیرت سے جانا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (ترجمہ) آپ خُلقِ عظیم پر فائز ہیں۔ یہ حق کا نہ ماننا کفارِ سابقین کا وصف ہے اور خلاق کا اطلاق ان اوصاف کے ساتھ خاص ہے جن کو انسان کسب اور کوشش کے بعد حاصل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (ترجمہ) آخرت میں ان کے کسی کسب کا کوئی ثمرہ نہیں ہے۔

1۔ علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۴۴۸ - ۴۴۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ۔

2۔ قاضی ابو الولید محمد بن رشد اندلسی مالکی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۴۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

3۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

4۔ علامہ ابو القاسم حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ، المفردات ص ۱۵۸ مطبوعہ المکتبۃ المرتضویۃ، الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۶۲ھ

علامہ ابن اثیر خُلُق کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الخلق الطبع والسجیۃ وحقیقتہ انہ لصورۃ الانسان الباطنۃ وھی نفسہ واوصافھا ومعانیھا المختصۃ بھا بمنزلۃ الخلق لصورۃ الظاھرۃ واوصافھا ومعانیھا[1]

خُلُق حقیقت میں انسان کی باطنی صورت اور اس کے باطنی اوصاف کو کہتے ہیں جو اس کے ساتھ اس طرح خاص ہوتے ہیں جیسے ظاہری شکل و صورت اور ظاہری اوصاف اس کے ساتھ مختص ہوتے ہیں۔

علامہ محمد طاہر پٹنی[2] اور علامہ ابن منظور افریقی[3] نے بھی خُلُق کا یہی معنی بیان کیا ہے۔

مستند اور معتمد کتب لغت کی تصریحات سے واضح ہو گیا کہ فطری اور جبلی اوصاف کو خُلُق کہتے ہیں اس کی تفصیل یہ ہے کہ انسان کے اوصاف دو قسم کے ہیں ایک وہ ہیں جن کو وہ اپنے کسب اور کوشش سے حاصل کرتا ہے۔ جیسے پڑھ لکھ کر کوئی شخص ڈاکٹر، انجینیر اور عالم دین بن جاتا ہے اس کو عربی میں خلاق کہتے ہیں۔ دوسرے اوصاف وہ ہیں جو فطرت کی طرف سے انسان کے اندر ودیعت کیے جاتے ہیں جیسے حیاء، شجاعت، جود و سخا، حلم اور بردباری اس کو عربی میں خُلُق کہتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چالیس سال کی عمر میں قرآن کریم کا نزول شروع ہوا اور آپ کی پوری زندگی میں تیئیس سال تک قرآن نازل ہوتا رہا اور جو اوصاف حمیدہ اور اخلاق کریمہ قرآن کریم نے آپ کی پیدائش کے چالیس سال بعد بیان کرنے شروع کیے اور تیئیس سال تک جن احکام کا نزول ہوتا رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے نزول سے بہت عرصہ پہلے ان اوصاف سے متصف تھے۔ قرآن کریم کے بیان کردہ وہ اوصاف جن کو حضرت جبرائیل نے بعثت کے بعد آپ کے سینہ پر نازل کیا وہ تمام اوصاف قبل از بعثت آپ کے اندر موجود تھے۔ کیونکہ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ قرآن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خُلُق ہے۔ اس کو یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خُلُق اور سیرت کو جامع عبارت میں ذکر کیا جائے تو قرآن مجید ہے اور آیات قرآنی کو اگر انسانی پیکر میں متشکل کیا جائے تو وہ پیکر مصطفیٰ ہے۔

انك لعلى خلق عظيم کی تشریح

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: انك لعلى خلق عظيم۔ (قلم: ۴) آپ خلق عظیم پر فائز ہیں۔ امام رازی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ کمال انسانی علم اور عمل کے اعتبار سے ظاہر ہوتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال علمی کو اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر ظاہر فرمایا علمك مالم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيما .... (النساء: ۱۱۳) "آپ جو کچھ نہیں جانتے تھے وہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتا دیا اور یہ اللہ تعالیٰ کا آپ پر فضل عظیم ہے۔" اور کمال علمی کو اس آیت سے ظاہر فرمایا انك لعلى خلق عظيم "آپ کے علم اور عمل دونوں کو اللہ تعالیٰ نے عظیم قرار دیا اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ عظیم کہہ دے اس کی عظمتوں کا کون اندازہ کر سکتا

[1] علامہ مجد الدین محمد جزری ابن اثیر متوفی ۶۰۶ھ نہایہ ج ۲ ص ۷۰ مطبوعہ موسسہ اسماعیلیان قم ایران الطبعۃ الثانیہ ۱۳۶۴ھ
[2] علامہ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ۔ مجمع بحار الانوار مطبوعہ نولکشور ہند، ۱۲۸۳ھ۔
[3] علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران، ۱۴۰۵ھ

ہے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خُلقِ عظیم کی تفسیر کرتے ہوئے امام رازی فرماتے ہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام میں اجتماعی طور پر جس قدر اخلاق حمیدہ اور اوصاف کریمہ پائے جاتے تھے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تنہا ان تمام اخلاق اور اوصاف کے حامل تھے[۵۱] ایک اور نکتہ یہ بیان فرمایا کہ عربی میں لفظ "علیٰ" استعلاء کے لیے آتا ہے گویا نبی صلی اللہ علیہ وسلم خلق عظیم پر مستعلی تھے اور خلق عظیم کے ساتھ آپ کی نسبت ایسی تھی جیسے غلام کی نسبت آقا کے ساتھ یا مامور کی نسبت امیر کے ساتھ ہوتی ہے۔[۵۲]

اس کی تفصیل یہ ہے کہ عام طور پر لوگ اچھا کہلانے میں اچھائی کے تابع ہوتے ہیں لیکن آپ کا معاملہ ایسا نہیں ہے یہاں اچھائی اور نیکی اچھائی اور نیکی کہلانے میں آپ کے عمل کے تابع ہے جس کام کو آپ نے کر لیا وہ اچھا ہو گیا اور جس سے آپ نے روک دیا وہ برا ہو گیا۔ نماز اچھا کام ہے لیکن اگر کوئی شخص ان اوقات میں نماز پڑھے جن میں نماز پڑھنے سے آپ نے روک دیا ہے تو ناجائز اور گناہ ہے اگر کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز نہ پڑھی تو قبول نہیں خواہ وہ نماز کس قدر ذکر و فکر مراقبہ مشاہدہ خضوع و خشوع کو شامل ہو، اس نماز میں قیام، رکوع سجدہ قرأت قرآن سب کچھ ہے لیکن اس لیے مقبول نہیں کہ نمازی نے اس طرف منہ نہیں کیا جس طرف منہ کر کے آپ نماز پڑھتے تھے اور کعبہ بھی فی ذاتہٖ مقصود نہیں کیونکہ تحویل قبلہ سے پہلے جب آپ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اس وقت اگر کوئی کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا تو اس کی نماز نامقبول ہوتی اور اب جب آپ کے التفات اور توجہ سے کعبہ قبلہ ہو گیا اب اگر کوئی بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے تو نامقبول ہوگی، معلوم ہوا کہ اپنی ذات میں نہ کعبہ مطلوب ہے نہ بیت المقدس مقصود ہے مقصود اور مطلوب تو آپ کی اقتداء ہے اس لیے ہر چیز اور ہر عمل کا خوب اور ناخوب ہونا آپ کے ساتھ وابستگی پر موقوف ہے اور ہر خلق کی عظمت کا مدار آپ کی ذات گرامی ہے۔

باب ۲۴۹ التَّرْغِيبِ فِي قِيَامِ رَمَضَانَ وَهُوَ التَّرَاوِيحُ

تراویح کی فضیلت اور اس کی ترغیب

۱۶۷۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے رمضان میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے قیام کیا اس کے پچھلے گناہ بخش دیے جائیں گے۔

۱۶۷۷ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیام رمضان (تراویح) کی ترغیب

---

۵۱ - امام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۸۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت۔ ۱۳۹۸ھ۔

۵۲ - " " " ، تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۸۵

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرَغِّبُ فِيْ قِيَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّاْمُرَهُمْ فِيْهِ بِعَزِيْمَةٍ فَيَقُوْلُ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ فَتُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ ثُمَّ كَانَ الْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ فِيْ خِلَافَةِ اَبِيْ بَكْرٍ وَّصَدْرًا مِّنْ خِلَافَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَلٰى ذٰلِكَ۔

١٦٧٨۔ وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِيْ كَثِيْرٍ قَالَ نَا اَبُوْ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ حَدَّثَهُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔

١٦٧٩۔ حَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا شَبَابَةُ قَالَ حَدَّثَنِيْ وَرْقَاءُ عَنْ اَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ يَّقُمْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فَيُوَافِقُهَا اُرَاهُ قَالَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ۔

١٦٨٠۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَاْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى فِي الْمَسْجِدِ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَصَلّٰى بِصَلٰوتِهٖ نَاسٌ ثُمَّ صَلّٰى مِنَ الْقَابِلَةِ فَكَثُرَ النَّاسُ ثُمَّ اجْتَمَعُوْا مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ اَوِ الرَّابِعَةِ فَلَمْ يَخْرُجْ اِلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اَصْبَحَ قَالَ قَدْ رَاَيْتُ الَّذِيْ صَنَعْتُمْ فَلَمْ يَمْنَعْنِيْ مِنَ الْخُرُوْجِ اِلَيْكُمْ اِلَّا اَنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ قَالَ وَ

دیتے تھے اور اس کا تاکیداً حکم نہیں دیتے تھے، فرماتے تھے جو شخص رمضان میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے قیام کرے گا اس کے پچھلے گناہ بخش دیے جائیں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا اور یہ معاملہ یونہی باقی رہا۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پورے دورِ خلافت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دور تک یہ معاملہ اسی طرح رہا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے رمضان میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے روزہ رکھا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اور جس شخص نے لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے قیام کیا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص لیلۃ القدر میں قیام کرے اور اس کو پالے اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ راوی کہتے ہیں میرا خیال ہے کہ ابوہریرہ نے یہ بھی کہا تھا کہ ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شب مسجد میں نماز پڑھی تو آپ کی اقتدا میں لوگوں نے نماز پڑھنا شروع کر دی، پھر دوسری شب نماز پڑھی تو اور زیادہ لوگ جمع ہوگئے، پھر تیسری یا چوتھی رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہیں لائے۔ صبح آپ نے فرمایا میں نے تم لوگوں کو دیکھا تھا اور مجھے تمہارے پاس آنے سے صرف یہ خوف مانع تھا کہ تم پر تراویح فرض ہو جائیگی اور یہ رمضان کا واقعہ تھا۔

ذٰلِكَ فِي رَمَضَانَ۔

۱۶۸۱- وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ فَصَلَّى فِي الْمَسْجِدِ فَصَلَّى رِجَالٌ بِصَلَاتِهِ فَأَصْبَحَ النَّاسُ يَتَحَدَّثُونَ بِذٰلِكَ فَاجْتَمَعَ أَكْثَرُ مِنْهُمْ فَخَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي اللَّيْلَةِ الثَّانِيَةِ فَصَلَّوْا بِصَلَاتِهِ فَأَصْبَحَ النَّاسُ يَذْكُرُونَ ذٰلِكَ فَكَثُرَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ فَخَرَجَ فَصَلَّوْا بِصَلَاتِهِ فَلَمَّا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الرَّابِعَةُ عَجَزَ الْمَسْجِدُ عَنْ أَهْلِهِ فَلَمْ يَخْرُجْ إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَفِقَ رِجَالٌ مِنْهُمْ يَقُولُونَ الصَّلٰوةَ فَلَمْ يَخْرُجْ إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى خَرَجَ لِصَلٰوةِ الْفَجْرِ فَلَمَّا قَضَى الْفَجْرَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ ثُمَّ تَشَهَّدَ فَقَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّهُ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ شَأْنُكُمُ اللَّيْلَةَ وَلٰكِنِّي خَشِيتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ صَلٰوةُ اللَّيْلِ فَتَعْجِزُوا عَنْهَا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آدھی رات کو تشریف لے گئے اور مسجد میں نماز پڑھی۔ لوگوں نے بھی آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنی شروع کردی۔ صبح لوگوں نے آپس میں اس واقعہ کا ذکر کیا اور پہلی بار سے زیادہ لوگ جمع ہو گئے۔ دوسری رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور لوگوں نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی، پھر لوگوں نے صبح اس واقعہ کا تذکرہ کیا تیسری رات مسجد میں بہت زیادہ لوگ جمع ہو گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور لوگوں نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی اور چوتھی رات کو اس قدر کثرت سے صحابہ جمع ہوئے کہ مسجد تنگ پڑ گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف نہ لائے، لوگوں نے "نماز! نماز!" پکارنا شروع کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں آئے حتیٰ کہ صبح کی نماز کے وقت تشریف لائے جب صبح کی نماز ہو گئی تو آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے، کلمہ شہادت پڑھا اور اس کے بعد فرمایا گذشتہ رات تمہارا حال مجھ پر مخفی نہ تھا لیکن مجھے یہ خوف تھا کہ تم پر رات کی نماز (تراویح) فرض کردی جائے گی، اور تم اس کی ادائیگی سے عاجز ہو جاؤ گے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

قیام رمضان علامہ نووی فرماتے ہیں کہ قیام رمضان سے مراد تراویح ہے اور اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ تراویح پڑھنا مستحب ہے، البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ تراویح الگ الگ پڑھی جائے یا جماعت کے ساتھ۔ امام شافعی اور ان کے جمہور اصحاب، امام ابوحنیفہ، امام احمد بن حنبل اور بعض مالکیہ کے نزدیک تراویح جماعت کے ساتھ پڑھنا افضل ہے۔ کیونکہ حضرت عمر بن خطاب اور جماعت صحابہ نے جماعت کے ساتھ تراویح پڑھی اور آج تک تمام مسلمانوں کا اس پر عمل ہے اور یہ نماز عید کی طرح شعائر مسلمین سے ہو گئی، امام مالک، امام ابویوسف اور بعض شوافع کہتے ہیں کہ تراویح بغیر جماعت کے الگ الگ پڑھنا افضل ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: افضل الصلوٰۃ صلوٰۃ المرء فی بیتہ الا المکتوبۃ "فرائض کے علاوہ مرد کی سب سے افضل نماز اس کی گھر میں نماز ہے۔"[۱]

۱؎ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ۔ شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

کرمِ رسالت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تراویح جو جماعت کے ساتھ پڑھائی اس سے نوافل کی جماعت کا جواز معلوم ہوا اور صحابہ کرام کے وفور اشتیاق کے باوجود آپ چوتھے دن تراویح پڑھانے تشریف نہیں لائے۔ اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں اوّلاً یہ کہ کسی حرج اور نقصان کے خطرہ کے پیش نظر منفعت والے کام کو بھی ترک کر دینا چاہیے دوسرا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی بہ نسبت ہم بعد کے مسلمانوں کا زیادہ خیال رکھا ہے، کیونکہ صحابہ کرام تو زیادہ عبادت کرنے پر حریص تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھنا ان کے نزدیک سب سے بڑی سعادت اور عبادت اور سب سے زیادہ خوشی کا باعث تھی اور ظاہر ہے کہ فرض کا اجر نفل سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔ اگر آپ اسی طرح نفل پڑھاتے رہتے اور تراویح فرض ہو جاتی تو یہ صحابہ کرام کا عین مقصود اور دلی تمنا تھی لیکن آپ کی نظر ہم لوگوں کی طرف تھی کہ اگر تراویح فرض ہو گئی اور یہ لوگ نہ پڑھ سکے تو ان کو فرض کے ترک کا گناہ ہو گا آپ نے ہمیں گناہ سے بچانے کے لیے صحابہ کے اشتیاق اور ان کی آرزو کا خیال نہ کیا، اللہ! اللہ! سرکار کو ہمارا کتنا خیال تھا سرکار ہماری کس قدر رعایت کرتے تھے! سوچیے ہم سرکار کا کس قدر خیال رکھتے ہیں اور آپ کے احکام کی کتنی رعایت کرتے ہیں!

عبادت سے گناہوں کی بخشش

روزہ، تراویح اور لیلۃ القدر کے قیام پر آپ نے جو گناہوں کی بخشش کی نوید سنائی ہے۔ علماء کہتے ہیں کہ اس سے صغیرہ گناہوں کی معافی مراد ہے یا کبائر میں تخفیف، کیونکہ کبائر کی مغفرت یا توبہ سے ہوتی ہے یا شفاعت سے یا اللہ تعالیٰ کے فضل محض سے۔

رکعات تراویح میں مذاہب

امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک تراویح بیس رکعت ہے اور امام مالک کے نزدیک چھتیس رکعت ہے۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ ابو عبد اللہ (امام احمد بن حنبل) رحمہ اللہ کے نزدیک تراویح بیس رکعت ہے اور امام ثوری، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا بھی یہی نظریہ ہے۔ البتہ امام مالک، کے نزدیک تراویح چھتیس رکعت ہے۔ امام مالک نے اہل مدینہ کی اتباع کی ہے کیونکہ صالح مولی التوأمۃ نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ لوگ اکتالیس[۴۱] رکعات قیام کرتے تھے جس میں پانچ رکعت وتر کی تھیں۔ علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں بیس رکعت پر جمع کیا۔ حسن نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب کی اقتداء میں تراویح پڑھنے کا حکم دیا۔ حضرت ابی بن کعب بیس روز تراویح پڑھاتے رہے اور رمضان کے نصف اخیر میں قنوت پڑھتے تھے۔ اور آخری دس دنوں میں اپنے گھر تراویح پڑھتے تھے اور لوگ کہتے تھے کہ حضرت ابی چلے گئے۔ اس روایت کو ابوداؤد اور سائب بن یزید نے روایت کیا ہے اور امام مالک نے یزید بن رومان سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ رمضان میں تئیس[۲۳] رکعات (بشمول وتر) پڑھتے تھے۔ اور حضرت علی سے مروی ہے کہ انھوں نے ایک شخص کو رمضان میں بیس رکعات پڑھانے کا حکم دیا لہٰذا بیس رکعت تراویح بمنزلہ اجماع ہے۔ اور صالح نے (جو اکتالیس رکعات تراویح) کی روایت ذکر کی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ صالح ضعیف ہے، پھر ہمیں علم نہیں کہ اکتالیس رکعت تراویح کی کس نے خبر دی ہے، ہو سکتا ہے کہ صالح نے کچھ لوگوں کو اکتالیس رکعت پڑھتے دیکھا ہو لیکن یہ حجت نہیں ہے پھر اگر مان لیا جائے کہ اہل مدینہ اکتالیس رکعت پڑھتے تھے تب بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فعل جس کو ان کے زمانہ کے تمام صحابہ کی تائید حاصل ہے زیادہ اتباع کے لائق ہے۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اہل مدینہ

چھتیس رکعت اس لیے پڑھتے تھے تاکہ اہل مکہ کی موافقت کریں کیونکہ اہل مکہ ہر ترویحہ (چار رکعت) کے بعد سات طواف کرتے تھے تو اہل مدینہ نے سات طواف کے قائم مقام چار رکعت پڑھنی شروع کیں (اور کیونکہ پانچ ترویحات کے درمیان چار مرتبہ طواف ہوتا تھا اس لیے سولہ رکعت بیس رکعت پر بڑھا دی گئیں اور اس طرح چھتیس رکعت ہو گئیں) بہر حال اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل چونکہ بیس رکعت تراویح تھا اسی لیے اسی کی پیروی کرنا چاہیے [1]۔

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں کہ رکعات تراویح میں ہمارا مذہب وتر کے سوا دس سلاموں کے ساتھ بیس رکعت ہے۔ اور یہ پانچ ترویحات ہیں اور ہر ترویحہ دو سلاموں کے ساتھ چار رکعت ہے۔ یہی ہمارا مذہب ہے اور یہی امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب ہے اور امام احمد اور داؤد وغیرہ کا بھی یہی مذہب ہے البتہ امام مالک، وتر کے سوا نو ترویحات اور چھتیس رکعات تراویح کے قائل ہیں [2]۔

علامہ سرخسی فرماتے ہیں کہ وتر کے سوا تراویح بیس رکعات ہیں [3]۔

قاضی ابن رشد مالکی فرماتے ہیں: رکعات تراویح کے عدد میں اختلاف ہے، امام مالک کا ایک قول اور امام ابوحنیفہ امام شافعی، امام احمد اور داؤد کا عمل یہ ہے کہ تراویح بیس رکعات ہے اور ابن قاسم نے امام مالک سے ایک روایت یہ ذکر کی ہے کہ امام مالک چھتیس رکعات تراویح اور تین رکعات، وتر مستحسن قرار دیتے تھے اس اختلاف کی وجہ روایات کا اختلاف ہے ...... کیونکہ امام مالک نے یزید بن رومان سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں صحابہ (بشمول وتر) تئیس رکعات پڑھتے تھے، اور ابن ابی شیبہ نے داؤد بن قیس سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت عمر بن عبد العزیز کے دور میں دیکھا کہ ابان بن عثمان چھتیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ ابن قاسم نے امام مالک سے روایت کیا کہ یہ قدیم معمول تھا [4]۔

بیس رکعات تراویح پر دلائل

حدثنا یزید بن هارون قال انا ابراهیم بن عثمان عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ والوتر [5]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھتے تھے۔

علامہ ذہبی اس حدیث کی سند کے بارے میں فرماتے ہیں:

وهو معلول بابی شیبة ابراهیم بن عثمان جد الامام

اس حدیث کی سند میں امام ابن ابی شیبہ کے دادا، ابراہیم

---

[1] علامہ عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ المغنی ج ۱ ص ۴۵۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۵ھ۔

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ شرح المہذب ج ۴ ص ۳۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی متوفی ۴۸۳ھ۔ المبسوط ج ۲ ص ۱۴۴ مطبوعہ دار المعرفت بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۰ھ۔

[4] قاضی ابو الولید محمد بن رشد اندلسی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۵۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔

[5] حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ۔ المصنف ج ۲ ص ۳۹۳، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ۔

ابی بکر بن ابی شیبۃ وھو متفق علی ضعفہ ولینہ ابن عدی فی الکامل [1]

بن عثمان ہیں جن کے ضعف پر اتفاق ہے ابن ابی عدی نے الکامل میں ان کو ضعیف قرار دیا ہے اس وجہ سے یہ حدیث معلول ہے۔

ہر چند کہ بیس رکعت تراویح کی حدیث مرفوع سنداً ضعیف ہے لیکن حضرت عمر حضرت عثمان اور حضرت علی سمیت اس دور کے تمام صحابہ کا بیس رکعت تراویح پر اجماع ہو چکا ہے اور یہ بات بکثرت آثار صحابہ سے ثابت ہے اس لیے بیس رکعت تراویح کی مشروعیت بے غبار ہے۔ غیر مقلدین حضرات بیس رکعات تراویح کے معارضہ میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں کس طرح نماز پڑھتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رمضان ہو یا غیر رمضان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ الحدیث۔ اس حدیث کو امام بخاری [2] اور امام مسلم [3] دونوں نے روایت کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نماز کے بارے میں بتلا رہی ہیں جو رمضان اور غیر رمضان دونوں میں مشترک ہے اور وہ تہجد کی نماز ہے نہ کہ تراویح کی اس لیے غیر مقلدین حضرات کا اس کو تراویح کی نماز پر محمول کر کے اس سے بیس رکعت تراویح پر معارضہ کرنا صحیح نہیں ہے جبکہ بیس رکعت تراویح بکثرت آثار صحابہ سے ثابت ہے۔ جیسا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ہم عنقریب بیان کریں گے۔

عن عبد الرحمن بن عبد القاری انہ قال خرجت مع عمر بن الخطاب فی رمضان الی المسجد فاذا الناس اوزاع متفرقون یصلی الرجل لنفسہ ویصلی الرجل فیصلی بصلوتہ الرھط فقال عمر واللہ انی لاراہ لو جمعت ھؤلاء علی قارئ واحد لکان امثل فجمعھم علی ابی بن کعب قال ثم خرجت معہ لیلۃ اخری والناس یصلون بصلوۃ قارئھم فقال عمر نعمت البدعۃ ھذہ والتی ینامون عنھا افضل من التی یقومون یعنی اخر اللیل فکان الناس یقومون اولہ۔ [4] [5]

عبد الرحمن بن عبد قاری بیان کرتے ہیں کہ میں رمضان میں حضرت عمر بن خطاب کے ساتھ مسجد میں گیا وہاں لوگ الگ الگ نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمر نے کہا بخدا! میں نے سوچا ہے کہ اگر ان تمام لوگوں کو ایک قاری کی اقتداء میں جمع کر دوں تو بہتر ہوگا، پھر حضرت ابی بن کعب کی اقتداء میں ان کو جمع کر دیا پھر ایک رات دیکھا کہ لوگ اپنے قاری کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمر نے فرمایا یہ اچھی بدعت ہے، اور جس نماز یعنی تہجد کے وقت یہ لوگ سو جاتے ہیں وہ اس نماز سے افضل ہے جس کو یہ پڑھتے ہیں اور لوگ تراویح اوّل وقت پڑھتے تھے۔

[1] حافظ جمال الدین زیلعی متوفی ۷۶۲ھ، نصب الرایہ ج ۲ ص ۱۵۳۔ مطبوعہ مجلس علمی ڈابیل سورت ہند الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۵۷ھ۔

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۴۔ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۸۱ھ۔

[3] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۴ مطبوعہ " " " ، ۱۳۷۵ھ۔

[4] امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ۔ مؤطا امام مالک ص ۹۸، ۹۷ مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور الطبعۃ الثانیہ

[5] یہ حدیث مؤطا امام مالک کے علاوہ صحیح بخاری، جامع ترمذی، سنن ابو داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، مصنف عبد الرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ، سنن کبریٰ اور سنن دار قطنی میں بھی ہے ——— سعیدی غفرلہٗ۔

عن السائب بن یزید انہ قال امر عمر بن الخطاب ابی بن کعب و تمیما الداری ان یقوما للناس باحدی عشرۃ رکعۃ [1]

سائب بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو گیارہ رکعت نماز پڑھانے کا حکم دیا۔

اس کے بعد متصل امام مالک نے یہ روایت بیان کی ہے۔

عن یزید بن رومان انہ قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان بثلث وعشرین رکعۃ [2]

یزید بن رومان بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں لوگ (بشمول وتر) تئیس رکعت پڑھتے تھے۔

امام مالک نے تراویح کے بارے میں دو روایتیں ذکر کی ہیں سائب بن یزید سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت عمر نے گیارہ رکعت تراویح پڑھنے پر لوگوں کو جمع کیا اور یزید بن رومان سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت عمر نے بیس رکعت تراویح پڑھنے پر لوگوں کو جمع کیا ان دونوں روایتوں میں سے کس کو ترجیح ہے؟ حافظ ابو عمر ابن عبد البر اس پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

روی مالک هذا الحدیث عن محمد بن یوسف عن السائب بن یزید الی قوله قال مالک فی هذا الحدیث احدی عشرۃ رکعۃ وغیرہ یقول فیه احدی وعشرین وقد روی الحارث بن عبد الرحمان بن ابی ذباب عن السائب بن یزید قال کنا ننصرف من القیام علی عهد عمر بن الخطاب وقد دنا فروع الفجر وکان القیام علی عهده بثلاث وعشرین رکعۃ وهذا محمول علی ان الثلاث للوتر [3]

امام مالک نے اس حدیث (گیارہ رکعت تراویح) کو محمد بن یوسف از سائب بن یزید روایت کیا ہے۔ امام مالک نے اس حدیث میں گیارہ رکعت کا ذکر کیا ہے اور امام مالک کے علاوہ دوسرے ائمہ حدیث نے اس سند سے حدیث میں اکیس ۲۱ رکعت (بیس رکعت تراویح اور ایک رکعت وتر) کا ذکر کیا ہے۔ اور حارث بن عبد الرحمٰن بن ابی الذباب سائب بن یزید سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد میں ہم فجر کے قریب تراویح سے فارغ ہوتے تھے اور اس وقت ہم تئیس رکعت پڑھتے تھے۔ یہ روایت اس پر محمول ہے کہ تین رکعت وتر پڑھے جاتے تھے۔

سه امام عبدالرزاق نے اس سند (محمد بن یوسف از سائب بن یزید) سے اکیس رکعات کا ذکر کیا ہے فرماتے ہیں:

عبد الرزاق عن داؤد بن قیس وغیرہ عن

عبدالرزاق از داؤد بن قیس وغیرہ از محمد بن یوسف از سائب

سه (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

[1] ۔ امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ۔ موطا امام مالک ص ۹۸، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور الطبعۃ الثانیہ

[2] ۔ 〃 〃 〃

[3] ۔ حافظ ابو عمر بن عبدالبر متوفی ۴۶۳ھ التمہید ج ۸ ص ۱۱۵-۱۱۴، مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور الطبعۃ الاولیٰ بپاکستان۔ ۱۴۰۴ھ

اس عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ جس سند سے امام مالک نے گیارہ رکعت کا ذکر کیا ہے اسی سند سے حافظ عبد الرزاق وغیرہ دوسرے ائمہ حدیث نے اکیس رکعت کا ذکر کیا ہے جس سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ گیارہ رکعت کی روایت معلول، شاذ اور امام مالک کا تسامح ہے۔ اس پر دوسرا قرینہ یہ ہے کہ سائب بن یزید سے ایک روایت یہ بھی ہے:

اخرج ابن نصر عن السائب انهم كانوا يقومون في رمضان بعشرين ركعة ويقرؤون بالمئين من القران وانهم كانوا يعتمدون على العصي في زمن عمر بن الخطاب [1]

ابن نصر سائب سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ رمضان میں بیس رکعت قیام کرتے تھے اور سو آیات والی قرآن کی سورتیں پڑھتے تھے اور حضرت عمر کے عہد میں (شدت قیام سے) لاٹھیوں سے ٹیک لگا لیتے تھے۔

اور تیسرا قرینہ یہ ہے جیسا کہ حافظ ابن عبد البر نے بیان کیا ہے کہ عبد الرحمٰن بن ابی ذباب نے سائب بن یزید سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں صحابہ بشمول وتر تئیس رکعت تراویح پڑھتے تھے، اس روایت میں بھی بیس رکعت تراویح کی تصریح کی ہے، امام مالک نے محمد بن یوسف سے سائب بن یزید کی روایت گیارہ رکعت ذکر کی ہے جبکہ حافظ عبد الرزاق وغیرہ نے محمد بن یوسف سے سائب بن یزید کی روایت بیس رکعت ذکر کی ہے اور ابن نصر نے بھی سائب سے بیس رکعت ذکر کی ہیں یہ امور اس بات کی واضح شہادت ہیں کہ امام مالک کا محمد بن یوسف از سائب بن یزید گیارہ رکعت ذکر کرنا صحیح نہیں ہے اور بفرض محال اگر اس کو صحیح مان بھی لیا جائے تو اس کی وہ توجیہ ہے جو امام بیہقی نے کی ہے۔

امام بیہقی، سائب بن یزید اور یزید بن رومان دونوں کی روایات اپنی اسانید کے ساتھ سنن کبریٰ میں بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

ويمكن الجمع بين الروايتين فانهم كانوا يقومون باحدى عشرة ثم كانوا يقومون بعشرين ويوترون بثلاث والله اعلم [2]

ان دونوں روایات میں اس طرح تطبیق ممکن ہے کہ پہلے صحابہ گیارہ رکعت پڑھتے تھے اور پھر بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔

امام بیہقی نے جو تطبیق ذکر فرمائی ہے اس کی تقویت اس بات سے ہوتی ہے کہ بعد کے صحابہ مثلاً حضرت عثمان اور حضرت

(۱ حاشیہ صفحہ سابقہ) محمد بن يوسف عن السائب بن يزيد ان عمر جمع الناس في رمضان على ابي بن كعب وعلى تميم الداري على احدى وعشرين ركعة ويقرؤون بالمئين وينصرفون عند فروع الفجر [1]

بن یزید وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان میں ابی بن کعب اور تمیم داری کی اقتداء میں لوگوں کو اکیس ۲۱ رکعت پر جمع کیا جن میں وہ سو آیات والی سورتیں پڑھتے تھے اور فجر کے قریب فارغ ہوتے تھے۔

---

[1] حافظ سعید بن منصور　　سنن سعید بن منصور

[2] حافظ ابوبکر بن علی بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۴۹۶، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

علی اور دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے جیسا کہ ہم عنقریب آثار صحابہ ذکر کر کے واضح کریں گے۔

عن السائب بن یزید قال کنا ننصرف من القیام علی عہد عمر وقد دنا فروع الفجر وکان القیام علی عہد عمر ثلاثۃ وعشرین رکعۃ۔[1]

سائب بن یزید بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عمر کے عہد میں فجر کے قریب تراویح سے فارغ ہوتے تھے اور ہم (بشمول وتر) تیئس رکعات پڑھتے تھے۔

عن ابی الحسناء ان علیا امر رجلا یصلی بھم فی رمضان عشرین رکعۃ۔[2]

ابو الحسناء بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا۔

عن یحیی بن سعید ان عمر بن الخطاب امر رجلا یصلی بھم عشرین رکعۃ۔[3]

یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ مسلمانوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائے۔

عن نافع بن عمر قال کان ابن ابی ملیکۃ یصلی بنا فی رمضان عشرین رکعۃ۔[4]

نافع بن عمر بیان کرتے ہیں کہ ابن ابی ملیکہ ہمیں رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے۔

عن ابن رفیع قال کان ابی بن کعب یصلی بالناس فی رمضان بالمدینۃ عشرین رکعۃ ویوتر بثلاث۔[5]

ابن رفیع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مدینہ میں لوگوں کو رمضان میں بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے۔

عن ابی البختری انہ کان یصلی خمس ترویحات فی رمضان ویوتر بثلاث ویقنت قبل الرکوع۔[6]

حضرت ابو البختری رمضان میں پانچ ترویحات اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے اور رکوع سے پہلے دعا قنوت پڑھتے تھے۔

عن عطاء قال ادرکت الناس وھم یصلون ثلثۃ وعشرین رکعۃ بالوتر۔[7]

عطاء کہتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ بشمول وتر تیئس رکعت پڑھتے تھے۔

عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عہد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فی شھر

سائب بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد میں صحابہ رمضان کے مہینہ میں بیس

---

[1] حافظ عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۴ ص ۲۶۲، ۲۶۱، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۹۰ھ۔
[2] حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۲ ص ۳۹۳ھ، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۶ھ۔
[3] 〃 〃 〃 〃 〃
[4] 〃 〃 〃 〃 〃
[5] 〃 〃 〃 〃 〃
[6] 〃 〃 〃 〃 〃
[7] 〃 〃 〃 〃 〃

رمضان بعشرین رکعۃ قال وکانوا یقرؤون بالمئین وکانوا یتوکؤن علی عصیھم فی عھد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ من شدۃ القیام۔ [1]

رکعت تراویح پڑھتے تھے اور ان میں ایسی سورتیں پڑھتے تھے جن میں سو آیات ہوتی تھیں اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عہد میں شدت قیام کی وجہ سے وہ اپنی لاٹھیوں سے ٹیک لگاتے تھے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں:

واکثر اھل العلم علی ما روی عن علی وعمر وغیرھما من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشرین رکعۃ۔ [2]

اکثر اہل علم کا مذہب بیس رکعت تراویح ہے جو کہ حضرت علی، عمر اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر اصحاب سے مروی ہے۔

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ ذکر فرماتے ہیں:

وکان من اصحاب علی رضی اللہ عنہ انہ کان یؤمھم فی شھر رمضان بعشرین رکعۃ ویوتر بثلاث۔ [3]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعض اصحاب بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھاتے اور تین رکعت وتر۔

عن عطاء بن السائب عن ابی عبد الرحمٰن السلمی عن علی رضی اللہ عنہ قال دعا القراء فی رمضان فامر منھم رجلا یصلی بالناس عشرین رکعۃ قال وکان علی رضی اللہ عنہ یوتر بھم وروی ذلک من وجہ اخر من علی۔ [4]

حضرت ابو عبد الرحمٰن سلمی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رمضان میں قاریوں کو بلایا اور ان میں سے ایک شخص کو بیس رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کو وتر پڑھاتے تھے۔ یہ حدیث حضرت علی سے اور بھی اسانید سے مروی ہے۔

اور حافظ ابو عمر بن عبد البر یہ روایت ذکر کرتے ہیں:

عن علی رضی اللہ عنہ انہ امر رجلا یصلی بھم فی رمضان عشرین رکعۃ وھذا ایضا سوی الوتر۔ [5]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ رمضان میں مسلمانوں کو بیس رکعت پڑھائے اور یہ رکعات وتر کے علاوہ تھیں۔

اور حافظ ابن عبد البر نے دو مختلف سندوں کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں وتر کے علاوہ بیس رکعت پڑھتے تھے لیکن ان دو سندوں میں ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان ہے [6]

۱۔ حافظ ابو بکر بن علی متوفی ۴۵۸ھ، السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۴۹۶ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔
۲۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ۔ جامع ترمذی ص ۱۳۹ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔
۳۔ حافظ ابو بکر بن علی متوفی ۴۵۸ھ۔ السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۴۹۶ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان
۴۔ " " " "
۵۔ حافظ ابو عمر بن عبد البر متوفی ۴۶۳ھ، التمہید ج ۸ ص ۱۱۵ مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور، الطبعۃ الاولیٰ پاکستان، ۱۴۰۴ھ
۶۔ " " " " "

WWW.NAFSEISLAM.COM

تراویح میں ختم قرآن

اس سے پہلے احادیث اور آثار میں بیان کیا جا چکا ہے کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما رمضان مبارک میں قاری حضرات کا تقرر فرماتے تھے جو تراویح میں نمازیوں کو قرآن کریم سناتے تھے۔ کتب حدیث میں اس قسم کے آثار بھی ہیں جن میں ختم قرآن کا ذکر ہے۔ امام ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن الحسن قال من ام الناس فی رمضان فلیأخذ بهم الیسر فان کان بطئ القراءة فلیختم القرآن ختمة وان کان قراءته بین ذلک فختمة ونصف فان کان سریع القراءة مرتین [۱]

حسن بیان کرتے ہیں کہ جو شخص رمضان میں امامت کرائے وہ مقتدیوں پر آسانی کرے اگر وہ آہستہ قراءت کرتا ہو تو رمضان میں ایک قرآن ختم کرے اور اگر درمیانی قرأت کرتا ہو تو ڈیڑھ قرآن ختم کرے اور اگر تیز قرأت کرتا ہو تو رمضان میں دو ختم کرے۔

امام عبد الرزاق اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

عن ابی عثمان قال امر عمر بثلاثة قراء یقرءون فی رمضان فامر اسرعهم ان یقرأ بثلاثین آیة وامر اوسطهم ان یقرأ بخمس وعشرین وامر ادناهم ان یقرأ بعشرین قال الثوری وکان القراء یجتمعون فی ثلاث فی رمضان۔ [۲]

ابو عثمان بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رمضان میں تین قاری نماز پڑھانے کے لیے مقرر فرماتے، جو سب سے تیز قرأت کرنے والا ہوتا اس کو (ایک رکعت میں) تیس آیات پڑھنے کا حکم دیتے، درمیانی قرأت کرنے والے کو پچیس آیات پڑھنے کا حکم دیتے اور آہستہ قرأت کرنے والے کو بیس آیات پڑھنے کا حکم دیتے، ثوری کہتے ہیں کہ قاری رمضان کے تیسرے روز جمع ہو جاتے تھے۔

رمضان میں ختم قرآن کا نذرانہ

رمضان میں تراویح کے اندر قرآن کریم پڑھنے کا معاوضہ مقرر کرنا قدماء کے اصول پر ناجائز ہے۔ اور جن احادیث میں قرآن کریم کو ذریعہ معاش بنانے پر وعید کی ہے وہ اسی صورت پر محمول ہیں۔ اور اگر کوئی قاری یا حافظ محض للّٰہیت سے تراویح میں قرآن کریم پڑھتا ہے اور ختم قرآن کے موقع پر جو نذرانہ پیش کیا جائے اسے قرآن سنانے کا معاوضہ سمجھ کر نہیں لیتا بلکہ قرآن کریم کا اعزاز سمجھ کر قبول کرتا ہے تو یہ شرعاً جائز ہے۔

عن ابی اسحاق عن عبد الله بن مغفل انه صلی بالناس فی شهر رمضان فلما کان یوم الفطر بعث الیه عبید الله بن زیاد بحلة وبخمسمائة درهم فردها وقال انا لا ناخذ علی القرآن اجرا۔ [۳]

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے رمضان کے مہینہ میں مسلمانوں کو تراویح پڑھائیں۔ عید کے دن عبید اللہ بن زیاد نے ان کی خدمت میں ایک حلہ اور پانچ سو درہم بھیجے وہ انہوں نے واپس کر دیے اور فرمایا ہم قرآن پڑھنے کی اُجرت نہیں لیتے۔

---

[۱] حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۲ ص ۳۹۲ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ۔

[۲] حافظ عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۴ ص ۲۶۱، مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۹۰ھ۔

[۳] حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۲ ص ۴۰۰ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۰۶ھ۔

ان سعید بن جبیر قام بالناس فی رمضان فارسل الیہ الحجاج برنس فقبلہ [1]

حضرت سعید بن جبیر نے رمضان میں لوگوں کو تراویح پڑھائی حجاج نے ان کی خدمت میں ایک ٹوپی بھیجی جس کو انہوں نے قبول کر لیا۔

ان دونوں روایات کا وہی محمل ہے جو ہم اس عنوان کے تحت بیان کر چکے ہیں۔

غیر مقلدین سے گذارش

غیر مقلدین حضرات بیس رکعت تراویح کو بدعت اور مخالف سنت نبوی قرار دیتے ہیں اور برسہا برس سے وہ اس موضوع پر اہلسنت سے مناظرہ اور مباحثہ کرتے چلے آئے ہیں۔ ہم اس مسئلہ میں صرف اسقدر عرض کرنا چاہتے ہیں کہ غیر مقلدین حضرات جو ہر رمضان اور رمضان کی ہر شب میں تراویح جماعت کیساتھ پڑھتے ہیں اور اس میں ختم قرآن کا التزام کرتے ہیں اس میں کونسی صریح اور صحیح مرفوع متصل حدیث ہے؛ کیونکہ بخاری اور مسلم کی صحیح روایات سے صرف یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک بار رمضان کی آخری تین راتوں میں قیام کیا اور ہر رمضان میں اور رمضان کی ہر شب کو جماعت کے ساتھ خواہ آٹھ رکعت تراویح پڑھنا اور رمضان میں جماعت کے اندر ختم قرآن کا التزام کرنا بھی ان کے اصول پر بدعت اور مخالفت سنت نبوی ہے اور اگر یہ تمام امور حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی اور دیگر صحابہ کی اتباع میں کیے جاتے ہیں اور اس وجہ سے بدعت اور مخالفت سنت نبوی نہیں ہیں تو بیس رکعت بھی انہی صحابہ کا طریقہ ہے اس کو بدعت قرار دیکر مسلمانوں کو اس کار خیر سے کیوں روکا جاتا ہے یہ بات ہم آج تک نہیں سمجھ سکے۔ بیس رکعت تراویح پر مقالات سعیدی ج اول میں قیام رمضان کے عنوان سے ہمارا ایک مفصل مقالہ موجود ہے، جس میں اس عنوان پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اہل علم کے لیے وہ مطالعہ کی چیز ہے۔

تنہا عشاء پڑھنے والا باجماعت وتر پڑھ سکتا ہے

عہد قریب کے بعض علماء سے یہ منقول ہے کہ رمضان میں عشاء تنہا پڑھنے والا وتر باجماعت نہیں پڑھ سکتا، لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ فقہاء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ رمضان میں اگر کسی شخص نے عشاء کی نماز جماعت سے نہیں پڑھی تو آیا افضل یہ ہے کہ وتر جماعت سے پڑھے جائیں یا تنہا؛ اکثر علماء اور محققین کے نزدیک جس شخص نے عشاء تنہا پڑھی ہو اس کا جماعت کے ساتھ وتر پڑھنا بلا کراہت جائز ہے اور جب جماعت جائز ہوئی تو افضل بھی یہی ہے۔ قوت دلائل کے اعتبار سے یہی نظریہ راجح ہے، اور بعض فقہاء کے نزدیک جب عشاء تنہا پڑھی ہو تو وتر بھی تنہا پڑھنا افضل ہے لیکن یہ نظریہ مرجوح ہے۔

یہ اختلاف دراصل ایک اور اختلاف پر مبنی ہے وہ یہ کہ آیا رمضان میں وتر کی جماعت عشاء کی جماعت کے تابع ہے یا تراویح کی جماعت کے؟ صحیح یہ ہے کہ نفس وتر اگرچہ عشاء کے تابع ہیں لیکن وتر کی جماعت کا مسنون ہونا تراویح کی جماعت کی سُنیت کے تابع ہے، کیونکہ اگر وتر کی جماعت عشاء کی جماعت کے تابع ہوتی تو وتر سارا سال جماعت کے ساتھ مسنون ہوتے۔ کیونکہ عشاء کی نماز میں جماعت سارا سال مسنون ہے اور چونکہ وتر صرف رمضان ہی میں جماعت کے ساتھ مسنون ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ وتر کی جماعت کی سُنیت تراویح کی جماعت کی سُنیت کے تابع ہے۔

یہ صحیح ہے کہ فقہاء کا اولاً اس میں اختلاف ہے کہ رمضان میں وتر کا تراویح کے بعد جماعت سے پڑھنا افضل ہے۔

[1] حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۲ ص ۴۰۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، الطبعۃ الاولی ۱۴۰۶ھ۔

یا گھر میں تنہا؟ لیکن محققین فقہاء نے اسی کو ترجیح دی کہ افضل یہ ہے کہ رمضان میں وتر تراویح کے بعد جماعت سے پڑھے جائیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح تین دن تراویح جماعت کے ساتھ پڑھائی اسی طرح تین دن وتر بھی جماعت کے ساتھ پڑھائے اور آپ کے اس عمل نے جس طرح تراویح کی جماعت کا مسنون ہونا ثابت کیا اسی طرح آپ کے اس عمل نے وتر کی جماعت کا مسنون ہونا بھی ثابت کیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وتر کی جماعت کی سنیت تراویح کی جماعت کی سنیت کے تابع ہے۔

علامہ قاضی خان لکھتے ہیں:

اختلفوا ان اداء الوتر فی رمضان بالجماعۃ افضل ام الاداء فی منزلہ وحدہ الصحیح ان الجماعۃ افضل لان عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ کان یؤمہم فی الوتر ولانہ لما جاز الاداء بالجماعۃ کانت الجماعۃ افضل اعتبارا بالمکتوبۃ[1]

اس بات میں اختلاف ہے کہ رمضان میں وتر با جماعت ادا کرنا افضل ہے یا تنہا گھر میں پڑھنا۔ صحیح یہ ہے کہ جماعت افضل ہے، کیونکہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ صحابہ کو وتر جماعت کے ساتھ پڑھاتے تھے، نیز اس لیے کہ جب وتر کو جماعت کے ساتھ پڑھنا جائز ہے تو وتر کو با جماعت پڑھنا افضل ہوگا جیسا کہ فرض میں ہے۔

علامہ ابن ہمام قاضی خان کی مذکورۃ الصدر عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ صاحب نہایہ نے فرمایا کہ ہمارے علماء کا مختار یہ ہے کہ وتر بغیر جماعت کے پڑھے جائیں، علامہ ابن ہمام نے ان دونوں اقوال کا محل الگ الگ قرار دیا اور فرمایا:

وانت علمت مما قدمناہ فی حدیث ابن حبان فی باب الوتر انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اوتر بہم ثم بین العذر فی تاخیرہ عن مثل ما صنع فیما مضی فکما ان فعلہ الجماعۃ بالنفل ثم بیانہ العذر فی ترکہ اوجب سنیتہا فیہ فکذلک الوتر بجماعۃ لان الجاری فیہ مثل الجاری فی النفل بعینہ وکذا ما نقلناہ من فعل الخلفاء یفید ذلک فلعل من تاخر عن الجماعۃ فیہ احب ان یصلی اخر اللیل فانہ افضل کما قال عمر والتی ینامون عنہا افضل وعلم قولہ صلی اللہ علیہ وسلم واجعلوا اخر

ہم اس سے پہلے باب وتر میں ابن حبان کی حدیث سے بیان کر چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو وتر (با جماعت) پڑھائے پھر اپنی تاخیر میں وہی عذر بیان فرمایا جو اس سے پہلے تراویح کی جماعت کی تاخیر میں بیان کر چکے تھے پس جس طرح تراویح با جماعت پڑھا کر پھر ترک کا عذر بیان فرمانا تراویح کی جماعت کی سنیت کو واجب کرتا ہے اسی طرح وتر کی جماعت کا معاملہ ہے کیونکہ وتر کی جماعت میں بعینہٖ وہی دلیل جاری ہوتی ہے جو تراویح کی جماعت میں بیان کی گئی ہے اس کی تائید خلفاء راشدین کے با جماعت وتر پڑھنے سے ہوتی ہے جیسا کہ ہم نقل کر چکے ہیں جس شخص نے وتر میں جماعت کے ترک کرنے کو مستحب قرار دیا ہے (جیسے صاحب نہایہ) وہ اس وجہ سے ہے کہ وہ رات کے آخری حصہ میں نفل پڑھنے کو مستحب قرار دیتا ہے اور وہ اس لیے افضل ہے جیسا کہ

---

[1] علامہ محمود قاضی خان اوزجندی متوفی ۲۹۵ ھ، فتاوی قاضی خان علی ہامش الہندیہ ج ۱ ص ۲۳۴ مطبوعہ مطبع کبری بولاق مصر الطبعۃ الثانیہ ۱۳۱۰ھ

صلٰوتکم باللیل وترا فاخرہ لذٰلک و الجماعۃ فیہ اذ ذٰلک متعذر فلا یدل ذٰلک علی ان الافضل فیہ ترک الجماعۃ لمن احب ان یوتر اول اللیل ۔[۱]

حضرت عمر نے فرمایا "رات کے جس حصہ میں تم سو جاتے ہو اس میں نماز پڑھنا افضل ہے۔" اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بھی معروف ہے: "نماز کے اخیر میں وتر پڑھو۔" اور اس وقت وتر کی نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھنا مشکل ہے بنا بریں اگر کوئی شخص وتر کی جماعت کو ترک کرتا ہے تو یہ اس بات پر نہیں دلالت کرتا کہ جو شخص وتر کو اول شب پڑھنا چاہتا ہے اس کے حق میں بھی وتر کی جماعت ترک کرنا افضل ہے۔

علامہ ابن ہمام کی اس وضاحت سے یہ بات سپیدہ سحر سے زیادہ نکھر کر سامنے آگئی کہ رمضان میں وتر کی جماعت تراویح کی جماعت کے تابع ہے۔ کیونکہ رمضان میں وتر با جماعت پڑھنا صرف اسی وقت افضل ہے جب وتر اوّل شب میں تراویح کے ساتھ پڑھے جائیں اور اگر رمضان میں ہی کوئی شخص وتر اخیر شب میں تہجد کے ساتھ پڑھنا چاہے تو اس وقت بلاشبہ وتر کی جماعت کا ترک کرنا افضل ہے اور اس تقریر سے جس طرح ان لوگوں کا رد ہوا جو وتر کی جماعت کو رمضان کے تابع کرتے ہیں ان لوگوں کا بھی رد ہو گیا جو وتر کی جماعت کو عشاء کی جماعت کے تابع کرتے ہیں بلکہ یہ زیادہ واضح ہے۔

علامہ ابن ہمام کی اس تقریر پر جن فقہاء نے اعتماد کیا اور اس تقریر کو کلاً یا جزءً نقل کیا اور اس تقریر سے وتر کی جماعت کی افضلیت پر استدلال کیا ان میں حسب ذیل فقہاء کے اسماء قابل ذکر ہیں: زین الدین ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ،[۲] شیخ حسن بن عمار الشرنبلالی الحنفی المتوفی ۱۰۶۹ھ[۳]۔ علامہ ابراہیم حلبی متوفی ۹۵۶ھ[۴]۔ مولانا عبد الحلیم[۵]۔

اس سے معلوم ہوا کہ علامہ ابن ہمام، علامہ زین الدین ابن نجیم، علامہ شرنبلالی اور علامہ حلبی ایسے محققین کے نزدیک وتر کی جماعت تراویح کی جماعت کے تابع ہے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

الذی یظہر ان جماعۃ الوتر تبع لجماعۃ التراویح و ان کان الوتر نفسہ اصلا فی ذاتہ لان سنۃ الجماعۃ فی الوتر انما

یقینی طور پر جو بات ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ وتر کی جماعت تراویح کی جماعت کے تابع ہے، اگرچہ فی نفسہ وتر بذاتہ اصل ہے کیونکہ وتر کی جماعت کا سنت ہونا آثار

۱۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ۔ فتح القدیر ج ۱ ص ۴۰۹-۴۱۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

۲۔ البحر الرائق ج ۲ ص ۷۰-۷۹، مطبوعہ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ۔

۳۔ حاشیہ الدرر الاحکام فی شرح غرر الاحکام ج ۱ ص ۱۲۰، مطبوعہ مطبع احمد دار السعادۃ ۱۳۲۹ھ۔

ایضاً۔ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح ص ۲۳۲، مطبوعہ مطبع مصطفی البابی، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۵۶ھ۔

۴۔ غنیۃ المستملی ص ۴۰۱، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۳۰ھ

۵۔ حاشیۃ الدرر و الغرر ج ۱ ص ۸۲۔

عرفت بالاثر تابعۃ للتراویح [1]

کی روشنی میں تراویح کے تابع ہے۔

جب یہ ثابت ہوگیا کہ وتر کی جماعت تراویح کی جماعت کے تابع ہے تو واضح ہوگیا کہ رمضان میں اگر عشاء کی نماز تنہا پڑھی اور تراویح جماعت کے ساتھ پڑھی ہو پھر بھی وتر کی نماز جماعت کے ساتھ بلا کراہت پڑھ سکتا ہے۔

مولانا عبدالحلیم لکھتے ہیں:

اذ الایتار بالجماعۃ فی رمضان سنۃ کما انہا سنۃ فی التراویح [2]

وتر جماعت کے ساتھ پڑھنا سنت ہے جیسا کہ تراویح میں جماعت سنت ہے۔

علامہ ابراہیم حلبی متوفی ۹۵۶ھ، منیۃ المصلی کی شرح کبیر میں لکھتے ہیں:

قال ابو یوسف البانی اذا صلی مع الامام شیئا من التراویح یصلی معہ الوتر وکذا اذا لم یدرک معہ شیئا منہا وکذا اذا صلی التراویح مع غیرہ لہ ان یصلی الوتر معہ وھو الصحیح ذکرہ ابو اللیث وکذا قال ظہیر الدین المرغینانی لو صلی العشاء وحدہ فلہ ان یصلی التراویح مع الامام وھو الصحیح۔ [3]

ابو یوسف بانی کہتے ہیں کہ اگر امام کے ساتھ کچھ تراویح پڑھ لی ہیں تو اس کے ساتھ وتر پڑھ سکتا ہے، اور اگر امام کے ساتھ کچھ بھی نہ پڑھا ہو (نہ فرض نہ تراویح) اسی طرح اگر کسی اور کے ساتھ تراویح پڑھی ہوں تو وہ امام کے ساتھ وتر پڑھ سکتا ہے اور یہی صحیح ہے۔ اس کو ابو اللیث نے ذکر کیا ہے۔ اسی طرح ظہیر الدین مرغینانی نے کہا ہے اور اگر تنہا عشاء کی نماز پڑھی ہو تو وہ امام کے ساتھ تراویح پڑھ سکتا ہے۔ یہی صحیح ہے۔

علامہ حلبی متوفی ۹۵۶ھ نے منیۃ المصلی کی شرح کبیر کے بعد منیہ کی شرح صغیر میں یہ مسئلہ زیادہ وضاحت کے ساتھ لکھا ہے فرماتے ہیں:

واذا لم یصل الفرض مع الامام قیل لا یتبعہ فی التراویح ولا فی الوتر وکذا اذا لم یصل معہ التراویح لا یتبعہ فی الوتر والصحیح انہ یجوز ان یتبعہ فی ذلک کلہ۔ [4]

جب امام کے ساتھ فرض نہ پڑھے گئے ہوں تو کہا گیا ہے کہ پھر امام کی اقتداء میں نہ تراویح پڑھے نہ وتر۔ اسی طرح اگر امام کی اقتداء میں تراویح نہ پڑھی ہوں تو اس کی اقتداء میں وتر نہ پڑھے اور صحیح یہ ہے کہ جب امام کے ساتھ فرض یا تراویح نہ پڑھی ہوں تو وتر جماعت کے ساتھ پڑھ سکتا ہے اسی طرح اگر امام کے ساتھ فرض نہ پڑھے ہوں تو تراویح جماعت کے ساتھ پڑھ سکتا ہے۔ [5]

---

[1]۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۶۶۳ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

[2]۔ حاشیہ الدرر ص ۸۴۔

[3]۔ غنیۃ المستملی ص ۳۹۱، مطبوعہ مطبع مجتبائی ۱۳۲۳ھ۔

[4]۔ شرح صغیر (صغیری) ص ۲۱۰، ۱۳۴۸ھ۔

[5]۔ علامہ حلبی کی اس عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وتر کی جماعت نہ فرض کے تابع ہے نہ تراویح کے (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

علامہ طحطاوی لکھتے ہیں:

لان المنفرد لو صلی العشاء وحدہ فلہ ان یصلی التراویح مع الامام الی قولہ قضیۃ التعلیل فی المسئلۃ السابقۃ بقولھم لانھا تبع ان یصلی الوتر بجماعۃ فی ھذہ الصلوٰۃ لانہ لیس تبع للتراویح ولا للعشاء عند الامام رحمہ اللہ تعالٰی انتھٰی[1]

اگر کوئی شخص عشاء کی نماز تنہا پڑھے تو اس کے لیے امام کے ساتھ تراویح پڑھنا جائز ہے اور اسی پر یہ مسئلہ متفرع ہے کہ اس صورت میں وتر جماعت کے ساتھ پڑھ سکتا ہے کیونکہ وتر کی جماعت امام کے نزدیک نہ فرض کے تابع ہے نہ تراویح کے۔

علامہ طحطاوی کی اس عبارت سے ہر چند یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وتر کی جماعت تراویح کے تابع نہیں ہے لیکن یہ ہمارے موقف کے خلاف نہیں ہے کیونکہ علامہ طحطاوی نے اس کی تصریح کر دی ہے کہ جس شخص نے عشاء کے فرض جماعت کے ساتھ نہ پڑھے ہوں وہ وتر جماعت کے ساتھ پڑھ سکتا ہے کیونکہ وتر کی جماعت فرض اور تراویح میں سے کسی کے تابع نہیں ہے ثانیاً یہ عبارت اس لیے ہمارے خلاف نہیں ہے کہ ہم نے یہ نہیں کہا کہ مطلقاً وتر کی جماعت تراویح کی جماعت کے تابع ہے۔ بلکہ ہم نے شروع ہی میں یہ لکھا ہے کہ وتر کی جماعت کا مسنون ہونا تراویح کی جماعت کے مسنون ہونے کے تابع ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح رمضان میں تین رات تراویح جماعت کے ساتھ پڑھائی تو اس کے بعد وتر بھی جماعت کے ساتھ پڑھائے اور علامہ ابن ہمام نے تصریح کی ہے کہ جس طرح باجماعت تراویح پڑھانے سے تراویح کی جماعت مسنون ہوئی اسی طرح باجماعت وتر پڑھانے سے وتر کی جماعت مسنون ہوئی۔

بہر حال علامہ طحطاوی کی یہ عبارت ہمارے اس موقف کو ثابت کرنے میں بالکل صریح ہے کہ جب رمضان میں عشاء جماعت سے نہیں پڑھی تو وتر جماعت کے ساتھ پڑھ سکتا ہے۔

علامہ قہستانی لکھتے ہیں:

یجوز ان یصلی الوتر بجماعۃ وان لم یصل شیئا من التراویح مع الامام او صلاھا مع غیرہ وھو الصحیح[3] لکنہ اذا لم یصل الفرض معہ لا یتبعہ فی الوتر کما فی المنیۃ[2]

اگر امام کے ساتھ بالکل تراویح نہ پڑھی ہو یا کسی اور شخص کے ساتھ تراویح پڑھی ہو، (دونوں صورتوں میں) وتر جماعت کے ساتھ پڑھ سکتا ہے لیکن جب فرض امام کے ساتھ نہ پڑھے ہوں تو وتر امام کے ساتھ نہ پڑھے جیسا کہ منیہ میں ہے۔

(حاشیہ صفحہ سابقہ): لیکن یہ بات ہمارے موقف کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ ہمارا موقف یہ ہے کہ وتر کی جماعت کا مسنون ہونا تراویح کی جماعت کی مسنونیت کے تابع ہے جیسا کہ ہم نے شروع میں ذکر کیا ہے ثانیاً اس سے اصل مسئلہ پر کچھ اثر نہیں پڑتا کیونکہ علامہ حلبی نے بہر حال یہ تصریح کر دی ہے کہ جس نے فرض جماعت کے ساتھ نہ پڑھے ہوں وہ وتر جماعت کے ساتھ پڑھ سکتا ہے۔ (سعیدی)

[1] علامہ احمد بن محمد الطحطاوی المتوفی ۱۲۳۱ھ۔ حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۲۹۷، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۵ھ۔

[2] علامہ محمد خراسانی قہستانی متوفی ۹۶۲ھ۔ جامع الرموز ج ۱ ص ۲۱۶ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ ایران الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۱ھ۔

[3] صاحب در مختار نے بھی اسی کو صحیح قرار دیا ہے چنانچہ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ علامہ قہستانی نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے جو مصنف نے لکھا ہے جیسا عنقریب آ رہا ہے۔

علامہ قہستانی کی اس عبارت سے بعض لوگوں نے یہ مغالطہ کھایا کہ اگر فرض جماعت کے ساتھ نہ پڑھے ہوں تو وتر بھی جماعت کے ساتھ نہ پڑھے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ علامہ قہستانی کی عبارت کا صحیح محمل یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے فرض اور تراویح دونوں امام کے ساتھ نہ پڑھے ہوں تو وہ امام کے ساتھ وتر نہ پڑھے۔

علامہ شامی، علامہ قہستانی کی اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ثم رأیت القھستانی ذکر تصحیح ما ذکرہ المصنف ثم قال لکنہ اذا لم یصل الفرض معہ احترازعن صلوتہا متفردا اما لو صلاھا جماعۃ مع غیرہ ثم صلی الوتر معہ لا کراھۃ تأمل۔ [1]

پھر میں نے دیکھا کہ قہستانی نے بھی اسی کو صحیح قرار دیا ہے جس کا مصنف نے ذکر کیا ہے، پھر کہا جب اس نے امام کے ساتھ فرض نہ پڑھے ہوں "یہ تنہا تراویح سے احتراز ہے" لیکن اگر اس نے تراویح کسی اور کے ساتھ جماعت سے پڑھی ہو پھر امام کے ساتھ وتر پڑھے ہوں تو کوئی کراہت نہیں ہے۔

علامہ شامی کا مطلب یہ ہے کہ علامہ قہستانی کے نزدیک مطلقاً امام کے ساتھ عشاء نہ پڑھنا وتر کی جماعت کے لیے موجب کراہت نہیں ہے بلکہ یہ ایک خاص صورت ہے کہ جب کسی شخص نے امام کے ساتھ نہ فرض پڑھے ہوں نہ تراویح اس وقت امام کے ساتھ وتر پڑھنا مکروہ ہے [2] اور اگر اس شخص نے کسی اور شخص کے ساتھ تراویح جماعت سے پڑھی ہو تو پھر امام کے ساتھ وتر پڑھنے میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر اس شخص نے تراویح بھی اسی امام کے ساتھ پڑھی ہو تو پھر اس امام کے ساتھ باجماعت وتر پڑھنا بطریق اولیٰ مکروہ نہیں ہوگا اور یہی زیر بحث مسئلہ ہے۔

حیرت ہے کہ بعض علماء نے علامہ قہستانی، علامہ شامی اور علامہ حلبی کے حوالہ سے تنہا فرض پڑھنے والے کے لیے وتر کی جماعت کو ناجائز قرار دیا حالانکہ یہ فقہاء اس کے برعکس یعنی جواز کی تصریح کرتے ہیں جیسا کہ ہم ان سے باحوالہ نقل کر چکے ہیں ثانیاً اس بات پر حیرت ہے کہ فرض اور تراویح تنہا پڑھنے والے کے لیے بھی وتر کو باجماعت پڑھنا زیادہ سے زیادہ مکروہ ہوگا جیسا کہ علامہ شامی کی عبارت سے ظاہر ہے۔ پھر ان لوگوں کا وتر باجماعت کو ناجائز قرار دینا کس طرح صحیح ہوگا کیونکہ اہل علم پر واضح ہے کہ کراہت عدم جواز کو مستلزم نہیں ہے۔ یہ امر بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ جن فقہاء نے یہ کہا ہے کہ غیر رمضان میں وتر جماعت کے ساتھ نہ پڑھے جائیں انہوں نے یہ تصریح کی ہے کہ غیر رمضان میں جماعت کے ساتھ وتر پڑھنا مکروہ ہے اگرچہ فی نفسہ جماعت کے ساتھ وتر پڑھنا جائز ہے۔

ملا خسرو فرماتے ہیں:

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۶۶۳ مطبوعہ مطبعۃ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ۔

[2] علامہ قہستانی کی عبارت کا یہ محمل متعین کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وتر کی جماعت تراویح کی جماعت کے تابع ہے اس لیے اگر اس نے فرض کے علاوہ تراویح جماعت کے ساتھ نہیں پڑھیں تو اس کا وتر جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے البتہ اگر فرض جماعت کے ساتھ نہیں پڑھے لیکن تراویح کسی اور امام کے ساتھ پڑھ لی ہیں تو اب وتر کی جماعت مکروہ نہیں ہے کیونکہ تراویح جماعت کے ساتھ پڑھ چکا ہے اور کراہت سے مراد تنزیہی ہے جیسا کہ عنقریب واضح ہوگا۔

ولا یصلی الوتر (بجماعۃ خارج رمضان) للاجماع ولا یصلی التطوع بجماعۃ الا قیام رمضان وعن شمس الائمۃ الکردری ان التطوع بالجماعۃ انما یکرہ اذا کان علی سبیل التداعی اما لو اقتدی واحد بواحد او اثنان بواحد لا یکرہ [1]

رمضان کے علاوہ وتر باجماعت نہ پڑھے اس پر اجماع ہے اور تراویح کے سوا نفل باجماعت نہ پڑھے۔ شمس الائمہ کردری سے منقول ہے کہ نوافل کی جماعت اس وقت مکروہ ہے جب لوگوں کو اس کی دعوت دی جائے اگر ایک کی اقتداء میں ایک یا ایک کی اقتداء میں دو آدمی نفل پڑھ لیں تو مکروہ نہیں ہے۔

اس عبارت کا مفاد یہ ہے کہ غیر رمضان میں وتر باجماعت پڑھنا جائز ہے مگر مکروہ ہے۔ اس سے زیادہ واضح طور پر علامہ علائی نے لکھا ہے:

ولا یصلی الوتر ولا التطوع بجماعۃ خارج رمضان ای یکرہ ذلک [2]

وتر اور نوافل رمضان کے علاوہ جماعت سے نہ پڑھے جائیں۔ یعنی جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے۔

اس کی شرح میں علامہ شامی لکھتے ہیں:

اشار الی ما قالوا من ان المراد من قول القدوری فی مختصرہ لا یجوز الکراہۃ لا عدم اصل الجواز لکن فی الخلاصۃ عن القدوری انہ لا یکرہ وایدہ فی الحلیۃ بما اخرج الطحاوی عن المنصور ابن مخرمۃ قال دفنا ابابکر رضی اللہ تعالی عنہ لیلا فقال عمر رضی اللہ عنہ انی لم اوتر فقام وصففنا وراءہ فصلی بنا ثلاث رکعات لم یسلم الا فی اخرھن ثم قال ویمکن ان یقال الظاھر ان الجماعۃ فیہ غیر مستحبۃ ثم ان کان ذلک احیانا کما فعل عمر کان مباحا غیر مکروہ وان کان علی سبیل المواظبۃ کان بدعۃ مکروھۃ لانہ خلاف المتوارث وعلیہ یحمل ما ذکر القدوری فی مختصرہ وما ذکرہ فی غیر مختصرہ یحمل علی

علامہ علائی نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ قدوری میں جو اس جگہ پڑھنا جائز لکھا ہے اس سے مراد مکروہ ہے، نہ کہ عدم اصل جواز۔ البتہ صاحب خلاصہ نے قدوری سے یہ نقل کیا ہے کہ (غیر رمضان میں وتر جماعت سے پڑھنا) مکروہ نہیں ہے اور حلیہ میں اس کی تائید میں یہ ہے کہ امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ منصور بن مخرمہ سے روایت کیا ہے کہ ہم نے حضرت ابوبکر کو رات میں دفن کیا حضرت عمر نے کہا میں نے وتر نہیں پڑھے اور کھڑے ہو گئے ہم نے ان کے پیچھے صف باندھ لی اور حضرت عمر نے ہم کو تین رکعات پڑھائیں اور صرف آخر میں سلام پھیرا، پھر صاحب حلیہ نے کہا یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ غیر رمضان میں وتر کی جماعت غیر مستحب ہے۔ اور اگر یہ کبھی کبھی ہو جیسا کہ حضرت عمر نے کیا تھا تو مباح غیر مکروہ ہوگا اور اگر غیر رمضان میں ہمیشہ باجماعت وتر پڑھے جائیں تو یہ بدعت مکروہہ ہوگا کیونکہ اسلاف سے یہ عمل منقول نہیں ہے اور قدوری میں جو اس

[1] ملا خسرو حنفی متوفی ۸۸۵ھ، درر الحکام فی شرح غرر الاحکام ج ا ص ۱۲۰۔

[2] علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ۔ در مختار علی ہامش الرد ج ا ص ۶۶۳ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

الاول واللہ اعلم قلت ویؤیدہ ایضاً ما فی البدائع من قولہ ان الجماعۃ فی التطوع لیست بسنۃ الا فی قیام رمضان اھ فان نفی السنۃ لا یستلزم الکراھۃ نعم ان کان مع المواظبۃ کان بدعۃ فیکرہ وفی حاشیۃ البحر للخیر الرملی علل الکراھۃ فی الضیاء والنھایۃ بان الوتر نفل من وجہ حتی وجبت القراءۃ فی جمیعھا وتؤدی بغیر اذان و اقامۃ والنفل بالجماعۃ غیر مستحب لانہ لم تفعلہ الصحابۃ فی غیر رمضان اھ وھو کالصریح فی انھا کراھۃ تنزیھۃ تامل اھ [1]

کو مکروہ لکھا ہے اس کا یہی مطلب ہے اور خلاصہ میں جو اس کو قدوری سے غیر مکروہ نقل کیا ہے وہ کبھی کبھی وتر با جماعت پڑھنے پر محمول ہے، علامہ شامی فرماتے ہیں اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ بدائع میں ہے "نفل با جماعت پڑھنا تراویح کے علاوہ سنت نہیں ہے" کیونکہ سنت کی نفی کراہت کو مستلزم نہیں ہوتی ہاں اگر ہمیشہ با جماعت پڑھیں تو یہ بدعت مکروہہ ہوگی علامہ خیر الدین رملی نے البحر الرائق کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ ضیاء اور نہایہ نے وتر با جماعت کی کراہت کی یہ وجہ بیان کی ہے "کہ وتر من وجہ نفل ہیں کیونکہ اس کی تمام رکعات میں قرأت واجب ہے اور اس کو بغیر اذان اور اقامت کے پڑھا جاتا ہے اور نفل جماعت کے ساتھ غیر مستحب ہیں کیوں کہ صحابہ نے غیر رمضان میں نفل با جماعت نہیں پڑھے"۔ علامہ شامی فرماتے ہیں کہ یہ عبارت اس بات پر تصریح ہے کہ نفل کی جماعت مکروہ تنزیہی ہے۔

اس عبارت میں غور فرمائیے جب غیر رمضان میں کبھی کبھی با جماعت وتر پڑھنا مباح غیر مکروہ یا غیر مستحب یا زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی ہے خواہ فرض جماعت کیساتھ پڑھے ہوں یا نہ پڑھے ہوں تو رمضان میں تنہا عشاء پڑھنے والے کا با جماعت وتر پڑھنا ناجائز کیسے ہوگا جبکہ رمضان میں وتر با جماعت پڑھنے کا منشاء اور سبب بھی موجود ہے (صحابہ کا با جماعت وتر پڑھنا) نیز فقہاء کرام نے تصریح کی ہے کہ کسی کام کا مکروہ تنزیہی ہونا اس وقت ثابت ہوتا ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل سے علی الخصوص منع فرمایا ہو [2] اور رمضان میں تنہا عشاء پڑھنے والے کو با جماعت وتر پڑھنے سے نہ قرآن نے منع کیا ہے نہ حدیث نے نہ اجماع سے اس کا عدم جواز ثابت ہے نہ قیاس سے تو پھر بعض عہد قریب کے بعض علماء کے اس کو ناجائز کہنے سے یہ کیسے ناجائز ہو جائے گا!

بابُ النَّدبِ الأکیدِ الی قیامِ لیلۃِ القدرِ ودلیلِ من قال انّھا لیلۃُ سبعٍ وعشرین
ب ۲۵۰

شب قدر میں قیام کی تاکید اور ستائیسویں شب میں شب قدر کا تحقیق

۱۶۸۲ - حدّثنا محمّدُ بنُ مِھرانَ الرّازیُّ قالَ

زر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

---

[1] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ا ص ۶۶۲ - ۶۶۳، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

[2] علامہ شامی فرماتے ہیں: "لا یلزم من ترک المستحب ثبوت الکراھۃ اذ لا بد لھا من دلیل خاص" (رد المحتار ج ا ص ۶۱۱) مستحب کے ترک سے کراہت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ اس کے لیے بالخصوص دلیل کی ضرورت ہے۔

نا أبو الوليد بن مسلم قال نا الأوزاعي قال حدثني عبدة عن زر قال سمعت أبي بن كعب رضي الله عنه يقول وقيل له إن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه يقول من قام السنة أصاب ليلة القدر فقال أبي والله الذي لا إله إلا هو إنها لفي رمضان يحلف ما يستثني ووالله إني لأعلم أي ليلة هي هي الليلة التي أمرنا بها رسول الله صلى الله عليه وسلم بقيامها هي الليلة صبيحة سبع وعشرين وأمارتها أن تطلع الشمس في صبيحة يومها بيضاء لا شعاع لها۔

سے کہا گیا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جو شخص پورے سال ہر رات کو قیام کرے وہ شب قدر پا لے گا۔ حضرت ابی بن کعب نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے شب قدر رمضان ہی میں ہے۔ حضرت ابی بغیر کسی استثناء کے قسم کھا کر فرماتے تھے، خدا کی قسم میں یقین کے ساتھ جانتا ہوں کہ شب قدر کون سی شب ہے۔ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قیام کا حکم دیا ہے یہ ستائیسویں صبح کی رات ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ ستائیسویں کی صبح کو سورج اس حال میں طلوع ہوتا ہے کہ اس کی شعاعیں ظاہر نہیں ہوتیں۔

۱۶۸۳۔ حدثنا محمد بن مثنى قال نا محمد بن جعفر قال نا شعبة قال سمعت عبدة بن أبي لبابة يحدث عن زر بن حبيش عن أبي بن كعب قال قال لي أبي في ليلة القدر والله إني لأعلمها وأكثر علمي هي الليلة التي أمرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم بقيامها هي ليلة سبع وعشرين وإنما شك شعبة في هذا الحرف هي الليلة التي أمرنا بها رسول الله صلى الله عليه وسلم قال وحدثني بها صاحب لي عنه۔

۱۶۸۴۔ وحدثني عبيد الله بن معاذ قال نا أبي قال نا شعبة بهذا الإسناد نحوه ولم يذكر إنما شك شعبة وما بعده۔

زر بن حبیش کہتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے مجھ سے شب قدر کے بارے میں بیان کیا اور کہا کہ بخدا میں یقین کے ساتھ لیلۃ القدر کو جانتا ہوں اور میرا زیادہ یقین یہ ہے کہ یہی وہ رات ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قیام کا حکم دیا ہے اور یہ ستائیسویں رات ہے (راوی) شعبہ کو شک ہے کہ انھوں نے یہ کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس رات ہمیں قیام کا حکم دیا تھا، شعبہ کہتے ہیں کہ یہ بات میرے ایک ساتھی نے ان سے نقل کی تھی۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے لیکن اس میں شعبہ کا شک نہیں بیان کیا گیا۔

تشریح

علامہ نووی فرماتے ہیں بعض علماء کے نزدیک شب قدر سال میں ایک معین شب ہے جو کبھی تبدیل نہیں ہوتی اور ہر سال اسی تاریخ کو اس شب کا تحقق ہوتا ہے۔ اور بعض محققین کہتے ہیں کہ یہ شب ہر سال بدلتی رہتی ہے کسی سال اکیسویں شب کو واقع ہوتی ہے، کسی سال تیئسویں کو اور کسی سال ستائیسویں شب کو واقع ہوتی ہے۔ کتاب الصیام میں شب قدر کا مفصل ذکر آئے گا ان شاء اللہ وہاں ہم اس کی پوری تفصیل اور تحقیق بیان کریں گے۔

مقالات سعیدی ج ا میں ہم نے حقائق شب قدر کے عنوان سے ایک مفصل مقالہ لکھا ہے۔ اہل علم اور ارباب ذوق کے لیے

WWW.NAFSEISLAM.COM

یہ مطالعہ کی چیز ہے۔

بَابُ ٢٥١ صَلٰوةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدُعَآئِهٖ بِاللَّيْلِ

١٦٨٥ - حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ هَاشِمِ بْنِ حَيَّانَ الْعَبْدِيُّ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ قَالَ نَا سُفْيَانُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِيْ مَيْمُوْنَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ فَاَتٰى حَاجَتَهٗ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ وَيَدَيْهِ ثُمَّ نَامَ ثُمَّ قَامَ فَاَتَى الْقِرْبَةَ فَاَطْلَقَ شِنَاقَهَا ثُمَّ تَوَضَّاَ وُضُوْءًا بَيْنَ الْوُضُوْئَيْنِ وَلَمْ يُكْثِرْ وَقَدْ اَبْلَغَ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى فَقُمْتُ فَتَمَطَّيْتُ كَرَاهَةَ اَنْ يَّرٰى اَنِّيْ كُنْتُ اَنْتَبِهُ لَهٗ فَتَوَضَّاْتُ فَقَامَ فَصَلّٰى فَقُمْتُ عَنْ يَّسَارِهٖ فَاَخَذَ بِيَدِيْ فَاَدَارَنِيْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ فَتَتَامَّتْ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ اضْطَجَعَ فَنَامَ حَتّٰى نَفَخَ وَكَانَ اِذَا نَامَ نَفَخَ فَاَتَاهُ بِلَالٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاٰذَنَهٗ بِالصَّلٰوةِ فَقَامَ فَصَلّٰى وَلَمْ يَتَوَضَّاْ وَكَانَ فِيْ دُعَآئِهِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ قَلْبِيْ نُوْرًا وَّفِيْ بَصَرِيْ نُوْرًا وَّفِيْ سَمْعِيْ نُوْرًا وَّعَنْ يَّمِيْنِيْ نُوْرًا وَّعَنْ يَّسَارِيْ نُوْرًا وَّفَوْقِيْ نُوْرًا وَّتَحْتِيْ نُوْرًا وَّاَمَامِيْ نُوْرًا وَّخَلْفِيْ نُوْرًا وَّعَظِّمْ لِيْ نُوْرًا قَالَ كُرَيْبٌ وَّسَبْعٌ فِي التَّابُوْتِ فَلَقِيْتُ بَعْضَ وُلْدِ الْعَبَّاسِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَحَدَّثَنِيْ بِهِنَّ فَذَكَرَ عَصَبِيْ وَلَحْمِيْ وَدَمِيْ وَشَعْرِيْ وَبَشَرِيْ وَذَكَرَ خَصْلَتَيْنِ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد اور دعاؤں کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو بیدار ہوئے۔ قضاء حاجت سے فارغ ہونے کے بعد ہاتھ منہ دھوئے پھر سو گئے پھر دوبارہ اُٹھے اور مشکیزہ کے پاس آکر اس کا منہ کھولا، پھر درمیانی وضو کیا، پانی زیادہ نہیں بہایا لیکن مکمل وضو فرمایا۔ پھر آپ نے کھڑے ہوکر نماز پڑھنی شروع کر دی، میں بھی اٹھا اور انگڑائی لی تاکہ حضور یہ گمان نہ کریں کہ میں آپ کے احوال کے تجسس کے لیے بیدار ہوا ہوں، میں وضو کرنے کے بعد آپ کی بائیں جانب نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہو گیا، آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے گھما کے اپنی دائیں جانب کھڑا کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ رکعت پڑھنے کے بعد لیٹ کر سو گئے حتیٰ کہ خراٹے لینے لگے اور آپ جب بھی سوتے تھے خراٹے لیتے تھے، اس کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ آئے اور آپ کو نماز (فجر) کی خبر دی۔ آپ نے کھڑے ہو کر بغیر وضو کیے نماز (سنت فجر) پڑھی اور یہ دعا مانگی: بار الٰہ! میرے دل میں نور پیدا کر دے، میری آنکھوں میں نور پیدا کر دے، میرے کانوں میں نور پیدا کر دے، میرے دائیں نور کر دے، میرے بائیں نور کر دے، میرے اُوپر نور کر دے، میرے نیچے نور کر دے، میرے سامنے نور کر دے اور میرے پس پشت نور کر دے۔ (راوی) کریب بیان کرتے ہیں کہ آپ نے سات کلمات اور فرمائے تھے جنہیں میں بھول گیا، پھر میری ملاقات حضرت عباس کی اولاد میں سے بعض لوگوں سے ہوئی تو انھوں نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ سات کلمات یہ تھے: (اے اللہ!) میرے پٹھوں، میرے گوشت، میرے خون، میرے بال اور میری کھال (کو نور کر دے)۔ ان کلمات کے

١٦٨٦ - حدثنا يحيى بن يحيى قال قرأت على مالك عن مخرمة بن سليمان عن كريب مولى ابن عباس ان ابن عباس رضي الله عنهما اخبره انه بات ليلة عند ميمونة ام المؤمنين رضي الله عنها وهي خالته قال فاضطجعت في عرض الوسادة واضطجع رسول الله صلى الله عليه وسلم واهله في طولها فنام رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى انتصف الليل او قبله بقليل او بعده بقليل فاستنيقظ رسول الله صلى الله عليه وسلم فجعل يمسح النوم عن وجهه بيده ثم قرأ العشر الآيات الخواتم من سورة آل عمران ثم قام الى شن معلقة فتوضأ منها فاحسن وضوءه ثم قام فصلى فقال ابن عباس رضي الله عنهما فقمت فصنعت مثل ما صنع رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم ذهبت فقمت الى جنبه فوضع رسول الله صلى الله عليه وسلم يده اليمنى على راسي واخذ باذني اليمنى يفتلها فصلى ركعتين ثم ركعتين ثم ركعتين ثم ركعتين ثم ركعتين ثم ركعتين ثم اوتر ثم اضطجع حتى جاءه المؤذن فقام فصلى ركعتين خفيفتين ثم خرج فصلى الصبح .

١٦٨٧ - وحدثني محمد بن سلمة المرادي قال نا عبد الله بن وهب عن عياض بن عبد الله الفهري عن مخرمة بن سليمان بهذا الاسناد وزاد ثم عمد الى شجب من ماء فتسوك فتوضأ واسبغ الوضوء ولم يهرق من الماء الا قليلا ثم حركني فقمت وسائر الحديث

علاوہ دو کلموں کا اور ذکر کیا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک رات وہ اپنی خالہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رہے۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ میں بستر کے عرض میں لیٹا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اہلیہ بستر کے طول میں لیٹے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے اور نصف شب یا اس سے کچھ کم یا زیادہ کے بعد بیدار ہوئے اور آپ نیند کی وجہ سے اپنی آنکھوں کو ہاتھوں سے مل رہے تھے، پھر آپ نے سورۂ آل عمران کی آخری دس آیات تلاوت فرمائیں پھر آپ ایک لٹکے ہوئے مشکیزہ کے پاس گئے اور اس سے اچھی طرح وضو کیا پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے بھی کھڑے ہو کر ایسا ہی کیا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا، پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنی شروع کر دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرا کان مروڑا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھی، پھر دو رکعت پڑھیں پھر دو رکعت پڑھیں، پھر دو رکعت پڑھیں پھر دو رکعت پڑھیں پھر دو رکعت پڑھیں، پھر وتر پڑھنے کے بعد لیٹ گئے یہاں تک کہ آپ کے پاس مؤذن آیا۔ آپ نے کھڑے ہو کر مختصر طریقہ سے دو رکعت (سنت فجر) پڑھی پھر جا کر آپ نے نماز فجر پڑھائی۔

اسی سند سے ایک اور روایت منقول ہے جس میں یہ اضافہ ہے آپ نے بیدار ہو کر پانی کی ایک پرانی مشک سے پانی لیا، مسواک کی اور مکمل وضو کیا، اور کم پانی بہایا، پھر مجھے ٹہوکا دے کر اٹھایا۔

نَحْوَ حَدِيثِ مَالِكٍ.

۱۶۸۸ - وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ نَا عَمْرٌو عَنْ عَبْدِ رَبِّهِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ نِمْتُ عِنْدَ مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهَا تِلْكَ اللَّيْلَةَ فَتَوَضَّأَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ فَأَخَذَنِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ فَصَلَّى فِي تِلْكَ اللَّيْلَةِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ نَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى نَفَخَ وَكَانَ إِذَا نَامَ نَفَخَ ثُمَّ أَتَاهُ الْمُؤَذِّنُ فَخَرَجَ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ قَالَ عَمْرٌو فَحَدَّثْتُ بِهِ بُكَيْرَ بْنَ الْأَشَجِّ فَقَالَ حَدَّثَنِي كُرَيْبٌ بِذَلِكَ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں میں ایک رات سویا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس رات وہاں تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کرکے نماز پڑھی، میں آپ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ آپ نے مجھے پکڑ کر اپنی دائیں جانب کر دیا۔ آپ نے اس رات تیرہ رکعت نماز پڑھی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے۔ حتیٰ کہ خراٹے لینے لگے۔ آپ جب بھی سوتے تھے خراٹے لیتے تھے۔ پھر آپ کے پاس مؤذن آیا آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور بغیر وضو کیے نماز پڑھی، راوی عمرو کہتے ہیں کہ میں نے بکیر بن اشج کو یہ حدیث سنائی تو انہوں نے کہا کہ کریب نے ان سے اسی طرح بیان کیا تھا۔

۱۶۸۹ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ قَالَ أَنَا الضَّحَّاكُ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ بِتُّ لَيْلَةً عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقُلْتُ لَهَا إِذَا قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَيْقِظِينِي فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ الْأَيْسَرِ فَأَخَذَ بِيَدِي فَجَعَلَنِي مِنْ شِقِّهِ الْأَيْمَنِ فَجَعَلْتُ إِذَا أَغْفَيْتُ يَأْخُذُ بِشَحْمَةِ أُذُنِي قَالَ فَصَلَّى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ احْتَبَى حَتَّى إِنِّي لَأَسْمَعُ نَفَسَهُ رَاقِدًا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ الْفَجْرُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ایک رات اپنی خالہ میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے پاس رہا اور ان سے میں نے کہا کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوں مجھے بھی اٹھا دیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے تو میں بھی آپ کے بائیں پہلو کھڑا ہو گیا۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنی دائیں جانب کھڑا کر دیا۔ مجھے جب بھی اونگھ آتی تھی، آپ میرے کان کی لو پکڑتے تھے، حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ آپ نے گیارہ رکعت نماز پڑھی پھر آپ سو گئے۔ یہاں تک کہ میں نے آپ کے خراٹے سنے اور جب فجر نمودار ہو گئی تو آپ نے مختصر طریقہ سے دو رکعت (سنت فجر) پڑھی۔

۱۶۹۰ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ نَا سُفْيَانُ عَنْ عَمْرٍو

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک رات اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں

ابْنِ دِينَارٍ، عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ خَالَتِهِ مَيْمُونَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ فَتَوَضَّأَ مِنْ شَنٍّ مُعَلَّقٍ وُضُوءًا خَفِيفًا قَالَ وَصَفَ وُضُوءَهُ وَجَعَلَ يُخَفِّفُهُ وَيُقَلِّلُهُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقُمْتُ وَصَنَعْتُ مِثْلَ مَا صَنَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ جِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ فَأَخْلَفَنِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ فَصَلَّى ثُمَّ اضْطَجَعَ فَنَامَ حَتَّى نَفَخَ ثُمَّ أَتَاهُ بِلَالٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَآذَنَهُ بِالصَّلٰوةِ فَخَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ قَالَ سُفْيَانُ وَهٰذَا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً لِأَنَّهُ بَلَغَنَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَامُ عَيْنَاهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ۔

١٦٩١- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُحَمَّدٌ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ بِتُّ فِي بَيْتِ خَالَتِي مَيْمُونَةَ فَبَقَيْتُ كَيْفَ يُصَلِّي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَقَامَ فَبَالَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ ثُمَّ نَامَ ثُمَّ قَامَ إِلَى الْقِرْبَةِ فَأَطْلَقَ شِنَاقَهَا ثُمَّ صَبَّ فِي الْجَفْنَةِ أَوِ الْقَصْعَةِ فَأَكَبَّهُ بِيَدِهِ عَلَيْهَا ثُمَّ تَوَضَّأَ وُضُوءًا حَسَنًا بَيْنَ الْوُضُوءَيْنِ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي فَجِئْتُ فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ قَالَ فَأَخَذَنِي فَأَقَامَنِي عَنْ يَمِينِهِ فَتَكَامَلَتْ صَلٰوةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ نَامَ حَتَّى نَفَخَ فَكُنَّا نَعْرِفُهُ إِذَا نَامَ بِنَفْخِهِ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلٰوةِ فَصَلَّى فَجَعَلَ يَقُولُ فِي صَلٰوتِهِ وَفِي سُجُودِهِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِي قَلْبِي نُورًا وَفِي سَمْعِي نُورًا وَفِي

رہے، رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھے اور ایک پرانی لٹکی ہوئی مشک سے مختصر وضو کیا۔ حضرت ابن عباس نے اختصار وضو کی تشریح میں بتایا کہ آپ نے وضو میں کم پانی استعمال کیا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں بھی اٹھا اور اُٹھ کر میں نے وہی کچھ کیا جو آپ نے کیا تھا، پھر میں (نماز کے لیے) آپ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا، آپ نے مجھے پیچھے کی جانب سے دائیں طرف کھڑا کر دیا، نماز پڑھنے کے بعد آپ لیٹ کر سو گئے، حتیٰ کہ خراٹے لینے لگے۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آکر آپ کو نماز (فجر) کی خبر دی۔ آپ نے جا کر بغیر وضو کیے فجر کی نماز پڑھا دی، سفیان کہتے ہیں کہ بغیر وضو کے نماز پڑھانا صرف آپ کا خاصہ ہے کیونکہ ہم کو یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سو جاتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رہا، میں یہ دیکھنے کے لیے جاگتا رہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح نماز پڑھتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ آپ اُٹھ کر پیشاب سے فارغ ہوئے پھر آپ نے ہاتھ منہ دھویا پھر سو گئے پھر اُٹھ کر ایک مشک کے پاس گئے اس کا منہ کھولا اور اس کا پانی ناند (ٹب) یا کسی بڑے پیالہ میں ڈالا پھر اس برتن کو اپنے ہاتھوں سے جھکایا اور بہت اچھے طریقے سے درمیانی وضو کیا، پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ میں آکر آپ کے بائیں پہلو میں کھڑا ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پکڑ کر اپنی دائیں طرف کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ رکعات مکمل کیں پھر آپ سو گئے اور خراٹے لینے لگے۔ ہم جانتے تھے کہ آپ سونے کے بعد خراٹے لیتے ہیں، پھر آپ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھنی شروع کر دی، آپ

بَصَرِي نُورًا وَعَنْ يَمِينِي نُورًا وَعَنْ شِمَالِي نُورًا وَأَمَامِي نُورًا وَخَلْفِي نُورًا وَفَوْقِي نُورًا وَتَحْتِي نُورًا وَاجْعَلْ لِي نُورًا أَوْ قَالَ وَاجْعَلْنِي نُورًا۔

نماز اور سجدہ میں یہ دعا مانگتے تھے: اے اللہ! میرے دل میں نور کر دے، میری آنکھوں میں نور کر دے، میرے کانوں میں نور کر دے، میرے دائیں نور کر دے، میرے بائیں نور کر دے، میرے آگے نور کر دے، میرے پیچھے نور کر دے، میرے اوپر نور کر دے، میرے نیچے نور کر دے، میرے لیے نور کر دے یا فرمایا مجھے (سر تا پا) نور بنا دے۔

۱۶۹۲- وَحَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ أَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ قَالَ أَنَا شُعْبَةُ قَالَ نَا سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ عَنْ بُكَيْرٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَلَمَةُ فَلَقِيتُ كُرَيْبًا فَقَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيثِ غُنْدَرٍ وَقَالَ وَاجْعَلْنِي نُورًا وَلَمْ يَشُكَّ۔

سلمہ کہتے ہیں کہ کریب سے میری ملاقات ہوئی تو انھوں نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں ایک رات اپنی خالہ حضرت میمونہ کے ہاں رہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے پھر حسب سابق حدیث ہے اور اس میں راوی غندر نے بغیر کسی شک کے کہا کہ حضور نے فرمایا: "اے اللہ! مجھے نور بنا دے۔"

۱۶۹۳- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَهَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ قَالَا نَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ أَبِي رِشْدِينَ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ وَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ وَلَمْ يَذْكُرْ غَسْلَ الْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ ثُمَّ أَتَى الْقِرْبَةَ فَحَلَّ شِنَاقَهَا فَتَوَضَّأَ وُضُوءًا بَيْنَ الْوُضُوءَيْنِ ثُمَّ أَتَى فِرَاشَهُ فَنَامَ ثُمَّ قَامَ قَوْمَةً أُخْرَى فَأَتَى الْقِرْبَةَ فَحَلَّ شِنَاقَهَا ثُمَّ تَوَضَّأَ وُضُوءًا هُوَ الْوُضُوءُ وَقَالَ أَعْظِمْ لِي نُورًا وَلَمْ يَذْكُرْ وَاجْعَلْنِي نُورًا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ایک رات میں اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تھا۔ باقی روایت حسب سابق ہے۔ اس روایت میں ہاتھ منہ دھونے کا ذکر نہیں ہے البتہ یہ ہے کہ حضور مشک کے پاس آئے، اس کا منہ کھولا، درمیانی وضو کیا پھر بستر پر آکر سو گئے پھر آپ دوبارہ اُٹھے مشک کے پاس آئے اس کا منہ کھولا، پھر دوسری بار وضو کیا اور فرمایا: اے اللہ! مجھے عظیم نور کر دے اور یہ نہیں فرمایا کہ مجھے نور کر دے۔

۱۶۹۴- وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَلْمَانَ الْحَجْرِيِّ عَنْ عُقَيْلِ بْنِ خَالِدٍ أَنَّ سَلَمَةَ بْنَ كُهَيْلٍ حَدَّثَهُ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا بَاتَ لَيْلَةً عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

سلمہ بن کہیل کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک رات گزاری حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر مشک کے پاس گئے اس سے پانی بہایا، وضو کیا اور زیادہ پانی خرچ نہیں کیا نہ وضو میں کوئی کمی کی۔ اس کے بعد حسب سابق

وَسَلَّمَ اِلَى الْقِرْبَةِ فَسَكَبَ مِنْهَا فَتَوَضَّأَ وَلَمْ يُكْثِرْ مِنَ الْمَاءِ وَلَمْ يُقَصِّرْ فِي الْوُضُوْءِ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ وَفِيْهِ قَالَ وَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَتَئِذٍ تِسْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً قَالَ سَلَمَةُ حَدَّثَنِيْهَا كُرَيْبٌ فَحَفِظْتُ مِنْهَا ثِنْتَيْ عَشْرَةَ كَلِمَةً وَنَسِيْتُ مَا بَقِيَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ قَلْبِيْ نُوْرًا وَفِيْ لِسَانِيْ نُوْرًا وَفِيْ سَمْعِيْ نُوْرًا وَفِيْ بَصَرِيْ نُوْرًا وَمِنْ فَوْقِيْ نُوْرًا وَمِنْ تَحْتِيْ نُوْرًا وَعَنْ يَمِيْنِيْ نُوْرًا وَعَنْ شِمَالِيْ نُوْرًا وَمِنْ بَيْنِ يَدَيَّ نُوْرًا وَمِنْ خَلْفِيْ نُوْرًا وَاجْعَلْ لِيْ فِيْ نَفْسِيْ نُوْرًا وَاَعْظِمْ لِيْ نُوْرًا۔

۱۶۹۵۔ وَحَدَّثَنِيْ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اِسْحٰقَ قَالَ اَنَا ابْنُ اَبِيْ مَرْيَمَ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ شَرِيْكُ بْنُ اَبِيْ نَمِرٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ قَالَ رَقَدْتُ فِيْ بَيْتِ مَيْمُوْنَةَ لَيْلَةً كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهَا لِاَنْظُرَ كَيْفَ صَلٰوةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ قَالَ فَتَحَدَّثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ اَهْلِهٖ سَاعَةً ثُمَّ رَقَدَ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ وَفِيْهِ ثُمَّ قَامَ فَتَوَضَّأَ وَاسْتَنَّ۔

۱۶۹۶۔ حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ اَبِيْ ثَابِتٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ رَقَدَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَيْقَظَ فَتَسَوَّكَ وَتَوَضَّأَ وَهُوَ يَقُوْلُ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ فَقَرَاَ هٰؤُلَاۗءِ الْاٰيَاتِ حَتّٰى خَتَمَ السُّوْرَةَ

روایت ہے، اور اس حدیث میں ہے کہ اس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انیس کلمات کے ساتھ دعا کی، سلمہ کہتے ہیں کہ مجھے کریب نے وہ کلمات بتائے تھے مجھے بارہ یاد رہے اور باقی بھول گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! میرے دل میں نور کر دے، میری زبان میں نور کر دے میرے کانوں میں نور کر دے، میری آنکھوں میں نور کر دے، میرے اوپر نور کر دے میرے نیچے نور کر دے میرے دائیں نور کر دے میرے بائیں نور کر دے، میرے سامنے نور کر دے، میرے پیچھے نور کر دے اور میرے اندر نور کر دے اور میرے لیے عظیم نور کر دے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر رہا، جس رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تھے، تاکہ رات کو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو دیکھ سکوں۔ حضرت ابن عباس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو کچھ دیر اپنی اہلیہ کے ساتھ بات چیت کی، پھر سو گئے۔ اس کے بعد حسب سابق روایت ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ آپ اٹھے، آپ نے وضو کیا اور مسواک کی۔

علی بن عبداللہ بن عباس بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں رات کو سو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے آپ نے وضو کیا اور مسواک کی درآں حالیکہ آپ نے یہ آیت پڑھی: (ترجمہ) لاریب آسمانوں اور زمین کی بناوٹ میں اور دن اور رات کے اختلاف میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں، آپ نے یہ آیات آخر سورت تک پڑھیں، پھر کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھی اور اس میں طویل قیام، رکوع اور سجود کیا، پھر آپ سو گئے، یہاں تک کہ خراٹے لینے لگے،

WWW.NAFSEISLAM.COM

ثم قام فصلى ركعتين فاطال فيهما القيام والركوع والسجود ثم انصرف فنام حتى نفخ ثم فعل ذلك ثلاث مرات بست ركعات كل ذلك يستاك و يتوضا و يقرا هؤلاء الآيات ثم اوتر بثلاث فاذن المؤذن فخرج الى الصلاة وهو يقول اللهم اجعل في قلبي نورا وفي لساني نورا واجعل في سمعي نورا واجعل في بصري نورا واجعل من خلفي نورا ومن امامي نورا واجعل من فوقي نورا ومن تحتي نورا اللهم اعطني نورا۔

پھر آپ نے تین بار اس طرح کر کے چھ رکعات پڑھیں، ہر بار مسواک کرتے، وضو کرتے، اور یہ آیات پڑھتے، پھر آپ نے تین رکعت وتر پڑھے، پھر مؤذن نے آکر آپ کو نماز (فجر) کی خبر دی، آپ نماز پڑھانے گئے۔ درآں حالیکہ آپ یہ دعا کر رہے تھے: اے اللہ! میرے دل میں نور کر دے میری زبان میں نور کر دے، میرے کانوں میں نور کر دے میری آنکھوں میں نور کر دے، میرے پیچھے نور کر دے میرے سامنے نور کر دے، میرے اوپر نور کر دے، میرے نیچے نور کر دے، اے اللہ! مجھے نور عطا کر دے۔

١٦٩٧ - حدثني محمد بن حاتم قال نا محمد بن بكر قال انا ابن جريج قال اخبرني عطاء عن ابن عباس رضي الله عنهما قال بت ذات ليلة عند خالتي ميمونة فقام النبي صلى الله عليه وسلم يصلي متطوعا من الليل فقام النبي صلى الله عليه وسلم الى القربة فتوضا فقام فصلى فقمت فصنعت كما رايته صنع ذلك فتوضات من القربة فقمت الى شقه الايسر فاخذ بيدي من وراء ظهري يعدلني كذلك من وراء ظهره الى الشق الايمن قلت افي التطوع كان ذلك قال نعم۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نفل پڑھنے کے لیے اٹھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مشک کے پاس گئے اور وضو کیا اور نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے۔ میں نے بھی اٹھ کر ویسے ہی کیا جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا تھا۔ مشک سے وضو کیا، اور آپ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ آپ نے میری پشت کے پیچھے سے ہاتھ پکڑ کر اپنی پشت کے پیچھے سے دائیں جانب کھڑا کر دیا۔ راوی نے پوچھا کیا یہ عمل نفل میں ہوا تھا؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا: ہاں!

١٦٩٨ - وحدثني هارون بن عبد الله ومحمد بن رافع قالا نا وهب بن جرير قال اخبرني ابي قال سمعت قيس بن سعد يحدث عن عطاء عن ابن عباس رضي الله عنهما قال بعثني العباس الى النبي صلى الله عليه وسلم وهو في بيت خالتي ميمونة فبت معه تلك الليلة فقام يصلي من الليل فقمت عن يساره فتناولني من خلف ظهره فجعلني عن يمينه۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ درآں حالیکہ آپ میری خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر تھے، اس رات میں آپ کے پاس رہا، آپ رات کو اٹھ کر نماز پڑھنے لگے۔ میں آپ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا، آپ نے مجھے اپنے پیچھے سے پکڑ کر دائیں جانب کر دیا۔

١٦٩٩ - حدثنا ابن نمير قال نا ابي قال نا عبد الملك

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حسب سابق

عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ بِتُّ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ نَحْوَ حَدِيثِ ابْنِ جُرَيْجٍ وَقَيْسِ بْنِ سَعْدٍ.

روایت منقول ہے۔

۱۷۰۰ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعات پڑھتے تھے۔

۱۷۰۱ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ قَيْسِ بْنِ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَهُ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ لَأَرْمُقَنَّ صَلَاةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّيْلَةَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ طَوِيلَتَيْنِ طَوِيلَتَيْنِ طَوِيلَتَيْنِ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُونَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُونَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُونَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُونَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ أَوْتَرَ فَذَلِكَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً.

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سوچا کہ میں آج رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا مشاہدہ کروں گا، آپ نے دو مختصر رکعت پڑھیں پھر لمبی سے لمبی بلکہ اس سے بھی لمبی دو رکعت پڑھیں۔ پھر پہلی نماز سے کچھ کم دو رکعت پڑھیں، پھر اس سے مختصر دو رکعت پڑھیں پھر اس سے مختصر دو رکعت پڑھیں، پھر اس سے مختصر دو رکعت پڑھیں، پھر وتر پڑھے اور یہ تیرہ رکعت ہیں۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

۱۷۰۲ - وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَدَائِنِيُّ أَبُو جَعْفَرٍ قَالَ نَا وَرْقَاءُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَانْتَهَيْنَا إِلَى مَشْرَعَةٍ فَقَالَ أَلَا تُشْرِعُ يَا جَابِرُ قُلْتُ بَلَى قَالَ فَنَزَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَشْرَعْتُ قَالَ ثُمَّ ذَهَبَ لِحَاجَتِهِ وَوَضَعْتُ لَهُ وَضُوءًا قَالَ فَجَاءَ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ خَالَفَ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں جا رہا تھا۔ ہم ایک گھاٹ پر پہنچے، آپ نے فرمایا: اے جابر! کیا تم پار نہیں اترتے؟ میں نے کہا کیوں نہیں! حضرت جابر کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اترے اور میں بھی اترا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لیے تشریف لے گئے اور میں نے آپ کے لیے وضو کا پانی رکھا، حضرت جابر کہتے ہیں کہ آپ نے آکر وضو کیا اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے، درآں حالیکہ آپ نے ایک کپڑا

بَيْنَ طَرَفَيْهِ فَقُمْتُ خَلْفَهٗ فَاَخَذَ بِاُذُنِيْ فَجَعَلَنِيْ عَنْ يَمِيْنِهٖ۔

پہنا ہوا تھا اور اس کے دائیں کنارے کو بائیں جانب اور بائیں کنارے کو دائیں جانب ڈالا ہوا تھا، میں آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ آپ نے مجھے کان سے پکڑ کر اپنی دائیں جانب کر لیا۔

۱۷۰۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ جَمِيْعًا عَنْ هُشَيْمٍ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ نَا هُشَيْمٌ قَالَ اَنَا اَبُوْ حُرَّةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ لِيُصَلِّيَ افْتَتَحَ صَلٰوتَهٗ بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو نماز کے لیے اُٹھتے تو دو مختصر رکعتوں کے ساتھ نماز شروع کرتے۔

۱۷۰۴۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَلْيَفْتَتِحْ صَلَاتَهٗ بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص رات کو نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہو تو دو مختصر رکعات سے نماز پڑھنا شروع کرے۔

۱۷۰۵۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ طَاؤُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَيَّامُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ اَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ وَقَوْلُكَ الْحَقُّ وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَاِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَاَسْرَرْتُ وَاَعْلَنْتُ اَنْتَ اِلٰهِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب آدھی رات کو نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے تو فرماتے: اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے لیے ہیں، تو آسمانوں اور زمین کا نور ہے اور تیرے ہی لیے حمد ہے، تو ہی آسمانوں اور زمین کو قائم کرنے والا ہے تیرے لیے ہی حمد ہے تو ہی آسمانوں اور زمین اور ان میں رہنے والوں کا رب ہے، تو سچا ہے تیرا وعدہ سچا ہے، تیرا قول سچا ہے، تجھ سے ملاقات حق ہے، جنت حق ہے، جہنم حق ہے اور قیامت حق ہے۔ اے اللہ! میں تیری اطاعت کرتا ہوں، تجھ پر ایمان رکھتا ہوں، تجھ پر ہی بھروسہ کرتا ہوں، تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں، تیری وجہ سے جنگ کرتا ہوں اور تجھی کو حکم بناتا ہوں۔ ان کاموں کا بخش دے جو میں نے پہلے کیے اور بعد میں کیے اور چھپ کر کیے اور ظاہر کیے، تو ہی معبود ہے تیرے سوا کوئی لائق

عبادت نہیں ہے۔

١٤٠٦ - حَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَابْنُ نُمَيْرٍ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالُوا نَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ كِلَاهُمَا عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَحْوَلِ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا حَدِيثُ ابْنِ جُرَيْجٍ فَاتَّفَقَ لَفْظُهُ مَعَ حَدِيثِ مَالِكٍ وَلَمْ يَخْتَلِفَا إِلَّا فِي حَرْفَيْنِ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ مَكَانَ قَيَّامُ قَيِّمُ وَقَالَ وَمَا أَسْرَرْتُ وَأَمَّا حَدِيثُ ابْنِ عُيَيْنَةَ فَفِيهِ بَعْضُ زِيَادَةٍ وَيُخَالِفُ مَالِكًا وَابْنَ جُرَيْجٍ فِي أَحْرُفٍ۔

طاؤس نے حضرت ابن عباس کی روایت اس طرح بیان کی ہے، ابن جریج اور مالک کی روایت بھی ان کے موافق ہے۔ صرف یہ فرق ہے کہ ابن جریج نے قیام کی جگہ قیم کہا اور وَمَا أَسْرَرْتُ کا لفظ کہا البتہ ابن عیینہ کی روایت مالک اور جریج کے خلاف ہے اور اس میں بعض الفاظ کی زیادتی اور کمی ہے۔

١٤٠٧ - وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ قَالَ نَا مَهْدِيٌّ وَهُوَ ابْنُ مَيْمُونٍ قَالَ نَا عِمْرَانُ الْقَصِيرُ عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ وَاللَّفْظُ قَرِيبٌ مِنْ أَلْفَاظِهِمْ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

١٤٠٨ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ وَأَبُو مَعْنٍ الرَّقَاشِيُّ قَالُوا نَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ قَالَ نَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا بِأَيِّ شَيْءٍ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْتَتِحُ صَلٰوتَهُ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ قَالَتْ كَانَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ افْتَتَحَ صَلٰوتَهُ اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرِيلَ وَمِيكَائِيلَ وَإِسْرَافِيلَ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ اهْدِنِي لِمَا اخْتُلِفَ فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِكَ إِنَّكَ تَهْدِي مَنْ تَشَاءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ۔

حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو نماز پڑھنے کھڑے ہوتے تو کس طرح نماز شروع کرتے تھے؟۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کی نماز اس دعا سے شروع کرتے! اے اللہ! جبرائیل میکائیل اور اسرافیل کے رب، آسمانوں اور زمین کے خالق، غیب اور شہادت کے عالم، جب بندے آپس میں اختلاف کرتے ہیں تو تو ہی ان کا فیصلہ کرنے والا ہے۔ اے اللہ! حق کی جن باتوں میں اختلاف ہو گیا ہے تو ان میں مجھ کو راہِ استقامت پر رکھ، اور تو جسے چاہتا ہے صراطِ مستقیم کی ہدایت دیتا ہے۔

١٧٠٩ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ قَالَ نَا يُوسُفُ الْمَاجِشُونُ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْأَعْرَجِ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلٰوةِ قَالَ إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ إِنَّ صَلٰوتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ لَا شَرِيكَ لَكَ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ اللّٰهُمَّ أَنْتَ الْمَلِكُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَنْتَ رَبِّي وَأَنَا عَبْدُكَ ظَلَمْتُ نَفْسِي وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِي فَاغْفِرْ لِي ذُنُوبِي جَمِيعًا إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ وَاهْدِنِي لِأَحْسَنِ الْأَخْلَاقِ لَا يَهْدِي لِأَحْسَنِهَا إِلَّا أَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّي سَيِّئَهَا لَا يَصْرِفُ عَنِّي سَيِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهُ فِي يَدَيْكَ وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ أَنَا بِكَ وَإِلَيْكَ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ وَإِذَا رَكَعَ قَالَ اللّٰهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَلَكَ أَسْلَمْتُ خَشَعَ لَكَ سَمْعِي وَبَصَرِي وَمُخِّي وَعَظْمِي وَعَصَبِي وَإِذَا رَفَعَ قَالَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْءَ الْأَرْضِ وَمِلْءَ مَا بَيْنَهُمَا وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ وَإِذَا سَجَدَ قَالَ اللّٰهُمَّ لَكَ سَجَدْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَلَكَ أَسْلَمْتُ سَجَدَ وَجْهِي لِلَّذِي خَلَقَهٗ وَصَوَّرَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ تَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ثُمَّ يَكُونُ مِنْ آخِرِ مَا يَقُولُ بَيْنَ التَّشَهُّدِ وَالتَّسْلِيمِ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ وَمَا

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے تو فرماتے: میں اپنا منہ اس ذات کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمین کو ٹھیک ٹھیک بنایا، اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔ ہر گاہ میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور موت اللہ رب العالمین کے لیے ہے، جس کا کوئی شریک نہیں، مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے اور میں مسلمانوں میں سے ہوں، اے اللہ! تو بادشاہ ہے تیرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں تو میرا رب ہے اور میں تیرا بندہ ہوں، میں نے اپنی جان پر ظلم کیا، میں اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں، میرے تمام گناہوں کو بخش دے، کیونکہ تیرے سوا کوئی اور گناہوں کا بخشنے والا نہیں ہے، مجھے اچھے اخلاق کی ہدایت دے اور اچھے اخلاق کی ہدایت تیرے سوا کوئی نہیں دے سکتا، برے اخلاق مجھ سے دور کر دے، اور مجھ سے برے اخلاق کو تیرے سوا کوئی دور کرنے والا نہیں ہے۔ میں تیری اطاعت کے لیے حاضر اور فرمانبردار ہوں، ہر خیر تیرے دست قدرت میں ہے اور کوئی برائی تیری طرف منسوب نہیں ہے، میں تجھ سے استعانت کرتا ہوں اور تیری پناہ میں آتا ہوں تو برکت والا اور بلند ہے میں تجھ سے معافی چاہتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور رکوع میں آپ فرماتے! اے اللہ! میں تیری رضامندی کے لیے جھکا، تجھ پر ایمان لایا اور تیری فرمانبرداری کی۔ میرے کان میری آنکھیں، میرا مغز، میری ہڈیاں اور میرے پٹھے سب تجھ سے ڈرتے ہیں۔ جب رکوع سے کھڑے ہوتے تو فرماتے: اے اللہ! ہمارے رب! تیرے لیے ایسی حمد ہے جس سے تمام آسمان اور زمین اور جو ان کے اندر ہے سب بھر جائے بلکہ جس قدر تو چاہے ان میں تیری حمد بھر جائے، اور سجدہ میں فرماتے: اے اللہ! میں نے تیری رضامندی کے لیے سجدہ کیا، تجھ پر ایمان لایا اور تیری فرمانبرداری کی، میرا چہرہ اس

اَسْرَفْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ.

ذات کو سجدہ کر رہا ہے جس نے اس کو پیدا کیا اور اس کی صورت بنائی اور اس کے کانوں اور آنکھوں کو تراش کر بنایا، اللہ برکت والا ہے اور سب سے اچھا بنانے والا ہے، پھر آخر میں تشہد اور سلام کے درمیان فرماتے: اے اللہ! میرے ان کاموں کو بخش دے جو میں نے پہلے کیے اور بعد کیے جو میں نے چھپ کر کیے اور ظاہر کیے، اور جو میں نے زیادتی کی، اور ان کاموں کو بخش دے جن کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے، تو ہی آگے اور پیچھے کرنے والا ہے اور تیرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔

۱۷۱۰ - وَحَدَّثَنَاهُ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ ح وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَنَا اَبُو النَّضْرِ قَالَا نَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ عَمِّهِ الْمَاجِشُوْنِ بْنِ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنِ الْاَعْرَجِ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ كَبَّرَ ثُمَّ قَالَ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ وَقَالَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ وَقَالَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَقَالَ صَوَّرَهٗ فَاَحْسَنَ صُوْرَهٗ وَقَالَ اِذَا سَلَّمَ قَالَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ اِلٰى اٰخِرِ الْحَدِيْثِ وَلَمْ يَقُلْ بَيْنَ التَّشَهُّدِ وَالتَّسْلِيْمِ.

اسی سند کے ساتھ ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو اللہ اکبر کہتے پھر فرماتے "وجهت وجهي" اور "انا اول المسلمين" اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو فرماتے "سمع الله لمن حمده ربنا ولك الحمد"۔ فرماتے: اللہ نے صورت بنائی اور اچھی صورت بنائی اور جب سلام پھیرتے تو فرماتے: اے اللہ! میرے ان کاموں کو بخش دے جو میں نے پہلے کیے اس کے بعد حسب سابق روایت ہے اور تشہد اور سلام کے درمیان کلمات کا ذکر نہیں کیا ہے۔

حدیث ابن عباس سے مستفاد انہتر (۶۹) احکام شرعیہ

امام مسلم نے اس باب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر رات گزارنے کا قصہ پندرہ اسانید کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس واقعہ سے متعدد احکام شرعیہ مستفاد ہوتے ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیٹ کر نیند فرمائیں تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا کیونکہ آپ نے مؤذن کے جگانے پر بغیر وضو کیے سنت فجر پڑھیں اور صحابہ کو جماعت کرائی، باقی انبیاء علیہم السلام کی نیند کا بھی یہی حکم ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے دل نیند کی حالت میں بیدار رہتے ہیں تاکہ حالت نیند میں حاصل ہونے والی وحی کو محفوظ رکھ سکیں جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں ذبح اسماعیل کا صورۃً حکم ہوا اسی لیے کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں۔ اگر یہ اعتراض ائے کہ ان احادیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپ نے نیند سے اٹھ کر وضو کیا اس لیے نیند سے وضو کا نہ ٹوٹنا ثابت نہیں ہوگا! ایک جواب یہ ہے کہ وضو کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ نے حدث (وضو نہ ہونا) کی بناء پر وضو کیا ہو، بعض اوقات

فضیلت کے حصول کے لیے وضوء کے باوجود وضو کیا جاتا ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے سونے سے پہلے ہی آپ بے وضوء ہوں اس لیے نیند سے اُٹھ کر وضوء کیا۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ سو کر اٹھنے کے بعد آپ نے وضو اس وقت کیا ہے جب اٹھ کر پہلے پیشاب کیا تھا۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ علامہ عینی نے فرمایا نیند کی مختلف حالتیں ہوتی ہیں بعض احوال میں نیند سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے اور بعض میں نہیں ٹوٹتا[1] لیکن ہمارے نزدیک یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ آپ نے مطلقاً بغیر کسی قید کے فرمایا ہے میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا۔ (۲) نابالغ بچہ کا اپنے محرم کے گھر رات گزارنا جیسے حضرت ابن عباس نے اپنی خالہ حضرت میمونہ کے ہاں رات گذاری۔ (۳) صحابہ کا علم دین کے حصول کا شوق۔ (۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات کو دین قرار دینا کیونکہ حضرت ابن عباس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رات کے معمولات کے مشاہدہ کے لیے وہاں رات گذاری تھی (۵) علم دین کی لگن میں رات جاگ کر گزارنا جیسے حضرت ابن عباس نے رات جاگ کر گزاری۔ (۶) نابالغ محرم کا زوجین کے ساتھ ایک بستر پر سو جانا یا لیٹ جانا جیسے بستر کے عرض میں حضرت ابن عباس لیٹ گئے تھے (۷) عشاء کی نماز کے بعد شوہر کا اپنی اہلیہ سے موانست کی خاطر یا امورِ دین میں گفتگو کرنے کا جواز کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کے بعد کچھ دیر حضرت میمونہ سے باتیں کیں البتہ فضول اور بے کار قصہ کہانیوں میں رات گذارنا مکروہ ہے جس سے صبح کی نماز قضاء ہو جانے کا خطرہ ہو (۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع اور حسنِ اخلاق کا اظہار کیونکہ آپ نے بغیر بُرا منائے حضرت ابن عباس کو اپنے ساتھ لٹایا (۹) صلہ رحمی کا ثبوت کیونکہ صلہ رحمی کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ رشتہ داروں سے ملنے جلنے کو قائم رکھا جائے (۱۰) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی فضیلت کہ انھوں نے محبتِ رسول میں رات جاگ کر گزاری۔ (۱۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کی اقتداء کرنا (۱۲) نوافل کی جماعت کا صحیح ہونا، ہر چند یہاں صرف ایک شخص کی اقتداء کا ذکر ہے اور ترمذی شریف میں حضرت انس کے گھر ایک دعوت کے موقع پر حضرت انس، یتیم اور ان کی دادی کی اقتداء کا ذکر ہے۔ اس سے فقہاء حنفیہ نے نوافل کی جماعت میں زیادہ سے زیادہ تین آدمیوں کے شمول کو بلا کراہت جائز قرار دیا ہے اور چار آدمیوں کا نفل کی جماعت میں شامل ہونا بالاتفاق مکروہ تنزیہی ہے۔ (۱۲) امام کا ایک مقتدی کے ساتھ نماز پڑھانا۔ (۱۳) صحت امامت اور جماعت کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ امام کسی کو نماز پڑھانے کی نیت کرے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز پڑھ رہے تھے اور بعد میں بغیر کسی پیشگی منصوبہ کے حضرت ابن عباس آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ (۱۴) نابالغ شخص کی نماز اور اس کا مقتدی ہونا صحیح ہے۔ (۱۵) اگر مقتدی صرف ایک ہو تو وہ امام کی دائیں طرف کھڑا ہو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس کو بائیں جانب سے ہٹا کر دائیں جانب کھڑا کیا۔ (۱۶) مقتدی کسی حال میں امام پر مقدم نہیں ہو سکتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس کو اپنے پیچھے سے پکڑ دائیں جانب کھڑا کیا ورنہ آگے سے کھینچ کر دائیں جانب لانا زیادہ آسان تھا (۱۷) نماز میں عمل قلیل کا جائز ہونا (۱۸) عالم کا فرض کہ اگر حالتِ نماز میں بھی کسی غلط کام کی اصلاح کر سکتا ہو تو کر دے جیسا کہ آپ نے حضرت ابن عباس کی اصلاح کی (۱۹) نماز میں بیدار رکھنے کے لیے کسی بچہ کا کان مروڑنا جائز ہے کیونکہ جب حضرت ابن عباس کو اونگھ آتی تو آپ ان کا کان مروڑ دیتے۔ (۲۰) بچوں کو ادب سکھانے اور گوشمالی کا ثبوت (۲۱) مؤذن کا امام کو نماز کے وقت پر مطلع کرنا جیسے حضرت بلال نمازِ فجر کے وقت آ کر آپ کو جگاتے تھے۔ (۲۲) امام کا مؤذن کی اطلاع پر اٹھ جانا (۲۳) نفل اور فرض کو ایک وضوء کے ساتھ پڑھنا۔ (۲۵) تہجد پڑھنے کے بعد کروٹ کے بل لیٹنا (۲۶) تہجد

[1] ۔ علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۵۷ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۴۸ھ۔

کی نماز پہلے آپ پر واجب تھی اور صحیح یہ ہے کہ بعد میں اس کا وجوب منسوخ ہو گیا[1] (۲۷) عالم کے ساتھ رات گزارنا تاکہ عالم اور استاذ کے احوال پر مطلع ہو کے اپنے علم میں اضافہ کرے (۲۸) استاذ، عالم دین یا شیخ کے ساتھ رات اس لیے گزارنا کہ شاید اس کی کسی خدمت کا موقع نصیب ہو۔ (۲۹) علو فی السند کا حاصل کرنا یا براہ راست اور بلا واسطہ حصول علم کا شوق ورنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت میمونہ سے پوچھ کر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات معلوم کر سکتے تھے (۳۰) نفل میں بھی فرض کی طرح گفتگو کرنا حرام ہے ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابن عباس کو زبانی بھی دائیں جانب کھڑے ہونے کا مسئلہ بتا سکتے تھے۔ (۳۱) طریق ادب یہ ہے کہ مقتدی امام کے تلمیذ استاذ کے اور چھوٹا بڑے کے دائیں جانب بیٹھے (۳۲) جب کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیدار ہونے کے بعد آل عمران کی آخری آیات تلاوت کیں اور اس کے بعد وضو کیا۔ بخاری میں اسی طرح ہے۔ (۳۳) بے وضو شخص قرآن کریم پڑھ سکتا ہے، البتہ جنبی شخص اور حائضہ عورت نہیں پڑھ سکتی۔ (۳۴) تہجد پڑھنے والا شخص وتر تہجد کے بعد پڑھے کیونکہ آپ نے ایسا ہی کیا تھا۔ (۳۵) نفلی نماز میں رکوع اور سجدہ کے اندر دعا مانگنے کا جواز کیونکہ آپ نے رکوع اور سجدہ میں دعا کی (۳۶) دعا سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرنا۔ (۳۷) دعا میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی عاجزی اور انکساری کا اظہار کرنا۔ (۳۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اعضاء میں نورانیت کے حصول کی دعا کی حالانکہ آپ کے اعضاء میں نورانیت پہلے بھی موجود تھی اس سے معلوم ہوا کہ بندہ کو اللہ تعالیٰ کی جو نعمت حاصل ہو پھر بھی اس نعمت کے لیے دعا کرے تاکہ اس نعمت میں دوام اور ترقی حاصل ہو (۳۹) تہجد کی نماز دو، دو رکعت کر کے پڑھنا جس طرح ان احادیث میں تفصیلاً ذکر کیا گیا ہے۔ (۴۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تہجد کی نماز مختلف تعداد مثلاً چار سے کر بارہ رکعات تک پڑھی ہیں تاکہ امت کو عمل کرنے اور آپ کی اقتداء کرنے میں آسانی ہو۔ جو شخص جتنی رکعات سہولت کے ساتھ پڑھ سکے پڑھ لے اس کو آپ کی اقتداء حاصل ہو جائے گی (۴۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکعات تہجد مختلف اوقات میں مختلف تعداد میں پڑھی ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تہجد آپ پر فرض نہ تھی کیونکہ اگر تہجد فرض ہوتی تو اس کی رکعات متعین ہوتیں۔ جس طرح باقی فرائض کی رکعات معین ہیں۔ (۴۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو اپنی اہلیہ سے گفتگو بھی کی رات کو آرام بھی کیا نیند بھی کی اور نوافل بھی پڑھے اور یہی دین فطرت ہے کہ مخلوق اور خالق دونوں کے حقوق ادا کیے جائیں اور اپنے نفس کا حق بھی ادا کیا جائے۔ (۴۳) نیند سے بیدار ہو کر اواخر آل عمران کی تلاوت کرنا سنت ہے۔ (۴۴) صبح کی دو رکعت سنت کو اختصار کے ساتھ پڑھنا کیونکہ آپ ایسا ہی کرتے تھے (۴۵) تہجد کی نماز میں پہلی دو رکعت کو اختصار کے ساتھ پڑھنا، دوسرے دوگانہ کو بہت لمبا قیام اور اس کے مناسب رکوع و سجود کے ساتھ پڑھنا پھر بتدریج طول کو کم کرنا یہ بات زید بن خالد جہنی کی روایت میں ہے۔ (۴۶) تہجد کی نماز کے لیے جو وضو کرے اس میں بھی دائماً مسواک کرے کیونکہ آپ ایسا کرتے تھے۔ (۴۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس اور ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے موجود ہونے کے باوجود وضو اور استنجاء کے لیے پانی خود فراہم کیا اس سے معلوم ہوا کہ اپنی نجی ضروریات کے کام خود کرنے چاہئیں۔ (۴۸) بلا ضرورت عبادت میں غیر سے مدد نہیں لینی چاہیے۔ (۴۹) اپنی اہلیہ یا خادم کو بلا ضرورت نہیں جگانا چاہیے۔ (۵۰)۔ وضو کرنے میں ضرورت سے زیادہ پانی خرچ کرنا اسراف اور ممنوع ہے۔ کیونکہ ان احادیث میں بار بار ذکر ہے۔

[1] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ۔ عمدۃ القاری ج ۲ ص ۲۵۰ ۔ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۴۸ھ۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کرتے وقت زیادہ پانی نہیں گرایا۔ (۵۱) حتی الامکان لوگوں کو بدگمانی کے اسباب سے بچانا چاہیے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیدار ہونے کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس خیال سے انگڑائی لی تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ سمجھیں کہ وہ تجسس کی خاطر جاگتے رہے تھے کیونکہ دوسروں کی ٹوہ میں رہنا ممنوع ہے۔ ہر چند کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی نیت بخیر تھی اور وہ صرف حصول علم کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات شب معلوم کرنا چاہتے تھے۔ (۵۲) نیند سے اٹھ کر آنکھیں ملنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے کیونکہ آپ نے اس رات ایسا کیا تھا۔ (۵۳) بعض لوگ کسی سونے والے شخص کے خراٹوں کو برا سمجھتے ہیں ایسا سمجھنا غلط ہے کیونکہ آپ بھی نیند میں خراٹے لیتے تھے۔ (۵۴) نماز میں اونگھنا ممنوع ہے۔ کیونکہ جب حضرت ابن عباس اونگھتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابن عباس کا کان مروڑ دیتے۔ (۵۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حالت نماز میں بھی مقتدیوں کے احوال سے باخبر رہتے تھے اور جو چیز لائق اصلاح ہوتی حالت نماز میں بھی اس کی اصلاح کر دیتے تھے۔ (۵۶) اگر سوتے میں پیشاب آئے تو پیشاب سے فارغ ہونے کے بعد ہاتھ منہ دھو کر سونا چاہیے کیونکہ آپ نے ایسا ہی کیا ہے۔ (۵۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کے وقت برتن جھکا کر اس سے پانی لیا اس سے معلوم ہوا کہ نیند سے اٹھ کر ہاتھ دھوئے بغیر برتن میں ہاتھ نہیں ڈالنا چاہیے۔

(۵۸) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے کہا تھا کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوں تب مجھے اٹھا دیں اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس کو ان احوال کے مشاہدہ کا شدید اشتیاق تھا کیونکہ انہوں نے خود جاگنے کے ارادہ کے باوجود ام المومنین سے اٹھانے کے لیے کہا۔ (۵۹) بغیر سبب کے اپنے نفس پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے (۶۰) نیکی کے کام میں دوسروں سے مدد لینا چاہیے۔ (۶۱) نماز تہجد کی خاطر اٹھنے کے لیے گھڑی کا الارم لگانے کا جواز بھی اس سے ثابت ہوتا ہے (۶۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاشانۂ اقدس میں سادگی کا پتا چلتا ہے کیونکہ آپ نے ایک پرانے اور سالخوردہ مشکیزہ سے پانی لے کر وضو فرمایا۔ چاہتے تو گھر میں کیا کچھ نہیں رکھ سکتے تھے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا فقر اختیاری تھا۔ (۶۳) تہجد کی نماز شروع کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے، جن ضروریات دین پر ایمان لانا ضروری ہے مثلاً قیامت اور حشر و نشر وغیرہ ان کا اظہار کرے اپنی عبودیت اور احتیاج کا اعتراف کرے۔ اپنے گناہوں پر نادم ہو کر ان کی معافی چاہے اور اللہ کی اطاعت کا اقرار کرے تاکہ ایمان اور اسلام کی تجدید اور توبہ کے ذریعہ اپنے گناہوں کو دھونے کے بعد پاک صاف ہو کر اللہ کی بارگاہ میں کھڑا ہو کیونکہ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضور رات کو جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو یہ کلمات فرماتے: اللهم لك الحمد انت نور السموٰت والارض الحديث حدیث نمبر ۱۷۰۵ میں ان کلمات کا ذکر ہے۔ (۶۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گناہوں کا اعتراف کرنا اور معافی چاہنا یا اس لیے تھا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ یا اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے کے لیے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے واستغفره فرما کر آپ کو توبہ کا حکم دیا ہے یا تواضع اور انکسار کی وجہ سے یا تعلیم امت کے لیے، اس بحث کی پوری تفصیل ہم ان شاء اللہ باب الدعوات میں ذکر کریں گے۔

علامہ بدر الدین عینی نے اس حدیث سے چھبیس احکام شرعیہ مستنبط کیے ہیں جن میں سے اکیس فوائد ہم نے ذکر کر دیے ہیں اور تینتالیس فوائد وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم خاص سے مجھ پر منکشف کیے ہیں و لله الحمد على ذلك، علامہ عینی کے ذکر کردہ جن پانچ فوائد کو ہم نے ذکر نہیں کیا ان میں سے ایک ہماری نظر میں صحیح نہیں اور چار بالکل ظاہر تھے۔ ان کی

تفصیل یہ ہے۔ (۱) کسی شخص کی زوجہ کے ساتھ اس کے گھر میں قیام کرنا۔ (۲) نابالغ کا بالغ کی اقتداء میں نماز پڑھنا (۳) کم از کم وضو بھی کافی ہوتا جب کہ اعضاء کو پوری طرح دھو لیا جائے اور یہ ایک ایک بار ہے (۴) امام کا مؤذن سے خبر سن کر اس کے ساتھ نماز کے لیے جانا۔ (۵) معمولی نیند سے وضو کا نہ ٹوٹنا۔ اس فائدہ سے علامہ عینی بھی مطمئن نہیں ہیں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیند میں خراٹے لے رہے تھے اور جس نیند میں خراٹے ہوں وہ گہری نیند ہوتی ہے معمولی اور خفیف نہیں ہوتی۔ بہرحال اگر ان پانچ فوائد کو بھی ملا لیا جائے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث سے انہتر (۶۹) احکام شرعیہ مستنبط ہوئے اور یہ ہماری نظر میں ہیں ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک عمل میں جس قدر حکمتیں فوائد، اور احکام شرعیہ ہوتے ہیں انکو کما حقہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی جانتا ہے۔

دعائے نور

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ان متعدد روایات میں ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اے اللہ! میرے قلب میں نور پیدا کر دے، الحدیث۔ اس کی شرح میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔

قال القرطبی هذه الانوار التی دعا بها رسول الله صلی الله علیه وسلم یمکن حملها علی ظاهرها فیکون سال الله تعالیٰ ان یجعل له فی کل عضو من اعضائه نورا یستضیئ به یوم القیمة فی تلك الظلم هو ومن تبعه او من شاء الله منهم قال والاولی ان یقال: هی مستعارة للعلم والهدایة الی قوله والتحقیق فی معناه ان النور مظهر ما نسب الیه وهو یختلف بحسبه: فنور السمع مظهر المسموعات ونور البصر کاشف للمبصرات ونور القلب کاشف عن المعلومات ونور الجوارح ما یبدو علیها من اعمال الطاعات قال الطیبی معنی طلب النور للاعضاء عضوا عضوا ان یتحلی بانوار المعرفة والطاعات ویتعری عما عداهما فان الشیاطین تحیط بالجهات الست بالوساوس فکان التخلص منها بالانوار السادة لتلك الجهات قال: وکل هذه الامور راجعة الی الهدایة والبیان وضیاء الحق۔

علامہ قرطبی نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن انوار کی دعا کی ہے ان انوار سے ظاہری معنی بھی مراد لیا جا سکتا ہے گویا آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اعضاء میں ایسا نور پیدا کر دے جس سے روز قیامت کے اندھیروں میں روشنی ہو، جو آپ کو، آپ کے متبعین کو اور جنہیں اللہ تعالیٰ چاہے حاصل ہو گی۔ علامہ قرطبی نے کہا اولیٰ یہ ہے کہ نور سے مجازاً علم اور ہدایت کا ارادہ کیا جائے۔ علامہ عسقلانی فرماتے ہیں کہ تحقیق یہ ہے کہ نور کی جس عضو کی طرف نسبت ہے اس عضو کا اس کے مناسبات کے لیے مظہر ہونا مراد ہے۔ سمع کا نور یہ ہے کہ وہ مسموعات کا مظہر ہو جائے اور بصر کا نور یہ ہے کہ وہ مبصرات کے لیے کاشف ہو جائے اور قلب کا نور یہ ہے کہ وہ معلومات کے لیے کاشف ہو جائے اور اعضاء کا نور یہ ہے کہ ان سے عبادات صادر ہوں۔ علامہ طیبی نے کہا کہ اعضاء کے لیے نور کی دعا کا معنی یہ ہے کہ آپ کے اعضاء معرفت الٰہی اور عبادات کے انوار سے روشن ہو جائیں اور ان میں معرفت اور عبادات کے علاوہ کچھ نہ ہو کیونکہ شیطان چھ جہات سے وسوسہ کے لیے حملہ آور ہوتا ہے تو اس سے بچنا اس طرح ہو گا کہ ان چھ جہات (دائیں بائیں اوپر نیچے آگے پیچھے) میں انوار ہوں جو اس کو روک سکیں۔ علامہ طیبی نے کہا کہ ان انوار سے مراد ہدایت، بیان اور حق کی

روشنی ہے۔[1]

علامہ عینی نے علامہ قرطبی اور علامہ طیبی کی عبارات کا خلاصہ بیان کیا ہے۔[2]

ملا علی قاری نے علامہ قرطبی کے ذکر کردہ دونوں معنی یعنی نور حسی (روشنی) اور نور معنوی (علم اور ہدایت) کو ذکر کیا ہے اور علامہ قرطبی کی وہ عبارت نقل کی ہے جس میں انہوں نے نور معنوی یعنی علم اور ہدایت کے معنی کو ترجیح دی ہے اس کے بعد فرمایا:

قلت ویمکن الجمع فتامل فانہ لا منع۔[3]

میں کہتا ہوں کہ یہ دونوں معنی مراد لیے جا سکتے ہیں کیونکہ اس ارادہ سے کوئی مانع نہیں ہے لہٰذا غور کرنا چاہیے۔

علامہ دشتانی فرماتے ہیں:

قلت ودعاؤہ صلی اللہ علیہ وسلم بھٰذہ الدعوات وما فی الاحادیث بعدھا ان کان تعلیما للامۃ فواضح والا فھو بحسب ارتقاء المقامات لان الجمیع قد جعل لہ صلی اللہ علیہ وسلم۔[4]

میں کہتا ہوں کہ ان احادیث میں (حصولِ نور کی) جن دعاؤں کا ذکر ہے اور بعد کی احادیث میں جن دعاؤں (جن میں طلب مغفرت، اعمال صالحہ کا حصول اور فسق و فجور سے احتراز کی دعائیں ہیں) کا ذکر ہے اگر اس سے مراد تعلیم امت ہے تو بات واضح ہے ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سب دعائیں ان چیزوں میں ترقی کے لیے کی ہیں کیونکہ آپ کو یہ تمام امور حاصل تھے۔

علامہ دشتانی کی اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ اس باب کے آخر میں حضرت علی کی روایات میں جو کلمات استغفار ہیں وہ سب تعلیم امت کے لیے ہیں اس کی مزید تحقیق ان شاء اللہ ہم باب الدعوات میں ذکر کریں گے۔

لفظ رب کی تحقیق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعائیہ کلمات ذکر کیے ہیں ان میں ایک کلمہ ہے انت رب السمٰوٰت والارض علامہ نووی فرماتے ہیں کہ لغت میں رب کے تین معانی ہیں (۱) السید المطاع (۲) مصلح (۳) مالک۔ جب رب کا لفظ سید مطاع کے معنی میں مستعمل ہو تو یہ شرط ہے کہ جن کی تربیت کی وجہ سے وہ رب ہے وہ ذوالعقول ہوں اس لیے رب الشجر والجبال کہنا صحیح نہیں ہے۔ قاضی عیاض کہتے ہیں کہ یہ شرط فاسد ہے کیونکہ ذوالعقول اور غیر ذوی العقول سب اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے کہ زمین و آسمان نے اللہ تعالیٰ سے کہا اتینا طائعین (حم سجدۃ: ۱۱) جب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں (جب وہ دھواں ہو رہے تھے) اور زمین کو بلایا تو انہوں نے کہا ہم خوشی سے آتے ہیں۔ علامہ نووی نے یہ بھی لکھا ہے کہ رب کے معنی میں چار

WWW.NAFSEISLAM.COM

---

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ۔ فتح الباری ج ١١ ص ١١٨، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، طبعہ ثانیہ ١٤٠١ھ۔

[2] حافظ بدرالدین عینی متوفی ٨٥٥ھ۔ عمدۃ القاری ج ٢٢ ص ٢٨٠ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، الطبعۃ الاولی ١٣٤٨ھ

[3] ملا علی قاری متوفی ١٠١٤ھ۔ مرقاۃ ج ٣ ص ١٢٥ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، الطبعۃ الاولی ١٣٩٠ھ

[4] علامہ ابو عبد اللہ دشتانی متوفی ٨٢٨ھ۔ اکمال اکمال المعلم ج ٢ ص ٣٩١ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

اقوال ہیں، مالک، سید، مدبر اور مربّی اور یہ فرمایا ہے کہ جب لفظ رب پر الف لام ہو (الرب) تو یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے ورنہ نہیں۔ کیونکہ یہ کہا جاتا ہے رب المال اور رب الدار اور نور السموٰت والارض کا معنی منور السموٰت و الارض ہے۔ [1]

اللہ تعالیٰ کی طرف شر کی نسبت

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت (حدیث نمبر ۱۶۰۹) میں یہ الفاظ ہیں: والخیر کلہ فی یدیک والشر لیس الیک۔ "ہر خیر تیرے قبضہ و قدرت میں ہے اور کوئی شر تیری طرف منسوب نہیں ہے"۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ اہل سنت کا مسلک ہے کہ ہر چیز کا اللہ تعالیٰ خالق ہے خواہ وہ چیز خیر ہو یا شر، اس لیے اس لفظ کی تاویل اور توجیہ کرنا ضروری ہے اور اس میں پانچ اقوال ہیں (۱) خلیل بن احمد نے کہا اس کا معنی ہے "لا یتقرب بہ الیک" "شر کے ساتھ تیرا تقرب حاصل نہیں ہو سکتا (۲) مزنی نے کہا "لا یضاف الیک علی انفراد" "صرف شر تیری طرف منسوب نہیں ہے اس لیے یہ نہیں کہا جائیگا اے بندروں اور خنزیروں کے خالق یا اے شر کے رب، اگرچہ خیر ہو یا شر اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے۔ (۳) الشر لا یصعد الیک۔ "شر تیری بارگاہ میں نہیں پہنچتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حضور تو کلمات طیبات اور اعمال صالحہ پہنچتے ہیں الیہ یصعد الکلم الطیب (۴)" الشر لیس شرا بالنسبۃ الیک " یعنی شر تیری طرف نسبت کے اعتبار سے شر نہیں ہے کیونکہ تو نے اس کو حکمت بالغہ کے اعتبار سے پیدا کیا ہے بلکہ اس چیز کا شر ہونا مخلوق کی طرف نسبت کے اعتبار سے ہے۔ [2]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وما اصابک من حسنۃ فمن اللہ وما اصابک من سیئۃ فمن نفسک۔ (النساء: ۷۹)

تم کو جو اچھائی پہنچتی ہے وہ اللہ کی جانب سے ہے۔ اور جو برائی پہنچتی ہے وہ تمہاری طرف سے ہے۔

بنا بریں تحقیق یہ ہے کہ اگرچہ ہر چیز کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے خواہ وہ چیز خیر ہو یا شر لیکن ادب کا تقاضا یہ ہے کہ خیر کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے اور شر کی نسبت مخلوق کی طرف!

علامہ شعرانی لکھتے ہیں کہ شیخ ابو الحسن شاذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے قول "ما اصابک من حسنۃ فمن اللہ" کی تفسیر ہے ایجادا و اسنادا اور وما اصابک من سیئۃ فمن نفسک۔ کی تفسیر ہے "ایجادا لا اسنادا" "تم کو جو بھلائی پہنچتی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے" یعنی اس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور اسی کی طرف اس کی نسبت ہے۔ "تم کو جو برائی پہنچتی ہے وہ تمہاری طرف سے ہے" (یعنی ہر چند کہ وہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہے لیکن اس کی طرف نسبت نہیں ہوگی) اور اے بھائی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول میں غور کرو وہ فرماتے ہیں: "واذا مرضت فھو یشفین" "(جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ شفا دیتا ہے) انھوں نے یہ نہیں فرمایا" جب تو مجھے بیمار کرتا ہے" کیونکہ بیماری نفس کی ناپسندیدہ چیز ہے اور شفا پسندیدہ چیز ہے اس لیے انھوں نے ناپسندیدہ چیز کی اپنی طرف نسبت

---

[1] علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۶۳ - ۲۶۲ ملخصاً مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۷۵ھ

[2] " " ج ۱ ص ۲۶۳

کی اور پسندیدہ چیز کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی۔ اسی طرح حضرت ایوب علیہ السلام نے فرمایا: "رب انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین" "اے میرے رب مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے" حضرت ایوب نے یہ نہیں فرمایا: "اے میرے رب تُو نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے" بلکہ اپنے خطاب میں ادب کا لحاظ رکھا اور اللہ تعالیٰ کی طرف ناپسندیدہ چیز کی نسبت نہیں کی، اسی طرح حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا "اردت ان اعیبھا" "(میں نے کشتی میں عیب ڈالنے کا ارادہ کیا) کیونکہ عیب ناپسندیدہ چیز ہے اس لیے اس کے ارادہ کی نسبت اپنی طرف کی اور پسندیدہ چیز کے ارادہ کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرکے فرمایا: "فاراد ربك ان یبلغا اشدھما ویستخرجا کنزھما" "(تمہارے رب نے ارادہ کیا کہ وہ یتیم بچے بڑے ہو جائیں اور اپنا خزانہ نکال لیں)[1] یعنی دیوار توڑنے کی نسبت اپنی طرف کی اور دیوار جوڑنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی کیونکہ توڑنا ناپسندیدہ کام ہے اور جوڑنا پسندیدہ، اگرچہ دونوں فعل حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ تھے۔

بَابُ ۲۵۲ اِسْتِحْبَابِ تَطْوِیْلِ الْقِرَاءَۃِ فِیْ صَلٰوۃِ اللَّیْلِ

تہجّد میں طویل قرأت کا استحباب

۱۷۱۱ - حَدَّثَنَا اَبُوْبَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ نُمَیْرٍ وَّ اَبُوْ مُعَاوِیَۃَ ح وَحَدَّثَنَا زُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَّاِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ جَمِیْعًا عَنْ جَرِیْرٍ کُلُّھُمْ عَنِ الْاَعْمَشِ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَیْرٍ وَّ اللَّفْظُ لَہٗ قَالَ نَا اَبِیْ قَالَ نَا الْاَعْمَشُ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَیْدَۃَ عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ الْاَحْنَفِ عَنْ صِلَۃَ بْنِ زُفَرَ عَنْ حُذَیْفَۃَ قَالَ صَلَّیْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَیْلَۃٍ فَافْتَتَحَ الْبَقَرَۃَ فَقُلْتُ یَرْکَعُ عِنْدَ الْمِائَۃِ ثُمَّ مَضٰی فَقُلْتُ یُصَلِّیْ بِھَا فِیْ رَکْعَۃٍ فَمَضٰی فَقُلْتُ یَرْکَعُ بِھَا ثُمَّ افْتَتَحَ النِّسَاءَ فَقَرَاَھَا ثُمَّ افْتَتَحَ اٰلَ عِمْرَانَ فَقَرَاَھَا یَقْرَاُ مُتَرَسِّلًا اِذَا مَرَّ بِاٰیَۃٍ فِیْھَا تَسْبِیْحٌ سَبَّحَ وَاِذَا مَرَّ بِسُؤَالٍ سَاَلَ وَاِذَا مَرَّ بِتَعَوُّذٍ تَعَوَّذَ ثُمَّ رَکَعَ فَجَعَلَ یَقُوْلُ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ فَکَانَ رُکُوْعُہٗ نَحْوًا مِّنْ قِیَامِہٖ ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ ثُمَّ قَامَ طَوِیْلًا قَرِیْبًا مِّمَّا رَکَعَ ثُمَّ سَجَدَ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھی آپ نے سورۂ بقرہ شروع کردی، میں نے سوچا کہ شاید آپ سو آیات پڑھنے کے بعد رکوع کریں گے، مگر حضور بدستور پڑھتے رہے۔ میں نے سوچا کہ شاید سورت مکمل کرنے کے بعد آپ رکوع کریں گے لیکن آپ مسلسل پڑھتے رہے اور آپ نے سورہ نساء شروع کردی اور اس کے بعد سورہ آل عمران شروع کردی اور ترتیل کے ساتھ قرأت کرتے رہے، جب کوئی ایسی آیت پڑھتے جس میں تسبیح کا ذکر ہوتا تو آپ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے (مثلاً سبحان اللہ کہتے) اور جب کوئی ایسی آیت پڑھتے جس میں سوال کا ذکر ہوتا تو اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے اور جب کسی ایسی آیت کو پڑھتے جس میں تعوذ (پناہ مانگنے) کا ذکر ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے، پھر آپ نے رکوع کیا اور رکوع میں سبحان ربی العظیم پڑھتے رہے حتیٰ کہ آپ کا رکوع قیام کے قریب ہوگیا پھر آپ نے سمع اللہ لمن حمدہ کہا اور کھڑے ہوگئے اور تقریباً رکوع کے برابر قومہ

---

[1] علامہ عبد الوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ: الیواقیت والجواہر ج ۱ ص ۱۴۶ مطبوعہ مصطفےٰ البابی مصر، ۱۳۷۸ھ

فَقَالَ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى فَكَانَ سُجُودُهُ قَرِيبًا مِنْ قِيَامِهِ قَالَ وَفِي حَدِيثِ جَرِيرٍ مِنَ الزِّيَادَةِ فَقَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ۔

کیا پھر آپ سجدہ میں گئے اور سبحان ربی الاعلی پڑھتے رہے اور قومہ کے قریب سجدہ کیا، جریر کی روایت میں ہے کہ آپ نے سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد فرمایا تھا۔

۱۷۱۲۔ وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ كِلَاهُمَا عَنْ جَرِيرٍ قَالَ عُثْمَانُ نَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَطَالَ حَتّٰى هَمَمْتُ بِأَمْرِ سُوءٍ قَالَ قُلْنَا وَمَا هَمَمْتَ بِهِ قَالَ هَمَمْتُ أَنْ أَجْلِسَ وَأَدَعَهُ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک شب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت طویل قیام کیا یہاں تک کہ میں نے ایک بری بات کا ارادہ کر لیا راوی نے حضرت ابن مسعود سے پوچھا آپ نے کس چیز کا ارادہ کیا تھا! حضرت ابن مسعود نے کہا میں نے ارادہ کیا تھا کہ حضور کو قیام میں چھوڑ کر خود بیٹھ جاؤں۔!

۱۷۱۳۔ وَحَدَّثَنَاهُ إِسْمٰعِيلُ بْنُ الْخَلِيلِ وَسُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُسْهِرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

سورتوں کی ترتیب

اس باب کی حدیث نمبر ۱۷۱۱ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ بقرہ کے بعد سورۂ نساء پڑھی اور سورۂ نساء کے بعد سورۂ آل عمران پڑھی، جبکہ ترتیب کے مطابق پہلے سورۂ آل عمران ہے اور پھر سورۂ نساء ہے۔ اس وجہ سے یہ مسئلہ پیدا ہوا کہ نماز میں سورتوں کی ترتیب سے پڑھنا چاہیے یا خلاف ترتیب بھی پڑھ سکتے ہیں۔ احناف کے نزدیک فرائض میں ترتیب کے مطابق پڑھنا واجب ہے اور خلاف ترتیب پڑھنا مکروہ ہے چونکہ یہ فعل مکروہ ہے اس سے سجدہ سہو لازم نہیں آتا اور نوافل میں بناءً علی التوسع خلاف ترتیب پڑھنا بھی جائز ہے[1]۔ اس حدیث میں جو خلاف ترتیب پڑھنے کا ذکر ہے اس کی توجیہ میں کہا جاتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ رات کے نوافل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان جواز کے لیے خلاف ترتیب پڑھا ہو البتہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک خلاف ترتیب پڑھنا مطلقاً جائز ہے۔

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض (مالکی) نے کہا اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مصحف میں سورتوں کی ترتیب اجتہادی ہے اور یہ اس دور کے مسلمانوں کے اجتہاد سے قائم ہے جس دور میں قرآن مجید کو ایک مصحف میں لکھا گیا تھا، امام مالک قاضی ابو بکر باقلانی اور جمہور علماء کا یہی مسلک ہے۔ ہمارے نزدیک سورتوں کی باہمی ترتیب مطلقاً واجب نہیں ہے نہ لکھنے میں نہ نماز میں نہ درس میں نہ تلقین اور تعلیم میں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وجوب ترتیب کے بارہ میں کوئی صریح فرمان منقول نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مصحف عثمان کے مرتب ہونے سے پہلے صحابہ کرام کے درمیان سورتوں کی

---

[1] علامہ علاؤ الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی ہامش الرد ج اص ۵۱۱، مطبوعہ مطبعۃ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

ترتیب میں اختلاف تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے وصال کے بعد امت مسلمہ نے نماز اور درس و تلقین میں ترتیب ترک کرنے کی اجازت دی ہے اور جو اہل علم سورتوں کی ترتیب میں توقیف کے قائل ہیں (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام سورتوں کی حدود اور ان کے مقامات معین فرمائے تھے اور اسی ترتیب کے مطابق حضرت عثمان نے مصحف کو مرتب کیا تھا اور جن صحابہ کے درمیان مصحف عثمان سے پہلے ترتیب میں اختلاف تھا ان تک ترتیب کی احادیث نہیں پہنچی تھیں) وہ اہل علم اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترتیب بیان کرنے سے پہلے رات کی اس نماز میں خلاف ترتیب آل عمران سے پہلے سورۂ نساء کو پڑھا تھا۔

قاضی عیاض کہتے ہیں کہ اس بات میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ نماز کی پہلی رکعت میں بعد کی سورت پڑھی جائے اور دوسری رکعت میں اس سے پہلے کی سورت پڑھی جائے البتہ ایک رکعت میں دو سورتیں خلاف ترتیب پڑھنا یا غیر نماز میں خلاف ترتیب پڑھنا مکروہ ہے اور سلف صالحین نے جو الٹا قرآن پڑھنے سے منع کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ پڑھنے والا قرآن کی آخری سورت سے پڑھنا شروع کرے اور قرآن کریم کی ابتدائی سورت کو آخر میں پڑھے۔ نیز قاضی عیاض کہتے ہیں کہ اس بات میں اب کوئی اختلاف نہیں ہے۔ موجودہ مصحف عثمان میں جو سورتوں کی ترتیب ہے یہ توقیفی ہے یعنی یہ ترتیب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلائی اور آپ نے امت مسلمہ کو یہ ترتیب بتلادی[1]۔

علامہ ابو عبداللہ وشتانی مالکی نے بھی قاضی عیاض مالکی کی یہ عبارت نقل کی ہے[2]

نماز میں تعظیم رسول

اس باب کی دوسری حدیث (نمبر ۱۷۱۲) میں مذکور ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں رات کو نفل پڑھے اور آپ کے قیام کے طول کی وجہ سے بیٹھنے کا ارادہ کیا لیکن پھر یہ خیال کر کے کہ آپ کھڑے ہوں اور میں بیٹھ جاؤں یہ بڑی بات ہے باوجود اس بات کے کہ نفل میں بیٹھنا جائز تھا کھڑے رہے اور ان کا یہ فعل عین حالت نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کا مظہر تھا، یہ حدیث امام بخاری نے اپنی صحیح میں بھی ذکر کی ہے[3]۔

علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

وانما لم يقعد ابن مسعود للتأدب مع النبي صلى الله عليه وسلم[4] — حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کے پیش نظر نماز میں نہیں بیٹھے۔

علامہ وشتانی نے بھی یہی لکھا ہے[5]۔ علامہ سنوسی نے بھی اس عبارت کو مزید اضافہ کے ساتھ نقل کیا ہے۔[6]

علامہ عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

---

[1] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۱ص ۲۶۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

[2] ۔ علامہ ابو عبداللہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۳۹۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[3] ۔ امام ابو عبداللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ص ۱۵۳ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[4] ۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۱ص ۲۶۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

[5] ۔ علامہ ابو عبداللہ وشتانی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۴۰۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[6] ۔ علامہ ابو عبداللہ السنوسی متوفی ۸۹۵ھ۔ مکمل اکمال المعلم ج ۲ ص ۴۰۰ " " "

وھذا السوء من جھۃ ترک الادب۔[1]

علامہ قسطلانی لکھتے ہیں:

وانما جعلہ سوءً وان کان القعود فی النفل جائزا لان فیہ ترک الادب معہ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔[2]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا نماز میں بیٹھنے کو بری بات قرار دینا اس وجہ سے تھا کہ یہ امر ادب کے خلاف تھا۔

ہر چند کہ نفلی نماز میں بیٹھنا جائز ہے اس کے باوجود حضرت عبداللہ بن مسعود نے نماز میں اپنے بیٹھنے کو بری بات قرار دیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے رہیں اور وہ بیٹھ جائیں یہ بات ادب کے خلاف تھی۔

بَابُ ۲۵۳ الْحَثِّ عَلٰی صَلٰوۃِ اللَّیْلِ وَاِنْ قَلَّتْ

تہجد کی ترغیب خواہ کم رکعات ہوں

۱۷۱۴- وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَاِسْحٰقُ قَالَ عُثْمَانُ نَا جَرِیْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ ذُکِرَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ نَامَ لَیْلَۃً حَتّٰی اَصْبَحَ قَالَ ذَاکَ رَجُلٌ بَالَ الشَّیْطٰنُ فِیْ اُذُنَیْہِ اَوْ قَالَ فِیْ اُذُنِہٖ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک ایسے شخص کا ذکر کیا گیا جو صبح تک سوتا تھا۔ آپ نے فرمایا اس شخص کے کانوں میں شیطان پیشاب کر دیتا ہے۔

۱۷۱۵- وَحَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ نَا لَیْثٌ عَنْ عُقَیْلٍ عَنِ الزُّھْرِیِّ عَنْ عَلِیِّ بْنِ حُسَیْنٍ اَنَّ الْحُسَیْنَ بْنَ عَلِیٍّ حَدَّثَہٗ عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَرَقَہٗ وَفَاطِمَۃَ فَقَالَ اَلَا تُصَلُّوْنَ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّمَا اَنْفُسُنَا بِیَدِ اللّٰہِ فَاِذَا شَآءَ اَنْ یَّبْعَثَنَا بَعَثَنَا فَانْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ قُلْتُ لَہٗ ذٰلِکَ ثُمَّ سَمِعْتُہٗ وَھُوَ مُدْبِرٌ یَضْرِبُ فَخِذَہٗ وَیَقُوْلُ وَکَانَ الْاِنْسَانُ اَکْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور فرمایا تم لوگ نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ (حضرت علی کہتے ہیں کہ) میں نے عرض کیا کہ ہماری جانیں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں جب وہ ہمیں اٹھانا چاہتا ہے تو اٹھا دیتا ہے! جب میں نے یہ کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے گئے درآں حالیکہ آپ اپنے زانو پر ہاتھ مار رہے تھے اور میں نے سنا آپ یہ فرما رہے تھے کہ انسان بہت جھگڑالو ہے!

۱۷۱۶- وَحَدَّثَنَا عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ عَمْرٌو نَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَۃَ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص سو

---

[1] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۸۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر الطبعۃ الاولی ۱۳۴۸ھ،

[2] علامہ احمد بن محمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ، ارشاد الساری ج ۲ ص ۳۰۳ مطبوعہ المطبعۃ المیمنہ مصر ۱۳۰۶ھ۔

الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ یَبْلُغُ بِهِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَعْقِدُ الشَّیْطٰنُ عَلٰی قَافِیَةِ رَاْسِ اَحَدِكُمْ ثَلٰثَ عُقَدٍ اِذَا نَامَ بِكُلِّ عُقْدَةٍ یَضْرِبُ عَلَیْكَ لَیْلًا طَوِیْلًا فَاِذَا اسْتَیْقَظَ فَذَكَرَ اللّٰهَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ وَاِذَا تَوَضَّاَ انْحَلَّتْ عَنْهُ عُقْدَتَانِ فَاِذَا صَلّٰی انْحَلَّتِ الْعُقَدُ فَاَصْبَحَ نَشِیْطًا طَیِّبَ النَّفْسِ وَاِلَّا اَصْبَحَ خَبِیْثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ

جاتا ہے تو شیطان اس کی گدی پر تین گرہیں لگا دیتا ہے اور ہر گرہ پر پھونک دیتا ہے کہ رات بہت لمبی ہے، جب وہ بیدار ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور جب وضو کرتا ہے تو دو گرہیں کھل جاتی ہیں اور جب وہ نماز پڑھ لیتا ہے تو تمام گرہیں کھل جاتی ہیں پھر وہ صبح کو ہشاش بشاش اٹھتا ہے ورنہ صبح کو خباثت اور سستی کے ساتھ اٹھتا ہے۔

شیطان کے کان میں پیشاب کرنے کی تشریح

حدیث نمبر (۱۰۱۴) میں ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "شیطان کان میں پیشاب کر دیتا ہے۔" اس کی تشریح میں متعدد اقوال ہیں۔ علامہ ابن قتیبہ نے کہا اس کا معنی ہے کہ شیطان اس شخص کو فاسد اور خراب کر دیتا ہے۔ علامہ طحاوی اور علامہ مہلب نے فرمایا کہ اس قول میں یہ تشبیہ ہے کہ وہ شخص شیطان کا پیروکار ہے اور شیطان اس پر حاکم اور پوری طرح مسلط ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس قول میں یہ اشارہ ہو کہ شیطان اس شخص کو ذلیل اور حقیر سمجھتا ہے۔ علامہ حلبی نے کہا اس میں اشارہ ہے کہ شیطان اس پر غالب ہے اور اس کا مذاق اڑاتا ہے۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ بھی کوئی بعید نہیں ہے کہ شیطان صبح تک سونے والے کے کان میں حقیقتاً پیشاب کر دیتا ہو اور کان کا ذکر اس لیے فرمایا کہ بیدار ہونے کے آثار کا مصدر کان ہیں۔

حدیث قرطاس پر امامیہ کے اعتراض کا ایک جواب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کو تہجد کے لیے بیدار کرنے کی خاطر تشریف لے جانا آپ کی ان سے کمال محبت اور انتہائی شفقت پر دلالت کرتا ہے۔ حضرت علی نے جو جواب دیا ظاہر ہے کہ آپ کو اس سے افسوس ہوا کہ بجائے آپ کی کرم نوازی پر شکر گزار ہونے کے اس قسم کا جواب دیا۔

امامیہ حضرات حدیث قرطاس کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر طعن کرتے ہیں کہ سرکار نے مرض الموت میں کچھ لکھ کر دینے کے لیے قلم اور کاغذ مانگا اور حضرت عمر نے جواب میں فرمایا ہمیں کتاب اللہ کافی ہے۔ اور کاغذ قلم نہیں دیا۔ لیکن یہ غور نہیں کرتے کہ حضرت عمر کا کاغذ قلم نہ دینا اس بنا پر تھا کہ بیماری اور تکلیف کی حالت میں لکھنے سے آپ کو زحمت ہو گی۔ اسی وجہ سے آپ نے اس پر ملال نہیں فرمایا جبکہ حضرت علی نے جو جواب دیا اس سے سرکار کو تکلیف پہنچی اور آپ افسوس کرتے ہوئے چلے گئے۔

حضرت علی کی طرف سے زیادہ سے زیادہ یہ توجیہ کی جا سکتی ہے کہ چونکہ وہ نیند سے بیدار ہوئے تھے اس لیے بے توجہی میں یہ کلمات کہہ دیے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

شیطان کے گدی میں گرہ لگانے کی تشریح

آپ نے جو یہ فرمایا کہ سونے والے کی گدی میں شیطان تین گرہیں لگا دیتا ہے یا تو اس سے شیطان کا غلبہ اور اس کا تسلط مراد ہے یا یہ حقیقت پر محمول ہے۔

بَابُ ۲۵۴ اِسْتِحْبَابِ صَلٰوۃِ النَّافِلَۃِ فِیْ بَیْتِہٖ

نفلی نماز گھر میں پڑھنے کا استحباب

۱۷۱۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰی قَالَ نَا یَحْیٰی عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ قَالَ اَخْبَرَنِیْ نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اجْعَلُوْا مِنْ صَلٰوتِکُمْ فِیْ بُیُوْتِکُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْھَا قُبُوْرًا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی کچھ نمازیں گھر میں پڑھا کرو اور گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔!

۱۷۱۸۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُثَنّٰی قَالَ نَا عَبْدُ الْوَھَّابِ قَالَ نَا اَیُّوْبُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلُّوْا فِیْ بُیُوْتِکُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْھَا قُبُوْرًا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے گھروں میں نماز پڑھو اور ان کو قبرستان نہ بناؤ۔!

۱۷۱۹۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْبَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَاَبُوْکُرَیْبٍ قَالَا نَا اَبُوْ مُعَاوِیَۃَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ سُفْیَانَ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا قَضٰی اَحَدُکُمُ الصَّلٰوۃَ فِیْ مَسْجِدِہٖ فَلْیَجْعَلْ لِبَیْتِہٖ نَصِیْبًا مِّنْ صَلٰوتِہٖ فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی جَاعِلٌ فِیْ بَیْتِہٖ مِنْ صَلٰوتِہٖ خَیْرًا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اپنی مسجد میں نماز پڑھ لے تو وہ اپنی نمازوں کا کچھ حصہ اپنے گھر پڑھنے کے لیے بھی رکھ لے کیوں کہ اللہ تعالیٰ اس کی نمازوں کی وجہ سے اس کے گھر میں بہتری پیدا کر دے گا۔

۱۷۲۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ بَرَّادٍ الْاَشْعَرِیُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَا نَا اَبُوْ اُسَامَۃَ عَنْ بُرَیْدٍ عَنْ اَبِیْ بُرْدَۃَ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ الْبَیْتِ الَّذِیْ یُذْکَرُ اللّٰہُ فِیْہِ وَالْبَیْتِ الَّذِیْ لَا یُذْکَرُ اللّٰہُ فِیْہِ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس گھر میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے اور جس گھر میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا جائے ان کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے۔!

۱۷۲۱۔ حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ نَا یَعْقُوْبُ وَھُوَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقَارِیُّ عَنْ سُھَیْلٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَجْعَلُوْا بُیُوْتَکُمْ مَقَابِرَ اِنَّ الشَّیْطَانَ یَنْفِرُ مِنَ الْبَیْتِ الَّذِیْ تُقْرَاُ فِیْہِ سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ اور شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں سورہ بقرہ کی تلاوت کی جاتی ہے۔

۱۷۲۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰی قَالَ نَا مُحَمَّدُ

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

WWW.NAFSEISLAM.COM

بن جعفر قال نا عبد الله بن سعيد قال نا سالم
ابو النضر مولى عمر بن عبيد الله عن بسر بن سعيد
عن زيد بن ثابت رضي الله عنه قال احتجر
رسول الله صلى الله عليه وسلم حجيرة بخصفة
او حصير فخرج رسول الله صلى الله عليه وسلم
يصلي فيها قال فتتبع اليه رجال وجاءوا يصلون
بصلاته قال ثم جاءوا ليلة فحضروا وابطأ رسول
الله صلى الله عليه وسلم عنهم قال فلم يخرج
اليهم فرفعوا اصواتهم وحصبوا الباب فخرج
اليهم رسول الله صلى الله عليه وسلم مغضبا
فقال لهم رسول الله صلى الله عليه وسلم
ما زال بكم صنيعكم حتى ظننت انه سيكتب
عليكم فعليكم بالصلوة في بيوتكم فان خير
صلوة المرء في بيته الا الصلوة المكتوبة۔

١٨٢٣- وحدثني محمد بن حاتم قال نا بهز
قال نا وهيب قال نا موسى بن عقبة قال سمعت
ابا النضر عن بسر بن سعيد عن زيد بن ثابت
ان النبي صلى الله عليه وسلم اتخذ حجرة
في المسجد من حصير فصلى رسول الله صلى الله
عليه وسلم فيها ليالي حتى اجتمع اليه ناس
فذكر نحوه وزاد فيه ولو كتب عليكم ما
قمتم به۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے پتوں یا چٹائی کا حجرہ بنایا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں نماز پڑھنے کے لیے تشریف لائے صحابہ نے آکر آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنی شروع کر دی۔ حضرت زید کہتے ہیں کہ ایک دن بہت سے صحابہ آگئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف لانے میں دیر کر دی۔ حضرت زید بن ثابت کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہیں لائے صحابہ آواز بلند باتیں کرنے لگے اور دروازے پر کنکریاں پھینکنی شروع کر دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے درآں حالیکہ آپ غضب ناک تھے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم ایسا ہی کرتے رہے تو میرا گمان ہے کہ یہ نماز تم پر فرض کر دی جائے گی تم اپنے گھروں میں نماز پڑھا کرو کیونکہ فرائض کے بعد کسی شخص کی بہترین نماز وہ ہے جس کو وہ گھر میں ادا کرے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں چٹائی سے ایک حجرہ بنا لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی راتیں اس میں نماز پڑھی حتیٰ کہ صحابہ جمع ہو گئے اس کے بعد حسب سابق روایت ہے۔ اور یہ اضافہ ہے اگر یہ نماز تم پر فرض کر دی جاتی تو تم اس کو قائم نہ رکھ سکتے۔

گھر میں نوافل کی فضیلت

قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضور کے فرمان "اپنی کچھ نمازیں گھر میں پڑھا کرو" سے یہ معنی نکلتا ہے کہ بعض فرض نمازیں گھر میں پڑھنی چاہییں تاکہ گھر کے جو افراد مثلاً غلام، عورتیں اور بیمار لوگ، نماز پڑھنے مسجد میں نہیں جا سکتے وہ بھی تمہارے ساتھ گھر میں باجماعت نماز پڑھ لیں۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحۃً فرمایا کہ فرائض کے علاوہ بہترین نماز گھر میں نماز ہے[1] بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اکثر نوافل گھر میں پڑھا کرو کیونکہ بعض نوافل جیسے تحیۃ المسجد وغیرہ ہیں۔ مسجد میں پڑھے

[1] امام ابو عبد اللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ۔

جاتے ہیں۔ سنن مؤکدہ، غیر مؤکدہ اور دیگر نوافل کا گھر میں پڑھنا مسنون، مستحسن اور افضل ہے اور اس کی فضیلت اس وجہ سے ہے کہ نوافل میں خفاء اور پوشیدگی مطلوب ہے اور یہ گھر میں متصور ہے، دوسرے اس میں ریاء کا خطرہ نہیں، تیسرے اس سے گھر میں برکت حاصل ہوگی، اللہ کی رحمت اور فرشتے نازل ہوں گے، شیطان دور بھاگے گا پھر گھر میں نماز پڑھی جائے گی تو زبان رسالت کے مطابق وہ گھر قبرستان نہیں رہے گا کیونکہ قبرستان میں مردے نماز نہیں پڑھتے اور جب گھر میں نماز پڑھی جائے گی تو وہ گھر بھی زندہ ہوگا اور گھر والے بھی زندہ قرار پائیں گے اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک زندہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہو اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کرے وہ مردہ ہے اور اس کا گھر قبر کی مانند ہے۔

بَابُ ۲۵۵ فَضِيْلَةِ الْعَمَلِ الدَّآئِمِ

دائمی عمل کی فضیلت

۱۷۲۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الْوَهَّابِ يَعْنِى الثَّقَفِىَّ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللّٰهِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِىْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِىْ سَلَمَةَ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ كَانَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَصِيْرٌ وَكَانَ يُحَجِّرُهُ مِنَ اللَّيْلِ فَيُصَلِّىْ فِيْهِ فَجَعَلَ النَّاسُ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوتِهٖ وَيَبْسُطُهُ بِالنَّهَارِ فَثَابُوْا ذَاتَ لَيْلَةٍ فَقَالَ يَاَيُّهَا النَّاسُ عَلَيْكُمْ مِنَ الْاَعْمَالِ مَا تُطِيْقُوْنَ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَمَلُّ حَتّٰى تَمَلُّوْا وَاِنَّ اَحَبَّ الْاَعْمَالِ اِلَى اللّٰهِ مَا دُوْوِمَ عَلَيْهِ وَاِنْ قَلَّ وَكَانَ اٰلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا عَمِلُوْا عَمَلًا اَثْبَتُوْهُ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چٹائی تھی رات کو آپ اس کا حجرہ بنا کر اس میں نماز پڑھتے تھے، صحابہ کرام بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھنے لگے، دن میں آپ وہ چٹائی بچھا لیتے تھے۔ ایک رات صحابہ بکثرت آ گئے، آپ نے فرمایا: اے لوگو! اپنی طاقت کے مطابق عمل کیا کرو! کیونکہ اللہ تعالیٰ اجر دینے سے اس وقت تک نہیں اکتاتا جب تک تم (عبادت کرنے سے) نہ اکتا جاؤ! اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ عمل وہ ہے جس پر ہمیشگی کی جائے خواہ وہ عمل کم ہو، اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریقہ تھا کہ جب کوئی کام کرتے تو اس پر دوام کرتے تھے۔

۱۷۲۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنّٰى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهٗ سَمِعَ اَبَا سَلَمَةَ يُحَدِّثُ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ اَىُّ الْعَمَلِ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى قَالَ اَدْوَمُهٗ وَاِنْ قَلَّ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل زیادہ پسند ہے؟ آپ نے فرمایا جس پر زیادہ دوام کیا جائے خواہ وہ عمل کم ہو۔

۱۷۲۶ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاِسْحٰقُ بْنُ

علقمہ کہتے ہیں کہ میں نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ

ف۔ امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۶۶ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

إبراهيم قال زهير نا جرير عن منصور عن إبراهيم عن علقمة قال سألت أم المؤمنين عائشة رضي الله عنها قلت يا أم المؤمنين كيف كان عمل رسول الله صلى الله عليه وسلم هل كان يخص شيئا من الأيام قالت لا كان عمله ديمة وأيكم يستطيع ما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يستطيع۔

۱۷۲۷۔ وحدثنا ابن نمير قال نا أبي قال نا سعد بن سعيد قال أخبرني القاسم بن محمد عن عائشة رضي الله عنها قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أحب الأعمال إلى الله أدومها وإن قل قال وكانت عائشة رضي الله عنها إذا عملت العمل لزمته۔

۱۷۲۸۔ حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة قال نا ابن علية ح وحدثني زهير بن حرب قال نا إسماعيل عن عبد العزيز بن صهيب عن أنس رضي الله عنه قال دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم المسجد وحبل ممدود بين ساريتين فقال ما هذا قالوا لزينب تصلي فإذا كسلت أو فترت أمسكت به فقال حلوه ليصل أحدكم نشاطه فإذا كسل أو فتر قعد وفي حديث زهير فليقعد۔

۱۷۲۹۔ وحدثناه شيبان بن فروخ قال نا عبد الوارث عن عبد العزيز عن أنس عن النبي صلى الله عليه وسلم مثله۔

۱۷۳۰۔ وحدثني حرملة بن يحيى ومحمد بن سلمة المرادي قالا نا ابن وهب عن يونس عن ابن شهاب قال أخبرني عروة بن الزبير أن عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم أخبرته

رضی اللہ عنہا سے سوال کیا: اے ام المؤمنین! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل کس طرح ہوتا تھا؟ کیا آپ کسی عمل کے لیے کچھ دنوں کو خاص کر لیتے تھے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ آپ کا عمل دائمی ہوتا تھا، تم میں سے کون اتنی طاقت رکھتا ہے جتنی طاقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکھتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل وہ ہے جس پر زیادہ دوام ہو، خواہ وہ عمل کم ہو۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جس عمل کو شروع کرتیں تو اس کو لازم کر لیتیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے درآں حالیکہ مسجد کے دو ستونوں کے درمیان رسی تانی ہوئی تھی، آپ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ صحابہ نے کہا: یہ حضرت زینب کی رسی ہے وہ نماز پڑھتی ہیں اور ان پر جب تھکن یا سستی طاری ہوتی ہے تو اس رسی کو پکڑ لیتی ہیں۔ آپ نے فرمایا اس رسی کو کھول دو، تم میں سے ہر شخص اس وقت تک نماز پڑھا کرے جب تک وہ آسانی سے نماز پڑھ سکے اور جب اس پر تھکن یا سستی طاری ہو تو وہ بیٹھ جایا کرے۔

ایک اور سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مثل سابق روایت ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف رکھتے تھے اس وقت حولاء بنت تویت ان کے پاس سے گذریں۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں میں نے حضور سے کہا یہ حولاء بنت تویت ہیں

اَنَّ الْحَوْلَاءَ بِنْتَ تُوَيْتِ ابْنِ حَبِيْبِ بْنِ اَسَدِ ابْنِ عَبْدِ الْعُزّٰى مَرَّتْ بِهَا وَعِنْدَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ هٰذِهِ الْحَوْلَاءُ بِنْتُ تُوَيْتٍ وَزَعَمُوْا اَنَّهَا لَا تَنَامُ اللَّيْلَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَنَامُ اللَّيْلَ خُذُوْا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيْقُوْنَ فَوَاللّٰهِ لَا يَسْاَمُ اللّٰهُ حَتّٰى تَسْاَمُوْا۔

لوگ کہتے ہیں کہ یہ رات بھر نہیں سوتیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات بھر نہیں سوتیں! اتنا عمل کیا کرو جتنا آسانی سے کر سکو۔ بخدا! اللہ تعالیٰ اس وقت تک نہیں اکتائے گا جب تک تم نہ اکتا جاؤ۔

۱۷۳۱۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا اَبُوْ اُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ح وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَاللَّفْظُ لَهٗ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ هِشَامٍ قَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبِيْ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِيْ اِمْرَاَةٌ فَقَالَ مَنْ هٰذِهٖ فَقُلْتُ اِمْرَاَةٌ لَا تَنَامُ تُصَلِّيْ قَالَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيْقُوْنَ فَوَاللّٰهِ لَا يَمَلُّ اللّٰهُ حَتّٰى تَمَلُّوْا وَكَانَ اَحَبُّ الدِّيْنِ اِلَيْهِ مَا دَاوَمَ عَلَيْهِ صَاحِبُهٗ وَفِيْ حَدِيْثِ اَبِيْ اُسَامَةَ اَنَّهَا اِمْرَاَةٌ مِّنْ بَنِيْ اَسَدٍ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے درآں حالیکہ میرے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ آپ نے پوچھا یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا یہ ایسی عورت ہے جو سوتی نہیں اور نماز پڑھتی رہتی ہے آپ نے فرمایا اتنا عمل کیا کرو جو آسانی سے کر سکو۔ بخدا اللہ تعالیٰ اس وقت تک نہیں اکتائے گا جب تک تم اکتا نہ جاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دین میں وہی چیز پسند تھی جس پر دوام کیا جائے۔ ابواسامہ کی روایت میں ہے کہ وہ عورت بنو اسد سے تھی۔

اکتانے اور استہزاء وغیرہ کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق

اس باب کی اکثر احادیث میں یہ جملہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک نہیں اکتاتا جب تک کہ تم نہ اکتا جاؤ۔ اور اکتانے کا متعارف معنی یہ ہے کہ کسی کام میں دل نہ لگے اور وہ کام بے دلی سے کیا جائے، اللہ تعالیٰ کے لیے اس معنی کا ثبوت محال ہے۔ علامہ خطابی وغیرہ نے اس جملہ کا یہ معنی کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ایسا معاملہ نہیں کرتا جیسا کہ کوئی اکتانے والا کرتا ہے اسی طرح کے باقی تمام الفاظ کا بھی یہی محمل ہے مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اللہ یستھزئ بھم (البقرہ: ۱۵)۔ اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ منافقین کے ساتھ ایسا معاملہ کرتا ہے جیسے کسی کے ساتھ استہزاء (مذاق اڑانا) کرنے والا کرتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ان اللہ لا یستحی (بقرہ: ۲۶) اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ مثال بیان کرنے میں وہ عمل نہیں کرتا جو حیاء کرنے والا کرتا ہے۔

جمہور علماء یہ کہتے ہیں کہ جن الفاظ کا اللہ تعالیٰ پر حقیقۃً اطلاق محال ہو ان سے مجازاً غایت اور ثمرہ مراد ہوتا ہے مثلاً حیاء کا ثمرہ ہے ترک کرنا اور استہزاء کا ثمرہ ہے سزا دینا، لیکن علامہ شامی فرماتے ہیں کہ تحقیق یہ ہے ان الفاظ سے حقیقت مراد ہے کیونکہ جن الفاظ کا اطلاق محال ہے ان کے متعارف معانی مخلوق کے اعتبار سے ہیں اللہ عزوجل کے اعتبار سے ان الفاظ کی اور حقیقت ہے جو اس کی شان کے لائق ہے۔ اسی اعتبار سے علم ارادہ اور رحمت کا اللہ تعالیٰ پر

اطلاق حقیقی ہے۔ [1]

نفلی عبادات میں دوام کا معنی

اس باب کی ایک حدیث میں ہے: "احب الاعمال الی اللہ ادومھا" "اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ اعمال وہ ہیں جن پر زیادہ دوام کیا جائے"۔

یہاں دو باتیں ملحوظ رکھنا ضروری ہیں۔ پہلی یہ ہے کہ اس حدیث میں اعمال سے مراد نوافل ہیں کیونکہ زیادہ پسندیدہ کا مطلب یہ ہے۔ اگر زیادہ دوام نہ ہو تب بھی کوئی حرج نہیں ہے حالانکہ فرائض کو کبھی بھی ترک کرنا جائز نہیں ہے اور ان کو ایک بار ترک کرنا بھی گناہ ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ادوم سے مراد اکثر ہے وجہ یہ ہے کہ ادوم دوام کا اسم تفضیل ہے یعنی زیادہ دوام، اور دوام پر زیادتی متصور نہیں ہو سکتی کیونکہ زیادتی اس وقت ہوگی جب دوام کا انقطاع ہو اور جب انقطاع ہو جائے تو دوام نہیں رہے گا۔ اس لیے دوام بمعنی کثیر الوقوع اور ادوم بمعنی اکثر ہے اور اس اعتبار سے اس حدیث شریف کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ اعمال وہ ہیں جن کو اکثر و بیشتر کیا جائے۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے مسروق کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کونسا عمل زیادہ پسند تھا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا "دائم" میں نے کہا آپ کس وقت اٹھتے تھے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا جب مرغ بانگ دیتا تھا۔ [2]

علامہ عینی دوام کی شرح میں فرماتے ہیں:

وھو الملازمۃ العرفیۃ لا شمول الازمنۃ لانہ متعذر وماذالک الا تکلیف بما لا یطاق ویقال الدوام علی العمل القلیل یکون اکثر۔ [3]

(دوام سے مراد) ملازمۃ عرفیہ ہے نہ وہ کام جو تمام زمانوں کو شامل ہو کیونکہ یہ مشکل اور تکلیف ما لا یطاق ہے۔ اور دوام کا اطلاق اس عمل قلیل پر ہوتا ہے جو اکثر ہو۔

صحاح ستہ کی جن احادیث میں نفلی عبادات اور ان پر دوام کی ترغیب کا ذکر آیا ہے وہ سب انفرادی نوعیت کی عبادات ہیں جیسے کوئی شخص تہجد یا اشراق پڑھے یا کوئی ایام بیض کے روزے رکھے اور کسی نفلی عبادت کو اجتماعی طور پر بطور شعار دین کے کرنا بہر حال ناپسندیدہ امر ہے۔ اس کی تفصیل اور تحقیق آرہی ہے۔

نفلی عبادات اور بدعات کے درمیان حد فاصل

نفلی عبادات میں دوام پسندیدہ ہے یہ اپنی جگہ صحیح ہے تاہم کسی نفلی عبادت کے ساتھ فرض ایسا معاملہ نہیں کرنا چاہیے

دوسرا عمل جو ملحوظ رکھنا چاہیے وہ یہ ہے کہ نفلی عبادات میں اصل یہ ہے کہ وہ انفرادی طور پر اور اپنے گھر میں دوام کے ساتھ ادا کی جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

فان افضل الصلوٰۃ صلوٰۃ المرء فی بیتہ الا المکتوبۃ۔ [4]

فرائض کے علاوہ بہترین نماز وہ ہے جو انسان اپنے گھر میں پڑھتا ہے۔

---

[1] - علامہ ابن عابدین متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ا ص ۶ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

[2] - امام ابو عبد اللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ا ص ۱۵۲ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ۔

[3] - علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ۔ عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۸۲ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔

[4] - امام ابو عبد اللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ا ص ۱۰۱ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ۔

اورحضرت عمر رضی اللہ عنہ جو تمام رمضان میں باجماعت تراویح کو رواج دینے والے تھے صحابہ کرام سے فرماتے ہیں:

نعم البدعۃ ھذہ والتی تنامون عنھا افضل من التی تقومون یرید بہ آخر اللیل وکان الناس یقومون اولہ[1]

یہ (باجماعت تراویح) اچھی بدعت ہے مگر جس وقت تم سوئے ہوئے ہوتے ہو (یعنی اخیر شب (وہ اس وقت سے) افضل ہے جس میں تم قیام کرتے ہو اور لوگ اول شب میں تراویح پڑھتے تھے۔

علامہ عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

ای الفرقۃ التی ینامون عن صلوٰۃ التراویح افضل من الفرقۃ التی یقومون یرید آخر اللیل[2]

یعنی وہ گروہ جو تراویح کے وقت سو جاتا ہے اس سے افضل ہے جو تراویح پڑھتا ہے انکی مراد تھی کہ تہجد پڑھنے والے افضل ہیں۔

اس حدیث کے راوی عبد الرحمٰن بن عبد القاری بیان کرتے ہیں کہ میں ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ گیا تو دیکھا کہ لوگ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں تراویح پڑھ رہے ہیں۔

علامہ عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

وفیہ اشعار بان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان لا یواظب الصلوٰۃ معھم وکانہ یری ان الصلوٰۃ فی بیتہ افضل ولا سیما فی آخر اللیل وعن ھذا قال الطحاوی التراویح فی بیتہ افضل[3]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ جماعت کے ساتھ تراویح نہیں پڑھتے تھے اور ان کی رائے یہ تھی کہ گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ خصوصاً اخیر شب میں اسی وجہ سے امام طحاوی نے فرمایا کہ تراویح گھر میں پڑھنا افضل ہے

علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی اس حدیث کی شرح میں بعینہٖ یہی لکھا ہے[4]۔ علامہ قسطلانی نے بھی اسی طرح لکھا ہے[5]۔

ہر چند کہ قرآن مجید کو حفظ کرنے پر برانگیختہ کرنے کے سبب سے اور اس میں ذوق و شوق قائم رکھنے کی ضرورت کے پیش نظر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مساجد میں باجماعت تراویح کا رواج قائم کیا۔ اس کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شرح صدر سے یہ رائے تھی کہ مسجد میں باجماعت تراویح پڑھنے کی بجائے گھر میں تراویح پڑھنا افضل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اثر سے یہ بات واضح ہو گئی کہ نوافل میں اصل یہی ہے کہ وہ انفرادی طور پر گھر میں پڑھے جائیں۔

فقہاء کرام نے بھی اسی امر کی تصریح کی ہے کہ نوافل انفرادی طور پر پڑھنے چاہئیں اور ان کی جماعت مکروہ (تنزیہی) ہے۔ علامہ علائی لکھتے ہیں:

۱۔ امام ابو عبد اللہ بخاری متوفی ۲۵۶ھ۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۶۹ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعۃ الثانیہ ۱۳۸۱ھ۔

۲۔ علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ۔ عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۲۶ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ۔

۳۔ " " " "

۴۔ علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ فتح الباری ج ۴ ص ۲۵۲ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور طبع ممتازہ ۱۴۰۱ھ۔

۵۔ علامہ احمد بن محمد قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ۔ ارشاد الساری ج ۳ ص ۴۱۵، مطبوعہ المطبعۃ المیمنۃ مصر، الطبعۃ الاولیٰ ۱۳۰۶ھ۔

ولا يصلي الوتر ولا التطوع بجماعة خارج رمضان اي يكره ذلك لو على سبيل التداعي بان يقتدي اربعة بواحد ۔[1]

رمضان کے علاوہ وتر اور نوافل جماعت کے ساتھ نہ پڑھیں یعنی اگر لوگوں کو نفل پڑھنے کے لیے بلایا جائے بایں طور کہ چار شخص ایک آدمی کی اقتداء میں نفل پڑھیں تو یہ مکروہ ہے۔

نفلی عبادات کو انفرادی طور پر کرنے کی ایک اور دلیل یہ ہے کہ فقہاء کرام نے غیر رمضان میں وتر کو جماعت کے ساتھ پڑھنے سے منع کیا ہے کیونکہ وتر بھی ایک طرح سے نفل ہے۔ حالانکہ وتر کو جماعت سے پڑھنے کا منشاء موجود ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں تین راتیں وتر جماعت سے پڑھائے اور صحابہ کرام نے رمضان میں وتر جماعت سے پڑھے اور حضرت عمر اور دیگر صحابہ نے غیر رمضان میں بھی وتر جماعت سے پڑھے ہیں جیسا کہ امام طحاوی کے حوالہ سے پہلے بھی گذر چکا ہے[2]۔

نفلی عبادات میں تیسری بات جس کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ کسی بھی نفلی عبادت کو بمنزلہ شعار اسلام کے اجتماعی طور پر دوام کے ساتھ کرنا ناپسندیدہ اور مکروہ ہے۔ کیونکہ غیر رمضان میں وتر کی جماعت نفل ہے اس لیے اس کے دوام کو فقہاء نے مکروہ قرار دیا ہے۔ علامہ شامی لکھتے ہیں:

وايده في الحلية بما اخرجه الطحاوي عن المنصور ابن مخرمة قال دفنا ابا بكر رضي الله تعالى عنه ليلا فقال عمر رضي الله تعالى عنه اني لم اوتر فقام وصففنا وراءه فصلى بنا ثلاث ركعات لم يسلم الا في آخرهن ثم قال ويمكن ان يقال الظاهر ان الجماعة فيه غير مستحبة ثم ان كان ذلك احيانا كما فعل عمر كان مباحا غير مكروه وان كان على سبيل المواظبة كان بدعة مكروهة لانه خلاف المتوارث ۔[3]

صاحب حلیہ نے امام طحاوی کی سند کے ساتھ یہ روایت بیان کی ہے منصور بن مخرمہ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رات میں دفن کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے وتر نہیں پڑھے اور کھڑے ہو کر وتر پڑھنے لگے۔ ہم نے ان کے پیچھے صف باندھ لی انہوں نے ہمیں تین رکعات وتر پڑھائے اور صرف آخر میں سلام پھیرا۔ اس روایت کے نقل کرنے کے بعد صاحب حلیہ نے کہا یہ کہا جا سکتا ہے کہ غیر رمضان میں وتر کی جماعت غیر مستحب ہے۔ البتہ اگر یہ کبھی کبھی ہو جیسے حضرت عمر نے وتر پڑھے تھے تو مباح غیر مکروہ ہے اور اگر غیر رمضان میں ہمیشہ وتر جماعت سے پڑھے جائیں تو یہ بدعت مکروہہ ہے کیونکہ یہ کام عمل اسلاف کے خلاف ہے۔

نفلی عبادات میں جس چوتھی بات کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس عبادت کا

---

[1] ۔ علامہ علاء الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ ۔ در مختار علی ہامش الرد ج ۱ ص ۶۶۳ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

[2] ۔ امام ابوجعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۱۷۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۴ھ۔

[3] ۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۶۶۳ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

جو طریقہ مقرر کیا ہے اور آپ نے ہمیں عمل کا جو اسوہ اور نمونہ مہیا کیا ہے اس عبادت کو بعینہٖ اسی طریقہ سے ادا کیا جائے۔ اور جو عبادات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جس طرح منقول ہیں ان کو کسی سابقہ یا لاحقہ کے اضافے کے بغیر محض آپ کے اسوہ اور نمونہ کے مطابق کرنا ہی اصل اور سنت ہے البتہ بدلتے ہوئے حالات اور ان کے تقاضوں کی وجہ سے ضرورت کی بناء پر جو چیزیں وجود میں آئیں ان کا حکم الگ ہے۔ جیسے تمام رمضان میں تراویح کی جماعت، قرآن کریم کے اعراب، مصحف میں سورتوں کے نام اور آیات کی تعداد کا لکھنا جمعہ کی اذان ثانی اور تثویب، تدوین کتب حدیث اور علوم شرعیہ کی مروجہ تعلیم وغیرہ یہ تمام امور جواز اور استحسان کے باوجود سنت رسول نہیں ہیں اور نہ ان پر عمل کرنے سے سنت کا ثواب متوقع ہے یہ سب بدعات مستحبہ یا مستحسنہ ہیں لیکن یہ بات ملحوظ رکھنی چاہیے کہ کسی ضرورت شرعی کے بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جماعت صحابہ کے کیے ہوئے کام کو بدلنا اور اس میں کسی سابقہ اور لاحقہ کا اضافہ کرکے بالخصوص درجہ شعائر میں اجتماعی طور پر اس کام کو کرنا بہر حال ناپسندیدہ اور مکروہ عمل ہے۔ غیر رمضان میں وتر کی جماعت کے دوام کی کراہت ہم اس سے پہلے فقہاء کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں۔ دوسری دلیل یہ حدیث شریف ہے:

عَنْ نافع ان رجلا عطس الی جنب ابن عمر فقال الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ فقال ابن عمر وانا اقول الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ ولیس ھکذا علمنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علمنا ان نقول الحمد للہ علی کل حال۔ لہ

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ ابن عمر کے پہلو میں ایک شخص کو چھینک آئی تو اس نے کہا: الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا (کہ عام حالات میں) میں بھی کہتا ہوں الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس خاص موقع پر یعنی) ہمیں چھینک کے جواب کی اس طرح تعلیم نہیں دی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ ہم چھینک کے جواب میں "الحمد للہ علی کل حال" کہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عبادات جس طرح مشروع اور مقرر فرمائی ہیں ان کو کسی ترمیم اور اضافہ کے بغیر اسی طرح ادا کرنا اتباع رسول اور جماعت صحابہ کے ساتھ وابستگی ہے اور اپنی رائے سے ان میں کسی سابقہ اور لاحقہ کا اضافہ کرنا بہر حال مکروہ اور ناپسندیدہ عمل ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

مسند احمد، سنن ابوداؤد، سنن نسائی، طبرانی، اور ابن السنی میں جامع ترمذی کی طرح یہ روایت ہے کہ چھینک آنے پر الحمد للہ علی کل حال، کہنا چاہیے اور صحیح بخاری میں ہے الحمد للہ کہنا چاہیے اور بعض میں ہے الحمد للہ رب العالمین کہنا چاہیے۔ ابو جعفر طبری نے تہذیب میں سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کو چھینک آئی تو اس نے کہا الحمد للہ آپ نے جواب میں فرمایا یرحمک اللہ اور دوسرے شخص کو چھینک آئی تو اس نے کہا "الحمد للہ رب العلمین حمدا طیبا مبارکا فیہ مبارکا علیہ کما یحب ربنا و یرضی" جب نماز ختم ہو گئی تو آپ نے تین بار پوچھا یہ کلمات کس شخص نے کہے تھے اس شخص نے بتایا میں نے کہے ہیں آپ

لہ۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ ھ۔ جامع ترمذی ص ۳۹۱ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی۔

نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں نے دیکھا ان کلمات کو بارگاہ رب العزت میں لے جانے کے لیے تیس (۳۰) سے زیادہ فرشتے جھپٹ رہے تھے۔ لـہ

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ چھینک آنے کے بعد سنت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد کی جائے اور الفاظ حمد میں کلمات حمد وثنا کا اضافہ کرنا مستحسن ہے اور اس کے بعد درود وسلام کے کلمات پڑھنا اگرچہ جائز ہے لیکن سنت متوارثہ کے مطابق نہیں ہے۔ اس لیے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس طریقہ کو ناپسند فرمایا۔

جس فعل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ ترک کیا ہو وہ علی الاطلاق بدعت نہیں ہے۔

نفلی عبادات کے سلسلہ میں بعض لوگ یہ قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ جن عبادات کا داعیہ اور باعث عہد رسالت میں موجود ہو اور اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام کو نہ کیا ہو تو آپ کا باوجود داعیہ اور باعث کے اس کام کو نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ بدعت سیئہ اور ناجائز ہے پھر اس قاعدہ کے تحت یہ بیان کرتے ہیں کہ بارہ ربیع الاول کو محافل میلاد منعقد کرنا اور اس تاریخ کو ایصال ثواب کرنا بدعت سیئہ ہے کیونکہ آپ کی زندگی میں یہ تاریخ بار بار آئی لیکن آپ نے محفل میلاد منعقد کی نہ جلوس نکالا نہ ایصال ثواب کیا لہٰذا یہ امور بدعت ہیں۔ اسی طرح آپ کے صاحبزادے اور صاحبزادیاں فوت ہوئیں اور ان کے وصال کے تین روز گزرنے کے بعد آپ نے سوئم کیا نہ چالیس روز گزرنے کے بعد چالیسواں کیا نہ سال گزرنے کے بعد برسی کی نہ کسی کا عرس کیا حالانکہ ان کے دواعی اور بواعث موجود تھے لہٰذا یہ تمام امور ناجائز اور بدعت سیئہ ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ اصول صحیح مان لیا جائے تو آدھی سے زیادہ نفلی عبادات ختم ہو جائیں گی۔ دیکھئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان کی تمام راتوں میں باجماعت تراویح اور اس میں ختم قرآن کو شروع کیا جب کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک رمضان میں تین راتوں کو قیام کیا اور اس میں بھی جماعت کا خود اہتمام نہیں فرمایا۔ صحابہ از خود اپنے شوق سے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگتے تھے اور جب آپ نے صحابہ کا یہ ذوق وشوق دیکھا تو آپ نے چوتھی رات تراویح نہیں پڑھائی اور کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے کہ آپ نے ہر رمضان اور رمضان کی ہر رات میں باجماعت تراویح پڑھائی ہو اور اس میں ختم قرآن بھی کیا ہو۔ حالانکہ تراویح اور ختم قرآن کا داعیہ اور باعث رمضان شریف ہے جو آپ کی زندگی میں بارہا آیا لیکن آپ نے کسی رمضان میں تمام راتوں میں باجماعت تراویح نہیں پڑھی اور نہ ختم قرآن کیا تو پھر کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ ختم قرآن اور باجماعت تراویح ناجائز اور بدعت سیئہ ہے اور معاذ اللہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور باقی خلفاء راشدین اور تمام صحابہ اور تابعین معاذ اللہ بدعت سیئہ کے مرتکب تھے!

اسی طرح قرآن مجید کو ایک لغت کے ساتھ خاص کرنے کا محرک آپ کے سامنے تھا کیونکہ لغات کے اختلاف کی وجہ سے بعض صحابہ، بعض دوسرے صحابہ کی تکذیب کرتے تھے حتیٰ کہ حضرت عمر بن الخطاب، حضرت حکیم بن حزام کو چادر سے پکڑ کر کھینچتے ہوئے حضور کے پاس لائے کہ وہ اس طرح سے قرآن مجید نہیں پڑھ رہے تھے جس طرح حضرت عمر پڑھتے تھے اور حضرت عمر کے خیال میں انھوں نے قرآن مجید میں تبدیلی کر دی تھی ؎ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے ساتھ

لـہ۔ شیخ عبدالرحمٰن مبارکپوری متوفی ۱۳۵۲ھ تحفۃ الاحوذی ج ۴ ص ۳-۲- مطبوعہ نشر السنۃ ملتان۔

؎۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۷۲ ملخصا مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ۔

تو یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ انھوں نے دو صاحبوں کو مختلف طریقہ سے قرآن مجید پڑھتے دیکھا جبکہ وہ کسی اور طریقہ سے قرآن مجید پڑھتے تھے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کی تصدیق کر دی تو حضرت ابی بن کعب کے دل میں اسلام کے خلاف شبہ پیدا ہو گیا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینہ پر ہاتھ ملا تب وہ شبہ زائل ہو گیا [۱]۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس اختلاف قرأت کی بناء پر صرف ایک لغت قریش پر قرآن مجید کو باقی رکھا اور باقی نسخوں کو جمع کیا اور دھلوا کر وہ نسخے جلا ڈالے حالانکہ یہ محرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی تھا اس کے باوجود آپ نے ایک لغت پر قرآن مجید کو جمع نہیں کیا تو کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو ایک لغت قریش پر قرآن مجید کو جمع کیا یہ ناجائز اور بدعت سیئہ تھا۔ اسی طرح قرآن مجید پر اعراب لگانا، قرآن مجید میں سورتوں کے نام لکھنا، قرآن مجید کو پاروں میں تقسیم کرنا، مسجد میں محراب بنانا ان تمام کاموں کے محرک عہد رسالت میں تھے۔ اس کے باوجود یہ کام آپ نے نہیں کیے تو کیا یہ سارے کام ناجائز اور بدعت سیئہ ہیں؟۔

نفلی عبادات کے عنوان سے ایسے بہت سے کام تمام دنیا کے مسلمانوں میں رواج پا چکے ہیں جن کو عہد رسالت میں باوجود محرک کے نہیں کیا گیا، جن میں مقررہ تاریخوں میں دینی اور تبلیغی اجتماعات وغیرہ شامل ہیں اور یہ وہ امور ہیں جن کے جواز اور استحباب پر تمام امت مسلمہ متفق ہے اس لیے یہ قاعدہ ہی صحیح نہیں ہے۔

اس سلسلہ میں بعض لوگ ہدایہ کی اس عبارت سے استدلال کرتے ہیں:

علامہ مرغینانی لکھتے ہیں:

ویکرہ ان یتنفل بعد طلوع الفجر باکثر من رکعتی الفجر لانہ علیہ السلام لم یزد علیہما مع حرصہ علی الصلوٰۃ [۲]

طلوع فجر کے بعد دو رکعت سنت فجر سے زیادہ نفل پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت (سنت) سے زیادہ نہیں پڑھیں حالانکہ نماز کا آپکو بہت زیادہ اشتیاق تھا۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ فقہاء کرام نے طلوع فجر کے بعد دو رکعت سنت سے زیادہ نوافل پڑھنے کو اس لیے مکروہ قرار دیا ہے کہ آپ نماز پڑھنے کے اشتیاق کے باوجود طلوع فجر کے بعد صرف دو رکعت نماز پڑھتے تھے لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس وقت زیادہ نوافل پڑھنے سے ایک مانع موجود تھا اور وہ یہ تھا کہ آخر شب میں دیر تک طویل قیام کے ساتھ تہجد کے نوافل میں مشغول رہنے کے باعث آپ پر تھکاوٹ اور تکان طاری رہتی تھی جس کے باعث آپ دو رکعت سنت فجر بھی بہت تخفیف پڑھتے تھے اور سنتیں پڑھنے کے بعد آرام کی خاطر لیٹ جاتے تھے۔ اس بناء پر آپ نے اس وقت دو رکعت سنت فجر سے زیادہ نوافل نہیں پڑھے۔

ہدایہ کی ایک اور عبارت سے بھی استدلال کیا جاتا ہے۔

علامہ مرغینانی لکھتے ہیں:

---

[۱] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۷۳، ملخصاً مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ۔

[۲] علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۲۰۸ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

ولا یتنفل فی المصلی قبل العید لانہ علیہ السلام لم یفعل ذلک مع حرصہ علی الصلوٰۃ ثم قیل الکراھۃ فی المصلی خاصۃ وقیل فیہ و فی غیرہ عامۃ لانہ علیہ السلام لم یفعلہ ۔ [1]

عید کی نماز سے پہلے عیدگاہ میں نفل نہ پڑھے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر نفل نہیں پڑھے حالانکہ آپ کو نماز کا بہت زیادہ شوق تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ بالخصوص عیدگاہ میں نفل پڑھنا مکروہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ کراہت عام ہے عیدگاہ ہو یا اس کا غیر کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عید سے پہلے نوافل نہیں پڑھے۔

اس عبارت سے بھی استدلال درست نہیں ہے کیونکہ یہاں بھی عیدگاہ میں نوافل نہ پڑھنے سے ایک مانع موجود تھا اور وہ یہ ہے کہ عیدگاہ میں لوگوں کا کثیر اژدحام ہوتا ہے اگر وہاں لوگ نماز پڑھنے کھڑے ہو جائیں تو لوگوں کو گذرنے اور آنے جانے میں حرج ہوگا باقی عموم کا قول صحیح نہیں ہے۔

بہرحال اس تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ جس فعل کو کسی محرک کے باوجود آپ نے ہمیشہ ترک کیا ہو اس کو کرنا بدعت سیّئہ اور ناجائز نہیں ہے۔

رسول اللہ کے کسی کام کو ترک کرنے کی وجہ سے بدعت کا ضابطہ

اس سے پہلے ہم تفصیل سے بیان کر چکے ہیں کہ جس کام کو داعی اور باعث کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا ہو اس فعل کو کرنا بدعت اور ناجائز نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں صحیح قاعدہ یہ ہے کہ جس خاص عبادت کے کرنے کا محرک ہو اور اس کے کرنے سے کوئی مانع نہ ہو اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کام قصداً ترک کیا ہو تو وہ کام کرنا یقیناً ناجائز اور بدعت ہے۔

فقہاء حنفیہ نے تصریح کی ہے کہ غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ صحیح روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کے سوا کسی کی غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھی حالانکہ آپ کی حیات مبارکہ میں شرقاً غرباً مسلمان فوت ہوتے رہتے تھے اور آپ مسلمانوں کی نماز جنازہ پڑھنے کے بے حد شائق تھے اس کے باوجود آپ نے نجاشی کے سوا کسی کی نماز جنازہ نہیں پڑھی اور نجاشی کی نماز جنازہ پڑھنا آپ کی خصوصیت تھی کیونکہ علامہ ابن ہمام نے ذکر کیا ہے کہ آپ کے سامنے نجاشی کا تابوت منکشف کر دیا گیا تھا [2]۔ اور آپ کے لیے وہ غائب نہ تھا۔

نماز جنازہ ایک خاص عبادت ہے اور چونکہ مسلمان فوت ہوتے رہتے تھے اس لیے اس کا محرک بھی تھا اور پڑھنے سے کوئی مانع نہ تھا اور آپ کو علم بھی ہو جاتا تھا کہ فلاں جگہ فلاں صحابی فوت ہو گئے جیسے ستر قاری بیر معونہ میں فوت ہوئے اس کے باوجود آپ ان کی نماز جنازہ سے قصداً باز رہے اس لیے غائب کی نماز جنازہ پڑھنا ناجائز ہے۔

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں:

---

[1] علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ ھ ، ہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۴۲ ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

[2] علامہ کمال ابن ہمام متوفی ۸۶۱ ھ ، فتح القدیر ج ۲ ص ۸۰ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

لا تجوز علی غائب الی قولہ ثم دلیل الخصوصیۃ انہ لم یصل علی غائب الا علی ہولاء ومن سوی النجاشی صرح فیہ بانہ رفع لہ وکان بمرای منہ مع انہ قد توفی خلق منہم رضی اللہ عنہم غیبا فی الاسفار کارض الحبشۃ والغزوات ومن اعز الناس علیہ کان القراء ولم یوثر قط عنہ بانہ صلی علیہم وکان علی الصلوٰۃ علی کل من توفی من اصحابہ حریصا حتی قال لا یموتن احد منکم الا اذنتمونی بہ فان صلوٰتی علیہ رحمۃ۔ [1]

غائب کی نماز جنازہ جائز نہیں ہے (آپ نے جن غائب اموات کی نماز جنازہ پڑھائی وہ آپ کی خصوصیت تھی) خصوصیت کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے اِن کے سوا اور کسی کی نماز جنازہ نہیں پڑھی اور نجاشی کے سوا (جو علامہ واقدی کی مغازی کے مطابق حضرت زید بن حارثہ اور حضرت جعفر بن ابی طالب ہیں) آپ نے جن کی نماز جنازہ پڑھی ہے انہیں آپ کے سامنے پیش کر دیا گیا تھا اور وہ آپ کی نگاہوں کے سامنے تھے، حالانکہ کثیر صحابہ رضی اللہ عنہم سفر کے دوران مثلاً ارض حبشہ اور مختلف غزوات (جنگوں) میں غائبانہ فوت ہوئے اور لوگوں میں سب سے زیادہ عزیز آپ کو ستر قاری تھے اور کسی روایت سے یہ منقول نہیں ہے کہ آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی ہو، حالانکہ آپ فوت ہونے والے صحابہ کی نماز جنازہ پڑھنے کے بہت شائق تھے حتیٰ کہ آپ نے فرمایا: جب بھی تم میں سے کوئی شخص فوت ہو مجھے بتایا کرو کیوں کہ اس پر میری نماز رحمت ہے۔

علامہ ابن ہمام کی اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود سبب، باعث اور محرک کے کسی خاص موقع یا خاص وقت میں کسی خاص عبادت کو قصداً ترک کیا ہو تو اس وقت اور اس موقع پر اس عبادت کو کرنا مکروہ ہے اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع جس طرح فعل میں مطلوب اور مسنون ہے اسی طرح جس کام سے باوجود محرک کے آپ قصداً باز رہے ہوں اس میں بھی آپ کی اتباع مطلوب ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

حضور پُرنور سید یوم النشور بالمؤمنین رؤف رحیم علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوات والتسلیم کو نماز جنازہ مسلمین کا کمال اہتمام تھا۔ اگر کسی وقت رات کی اندھیری (کے اندھیرے ——— از سعیدی) یا دوپہر کی گرمی یا حضور کے آرام فرما ہونے کے سبب صحابہ نے حضور کو اطلاع نہ دی اور دفن کر دیا تو ارشاد فرماتے: "لا تفعلوا ادعونی لجنائزکم" "ایسا نہ کیا کرو مجھے اپنے جنازوں کے لیے بلا لیا کرو" (رواہ ابن ماجہ عن عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ) اور فرماتے: لا یموتن فیکم میت ما کنت بین اظہرکم الا اذنتمونی بہ فان صلوٰتی علیہ رحمۃ۔ ..... "ایسا نہ کرو میں جب تک تم میں تشریف فرما ہوں، ہرگز کوئی میت تم میں نہ مرے جس کی مجھے اطلاع نہ دو کہ اس پر میری نماز موجب رحمت ہے۔" رواہ الامام احمد عن زید بن ثابت

---

[1] علامہ کمال ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۲ ص ۸۱ - ۸۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر۔

رضی اللہ عنہ ورواہ ابن حبان والحاکم عن یزید بن ثابت رضی اللہ عنہ فی حدیث اٰخر .... اور مزید فرماتے ہیں: "یہ قبریں اپنے ساکنوں پر تاریکی سے بھری ہیں میں اپنی نماز سے انھیں روشن فرما دیتا ہوں"۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وبارک وسلم وعلیٰ اٰلہ قدر نورہ وجمالہ وجاھہ وجلالہ وجودہ ونوالہ وانفضالہ (رواہ مسلم وابن حبان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ)

بایں ہمہ حالانکہ زمانہ اقدس میں صدہا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دوسرے مواضع میں وفات پائی۔ کبھی کسی حدیث صریح سے ثابت نہیں کہ حضور نے غائبانہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھی۔ کیا وہ محتاج رحمت والا نہ تھے؟ کیا معاذ اللہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر رحمت وشفقت نہ تھی؟ کیا ان کی قبور اپنی نماز پاک سے پرنور نہ کرنا چاہتے تھے؟ کیا جو مدینہ طیبہ میں مرتے انھی کی قبور محتاج نور ہوتیں اور جگہ اس کی حاجت نہ تھی؟۔ یہ سب باتیں بداہۃً باطل ہیں؟ تو حضور اقدس کا عام طور پر ان کا جنازہ نہ پڑھنا بر روشن و واضح دلیل ہے کہ جنازہ غائب پر نماز ناممکن (ناجائز ——— از سعیدی) تھی۔ ورنہ ضرور پڑھتے کہ مقتضی بکمال وفور موجود اور مانع مفقود۔ لاجرم (یقیناً ——— سعیدی) نہ پڑھنا قصداً باز رہنا تھا اور جس امر سے مصطفیٰ علیہ السلام بے عذر مانع بالقصد احتراز فرمائیں وہ ضرور (ہرگز ——— سعیدی) امر شرعی ومشروع نہیں ہو سکتا۔[1]

علامہ ابن ہمام اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمہما اللہ کی عبارات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جن خاص کاموں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود اشتیاق کے قصداً باز رہے۔ ان کاموں کا کرنا جائز نہیں ہے۔ خواہ ان کاموں سے زندہ یا مردہ لوگوں کو بظاہر کوئی فائدہ ہی پہنچتا ہو کیونکہ آپ کے زمانہ میں صحابہ کرام بھی رحمت اور فائدہ سے مستغنی نہیں تھے اور کسی فائدہ یا رحمت کے پیش نظر جس کام کو آج لوگ بطور عبادت کرتے ہیں اس عبادت کا محرک اور باعث عہد رسالت میں بھی موجود تھا اس کے باوجود جب آپ نے کسی رکاوٹ اور عذر کے بغیر بالقصد اس عبادت سے تاحیات احتراز فرمایا تو بعد کے لوگوں کے لیے اس عبادت کا کرنا کس طرح مستحسن ہو سکتا ہے! اس لیے وہ ہر نئی عبادت جس کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود اس کے محرک اور باعث کے قصداً ترک کیا ہو۔ اعلیٰ حضرت کے ارشاد کی روشنی میں ناجائز ہے۔ ورنہ اس کے مکروہ اور ناپسندیدہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے ارشادات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس کام کو اس کے محرک اور باعث کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قصداً ترک کیا ہو وہ بھی مکروہ اور ناپسندیدہ ہے۔ اعلیٰ حضرت سے جب سوال کیا گیا کہ آیا اردو میں جمعہ کا خطبہ دینا جائز ہے کیونکہ عوام کو عربی سمجھ میں نہیں آتی تو فرمایا: یہ امر خلاف سنت متوارثہ مسلمین ہے اور سنت متوارثہ کا خلاف مکروہ، قرناً فقرناً اہل اسلام میں ہمیشہ خالص عربی میں خطبہ معمول ومتوارث رہا ہے اور متوارث کا اتباع ضرور ہے۔ درمختار میں ہے: توارثہ المسلمون فوجب اتباعھم زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بحمد اللہ ہزارہا بلاد عجم فتح ہوئے ہزاروں عجمی حاضر ہوئے مگر کبھی منقول نہیں کہ انھوں نے ان کی غرض سے خطبہ غیر عربی میں پڑھا ہو یا اس میں دوسری زبان کا خلط کیا ہو، وکل ما وجد مقتضیہ عیناً مع المانع ثم ترکوا لدل علی انھم کفوا عنہ فکان

---

[1] اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی متوفی ١٣٤٠ھ، فتاویٰ رضویہ ج ٤ ص ٦٩ - ٦٨ مطبوعہ سنی دارالاشاعت فیصل آباد، طبع دوم ١٣٩٢ھ۔

ادناہ الکراھۃ ــــــــــــــ" (ہر وہ کام جس کا بالخصوص محرک پایا جائے اور اس کے کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو اور پھر صحابہ کرام اس کو قصداً نہ کریں تو یہ اس کے عدم جواز پر دلالت کرتا ہے اور اس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ وہ مکروہ ہو۔ ترجمہ از سعیدی) لہ۔

نفلی عبادات کے ساتھ فرض یا واجب کا معاملہ کرنے کی ممانعت

بعض نفلی عبادات اس قسم کی ہیں کہ مسلمانوں نے ان کو جواز اور استحباب کے طور پر کرنا شروع کیا لیکن جب ان پر تسلسل اور تواتر کے ساتھ عمل ہونے لگا تو ان پڑھ عوام اور نیم خواندہ مولویوں نے ان کے ساتھ فرض اور واجب ایسا معاملہ کرنا شروع کر دیا اور اس پر مستزاد یہ ہے کہ ایک جائز کام کے ساتھ کئی ناجائز کام ملا دیے اور یوں ایک نفلی عبادت اور امر مستحب جائز اور ناجائز کاموں کا ملغوبہ بن کر طعن و تشنیع اور ملامت کا ہدف بن گیا جس پر قرآن مجید کی یہ آیت بالکل صادق آتی ہے: ورھبانیۃ ابتدعوھا ما کتبناھا علیھم الا ابتغاء رضوان اللہ فما رعوھا حق رعایتھا (الحدید: ۲۷) "راہب بننے کی بدعت انھوں نے خود دین میں نکالی ہم نے ان پر فرض نہیں کی تھی انھوں نے یہ بدعت صرف اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے نکالی لیکن پھر اس کو اس طرح نہ نباہ سکے، جس طرح نبھانا چاہیے تھا"۔

بزرگان دین کے عرس کی اصل شریعت سے ثابت ہے۔ عرس کے دن مزار پر جا کر فاتحہ پڑھنا، قرآن خوانی کرنا ایصال ثواب کرنا اور صاحب مزار کے وسیلہ سے دعا کرنا یہ سب امور جائز اور مستحسن ہیں لیکن آجکل عرس کے ایام میں ایسی ایسی بدعات کا ارتکاب ہوتا ہے کہ الامان الحفیظ، کھلے عام مزاروں پر سجدے کیے جاتے ہیں۔ حاجت روائی کے لیے صاحب مزار کی نذر مانی جاتی ہے حالانکہ اللہ کے غیر کو سجدہ اور اس کی نذر حرام ہے، اوباش لڑکے ڈھول باجے اور ناچ گانے کے ساتھ چادر کا جلوس لے کر مزار پر جاتے ہیں۔ عرس کے ایام میں کھیل تماشوں کا میلہ لگتا ہے جس میں مردوں اور عورتوں کا مخلوط اجتماع ہوتا ہے اور یہ تمام کام دین کے نام پر کیے جاتے ہیں اور مسلک اہلسنت کی بدنامی ہوتی ہے۔

اعراس میں جو یہ فواحش اور منکرات شامل ہو گئے ہیں ان فواحش اور منکرات کی بنا پر نفس عرس کو ناجائز اور بدعت سیئہ قرار دینا غلط اور دین میں زیادتی ہے جس طرح نفس اعراس کے جواز کی بنا پر ان فواحش اور منکرات کی شرعاً حوصلہ افزائی نہیں کی جا سکتی اسی طرح ان فواحش اور منکرات کی بنا پر نفس اعراس کو بدعت سیئہ کہنا شرعاً غلط اور باطل ہے۔

اسی طرح اذان سے پہلے اور بعد صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا معاملہ ہے۔ اذان سے کچھ پہلے وقفہ سے مختلف صیغوں کے ساتھ اور اذان کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی بنیاد پر نفلی طریقہ سے صلوٰۃ و سلام پڑھنا یقیناً ایک امر مستحب اور مستحسن ہے لیکن اس کو کبھی کبھی ترک بھی کر دینا چاہیے تاکہ ان پڑھ عوام اور نئی نسلیں اس کو فرض اور واجب نہ سمجھ لیں۔ اور اگر کوئی شخص صلوٰۃ و سلام نہ پڑھے تو اس پر اعتراض اور ملامت نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اعتراض اور ملامت صرف واجب اور فرض کے ترک پر کی جاتی ہے اگر اذان سے پہلے یا بعد صلوٰۃ و سلام نہ پڑھنے پر ملامت کی جاتی رہی تو یہ اس نفلی عبادت

لہ۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۵۰۰، مطبوعہ سنی دارالاشاعت، طبع دوم ۱۳۹۳ھ۔

کو فرض اور واجب قرار دینے کے مترادف ہوگا اور یہ بعینہٖ بدعت سیئہ ہے، اس لیے اس نفلی عبادت کو اسی کے درجہ میں رکھا جائے اس پر التزام کرکے اس کے ساتھ فرض اور واجب کا معاملہ نہ کیا جائے۔

ہاں علماء دیوبند جو اذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام اور اس جیسے دوسرے امور کو تسلسل اور تواتر سے بدعت سیئہ ضالہ اور مضلہ اور دخول نار کا موجب قرار دیتے ہیں یہ حد سے تجاوز ہے اور احکام شرعیہ میں مداخلت کے مترادف ہے اور یہ کہنا کہ اہل سنت ان امور کو فرض اور واجب قرار دیتے ہیں بلا وجہ ان پر بدگمانی ہے اگر کوئی شخص جہالت کی وجہ سے ان امور کے ساتھ فرض ایسا معاملہ کرتا ہے تو اس کا حکم الگ ہے اور وہ سخت گناہ ہے اور یہ بھی انصاف سے بعید ہے کہ کسی شخص یا چند اشخاص کے احوال کو دیکھ کر پوری جماعت کو مطعون کیا جائے۔

متقدمین علماء کے سامنے بھی یہ بات تھی کہ عہد رسالت اور عہد صحابہ میں اذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا رواج نہیں تھا اس کے باوجود انھوں نے صلوٰۃ وسلام پڑھنے سے منع نہیں کیا بلکہ اس کو جائز اور مستحب قرار دیا ہے:

علامہ علائی لکھتے ہیں:

التسليم بعد الاذان حدث فی ربيع الآخر سنة سبعمائة واحدى وثمانين فی عشاء ليلة الاثنين ثم يوم الجمعة ثم بعد عشر سنين حدث فی الكل الا المغرب ثم فيها مرتين وهو بدعة حسنة [۱]

اذان کے بعد سلام پڑھنے کی ابتداء سات سو اکیاسی ہجری کے ربیع الآخر میں پیر کی شب عشاء کی اذان سے ہوئی۔ اس کے بعد جمعہ کے دن اذان کے بعد سلام پڑھا گیا اس کے دس سال بعد مغرب کے سوا تمام نمازوں میں دو مرتبہ سلام پڑھا جانے لگا اور یہ بدعت حسنہ ہے۔

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

قد احدث المؤذنون الصلوٰة والسلام على رسول الله صلى الله عليه وسلم عقب الاذان للفرائض الخمس الا الصبح والجمعة فانهم يقدمون ذلك فيها على الاذان والا المغرب فانهم لا يفعلونه اصلا لضيق وقتها وكان ابتداء حدوث ذلك من ايام السلطان الناصر صلاح الدين ابی المظفر يوسف بن ايوب وامره واما قبل ذلك فانه لما قتل الحاكم ابن العزيز امرت اخته بنت الملك ان يسلم على ولده الظاهر فسلم عليه بما صورته السلام على الامام

مؤذنوں نے جمعہ اور صبح کے علاوہ فرائض کی تمام اذانوں کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا شروع کر دیا ہے وہ ان نمازوں میں صلوٰۃ وسلام کو اذان سے پہلے پڑھتے ہیں اور مغرب کی اذان میں صلوٰۃ وسلام بالکل نہیں پڑھتے کیونکہ اس کا وقت تنگ ہوتا ہے۔ اس کی ابتداء سلطان ناصر صلاح الدین ابو المظفر یوسف بن ایوب کے زمانہ میں اس کے حکم سے ہوئی اس سے پہلے جب حاکم ابن العزیز قتل کیا گیا تھا تو ابن العزیز کی بہن جو بادشاہ کی بیٹی تھی اس نے حکم دیا کہ (اذان کے بعد) اس کے بیٹے ظاہر پر سلام پڑھا جائے جس کی یہ صورت تھی:— "السلام على الامام الظاهر۔" پھر اس کے

[۱] علامہ علاؤ الدین الحصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ۔ در مختار علی ہامش الرد ج اص ۳۶۲ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

علامہ طحطاوی نے اس تعریف کی شرح میں لکھا ہے کہ باعتبار علم کے بدعتی کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کا منکر ہو اور بدعتی باعتبار عمل کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص کسی قبیلہ میں نیک کام کے لیے اذان دیتا ہو اور بدعتی باعتبار حال کے یہ ہے کہ کوئی شخص اس اعتقاد سے خاموش رہتا ہو کہ چپ رہنا عبادت ہے۔ [1]

مشہور غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان بدعت سیئہ کی تعریف میں لکھتے ہیں:

البدعۃ الشرعیۃ ھی الامر الحادث فی الدین بعد القرون الثلثۃ المشھود لھم بالخیر لم یدل علیہ دلیل من الکتاب و السنۃ و لم یدخل تحت عمومھا بل کان فی خلاف ما امر اللہ بہ و رسولہ و ھی المراد فی قولہ کل بدعۃ ضلالۃ و قولہ ما احدث قوم بدعۃ الا رفع مثلھا من السنۃ و ھی فی روایۃ ما ابتدع قوم بدعۃ فی دینھم الا نزع اللہ من سنتھم مثلھا ثم لا یعیدھا الیھم الی یوم القیامۃ [2]

بدعت شرعیہ وہ نیا کام ہے جو ان قرون ثلثہ کے بعد دین میں پیدا کیا گیا ہو جن کے خیر ہونے کی زبان رسالت نے گواہی دی ہے اس نئے کام پر نہ کتاب و سنت سے کوئی دلیل قائم ہو نہ وہ کتاب و سنت کے کسی عام حکم کے تحت داخل ہو بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے خلاف ہو۔ حسب ذیل احادیث میں جس بدعت کا ذکر ہے اس سے یہی بدعت مراد ہے۔ "ہر بدعت گمراہی ہے" جو قوم کسی بدعت کو پیدا کرتی ہے اس قوم سے اس بدعت کے بدلہ میں ایک سنت اٹھالی جاتی ہے جو قوم اپنے دین میں کوئی بدعت نکالتی ہے اللہ تعالیٰ اس بدعت کے بدلہ میں ان سے کوئی سنت اٹھا لیتا ہے پھر قیامت تک ان میں وہ سنت واپس نہیں لاتا۔

بدعت کا شرعی معنی اور اقسام

علامہ ابن اثیر جزری بدعت کا شرعی معنی اور اس کی اقسام بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

البدعۃ بدعتان: بدعۃ ھدی و بدعۃ ضلال، فما کان فی خلاف ما امر اللہ بہ و رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم فھو فی حیز الذم و الانکار و ما کان واقعا تحت عموم ما ندب اللہ الیہ وحض علیہ اللہ

بدعت کی دو قسمیں ہیں، بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ۔ جو کام اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے خلاف ہو وہ مذموم اور ممنوع ہے، اور جو کام کسی ایسے عام حکم کا فرد ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے مستحب قرار دیا ہو یا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم پر برانگیختہ کیا ہو اس کام کا کرنا محمود ہے اور جن کاموں کی مثال پہلے موجود نہ ہو جیسے سخاوت کی اقسام

---

[1] علامہ احمد بن محمد طحطاوی متوفی ۱۲۳۱ھ۔ حاشیہ مراقی الفلاح ص ۱۸۱ مطبوعہ مصطفی البابی، مصر الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۵۶ھ

[2] شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ، ہدیۃ المہدی ص ۱۱۶، مطبوعہ میور پریس دہلی ۱۳۲۵ھ

ورسولہ فہو فی حیز المدح وما لم یکن لہ مثال موجود کنوع من الجود والسخاء وفعل المعروف فہو من الافعال المحمودۃ ولا یجوز ان یکون ذلک فی خلاف ما ورد الشرع بہ لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد جعل لہ فی ذلک ثوابا فقال من سن سنۃ حسنۃ کان لہ اجرھا واجر من عمل بھا وقال فی ضدہ "ومن سن سنۃ سیئۃ کان علیہ وزرھا ووزر من عمل بھا" وذلک اذا کان فی خلاف ما امر اللہ بہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔[۱]

"اور دوسرے نیک کام، وہ اچھے کام ہیں بشرطیکہ وہ خلاف شرع نہ ہوں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے کاموں پر ثواب کی بشارت دی ہے۔ آپ نے فرمایا: "جس شخص نے اچھے کام کی ابتداء کی اس کو اپنا اجر بھی ملے گا اور جو لوگ اس کام کو کریں گے ان کے عمل کا اجر بھی ملے گا اور جو بُرے کام کی ابتداء کرے اس کے بارہ میں فرمایا: جس شخص نے بُرے کام کی ابتداء کی اس پر اپنی بُرائی کا وبال بھی ہو گا اور جو اس بُرائی کو کریں گے ان کا وبال بھی اس پر ہو گا۔ اور یہ اس وقت ہے جب وہ کام اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے خلاف ہو۔

علامہ طاہر پٹنی نے بھی بدعت کی اسی طرح دو قسمیں بیان کی ہیں[۲]

علامہ ابن منظور افریقی نے علامہ ابن اثیر کی مذکور الصدر پوری عبارت نقل کی ہے اور علامہ ابن اثیر ہی کے حوالہ سے[۳] یہ لکھا ہے کہ حدیث میں جو ہے کہ ہر نیا کام بدعت ہے اس نئے کام سے مراد وہ کام ہے جو خلاف شریعت ہو، لکھتے ہیں:

وعلی ھذا التاویل یحمل الحدیث الآخر کل محدثۃ بدعۃ انما یرید ما خالف اصول الشریعۃ ولم یوافق السنۃ۔[۳]

ان دلائل کی بناء پر حدیث "ہر نیا کام بدعت ہے" کی تاویل کی جائے گی اور اس نئے کام سے مراد وہ کام ہیں جو اصول شریعت کے مخالف ہوں اور سنت کے موافق نہ ہوں۔

علامہ میر سید شریف نے بدعت کی دو تعریفیں لکھی ہیں:

(البدعۃ) ھی الفعلۃ المخالفۃ للسنۃ سمیت البدعۃ لان قائلھا ابتدعھا من غیر مقال امام (البدعۃ) ھی الامر المحدث الذی لم یکن علیہ الصحابۃ والتابعون ولم یکن مما اقتضاہ الدلیل الشرعی۔[۴]

بدعت وہ کام ہے جو سنت کے مخالف ہو اور اس کو بدعت اس لیے کہتے ہیں کہ اس کا قائل امام کے قول کے بغیر اس کی اختراع کرتا ہے۔ بدعت وہ نیا کام ہے جس کو صحابہ اور تابعین نے نہ کیا ہو اور نہ وہ دلیل شرعی کا تقاضا ہو۔

علامہ نووی نے بدعت پر انتہائی تفصیل اور تحقیق سے لکھا ہے، وہ فرماتے ہیں:

۱۔ علامہ مجد الدین ابن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ، النہایہ ج ۱ ص ۱۰۶، مطبوعہ موسسہ اسماعیلیان قم الطبعۃ الرابعہ ۱۳۶۴ھ۔

۲۔ علامہ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ۔ مجمع بحار الانوار ج ۱ ص ۸۰ مطبوعہ مطبع نو لکشور ہند

۳۔ علامہ جمال الدین ابن منظور افریقی مصری متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۸ ص ۶ مطبوعہ نشر ادب الحوزہ قم ایران، ۱۴۰۵ھ

۴۔ میر سید شریف جرجانی متوفی ۸۱۶ھ، کتاب التعریفات ص ۱۶، مطبوعہ مطبعۃ خیریہ مصر، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۳۰۶ھ۔

(بدع) البدعة بكسر الباء في الشرع هي احداث ما لم يكن في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وهي منقسمة الى حسنة وقبيحة. قال الشيخ الامام المجمع على امامته وجلالته وتمكنه في انواع العلوم وبراعته ابو محمد عبد العزيز بن عبد السلام رحمه الله ورضي الله عنه في آخر كتاب القواعد البدعة منقسمة الى واجبة ومحرمة ومندوبة ومكروهة ومباحة قال والطريق في ذلك ان تعرض البدعة على قواعد الشريعة فان دخلت في قواعد الايجاب فهي واجبة او في قواعد التحريم فمحرمة او الندب فمندوبة او المكروه فمكروهة او المباح فمباحة وللبدع الواجبة امثلة منها الاشتغال بعلم النحو الذي يفهم به كلام الله تعالى وكلام رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وذلك واجب لان حفظ الشريعة واجب ولا يتأتى حفظها الا بذلك وما لا يتم الواجب الا به فهو واجب الثاني حفظ غريب الكتاب والسنة من اللغة الثالث تدوين اصول الدين واصول الفقه الرابع الكلام في الجرح والتعديل وتمييز الصحيح من السقيم وقد دلت قواعد الشريعة على ان حفظ الشريعة فرض كفاية فيما زاد على المتعين ولا يتأتى ذلك الا بما ذكرناه وللبدع المحرمة امثلة منها مذاهب القدرية والجبرية والمرجئة والمجسمة والرد على هؤلاء من البدع الواجبة وللبدع المندوبة امثلة منها احداث الربط والمدارس وكل احسان لم يعهد في العصر الاول ومنها التراويح

بدعت کا شرعی معنی یہ ہے "وہ نیا کام کرنا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں نہ ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں حسنہ اور قبیحہ (سیئہ) شیخ امام ابو محمد عبد العزیز بن عبد السلام رحمہ اللہ و رضی اللہ عنہ جو تمام علوم میں ماہر اور فائق ہیں اور جن کی جلالت اور امامت پر تمام کا اتفاق ہے، انھوں نے کتاب القواعد کے آخر میں فرمایا: بدعت کی حسب ذیل اقسام ہیں۔ واجب، حرام، مستحب، مکروہ اور مباح۔ انھوں نے فرمایا کہ اس کے جاننے کا طریقہ یہ ہے کہ بدعت کا قواعد شرعیہ سے موازنہ کیا جائے اگر وہ بدعت قواعد ایجاب کے تحت داخل ہے تو واجب ہے اور اگر قواعد تحریم کے تحت داخل ہے تو حرام ہے اور اگر قواعد استحباب کے تحت داخل ہے تو مستحب ہے اور اگر کراہت کے قاعدہ کے تحت داخل ہے تو مکروہ اور اباحت کے قاعدہ میں داخل ہے تو مباح ہے۔ بدعات واجبہ کی بعض مثالیں یہ ہیں: علم نحو کا پڑھنا جس پر قرآن اور حدیث کا سمجھنا موقوف ہے' یہ اس لیے واجب ہے کہ علم شریعت کا حصول واجب ہے اور قرآن اور حدیث کے بغیر علم شریعت حاصل نہیں ہو سکتا اور جس چیز پر کوئی واجب موقوف ہو وہ بھی واجب ہوتی ہے۔ دوسری مثال ہے قرآن اور حدیث کے معانی جاننے کے لیے علم لغت کا حاصل کرنا، تیسری مثال ہے دین کے قواعد اور اصول فقہ کو مرتب کرنا چوتھی مثال ہے سند حدیث میں جرح اور تعدیل کا علم حاصل کرنا تاکہ صحیح اور ضعیف حدیث میں امتیاز ہو سکے اور قواعد شرعیہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اپنی ضروریات سے زیادہ علم شریعت حاصل کرنا فرض کفایہ ہے اور یہ علم مذکور الصدر علوم کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ بدعات محرمہ کی بعض مثالیں یہ ہیں: قدریہ، جبریہ، مرجئہ اور مجسمہ کے نظریات (آج کل پرویزی، چکڑالوی، بہائی، مرزائی، رافضی اسماعیلی وغیرہ کے نظریات، سعیدی غفرلہ) اور ان لوگوں پر رد کرنا۔ بدعات واجبہ کی قسم میں داخل ہے۔

والکلام فی دقائق التصوف وفی الجدل ومنها جمع المحافل للاستدلال ان قصد بذلک وجہ اللہ تعالٰی: وللبدع المکروھۃ امثلۃ کزخرفۃ المساجد وتزویق المصاحف وللبدع المباحۃ امثلۃ منھا المصافحۃ عقب الصبح والعصر ومنھا التوسع فی اللذیذ من الماکل والمشارب والملابس والمساکن ولبس الطیالسۃ وتوسیع الاکمام وقد یختلف فی بعض ذلک فیجعلہ بعض العلماء من البدع المکروھۃ ویجعلہ اٰخرون من السنن المفعولۃ فی عھد رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم فما بعدہ وذلک کالاستعاذۃ فی الصلاۃ والبسملۃ ھذا اٰخر کلامہ وروی البیھقی باسنادہ فی مناقب الشافعی عن الشافعی رضی اللہ عنہ قال المحدثات من الامور ضربان احدھما احدث مما یخالف کتابا او سنۃ او اثرا او اجماعا فھذہ البدعۃ الضلالۃ والثانیۃ ما احدث من الخیر لا خلاف فیہ لواحد من العلماء وھذہ محدثۃ غیر مذمومۃ وقد قال عمر رضی اللہ عنہ فی قیام شھر رمضان نعمت البدعۃ ھذہ یعنی انھا محدثۃ لم تکن واذا کانت لیس فیھا رد لما مضی ھذا اٰخر کلام الشافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ[۱]

بدعات مستحبہ کی بعض مثالیں یہ ہیں: سرائے اور مدارس بنانا اور ہر ایسا اصلاحی اور فلاحی کام جو عہدِ رسالت میں نہیں تھا (تمام رمضان میں) جماعت تراویح، تصوف کی دقیق ابحاث، بدعقیدہ فرقوں سے مناظرہ، اور اس مقصد کے لیے جلسے منعقد کرنا بشرطیکہ اس سے مقصود رضائے الٰہی ہو۔ بدعات مکروہ کی بعض مثالیں یہ ہیں: مساجد کی زیب و زینت، (متاخرین فقہاء نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) مصحف قرآن کو مزین کرنا (یہ بھی متاخرین کے نزدیک جائز ہے۔ سعیدی غفرلہٗ) بدعات مباح کی بعض مثالیں یہ ہیں: صبح اور عصر (کی نماز کے) بعد مصافحہ کرنا، کھانے پینے، پہننے اور رہائش کے معاملات میں وسعت کو اختیار کرنا، سبز چادریں اوڑھنا کھلی آستینوں کی قمیص پہننا۔ ان امور میں اختلاف ہے بعض علماء نے ان امور کو بدعات مکروہ میں داخل کیا ہے اور بعض علماء نے ان کو عہدِ رسالت اور عہدِ صحابہ کی سنتوں میں داخل کیا ہے جیسے نماز میں اعوذ باللہ اور بسم اللہ جھرًا پڑھنے میں سنت ہونے نہ ہونے کا اختلاف ہے۔ یہاں تک امام عبد العزیز بن عبد السلام کا کلام ہے اس کے بعد علامہ نووی فرماتے ہیں: امام بیہقی نے مناقب شافعی میں اپنی سند کے ساتھ امام شافعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ بدعات کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو کتاب، سنت، اثر یا اجماع کے خلاف ہو یہ بدعت سیئہ ہے دوسری قسم وہ نئے کام ہیں جن میں خیر ہو، ان میں کسی عالم کا اختلاف نہیں ہے اور یہ بدعت غیر مذموم ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان میں جماعت قائم کرا کر فرمایا یہ اچھی بدعت ہے، یعنی یہ وہ کام ہے جو پہلے نہیں تھا کیونکہ یہ شریعت کے خلاف نہیں ہے۔ یہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کی مکمل عبارت ہے۔

ملا علی قاری نے بھی شیخ عبد العزیز بن عبد السلام کے حوالے سے بدعات کی مذکور الصدر پانچ اقسام ذکر کی ہیں[۲] اسی طرح

[۱] علامہ ابو زکریا محی الدین بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تہذیب الاسماء واللغات، ج ۱ ص ۲۳-۲۲ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[۲] ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱ ص ۲۱۶ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی شیخ عبدالعزیز بن عبدالسلام کے حوالہ سے بدعت کی یہ پانچ اقسام ذکر کی ہیں [۱] علامہ شامی نے بھی علامہ نووی کے مذکورہ حوالہ سے یہ پانچ اقسام ذکر کی ہیں [۲]۔ اسی طرح علامہ آلوسی نے بھی علامہ نووی کے حوالے سے بدعت کی یہ پانچ اقسام ذکر کی ہیں [۳]۔ علامہ ابن حجر مکی نے بھی شیخ عبدالعزیز بن عبدالسلام کے حوالہ سے بدعت کی پانچ اقسام ذکر کی ہیں [۴] علامہ وشتانی مالکی نے بھی علامہ نووی کے حوالہ سے بدعت کی مذکورہ پانچ اقسام بیان کی ہیں [۵] علامہ سنوسی مالکی نے بھی قاضی عیاض مالکی کے حوالہ سے بدعت کی یہ پانچ اقسام ذکر کی ہیں [۶]۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے بھی علامہ نووی کے مذکورہ حوالہ سے بدعت کی پانچ اقسام بیان کی ہیں [۷]۔ شیخ عثمانی دیوبندی نے بھی علامہ نووی کے حوالہ سے بدعت کی یہ پانچ اقسام ذکر کی ہیں [۸]۔

مشہور غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان بدعت کی اقسام کے بارے میں لکھتے ہیں:

اما البدعة اللغوية فهي تنقسم الى مباحة ومكروهة وحسنة وسيئة قال الشيخ ولي الله من اصحابنا من البدعة بدعة حسنة كالاخذ بالنواجذ لما حث عليه النبي صلى الله عليه وسلم من غير عزم كالتراويح ومنها مباحة كعادات الناس في الاكل والشرب واللباس وهي هنيئة قلت تدخل في البدعات المباحة استعمال الورد والرياحين والازهار للعروس ومن الناس من منع عنها لاجل التشبه بالهنود الكفار قلنا اذا لم ينو التشبه او جرى الامر الموسوم بين الكفار في جماعة المسلمين من غير نكير فلا يضر التشبه

بہرحال باعتبار لغت کے بدعت کی حسب ذیل اقسام ہیں: بدعت مباحہ، بدعت مکروہہ۔ بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ ہمارے اصحاب میں سے شیخ ولی اللہ نے کہا کہ بدعات میں سے بدعت حسنہ کو دانتوں سے پکڑ لینا چاہیے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو واجب کئے بغیر اس پر برانگیختہ کیا ہے جیسے تراویح 'بدعات میں سے ایک قسم بدعت مباحہ ہے جیسے لوگوں کے کھانے پینے اور پہننے کے معمولات ہیں اور یہ آسان ہے۔ میں کہتا ہوں کہ دولہا دلہن کے لیے کلیوں اور پھولوں کا استعمال (جیسے ہار اور سہرا) بھی بدعات مباحہ میں داخل ہے بعض لوگوں نے ہندوؤں سے مشابہت کے سبب اس سے منع کیا ہے، ہم کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص تشبہ کی نیت نہ کرے یا کفار کی کوئی

۱؎۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۲۵ مطبوعہ نو لکشور ہند۔

۲؎۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، ردالمحتار ج ۱ ص ۵۲۳ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

۳؎۔ علامہ سید محمد آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی جز ۲۷ ص ۱۹۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی۔

۴؎۔ علامہ ابن حجر مکی متوفی ۹۷۴ھ، فتاویٰ حدیثیہ ص ۱۳۰ مطبوعہ مصطفیٰ البابی حلبی مصر، الطبعۃ الثالثہ ۱۳۵۶ھ۔

۵؎۔ علامہ وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ اکمال اکمال المعلم ج ۳ ص ۲۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۶؎۔ علامہ ابو عبداللہ سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ مکمل اکمال المعلم ج ۳ ص ۲۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۷؎۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، الحاوی للفتاوی ج ۱ ص ۱۹۲ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد۔

۸؎۔ شیخ شبیر احمد عثمانی دیوبندی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۲ ص ۴۰۶ مطبوعہ مکتبۃ الحجاز کراچی۔

ککثیر من الاقبیۃ والالبسۃ التی جائت من قبل الکفار ثم شاعت بین المسلمین وقد لبس النبی صلی اللہ علیہ وسلم جبۃ رومیۃ ضیقۃ الکمین وقسم الاقبیۃ التی جائت من بلاد الکفار علی اصحابہ ومنھا ماھی ترک المسنون وتحریف المشروع وھی الضلالۃ وقال السید البدعۃ الضلالۃ المحرمۃ ھی التی ترفع السنۃ مثلھا والتی لا ترفع شیئاً منھا فلیست ھی من البدعۃ بل ھی مباح الاصل۔ [1]

رسم مسلمانوں میں بغیر انکار کے جاری ہو تو اس میں مشابہت سے کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ قبا اور دوسرے لباس کفار کی طرف سے آئے اور مسلمانوں میں رائج ہو گئے اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تنگ آستینوں والا رومی جُبّہ پہنا ہے اور کفار کی طرف سے جو قبائیں آئی تھیں ان کو صحابہ میں تقسیم فرمایا ہے اور بدعات میں سے ایک وہ بدعت ہے جس سے کوئی سنت متروک ہو اور حکم شرعی میں تبدیلی آئے اور یہی بدعت ضلالہ (سیئہ) ہے۔ نواب صاحب (نواب صدیق حسن بھوپالی جو غیر مقلدین کے بہت بڑے عالم تھے) نے کہا ہے کہ بدعت وہ ہے جس سے اس کے بدلہ میں کوئی سنت متروک ہو جائے اور جس بدعت سے کسی سنت کا ترک نہ ہو وہ بدعت نہیں ہے بلکہ وہ اپنی اصل میں مباح ہے۔

مشہور نجدی عالم شیخ شوکانی فتح الباری سے نقل کر کے اقسام بدعت کے بارے میں لکھتے ہیں:

البدعۃ اصلھا ما احدث علی غیر مثال سابق وتطلق فی الشرع علی مقابل السنۃ فتکون مذمومۃ والتحقیق انھا ان کانت مما یندرج تحت مستحسن فی الشرع فھی حسنۃ وان کانت مما یندرج تحت مستقبح فی الشرع فھی مستقبحۃ والا فھی من قسم المباح وقد تنقسم الی الاحکام الخمسۃ۔ [2]

لغت میں بدعت اس کام کو کہتے ہیں جس کی پہلے کوئی مثال نہ ہو اور اصطلاح شرع میں سنت کے مقابلہ میں بدعت کا اطلاق ہوتا ہے اس لیے یہ مذموم ہے اور تحقیق یہ ہے کہ بدعت اگر کسی ایسے اصول کے تحت داخل ہے جو شریعت میں مستحسن ہے تو یہ بدعت حسنہ ہے اور اگر ایسے اصول کے تحت داخل ہے جو شریعت میں قبیح ہے تو یہ بدعت سیئہ ہے ورنہ بدعت مباحہ ہے اور بلاشبہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں۔

بدعات حسنہ اور مصالح مرسلہ

علامہ ابو اسحاق شاطبی رحمہ اللہ بدعت کی اقسام کے بارے میں لکھتے ہیں:

ھذا الباب یضطر الی الکلام فیہ عند النظر فیما ھو بدعۃ وما لیس ببدعۃ

اس باب میں یہ بحث کرنا ضروری ہے کہ کیا چیز بدعت ہے اور کیا چیز بدعت نہیں ہے کیونکہ زیادہ تر

---

[1] شیخ وحید الزمان متوفی ۱۳۲۸ھ، ہدیۃ المہدی ص ۱۱۷ مطبوعہ میور پریس دہلی ۱۳۲۵ھ

[2] شیخ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، نیل الاوطار ج ۳ ص ۳۲۵، مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الازہریۃ طبعہ جدیدہ ۱۳۹۸ھ۔

فان کثیرًا من الناس عدوا اکثر المصالح المرسلۃ بدعا ونسبوھا الی الصحابۃ و التابعین وجعلوھا حجۃ فیما ذھبوا الیہ من اختراع العبادات وقوم جعلوا البدع تنقسم باقسام احکام الشریعۃ فقالوا ان منھا ما ھو واجب ومندوب وعدوا من الواجب کتب المصحف وغیرہ ومن المندوب الاجتماع فی قیام رمضان علی قارئ واحد وایضا فان المصالح المرسلۃ یرجع معناھا الی اعتبار المناسب الذی لا یشھد لہ اصل معین فلیس لہ علی ھذا شاھد شرعی علی الخصوص ولا کونہ قیاسا بحیث اذا عرض علی العقول تلقتہ بالقبول وھذا بعینہ موجود فی البدع المستحسنۃ فانھا راجعۃ الی امور فی الدین مصلحیۃ فی زعم واضعیھا فی الشرع علی الخصوص واذا ثبت ھذا فان کان اعتبار المصالح المرسلۃ حقا فاعتبار البدع المستحسنۃ حق لانھما یجریان من واد واحد وان لم یکن اعتبار البدع حقا لم یصح اعتبار المصالح المرسلۃ۔

لوگوں نے بہت سی مصالح مرسلہ کو بدعت قرار دیا ہے اور ان بدعات کو صحابہ کرام اور تابعین عظام کی طرف منسوب کیا ہے اور ان سے اپنی من گھڑت عبادات پر استدلال کیا ہے۔ اور ایک قوم نے بدعات کی احکام شرعیہ کے مطابق تقسیم کی ہے اور انھوں نے کہا کہ بعض بدعات واجب ہیں اور بعض مستحب ہیں، انھوں نے بدعات واجبہ میں قرآن کریم کی کتابت کو شمار کیا ہے اور بدعات مستحبہ میں ایک امام کے ساتھ تراویح کے اجتماع کو شامل کیا ہے۔ مصالح مرسلہ کا رجوع اس اعتبار مناسب کی طرف ہوتا ہے جس پر کوئی اصل معین شاہد نہیں ہوتی اس لحاظ سے اس پر کوئی دلیل شرعی بالخصوص نہیں ہوتی اور نہ وہ کسی ایسے قیاس سے ثابت ہے کہ جب اسے عقل پر پیش کیا جائے تو وہ اسے قبول کرے اور یہ چیز بعینہٖ بدعات حسنہ میں بھی پائی جاتی ہے کیونکہ بدعات حسنہ کے ایجاد کرنے والوں کے نزدیک ان کی بنیاد دین اور بالخصوص شریعت کی کسی مصلحت پر ہوتی ہے اور جب یہ بات ثابت ہو گئی تو مصالح مرسلہ اور بدعات حسنہ دونوں کا مآل ایک ہے اور دونوں برحق ہیں اور اگر بدعات حسنہ کا اعتبار صحیح نہ ہو تو مصالح مرسلہ کا اعتبار بھی صحیح نہیں ہو گا [۱]۔

شیخ عبد العزیز بن عبد السلام رحمہ اللہ اور ان کی اتباع میں علامہ نووی و دیگر اکابر علماء نے جن امور کو بدعت حسنہ قرار دیا ہے علامہ شاطبی رحمہ اللہ انہی امور کو مصالح مرسلہ قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ دونوں کا مآل ایک ہے کیونکہ بدعات حسنہ اور مصالح مرسلہ دونوں کی علت ایک ہے اور وہ شریعت اور دین کی ایسی مصلحت ہے جس کی وجہ سے شریعت کا تحفظ ہو سکے یا اس پر عمل آسان ہو تاکہ عام مسلمانوں کے لیے شریعت پر عمل کرنا دشوار نہ ہو اور جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ بدعت کی یہ اقسام مجتہدین کے دائرہ کار میں داخل ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو پہلے قرآن کریم کو ایک مصحف میں جمع کیا اور پھر صرف لغت قریش کو باقی رکھا اور باقی تمام لغات میں لکھے ہوئے مصاحف کو جلا دیا، ان کا یہ اقدام محض شریعت کے تحفظ کی وجہ سے تھا۔

علامہ شاطبی لکھتے ہیں:

[۱] علامہ ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ شاطبی متوفی ۷۹۰ھ، الاعتصام ج ۲ ص ۱۱۱، مطبوعہ دار المعرفہ بیروت۔

ان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتفقوا علی جمع المصحف ولیس ثم نص علی جمعہ وکتبہ ایضا الی قولہ: حتی اذا نسخوا الصحف فی المصاحف بعث عثمان فی کل افق بمصحف من تلک المصاحف التی نسخوھا ثم امر بما سوی ذلک من القراءۃ فی کل صحیفۃ او مصحف ان یحرق ولم یرد نص عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بما صنعوا من ذلک ولکنھم راوہ مصلحۃ تناسب تصرفات الشرع قطعا فان ذلک راجع الی حفظ الشریعۃ والامر بحفظھا معلوم والی منع الذریعۃ للاختلاف فی اصلھا الذی ھو القرآن وقد علم النھی عن الاختلاف فی ذلک بما لا مزید علیہ۔

واذا استقام ھذا الاصل فاحمل علیہ کتب العلم من السنن وغیرھا اذا خیف علیھا الاندراس زیادۃ علی ما جاء فی الاحادیث من الامر بکتب العلم۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ قرآن کریم کو ایک مصحف میں جمع کرنے پر متفق ہو گئے حالانکہ قرآن کریم کو جمع کرنے اور لکھنے کے بارے میں ان کے پاس کوئی صریح حکم نہیں تھا حتیٰ کہ جب انہوں نے (لغت قریش پر) صحائف لکھ لیے تو حضرت عثمان نے تمام شہروں میں ان مصاحف کو بھیجا اور یہ حکم دیا کہ اس لغت کے سوا باقی تمام لغات پر لکھے ہوئے مصاحف کو جلا دیا جائے، حالانکہ اس معاملہ میں ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم نہیں تھا لیکن انہوں نے اس اقدام میں ایسی مصلحت دیکھی جو تصرفات شرعیہ کے بالکل مناسب تھی کیونکہ قرآن کریم کو مصحف واحد میں جمع کرنا شریعت کے تحفظ کی خاطر تھا اور یہ بات مسلّم اور طے شدہ ہے کہ ہمیں شریعت کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے اور ایک لغت پر قرآن کریم کو جمع کرنا اس لیے تھا کہ مسلمان ایک دوسرے کی قراءت کی تکذیب نہ کریں اور ان میں اختلاف نہ پیدا ہو اور یہ بات بھی مسلّم ہے کہ ہمیں اختلاف سے منع کیا گیا ہے اور جب یہ قاعدہ معلوم ہو گیا تو جان لو کہ احادیث اور کتب فقہ کو مدون کرنا بھی اسی وجہ سے ہے کہ شریعت محفوظ رہے۔ علاوہ ازیں احادیث میں علم کی باتوں کو لکھنے کا بھی حکم ثابت ہے۔

بدعت حسنہ کی وجہ اختراع اور بدعت سیئہ کا مصداق

علامہ شاطبی کی اس عبارت سے یہ بات آفتاب سے زیادہ روشن ہو گئی کہ صرف ضرورت شرعیہ اور دینی مصلحت کی بنا پر بدعات حسنہ کا ارتکاب جائز بلکہ مستحسن اور بعض صورتوں میں واجب ہے اور اگر کوئی شخص بغیر کسی ضرورت شرعیہ اور دینی مصلحت کے خود ساختہ اور من گھڑت عبادات کے ارتکاب کے لیے بدعات حسنہ کا سہارا لیتا ہے تو یہ صحیح نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر واضح نکیر فرمائی ہے۔

علامہ شاطبی لکھتے ہیں:

اما الشرع ففیہ ما یدل علی خلاف ذلک لان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رد علی من قال: اما انا فاقوم اللیل ولا انام، وقال الآخر: اما انا فلا انکح النساء ابدا، الی آخر ما قالوا،

بہرحال شریعت میں اس امر کے خلاف دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابہ پر رد فرمایا جن میں سے ایک نے کہا تھا میں تمام رات قیام کروں گا اور نیند نہیں کروں گا، اور دوسرے نے کہا تھا میں عورتوں سے شادی

[1] علامہ ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ شاطبی غرناطی متوفی ۷۹۰ھ، الاعتصام ج ۲ ص ۱۱۷-۱۱۵ ملخصا مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت۔

فرد عليهم ذلك صلى الله عليه وسلم وقال: "من رغب عن سنتي فليس مني"

وهذه العبارة اشد شيء في الانكار، ولم يكن ما التزموا الا فعل مندوب او ترك مندوب الى فعل مندوب آخر وكذلك ما في الحديث انه عليه السلام رأى رجلا قائما في الشمس فقال "ما بال هذا؟" قيل نذر ان لا يستظل ولا يتكلم ولا يجلس ويصوم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم "مره فليجلس وليتكلم وليستظل وليتم صومه" قال مالك امره ان يتم ما كان لله عليه فيه طاعة، ويترك ما كان عليه فيه معصية ويعضد هذا الذي قاله مالك في البخاري عن قيس بن ابي حازم، قال دخل على امرأة من قيس يقال لها زينب فرآها لا تتكلم، فقال "ما لها" فقالوا حجة مصمتة قال لها: "تكلمي" فان هذا لا يحل، هذا من عمل الجاهلية فتكلمت الحديث. ... الخ ۱؎

نہیں کروں گا الحدیث (تیسرے صحابی نے کہا تھا کہ میں تمام عمر روزے رکھوں گا۔ سیدی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا رد کر کے فرمایا "جس شخص نے میری سنت سے اعراض کیا وہ میرا پیروکار نہیں ہے۔" اور آپ کے اس فرمان میں ان کے اس نظریے کا بہت شدید رد ہے۔ حالانکہ ان لوگوں نے ایک مستحب فعل کے ارتکاب یا ایک مستحب فعل سے دوسرے مستحب فعل کی طرف منتقل ہونے کا التزام کیا تھا! اسی طرح حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دھوپ میں کھڑے دیکھا تو فرمایا یہ کیوں کھڑا ہے؟ بتایا گیا کہ اس نے نذر مانی ہے کہ سایہ میں رہے گا نہ کسی سے بات کرے گا نہ بیٹھے گا اور روزے رکھے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے کہو کہ بیٹھے، بات کرے، سایہ میں رہے اور اپنے روزے پورے کرے۔ امام مالک نے فرمایا کہ اس کی نذر میں جو عبادت کا پہلو تھا اس کو پورا کرنے کا حکم دیا اور جس میں معصیت تھی اس کے ترک کا حکم دیا۔ امام مالک کے اس قول کی بخاری کی اس روایت سے تقویت ہوتی ہے:

قیس بن ابی حازم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ قیس کی ایک عورت کے پاس گئے جن کا نام زینب تھا آپ نے دیکھا کہ وہ بات نہیں کرتی تھی۔ آپ نے فرمایا یہ بات کیوں نہیں کرتی آپ کو بتلایا گیا کہ اس نے چپ کا حج کیا ہے، آپ نے اس سے فرمایا بات کرے، یہ جائز نہیں ہے، یہ زمانہ جاہلیت کے اعمال سے ہے پھر وہ عورت بات کرنے لگی۔

علامہ شاطبی نے جو احادیث بیان کی ہیں ان میں بعض وہ چیزیں ہیں جن میں عبث، لایعنی اور افعال جاہلیت کو بطور عبادت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ایسے افعال کو بطور عبادت کرنا حرام ہے اور بعض وہ چیزیں ہیں جن میں امور مستحبہ کو دوام اور التزام کے ساتھ بطور عبادت کرنے سے منع فرمایا ہے اور اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر وہ یہ التزام فرض سمجھ کر کرتا ہے تو یہ افعال حرام ہیں اور صرف دوام کے ساتھ مکروہ تنزیہی ہیں۔ جیسا کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔

۱؎ - علامہ ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ شاطبی متوفی ۷۹۰ھ، الاعتصام ج ۲ ص ۵۲-۵۱ - مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

مذکور الصدر دلائل کے پیش نظر عبادات میں یہ امر ملحوظ رکھنا چاہیے کہ جو عبادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جماعت صحابہ سے جس طرح منقول ہے اس عبادت کو اسی طرح ادا کیا جائے اور اس میں اپنی طرف سے کسی سابقہ لاحقہ کا اضافہ نہ کیا جائے اور کسی امر مستحب کو دوام اور التزام کے ساتھ نہ کیا جائے اور نہ انفرادی نفلی عبادات کو اجتماعی شعائر کا درجہ دیا جائے۔ علامہ شاطبی لکھتے ہیں:

ومن اجل ذلك قال حذيفة رضی الله عنه: «كل عبادة لم يتعبدها اصحاب رسول الله صلی الله عليه وسلم فلا تعبدوها فان الاول لم يدع للآخر مقالا فاتقوا الله يا معشر القراء وخذوا بطريق من كان قبلكم» ونحوه لابن مسعود ايضا وقد تقدم من ذلك كثير۔[1]

اسی وجہ سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "ہر وہ عبادت جو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کی اس عبادت کو مت کرو، کیونکہ پہلے لوگوں نے بعد کے لوگوں کے لیے کوئی گنجائش نہیں چھوڑی ہے۔ اے قرآن پڑھنے والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور صحابہ کے طریقہ پر عمل کرو"۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی ایسا ہی قول منقول ہے اور اس سے پہلے کافی دلائل گذر چکے ہیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے اس فرمان میں غور و فکر کی ضرورت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور ارشادات صحابہ سے جو بات صاف اور واضح طور پر سمجھ میں آتی ہے وہ یہی ہے کہ عبادت کا صحیح طریقہ وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا اور جس پر جماعت صحابہ گامزن رہی۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو، ہمارے لیے نمونہ بنا کر بھیجا ہے لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ (احزاب: ۲۱) "ہر گاہ تمہارے لیے رسول اللہ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے"۔ اور یہ بات معروف ہے کہ جب کوئی شخص کسی سے کوئی چیز بنوانے کے لیے نمونہ پیش کرتا ہے تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ بنانے والا اس نمونہ کے مطابق چیز بنائے اگر بنانے والے کی چیز اس نمونہ کے مطابق ہو تو وہ چیز مقبول ہوتی ہے ورنہ اس کے مردود ہونے کا خطرہ ہے۔

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فهي عامة في كل افعاله صلی الله عليه وسلم اذا لم يعلم انها من خصوصياته كنكاح ما فوق اربع نسوة اخرج ابن ماجة وابن ابي حاتم عن حفص بن عاصم قال: قلت لعبد الله بن عمر رضی الله عنهما رايتك في السفر لا تصلي قبل الصلوة ولا بعدها فقال يا ابن اخي صحبت رسول الله صلی الله عليه

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ آپ کے تمام افعال کو شامل ہے سوا ان افعال کے جو آپ کی خصوصیت ہیں جیسے بیک وقت چار عورتوں سے زیادہ نکاح میں رکھنا۔ ابن ماجہ اور ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حفص بن عاصم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا: "میں نے دیکھا ہے کہ آپ سفر میں فرض سے پہلے نماز پڑھتے ہیں نہ بعد"۔ آپ نے فرمایا: "اے میرے بھتیجے!

[1] علامہ ابواسحاق ابراہیم بن موسیٰ شاطبی متوفی ۷۹۰ھ الاعتصام ج ۲ ص ۱۳۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

وسلم کذا وکذا فلم اره یصلی قبل الصلوٰۃ ولا بعدھا ویقول اللہ تعالیٰ: لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ [1]

میں اتنا اتنا عرصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا ہوں میں نے آپ کو فرض سے پہلے کوئی نماز پڑھتے دیکھا اور نہ بعد میں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "ہر گاہ تمہارے لیے رسول اللہ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے۔"

علامہ آلوسی نے اس آیت کی تفسیر میں امام ابن ماجہ اور امام ابن ابی حاتم کے حوالہ سے جو حدیث نقل کی ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح اتباع اور آپ کی عبادات کے نمونہ ہونے کا تقاضا یہی تھا کہ آپ کے فعل پر کسی سابقہ اور لاحقہ کا اضافہ نہ کیا جائے اس وجہ سے آپ سفر میں فرض سے پہلے سنتیں پڑھتے تھے نہ فرض کے بعد حالانکہ فی نفسہٖ سنن اور نوافل پڑھنا اچھا کام ہے اور قرآن اور حدیث میں نفلی نمازوں کا ثبوت بھی ہے لیکن چونکہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک سفر کے موقع پر آپ کا سنن اور نوافل پڑھنا ثابت نہیں تھا اس لیے انھوں نے سفر میں سنتیں نہیں پڑھیں اور سنتیں پڑھنے کو انھوں نے آپ کے نمونہ کے خلاف سمجھا۔ اس لیے بے خطر اور سلامتی کا طریقہ یہی ہے کہ سنت رسول اور طریق صحابہ کو دانتوں سے پکڑ لیا جائے اور اس میں سرمو کمی بیشی نہ کی جائے۔ اعلیٰ حضرت سے سوال کیا گیا کہ کیا کفن مسنون سے کچھ زیادہ چیزیں کفن میں رکھنا جائز ہیں اس کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا:

"مرد کے لیے کفن کے تین کپڑے اور عورت کے لیے پانچ ان کے سوا کفنی میں کوئی اور تہبند یا رومال دینا بدعت و ممنوع ہے۔ سرمہ کنگھی اگر فقیر کو بطور صدقہ دیں تو حرج نہیں اور کفن میں رکھنا حرام ہے۔" [2]

اس عبارت سے آفتاب سے زیادہ روشن طریقہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن امور کو منضبط کر دیا ہے ان میں کسی قسم کی زیادتی اور سابقہ و لاحقہ کا اضافہ کرنا ناجائز اور بدعت ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ بعض لوگ آپ کی بنائی ہوئی اور مقرر شدہ عبادات پر سابقہ یا لاحقہ کا اضافہ فرض اور واجب سمجھ کر نہیں کرتے اور یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم یہ اضافہ آپ کی محبت میں کر رہے ہیں اور اس کو فرض نہیں سمجھتے اور اس خیال سے اس عمل کو دائماً کرتے ہیں لیکن یہ طریقہ بھی صحیح نہیں ہے حدیث شریف میں ہے:

عن ابن عباس قال بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم عبد اللہ بن رواحۃ فی سریۃ فوافق ذٰلک یوم الجمعۃ فغدا اصحابہ فقال اتخلف فاصلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم الحقھم فلما صلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم راٰہ فقال لہ ما منعک

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر میں بھیجا اور وہ دن جمعہ کا تھا حضرت عبد اللہ بن رواحہ کے ساتھی علی الصباح چلے گئے۔ حضرت عبد اللہ بن رواحہ نے سوچا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ پڑھ کر بعد میں چلا جاؤں گا اور پھر اپنے ساتھیوں سے جا ملوں گا۔ جب انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

---

[1] علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ۔ روح المعانی جز ۲۱ ص ۱۶۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

[2] اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۱۳۴ مطبوعہ سنی دار الاشاعت فیصل آباد، طبع دوم ۱۳۹۲ھ۔

ان تغدو امع اصحابك فقال اردت ان اصلی معك ثم الحقهم فقال لو انفقت ما فی الارض ما ادركت فضل غدوتهم. ۵

نماز پڑھی تو آپ نے ان کو دیکھ کر فرمایا تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ صبح کیوں نہیں گئے؟ انھوں نے کہا میں نے چاہا کہ آپ کے ساتھ نماز پڑھ کر پھر انہیں جا ملوں۔ آپ نے فرمایا اگر تم تمام روئے زمین کو بھی خرچ کر دو پھر بھی ان کے علی الصباح جانے کا ثواب نہیں پا سکتے!

دیکھئے جمعہ پڑھنے کا قرآن اور حدیث میں حکم موجود ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز جمعہ پڑھنا عظیم ترین فضیلت ہے اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے لشکر میں ساتھیوں کے ساتھ صبح کے وقت جانے پر جمعہ پڑھنے کا فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ہی کیا تھا اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس عمل کو ناپسند فرمایا اور انھیں اپنے ساتھیوں کے اجر سے محروم ہونے کی خبر دی۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ نے صرف ایک بار آپ کے بتائے ہوئے طریقہ پر یہ اضافہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل کو ناپسند فرمایا، سوچئے اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقرر کردہ عبادات پر سابقہ یا لاحقہ کے اضافوں کو دائما اور شب و روز کا معمول بنا لیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناپسندیدگی کا کیا عالم ہوگا!!!

قرون ثلثہ پر سنت و بدعت کا مدار

شیخ خلیل احمد انبیٹھوی لکھتے ہیں:

جو شئ بوجود شرعی قرون ثلثہ میں موجود ہو وہ سنت ہے اور جو بوجود شرعی نہ موجود ہو وہ بدعت ہے۔ اب سنو کہ وجود شرعی اصطلاح فقہ میں اس کو کہتے ہیں کہ بدون شارع کے بتلانے کے اور فرمانے کے معلوم نہ ہو سکے اور حس اور عقل کو اس میں دخل نہ ہو پس اس شئ کا وجود شارع کے ارشاد پر موقوف ہو خواہ صراحۃً ارشاد ہو یا اشارۃً و دلالۃً پس جب کسی نوع ارشاد سے حکم جواز کا ہو گیا تو وہ شئ وجود شرعی میں آگئی۔ اگرچہ اس کی جنس بھی خارج میں نہ آئی ہو اور معلوم رہے کہ سب احکام شرعیہ موجود بوجود شرعیہ ہی ہیں کیونکہ حکم حلت اور حرمت کا بدون شارع کے ارشاد کے معلوم نہیں ہو سکتا پس جس کے جواز کا حکم کلیۃً ہو گیا وہ بجمیع جزئیات شرع میں موجود ہو گیا اور جس کے عدم جواز کا حکم ہو گیا تو شرع میں اس کا عدم ثابت ہو گیا اور وجود اس کا ممتنع ہو گیا پس یہ حاصل ہوا کہ جس کے جواز کی دلیل قرون ثلثہ میں ہو خواہ وہ جزئیہ بوجود خارجی ان قرون میں ہوا یا نہ ہوا اور خواہ اس کی جنس کا وجود خارج ہوا یا نہ ہوا ہو وہ سب سنت ہے اور وہ بوجود شرعی ان قرون میں موجود رہے اور جس کے جواز کی دلیل نہیں تو خواہ وہ ان قرون میں بوجود خارجی ہوا ہو یا نہ ہوا وہ سب بدعت ضلالہ ہے اور یہ بھی سنو کہ اس زمانہ کا شیوع بلا نکیر دلیل جواز کے ہے اور نکیر ہونا اس پر دلیل عدم جواز کی ہے، علی ہذا اس کی جنس پر نکیر ہونا دلیل اس کے عدم جواز کی اور قبول کرنا جنس کا دلیل اس کے جواز کی ہوتی ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ حکم کا اثبات قرآن و حدیث ہی سے ہوتا ہے اور قیاس مظہر حکم کا ہے مثبت کا حکم نہیں ہوتا پس جو قیاس سے ثابت ہوتا ہے وہ بھی کتاب و سنت ہی سے ثابت ہوتا ہے اس قاعدہ کو خوب غور کرنا اور سمجھ لینا ضرور ہے۔ مؤلف اور اس کے اشیاع نے اس کی ہوا بھی نہیں سونگھی۔ اس عاجز کو اپنے اساتذہ جہابذہ کی توجہ سے حاصل ہوا ہے اسی جوہر

۵۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ جامع ترمذی ص ۱۰۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی۔

کہ اس کتاب میں ضرورتاً لکھتا ہوں [1]

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ جس کے جواز کی دلیل قرون ثلاثہ (عہدِ رسالت، صحابہ و تابعین) میں ہو وہ سنت ہے اور جس چیز کے جواز کی دلیل قرون ثلاثہ میں نہیں ہے وہ بدعت ضلالہ ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اس قاعدے پر تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اب قرون ثلثہ کی وہ ہٹ سنئے طائفہ کی پرانی رٹ جسے یہاں بھی نباہ رہی ہو مہمل رہ گئی لفظ کا سوار بکھڑا کھینچئے معنی کی نیا اس پار ہو گئی جب ان میں وجود سے سود نہ عدم سے زیاں پھر ان کا قدم کیا درمیان خود کہتے ہو کہ وجود خارجی کا اعتبار نہیں اور وجود شرعی بے ارشاد شارع محال تو کیا صحابہ و تابعین پر کوئی نئی شریعت اترے گی کہ ان کے قرون میں وجود ثر کا خیال، ارشاد شارع سے جس کا جواز مستفاد وہ ہر قرن میں بوجود شرعی موجود اور جس کے منع مقتضائے ارشاد وہ ہر قرن میں شرع مطہر سے معدوم و مفقود پھر قرن دو قرن سے کیا کام رہا محض ارشاد اقدس میں کلام رہا یعنی فعل کبھی حادث ہوا ہو قواعد شرعیہ پر عرض کریں گے اباحت سے وجوب یا ترک اولیٰ سے حرمت تک جس اصل میں داخل ہو وہی فرض کریں گے یہی خاص مذہب مہذب ارباب حق ہے، صاف نہ کہہ دو شرم نباہنے کو اگلی رٹ کا ناحق سبق ہے تم سمجھنا کہ اب تو جو کہنی تھی کہہ گئے ہم جانیں گے تم جنم کے ایسے ہی تھے، چلو نہ ہم سمجھے نہ تم آئے کہیں سے "پسینہ پونچھئے اپنی جبیں سے" طرفہ تر یہ کہ جس کا جواز دلیل شرعی میں موجود وہ سب سنت جس کا معدوم وہ سب بدعت ضلالت اب تیسری شق کی کونسی صورت تمام افعال انہیں دو حکموں میں محصور ہو گئے خصوصاً اباحت و استحباب و کراہت تنزیہ تینوں حکم شرعی تو کافور ہو گئے اساتذہ جہابذہ نے سمجھائی تو اچھی کہ دونی الجھ گئی سلجھائی بھی اس ہستی پر ناز و غرور کہ لوگ تو اس کی ہوا سے دور حضرت یہ اپنی ہوا خود آپ ہی سونگھیں اہل حق کو معاف ہی رکھیں اچھی تعلیم بھلے تلامذہ زہے تلقین [2]

اعلیٰ حضرت کی اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ اولاً تو کسی چیز کے سنت اور بدعت ہونے کا مدار قرون ثلثہ پر نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات پر ہے۔ جس کام کی اصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو وہ سنت کے مطابق ہے خواہ کسی دور میں ہو اور جس کی اصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہو وہ خواہ کسی دور میں ہو سنت نہیں ہوگا ثانیاً یہ کہنا بھی غلط ہے کہ جو کام سنت نہ ہو وہ بدعت ضلالہ ہے کیونکہ جو کام سنت نہ ہو وہ مستحب، مباح اور مکروہ تنزیہی بھی ہو سکتا ہے۔ بدعت ضلالہ کا مرتبہ مکروہ تنزیہی کے بعد ہے اس لیے احکام کا سنت اور بدعت ضلالہ میں حصر کرنا باطل ہے۔ نفلی عبادات کے ضمن میں ہم نے جو بدعت کی بحث شروع کی تھی اس کو یہاں ختم کرتے ہیں۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین

بَابٌ ۲۵۶ اَمْرِ مَنْ نَعَسَ فِیْ صَلٰوتِہٖ اَوِاسْتَعْجَمَ عَلَیْہِ الْقُرْاٰنُ اَوِالذِّکْرُ بِاَنْ یَّرْقُدَ اَوْ یَقْعُدَ حَتّٰی یَذْھَبَ عَنْہُ ذٰلِکَ

نماز، تلاوت یا ذکر کے دوران اونگھنے کا حکم

۱۷۳۲ - حَدَّثَنَا اَبُوْبَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰہِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

[1] شیخ خلیل احمد انبیٹھوی متوفی ۱۳۴۶ھ، براہین قاطعہ ص ۲۹ - ۲۸، مطبوعہ مطبع بلالی ڈھور ہند۔

[2] اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، فتاوی رضویہ ج ۲ ص ۴۵۹، ۴۵۸، مطبوعہ سنی دار الاشاعت فیصل آباد ۱۴۰۰ھ۔

بْنُ نُمَيْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِيْ ح وَحَدَّثَنَا أَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا أَبُوْ أُسَامَةَ جَمِيْعًا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَاللَّفْظُ لَهٗ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا نَعَسَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلٰوةِ فَلْيَرْقُدْ حَتّٰى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا صَلّٰى وَهُوَ نَاعِسٌ لَعَلَّهٗ يَذْهَبُ يَسْتَغْفِرُ فَيَسُبُّ نَفْسَهٗ۔

علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی شخص کو نماز میں اونگھ آئے تو وہ سو جائے حتیٰ کہ اس کی نیند جاتی رہے کیونکہ جب تم میں سے کسی شخص کو نماز کے دوران اونگھ آئے گی تو ممکن ہے کہ بجائے اپنے لیے دعا کرنے کے خود کو برا بھلا کہنے لگے۔

۱۷۳۳ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هٰذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُوْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيْثَ مِنْهَا وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ مِّنَ اللَّيْلِ فَاسْتَعْجَمَ الْقُرْاٰنُ عَلٰى لِسَانِهٖ فَلَمْ يَدْرِ مَا يَقُوْلُ فَلْيَضْطَجِعْ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص رات کو قرآن پڑھے اور قرآن اس کی زبان پر اٹکنے لگے اور وہ نہ سمجھ سکے کہ کیا پڑھ رہا ہے تو لیٹ جائے۔

تشریح ائمہ اربعہ کا یہی نظریہ ہے کہ جب کسی شخص کو نیند آ رہی ہو تو نیند پوری کرنے کے بعد نماز پڑھے خواہ فرض نماز ہو یا نفل لیکن فرض نماز میں یہ حکم اس صورت میں ہے جب فرض کا وقت نکل جانے کا خطرہ نہ ہو۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کِتَابُ فَضَائِلِ الْقُرْاٰنِ وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهٖ

قرآن کریم اور اس کے متعلقات کے فضائل کا بیان

اللہ تعالیٰ کا مسلمانوں پر بے پایاں کرم ہے کہ اس نے مسلمانوں کو قرآن مجید ایسی عظیم دولت سے نوازا۔ قرآن کریم آسمانی کتابوں میں وہ واحد اور منفرد کتاب ہے جس میں تحریف اور تبدیلی نہیں ہو سکتی جس میں اللہ تعالیٰ نے زمانہ بعثت نبوی سے لے کر قیامت تک پیدا ہونے والے انسانوں اور ان کی زندگی کے ہر شعبہ کے لیے جامع ہدایات عطا کی ہیں جس کی پہلے سے کی گئی پیش گوئیوں کو بعد میں آنے والے وقت نے صحیح ثابت کر دیا اور قیامت تک اس کی پیش گوئیاں تسلسل اور تواتر سے پوری ہو کر قرآن مجید کی صداقت کو ہر زمانہ میں دنیا والوں پر آشکار کرتی رہیں گی۔ یہ وہ واحد اور منفرد کتاب ہے جس کو یاد کرنے اور زبانی پڑھنے والے تمام دنیا میں موجود ہیں۔ قرآن مجید کے علاوہ دنیا میں کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جس کا پورا متن زبانی پڑھا جاتا ہو اور اس کثرت سے پڑھا جاتا ہو، یہ وہ واحد کتاب ہے جو دنیا میں بکثرت چھپتی ہے، سب سے زیادہ پڑھی اور سنی جاتی ہے اور جس کی تعلیمات پر دنیا میں سب سے زیادہ عمل کیا جاتا ہے۔ یہ وہ منفرد کتاب ہے جس نے اپنے نبی کے علاوہ انبیاء سابقین کی تعظیم کو بھی واجب کیا اور ان پر ایمان لانے کو ضروری قرار دیا جس کا پیغام تمام عالم انسانیت کے لیے ہے اور جس کے ہر دعویٰ کو آنے والے وقت نے سچا کر دکھایا۔

قرآن کریم سے پہلے نازل ہونے والی آسمانی کتابوں میں سے آج کوئی کتاب اپنی اس زبان میں موجود نہیں ہے جس زبان میں وہ نازل ہوئی تھی اور نہ کسی دوسری آسمانی کتاب کے ماننے والے یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ان کی کتاب آج ان کے ہاتھوں میں بعینہٖ اسی طرح موجود ہے جس طرح وہ نازل ہوئی تھی اور اس میں کوئی کمی بیشی یا تبدیلی اور تحریف نہیں ہوئی اس کے برخلاف قرآن مجید نے دعویٰ کیا "انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون" (حجر: ۹)۔ "کارنیب!" ہم نے قرآن مجید کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔" قرآن مجید کا یہ چیلنج چودہ صدیوں سے موجود ہے اور اسلام کا کٹر سے کٹر مخالف بھی یہ ثابت نہیں کر سکا کہ قرآن کریم میں فلاں سورت یا فلاں آیت کم یا زیادہ ہو گئی اور قرآن مجید کا یہ دعویٰ جھوٹا ہو گیا۔ کسی سورت یا آیت میں کمی بیشی تو بڑی بات ہے یہ تک نہیں ثابت کیا جا سکا کہ قرآن کریم میں کسی نقطہ یا زیر و زبر میں کمی بیشی ہو گئی۔

اسی طرح قرآن مجید نے یہ دعویٰ کیا کہ اس کی کسی آیت میں تحریف نہیں ہو سکتی قرآن کریم کی کسی آیت کو دوسرے الفاظ میں بدلا نہیں جا سکتا "لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ" (حم السجدۃ: ۴۲) "غیر قرآن، قرآن میں شامل نہیں ہو سکتا نہ آگے نہ پیچھے۔"

ہر دو صدیاں گزر جانے کے بعد کوئی بڑے سے بڑا منکر اسلام بھی یہ ثابت نہیں کر سکا کہ قرآن کریم کی فلاں آیت پہلے

اس طرح تھی اور اب اس طرح ہے۔ قرآن مجید میں چھ ہزار چھ سو سولہ آیات، ستتر ہزار نو سو چونتیس کلمات اور تین لاکھ تئیس ہزار چھ سو اکہتر حروف ہیں [1] اور کسی آیت کسی کلمہ بلکہ کسی حرف کے بارے میں بھی کمی بیشی یا تبدیلی اور تحریف کا کوئی شخص دعویٰ نہیں کر سکا اور قرآن مجید کی جتنی آیات، جتنے کلمات بلکہ جتنے حروف ہیں وہ سب تین طرح قرآن مجید کی صداقت پر دلیل ہیں نہ کسی حرف کی کمی ہو سکی نہ زیادتی ہو سکی نہ اس میں کوئی تبدیلی ہو سکی کسی اور دنیا کی کتاب کی صداقت پر اتنے دلائل آج تک نہیں دیے جا سکے۔

قرآن کریم نے اپنی صداقت اور حقانیت پر ایک اور طرز سے یہ دلیل قائم کی کہ جن و انس میں سے کوئی شخص اس کی نظیر اور مثیل نہیں لا سکتا پہلے فرمایا: قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل هذا القرآن لا یأتون بمثله" (الاسراء: ۸۸) "آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمام انسان اور جنات قرآن مجید کی مثل لانے پر مجتمع ہو جائیں تو پھر بھی اس جیسا کلام نہیں لا سکتے!" اس کے بعد فرمایا: ام یقولون افتراه قل فاتوا بعشر سور مثله مفتریات (هود: ۱۳) "کیا یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے یہ کلام خود بنا لیا ہے! آپ کہہ دیجئے کہ تم اس جیسی دس سورتیں بنا کر لے آؤ" پھر فرمایا: وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورة من مثله (بقرہ: ۲۳) "اگر تم اس کلام (کے کلام ربانی ہونے میں) میں شک کرتے ہو جس کو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے تو اس کلام کی مثل ایک سورت ہی لے آؤ" اس کے بعد فرمایا: فلیاتوا بحدیث مثله ان کانوا صادقین (طور: ۳۴) "اگر یہ سچے ہیں تو اس جیسی ایک آیت ہی لے آئیں"

چودہ صدیاں گزر چکی ہیں اور دن بدن دنیا میں علوم و فنون کی ترقی ہو رہی ہے اور زبان و بیان سے متعلق ہر فن پر سینکڑوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور اسلام کے مخالفین اور منکرین کی بے پناہ کثرت اور یورش ہے اس کے باوجود چودہ سو سال سے لے کر آج تک کوئی یہ دعویٰ نہیں کر سکا کہ میں نے قرآن مجید یا اس کی ایک سورت یا ایک آیت کی مثال بنائی ہے۔ اور قرآن مجید کی جس قدر سورتیں اور جتنی آیات ہیں منکرین کے سامنے اتنے ہی چیلنج ہیں اور قرآن کریم کی حقانیت اور صاحب قرآن کی صداقت پر اتنی ہی دلیلیں ہیں، کیونکہ ہر ہر سورت اور ہر ہر آیت ایک چیلنج ہے۔

اگر کسی کے بس میں قرآن مجید یا اس کی کسی سورت یا کسی آیت کی مثل لانی ممکن ہوتی تو اب تک لا چکا ہوتا جس وقت قرآن مجید نے یہ دعویٰ کیا اس وقت کوئی مثال لا سکا نہ اب تک لا سکا ہے۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ یہ قرآن جس طرح چودہ سو سال پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر دلیل تھا، آج بھی دلیل ہے بلکہ اس کی ہر آیت آپ کی نبوت پر دلیل ہے اور متعدد وجوہ سے دلیل ہے، نہ اس کی کسی آیت میں کمی ہو سکتی ہے، نہ زیادتی ہو سکتی ہے، نہ کوئی آیت بدلی جا سکتی ہے اور نہ کسی آیت کی کوئی مثل لا سکتا ہے اور جبکہ قرآن مجید میں چھ ہزار سے زیادہ آیات ہیں تو آپ کی نبوت پر چوبیس ہزار سے زیادہ دلائل ہیں اور ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و رسل میں سے کسی نبی اور رسول کی نبوت اور رسالت پر اس قدر دلائل نہیں ہیں۔ اور جب تک قرآن رہے گا آپ کی نبوت پر یہ دلائل قائم رہیں گے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سب سے بڑا معجزہ قرآن کریم ہے اور یہ کتنا بڑا اعجاز ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات ان کے ساتھ رخصت ہو گئے لیکن آپ کی نبوت کا معجزہ قیامت تک قائم رہے گا۔

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ الاتقان فی علوم القرآن ج ۱ ص ۶۷، ۷۰، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور الطبعۃ الثانیہ ۱۴۰۰ھ

دوسرے انبیاء علیہم السلام کے ماننے والوں سے اگر کوئی پوچھے کہ تمہارے نبی (علیہ السلام) کی نبوت پر کیا دلیل ہے تو کوئی دلیل نہیں پیش کر سکتا اور اگر ہم سے پوچھے کہ تمہارے نبی کی نبوت پر کیا دلیل ہے تو ہم سرکار کی نبوت پر ایک دو نہیں چوبیس ہزار سے زیادہ دلیلیں پیش کر سکتے ہیں اسی طرح اگر کسی دین کا پیروکار اپنے دین کے بارے میں مشکوک ہو تو اسکو مطمئن کرنے کیلئے کوئی چیز نہیں ہے اور اگر خدانخواستہ کوئی مسلمان اپنے دین سے مشکوک ہو تو اس کو مطمئن کرنے کیلئے چوبیس ہزار سے زیادہ وجوہات ہیں۔ وللہ الحمد علی ذلک۔

قرآن مجید کے فضائل احادیث کی روشنی میں

علامہ جلال الدین سیوطی نے قرآن مجید کے فضائل میں بہت سی احادیث ذکر کی ہیں جن میں سے بعض کا بیان حسب ذیل ہے [۱]:

اخرج الدیلمی من حدیث علی حملة القران فی ظل اللہ یوم لا ظل الا ظلہ۔

امام دیلمی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جس دن کسی چیز کا سایہ نہیں ہوگا اس دن حاملین قرآن اللہ تعالیٰ کے سائے میں ہوں گے۔

واخرج الحاکم من حدیث ابی ھریرة یجیئ صاحب القرآن یوم القیمة فیقول القران یارب حلہ فیلبس تاج الکرامة ثم یقول یارب زدہ یارب ارض عنہ ویقال لہ اقرا وارق ویزاد لہ بکل اٰیة حسنة۔

امام حاکم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ قرآن پڑھنے والا قیامت کے دن آئے گا تو قرآن فرمائے گا اے رب اس کو لباس پہنا پھر اس کو کرامت کا تاج پہنایا جائے گا، قرآن پھر فرمائے گا "اے رب زیادہ عطا کر اے رب اس سے راضی ہو جا" اور قرآن پڑھنے والے سے کہا جائے گا قرآن پڑھتا جا اور ترقی کرتا جا، اور ہر آیت کے بدلہ میں اسے ایک نیکی زیادہ دی جائیگی۔

واخرج من حدیث عبد اللہ بن عمر الصیام والقرآن یشفعان للعبد۔

اور امام حاکم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ روزہ اور قرآن بندے کی شفاعت کریں گے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

بعض سورتوں کے فضائل

علامہ جلال الدین سیوطی نے احادیث کے حوالے سے قرآن مجید کی سورتوں کے حسب ذیل فوائد ذکر کئے ہیں [۲]۔

الم سجدہ کی فضیلت

اخرج ابو عبید من مرسل المسیب بن رافع تجیئ الم السجدة

ابو عبید نے مسیب بن رافع سے ارسالاً روایت کیا کہ قیامت کے دن الم السجدۃ دو پروں کے ساتھ آئے گی

۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ۔ اتقان فی علوم القرآن ج ۲ ص ۵۳-۱۵۲، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور الطبعة الثانیہ ۱۴۰۰ھ۔

۲۔ " " ج ۲ ص ۱۵۴، " "

يوم القيمة لها جناحان تظل صاحبها تقول لا سبيل عليك لا سبيل عليك۔

اور اپنے پڑھنے والے پر سایہ کرے گی اور کہے گی تمہیں کوئی پریشانی نہیں ہوگی اتمہیں کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔!

یٰسٓ کی فضیلت

اخرج ابوداؤد والنسائی وابن حبان وغیرهم من حدیث معقل بن یسار یٰس قلب القرآن لا یقرؤها رجل یرید الله والدار الآخرة الا غفر له اقرؤها على موتاكم۔

امام ابوداؤد، امام نسائی اور امام ابن حبان وغیرہ نے اپنی اسانید کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ یٰس قرآن کا دل ہے، جو شخص بھی یٰس کو اللہ تعالیٰ (کی رضا) اور (اجر) آخرت کے لیے پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیگا اس کو اپنے مُردوں پر پڑھا کرو۔!

سورۂ رحمٰن کی فضیلت

اخرج البیهقی من حدیث علی مرفوعا لکل شیء عروس وعروس القرآن الرحمٰن۔

امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ہر چیز کی ایک دلہن ہوتی ہے اور قرآن کی دلہن سورۂ رحمان ہے۔

تبارک الذی کی فضیلت

اخرج الترمذی من حدیث ابن عباس هی المانعة هی المنجیة تنجی من عذاب القبر۔

امام ترمذی نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ سورۂ تبارک الذی عذاب قبر سے نجات دیتی ہے۔

سورۃ البیّنہ کی فضیلت

اخرج ابونعیم فی الصحابة من حدیث اسماعیل بن ابی حکیم المزنی الصحابی مرفوعا ان الله لیسمع قراءة لم یکن الذین کفروا فیقول ابشر عبدی فوعزتی لامکنن لك فی الجنة حتی ترضی۔

امام ابونعیم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت اسماعیل بن ابی حکیم مزنی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ" لم یکن الذین کفروا۔ کی قرأت سنتا ہے پھر فرماتا ہے میرے بندے کو بشارت دیدو مجھے اپنی عزت کی قسم میں اس کو جنت میں ضرور جگہ دوں گا حتیٰ کہ یہ راضی ہو جائیگا۔

سورۂ اخلاص کی فضیلت

اخرج الطبرانی فی الاوسط من حدیث

امام طبرانی نے اوسط میں عبد اللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

عبد اللہ بن الشخیر من قرأ قل ھو اللہ احد فی مرضہ الذی یموت فیہ لم یکن یفتن فی قبرہ وامن من ضغطۃ القبر و حملتہ الملائکۃ یوم القیمۃ باکفھا حتی تجیزہ الصراط الی الجنۃ۔

سے روایت کیا جس شخص نے اپنے مرض الموت میں "قل ھو اللہ احد" (سورہ اخلاص) پڑھی اس سے قبر میں سوال نہیں ہوگا نہ قبر میں دبایا جائے گا اور روز قیامت فرشتے اسے اپنے ہاتھوں میں اٹھا کر پل صراط سے پار کرا کر جنت میں لے جائیں گے۔

بعض آیات کے فضائل

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے احادیث کے حوالے سے قرآن کریم کی بعض آیات کے فضائل ذکر کیے ہیں جن میں سے بعض کو ہم ذکر کر رہے ہیں [1]

آیۃ الکرسی کی فضیلت

اخرج ابن حبان والنسائی من حدیث ابی امامۃ من قرأ آیۃ الکرسی دبر کل صلوۃ مکتوبۃ لم یمنعہ من دخول الجنۃ الا ان یموت۔

امام ابن حبان اور امام نسائی نے حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جس شخص نے ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھی اسے جنت میں جانے سے موت کے علاوہ اور کوئی چیز روکنے والی نہیں ہے۔

سورۂ بقرہ کی آخری آیات کی فضیلت

اخرج الائمۃ الستۃ من حدیث ابی مسعود من قرأ الآیتین من آخر سورۃ البقرۃ فی لیلۃ کفتا۔

صحاح ستہ میں ہے حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے رات کو سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات پڑھ لیں وہ اسے کافی ہوں گی۔

سورہ آل عمران کی آخری آیات کی فضیلت

اخرج البیہقی من حدیث عثمان بن عفان من قرأ آخر آل عمران فی لیلۃ کتب لہ قیام لیلۃ۔

امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جس شخص نے رات کے آخری حصہ میں آل عمران کی آخری آیات پڑھیں اس کے لیے تمام رات کا قیام لکھ دیا جائے گا۔

---

[1] علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، الاتقان فی علوم القرآن ج ۲ ص ۳۰۵ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۰۰ھ۔

باب ۲۵۷ الامر بتعهد القرآن وكراهة قول نسيت آية كذا

۱۷۳۳- حدثنا ابو بكر بن ابي شيبة وابو كريب قالا نا ابو اسامة عن هشام عن ابيه عن عائشة رضي الله عنها ان النبي صلى الله عليه وسلم سمع رجلا يقرأ من الليل فقال يرحمه الله لقد اذكرني كذا وكذا اية كنت اسقطتها من سورة كذا وكذا۔

۱۷۳۵- وحدثنا ابن نمير قال نا عبدة وابو معاوية عن هشام عن ابيه عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت كان النبي صلى الله عليه وسلم يسمع قراءة رجل في المسجد فقال رحمه الله لقد اذكرني اية كنت انسيتها۔

۱۷۳۶- حدثنا يحيى بن يحيى قال قرأت على مالك عن نافع عن عبد الله بن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال انما مثل صاحب القرآن كمثل الابل المعقلة- ان عاهد عليها امسكها وان اطلقها ذهبت۔

۱۷۳۷- حدثنا زهير بن حرب ومحمد بن مثنى وعبيد الله بن سعيد قالوا نا يحيى وهو القطان ح وحدثنا ابو بكر بن ابي شيبة قال نا ابو خالد الاحمر ح وحدثنا ابن نمير قال نا ابي كلهم عن عبيد الله ح وحدثنا ابن ابي عمر قال نا عبد الرزاق انا معمر عن ايوب ح وحدثنا قتيبة بن سعيد قال نا يعقوب يعني ابن

قرآن کریم کو یاد رکھنے کا حکم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو مسجد میں ایک شخص سے قرآن کریم سنا، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے، اس نے مجھے فلاں فلاں آیت یاد دلادی جس کو میں فلاں فلاں سورۃ سے چھوڑ دیتا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں ایک شخص سے قرآن سنا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے اس نے مجھے ایک آیت یاد دلادی جو مجھ سے بھلائی جاچکی تھی۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قرآن کریم حفظ کرنے والے کی مثال اس اونٹ کی طرح ہے جس کا ایک پیر بندھا ہوا ہو اگر اس کے مالک نے اس کا خیال رکھا تو وہ رہے گا ورنہ چلا جائے گا۔

ایک اور سند سے حضرت عبد اللہ بن عمر کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ قرآن مجید پڑھنے والا اگر رات اور دن کو اٹھ کر پڑھتا رہتا ہے تو قرآن مجید یاد رہتا ہے ورنہ بھول جاتا ہے۔

عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحٰقَ الْمُسَيَّبِيُّ قَالَ نَا أَنَسٌ يَعْنِي ابْنَ عِيَاضٍ جَمِيعًا عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ كُلُّ هٰؤُلَاءِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنٰى حَدِيْثِ مَالِكٍ وَزَادَ فِي حَدِيْثِ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ وَإِذَا قَامَ صَاحِبُ الْقُرْآنِ فَقَرَأَهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ ذَكَرَهُ وَإِنْ لَمْ يَقُمْ بِهِ نَسِيَهُ.

١٧٣٨ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحٰقُ أَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ نَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِئْسَ مَا لِأَحَدِهِمْ أَنْ يَقُوْلَ نَسِيْتُ آيَةَ كَيْتَ وَكَيْتَ بَلْ هُوَ نُسِّيَ اسْتَذْكِرُوا الْقُرْآنَ فَلَهُوَ أَشَدُّ تَفَصِّيًا مِّنْ صُدُوْرِ الرِّجَالِ مِنَ النَّعَمِ بِعُقُلِهَا.

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بری بات ہے کہ تم میں سے کوئی شخص یہ کہے کہ میں فلاں فلاں آیت بھول گیا بلکہ قرآن مجید نے اسے بھلا دیا۔ قرآن مجید کو خیال سے یاد رکھو کیونکہ وہ لوگوں کے سینہ سے بندھے ہوئے جانور کی بہ نسبت زیادہ بھاگنے والا ہے۔

١٧٣٩ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِي وَأَبُوْ مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ أَنَا أَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ تَعَاهَدُوْا هٰذِهِ الْمَصَاحِفَ وَرُبَّمَا قَالَ الْقُرْآنَ فَلَهُوَ أَشَدُّ تَفَصِّيًا مِّنْ صُدُوْرِ الرِّجَالِ مِنَ النَّعَمِ مِنْ عُقُلِهِ قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقُلْ أَحَدُكُمْ نَسِيْتُ آيَةَ كَيْتَ وَكَيْتَ بَلْ هُوَ نُسِّيَ.

شقیق کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا قرآن مجید کو خیال سے یاد رکھو کیونکہ وہ لوگوں کے سینوں سے بندھے ہوئے جانور کی بہ نسبت زیادہ بھاگنے والا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ وہ فلاں آیت بھول گیا بلکہ یہ کہے کہ وہ بھلا دیا گیا۔

١٧٤٠ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدَةُ بْنُ أَبِي لُبَابَةَ عَنْ شَقِيْقِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ بِئْسَمَا لِلرَّجُلِ أَنْ يَقُوْلَ نَسِيْتُ سُوْرَةَ كَيْتَ وَكَيْتَ أَوْ نَسِيْتُ آيَةَ كَيْتَ وَكَيْتَ بَلْ هُوَ نُسِّيَ.

شقیق بن سلمہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا انھوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا کسی شخص کے لیے یہ بری بات ہے کہ وہ کہے میں نے فلاں فلاں سورت بھلا دی یا فلاں فلاں آیت بھلا دی بلکہ یوں کہے کہ وہ بھلا دیا گیا۔ (یعنی قرآن مجید نے اس کو اس قابل نہیں سمجھا کہ اس کے پاس رہتا)۔

١٧٤١ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بَرَّادٍ الْأَشْعَرِيُّ وَأَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَا نَا أَبُوْ أُسَامَةَ عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن کریم کو یاد رکھو قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان

تَعَاهَدُوا الْقُرْاٰنَ فَوَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَھُوَ اَشَدُّ تَفَلُّتًا مِّنَ الْاِبِلِ فِیْ عُقُلِھَا۔

ہے قرآن مجید رسیاں تڑانے والے اونٹ کی بہ نسبت زیادہ (سینوں سے) نکلنے والا ہے۔

تشریح اس باب کی احادیث سے حسب ذیل فوائد مستفاد ہوتے ہیں۔

(۱) مسجد میں بلند آواز سے رات کو قرآن مجید پڑھنے کا جواز بشرطیکہ اس سے کسی کو ایذاء نہ پہنچے، نہ کسی کی عبادت میں خلل ہو نہ ریا کاری کا قصد ہو (۲) جس شخص سے کوئی فائدہ پہنچے خواہ بلا قصد ہو اس کے لیے دعا کرنی چاہیے کیونکہ جس شخص کی قرأت سن کر آپ کو کسی سورت کی بھولی ہوئی آیت یاد آ گئی آپ نے اس شخص کے لیے دعا فرمائی (۳) قرآن کریم کے سننے کا مسنون ہونا۔ (۴) سورتوں کو ان کے ناموں سے موسوم کرنا جیسے سورہ بقرہ (۵) میں فلاں آیت بھول گیا یہ کہنا مکروہ ہے اور یہ کراہت تنزیہی ہے (۶) نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نسیان کا جواز اور اس کی تحقیق اور تفصیل سجدہ سہو کے بیان میں گذر چکی ہے۔ (۷) قرآن کریم کی تلاوت کو باقاعدگی سے کرتے رہنا چاہیے تاکہ وہ بھلا نہ دیا جائے۔

بَابُ ۲۵۸ اِسْتِحْبَابِ تَحْسِیْنِ الصَّوْتِ بِالْقُرْاٰنِ

خوش الحانی کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے کا استحباب

۱۷۴۲- حَدَّثَنِیْ عَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُھَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَا سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَۃَ عَنِ الزُّھْرِیِّ عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یَبْلُغُ بِہِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اَذِنَ اللّٰہُ لِشَیْءٍ مَا اَذِنَ لِنَبِیٍّ حَسَنِ الصَّوْتِ یَتَغَنّٰی بِالْقُرْاٰنِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کسی کام پر اس قدر اجر نہیں دیتا جتنا نبی کے خوش الحانی سے قرآن مجید پڑھنے پر اجر عطا فرماتا ہے۔

۱۷۴۳- وَحَدَّثَنِیْ حَرْمَلَۃُ بْنُ یَحْیٰی قَالَ اَنَا ابْنُ وَھْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ یُوْنُسُ ح وَحَدَّثَنِیْ یُوْنُسُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰی قَالَ اَنَا ابْنُ وَھْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَمْرٌو کِلَاھُمَا عَنِ ابْنِ شِھَابٍ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ قَالَ کَمَا یَاْذَنُ لِنَبِیٍّ یَتَغَنّٰی بِالْقُرْاٰنِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۷۴۴- وَحَدَّثَنِیْ بِشْرُ بْنُ الْحَکَمِ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ نَا یَزِیْدُ وَھُوَ ابْنُ الْھَادِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِبْرَاھِیْمَ عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا اَذِنَ اللّٰہُ لِشَیْءٍ مَا اَذِنَ لِنَبِیٍّ حَسَنِ الصَّوْتِ یَتَغَنّٰی بِالْقُرْاٰنِ یَجْھَرُ بِہٖ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز پر اس قدر اجر نہیں عطا فرماتا جتنا نبی کے خوش الحانی اور بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنے پر اجر عطا فرماتا ہے۔

۱۷۴۵- وَحَدَّثَنِیْ ابْنُ اَخِیْ ابْنِ وَھْبٍ قَالَ نَا

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

عَنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ وَھْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَمْرُو بْنُ مَالِكٍ وَحَیْوَۃُ بْنُ شُرَیْحٍ عَنِ ابْنِ الْھَادِ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَہٗ سَوَآءً وَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَمْ یَقُلْ سَمِعَ۔

۱۷۴۶۔ وَحَدَّثَنَا الْحَکَمُ بْنُ مُوْسٰی قَالَ نَا هِقْلٌ عَنِ الْاَوْزَاعِیِّ عَنْ یَحْیَی بْنِ اَبِیْ کَثِیْرٍ عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَذِنَ اللّٰہُ لِشَیْءٍ کَاَذَنِہٖ لِنَبِیٍّ یَتَغَنّٰی بِالْقُرْاٰنِ یَجْھَرُ بِہٖ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کسی چیز پر اتنا اجر نہیں عنایت کرتا جتنا نبی کے خوش الحانی اور بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنے پر اجر عطا فرماتا ہے۔

۱۷۴۷۔ وَحَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ اَیُّوْبَ وَقُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوْا نَا اِسْمَاعِیْلُ وَھُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِثْلَ حَدِیْثِ یَحْیَی بْنِ اَبِیْ کَثِیْرٍ غَیْرَ اَنَّ ابْنَ اَیُّوْبَ قَالَ فِیْ رِوَایَتِہٖ کَاِذْنِہٖ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

۱۷۴۸۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ نُمَیْرٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَیْرٍ قَالَ نَا اَبِیْ قَالَ مَالِكٌ وَھُوَ ابْنُ مِغْوَلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ بُرَیْدَۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ قَیْسٍ اَوِ الْاَشْعَرِیَّ اُعْطِیَ مِزْمَارًا مِنْ مَزَامِیْرِ اٰلِ دَاوٗدَ۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت عبد اللہ بن قیس یا حضرت اشعری کو آلِ داؤد کی خوش آوازی سے حصہ عطا کیا گیا ہے۔

۱۷۴۹۔ وَحَدَّثَنَا دَاوٗدُ بْنُ رُشَیْدٍ قَالَ نَا یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ نَا طَلْحَۃُ عَنْ اَبِیْ بُرْدَۃَ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاَبِیْ مُوْسٰی لَوْ رَاَیْتَنِیْ وَاَنَا اَسْتَمِعُ قِرَاءَتَكَ الْبَارِحَۃَ لَقَدْ اُوْتِیْتَ مِزْمَارًا مِنْ مَزَامِیْرِ اٰلِ دَاوٗدَ۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوموسیٰ سے فرمایا اگر تم مجھے کل رات دیکھتے جب میں تمہارا قرآن سن رہا تھا (تو بہت خوش ہوتے)۔ لاریب تمہیں آلِ داؤد کی خوش آوازی سے حصہ ملا ہے۔

۱۷۵۰۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ اِدْرِیْسَ وَوَکِیْعٌ عَنْ شُعْبَۃَ عَنْ مُعَاوِیَۃَ

حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال راستہ میں اپنی

WWW.NAFSEISLAM.COM

بن قرة قال سمعت عبد الله بن مغفل المزني يقول قرأ النبي صلى الله عليه وسلم عام الفتح في مسير له سورة الفتح على راحلته فرجع في قراءته قال معاوية لولا إني أخاف أن يجتمع على الناس لحكيت لكم قراءته.

سواری پر سورۂ فتح پڑھی اور آپ قرأت دہراتے رہے، معاویہ بن قرہ کہتے ہیں کہ اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ لوگ مجھے گھیر لیں گے تو میں تمہیں آپ کی قرأت سناتا۔

١٧٥١ - وحدثنا محمد بن مثنى و محمد بن بشار قال ابن مثنى نا محمد بن جعفر قال نا شعبة عن معاوية بن قرة عن عبد الله بن مغفل رضي الله تعالى عنه قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم فتح مكة على ناقته يقرأ سورة الفتح قال فقرأ ابن مغفل ورجع قال معوية لولا الناس لأخذت لكم بذلك الذي ذكره ابن مغفل عن النبي صلى الله عليه وسلم۔

حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے فتح مکہ کے دن دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر سورۂ فتح پڑھ رہے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابن مغفل رضی اللہ عنہ نے قرآن پڑھا اور دہرایا، معاویہ بن قرہ کہتے ہیں کہ اگر مجھے لوگوں کا خدشہ نہ ہوتا تو میں بھی تمہیں اس طرح پڑھ کر سناتا جس طرح حضرت ابن مغفل رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کر کے سنایا تھا۔

١٧٥٢ - وحدثناه يحيى بن حبيب الحارثي قال نا خالد بن الحارث ح وحدثنا عبيد الله بن معاذ قال نا أبي قالا نا شعبة بهذا الإسناد نحوه وفي حديث خالد بن الحارث قال على راحلته يسير وهو يقرأ سورة الفتح۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

قرآن مجید کو خوش الحانی سے پڑھنے میں مذاہب

قرآن مجید کو خوش الحانی سے پڑھنے کے مسئلہ میں اختلاف ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ اور جمہور قرآن مجید خوش الحانی سے پڑھنے کو مکروہ قرار دیتے ہیں[1] کیونکہ اس سے خضوع خشوع نہیں رہتا۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے اس میں دو قول ہیں۔ ایک قول میں اجازت دی ہے اور دوسرے قول میں منع کیا ہے۔ علامہ نووی فرماتے ہیں اگر کوئی شخص قرأت کے قواعد کو خوش الحانی کے تابع کر کے پڑھے مثلاً جہاں مد نہ ہو وہاں مد کے ساتھ پڑھے اور جہاں مد ہو وہاں مد نہ پڑھے یا غنہ کے طول اور قصر میں خلاف قواعد پڑھے تو ایسی خوش الحانی مکروہ ہے اور جو شخص تجوید و قرأت کے قوانین کے تابع ہو کر قرآن مجید کو خوش الحانی سے پڑھے وہ جائز ہے[2]

[1] علامہ ابو عبد اللہ وشتانی مالکی متوفی ٨٢٨ھ، اکمال اکمال المعلم ج ٢ ص ٤١٢ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ٦٧٦ھ شرح صحیح مسلم ج ١ ص ٢٦٨ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی الطبعة الثانیہ ١٣٧٥ھ۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے (شرطِ مذکور کے ساتھ) قرآن مجید کو خوش الحانی سے پڑھنے کی اجازت دی ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے:

زینوا القرآن باصواتکم لیس منا من لم یتغن بالقرآن۔

قرآن مجید کو اچھی آواز سے پڑھو۔ جو خوش آوازی سے قرآن نہیں پڑھتا وہ ہمارے طریقہ محمودہ پر نہیں ہے۔

بَابُ ۲۵۹ نُزُوْلِ السَّكِيْنَةِ لِقِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ

قرآن مجید پڑھنے پر سکینت کا نازل ہونا

۱۷۵۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ نَا اَبُوْ خَيْثَمَةَ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَجُلٌ يَقْرَاُ سُوْرَةَ الْكَهْفِ وَعِنْدَهٗ فَرَسٌ مَرْبُوْطٌ بِشَطَنَيْنِ فَتَغَشَّتْهُ سَحَابَةٌ فَجَعَلَتْ تَدُوْرُ وَ تَدْنُوْ وَجَعَلَ فَرَسُهٗ يَنْفِرُ مِنْهَا فَلَمَّا اَصْبَحَ اَتَى النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ فَقَالَ تِلْكَ السَّكِيْنَةُ نَزَلَتْ بِالْقُرْاٰنِ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص سورہ کہف پڑھ رہا تھا، درآں حالیکہ اس کے پاس ایک گھوڑا دو لمبی رسیوں سے بندھا ہوا تھا۔ اچانک اس گھوڑے کو ایک بادل نے ڈھانپ لیا اور وہ بادل اس کے گرد گھومنے اور بتدریج اس کے قریب ہونے لگا اور اس کا گھوڑا بدکنے لگا۔ صبح کو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس واقعہ کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا یہ سکینہ ہے جو قرآن مجید کی برکت سے نازل ہوئی۔

(فائدہ) سکینہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے ایک مخلوق ہے جس کی وجہ سے اطمینان حاصل ہوتا ہے اور اس کے ساتھ فرشتے بھی ہوتے ہیں۔

۱۷۵۴۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ مُثَنّٰى قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ يَقُوْلُ قَرَاَ رَجُلٌ نِ الْكَهْفَ وَفِی الدَّارِ دَابَّةٌ فَجَعَلَتْ تَنْفِرُ فَنَظَرَ فَاِذَا ضَبَابَةٌ اَوْ سَحَابَةٌ قَدْ غَشِيَتْهُ قَالَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اقْرَاْ فُلَانُ فَاِنَّهَا السَّكِيْنَةُ تَنَزَّلَتْ عِنْدَ الْقُرْاٰنِ اَوْ تَنَزَّلَتْ لِلْقُرْاٰنِ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص سورہ کہف پڑھ رہا تھا درآں حالیکہ اس کے گھر میں ایک جانور بندھا ہوا تھا۔ اچانک وہ جانور بدکنے لگا اس شخص نے دیکھا کہ ایک بادل نے اس کو ڈھانپا ہوا ہے۔ اس شخص نے اس واقعہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا اے شخص پڑھتے رہو، یہ سکینہ ہے جو قرآن مجید کی تلاوت کے وقت نازل ہوتی ہے۔

۱۷۵۵۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ مَهْدِیٍّ وَاَبُوْ دَاوٗدَ قَالَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ فَذَكَرَ نَحْوَهٗ غَيْرَ اَنَّهُمَا قَالَا تَنْقُزُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۷۵۶۔ وَحَدَّثَنِیْ حَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ الْحُلْوَانِیُّ وَ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ وَتَقَارَبَا فِی اللَّفْظِ قَالَ نَا يَعْقُوْبُ

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ ایک شب اپنے کھلیان میں قرآن مجید پڑھ رہے تھے اچانک ان کی گھوڑی

بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا يَزِيْدُ بْنُ الْهَادِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ خَبَّابٍ حَدَّثَهُ اَنَّ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ حَدَّثَهُ اَنَّ اُسَيْدَ بْنَ حُضَيْرٍ بَيْنَمَا هُوَ لَيْلَةً يَقْرَأُ فِيْ مِرْبَدِهِ اِذْ جَالَتْ فَرَسُهُ فَقَرَاَ ثُمَّ جَالَتْ اُخْرٰى فَقَرَاَ ثُمَّ جَالَتْ اَيْضًا قَالَ اُسَيْدٌ فَخَشِيْتُ اَنْ تَطَاَ يَحْيٰى فَقُمْتُ اِلَيْهَا فَاِذَا مِثْلُ الظُّلَّةِ فَوْقَ رَاْسِيْ فِيْهَا اَمْثَالُ السُّرُجِ عَرَجَتْ فِي الْجَوِّ حَتّٰى مَا اَرَاهَا قَالَ فَغَدَوْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بَيْنَمَا اَنَا الْبَارِحَةَ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ اَقْرَاُ فِيْ مِرْبَدٍ لِيْ اِذْ جَالَتْ فَرَسِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْرَاْ ابْنَ حُضَيْرٍ قَالَ فَقَرَاْتُ ثُمَّ جَالَتْ اَيْضًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْرَاْ ابْنَ حُضَيْرٍ قَالَ فَقَرَاْتُ ثُمَّ جَالَتْ اَيْضًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْرَاْ ابْنَ حُضَيْرٍ قَالَ فَانْصَرَفْتُ وَكَانَ يَحْيٰى قَرِيْبًا فَخَشِيْتُ اَنْ تَطَاَهُ فَرَاَيْتُ مِثْلَ الظُّلَّةِ فِيْهَا اَمْثَالُ السُّرُجِ عَرَجَتْ فِي الْجَوِّ حَتّٰى مَا اَرَاهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ الْمَلٰۤئِكَةُ كَانَتْ تَسْتَمِعُ لَكَ وَلَوْ قَرَاْتَ لَاَصْبَحَتْ يَرَاهَا النَّاسُ مَا تَسْتَتِرُ مِنْهُمْ۔

۱۷۵۷۔ **وَحَدَّثَنَا** قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَاَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ كِلَاهُمَا عَنْ اَبِيْ عَوَانَةَ قَالَ قُتَيْبَةُ نَا اَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِيْ يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ مَثَلُ الْاُتْرُجَّةِ رِيْحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا طَيِّبٌ وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِيْ لَا يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ مَثَلُ التَّمْرَةِ لَا رِيْحَ لَهَا وَطَعْمُهَا حُلْوٌ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِيْ يَقْرَاُ الْقُرْاٰنَ

کودنے لگی انھوں نے پڑھا تو وہ پھر کودنے لگی انھوں نے پھر پڑھا تو وہ پھر کودنے لگی وہ کہتے ہیں کہ مجھے ڈر لگا کہ کہیں یہ گھوڑی یحییٰ (ان کا بچہ) کو نہ کچل ڈالے اسلئے میں گھوڑی کے پاس جاکر کھڑا ہوگیا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سائبان میرے سر پر ہے اور اس میں چراغ کی طرح کچھ چیزیں روشن ہیں وہ سائبان اوپر چڑھنے لگا حتیٰ کہ میری نظروں سے دور ہوگیا۔ صبح کو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! گذشتہ شب میں اپنے کھلیان میں قرآن مجید پڑھ رہا تھا کہ یکایک میری گھوڑی بدکنے لگی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابن حضیر! پڑھتے رہا کرو، انھوں نے عرض کیا میں پڑھتا رہا وہ پھر کودنے لگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا اے ابن حضیر!! پڑھتے رہو۔ انھوں نے عرض کیا میں پڑھتا رہا وہ پھر کودنے لگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابن حضیر پڑھتے رہو! انھوں نے کہا میں واپس چلا گیا اور یحییٰ (گھوڑی کے) قریب تھا۔ مجھے خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں یہ یحییٰ کو کچل نہ دے، میں نے دیکھا کہ سائبان کی طرح کوئی چیز ہے جس میں کچھ چیزیں چراغوں کی طرح ہیں وہ آسمان کی طرف چڑھ رہی ہیں حتیٰ کہ میری نظر سے اوجھل ہوگئیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ فرشتے تھے جو (تمہارا قرآن) سن رہے تھے اگر تم صبح تک پڑھتے رہتے تو دوسرے لوگ بھی ان کو دیکھ لیتے اور یہ ان سے مخفی نہ رہتے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مومن قرآن کریم پڑھتا ہے اس کی مثال ترنج کی طرح ہے جس کی خوشبو پسندیدہ اور ذائقہ خوشگوار ہے اور جو مومن قرآن مجید نہیں پڑھتا وہ کھجور کی طرح ہے جس میں خوشبو تو نہیں لیکن ذائقہ میٹھا ہے اور جو منافق قرآن مجید پڑھتا ہے اس کی مثال ریحان کی طرح ہے جس کی خوشبو اچھی ہے اور ذائقہ کڑوا ہے۔ اور منافق جو قرآن مجید نہیں پڑھتا اس کی مثال اندرائن کی طرح ہے اس میں خوشبو نہیں ہے اور مزا کڑوا ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

مَثَلُ الرَّيْحَانَةِ رِيحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ لَيْسَ لَهَا رِيحٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ۔

۱۷۵۸۔ وَحَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ نَا هَمَّامٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ شُعْبَةَ كِلَاهُمَا عَنْ قَتَادَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ هَمَّامٍ بَدَلَ الْمُنَافِقِ الْفَاجِرُ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے لیکن اس میں منافق کی جگہ فاجر کا لفظ ہے۔

تشریح اس باب کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عام افرادِ امت کے لیے فرشتوں کو دیکھنا ممکن ہے اور قرآن پڑھنے والوں کی فضیلت ہے کیونکہ ان پر رحمت نازل ہوتی ہے اور فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

بابٌ ۳۶: فَضِيلَةِ حَافِظِ الْقُرْآنِ

حافظِ قرآن کی فضیلت

۱۷۵۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْغُبَرِيُّ جَمِيعًا عَنْ أَبِي عَوَانَةَ قَالَ ابْنُ عُبَيْدٍ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ وَالَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيَتَتَعْتَعُ فِيهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهُ أَجْرَانِ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قرآن مجید میں ماہر ہو وہ ان فرشتوں کے ساتھ رہتا ہے جو معزز اور بزرگ ہیں اور (نامۂ اعمال یا لوحِ محفوظ کو) لکھتے ہیں۔ اور جس شخص کو قرآن مجید پڑھنے میں دشواری ہوتی ہے اور اٹک اٹک کر پڑھتا ہے اس کو دو اجر ملتے ہیں۔

۱۷۶۰۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامٍ الدَّسْتَوَائِيِّ كِلَاهُمَا عَنْ قَتَادَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ فِي حَدِيثِ وَكِيعٍ وَالَّذِي يَقْرَؤُهُ وَهُوَ يَشْتَدُّ عَلَيْهِ لَهُ أَجْرَانِ۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

تشریح پہلا مرتبہ اس مسلمان کا ہے جو قرآن مجید کے حفظ، اس کی کثرتِ تلاوت اور اس کے معانی اور مطالب پر غور و خوض میں منہمک اور مستغرق رہتا ہے جس کو یہ ملکہ اور مہارت حاصل ہوتی ہے کہ وہ قرآنی آیات کے مطالب اور معانی اور ان سے حاصل شدہ مسائل آسانی سے بیان کر سکتا ہے اس شخص کو یہ عزت دی جاتی ہے کہ اسے اونچے درجے کے فرشتوں کی رفاقت عطا کی جاتی ہے۔

دوسرا درجہ اس مسلمان کا ہے جس کو مہارت کا یہ مرتبہ تو حاصل نہیں ہوتا لیکن وہ قرآن مجید کی تلاوت میں کوشاں رہتا ہے اور باوجود استعداد اور صلاحیت کی کمی کے قرآن مجید سے رابطہ ٹوٹنے نہیں دیتا اسی وجہ سے اس کو دو اجر ملتے ہیں۔

اور جو مسلمان قرآن مجید کی تلاوت کرے نہ اس کے معنی پر غور وخوض کرے اس کی شقاوت پر جس قدر افسوس کیا جائے کم ہے۔

بَابُ ٢٦١ اِسْتِحْبَابِ قِرَآءَةِ الْقُرْاٰنِ عَلٰى اَهْلِ الْفَضْلِ وَاِنْ كَانَ الْقَارِئُ اَفْضَلَ مِنَ الْمَقْرُوْءِ عَلَيْهِ

افضل کا مفضول کے سامنے قرآن مجید پڑھنے کا استحباب

١٧٦١ - حَدَّثَنَا هَدَّابُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ نَا هَمَّامٌ قَالَ نَا قَتَادَةُ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاُبَيٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَمَرَنِىْ اَنْ اَقْرَاَ عَلَيْكَ قَالَ اللّٰهُ سَمَّانِىْ لَكَ قَالَ اللّٰهُ سَمَّاكَ لِىْ قَالَ فَجَعَلَ اُبَيٌّ يَبْكِىْ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے قرآن مجید پڑھوں۔ انھوں نے عرض کیا، کیا اللہ تعالیٰ نے آپ سے میرا نام لیا تھا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اللہ تعالیٰ نے مجھ سے تمہارا نام لیا ہے۔ راوی کہتے ہیں (یہ سن کر) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رونے لگے۔

١٧٦٢ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ اَنَسٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَمَرَنِىْ اَنْ اَقْرَاَ عَلَيْكَ لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قَالَ سَمَّانِىْ لَكَ اللّٰهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَبَكٰى۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے سامنے لم یکن الذین کفر وا۔ پڑھوں، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا اللہ تعالیٰ نے آپ سے میرا نام لیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! (یہ سن کر) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رونے لگے۔

١٧٦٣ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيْبٍ الْحَارِثِىُّ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِى ابْنَ الْحَارِثِ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاُبَيٍّ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

تشریح اس حدیث سے حسب ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں:

(۱) علم تجوید کے ماہر اور اہل علم کے سامنے قرآن سنانا مستحب ہے خواہ قرآن سنانے والا سننے والے سے افضل ہو (۲) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی عظیم فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ کو

قرآن مجید سنایا اور باقی صحابہ میں سے کوئی اور حضرت ابی بن کعب کا اس فضیلت میں شریک نہیں ہے۔ (۳) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی ایک اور فضیلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام لیا (۴) خوشی کی خبر سننے کے بعد رونے کا جواز (۵) کسی مسئلہ کی تحقیق کے لیے خصوصیت سے پوچھنا کیونکہ حضرت ابی بن کعب نے سرکار ابد قرار سے پوچھا کہ آیا اللہ تعالیٰ نے ان کا نام لیا ہے؟ کیوں کہ یہ بھی احتمال تھا کہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہو اپنی امت کے کسی فرد کو قرآن سناؤ (۶) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو قرآن مجید سنانے کا حکم کیوں دیا۔ اس کی حکمت میں اختلاف ہے۔ پسندیدہ بات یہ ہے کہ یہ حکم اس لیے دیا گیا تھا تاکہ آپ کی زندگی میں کسی اہل علم کو قرآن مجید سنانے کا نمونہ پایا جائے اور کوئی شخص کسی کو قرآن مجید سنانے میں عار محسوس نہ کرے (۷) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو قرآن مجید سنانے کی تخصیص اس لیے کی گئی ہے تاکہ اس بات پر دلیل قائم ہو کہ قرأت اور تجوید میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تمام صحابہ میں فائق تھے (۸) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو قرآن مجید سنانے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے تاکہ انہیں قرآن مجید یاد ہو سکے اور سرکار سے وہ قرآن مجید پڑھنے کا طریقہ سیکھ لیں (۹) سورۂ لم یکن الذین کفروا۔ کو سنانے کی تخصیص اس لیے کی گئی کیونکہ یہ مختصر ہے اور دین کے اصول اور فروع کے فوائد کثیرہ کی جامع ہے۔ (۱۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع اور انکسار اور یہ واضح ہے اہل علم اور ارباب فضل کو چاہیے کہ وہ بھی اس طرح تواضع اور انکسار سے کام لیں۔

باب ۲۶۲ فَضْلِ اسْتِمَاعِ الْقُرْاٰنِ وَطَلَبِ الْقِرَاءَةِ مِنْ حَافِظِهٖ لِلْاِسْتِمَاعِ وَالْبُكَاءِ عِنْدَ الْقِرَاءَةِ وَالتَّدَبُّرِ

قرآن مجید سننے کی فضیلت اور قرآن مجید سنتے وقت رونا

۱۷۶۴- وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ جَمِيْعًا عَنْ حَفْصٍ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ نَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْرَاْ عَلَیَّ الْقُرْاٰنَ قَالَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَقْرَاُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ اُنْزِلَ قَالَ اِنِّیْ اَشْتَهِیْ اَنْ اَسْمَعَهٗ مِنْ غَيْرِیْ فَقَرَاْتُ النِّسَآءَ حَتّٰى اِذَا بَلَغْتُ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا ؕ رَفَعْتُ رَاْسِیْ اَوْ غَمَزَنِیْ رَجُلٌ اِلٰى جَنْبِیْ فَرَفَعْتُ رَاْسِیْ فَرَاَيْتُ دُمُوْعَهٗ تَسِيْلُ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا میرے سامنے قرآن مجید پڑھو حضرت ابن مسعود نے عرض کیا: یا رسول اللہ میں آپ پر (کیسے) قرآن پڑھوں حالانکہ آپ پر قرآن مجید نازل ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ کسی اور سے قرآن مجید سنوں۔ میں نے سورہ نساء پڑھنی شروع کی حتیٰ کہ جب میں اس آیت پر پہنچا (ترجمہ) "اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان تمام پر گواہ بنا کر لائیں گے!" میں نے خود سر اٹھا کر دیکھا یا کسی نے مجھے ٹہوکا دیا تب میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

۱۷۶۵- حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِیِّ وَمِنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِيْمِیُّ جَمِيْعًا عَنْ عَلِیِّ بْنِ مُسْهِرٍ عَنْ

ایک اور سند سے بھی یہ روایت ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ جب آپ نے مجھ سے قرآن مجید پڑھنے کے

الْأَعْمَشِ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ وَزَادَ هَنَّادٌ فِي رِوَايَتِهِ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ اقْرَأْ عَلَيَّ.

سے فرمایا اس وقت آپ منبر پر تھے۔

۱۷۶۶۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ حَدَّثَنِي مِسْعَرٌ وَقَالَ أَبُو كُرَيْبٍ عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اقْرَأْ عَلَيَّ قُلْتُ أَقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ أُنْزِلَ قَالَ إِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي قَالَ فَقَرَأَ عَلَيْهِ مِنْ أَوَّلِ سُورَةِ النِّسَاءِ إِلَى قَوْلِهِ فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هٰؤُلَاءِ شَهِيدًا فَبَكَى قَالَ مِسْعَرٌ فَحَدَّثَنِي مَعْنٌ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ أَوْ مَا كُنْتُ فِيهِمْ شَكَّ مِسْعَرٌ.

حضرت ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا مجھے قرآن مجید سناؤ میں نے عرض کیا: میں (کیسے) آپ کو قرآن مجید سناؤں حالانکہ آپ پر قرآن مجید نازل ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میں کسی اور سے قرآن مجید سنوں۔ میں نے آپ کو سورۂ نساء کی ابتدائی آیات سنائیں جب میں اس آیت پر پہنچا (ترجمہ) "اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ پیش کریں گے اور آپ کو ان تمام پر گواہ بنا کر لائیں گے": تو سرکار دو عالم پر گریہ طاری ہو گیا، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس وقت گواہ تھا جب تک میں ان کے درمیان رہا۔

(فائدہ) گواہی دیکھ کر بھی دی جاتی ہے اور سن کر بھی جب تک آپ مسلمانوں کے درمیان رہے دیکھ کر گواہی دیتے رہے اور جب رفیق اعلیٰ سے جا ملے تو آپ پر اعمال امت پیش کیے جاتے ہیں جیسا کہ دیگر احادیث سے ثابت ہے (عنقریب اس کی تحقیق آئے گی) کہ آپ سن کر گواہی دیتے رہے۔

۱۷۶۷۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ بِحِمْصَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ اقْرَأْ عَلَيْنَا فَقَرَأْتُ عَلَيْهِمْ سُورَةَ يُوسُفَ قَالَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ مَا هٰكَذَا أُنْزِلَتْ قَالَ قُلْتُ وَيْحَكَ وَاللّٰهِ لَقَرَأْتُهَا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِي أَحْسَنْتَ فَبَيْنَمَا أَنَا أُكَلِّمُهُ إِذْ وَجَدْتُ مِنْهُ رِيحَ الْخَمْرِ قَالَ قُلْتُ أَتَشْرَبُ الْخَمْرَ وَتُكَذِّبُ بِالْكِتَابِ لَا تَبْرَحُ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حمص میں تھا، مجھ سے لوگوں نے کہا ہمیں قرآن مجید سنائیں۔ میں نے انہیں سورۂ یوسف سنائی۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا سورۂ یوسف اس طرح نازل نہیں ہوئی! میں نے کہا تم پر افسوس ہوتا ہے! میں نے یہ سورت (اسی طرح) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائی تھی! اس نے کہا چلو ٹھیک ہے، جس وقت میں اس سے بات کر رہا تھا، اچانک میں نے اس کے منہ سے شراب کی بدبو محسوس کی، میں نے کہا تو شراب پیتا ہے اور اللہ کی کتاب کی تکذیب

WWW.NAFSEISLAM.COM

حَتّٰی اَجْلِدُکَ قَالَ فَجَلَدْتُہُ الْحَدَّ۔

کرتا ہے! میں تجھے یہاں سے جانے نہیں دوں گا حتیٰ کہ تجھے شراب کی حد لگا دوں، پھر میں نے اُسے کوڑے لگائے۔

۱۷۶۸ - وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ وَعَلِیُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَا اَنَا عِیْسَی ابْنُ یُوْنُسَ ح وَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَاَبُوْ کُرَیْبٍ قَالَا نَا اَبُوْ مُعَاوِیَۃَ جَمِیْعًا عَنِ الْاَعْمَشِ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ وَلَیْسَ فِیْ حَدِیْثِ اَبِیْ مُعَاوِیَۃَ فَقَالَ لِیْ اَحْسَنْتَ۔

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث اسی طرح منقول ہے۔

تشریح اس حدیث سے حسب ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں:

(۱) قرآن مجید سننے کی فضیلت۔ (۲) قرآن مجید سننے کا طریقہ یہ ہے کہ سننے والا توجہ سے سنے اور اس کے معنی پر غور کرے حتیٰ کہ اس پر سوز وگداز کی کیفیات طاری ہوں (۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی کو قرآن مجید سنایا اور حضرت عبداللہ سے سنا تاکہ قرآن مجید سنانے اور سننے دونوں کے لیے آپ کی زندگی میں نمونہ ہو اور دونوں کام سنت اور باعث ثواب ہوں۔ (۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی فضیلت آپ نے قرآن مجید سننے کے لیے انہیں منتخب فرمایا۔ (۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع اور انکسار کہ آپ اپنے خدام سے قرآن مجید سنتے بھی تھے اور انھیں سناتے بھی تھے اور اس میں اہل علم اور فضل کے لیے تواضع اور انکسار کی ترغیب ہے (۶) حضرت ابن مسعود کو حضور کے حکم پر حیرت اس لیے تھی کہ انھوں نے سمجھا کہ حضور نصیحت حاصل کرنے کے لیے قرآن مجید سننا چاہتے ہیں (۷) اختلاف اور نزاع کے وقت احادیث سے استدلال کرنا کیونکہ جب اس شخص نے حضرت ابن مسعود کی قرأت کا انکار کیا تو حضرت ابن مسعود نے اس بات سے استدلال کیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح سورۂ یوسف سنا چکے ہیں۔ (۸) جس وقت حضرت ابن مسعود نے اس شخص پر حد جاری فرمائی اس وقت یا تو حد جاری کرنا آپ کا منصب تھا یا آپ خلیفہ کی طرف سے اس شہر یا اس علاقہ کے حاکم تھے کیونکہ بغیر منصب کے کوئی شخص قانون کو اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتا۔ (۹) آپ کا حد جاری کرنا اس بات پر محمول ہے کہ آپ کے نزدیک اس کا بلاعذر شراب پینا ثابت ہو چکا تھا (۱۰) جو شخص قرآن مجید کی تکذیب کرے وہ صرف کوڑوں کی سزا کا مستحق نہیں بلکہ واجب القتل ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کو اس لیے قتل نہیں کیا کہ وہ شخص جہالت کی وجہ سے کہہ رہا تھا کہ یہ سورت اس طرح نہیں ہے اس کا ارادہ تکذیب کا نہیں تھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی شخص کی تکفیر میں جلدی نہیں کرنی چاہیے اور جہاں تک ممکن ہو کسی شخص کے قول کی صحیح تاویل کی جائے اور جب تک ناگزیر صورت پیدا نہ ہو تکفیر سے اجتناب اور احتراز کرے۔

بَابُ ۲۶۳ فَضْلِ قِرَاءَۃِ الْقُرْاٰنِ فِی الصَّلٰوۃِ وَتَعَلُّمِہٖ!

نماز میں قرآن مجید پڑھنے اور اس کو سیکھنے کی فضیلت

۱۷۶۹ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ وَاَبُوْ سَعِیْدٍ الْاَشَجُّ قَالَا نَا وَکِیْعٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِیْ صَالِحٍ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں سے کسی شخص کو یہ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ إِذَا رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ أَنْ يَجِدَ فِيهِ ثَلَاثَ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ فَثَلَاثُ آيَاتٍ يَقْرَأُ بِهِنَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ ثَلَاثِ عِظَامٍ سِمَانٍ۔

پسند ہے کہ جب وہ گھر جائے تو وہاں تین حاملہ اونٹنیاں موجود ہوں جو نہایت بڑی اور فربہ ہوں؟ ہم نے عرض کیا یقیناً! آپ نے فرمایا: جن تین آیتوں کو تم میں سے کوئی شخص نماز میں پڑھتا ہے وہ تین بڑی اور فربہ اونٹنیوں سے بہتر ہیں۔

۱۷۷۰ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ فِي الصُّفَّةِ فَقَالَ أَيُّكُمْ يُحِبُّ أَنْ يَغْدُوَ كُلَّ يَوْمٍ إِلَى بُطْحَانَ أَوْ إِلَى الْعَقِيقِ فَيَأْتِيَ مِنْهُ بِنَاقَتَيْنِ كَوْمَاوَيْنِ فِي غَيْرِ إِثْمٍ وَلَا قَطْعِ رَحِمٍ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ كُلُّنَا يُحِبُّ ذٰلِكَ قَالَ أَفَلَا يَغْدُو أَحَدُكُمْ إِلَى الْمَسْجِدِ فَيَعْلَمَ أَوْ يَقْرَأَ آيَتَيْنِ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالَى خَيْرٌ لَهُ مِنْ نَاقَتَيْنِ وَثَلَاثٌ خَيْرٌ لَهُ مِنْ ثَلَاثٍ وَأَرْبَعٌ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَرْبَعٍ فَمِنْ أَعْدَادِهِنَّ مِنَ الْإِبِلِ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے درآں حالیکہ ہم چبوترے پر (بیٹھے ہوئے) تھے۔ آپ نے فرمایا تم میں سے کسی شخص کو یہ پسند ہے کہ وہ ہر روز صبح بطحان (مدینہ کی پتھریلی زمین) یا عقیق (ایک بازار) جائے اور وہاں سے بغیر کسی گناہ اور قطع رحمی کے دو بڑے بڑے کوہان والی اونٹنیاں لے آئے؟ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم سب کو یہ بات پسند ہے! آپ نے فرمایا: پھر تم میں سے کوئی شخص صبح کو مسجد میں کیوں نہیں جاتا تاکہ قرآن مجید کی دو آیتیں خود سیکھے یا کسی کو سکھائے اور یہ (دو آیتوں کی تعلیم) دو اونٹنیوں (کے حصول) سے بہتر ہے اور تین، تین سے بہتر ہیں اور چار، چار سے علیٰ ہذا القیاس آیات کی تعداد اونٹنیوں کی تعداد سے بہتر ہے۔

تشریح ان احادیث میں قرآن مجید کی آیات کو یاد کرنے اور ان کی تحصیل کو فربہ اونٹنیوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے یہ تشبیہ المعقول بالمحسوس کی قسم ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل عرب کے نزدیک اونٹنیاں بہت قیمتی اور پسندیدہ تھیں اور ان کے بہت سے فوائد اور منافع اونٹنیوں کے ساتھ وابستہ تھے۔ اس حدیث کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ فربہ اونٹنیوں کے صدقہ کی بہ نسبت قرآن مجید سیکھنے اور سکھانے کا ثواب زیادہ ہے۔

بَابُ ۲۶۴ فَضْلِ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَسُورَةِ الْبَقَرَةِ!

قرآن مجید اور سورہ بقرہ پڑھنے کی فضیلت

۱۷۷۱ - حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ قَالَ نَا أَبُو تَوْبَةَ وَهُوَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ يَعْنِي ابْنَ سَلَّامٍ عَنْ زَيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَلَّامٍ يَقُولُ حَدَّثَنِي أَبُو أُمَامَةَ الْبَاهِلِيُّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن مجید پڑھا کرو کیونکہ وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کریگا، اور دو روشن سورتوں کو پڑھا کرو "سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران" کیونکہ وہ قیامت کے دن اس طرح آئیں گی جس طرح دو

اقْرَءُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ يَأْتِي يَوْمَ الْقِيٰمَةِ شَفِيعًا لِأَصْحَابِهِ اقْرَءُوا الزَّهْرَاوَيْنِ الْبَقَرَةَ وَسُورَةَ آلِ عِمْرَانَ فَإِنَّهُمَا يَأْتِيَانِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كَأَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ أَوْ كَأَنَّهُمَا غَيَايَتَانِ أَوْ كَأَنَّهُمَا فِرْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَافَّ تُحَاجَّانِ عَنْ أَصْحَابِهِمَا اقْرَءُوا سُورَةَ الْبَقَرَةِ فَإِنَّ أَخْذَهَا بَرَكَةٌ وَتَرْكَهَا حَسْرَةٌ وَلَا يَسْتَطِيعُهَا الْبَطَلَةُ قَالَ مُعَاوِيَةُ بَلَغَنِي أَنَّ الْبَطَلَةَ السَّحَرَةُ۔

بادل ہوں یا دو سائبان ہوں یا دو اڑتے ہوئے پرندوں کی قطاریں ہوں اور وہ اپنے پڑھنے والوں کی وکالت کریں گی سورۂ بقرہ پڑھا کرو، اس کا پڑھنا برکت ہے اور نہ پڑھنا حسرت ہے جادوگر اس کے حصول کی استطاعت نہیں رکھتے۔

۱۷۷۲ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ قَالَ أَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ قَالَ نَا مُعَاوِيَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ وَكَأَنَّهُمَا فِي كِلَيْهِمَا وَلَمْ يَذْكُرْ قَوْلَ مُعَاوِيَةَ بَلَغَنِي۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۱۷۷۳ - وَحَدَّثَنِي إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ أَنَا يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ رَبِّهِ قَالَ نَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُهَاجِرٍ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْجُرَشِيِّ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّوَّاسَ بْنَ سَمْعَانَ الْكِلَابِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يُؤْتَى بِالْقُرْآنِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَأَهْلِهِ الَّذِينَ كَانُوا يَعْمَلُونَ بِهِ تَقْدُمُهُ سُورَةُ الْبَقَرَةِ وَآلُ عِمْرَانَ وَضَرَبَ لَهُمَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَمْثَالٍ مَا نَسِيتُهُنَّ بَعْدُ قَالَ كَأَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ أَوْ ظُلَّتَانِ سَوْدَاوَانِ بَيْنَهُمَا شَرْقٌ أَوْ كَأَنَّهُمَا فِرْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَافَّ تُحَاجَّانِ عَنْ صَاحِبِهِمَا۔

نواس بن سمعان کلابی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن قرآن مجید اور اس پر عمل کرنے والوں کو لایا جائے گا اس کے آگے سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران ہونگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سورتوں کے لیے تین مثالیں بیان فرمائیں جن کو میں آج تک نہیں بھولا فرمایا وہ ایسی ہیں جیسے دو بادل ہوں یا دو سیاہ سائبان ہوں جن کے درمیان روشنی ہو یا صف باندھے ہوئے دو پرندوں کی قطاریں ہوں وہ اپنے پڑھنے والوں کی وکالت کریں گی۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

تشریح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران کی جو تین مثالیں دی ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ان سورتوں کے پڑھنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ ایک مخلوق پیدا فرمائے گا جو بادل یا سائبان یا پرندوں کی قطاروں کی طرح ہونگی اور ان پر میدان قیامت کی گرمی میں سایہ کریں گی اور ان کی شفاعت کریں گی ہو سکتا ہے کہ پہلی مثال اس شخص کے لیے ہو جو صرف قرآن مجید پڑھتا ہو، معنی سمجھتا ہو نہ ان پر عمل کرتا ہو اور دوسری مثال اس شخص کے لیے ہو جو پڑھتا بھی ہو اور معنی بھی سمجھتا ہو اور تیسری مثال اس شخص کے لیے ہو جو ان پر عمل بھی کرتا ہو۔

ان احادیث میں شفاعت کا ثبوت ہے شفاعت پر مکمل اور مفصل بحث ہم کتاب المساجد کی حدیث نمبر ۱۰۶۴ کی تشریح میں کر چکے ہیں۔

بَابُ ۲۶۵ فَضْلِ الْفَاتِحَةِ وَخَوَاتِيْمِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ وَالْاٰيَتَيْنِ

۱۷۷۴- وَحَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِيْعِ وَاَحْمَدُ بْنُ جَوَّاسٍ الْحَنَفِيُّ قَالَا نَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ عَمَّارِ بْنِ رُزَيْقٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عِيْسٰى عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ بَيْنَا جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَاعِدٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ نَقِيْضًا مِّنْ فَوْقِهِ فَرَفَعَ رَاْسَهٗ فَقَالَ هٰذَا بَابٌ مِنَ السَّمَآءِ فُتِحَ الْيَوْمَ لَمْ يُفْتَحْ قَطُّ اِلَّا الْيَوْمَ فَنَزَلَ مِنْهُ مَلَكٌ فَقَالَ هٰذَا مَلَكٌ نَزَلَ اِلَى الْاَرْضِ لَمْ يَنْزِلْ قَطُّ اِلَّا الْيَوْمَ فَسَلَّمَ وَقَالَ اَبْشِرْ بِنُوْرَيْنِ اُوْتِيْتَهُمَا لَمْ يُؤْتَهُمَا نَبِيٌّ قَبْلَكَ فَاتِحَةُ الْكِتَابِ وَخَوَاتِيْمُ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ لَنْ تَقْرَاَ بِحَرْفٍ مِّنْهُمَا اِلَّا اُعْطِيْتَهٗ۔

۱۷۷۵- وَحَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ نَا زُهَيْرٌ قَالَ نَا مَنْصُوْرٌ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ لَقِيْتُ اَبَا مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عِنْدَ الْبَيْتِ فَقُلْتُ حَدِيْثٌ بَلَغَنِيْ عَنْكَ فِي الْاٰيَتَيْنِ فِيْ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ قَالَ نَعَمْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْاٰيَتَانِ مِنْ اٰخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ مَنْ قَرَاَهُمَا فِيْ لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ۔

سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کی آخری آیات کی فضیلت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، ناگاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آواز سُنی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اوپر اٹھایا۔ حضرت جبرائیل نے کہا یہ آسمان کا ایک دروازہ ہے جس کو صرف آج کھولا گیا اور آج سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا پھر اس سے ایک فرشتہ نازل ہوا حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا: "یہ فرشتہ جو آج نازل ہوا یہ آج سے پہلے کبھی نازل نہیں ہوا" اس فرشتے نے سلام کیا اور کہا: "آپ کو ان دو نوروں کی بشارت ہو جو آپ کو دیے گئے ہیں اور آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیے گئے۔ ایک سورہ فاتحہ اور دوسرا سورہ بقرہ کا آخری حصہ آپ ان میں سے جو حرف بھی پڑھیں گے آپ کو اس کے مصداق مل جائے گا۔"

عبدالرحمٰن بن یزید بیان کرتے ہیں کہ میں بیت اللہ کے قریب حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے ملا اور میں نے کہا کہ سورہ بقرہ کی دو آیتوں کی فضیلت میں آپ سے روایت کردہ میں نے ایک حدیث سنی ہے۔ انھوں نے فرمایا: ہاں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص رات کو سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھ لیگا وہ اس کو کافی ہوں گی۔

(فائدہ) یعنی ناگہانی مصائب، شیطان کی فتنہ انگیزیوں سے حفاظت کریں گی یا تہجد پڑھنے کے قائم مقام ہوں گی۔

۱۷۷۶- وَحَدَّثَنَاهُ اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَنَا جَرِيْرٌ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ كِلَاهُمَا عَنْ مَنْصُوْرٍ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے

۱۷۷۷ - وَحَدَّثَنَا مِنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِيمِيُّ قَالَ انا ابْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ قَيْسٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ هَاتَيْنِ الْاٰيَتَيْنِ مِنْ اٰخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ فِي لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَلَقِيتُ أَبَا مَسْعُودٍ وَهُوَ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ فَسَأَلْتُهُ فَحَدَّثَنِي بِهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں رات کو پڑھ لے وہ اُسے کافی ہونگی، عبد الرحمٰن (راوی) کہتے ہیں کہ میں ایک بار حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے ملا دراں حالیکہ وہ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے، میں نے ان سے (اس حدیث کے متعلق) پوچھا تو انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کر کے یہی حدیث بیان کی۔

۱۷۷۸ - وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ انا عِيسٰى يَعْنِي ابْنَ يُونُسَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ جَمِيعًا عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ

ایک اور سند سے حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے یہی روایت بیان کی ہے۔

۱۷۷۹ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا حَفْصٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

ایک دیگر سند سے حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے یہی روایت منقول ہے۔

۲۶۶ بَابُ فَضْلِ سُورَةِ الْكَهْفِ وَاٰيَةِ الْكُرْسِيِّ

سورۂ کہف اور آیۃ الکرسی کی فضیلت

۱۷۸۰ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ الْغَطَفَانِيِّ عَنْ مَعْدَانَ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ الْيَعْمَرِيِّ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَفِظَ عَشْرَ اٰيَاتٍ مِنْ أَوَّلِ سُورَةِ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنَ الدَّجَّالِ۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سورہ کہف کی پہلی دس آیات یاد کر لے گا وہ دجّال (کے شر) سے محفوظ رہے گا۔

۱۷۸۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنِي

ایک اور سند سے یہ حدیث منقول ہے جس میں شعبہ کی روایت میں ہے کہ سورہ کہف کی آخری دس آیات اور ہمام

زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ نَا هَمَّامٌ جَمِيْعًا عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ قَالَ شُعْبَةُ مِنْ اٰخِرِ الْكَهْفِ وَقَالَ هَمَّامٌ مِنْ اَوَّلِ الْكَهْفِ كَمَا قَالَ هِشَامٌ۔

نے کہا سورۂ کہف کی پہلی دس آیات جیسے کہ ہشام نے کہا ہے۔

۱۷۸۲۔ حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا عَبْدُ الْاَعْلٰى بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰى عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ اَبِي السَّلِيْلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَبَاحٍ الْاَنْصَارِيِّ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا الْمُنْذِرِ اَتَدْرِيْ اَيُّ اٰيَةٍ مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ مَعَكَ اَعْظَمُ قَالَ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ اَتَدْرِيْ اَيُّ اٰيَةٍ مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ مَعَكَ اَعْظَمُ قَالَ قُلْتُ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ قَالَ فَضَرَبَ فِيْ صَدْرِيْ وَقَالَ لِيَهْنِكَ الْعِلْمُ اَبَا الْمُنْذِرِ۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے ابوالمنذر! کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے نزدیک کتاب اللہ کی سب سے عظیم آیت کون سی ہے؟" میں نے عرض کیا: "اللہ اور اس کا رسول ہی جانتا ہے" آپ نے فرمایا کیا تمہارے نزدیک کتاب اللہ کی سب سے عظیم آیت کون سی ہے میں نے عرض کیا: اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم۔ آپ نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا: اے ابوالمنذر! تمہیں یہ علم مبارک ہو۔"

آیت الکرسی کی فضیلت

علماء کا اس بات میں اختلاف ہے کہ آیا بعض سورتیں بعض سورتوں سے افضل ہیں یا نہیں؟ شیخ ابوالحسن اشعری وغیرہ کا نظریہ یہ ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ بعض سورتیں مفضول ہوں، لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ احادیث میں تفضیل کا ذکر ہے اور افضلیت زیادتی اجر کی طرف راجع ہے یعنی بعض سورتیں پڑھنے سے دوسری سورتوں کی بہ نسبت زیادہ اجر ملتا ہے۔ اور محققین یہ کہتے ہیں کہ جن آیات میں کفار اور منافقین کا ذکر ہے ان سے وہ آیات افضل ہیں جن میں مومنوں کا ذکر ہے۔ علیٰ ہذا القیاس ان سے وہ افضل ہیں جن میں انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہے اور ان سے وہ آیات افضل ہیں جن میں افضل الرسل جناب محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر ہے اور ان سے وہ آیات افضل ہیں جن میں اللہ عزوجل کی ذات اور صفات کا ذکر ہے۔ اسی بنیاد پر آیت الکرسی سب سے افضل آیت اس لیے ہے کہ اس ایک آیت میں سترہ مرتبہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور کسی آیت میں اللہ عزوجل کا اتنی بار ذکر نہیں ہے۔

علامہ زرکشی فرماتے ہیں:

وقال ابو العباس احمد بن المنير المالكي: كان جدي رحمه الله يقول: اشتملت آية الكرسي على ما لم يشتمل عليه اسم من اسماء الله تعالى وذلك انها مشتملة على سبعة عشر موضعا فيها اسم الله ظاهرا في بعضها، ومستكنا في بعض، ويظهر للكثير من العادين فيها ستة عشر الا على حاد

علامہ ابوالعباس احمد بن منیر مالکی کہتے ہیں کہ میرے دادا رحمہ اللہ فرماتے تھے: آیت الکرسی میں اللہ تعالیٰ کے جتنے اسماء ہیں کسی اور آیت میں اتنے نہیں ہیں کیونکہ اس آیت میں سترہ جگہ اللہ تعالیٰ کا اسم ہے، بعض جگہ اسم ظاہر ہے اور بعض جگہ اسم ضمیر ہے، اکثر گننے والوں نے سولہ اسم گنے ہیں سوا ان کے جن کی نظر تیز اور باریک ہے۔ ان اسماء کی تفصیل

البصیرۃ لدقۃ استخراجہ: ۱- اللہ ۲- ھو ۳- الحی ۴- القیوم ۵- ضمیر (لاتاخذہ) ۶- ضمیر (لہ) ۷- ضمیر (عندہ) ۸- ضمیر (الا باذنہ) ۹- ضمیر (یعلم) ۱۰- ضمیر (علمہ) ۱۱- ضمیر (شآء) ۱۲- ضمیر (کرسیہ) ۱۳- ضمیر (یؤدہ) ۱۴- وھو ۱۵- العلی ۱۶- العظیم۔ فھذہ عدۃ الاسماء واما الخفی فی الضمیر الذی اشتمل علیہ المصدر فی قولہ (حفظھما) فانہ مصدر مضاف الی المفعول وھو الضمیر البارز ولا بد لہ من فاعل وھو اللہ ویظھر عند فک المصدر فتقول ولا یؤدہ ان یحفظھما ھو[1]

یہ ہے: ۱- اللہ ۲- ھو ۳- الحی ۴- القیوم ۵- لاتاخذہ میں کا ضمیر ۶- لہ میں ضمیر ۷- عندہ میں ضمیر ۸- الا باذنہ میں کا ضمیر ۹- یعلم میں ھو ضمیر مستتر ۱۰- علمہ میں کا ضمیر ۱۱- شاء میں ھو ضمیر مستتر ۱۲- کرسیہ میں کا ضمیر ۱۳- یؤدہ میں کا ضمیر ۱۴- وھو ۱۵- العلی ۱۶- العظیم۔ یہ وہ اسماء ہیں جو ظاہر ہیں، اور حفظھما میں بھی ایک اسم ہے کیونکہ اس میں مصدر کی اضافت الی المفعول ہے۔ اور وہ ضمیر بارز ہے جس کے لیے فاعل ضروری ہے اور وہ اس تاویل میں ہے ولا یؤدہ ان یحفظھما ھو۔

دیگر فوائد (۱) اس حدیث میں حضرت ابی بن کعب کی عظیم منقبت ہے کیونکہ ان کا ذہن رسا آیت الکرسی کی طرف منتقل ہوا اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر داد دی۔ ۲- شیخ کا اپنے اصحاب میں سے کسی کی فضیلت کو بیان کرنا۔ (۳) کسی مصلحت کی بناء پر کسی شخص کے منہ پر اس کی تعریف کرنا جبکہ اس سے خوشامد کے وہم یا اس کے تکبر کا خطرہ نہ ہو (۴) اس حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ بعض سورتیں بعض سے افضل ہیں۔ (۵) آیت الکرسی کے افضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی چھ صفات کا ذکر ہے، وحدانیت، حیات، علم، ملک، قدرت اور ارادہ ——

باب[۲۶۷] فَضْلِ قِرَاءَةِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ

سورہ قل ھو اللہ احد کی فضیلت

۱۷۸۳- حَدَّثَنِیْ زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ وَّمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ زُهَیْرٌ نَا یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِی الْجَعْدِ عَنْ مَعْدَانَ بْنِ اَبِیْ طَلْحَةَ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیَعْجِزُ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّقْرَاَ فِیْ لَیْلَةٍ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ قَالُوْا وَكَیْفَ یَقْرَاُ قَالَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ یَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص ہر رات تہائی قرآن مجید نہیں پڑھ سکتا؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: تہائی قرآن مجید کیسے پڑھے گا! آپ نے فرمایا سورہ قل ھو اللہ احد تہائی قرآن مجید کے برابر ہے۔

———

۱۷۸۴- وَحَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ قَالَ نَا سَعِیْدُ بْنُ اَبِیْ عَرُوْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ قَالَ نَا عَفَّانُ قَالَ نَا اَبَانُ الْعَطَّارُ جَمِیْعًا عَنْ قَتَادَةَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ وَفِیْ حَدِیْثِهِمَا مِنْ قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے تین حصے کیے ہیں اور سورہ قل ھو اللہ احد ان میں سے ایک حصہ ہے۔

---

[1] علامہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ زرکشی متوفی ۷۹۴ھ، البرہان فی علوم القرآن ج ۱ ص ۳-۴۴۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۴۰۰ھ

سَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ جَزَّءَ الْقُرْاٰنَ ثَلَاثَةَ اَجْزَاءٍ فَجَعَلَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ جُزْءًا مِّنْ اَجْزَاءِ الْقُرْاٰنِ۔

۱۷۸۵ - حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَیَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِیْمَ جَمِیْعًا عَنْ یَحْیٰی قَالَ ابْنُ حَاتِمٍ نَا یَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ نَا یَزِیْدُ بْنُ کَیْسَانَ قَالَ نَا اَبُوْ حَازِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ احْشُدُوْا فَاِنِّیْ سَاَقْرَاُ عَلَیْکُمْ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ فَحَشَدَ مَنْ حَشَدَ ثُمَّ خَرَجَ نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَاَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ثُمَّ دَخَلَ فَقَالَ بَعْضُنَا لِبَعْضٍ اِنِّیْ اَرٰی هٰذَا خَبَرًا جَاءَهُ مِنَ السَّمَاءِ فَذَالِکَ الَّذِیْ اَدْخَلَهُ ثُمَّ خَرَجَ نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّیْ قُلْتُ لَکُمْ سَاَقْرَاُ عَلَیْکُمْ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ اَلَا اِنَّهَا تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم سب جمع ہو جاؤ تاکہ میں تمہارے سامنے تہائی قرآن مجید پڑھوں پس جنھیں جمع ہونا تھا وہ جمع ہو گئے، پھر نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور آپ نے سورہ قل ہو اللہ احد پڑھی اور پھر اندر تشریف لے گئے، ہم ایک دوسرے سے کہنے لگے شاید آسمان سے کوئی خبر آگئی ہے جس وجہ سے آپ اندر تشریف لے گئے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور آپ نے فرمایا: میں نے تم سے کہا تھا کہ میں تم پر تہائی قرآن پڑھوں گا۔ سنو! یہ سورت تہائی قرآن کے برابر ہے۔

۱۷۸۶ - وَحَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰی قَالَ نَا ابْنُ فُضَیْلٍ عَنْ بَشِیْرٍ اَبِیْ اِسْمَاعِیْلَ عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَقْرَاُ عَلَیْکُمْ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ فَقَرَاَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ حَتّٰی خَتَمَهَا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا میں تمہارے سامنے تہائی قرآن پڑھونگا پھر آپ نے پوری سورہ قل ہو اللہ احد پڑھی۔

۱۷۸۷ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ نَا عَمِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ نَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ اَبِیْ هِلَالٍ اَنَّ اَبَا الرِّجَالِ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَهُ عَنْ اُمِّهٖ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَکَانَتْ فِیْ حَجْرِ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ رَجُلًا عَلٰی سَرِیَّةٍ وَکَانَ یَقْرَاُ لِاَصْحَابِهٖ فِیْ صَلٰوتِهِمْ فَیَخْتِمُ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ فَلَمَّا رَجَعُوْا ذَکَرُوْا ذٰلِکَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَلُوْهُ لِاَیِّ شَیْءٍ یَصْنَعُ ذٰلِکَ فَسَاَلُوْهُ فَقَالَ لِاَنَّهَا صِفَةُ الرَّحْمٰنِ فَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اَقْرَاَ بِهَا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجا وہ اپنے ساتھیوں کی امامت کرتے تھے اور ہر سورت کے بعد قل ہو اللہ احد پڑھتے تھے۔ جب لشکر واپس آیا تو لوگوں نے اس بات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا، آپ نے فرمایا اس شخص سے پوچھو وہ ایسا کیوں کرتا تھا، جب ان سے پوچھا گیا تو انھوں نے کہا چونکہ اس سورت میں رحمن کی صفت ہے اس لیے میں اس کے پڑھنے سے محبت کرتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت کرتا ہے۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَخْبِرُوْهُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّهٗ۔

سورہ اخلاص کے تہائی قرآن مجید ہونے کی وجہ

سورہ اخلاص کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تہائی قرآن مجید کے برابر قرار دیا ہے قاضی عیاض رحمہ اللہ نے اس کے دو معنی بیان کیے ہیں ایک یہ کہ قرآن مجید کے مضامین تین قسم پر ہیں، صفات الٰہیہ، قصص اور احکام۔ اس سورت میں چونکہ تین قسموں میں سے صرف ایک قسم یعنی صفات کا ذکر ہے اس لیے اس کو تہائی قرآن مجید قرار دیا دوسرا معنی یہ ہے کہ اس کے پڑھنے کا ثواب ایک تہائی قرآن مجید پڑھنے کے برابر ہے اس لیے اس کو تہائی قرآن مجید قرار دیا۔ اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبت کے سبب قرآن مجید کی کوئی سورت یا کوئی آیت پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے محبت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو ثواب عطا فرمائے گا۔

بَابُ ۲۶۸ فَضْلِ قِرَاءَةِ الْمُعَوَّذَتَيْنِ

معوذتین پڑھنے کی فضیلت

۱۷۸۸۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا جَرِيْرٌ عَنْ بَيَانٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِيْ حَازِمٍ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَمْ تَرَ اٰيَاتٍ اُنْزِلَتِ اللَّيْلَةَ لَمْ يُرَ مِثْلُهُنَّ قَطُّ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہیں نہیں معلوم کہ آج رات ایسی آیات نازل ہوئی ہیں جیسی کبھی نہیں دیکھی گئیں! قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس۔

۱۷۸۹۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ قَالَ نَا اِسْمٰعِيْلُ عَنْ قَيْسٍ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُنْزِلَ اَوْ اُنْزِلَتْ عَلَيَّ اٰيَاتٌ لَمْ يُرَ مِثْلُهُنَّ قَطُّ الْمُعَوَّذَتَيْنِ۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر ایسی آیات نازل ہوئی ہیں کہ ایسی آیات کبھی نہیں دیکھی گئیں قل اعوذ برب الفلق۔ اور قل اعوذ برب الناس۔

۱۷۹۰۔ وَحَدَّثَنَاهُ اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيْعٌ ح وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا اَبُوْ اُسَامَةَ كِلَاهُمَا عَنْ اِسْمٰعِيْلَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ مِثْلَهٗ وَفِيْ رِوَايَةِ اَبِيْ اُسَامَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرِ الْجُهَنِيِّ وَكَانَ مِنْ رُفَعَاءِ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

حضرت ابن مسعود کی طرف معوذتین کے انکار کی نسبت

حافظ ابن حجر عسقلانی تحریر فرماتے ہیں کہ مسند احمد اور صحیح ابن حبان میں عاصم سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے مصحف میں معوذتین کو نہیں لکھتے تھے اور زیادات المسند، طبرانی اور ابن مردویہ میں عبدالرحمٰن بن یزید نخعی سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود مصاحف سے معوذتین کو کھرچ کر نکال دیتے تھے اور

کہتے تھے یہ کتاب اللہ سے نہیں ہیں اور مسند بزار میں ہے کہ حضرت ابن مسعود کہتے تھے کہ حضور نے ان کے ساتھ صرف پناہ مانگنے کا حکم دیا تھا لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہیں دیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر جو یہ اشکال وارد ہوتا ہے علامہ نووی نے اس کے جواب میں شرح المہذب میں لکھا کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ معوذتین اور سورہ فاتحہ قرآن مجید میں شامل ہیں اور جو شخص ان میں سے کسی چیز کا بھی انکار کرے گا وہ کافر ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو معوذتین کے قرآن ہونے کا انکار منقول ہے وہ نقل باطل ہے اور روایت صحیح نہیں ہے۔ شیخ ابو محمد بن حزم نے بھی محلی میں اس روایت کو جھوٹ قرار دیا ہے۔ امام رازی نے بھی تفسیر کبیر میں اس نقل کو جھوٹ اور باطل قرار دیا ہے۔ حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ اگر بالفرض یہ روایات صحیح ہوں تو ان کی توجیہ یہ ہے کہ ہر چند کہ حضرت ابن مسعود کے نزدیک معوذتین کا قرآن ہونا ثابت تھا لیکن انکے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معوذتین کا قرآن مجید میں لکھوانا ثابت نہیں تھا (اگرچہ دوسرے صحابہ کے نزدیک لکھوانا بھی ثابت تھا) اس لیے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ معوذتین کے لکھنے پر رد فرماتے تھے۔ امام رازی نے یہ جواب بھی دیا ہے کہ فی نفسہٖ اگرچہ معوذتین کا قرآن ہونا متواتر ہے لیکن حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ متواتر نہیں تھا[۱]۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ شرح مواقف میں ہے قرآن مجید کی بعض سورتوں میں جو بعض صحابہ کا اختلاف منقول ہے وہ اخبار آحاد سے منقول ہے اور ان سورتوں کا قرآن ہونا تواتر سے ثابت ہے اور آحاد میں اتنی قوت نہیں ہے کہ وہ تواتر کے مزاحم ہوسکیں اور نہ ظن یقین کے معارض ہوسکتا ہے[۲]

۲۶۹ بَابُ فَضْلِ مَنْ يَّقُوْمُ بِالْقُرْاٰنِ وَيُعَلِّمُهٗ

قرآن مجید پر عمل کرنے والے اور اس کی تعلیم دینے والے کی فضیلت

۱۷۹۱ - حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِیْ شَيْبَةَ وَعَمْرٌو النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ زُهَيْرٌ نَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ نَا الزُّهْرِیُّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا حَسَدَ اِلَّا فِی اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَهُوَ يَقُوْمُ بِهٖ اٰنَآءَ اللَّيْلِ وَاٰنَآءَ النَّهَارِ وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ يُنْفِقُهٗ اٰنَآءَ اللَّيْلِ وَاٰنَآءَ النَّهَارِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو آدمیوں کے سوا اور کسی پر رشک نہیں کرنا چاہیے ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید عطا کیا اور وہ رات اور دن اس کی تلاوت کرتا ہو دوسرا وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا ہو اور وہ رات اور دن اس مال کو (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) خرچ کرتا ہو۔

۱۷۹۲ - وَحَدَّثَنِیْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ اَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِیْ سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو آدمیوں کے سوا اور کسی پر رشک نہیں کرنا چاہیے۔ ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ

۱۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۸ ص ۷۴۳-۷۴۲ ملخصاً مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور طبع ممتازہ ۱۴۰۱ھ۔

۲۔ علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی جز ۳۰ ص ۲۷۹ ملخصاً مطبوعہ دار احیاء التراث۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حَسَدَ اِلَّا عَلَى اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ هٰذَا الْكِتَابَ فَقَامَ بِهٖ اٰنَآءَ اللَّيْلِ وَاٰنَآءَ النَّهَارِ وَرَجُلٌ اَعْطَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَتَصَدَّقَ بِهٖ اٰنَآءَ اللَّيْلِ وَاٰنَآءَ النَّهَارِ۔

نے کتاب (کا علم) دیا اور وہ شخص رات دن اس کو پڑھتا رہتا ہو اور ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور وہ شخص دن رات اس مال سے صدقہ کرتا رہتا ہو۔

۱۷۹۳۔ وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيْعٌ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ عَنْ قَيْسٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا اَبِيْ وَمُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ قَالَا نَا اِسْمَاعِيْلُ عَنْ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حَسَدَ اِلَّا فِي الْاِثْنَتَيْنِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَسَلَّطَهٗ عَلٰى هَلَكَتِهٖ فِي الْحَقِّ وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ حِكْمَةً فَهُوَ يَقْضِيْ بِهَا وَيُعَلِّمُهَا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو آدمیوں کے سوا اور کسی پر رشک نہیں کرنا چاہیے ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا اور اس کو راہ حق میں مال خرچ کرنے کی توفیق دی دوسرا وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے علم عطا کیا وہ اس کے مطابق فیصلے کرتا ہے اور لوگوں کو تعلیم دیتا ہے۔

۱۷۹۴۔ وَحَدَّثَنِيْ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَعْقُوْبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ وَاثِلَةَ اَنَّ نَافِعَ بْنَ عَبْدِ الْحَارِثِ لَقِيَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِعُسْفَانَ وَكَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَسْتَعْمِلُهٗ عَلٰى مَكَّةَ فَقَالَ مَنِ اسْتَعْمَلْتَ عَلٰى اَهْلِ الْوَادِيْ فَقَالَ ابْنَ اَبْزٰى قَالَ مَنِ ابْنُ اَبْزٰى قَالَ مَوْلًى مِّنْ مَّوَالِيْنَا قَالَ فَاسْتَخْلَفْتَ عَلَيْهِمْ مَوْلًى قَالَ اِنَّهٗ قَارِئٌ لِّكِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاِنَّهٗ عَالِمٌ بِالْفَرَائِضِ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَمَا اِنَّ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَّيَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ۔

عامر بن واثلہ بیان کرتے ہیں کہ نافع بن عبد الحارث نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عسفان میں ملاقات کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں مکہ میں حاکم مقرر کرنے کا حکم دیا ہوا تھا، آپ نے پوچھا تم نے مکہ میں کس کو حاکم بنایا ہے؟ اس نے جواب دیا ابن ابزی کو، پوچھا: ابن ابزی کون ہے؟ انھوں نے جواب دیا: ہمارے غلاموں میں سے ایک (آزاد کردہ) غلام ہے۔ فرمایا تم نے غلام کو ان پر حاکم بنا دیا! انھوں نے کہا وہ قرآن مجید کا قاری ہے اور فرائض کا علم رکھتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا سنو! تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس قرآن مجید سے کچھ لوگوں کو عزت دیتا ہے اور کچھ لوگوں کو ذلت میں مبتلا کر دیتا ہے۔

۱۷۹۵۔ وَحَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدَّارِمِيُّ وَاَبُوْ بَكْرِ بْنُ اِسْحٰقَ قَالَا اَنَا اَبُو الْيَمَانِ قَالَ اَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ عَامِرُ بْنُ وَاثِلَةَ اللَّيْثِيُّ اَنَّ نَافِعَ بْنَ عَبْدِ الْحَارِثِ

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

الْخِزَامِيُّ لَقِيَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِعُسْفَانَ بِمِثْلِ حَدِيثِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ۔

حسد اور رشک کا معنی حسد کا معنی ہے: "صاحب نعمت سے نعمت زائل ہونے کی تمنا کرنا" یہ اجماعاً حرام ہے اور احادیث سے بھی اس کی حرمت ثابت ہے اور رشک کا معنی ہے: "کسی صاحب نعمت کو دیکھ کر یہ تمنا کرنا کہ یہ نعمت اس کے پاس بھی رہے اور اس کی مثل مجھے بھی مل جائے" یہ دنیاوی امور میں مباح ہے اور عبادات میں مستحب ہے۔ ان احادیث میں حسد مجازاً رشک کے معنی میں ہے۔

بَاب ۲۷ بَيَانِ أَنَّ الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ وَبَيَانِ مَعْنَاهَا

۱۷۹۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدٍ الْقَارِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ عَلَى غَيْرِ مَا أَقْرَؤُهَا وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْرَأَنِيهَا فَكِدْتُ أَنْ أَعْجَلَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَمْهَلْتُهُ حَتَّى انْصَرَفَ ثُمَّ لَبَّبْتُهُ بِرِدَائِهِ فَجِئْتُ بِهِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي سَمِعْتُ هَذَا يَقْرَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ عَلَى غَيْرِ مَا أَقْرَأْتَنِيهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسِلْهُ اقْرَأْ فَقَرَأَ الْقِرَاءَةَ الَّتِي سَمِعْتُهُ يَقْرَأُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَكَذَا أُنْزِلَتْ ثُمَّ قَالَ لِيَ اقْرَأْ فَقَرَأْتُ فَقَالَ هَكَذَا أُنْزِلَتْ إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ۔

۱۷۹۷ - وَحَدَّثَنِي حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ

قرآن مجید کے سات حرفوں پر نازل ہونے کا مطلب

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن ہشام بن حکیم کو دیکھا کہ وہ قرآن کریم کی سورہ فرقان کو ان الفاظ کے ساتھ نہیں پڑھ رہے تھے جن الفاظ کے ساتھ میں پڑھتا ہوں اور جن الفاظ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس سورت کی تعلیم دی تھی۔ قریب تھا کہ میں (ان پر گرفت کرنے میں) جلدی کرتا لیکن میں نے ان کو نماز سے فارغ ہونے دیا پھر میں ان کو چادر سے کھینچتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے ان کو سورہ فرقان ان الفاظ کے ساتھ پڑھتے سنا ہے جن الفاظ کے ساتھ آپ نے مجھے اس کی تعلیم نہیں دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس کو چھوڑ دو" پھر ان سے کہا: اب پڑھو! انہوں نے اسی طرح وہ سورت پڑھی جس طرح میں ان سے سن چکا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ سورت اسی طرح نازل ہوئی ہے پھر مجھ سے فرمایا پڑھو! میں نے (وہ سورت) پڑھی۔ آپ نے فرمایا: اسی طرح نازل ہوئی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا یہ قرآن سات حرفوں (لغات) پر نازل ہوا ہے۔ جس طرح تمہیں آسان لگے پڑھ لو۔!

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہشام بن حکیم کو

أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ الْمِسْوَرَ بْنَ مَخْرَمَةَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَبْدٍ الْقَارِيَّ أَخْبَرَاهُ أَنَّهُمَا سَمِعَا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيْمٍ يَقْرَأُ سُوْرَةَ الْفُرْقَانِ فِي حَيٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَاقَ الْحَدِيْثَ بِمِثْلِهِ وَزَادَ فَكِدْتُ أُسَاوِرُهُ فِي الصَّلٰوةِ فَتَصَبَّرْتُ حَتّٰى سَلَّمَ۔

سورہ فرقان اس طرح پڑھتے ہوئے سُنا ... اس کے بعد حسبِ سابق حدیث ہے۔ اس میں یہ زیادتی ہے کہ قریب تھا میں اس کو حالتِ نماز ہی میں گھسیٹ کر لاتا لیکن میں نے اس کے سلام پھیرنے تک صبر کیا۔

١٧٩٨۔ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ كَرِوَايَةِ يُوْنُسَ بِإِسْنَادِهٖ۔

ایک اور سند سے بھی اس کی مثل منقول ہے۔

١٧٩٩۔ حَدَّثَنِيْ حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا حَدَّثَهٗ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَقْرَأَنِيْ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى حَرْفٍ فَرَاجَعْتُهٗ فَلَمْ أَزَلْ أَسْتَزِيْدُهٗ فَيَزِيْدُنِيْ حَتّٰى انْتَهٰى إِلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ بَلَغَنِيْ أَنَّ تِلْكَ السَّبْعَةَ الْأَحْرُفَ إِنَّمَا هِيَ فِي الْأَمْرِ الَّذِيْ يَكُوْنُ وَاحِدًا لَا يَخْتَلِفُ فِيْ حَلَالٍ وَلَا حَرَامٍ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے ایک حرف (لغت) پر قرآن مجید کی تعلیم دی۔ میں نے ان سے زیادہ (لغات) کے لیے کہا وہ زیادہ (لغات) کرتے رہے۔ حتیٰ کہ سات حروف (لغات) تک قرآن مجید کی قرأت ہوگئی۔ ابن شہاب کہتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ان سات حروف (لغات) کا معنی واحد ہوتا ہے اور ان میں حلال اور حرام کے لحاظ سے کوئی اختلاف نہیں ہوتا۔

١٨٠٠۔ حَدَّثَنَاهُ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

١٨٠١۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبِيْ قَالَ نَا إِسْمٰعِيْلُ بْنُ أَبِيْ خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عِيْسٰى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ لَيْلٰى عَنْ جَدِّهٖ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَدَخَلَ رَجُلٌ يُصَلِّيْ فَقَرَأَ قِرَاءَةً أَنْكَرْتُهَا عَلَيْهِ ثُمَّ دَخَلَ آخَرُ فَقَرَأَ قِرَاءَةً سِوٰى قِرَاءَةِ صَاحِبِهٖ فَلَمَّا قَضَيْنَا الصَّلٰوةَ دَخَلْنَا جَمِيْعًا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ إِنَّ هٰذَا قَرَأَ قِرَاءَةً أَنْكَرْتُهَا عَلَيْهِ وَدَخَلَ آخَرُ فَقَرَأَ قِرَاءَةً سِوٰى قِرَاءَةِ

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد میں تھا، ایک شخص آکر نماز پڑھنے لگا اور نماز میں قرآن مجید کی ایسی قرأت کی جو میرے لیے غیر مانوس تھی پھر دوسرا شخص آیا اور اس نے ایک اور طرح سے قرآن شریف پڑھنا شروع کر دیا۔ جب ہم لوگ نماز سے فارغ ہوگئے تو ہم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میں نے عرض کیا اس شخص نے اس طرح قرآن مجید پڑھا جو میرے لیے غیر مانوس تھا اور دوسرا

صَاحِبِهِ فَأَمَرَهُمَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَ فَحَسَّنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَأْنَهُمَا فَسَقَطَ فِي نَفْسِي مِنَ التَّكْذِيبِ وَلَا إِذْ كُنْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا رَأَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَدْ غَشِيَنِي ضَرَبَ فِي صَدْرِي فَفِضْتُ عَرَقًا وَكَأَنَّمَا أَنْظُرُ إِلَى اللّٰهِ تَعَالَى فَرَقًا فَقَالَ لِي يَا أُبَيُّ أُرْسِلَ إِلَيَّ أَنْ أَقْرَأَ الْقُرْآنَ عَلَى حَرْفٍ فَرَدَدْتُ إِلَيْهِ أَنْ هَوِّنْ عَلَى أُمَّتِي فَرَدَّ إِلَيَّ الثَّانِيَةَ اقْرَأْهُ عَلَى حَرْفَيْنِ فَرَدَدْتُ إِلَيْهِ أَنْ هَوِّنْ عَلَى أُمَّتِي فَرَدَّ إِلَيَّ الثَّالِثَةَ اقْرَأْهُ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ وَلَكَ بِكُلِّ رَدَّةٍ رَدَدْتُكَهَا مَسْأَلَةٌ تَسْأَلُنِيهَا فَقُلْتُ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأُمَّتِي اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأُمَّتِي وَأَخَّرْتُ الثَّالِثَةَ لِيَوْمٍ يَرْغَبُ إِلَيَّ الْخَلْقُ كُلُّهُمْ حَتَّى إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ۔

شخص آیا تو اس نے اس کے علاوہ ایک اور قرأت کی (یعنی کی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو پڑھنے کا حکم دیا۔ انھوں نے پڑھ کر سنایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو صحیح قرار دیا جس سے میرے دل میں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی) تکذیب پیدا ہوئی جو زمانہ جاہلیت میں نہیں تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اس حال کو دیکھا تو میرے سینہ پر ہاتھ مارا جس سے میں پسینہ پسینہ ہو گیا اور خوف الٰہی کی مجھ پر ایسی کیفیت پیدا ہو گئی گویا کہ میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا تھا۔ پھر آپ نے مجھ سے فرمایا اے ابی! پہلے مجھے یہ حکم دیا گیا تھا کہ میں قرآن مجید ایک حرف (لغت) پر پڑھوں۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ میری امت پر آسانی فرما۔ پھر مجھے دو حرفوں پر پڑھنے کا حکم دیا گیا پھر میں نے دوبارہ عرض کیا کہ میری امت پر آسانی فرما پھر مجھے تیسری بار سات حروف (لغات) پر پڑھنے کا حکم ہوا۔ اور فرمایا تم نے جتنی بار امت پر آسانی کے لیے دعا کی ہے اتنی بار کے عوض تم ہم سے ایک دعا مانگ لو! میں نے عرض کیا اے اللہ میری امت کی مغفرت فرما! اے اللہ! میری امت کی مغفرت فرما اور تیسری بار کی دعا میں نے اس دن کے لیے محفوظ کر لی جس دن ساری مخلوق حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی میری طرف متوجہ ہوں گے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

۱۸۰۲ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عِيسَى عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ أَخْبَرَنِي أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِذْ دَخَلَ رَجُلٌ فَصَلَّى فَقَرَأَ قِرَاءَةً وَاقْتَصَّ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ نُمَيْرٍ۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ مسجد حرام میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے آکر قرآن مجید پڑھا۔ باقی روایت حسب سابق ہے۔

۱۸۰۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ ح وَحَدَّثَنَاهُ ابْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی غفار کے "تالاب پر تشریف فرما تھے۔ آپ کے پاس حضرت جبرائیل آئے اور کہنے لگے: اللہ تعالیٰ

شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عِنْدَ أَضَاةِ بَنِي غِفَارٍ قَالَ فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَقْرَأَ أُمَّتُكَ الْقُرْآنَ عَلَى حَرْفٍ فَقَالَ أَسْأَلُ اللّٰهَ مُعَافَاتَهُ وَمَغْفِرَتَهُ وَإِنَّ أُمَّتِي لَا تُطِيقُ ذٰلِكَ ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَقْرَأَ أُمَّتُكَ الْقُرْآنَ عَلَى حَرْفَيْنِ فَقَالَ أَسْأَلُ اللّٰهَ مُعَافَاتَهُ وَمَغْفِرَتَهُ وَإِنَّ أُمَّتِي لَا تُطِيقُ ذٰلِكَ ثُمَّ جَاءَهُ الثَّالِثَةَ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَقْرَأَ أُمَّتُكَ الْقُرْآنَ عَلَى ثَلَاثَةِ أَحْرُفٍ فَقَالَ أَسْأَلُ اللّٰهَ مُعَافَاتَهُ وَمَغْفِرَتَهُ وَإِنَّ أُمَّتِي لَا تُطِيقُ ذٰلِكَ ثُمَّ جَاءَهُ الرَّابِعَةَ فَقَالَ إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَأْمُرُكَ أَنْ تَقْرَأَ أُمَّتُكَ الْقُرْآنَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَأَيُّمَا حَرْفٍ قَرَءُوا عَلَيْهِ فَقَدْ أَصَابُوا۔

نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ اپنی امت کو ایک حرف (لغت) پر قرآن مجید پڑھائیں آپ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ سے عفو اور مغفرت کا سوال کروں گا اور یہ کہ میری امت اس کی طاقت نہیں رکھے گی۔ حضرت جبرائیل دوبارہ آپ کے پاس آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ اپنی امت کو دو حرفوں پر قرآن مجید پڑھائیں۔ آپ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ سے عفو اور مغفرت کا سوال کروں گا میری امت اس کی طاقت نہیں رکھے گی۔ حضرت جبرائیل آپ کے پاس تیسری بار آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ اپنی امت کو تین حرفوں پر قرآن مجید پڑھائیں آپ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ سے عفو اور مغفرت کا سوال کروں گا اور یہ کہ میری امت اس کی طاقت نہیں رکھے گی پھر حضرت جبرائیل آپ کے پاس چوتھی بار آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ اپنی امت کو سات حرفوں (لغات) پر قرآن مجید پڑھائیں وہ جس حرف (لغت) میں بھی قرآن مجید پڑھیں گے صحیح ہوگا۔

۱۸۰۴۔ وَحَدَّثَنَاهُ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

سات حرفوں پر نزول قرآن

علامہ نووی فرماتے ہیں کہ تخفیف اور تسہیل کی وجہ سے قرآن مجید کو سات حرفوں پر نازل کیا گیا بعض علماء نے کہا کہ سات حرفوں سے مراد قرأت و تجوید کے لحاظ سے تلاوت کی سات صورتیں ہیں کیونکہ ادغام، اظہار، تفخیم، ترقیق، امالہ اور مد وغیرہ لغات کے لحاظ سے مختلف ہیں، بعض لغات میں کسی لفظ کو ادغام کے ساتھ پڑھا جاتا ہے اور بعض لغات میں اظہار کے ساتھ علیٰ ہذا القیاس قرآن مجید کو سات طریقوں سے پڑھنے کی اجازت دی گئی اور ابو عبید نے کہا سات حروف سے سات لغات مراد ہیں۔ امام طحاوی نے فرمایا کہ سات لغات پر پڑھنے کی اجازت ابتداء میں تھی کیونکہ لغات عرب میں اختلاف تھا اور تمام قبائل کو ایک لغت پر اکٹھا کرنا دشوار تھا اور جب اسلام پھیل گیا اور کتاب کی بکثرت اشاعت ہو گئی تو یہ ضرورت نہیں رہی اور پھر قرآن مجید کو ایک لغت میں منحصر کر دیا۔ وہ لغت قریش ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسی لغت پر مصحف مرتب کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اور تصرف کا ثبوت

جب حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے دل میں تکذیب کا وسوسہ پیدا ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نور نبوت سے اس وسوسۂ تکذیب پر مطلع ہو گئے اس میں آپ کے نور علم کا ثبوت ہے اور جب آپ نے ان کے سینہ پر ہاتھ مار کر اس تکذیب کو زائل کر دیا تو اس میں آپ کے تصرف کا ثبوت ہے۔

باب ۲۷۷ ترتيل القراءة واجتناب الهذ وإباحة سورتين فأكثر في ركعة

١٨٠٥ - حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة وابن نمير جميعا عن وكيع قال أبو بكر نا وكيع عن الأعمش عن أبي وائل قال جاء رجل يقال له نهيك ابن سنان إلى عبد الله فقال يا أبا عبد الرحمن كيف تقرأ هذا الحرف ألفا تجده أم ياء «من ماء غير آسن» أو «من ماء غير ياسن» فقال عبد الله رضي الله عنه وكل القرآن قد أحصيت غير هذا قال إني لأقرأ المفصل في ركعة فقال عبد الله هذا كهذ الشعر إن أقواما يقرءون القرآن لا يجاوز تراقيهم ولكن إذا وقع في القلب فرسخ فيه نفع إن أفضل الصلوة الركوع والسجود إني لأعلم النظائر التي كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرن بينهن سورتين في كل ركعة ثم قام عبد الله فدخل علقمة في إثره ثم خرج فقال قد أخبرني بها قال ابن نمير في روايته جاء رجل من بني بجيلة إلى عبد الله ولم يقل نهيك ابن سنان.

١٨٠٦ - وحدثنا أبو بكر بن أبي شيبة قال نا أبو معاوية عن الأعمش عن أبي وائل قال جاء رجل إلى عبد الله يقال له نهيك بن سنان بمثل حديث وكيع غير أنه قال فجاء علقمة ليدخل عليه فقلنا له سله عن النظائر التي كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ بها في ركعة فدخل عليه فسأله ثم خرج علينا فقال عشرون سورة في عشر ركعات من المفصل في تأليف عبد الله.

قرآن مجید کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے اور ایک رکعت میں ایک سے زیادہ سورتوں کو پڑھنے کی اجازت

ابو وائل کہتے ہیں کہ نہیک بن سنان نامی ایک شخص حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا اے ابو عبد الرحمن آیا آپ اس لفظ کو الف کے ساتھ پڑھتے ہیں یا "ی" کے ساتھ؟ یعنی من ماء غیر آسن یا غیر یاسن! حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا اس لفظ کے علاوہ باقی سارے قرآن کی تم نے تحقیق کر لی ہے؟ اس نے کہا میں مفصل کو ایک رکعت میں پڑھتا ہوں، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم اس طرح جلدی جلدی پڑھتے ہو جس طرح شعر پڑھے جاتے ہیں، بیشک کچھ لوگ قرآن پڑھتے ہیں اور قرآن ان کے گلے سے نیچے نہیں اترتا لیکن قرآن مجید جب ذہن نشین اور راسخ ہو جائے تو نفع دیتا ہے نماز کے ارکان میں زیادہ فضیلت رکوع اور سجود کی ہے اور میں ایسی باہم متماثل سورتوں کو جانتا ہوں جن میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رکعت میں دو، دو سورتیں ملا کر پڑھتے تھے پھر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اٹھ گئے اور علقمہ ان کے پیچھے گئے ——— پھر باہر نکلے اور کہا انہوں نے مجھے اس کی خبر دی ہے۔

ابو وائل بیان کرتے ہیں کہ نہیک بن سنان نامی ایک شخص حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ اس کے بعد حسب سابق روایت ہے نیز اس میں یہ ہے کہ پھر علقمہ حضرت عبد اللہ بن مسعود کے پاس گئے۔ ہم نے ان سے کہا حضرت ابن مسعود سے ان سورتوں کے متعلق پوچھ لو جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رکعت میں ملا کر پڑھتے تھے، انہوں نے جا کر حضرت ابن مسعود سے پوچھا پھر ہمیں آ کر بتایا وہ مفصل کی بیس سورتیں ہیں جو دس رکعات میں پڑھی جاتی تھیں اور وہ مصحف ابن مسعود میں ہیں۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

١٨٠٧ - وَحَدَّثَنَاهُ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ قَالَ نَا الْأَعْمَشُ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ بِنَحْوِ حَدِيثِهِمَا وَقَالَ إِنِّي لَأَعْرِفُ النَّظَائِرَ الَّتِي كَانَ يَقْرَأُ بِهِنَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اثْنَتَيْنِ فِي رَكْعَةٍ عِشْرِينَ سُورَةً فِي عَشْرِ رَكَعَاتٍ۔

١٨٠٨ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ قَالَ نَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ قَالَ نَا وَاصِلُ الْأَحْدَبُ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ غَدَوْنَا عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَوْمًا بَعْدَ مَا صَلَّيْنَا الْغَدَاةَ فَسَلَّمْنَا بِالْبَابِ فَأَذِنَ لَنَا قَالَ فَمَكَثْنَا بِالْبَابِ هُنَيَّةً قَالَ فَخَرَجَتِ الْجَارِيَةُ فَقَالَتْ أَلَا تَدْخُلُونَ فَدَخَلْنَا فَإِذَا هُوَ جَالِسٌ يُسَبِّحُ فَقَالَ مَا مَنَعَكُمْ أَنْ تَدْخُلُوا وَقَدْ أُذِنَ لَكُمْ فَقُلْنَا لَا إِلَّا أَنَّا ظَنَنَّا أَنَّ بَعْضَ أَهْلِ الْبَيْتِ نَائِمٌ قَالَ ظَنَنْتُمْ بِآلِ ابْنِ أُمِّ عَبْدٍ غَفْلَةً قَالَ ثُمَّ أَقْبَلَ يُسَبِّحُ حَتّٰى إِذَا ظَنَّ أَنَّ الشَّمْسَ قَدْ طَلَعَتْ فَقَالَ يَا جَارِيَةُ انْظُرِي هَلْ طَلَعَتْ قَالَ فَنَظَرَتْ فَإِذَا هِيَ لَمْ تَطْلُعْ فَأَقْبَلَ يُسَبِّحُ حَتّٰى إِذَا ظَنَّ أَنَّ الشَّمْسَ قَدْ طَلَعَتْ قَالَ يَا جَارِيَةُ انْظُرِي هَلْ طَلَعَتْ فَنَظَرَتْ فَإِذَا هِيَ قَدْ طَلَعَتْ فَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَقَالَنَا يَوْمَنَا هٰذَا فَقَالَ مَهْدِيٌّ وَأَحْسِبُهُ قَالَ وَلَمْ يُهْلِكْنَا بِذُنُوبِنَا قَالَ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ قَرَأْتُ الْمُفَصَّلَ الْبَارِحَةَ كُلَّهُ قَالَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ هَذًّا كَهَذِّ الشِّعْرِ إِنَّا لَقَدْ سَمِعْنَا الْقَرَائِنَ وَإِنِّي لَأَحْفَظُ الْقَرَائِنَ الَّتِي كَانَ يَقْرَأُهُنَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ مِنَ الْمُفَصَّلِ وَسُورَتَيْنِ مِنْ آلِ حٰمٓ۔

ایک اور سند سے یہ روایت ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں ان متماثل سورتوں کو پہچانتا ہوں جن میں سے دو دو سورتوں کو ملا کر حضور ایک رکعت میں پڑھتے تھے بیس سورتوں کو دس رکعات میں۔

ابو وائل کہتے ہیں کہ ایک دن صبح کی نماز کے بعد ہم حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ ہم نے دروازے پر کھڑے ہو کر سلام کیا، ہمیں اندر آنے کی اجازت دی گئی مگر ہم کچھ دیر دروازے پر ٹھیرے رہے حتیٰ کہ ایک باندی آئی اور اس نے کہا تم کیوں نہیں آتے؟ ہم اندر گئے اور دیکھا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تسبیح پڑھ رہے ہیں۔ (انھوں نے ہمیں دیکھ کر فرمایا) جب تمہیں اندر آنے کی اجازت دے دی گئی تھی تو پھر تم اندر کیوں نہیں آئے؟ ہم نے کہا اور تو کوئی بات نہ تھی، ہم نے سوچا شاید گھر میں کوئی سویا ہوا ہو۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا تم نے ام عبد کے بیٹے اہل خانہ کے متعلق غفلت کا گمان کیسے کیا! اس کے بعد پھر انھوں نے تسبیح پڑھنی شروع کر دی، حتیٰ کہ جب انھوں نے گمان کیا کہ سورج طلوع ہو گیا ہے تو انھوں نے (اپنی کنیز سے) کہا جاؤ دیکھو کیا سورج طلوع ہو گیا ہے؟ کنیز دیکھ کر آئی تو ابھی سورج طلوع نہیں ہوا تھا وہ پھر تسبیح میں مشغول ہو گئے۔ پھر جب ان کا گمان ہوا کہ اب سورج طلوع ہو گیا ہے تو انھوں نے (اپنی کنیز سے) کہا جاؤ دیکھو کیا سورج طلوع ہو گیا ہے؟ کنیز دیکھ کر آئی تو سورج طلوع ہو چکا تھا۔ آپ نے کہا "اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے آج ہمیں معاف فرمایا"۔ راوی کہتے ہیں میرا خیال ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا: "اور ہمیں ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہلاک نہیں کیا"۔ لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا میں نے گذشتہ شب پوری مفصل پڑھی ہے۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا تم نے اس طرح پڑھا ہے جیسے کوئی جلدی جلدی شعر پڑھتا ہے۔ بے شک ہم نے قرآن مجید سنا ہے اور مجھے وہ متماثل سورتیں یاد ہیں

جنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے۔ اٹھارہ سورتیں مفصّل سے اور دو سورتیں آل حٰمٓ سے۔

١٨٠٩ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ شَقِيقٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي بَجِيلَةَ يُقَالُ لَهُ نَهِيكُ بْنُ سِنَانٍ إِلَى عَبْدِ اللهِ فَقَالَ إِنِّي أَقْرَأُ الْمُفَصَّلَ فِي رَكْعَةٍ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ هَذًّا كَهَذِّ الشِّعْرِ لَقَدْ عَلِمْتُ النَّظَائِرَ الَّتِي كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِهِنَّ سُورَتَيْنِ فِي رَكْعَةٍ ـ

شقیق کہتے ہیں کہ بنو بجیلہ سے ایک شخص حضرت ابن مسعود کے پاس آیا جس کو نہیک بن سنان کہتے تھے اور کہنے لگا میں ایک رکعت میں مفصل پڑھتا ہوں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اس طرح (تیزی سے) پڑھتے ہو جس طرح شعر پڑھتے ہیں، میں ان متماثل سورتوں کو جانتا ہوں جن میں سے دو سورتوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رکعت میں پڑھا کرتے تھے۔

١٨١٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا وَائِلٍ يُحَدِّثُ أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ إِنِّي قَرَأْتُ الْمُفَصَّلَ اللَّيْلَةَ كُلَّهُ فِي رَكْعَةٍ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ هَذًّا كَهَذِّ الشِّعْرِ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ لَقَدْ عَرَفْتُ النَّظَائِرَ الَّتِي كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرِنُ بَيْنَهُنَّ قَالَ فَذَكَرَ عِشْرِينَ سُورَةً مِنَ الْمُفَصَّلِ سُورَتَيْنِ سُورَتَيْنِ فِي رَكْعَةٍ ـ

ابو وائل کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا میں نے آج رات پوری مفصل ایک رکعت میں پڑھی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے اس طرح (تیزی سے) پڑھا ہے جس طرح شعر پڑھتے ہیں پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں ان متماثل سورتوں کو جانتا ہوں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملا کر پڑھتے تھے۔ پھر حضرت ابن مسعود نے بیس سورتیں ذکر کیں۔ دو دو سورتیں ایک رکعت میں۔

تشریح

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل معلوم ہوتے ہیں:

(۱) حضرت ابن مسعود نے سائل کے جواب میں فرمایا: کیا تم نے باقی پورے قرآن کی تحقیق کر لی ہے؟ یہ اس شخص کے سوال کا جواب نہیں تھا لیکن حضرت ابن مسعود نے یہ اس لیے فرمایا کہ ان کے گمان میں وہ شخص بات سمجھنے کے لیے نہیں پوچھ رہا تھا بلکہ محض سوال برائے سوال کر رہا تھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سوال برائے سوال کا جواب دینا ضروری نہیں ہے۔ (۲) نماز کے ارکان میں سے رکوع اور سجود کو باقی ارکان پر فضیلت دینا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا نظریہ ہے ورنہ حدیث شریف میں ہے "بہترین نماز وہ ہے جس میں لمبا قیام ہو۔" یہ حدیث مع تشریح کے مسلم شریف میں گذر چکی ہے اور یہ حدیث بھی "بندہ اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب حالت سجدہ میں ہوتا ہے۔" امام ابوحنیفہ کے نزدیک طول قیام کی اور امام شافعی کے نزدیک کثرت سجود کی فضیلت ہے۔ (۳) مفصل کی جن سورتوں کو حضور ملا کر پڑھتے تھے وہ یہ ہیں: رحمٰن اور نجم ایک رکعت میں اقتربت اور الحاقہ ایک رکعت میں، طور اور ذاریات ایک رکعت میں واقعہ اور نٓ ایک رکعت میں، سال سائل اور نازعات ایک رکعت میں، ویل للمطففین اور عبس ایک رکعت میں مدثر اور مزمل ایک رکعت میں هل أتى اور لا اقسم ایک رکعت میں،

عم اور مرسلات ایک رکعت میں، دخان اور اذا الشمس کورت ایک رکعت میں" ان سورتوں کو مفصل اس لیے کہتے ہیں کہ ان کا انفصال ایک دوسرے سے قریب ہے یا اس لیے کہ ان میں بسم اللہ کا فصل بار بار آتا ہے۔

(۴) حدیث نمبر ۱۸۰۶ اور ۱۸۰۷ میں ہے حضور مفصل میں سے بیس سورتوں کو پڑھتے تھے اور روایت نمبر ۱۸۰۸ میں ہے، اٹھارہ سورتیں پڑھتے تھے اور دو سورتیں آل حم سے پڑھتے تھے۔ ان میں تعارض اس لیے نہیں ہے کہ جس روایت میں بیس سورتوں کو ذکر کیا ہے وہاں بیس کا اطلاق تغلیباً ہے۔ (۵) علماء کی اصطلاح میں قرآن مجید کی پہلی سات سورتوں کو طوال کہتے ہیں اس کے بعد ذات المئین ان سورتوں کو کہتے ہیں جن میں کم و بیش سو آیتیں ہوں اس کے بعد کی سورتوں کو مثانی کہتے ہیں جو مئین سے کم اور مفصل سے زیادہ ہیں اور اس کے بعد کی سورتوں کو مفصل کہتے ہیں۔[۱] مفصل میں پہلی سورت حجرات ہے۔[۲] سورہ حجرات سے لے کر سورہ بروج تک طوال مفصل ہیں سورہ بروج سے لم یکن تک اوساط مفصل ہیں اور لم یکن سے آخر قرآن تک قصار مفصل ہیں۔[۳]

۲۷۲ بَابُ مَا يَتَعَلَّقُ بِالْقِرَاءَةِ ! قرأت کے متعلقات

۱۸۱۱ - حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ يُوْنُسَ قَالَ نَا زُهَيْرٌ قَالَ نَا اَبُوْ اِسْحٰقَ قَالَ رَاَيْتُ رَجُلًا سَاَلَ الْاَسْوَدَ بْنَ يَزِيْدَ وَهُوَ يُعَلِّمُ الْقُرْاٰنَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ كَيْفَ تَقْرَأُ هٰذِهِ الْاٰيَةَ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ اَدَالًا اَمْ ذَالًا قَالَ بَلْ دَالًا سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مُدَّكِرٍ دَالًا

ابو اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا جس نے اسود بن یزید سے سوال کیا درآں حالیکہ وہ مسجد میں قرآن مجید کی تعلیم دے رہے تھے۔ تم ھل من مدکر" میں دال پڑھتے ہو یا ذال۔ انھوں نے کہا دال۔ اور بتایا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدکر دال کے ساتھ سنا ہے۔

۱۸۱۲ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ يَقْرَأُ هٰذَا الْحَرْفَ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھل من مدکر پڑھتے تھے۔

۱۸۱۳ - وَحَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لِاَبِيْ بَكْرٍ قَالَا نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ

علقمہ کہتے ہیں کہ ہم شام گئے تو حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آئے اور فرمایا تمہارے پاس کوئی شخص

---

[۱] علامہ یحیی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۷۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۷۵ھ۔

[۲] علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۴۰۵، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔

[۳] علامہ ابراہیم حلبی متوفی ۶۷۶ھ، کبیری ص ۳۰۴، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۳۳ھ۔

الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ
قَدِمْنَا الشَّامَ فَاَتَانَا اَبُو الدَّرْدَآءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ
فَقَالَ فِيْكُمْ اَحَدٌ يَّقْرَاُ عَلٰى قِرَآءَةِ عَبْدِ اللّٰهِ فَقُلْتُ
نَعَمْ اَنَا قَالَ فَكَيْفَ سَمِعْتَ عَبْدَ اللّٰهِ يَقْرَاُ هٰذِهِ الْاٰيَةَ
وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى قَالَ سَمِعْتُهٗ يَقْرَاُ وَالَّيْلِ اِذَا
يَغْشٰى وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى قَالَ وَاَنَا وَاللّٰهِ هٰكَذَا
سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَؤُهَا
وَلٰكِنْ هٰؤُلَآءِ يُرِيْدُوْنَ اَنْ اَقْرَاَ وَمَا خَلَقَ فَلَا
اُتَابِعُهُمْ ۔

۱۸۱۴۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ نَا جَرِيْرٌ
عَنْ مُغِيْرَةَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَتٰى عَلْقَمَةُ الشَّامَ
فَدَخَلَ مَسْجِدًا فَصَلّٰى فِيْهِ ثُمَّ قَامَ اِلٰى حَلْقَةٍ
فَجَلَسَ فِيْهَا قَالَ فَجَآءَ رَجُلٌ فَعَرَفْتُ فِيْهِ تَحَوُّشَ
الْقَوْمِ وَهَيْئَتَهُمْ قَالَ فَجَلَسَ اِلٰى جَنْبِيْ ثُمَّ قَالَ
اَتَحْفَظُ كَمَا كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يَقْرَاُ فَذَكَرَ بِمِثْلِهٖ ۔

۱۸۱۵۔ وَحَدَّثَنِيْ عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ قَالَ نَا
اِسْمٰعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ دَاوٗدَ بْنِ اَبِيْ هِنْدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ
عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ لَقِيْتُ اَبَا الدَّرْدَآءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ
فَقَالَ لِيْ مِمَّنْ اَنْتَ قُلْتُ مِنْ اَهْلِ الْعِرَاقِ قَالَ مِنْ
اَيِّهِمْ قُلْتُ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ قَالَ هَلْ تَقْرَاُ عَلٰى
قِرَآءَةِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ
قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاقْرَاْ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى قَالَ
فَقَرَاْتُ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى
وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى قَالَ فَضَحِكَ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا سَمِعْتُ
رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَؤُهَا ۔

۱۸۱۶۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا
عَبْدُ الْاَعْلٰى قَالَ نَا دَاوٗدُ عَنْ عَامِرٍ عَنْ عَلْقَمَةَ
قَالَ اَتَيْتُ الشَّامَ فَلَقِيْتُ اَبَا الدَّرْدَآءِ فَذَكَرَ
بِمِثْلِ حَدِيْثِ ابْنِ عُلَيَّةَ ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں پڑھنے والا ہے؟ میں نے کہا میں ہوں۔ انھوں نے پوچھا تم نے اس آیت کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کس طرح سنا ہے: "والیل اذا یغشی" میں نے کہا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس طرح پڑھتے تھے: والیل اذا یغشی والذکر والانثی۔ انھوں نے کہا خدا کی قسم میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح پڑھتے ہوئے سنا ہے، اور یہ لوگ چاہتے ہیں کہ میں وما خلق الذکر والانثی۔ پڑھوں مگر میں نہیں مانتا۔

ابراہیم کہتے ہیں کہ وہ شام میں علقمہ کے پاس گئے۔ مسجد میں داخل ہو کر نماز پڑھی اور لوگوں کے حلقہ میں بیٹھ گئے۔ پھر ایک شخص آیا جسے دیکھ کر میں نے محسوس کیا کہ وہ ان لوگوں سے ناراض ہے۔ وہ آکر میرے پہلو میں بیٹھ گیا اور پوچھا کیا تمہیں یاد ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کس طرح پڑھتے تھے۔ اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

علقمہ کہتے ہیں کہ میری حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے مجھ سے پوچھا: تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ میں نے کہا عراق کا۔ انھوں نے پوچھا: کس شہر کے ہو؟ میں نے کہا کوفہ کا۔ انھوں نے پوچھا کیا تم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں پڑھتے ہو؟ میں نے کہا ہاں! انھوں نے کہا والیل اذا یغشی۔ پڑھو، میں نے پڑھا والیل اذا یغشی والنہار اذا تجلی والذکر والانثی۔ وہ خوش ہوئے اور کہنے لگے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سورت اسی طرح سنی ہے۔

ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

احادیث پر تحریف قرآن کا الزام

سورۃ اللیل کی شروع کی آیات اس طرح ہیں وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی ۝ وَالنَّہَارِ اِذَا تَجَلّٰی ۝ وَمَا خَلَقَ الذَّکَرَ وَالْاُنْثٰی ۝ اور اس باب کی احادیث میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت سے معلوم ہوتا ہے کہ وَمَا خَلَقَ الذَّکَرَ وَالْاُنْثٰی ۝ کی جگہ وَالذَّکَرِ وَالْاُنْثٰی ۔ ہے اور ان کی یہ قرأت موجود قرآن مجید کے خلاف ہے اس کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ یہ اور اس جیسی جس قدر قرأت منقول ہیں وہ سب منسوخ ہو چکی ہیں جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں خمس رضعات ہے اور جن لوگوں تک یہ نسخ نہیں پہنچا جیسے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ وہ ان قرأت کو پڑھتے رہے۔ اس وجہ سے اس قسم کی احادیث قرآن مجید کی حقانیت کے خلاف ہیں اور نہ ان صحابہ کرام پر کوئی اثر پڑتا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید تواتر سے ثابت ہے اور اس قسم کی روایات اخبار آحاد ہیں اور خبر واحد چونکہ ظنی ہوتی ہے اس لیے یہ روایات قرآن مجید کی قطعیت کے منافی نہیں ہیں۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے مصحف میں بعض الفاظ بطور تفسیر کے لکھ لیتے تھے اس لیے ہو سکتا ہے کہ انہوں نے وَالذَّکَرِ وَالْاُنْثٰی بطور تفسیر لکھا ہو۔

ان جوابات پر غور کرنے سے منکرین حدیث کا یہ اعتراض دور ہو جاتا ہے کہ احادیث کو ماننے سے قرآن کریم کے غیر متبدل اور غیر محرف ہونے کے عقیدہ پر زد پڑتی ہے۔ مشہور منکر حدیث ڈاکٹر غلام جیلانی برق لکھتے ہیں:

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں شام میں حضرت ابو درداءؓ سے ملا تو آپ نے پوچھا کہ حضرت عبد اللہ سورۃ واللیل کی تلاوت کیسے کرتے ہیں تو میں نے کہا اس طرح: وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی وَالذَّکَرِ وَالْاُنْثٰی۔

آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں نے رسول اللہ صلعم سے یہ آیات بالکل اسی طرح سنی ہیں اور میں اسی طرح پڑھوں گا (صحیح مسلم، ج ۲ ص ۳۶۶) [۱]

تو گویا تین جلیل القدر صحابہ نے شہادت دے دی کہ یہ آیات مذکورہ بالا صورت میں نازل ہوئی تھیں لیکن آج قرآن شریف میں یوں درج ہیں: وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی ۝ وَالنَّہَارِ اِذَا تَجَلّٰی ۝ وَمَا خَلَقَ الذَّکَرَ وَالْاُنْثٰی ۝

اب کس کو صحیح تسلیم کریں؟ ان صحابہ کو؟ صحیح مسلم کو؟ یا قرآن شریف کو؟ لازماً یہی کہنا پڑے گا کہ ہمارا قرآن صحیح ہے [۲]

برق صاحب کے اعتراض کا جواب تو ہم نے شروع میں تحریر کر دیا ہے یہاں یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ احادیث میں عیب نکالنے والے اور ان کو غیر معتبر ٹھہرانے والے جدید دور کے ان محقق کو اس کی بھی خبر نہیں کہ علقمہ صحابی ہیں یا غیر صحابی! ان صاحب نے اپنی اس عبارت کے شروع میں علقمہ کو بھی صحابی لکھا ہے حالانکہ علقمہ صحابی نہیں تابعی ہیں اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مشہور تلامذہ میں سے ہیں۔

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

---

[۱] برق صاحب کا نقل کردہ حوالہ صحیح نہیں ہے، صحیح حوالہ یہ ہے: صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۷۴۔

[۲] ڈاکٹر غلام جیلانی برق دو اسلام ص ۱۰۸ مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی

علقمة بن قيس بن عبد الله بن مالك بن علقمة عم الاسود وعبد الرحمٰن ابني يزيد خالي ابراهيم بن يزيد النخعي روى عن ابي بكر رضي الله عنه وسمع عن عمر وعثمان وعلي وابن مسعود وقال ابراهيم النخعي كان علقمة يشبه عبد الله بن مسعود مات سنة اثنتين وستين وقيل وسبعين [1]

علقمہ بن قیس اسود بن یزید اور عبد الرحمٰن بن یزید کے چچا تھے جو ابراہیم بن یزید النخعی کے ماموں تھے انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے احادیث روایت کی ہیں اور حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے احادیث سنی ہیں، ابراہیم نخعی کہتے تھے کہ علقمہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مشابہ تھے ۶۲ھ یا ۷۲ھ میں انتقال ہو گیا۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

علقمة بن قيس بن عبد الله بن مالك بن علقمة ولد في حياة رسول الله صلى الله عليه وسلم وروى عن عمر وعن عثمان وعلي وسعد وحذيفة وابي الدرداء وابن مسعود وابي موسى وخباب وخالد بن الوليد [2]

علقمہ بن قیس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پیدا ہوئے اور حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت سعد، حضرت ابو درداء، حضرت ابن مسعود، حضرت ابی موسیٰ، حضرت خباب اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے۔

بَابُ ۲۷۳ الْاَوْقَاتِ الَّتِيْ نُهِيَ عَنِ الصَّلٰوةِ فِيْهَا

ان اوقات کا بیان جن میں نماز پڑھنا ممنوع ہے۔

۱۸۱۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلٰى مَالِكٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَعَنِ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد غروب آفتاب تک اور فجر کے بعد طلوع آفتاب تک نماز پڑھنے سے منع کیا ہے۔

۱۸۱۸ - وَحَدَّثَنَا دَاوٗدُ بْنُ رُشَيْدٍ وَاِسْمٰعِيْلُ بْنُ سَالِمٍ جَمِيْعًا عَنْ هُشَيْمٍ قَالَ دَاوٗدُ نَا هُشَيْمٌ قَالَ اَنَا مَنْصُوْرٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ اَنَا اَبُو الْعَالِيَةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ غَيْرَ وَاحِدٍ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَكَانَ اَحَبَّهُمْ اِلَيَّ اَنَّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد اصحاب، خصوصاً حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جو مجھے بہت عزیز ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کے بعد طلوع آفتاب تک اور عصر کے بعد غروب آفتاب تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

---

[1] علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۱۴ ملخصاً مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ۔

[2] حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۷، ص ۲۷۶، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن ۱۳۲۶ھ۔